کتاب السیر سے کتاب الشتی تک ۶۸۲ فتاویٰ کا مستند ذخیرہ

فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون

فتاویٰ مرکزِ تربیتِ افتا،

بفیضِ روحانی

استاذ الفقہا فقیہ ملت حضرت مفتی جلال الدین احمد امجدی قدس سرہ العزیز

تصدیق و تصحیح

محقق عصر مفتی محمد نظام الدین رضوی برکاتی

نائب فقیہ ملت مفتی محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

ترتیب

فیض محمد قادری مصباحی

جلد دوم

فقیہ ملت اکیڈمی

اوجھا گنج، بستی

بفیض روحانی : استاذ الفقہا فقیہ ملت حضرت مفتی جلال الدین احمد امجدی قدس سرہ
(بانی مرکز تربیت افتا اوجھا گنج، بستی، یوپی)

نام کتاب : فتاوی مرکز تربیت افتا (جلد دوم)

تصدیق و تصحیح : ★ سراج الفقہا حضرت مفتی محمد نظام الدین رضوی برکاتی صاحب قبلہ دام ظلہ
صدر المدرسین و صدر شعبۂ افتا جامعہ اشرفیہ مبارکپور و نگران اعلیٰ مرکز تربیت افتا اوجھا گنج بستی
★ نائب فقیہ ملت حضرت مفتی محمد ابرار احمد امجدی برکاتی صاحب قبلہ دام ظلہ
مہتمم اعلیٰ مرکز تربیت افتا دار العلوم امجدیہ اوجھا گنج

ترتیب : فیض محمد قادری مصباحی، سابق استاذ مرکز تربیت افتا اوجھا گنج بستی

تصحیح کتابت : علمائے تربیت افتا (مرکز تربیت افتا اوجھا گنج)

کمپوزنگ : افضل حسین بستوی، دہلی Mob.: 09868594259

سن اشاعت : ۱۴۳۶ھ/۲۰۱۴ء

ناشر : فقیہ ملت اکیڈمی دار العلوم امجدیہ ارشد العلوم اوجھا گنج بستی

صفحات : ۷۱۲

قیمت :

تقسیم کار

مکتبہ فقیہ ملت

۴۴۲ گراؤنڈ فلور گلی سروتے والی ٹیا محل جامع مسجد دہلی ۶

MAKTABA FAQIH-E-MILLAT
442, G.Floor, Gali Seraute Wali, Matia Mahal, Jama Masjid, Delhi-6
Mob.09936919820, 08595439366
E-mail: mfaqihemillat@gmail.com

فہرست مضامین

کتاب الشرکۃ
شرکت کا بیان

کتابُ الوقف

وقف کا بیان

مسجد کا بیان

قبرستان کا بیان

کتاب البیوع
خرید وفروخت کا بیان

سود کا بیان

كتاب القضاء
قضا کا بیان

کتابُ الھبۃ

ہبہ کا بیان

کتابُ الاجارۃ

اجرت کا بیان

كتاب الذبائح
ذبح کا بیان

کتاب الحظر والاباحۃ
حظر واباحت کا بیان

دیکھنے چھونے کا بیان

سلام ومصافحہ کا بیان

کھیل کود کا بیان

زینت کا بیان

علم اور تعلیم کا بیان

جھوٹ کا بیان

بغض و عناد کا بیان

ظلم کا بیان

تصویروں کا بیان

کتاب الوصایا

کتاب الفرائض

کتاب الشتیٰ
متفرقات کا بیان

☆☆☆

کِتَابُ السِّیَرِ

سیر کا بیان

بے علم چلّا میں چلا جائے تو؟ دیابنہ کی کفری عبارت پر کفر کا فتویٰ دے مگر کفری عبارتیں ان کی نہ مانے، ان کی عبارتوں پر کفر کا فتویٰ دے اور یارسول اللہ وغیرہ کہنے پر معترض بھی ہو، ملی معاملات میں وہابیہ سے میل جول رکھنا کیسا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان کرام ذیل کے مسائل میں

(۱) دور حاضر میں تبلیغی جماعت کے چلوں میں جانے والے حضرات تبلیغی حیثیت سے اردو پڑھنا بھی نہیں جانتے اور وہابی دیوبندی کے عقاید کفریہ سے ناواقف و بے خبر ہوتے ہیں اور تبلیغی جماعت کے مبلغین کے ظاہری لباس دیکھ کر اور ظاہری اقوال کو سن کر صرف اور صرف دین کی ہمدردی میں ان کی چلہ کشی کے لئے تیار ہو گئے ایسے لوگوں کے لئے شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟

(۲) دیوبند، ندوہ یا کسی بھی دار العلوم سے فارغ التحصیل مولوی حفظ الایمان، تقویۃ الایمان، براہین قاطعہ اور فتاویٰ رشیدیہ اور ان کے مصنفین جن پر علماے اہل سنت نے کفر کا فتویٰ دیا ہے اور علمائے حرمین شریفین نے من شك فی کفرہ وعذابہ فقد کفر کا حکم نافذ فرمایا ہے ان سے قطعی نا آشنا ہے اور جب ان مردودوں کی کفری عبارتیں ان کو سنائی جاتی ہیں اس پر وہ مولوی بے ساختہ کفر کا فتویٰ دے دیتا ہے لیکن ان کے مصنفین نے یہ عبارتیں لکھی ہیں اس بات کا وہ قائل نہیں جب یہ کتابیں انہیں دکھائی جاتی ہیں تو وہ بے اعتباری کا دعویٰ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ چھاپنے والوں پر مجھے اعتبار نہیں۔ اگر مصنفین نے واقعی ایسا ہی لکھا ہے تو وہ بلاشبہ کافر ہیں لیکن ایسا ہی لکھا ہے اس پر مجھے اعتبار نہیں۔ اب اس پر شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ آیا وہ مومن ہے یا کافر؟

(۳) زید سعودی عرب کا باشندہ ہے اور سعودی عرب میں اکثر لوگ عقاید باطلہ سے وابستہ ہوتے

ہیں۔ زید کے سامنے جب ابن عبدالوہاب نجدی کی کتاب "کتاب التوحید" اور اشرف علی کی کتاب "حفظ الایمان" اوراسماعیل دہلوی کی کتاب "تقویۃ الایمان" اور خلیل احمد انبیٹھوی کی "براہین قاطعہ" قاسم نانوتوی کی "تحذیر الناس" اور رشید احمد گنگوہی کی کتاب "فتاویٰ رشیدیہ" کی عبارتیں پیش کی گئیں تو اس نے بلاجھجک کفر کا فتویٰ دیا لیکن یارسول اللہ، یاغوث پکارنے پر اعتراض کرتا ہے اور ہندوستان میں صلاۃ وسلام میں بھی معترض ہے اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی کے وقت انگوٹھے بھی نہیں چومتا ہے۔ دیوبندی ائمہ کی اقتدا میں اپنی نماز کو جائز سمجھتا ہے گویا کہ ظاہری تمام اعمال میں دیوبندیوں سے مشابہت رکھتا ہے۔ اس شخص کے بارے میں شریعت مطہرہ کیا حکم نافذ کرتی ہے؟

(۴) زید ایک سنی بریلوی عقائد کا ماننے والا مولوی ہے اور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے مسلک کی تصدیق بھی دل وجان سے کرتا ہے علمائے دیابنہ اور وہابیہ میں سے جس کی تکفیر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان اور دیگر علمائے اہل سنت نے کی ہے اور علمائے ہندوسندھ، عرب وعجم اور بالخصوص حرمین شریفین نے اعلیٰ حضرت کے فتاویٰ کی جو تصدیق کی ہے ان سب کا اقرار بھی کرتا ہے لیکن دنیوی اور سرکاری معاملات میں دیوبندی مولویوں کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا ہے۔ حالانکہ عقائد کی جب بات آتی ہے تو مسلک اعلیٰ حضرت کی اپنی حیثیت کے مطابق حمایت کرتا ہے اور دلائل وبراہین بھی پیش کرتا ہے لیکن اپنے عقائد کے تحفظ وتشخص کے ساتھ دنیوی اموراور گورنمنٹ کے تمام کام کاج میں ان کے ساتھ نشست وبرخاست کرتا ہے مثلاً مسلم پرسنل لاء بورڈ کی (قیادت) صدارت رابع حسنی ندوی کررہے ہیں اس کی میٹنگوں میں شرکت کرنا، اس کی رکنیت اختیار کرنا اور ممبر بننا نیز اپنے عقائد کے تحفظ وتشخص کے ساتھ ایسے کل ہند اجلاس میں شرکت کرنا جو عالمی مسلم مسائل یعنی دہشت گردی وغیرہ کے خلاف اتحاد کے نام پر منعقد ہوتے ہیں۔ اس صورت میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ جلد از جلد جواب عنایت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

المستفتی: محمد نظام الدین، دارالعلوم انوار مصطفی رضا دھرول جام نگر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب (۱): تبلیغی جماعت حقیقت میں دیوبندی مذہب ہی کی ایک شاخ ہے اور دیوبندی اپنے مذہب کے کفری عقائد اور کفری عبارتوں حفظ الایمان ص ۸، تحذیر الناس ص ۳ و ۱۲۸ اور براہین قاطعہ ص ۵۱ وغیرہا کے باعث کافر ومرتد ہیں اور جن پر ملک وبیرون ملک کے سیکڑوں علمائے کرام ومفتیان عظام نے کافر ومرتد ہونے کا فتویٰ دیا ہے اور فرمایا "من شك فی کفرہ وعذابہ فقد کفر" کہ جوان کے کفر وعذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہے اور جوان کے کفریات پر مطلع ہو کران کو اپنا پیشوا جانے یا کم از کم مسلمان جانے یا ان

کے کفر و عذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہے لیکن اگر کوئی ان کے عقائد و کفریات پر مطلع نہیں اپنی سادہ لوحی اور ان گندم نما جو فروشوں کے ظاہری لباس اور شکل و صورت اور ریاکاری و مکاری کے باعث ان کے دام تزویر میں آگیا تو اس پر پہلے ان کی کفری عبارتیں پیش کی جائیں اگر وہ بیزاری کا اظہار کرے تو ٹھیک ورنہ اسے بھی انہیں سے شمار کیا جائے اور اس کے ساتھ بھی ویسا ہی معاملہ برتا جائے ایسا ہی فتاویٰ مصطفویہ ص ۱۱۷ پر ہے۔

(۲) دیوبند، ندوہ یا کسی بھی وہابی مدرسے کے فارغ التحصیل مولوی کا اپنے پیشواؤں رشید احمد گنگوہی، قاسم نانوتوی، خلیل احمد انبیٹھوی، اشرف علی تھانوی کی عبارات کفریہ کے تعلق سے یہ دعویٰ کہ ''چھاپنے والوں پر مجھے اعتبار نہیں'' اصلاً نامسموع ہے کہ علمائے ذوی الاحترام نے برسہابرس سے ان پر کفر وارتداد کا فتویٰ صادر فرمایا ہے اور آج تک کسی مولوی یا ان کے کسی بہی خواہ نے اس سے بے زاری کا اعلان نہیں کیا بلکہ خود ان کے معاونین و متوسلین ذوق و شوق سے برابر چھاپ رہے ہیں کسی نے بھی اس کے خلاف ردعمل میں یہ نہیں تحریر کیا کہ یہ میری تحریر نہیں ہے یا یہ میرے اکابر کی تحریر نہیں ہے بلکہ کتنے بے باک تو ایسے ہیں جو اس کو حق ثابت کرنے کے لئے مناظرے کرتے ہیں۔ لہٰذا ایسی صورت میں بے اعتباری کا دعویٰ بالکل نامسموع ہے اور مطلع ہو کر ان کی غلط تاویل بیان کرنے والا اور ان کے ساتھ رہنے والا، ان کو اپنا مقتدا ماننے والا بھی انہیں میں سے شمار کیا جائے گا اور اس کے ساتھ بھی ویسا ہی معاملہ برتا جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) زید بھی انہیں بدباطن وہابیہ و دیابنہ سے شمار کیا جائے اور اس کے ساتھ بھی ویسا ہی معاملہ برتا جائے کہ علمائے حرمین شریفین اور دیگر مفتیان عظام نے یہ حکم صادر فرمایا۔ "من شك فى كفره وعذابه فقد كفر" اھ جو ان کے کفر و عذاب میں شک کرے وہ کافر ہے اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "ان مرضوا فلا تعودوهم ولا تواكلوهم ولا تناكحوهم ولا تصلوا عليهم ولا تصلوا معهم" بدمذہب اگر بیمار پڑ جائیں تو ان کی عیادت نہ کرو اگر وہ مر جائیں تو ان کے جنازے میں شریک نہ ہو، ان سے ملاقات ہو تو انہیں سلام نہ کرو ان کے پاس نہ بیٹھو، ان کے ساتھ پانی نہ پیو، ان کے ساتھ کھانا نہ کھاؤ، ان کے ساتھ شادی نہ کرو، ان کے جنازے کی نماز نہ پڑھو اور ان کے ساتھ نماز نہ پڑھو'' اھ (انوار الحدیث ص ۳۱۸) نیز ارشاد فرمایا "اياكم واياهم لا يضلونكم ولا يفتنونكم"

(مشکوٰۃ شریف ص ۲۸ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ)

لہٰذا زید کے لئے فلاح اسی میں ہے کہ وہ ان سے مکمل علاحدگی اختیار کرے۔ اور ان کی صحبت اختیار نہ کرے فرمان رسالت پر مکمل طور سے عمل پیرا ہو اور رہی اس کی دورخی پالیسی کہ وہ دیوبندیوں کی عبارتوں پر کفر کا فتویٰ دیتا ہے اور ساتھ ہی ان کی اقتدا میں نماز کو جائز بھی سمجھتا ہے بلکہ ظاہری تمام افعال میں ان سے

مشابہت رکھتا ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ ازراہ تقیہ عبارتوں کو کفر تو کہتا ہے مگر قائلین کو کافر نہیں مانتا۔کافر مانتا تو دیوبندی مذہب کے اماموں کے پیچھے نماز کو جائز کیسے کہتا۔لہٰذا اس کا حکم بھی وہی ہے جو دیوبندیوں کا ہے اور اگر واقعہ یہ ہو کہ کوئی عبارتوں کے قائلین کو بھی کافر کہتا ہے مگر وہابیوں کے ساتھ رہنے کی وجہ سے ان کے پیچھے نماز پڑھ لیتا ہے تو کافر نہیں صرف گنہگار ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم

(۴) ایسے مشترکہ قومی وملی مسائل جن کے حل کے لئے بدمذہبوں سے اختلاط ناگزیر ہو جیسے مسلم پرسنل لاء کا تحفظ، مسلمانوں کی جان ومال کا تحفظ، مساجد کا تحفظ ایسے اہم مسائل کے لئے بوجہ ضرورت وحاجت سوال میں درج شرائط کی پابندی یعنی عقائد اور مذہبی تشخص کے تحفظ کے ساتھ راسخ العقیدہ مصلب تجربہ کار شخص کو بقدر ضرورت وحاجت مخلوط اجلاس میں شرکت کی گنجائش ہے۔

فتاویٰ مصطفویہ میں ہے:

''اس کانفرنس میں شرکت برائے تحفظ حقوق اسلام بمقابلہ اعدائے اسلام ضروری ہے،فرق باطلہ کے ساتھ وہ مجالست ناجائز وحرام ہے جو بربنائے محبت وموالات ہو نیز وہ جو بے ضرورت وحاجت ومصلحت شرعیہ ہو نہ وہ جو برائے تبلیغ ورد ہو۔''(ص ۴۵۷،۴۵۸)

تجربہ کار کی قید اس لئے ہے تاکہ اس کی شرکت مفید ہو ورنہ بے معنی ہوگی۔واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — **کتبہٗ:** غلام احمد رضا قادری

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۱۲؍جمادی الآخر ۱۴۳۹ھ

سنت کی توہین کرنا کیسا ہے؟ علما و والدین کی توہین کرنے والے اور بہار شریعت کو آوٹ آف ڈیٹ کہنے والے کا کیا حکم ہے؟

مسئلہ ایک شخص نظام الدین نے امام صاحب کے فیضان سنت کے درس پر اعتراض کیا اور کہا کہ مصافحہ کرنا سنت ہے تو سنت کیا ہوتی ہے؟ پہلے فرض ضروری ہے سنت ضروری نہیں ہے سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرتا ہے اور نماز کے بعد صلاۃ وسلام سے انکار اور فرض نمازوں کے بعد آیۃ الکرسی پڑھنے سے انکار کرتا ہے اور دعا میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ کے مناجات پڑھنے سے منع کرتا ہے، ایسے شخص کا جو سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرتا ہو، صلاۃ وسلام پڑھنے سے منع کرتا ہو قرآن وحدیث کی روشنی میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

(۲) اس شخص کو امام صاحب نے اذان وتکبیر پڑھنے سے روک دیا جس کی وجہ سے ناراض ہو کر

لوگوں کو گمراہ کر کے کہنے لگا کہ ان کے پیچھے نماز نہیں ہوتی اور یوں کہا کہ جو میرا لقمہ نہیں لے گا تو اسے ہاتھ پکڑ کر باہر نکال دوں گا اسی شخص کی وجہ سے دو چار لوگ گمراہ ہو کر مسجد سے چلے گئے، یہ چاہتا تھا کہ ایسے حافظ ناصر کو یہاں مقرر کیا جائے جو مذبذب ہے اس حافظ ناصر کا ایک لڑکا علی گڑھ میں اور ایک لڑکا ندوۃ العلما میں پچھلے چھ سالوں سے تعلیم حاصل کر رہا ہے ایسے حافظ کو مقرر کرانے کے لئے ضد کرنا اور امام مذکور کی مخالفت کرنا کہاں تک روا ہے، حافظ ناصر اپنے بیٹوں کو ندوہ میں پڑھانا جائز سمجھتا ہے، کیا اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے؟

(۳) موجودہ امام سے پہلے اس نظام الدین نے پانچ اماموں کو اسی بنیاد پر مسجد سے بھگا دیا کہ انہوں نے بھی اس کے غلط لقمہ پر اعتراض کیا تھا۔

(۴) موجودہ امام حافظ وقاری سند یافتہ عالم بھی ہیں ان کی بے ادبی اور توہین اس نظام الدین نے کی، لوگوں کو ان کے خلاف بھڑکایا اور اس کا ایک ہمنوا امام مذکور کا ہاتھ پکڑ کر ایک طرف لے گیا اور بدتمیزی سے پیش آیا، عالم کی توہین کرنا کیسا ہے؟

(۵) نظام الدین ماں باپ کا نافرمان ہے، بڑھاپے میں ان کو الگ کر دیا اور پریشان کیا اگر دوسرے بھائی ماں باپ کی مدد نہ کرتے تو در در کی ٹھوکریں کھانے پڑتے۔ ماں باپ کے نافرمان کے لئے شرع میں کیا حکم ہے، کیا ایسے شخص کی نماز قبول ہے؟

(۶) نظام الدین قعدہ میں اپنے کلمہ کی انگلی کو بار بار حرکت دیتا ہے، جبکہ ہم نے کسی سنی عالم کو یہ کرتے نہیں دیکھا، تو ایسا کرنا کیسا ہے؟ اور قیام میں ہاتھ باندھے ہوئے بھی انگلی کو بار بار حرکت دیتا ہے، کلائی مارتا ہے، اس کا کیا حکم ہے؟

(۷) اس شخص نظام الدین کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ اللہ ہر جگہ ہے خانہ کعبہ میں موجود ہے اس لئے خانہ کعبہ کو بیت اللہ کہا جاتا ہے، اس عقیدہ کی نفی کرتے ہوئے سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے لکھا ہے کہ اگر ہر جگہ موجود ہے تو گدھی کی فرج میں، ٹٹی کے ڈھیری، پاؤں کے نیچے وغیرہ وغیرہ بھی جگہیں ہیں تو کیا یہ یہاں موجود ہے؟ اگر ہر جگہ ہے تو یہاں بھی ہونا لازم ہے، اس پر بھی یہ کہتا ہے کہ یہ گندے دماغ والوں کی اپج ہے کہ اسے گندی جگہ بتاتے ہیں وہ ہر پاک جگہ پر موجود ہے ایسا عقیدہ رکھنا از روئے شرع کیسا؟ کیا ایسے شخص کا لقمہ لینا جائز ہے؟

(۸) یہ شخص بہار شریعت کے لئے یہ کہتا ہے کہ پرانے زمانہ کی لکھی ہوئی ہے یہ کتاب آوٹ آف ڈیٹ ہو گئی ہے اور بریلی شریف کے لئے یہ کہتا ہے کہ بریلی شریف میں کچھ نہیں ہے، یہ شخص یہ بھی کہتا ہے کہ فرائض وواجبات کا ثواب ماں باپ کو بخشنا جائز نہیں اپنے پاس کچھ نہ رہے گا، ایسے شخص کے لئے عندالشرع کیا حکم ہے؟

المستفتی: منظور حسین، شیخ معین الدین رضوی، محلہ سلاوٹ واڑی، اپرکی گواڑی اودے پور، راجستھان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب (۱-۸): کسی بھی سنت کی توہین وتحقیر کرنا کفر ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے "من لم یرض بسنة من سنن المرسلین فقد کفر" اھ (ج ۲، ص ۲۶۳) اس لئے جس شخص نے سنت کی تحقیر کی اس نے کلمۂ کفر بکا، یوں ہی یہ کہنا کہ "اللہ ہر جگہ ہے، خانہ کعبہ میں موجود ہے یہ بھی کفر ہے، جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے "یکفر باثبات المکان للہ تعالیٰ فلو قال از خدا ہیچ مکان خالی نیست یکفر ولو قال اللہ تعالیٰ فی السماء فان قصد به حکایة ما جاء فیه ظاهر الاخبار لا یکفر، وان اراد به المکان یکفر وان لم تکن له نیة یکفر عند الاکثر وهو الاصح وعلیه الفتوی۔" اھ (ج ۲، ص ۲۵۹، باب فی احکام المرتدین)

ہمیں کسی شخص خاص سے غرض نہیں جس نے بھی ان کفریات کا ارتکاب کیا وہ توبہ وتجدید ایمان کرے، بیوی والا ہو تو تجدید نکاح بھی کرے۔ علماء کی توہین، ماں باپ کی نافرمانی، بہار شریعت کو آؤٹ آف ڈیٹ کہنا سب حرام و گناہ ہے، اس کی باتوں سے ایسا لگتا ہے کہ یہ شخص اعلیٰ حضرت اور صدر الشریعہ علیہما الرحمہ کا معاند ہے، اس لئے ضروری ہے کہ اس کے عقائد کی بھی جانچ کی جائے یہ جانچ علماء کے ذریعہ ہو سکتی ہے، ایک مذبذب کو امام بنانے کی حمایت بھی اس کو مشکوک بناتی ہے اس پر لازم ہے کہ ان گناہوں سے توبہ کرے اور کفریات سے علانیہ توبہ وتجدید ایمان کرے، ایسا نہ کرے تو مسلمانوں پر فرض ہے کہ اس کا سخت سماجی بائیکاٹ کر دیں۔ اس سے سلام، کلام، اس کے یہاں کھانا، پینا، شادی بیاہ سب بند کر دیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "وَاِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ۝" اھ (سورہ انعام، آیت ۶۸)

اور فرائض و نوافل کا ثواب مردے کو پہنچانا جائز ہے اور ثواب دونوں کو ملے گا۔ حدیث شریف میں ہے کہ ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بارگاہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنے ماں باپ کے ساتھ زندگی میں نیک سلوک کرتا تھا اب وہ مر گئے ان کے ساتھ نیک سلوک کی کیا راہ ہے؟ تو آپ نے فرمایا "ان من البر بعد الموت ان تصلی لهما مع صلاتك و تصوم مع صیامك" اور ایک جگہ یوں فرمایا: "یکون لهما اجرها ولا ینقص من اجره شیئا" اور مراقی الفلاح میں ہے "فللانسان ان یجعل ثواب عمله لغیره عند اهل السنة والجماعة صلاة کان اوصوما او حجا او صدقة او قراءة القرآن او الاذکار او غیر ذلك من انواع البر ویصل الی المیت وینفعه۔" اھ (ص ۳۴۱) واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد صابر حسین امجدی
۳ رجب المرجب ۱۴۲۶ھ

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

فرائض ونوافل کا ثواب مردے کو پہونچانا کیسا ہے؟''اختلافی باتیں علمائے اہل سنت ہی کرواتے ہیں اور تھانہ فوجداری کراتے ہیں'' یہ کہنا کیسا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید یہ کہتا ہے کہ عقیدے کے متعلق جتنے بھی اختلافی مسائل ہیں سنی علماؤں نے قرآن وحدیث کی روشنی میں جتنی باتیں دلیل کے ساتھ لکھی ہیں ان ساری باتوں سے انکار نہیں کرتا ہوں، دیوبندی علماؤں نے بھی اس کے متعلق جتنی باتیں لکھی ہیں ان میں جو قابل اعتراض باتیں ہیں میں اس کی حمایت بھی نہیں کرتا ہوں، حق باتوں سے انکار اور باطل کا اقرار نہیں کیا جاسکتا ہے جو اللہ کا حکم ہے۔ نبی کا فرمان اور بزرگان دین کے راستے ہیں انہیں راستوں پر چل کر اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنا میری زندگی کا عمل ہے۔ زید یہ بھی کہتا ہے کہ خرافات اور فتنہ فساد کے جھیلے میں پڑ کر اپنا قیمتی وقت برباد کیوں کروں، کیونکہ دونوں طرف کے علماء کرام اختلافی باتوں میں جاہل عوام کو پھنسا کر ان کے چین وسکون کو چھین لیتے ہیں اور آپس میں جاہل عوام کو لڑانے کا کام کرتے ہیں جبکہ ان کو چاہئے کہ عوامی اصلاح کی باتیں کرتے اور عوام جتنی باتیں سمجھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں اسی کے مطابق انہیں مذہبی اصول سے روشناس کراتے اور اس پر عمل کرنے کی تلقین کرتے۔

دوسری بات یہ ہے کہ زید کا یہ بھی کہنا ہے کہ اس طرح کی اختلافی باتیں زیادہ تر سنی علمائے کرام ہی کیا کرتے ہیں اور جاہل عوام کو آپس میں الجھا کر مار پیٹ یہاں تک کہ تھانہ، فوج داری کی بھی نوبت آجاتی ہے جس سے ان غریب اور مزدور لوگوں کا وقت بھی برباد ہوتا ہے، روزی روٹی پر بھی اثر پڑتا ہے اور تھانہ، فوجداری میں مقروض بھی ہونا پڑتا ہے۔ اکثر دیکھا جاتا ہے کہ سنی آبادیوں میں نمازیوں کی تعداد مختصر رہتی ہے اور مسجدیں خالی رہتی ہیں لیکن دیوبندی آبادیوں میں نمازیوں کی تعداد زیادہ رہتی ہے اور مسجدیں نمازیوں سے پر رہتی ہیں اور دیوبندی علماء کرام اختلافی باتوں کے پھندے میں نہیں رہتے ہیں، ان ساری باتوں کے کہنے کے بعد زید دیوبندی جماعت والوں کے ساتھ رہنا پسند کرتا ہے اور زید کے ذریعہ کہی گئی ان ساری باتوں سے اکثر دیوبندی عقیدے والے اتفاق بھی کرتے ہیں اور اسی پر عمل کرتے ہیں۔

جواب طلب امر یہ ہے کہ زید کا اس طرح کا بیان اور اس طرح کا خیال شریعت کی روشنی میں درست ہے یا نہیں؟ ساتھ ہی زید جیسے اسی طرح کے عقیدے رکھنے والے اور عمل کرنے والے دیوبندی امام کے پیچھے زید کی نماز درست ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

المستفتی: محمد نذیر عالم، کیراف محمد شکیل، بیڑی دوکان مقام وپوسٹ کرجا گدھا، مظفر پور، بہار

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب زید وہابی، دیوبندی نہیں تو صلح کلی ضرور ہے، زید کا قول کہ "اختلافی باتیں زیادہ تر سنی علماء ہی کیا کرتے ہیں اور جاہل عوام کو آپس میں الجھا کر مار پیٹ تھانہ فوج داری کراتے ہیں نیز علماء دیوبند اختلافی باتوں کے پھندے میں نہیں رہتے ہیں" سے علماء اہل سنت کی توہین لازم آتی ہے اور علماء کی توہین کرنا کفر ہے جیسا کہ مجمع الانہر میں ہے "الاستخفاف بالاشراف والعلماء کفر" پھر اسی میں ہے "من قال للعالم عویلم قاصدا به الاستخفاف کفر، وتطلق امراته ثلاثا اجماعا" اھ (ص ۶۹۵، ج ۱)

اور چونکہ زید دیوبندی جماعت والوں کے ساتھ رہنا پسند کرتا ہے، جس کے بارے میں علماء حرمین شریفین وہند وسندھ نے متفقہ طور پر فرمایا "من شك فی کفرہ وعذابه فقد کفر" اھ جو اس کے کافر ہونے اور عذاب دیے جانے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے، لہٰذا زید اگر اکابر علماء دیوبند مولوی اشرف علی تھانوی، قاسم نانوتوی، رشید احمد گنگوہی، خلیل احمد انبیٹھوی کی عبارات کفریہ مندرجہ حفظ الایمان ص ۸، تحذیر الناس ص ۳، ۱۴، ۲۸ اور براہین قاطعہ ص ۵۱ پر یقینی اطلاع کے باوجود مذکورہ مولویوں کو مسلمان جانتا ہے یا ان کے کفر میں شک کرتا ہے تو اس وجہ سے بھی کافر ومرتد ہے، اس صورت میں زید پر فرض ہے کہ اپنے اس عقیدے سے توبہ واستغفار کرے، پھر تجدید ایمان اگر بیوی والا ہو تو تجدید نکاح بھی کرے اور اگر ایسا نہیں کرتا ہے تو مسلمانوں پر واجب ہے کہ اس کو اپنے سے دور رکھیں اس سے سلام وکلام اس کے یہاں کھانا پینا، شادی بیاہ سب ترک کردیں۔

زید کا یہ کہنا کہ "دیوبندی علماء کی جو باتیں قابل اعتراض ہیں ان کی حمایت نہیں کرتا" یہ بہت گول مول بات ہے، ان عبارتوں میں کھلے عام حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں توہین کی گئی ہے جو یقیناً اجماعاً کفر ہے اور ان کے قائل کافر ومرتد، تو زید صاف صاف اس کا اقرار کیوں نہیں کرتا۔ اگر وہ ان عبارتوں کے قائلین کو کافر ومرتد تسلیم کرے تو ٹھیک ورنہ "من شك فی کفرہ وعذابه فقد کفر" کے زمرے میں آنے کی وجہ سے وہ بھی کافر ومرتد ہے۔ حدیث پاک میں ہے:

"قال رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم ایاکم وایاهم لایضلونکم ولا یفتنونکم ان مرضوا فلا تعودوهم وان ماتوا فلا تشهدوهم وان لقیتموهم فلا تسلموا علیهم ولا تجالسوهم ولا تشاربوهم ولا تواکلوهم ولا تناکحوهم ولا تصلوا علیهم ولا تصلوا معهم"

یعنی سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بدمذہب سے دور رہو، انہیں اپنے قریب نہ آنے دو،

کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کردیں، کہیں وہ تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دیں، اگر وہ بیمار پڑیں تو ان کی عیادت نہ کرو، اگر مرجائیں تو ان کے جنازے میں شریک نہ ہو، ان سے ملاقات ہو تو انہیں سلام نہ کرو، ان کے پاس نہ بیٹھو، ان کے ساتھ پانی نہ پیو، ان کے ساتھ کھانا نہ کھاؤ، ان کے ساتھ بیاہ نہ کرو، ان کے جنازہ کی نماز نہ پڑھو اور نہ ان کے ساتھ نماز پڑھو۔" اھ یہ حدیث مسلم، ابوداؤد، ابن ماجہ، عقیلی احمد اور ابن حبان کی روایات کا مجموعہ ہے۔
(انوار الحدیث ۱۰۳)

نیز جب وہ مرجائے تو اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ کریں بلکہ کتے کی طرح گھسیٹ کر کسی ناپاک گڑھے میں پھینک دیں اور کنکر، پتھر جو چیز ملے اس سے اسے ڈھک دیں، ورنہ سب کے سب عذاب خداوندی میں گرفتار ہوں گے۔ الاشباہ والنظائر میں ہے "اذا مات علی ردته لم يدفن في مقابر المسلمين ولا اهل ملة وانما يلقى في حفرة كالكلب" اھ (بحوالہ فتاویٰ رضویہ ص ۴۰، ج ۶) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴿۶۸﴾ اھ (سورہ انعام، آیت ۶۸)
دیوبندیوں کی نماز عندالشرع نماز ہی نہیں ان کی اقتداء کے بارے میں سوال کرنا بے کار ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — **کتبہ: محمد صابر حسین فیضی امجدی**
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۲۰ ر رجب المرجب ۲۶ھ

خطیب نے بھول کر کہہ دیا "حضور نے میری اُمت کے لئے کیا نہیں کیا؟ تو کیا وہ کافر ہوگیا؟ کیا بھول کر کفر بولنے سے آدمی کافر ہوجاتا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع مسئلہ ذیل میں کہ
کسی شادی شدہ خطیب نے درمیان خطابت بھول کر کہہ دیا کہ حضور نے میری امت کے لئے کیا کیا نہیں کیا۔ بکر کہتا ہے کہ یہ کفریہ جملہ ہے اور جو شخص بھول کر کفر بولے تو وہ کافر ہوجاتا ہے۔ لہٰذا شخص مذکور کافر ہوگیا۔ زید کہتا ہے کہ بھول کر کفر بولنے سے کوئی شخص کافر نہیں ہوتا ہے۔ پس دونوں قول میں سے کس کا قول درست ہے۔ اگر بکر کے قول پر کافر ہوگیا تو شخص مذکور شادی شدہ کے لئے شریعت کا کیا حکم نافذ ہوگا؟ مع حوالہ مدلل ومفصل جواب سے نوازیں۔ کرم بالائے کرم ہوگا۔ بینوا توجروا

المستفتی: محمد پرویز عالم چشتی، قادری نگر گرھوا جھارکھنڈ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب صورت مسئولہ میں خطیب کا یہ کہنا کہ "حضور نے میری امت کے لئے کیا کیا نہیں کیا" یہ

کلمہ کفر نہیں ہے، لفظ ''میری'' کہنے سے کفر نہ ہوگا بلکہ خطیب کا ارادہ لفظ ''اپنی'' کہنا ہی تھا مگر سبقت لسانی کی وجہ سے ''اپنی'' کی جگہ ''میری'' کا لفظ زبان سے نکل گیا۔ علاوہ ازیں یہ لفظ کفر کے لئے متعین نہیں، یہ کلمہ کفر اس وقت ہوگا جب کوئی اپنے آپ کو نبی اعتقاد کر کے یہ بولے اور یہاں ایسا نہیں ہے۔

فتاویٰ عالمگیری "باب فی احکام المرتدین" میں ہے "الخاطی اذا اجری علی لسانہ کلمۃ الکفر خطأ بان کان یرید ان یتکلم بما لیس بکفر فجری علی لسانہ کلمۃ الکفر خطأ لم یکن ذلک کفرا عند الکل کذا فی فتاوی قاضی خان" اھ (ج ۲، ص ۲۷۶، باب فی احکام المرتدین)

اور بکر کا یہ کہنا کہ "یہ کفریہ جملہ ہے" صحیح نہیں ہے اور اس کا یہ بھی کہنا کہ "جو شخص بھول کر کفر بولے تو وہ کافر ہو جاتا ہے" یہ بھی صحیح نہیں ہے کہ کلمہ کفر جس کو آدمی کہنا نہیں چاہتا اور لغزش زبان کے باعث نکل جائے تو اس سے آدمی کافر نہیں ہوتا، جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری کے حوالہ سے ابھی گزرا۔

لہٰذا بکر غلط مسئلہ بتا کر سخت گنہگار مستحق عذاب نار ہوا۔ حدیث پاک میں ہے "من افتی بغیر علم لعنتہ ملائکۃ السماء والارض" اھ (کنز العمال ج ۱۰، ص ۱۹۳) اس لئے بکر پر لازم ہے کہ توبہ واستغفار کرے اور خطیب مذکور سے معافی مانگے۔ آئندہ اس طرح بلا تحقیق مسئلہ بتانے سے احتراز کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — **کتبہ:** محمد نیاز برکاتی مصباحی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۱۴ ربیع الغوث ۱۴۲۵ھ

یہ کہنا کہ ''اللہ نے ابلیس سے زیادہ علم والا کسی کو نہیں بنایا'' کیسا ہے؟

''اللہ وہابی بناتا ہے جہنم بھرنے کے لئے'' اس جملے کے قائل کا کیا حکم ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماء دین وملت مسائل ذیل میں کہ

الف: دوران تبلیغ زید نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کائنات گیتی میں ابلیس سے زیادہ علم والا کسی کو پیدا ہی نہیں کیا تو بکر نے کہا معاذ اللہ توبہ استغفر اللہ۔ جس کے صدقہ وطفیل میں اللہ تعالیٰ نے اس کائنات گیتی کی تخلیق فرمائی اور جن کے صدقہ وطفیل میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ربوبیت کا اظہار فرمایا۔ اس ذات پاک کو بھی چھوڑ دیا تو زید نے انبیاء کرام کی جماعت کو شامل کیا لیکن خلفاء وصحابہ تابعین ائمہ مجتہدین اولیاء کرام کی جماعت کو شامل نہیں کیا پھر زید بکر سے بگڑ گیا کہ تم نکتہ چینی کرتے ہو تو بکر نے کہا کہ نکتہ چینی نہیں کرتا ہوں بلکہ آپ کی اصلاح کرتا ہوں۔

ب: دوران گفتگو زید نے کہا کہ اللہ تعالیٰ وہابی بناتا ہے جہنم بھرنے کے لئے تو زید پر عند الشرع کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: احمد، غفار کلاتھ اسٹور، پنچم گوا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب (الف ب) صورت مسئولہ میں زید عندالشرع کافر و مرتد ہے۔ اس پر علانیہ توبہ و استغفار، تجدید ایمان ونکاح لازم ہے اور مرید ہو تو تجدید بیعت بھی کرے۔ کیونکہ زید کا یہ قول کہ "اللہ تعالیٰ نے اس کائنات گیتی پر ابلیس سے زیادہ علم والا کسی کو پیدا نہیں کیا" اجماع قطعی کا انکار ہے اس بات پر ساری امت کا اجماع ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ساری کائنات میں سب سے زیادہ علم والے ہیں تو شیطان لعین کو سب سے زیادہ علم والا کہنا یہ ضرور حضور کی تنقیص بھی ہے اور یہ بھی بجائے خود کفر وارتداد ہے۔ اسی طرح کی بات مولوی رشید احمد گنگوہی اور خلیل احمد انبیٹھی نے براہین قاطعہ میں لکھی ہے تو اس کا رد کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں:

"یاللمسلمین یاللمؤمنین بسید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علیہم اجمعین: انظروا الی ھذا الذی یدعی علوالکعب فی العلوم والاتقان وسعۃ الباع فی الایمان والعرفان۔ ویدعی فی اذنابہ بالقطب و غوث الزمان۔ کیف یسب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ملأفیہ ویؤمن بسعۃ علم شیخہ ابلیس و یقول لمن علمہ اللہ مالم یکن یعلم وکان فضل اللہ علیہ عظیماً الذی تجلی لہ کل شیء وعرفہ و علم ما فی السموت والارض وعلم مابین المشرق والمغرب وعلم علم الاولین والاخرین کمانص علی کل ذلک الاحادیث الکثیرۃ انہ ای نص فی سعۃ علمہ فھل لیس ھذا ایمانا بعلم ابلیس و کفرا بعلم محمد صلی اللہ علیہ وسلم وقد قال فی نسیم الریاض کماتقدم من قال فلان اعلم منہ صلی اللہ علیہ وسلم فقد عابہ و نقصہ فھو ساب والحکم فیہ حکم الساب من غیرفرق لانستثنی منہ صورۃ و ھذا کلہ اجماع من لدن الصحابۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

یعنی فریاد اے مسلمانوں فریاد اے وہ جو سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم اجمعین پر ایمان رکھتے ہو اسے دیکھو یہ جو دعویٰ کرتا ہے کہ علم و پختہ کاری میں اونچے پائے پر ہے اور ایمان ومعرفت میں یدطولیٰ رکھتا ہے اور اپنے دم چھلوں میں قطب وغوث زمانہ کہلاتا ہے کیسی منہ بھر کے گالی دے رہا ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اور اپنے پیر ابلیس کی وسعت علم پر تو ایمان لاتا ہے اور وہ جنہیں اللہ تعالیٰ نے سکھادیا جو کچھ وہ نہ جانتے تھے اور اللہ تعالیٰ کا فضل ان پر عظیم ہے۔ وہ جن کے سامنے ہر چیز روشن ہوگئی اور انہوں نے ہر چیز پہچان لی اور جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے جان لیا اور مشرق ومغرب میں جو کچھ ہے سب جان لیا اور تمام اگلوں اور پچھلوں کا علم انہیں حاصل ہوا جیسا کہ ان تمام باتوں پر بکثرت احادیث میں تصریح فرمائی ان کے حق

میں یوں کہتا ہے کہ "ان کی وسعت علم میں کون سی نص ہے کیا یہ علم ابلیس پر ایمان اور علم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کفر نہ ہوا۔ اور بے شک نسیم الریاض میں فرمایا کہ جو کسی کا علم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ بتائے اس نے بیشک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عیب لگایا اور حضور کی شان گھٹائی تو وہ گالی دینے والا ہے اور اس کا حکم وہی ہے جو گالی دینے والے کا ہے اصلاً فرق نہیں اس میں سے ہم کسی صورت کا استثنا نہیں کرتے اور ان تمام احکام پر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانہ سے اب تک برابر اجماع چلا آیا ہے۔" اھ (حسام الحرمین، ص ۲۳) اور شفا شریف میں ہے "اجمع العلماء شاتم النبی صلی اللہ علیہ وسلم والمنقص له کافر والوعید جار علیه بعذاب الله و من شك فی کفره و عذابه فقد کفر۔" یعنی اجماع ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے والا کافر ہے اور اس پر عذاب الٰہی کی وعید جاری ہے جو اس کے کافر و مستحق عذاب ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہوگا۔ اھ (ص ۲۲) واللہ تعالیٰ اعلم

اور زید کا یہ قول کہ "اللہ تعالیٰ وہابی بناتا ہے جہنم بھرنے کے لئے" یہ کلمہ کفر نہیں بلکہ درست ہے اور یہ جملہ بھی اسی قبیل سے ہے مثلاً "یُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا ۙ وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا" یعنی اللہ بہتوں کو اس سے گمراہ کرتا ہے اور بہتوں کو ہدایت دیتا ہے۔" (پ ۱ سورہ بقرہ آیت ۲۶) مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ۔ یعنی جسے اللہ گمراہ کرے اسے کوئی راہ دکھانے والا نہیں۔" (پ ۹ سورہ اعراف آیت ۱۸۶)

فَاِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ "اس لئے اللہ گمراہ کرتا ہے جسے چاہے اور راہ دیتا ہے جسے چاہے۔" (پ ۲۲ سورہ فاطر آیت ۸) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — **کتبہ: محمد ارشد رضا مصباحی**

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — **۲۲ر محرم الحرام ۱۴۲۵ھ**

"خدا کے علاوہ کوئی اپنے آپ پیدا نہ ہوا" یہ جملہ کہنا کیسا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ

"خدائے تعالیٰ کے علاوہ کوئی دوسرا اپنے آپ پیدا نہ ہوا" یہ جملہ کہنا کیسا ہے؟ **بینوا توجروا**

المستفتی: غلام مصطفیٰ رمزی قادری، حبیب نگر، نزد جنت مسجد، بیجاپور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب خدائے سبوح وقدوس کے لئے پیدا ہونے کا لفظ بولنا حرام وگناہ بلکہ اپنے ظاہر کے لحاظ سے کفر ہے۔ یہ لفظ عام طور پر 'جنا ہوا' کے معنی میں استعمال کیا جاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اس سے پاک ومنزہ ہے۔

ارشاد باری ہے: لَمْ يَلِدْ ۝ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝ۙ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝ مگر چونکہ یہ لفظ ظاہر ہونے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے (جیسے پیدا نہ شد، تختہ برکنار) اس لئے ہم قائل پر حکم کفر نہ دیں گے۔ ہاں اگر قائل کی مراد وہی معنی کفر ہو تو عند اللہ کافر ہوگا اور معنی صحیح کا یہ احتمال اس کے لئے مفید نہ ہوگا۔ ہم قائل کی نیت نہیں جانتے اس لئے معنی صحیح کا لحاظ کرتے ہوئے جہت اسلام کو ترجیح دیں گے تاہم ایسا کلمہ بولنا حرام و گناہ ضرور ہے۔ قائل اپنے اس قول سے توبہ و رجوع کرے اور آئندہ بارگاہ الٰہی میں بہت ہی محتاط و مؤدب رہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: فیض محمد قادری مصباحی امجدی

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

یہ کہنا کیسا ہے "میں ایسا پانی پیتا ہوں خدا نہیں جانتا"

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسائل ذیل میں زید نے دوران گفتگو کہا ہم ایسا پانی پیتے ہیں کہ خدا نہیں جانتا (معاذ اللہ) اس پر بکر نے کہا توبہ کرو ایسا کہنا حرام ہے زید نے کہا میں نے محاورہ کے طور پر کہا ہے بکر نے کہا خدا علیم وخبیر ہے ایسا کہنا کسی طور پر جائز نہیں۔ اس پر زید نے فوراً توبہ و استغفار کیا تو اب کیا زید کفارہ وغیرہ سے بچ گیا؟

المستفتی: نظام الدین، شہر دیوانی بستی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب یہ لفظ بہر حال کلمۂ کفر ہے اس کے معنی صاف نفی علم باری تعالیٰ میں اور اس کا کفر خالص ہونا ظاہر ہے اس میں تاویل کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ (سورہ العنکبوت پارہ ۲۰، آیت ٦۲) اس پر لازم ہے کہ تائب ہو کر ایمان لائے اگر بیوی والا ہے تو تجدید نکاح کرے اس پر کوئی کفارہ وغیرہ نہیں۔

چونکہ زید نے تنبیہ کرنے پر فوراً توبہ کر لی اس لئے اب صرف تجدید ایمان کرے اور بیوی والا ہو تو تجدید نکاح بھی۔ درمختار میں ہے "مایکون کفرا اتفاقا یبطل العمل والنکاح واولادہ اولاد زنا۔ اھ (ج ٦، ص ۲۹۸ باب المرتد، کتاب الجہاد) واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: ازہار احمد مصباحی امجدی
۲۹ ر جمادی الاخر ۲۲ھ

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

دیوبندی کو کافر کہنے کی وجہ سے امام کو معزول کرنا کیسا ہے؟ معزول کرنے والے کا کیا حکم ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین درج ذیل مسائل کے بارے میں کہ

زید و بکر دو اشخاص میں سنی و دیوبندی کی بات ہوئی تو بکر بولا کہ میں تو دیوبندی ہوں تو زید بولا کہ ارے تو دیوبندی ہے؟ دیوبندی تو کافر ہوتا ہے اسی درمیان میں مسجد کے نائب امام جو سنی عالم ہیں آ گئے، تو بکر بولا کہ امام صاحب فلاں شخص بولتا ہے کہ دیوبندی کافر ہوتا ہے تو امام صاحب نے کہا ہاں دیوبندی کے اقوال باطلہ سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ دیوبندی کافر ہے بکر کو یہ بات بہت خراب لگی کہ امام صاحب تو دیوبندی کو کافر کہتے ہیں۔ اس بات کو عوام میں پھیلا کر کہ امام صاحب سنی دیوبندی کی بات کر کے لوگوں کو لڑانا چاہتے ہیں تو کچھ دیوبندی اور متذبذب قسم کے سنی یہ معاملہ مسجد کے صدر امام جو ایک حافظ ہیں اور مسجد کے نائب صدر بھی ہیں کے سامنے پیش کیا کہ مولانا تو سنی و دیوبندی کی بات کر کے مسجد میں فتنہ پھیلاتے ہیں، ان کو نکال دیا جائے۔ اب ہم لوگ ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھیں گے۔ چونکہ حافظ موصوف امام کے بکر سے بہت گہرے تعلقات تھے، اس لئے مولانا کی بات ان کو بھی خراب لگی اور بولے کہ مولانا کو ایسا نہیں کہنا چاہئے، یہ سب فتنے کی بات ہے۔ مسجد میں سنی و دیوبندی سبھی لوگ نماز پڑھتے ہیں تو اس طرح فرقہ بندی کی بات کر کے فتنہ نہیں پھیلانا چاہئے اور بولے کہ اس سے پہلے بھی ایک مولانا اس مسجد میں آئے تھے اور اس طرح سنی و دیوبندی کی بات کیے تو لوگوں نے انہیں بری طرح بے عزت کر کے نکالا تھا۔ یہاں تک کہ اندرونی طور پر یہ بات طے ہو چکی کہ مولانا (نائب امام) کو نکال دیا جائے تو ماحول کے پیش نظر ٹرسٹ کی طرف سے نوٹس ملنے سے پہلے ہی عالم موصوف نے اپنا استعفیٰ نامہ پیش کر دیا اور صدر امام حافظ موصوف و دیگر ٹرسٹیان نے بے چوں و چرا استعفیٰ منظور کر لیا۔

صورت مذکورہ میں مندرجہ ذیل امور کے بارے میں حکم شرع مفصل و مدلل بیان فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

(۱) دیوبندیوں کے بارے میں حکم شرع کیا ہے؟

(۲) ایسے امام و ٹرسٹیان کے بارے میں حکم شرع کیا ہے جو کسی سنی عالم کو مسجد و مدرسہ سے صرف اس بناء پر نکال دیں کہ یہ دیوبندی کو کافر اور بدعقیدہ کہتا ہے؟

(۳) ایسے مسجد و مدرسہ (کہ جس سے صرف صورت مذکورہ کی بنا پر کسی سنی امام یا مدرس کو نکال دیا جاتا ہو) سنیوں کو چندہ دینا چاہئے، یا نہیں؟

(۴) ایسے حافظ کے پیچھے سنیوں کی نماز درست ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: نیاز احمد نظامی

مدرسہ گلشن بغداد غلام نبی پٹیل کمپاؤنڈ، دھام نگر ناکہ بھیونڈی، ضلع تھانہ مہاراشٹر

۴۲۱۳۰۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب (۱): دیوبندی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخیاں کرنے کی وجہ سے کافر و مرتد ہیں، جس کی تفصیل فتاویٰ حسام الحرمین اور الصوارم الہندیہ میں موجود ہے۔

فتاویٰ رضویہ میں ہے: ''وہابیہ ونیچریہ وقادیانیہ وغیر مقلدین ودیوبندیہ وچکڑالویہ خذلہم اللہ تعالیٰ اجمعین قطعاً یقیناً کفار مرتدین ہیں۔'' اھ ملخصاً (ص ۹۰، ج ۶)

نیز اسی میں ہے: ''کفر میں یہود و نصاریٰ سے مجوس بدتر ہیں، مجوس سے ہنود بدتر ہیں، ہنود سے وہابیہ وسائر مرتدین بدتر ہیں، ولہٰذا ان کے احکام اسی ترتیب پر سخت تر ہیں۔'' (ص ۱۳، ج ۶) بلکہ دیوبندیوں نے کھلم کھلا ضروریات دین کا انکار کیا جس کی وجہ سے علمائے عرب و عجم نے ان کی تکفیر کی۔ ردالمحتار میں ہے: ''لا خلاف فی کفر المخالف فی ضروریات الاسلام وان کان من اھل القبلۃ المواظب طول عمرہ علی الطاعات۔'' اھ ملخصاً یعنی ضروریات اسلام کی مخالفت اور خلاف ورزی کرنے والے کے کفر میں کوئی اختلاف نہیں اگرچہ وہ قبلہ کو منہ کرکے نمازیں پڑھے اور اگرچہ عمر بھر ہمیشہ طاعات وعبادات بجالاتا رہے (مطلب البدعۃ خمسۃ اقسام ص ۵۶۱، ج ۱، باب الامامۃ) واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) سنی صحیح العقیدہ عالم دین کو بلاوجہ شرعی محض دیوبندی کو کافر اور بدعقیدہ کہنے کی وجہ سے معزول کرنا ناجائز و گناہ ہے کہ بلاوجہ ایذائے مسلم حرام و گناہ ہے۔ حدیث شریف میں ہے: من اذی مسلماً فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ۔ (ص ۱۰، ج ۱۶ کنز العمال) نیز درمختار میں ہے: لا یصح عزل صاحب وظیفۃ بلا جنحۃ۔'' اھ (کتاب الوقف، ص ۳۸۲، ج ۴) واللہ تعالیٰ اعلم

(۳-۴) جو لوگ دیوبندیوں کے عقائد باطلہ پر مطلع ہیں، پھر بھی وہ دیوبندیوں کو اپنا دوست رکھتے ہیں تو وہ بھی انہیں میں سے ہیں۔ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''ومن یتولھم منکم فانہ منھم۔ جو کسی کافر بدمذہب سے موالات و دوستی کرے وہ بھی انہیں میں سے ہے۔'' (سورۂ مائدہ آیت ۵۱)

اور اگر وہ سنی اور دیوبندی دونوں کو ٹھیک اور برابر سمجھتے ہیں تو یہ درحقیقت مومن و کافر کو ایک سمجھنا ہے جو کفر ہے۔ فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

"من اعتقد ان الایمان والکفر واحد فھو کافر کذا فی الذخیرة" اھ (مطلب موجبات الکفر انواع ص ۲۵۷، ج ۲)

لہٰذا حافظ مذکور اور ٹرسٹیان پر لازم ہے کہ وہ توبہ واستغفار کریں اور دیوبندیوں سے دوستی وتعلقات ختم کریں کہ ان کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا، سلام وکلام بلکہ کسی قسم کا مذہبی تعلق رکھنا حرام وگناہ ہے۔

حدیث شریف میں ہے: "ایاکم وایاھم لایضلونکم ولایفتنونکم ان مرضوا فلاتعودوھم وان ماتوا فلاتشھدوھم وان لقیتموھم فلاتسلموا علیھم ولا تجالسوھم ولاتشاربوھم ولاتواکلوھم ولاتناکحوھم ولاتصلوا علیھم ولاتصلوا معھم" یعنی بدمذہبوں سے دور بھاگو اور انہیں اپنے سے دور رکھو کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کردیں، کہیں وہ تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دیں، اگر وہ بیمار پڑیں تو ان کی عیادت نہ کرو اور اگر وہ مرجائیں تو ان کے جنازہ میں شریک نہ ہو، ان سے ملاقات ہو تو انہیں سلام نہ کرو، ان کے پاس نہ بیٹھو، ان کے جنازہ کی نماز نہ پڑھو اور ان کے ساتھ نماز نہ پڑھو۔ یہ حدیث مسلم، ابوداؤد، ابن حبان، ابن ماجہ اور عقیلی کی روایات کا مجموعہ ہے۔ (انوار الحدیث، ص: ۱۰۳)

اگر حافظ وٹرسٹیان باز نہ آئیں تو سنی مسلمان ان سے دور رہیں اور استطاعت ہو تو ان کو مسجد سے دور کرنے کی کوشش کریں ورنہ حسن تدبیر سے مسجد کو اپنے زیر انتظام کریں۔ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۶۸﴾ اور اگر شیطان تم کو بھلادے تو یاد آنے کے بعد ظالم قوم کے پاس نہ بیٹھو۔ (پ ۷، ع ۱۴)

نیز ارشاد خداوندی ہے: وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ۔ اور ظالموں کی طرف مائل نہ ہو کہ تمہیں (جہنم کی) آگ چھوئے گی۔ (پ ۱۲، ع ۱۰) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — **کتبہ:** محمد صابر عالم قادری مصباحی امجدی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۶ شعبان المعظم ۱۴۲۸ھ

"کڑ کڑ میں رام بسے من میں سیتا رام"

مذکورہ شعر پڑھنا اور دیوی دیوتاؤں کی تعریف کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ زید ایک سنی مسلمان ہے ایک سنی ادارہ کا سربراہ اعلیٰ ونگراں ہے اور وہ ایک شاعر بھی ہے اس نے ایک سبھا میں جو کہ تحصیل میں ہوا اس میں انہوں نے اپنے اشعار میں دیوی دیوتاؤں کی خوب تعریف کی اور انعام کا بھی حقدار ہوا۔ جو شعر ذیل میں ہے "کڑ کڑ میں رام بسے = من میں سیتا رام" وغیرہ جیسے اشعار پیش کیا

اس طرح کے اشعار پڑھنا جائز و درست ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد فاروق، کیراف جمیل میڈیکل، متھرا بازار، بلرام پور، یوپی

الجواب غیر مسلموں کی دیوی دیوتاؤں کی تعریف کرنا ان کو عزت دینا ہے۔ مزید برآں زید کے اس شعر "کڑ کڑ میں رام بسے = من میں سیتا رام" سے ان کے دیوتاؤں کا اعزاز ظاہر ہے جو صریح کفر ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے "وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ۝" عزت تو اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں ہی کے لئے ہے مگر منافقوں کو خبر نہیں۔ (پارہ: ۲۸، سورۃ المنٰفقون: آیت ۸)

لہٰذا زید اپنی اس حرکت قبیحہ اور کلمات کفریہ شنیعہ کی وجہ سے دائرۂ اسلام سے نکل گیا اس پر لازم ہے کہ تجدید ایمان کرے اگر شادی شدہ ہے تو تجدید نکاح بھی کرے اور آئندہ ایسے اشعار لکھنے، پڑھنے سے بارگاہ الٰہی میں صدق دل سے علانیہ توبہ واستغفار کرے ورنہ تمام مسلمان اس سے قطع تعلق کرلیں ساتھ ہی ساتھ اسے ادارہ کی سربراہی سے بھی برخاست کردیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ۝" (سورۃ الانعام، ۶۸) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

کتبہٗ: محمد وقار علی احسانی

۲۹ رذی القعدہ ۱۴۲۸ھ

کرشن کو نبی کہنا کیسا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

زید جو ایک یونیورسٹی کا طالب علم ہے اس کا کہنا ہے کہ کرشن پرانے زمانے کے پیغمبروں میں سے ہیں۔ انہوں نے بھی اپنے طور طریقے سے بندوں تک اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچایا اور لوگوں کو ہدایت کی تعلیم دی۔ یہی وجہ ہے کہ آج اکثر یونیورسٹیوں میں کرشن کے نبی اور پیغمبر ہونے پر تحقیقی مقالے لکھے جارہے ہیں اور پی ایچ ڈی کی جارہی ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کا ایسا کہنا کہاں تک درست ہے کیا کرشن کو واقعی نبی کہا جاسکتا ہے اور زید جو کرشن کو نبی مان رہا ہے اس پر کون سا حکم شرع عائد ہوتا ہے۔ بینوا توجروا

المستفتی: محمد افروز شاہ، پھاٹک گورکھپور یونیورسٹی، گورکھپور، یوپی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الجواب کرشن نبی یا پیغمبر ہرگز نہیں، بلکہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تحقیق کے مطابق تواتر ہنود کے علاوہ کرشن کا وجود ہی ثابت نہیں۔

فتاویٰ رضویہ میں ہے ’’قرآن عظیم یا حدیث کریم میں رام و کرشن کا ذکر تک نہیں ان کے نفس وجود پر سوائے تواتر ہنود ہمارے پاس کوئی دلیل نہیں کہ یہ واقعی میں کچھ اشخاص تھے بھی یا محض انیاب اغوال ورجال بوستان خیال کی طرح اوہام تراشیدہ ہیں۔

تواتر ہنود اگر حجت نہیں تو ان کا وجود ہی نا ثابت اور اگر حجت ہے تو اسی تواتر سے ان کا فسق و فجور ولہو ولعب ثابت پھر کیا معنی کہ وجود کے لئے تواتر ہنود مقبول اور احوال کے لئے مردود مانا جائے اور انہیں کامل و مکمل بلکہ ظنا معاذ اللہ انبیاء و رسل جانا مانا جائے۔ (ج۶، ص ۱۴۲)

اصطلاح شرع میں نبی اس بشر کو کہتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے ہدایت کے لئے وحی بھیجی ہو۔ نبی کا معصوم ہونا ضروری ہے نیز انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام شرک و کفر اور ہر ایسے امر سے جو خلق کے لئے باعث نفرت ہو جیسے کذب و خیانت و جہل وغیرہا صفات ذمیمہ سے نیز ایسے افعال سے جو وجاہت اور مروت کے خلاف ہیں قبل نبوت اور بعد نبوت بالاجماع معصوم ہیں اور کبائر سے بھی مطلقاً معصوم ہیں۔

شرح عقائد میں ہے: ’’ان الانبیاء معصومون عن الکذب خصوصاً فیما یتعلق بامر الشرائع وتبلیغ الاحکام وارشاد الامۃ اما عمدا فبالاجماع و اما سھوا فعند الاکثرین و فی عصمتھم عن سائر الذنوب تفصیل و ھو انھم معصومون عن الکفر قبل الوحی وبعدہ بالاجماع و کذا عن تعمد الکبائر عند الجمھور۔‘‘ اھ (ص ۱۰۲)

ظاہر ہے کہ کرشن کا وجود ثابت بھی ہو تو بہ اوصاف مذکورہ خود کرشن کے ماننے والوں کے بطور بھی ہرگز کرشن نبی نہیں۔ اللہ تعالیٰ جاہلوں کو ہدایت عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی	**کتبہ:** فیاض احمد برکاتی مصباحی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی	۱۱ر جمادی الاخرہ ۱۴۲۹ھ

’’قرآن کے معنی کچھ نہیں قرآن پر ہمارا بھروسہ نہیں‘‘ یہ جملے بولنا کیسا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت مسئلہ ذیل میں کہ

کچھ دنوں پہلے زید و بکر کے گھر سے جھگڑا ہوا۔ پنچایت میں بکر نے زید پر بہت سارے الٹے سیدھے الزامات لگائے جس پر زید نے کہا کہ اگر تم قرآن پاک اٹھا کر کہہ دو کہ ہم نے جو کہا ہے وہ صحیح ہے تو ہم مان لیں گے۔ تو بکر نے کہا کہ قرآن کے معنی کچھ نہیں قرآن پر ہمارا بھروسہ نہیں اور یہی جملہ بکر کے بھائی اور اس کی

والدہ نے بھی کہا۔اس پر گاؤں کے ایک شخص نے دو تین بار کہا کہ ہوش میں ہو کہ نہیں یہ قرآن کا انکار ہے اس پر بکر نے ہر بار یہی کہا کہ ہاں ہاں ہمیں قرآن پر بھروسہ نہیں ہے۔دریافت طلب امر یہ ہے کہ بکر اس کے بھائی اور اس کی والدہ کے بارے میں حکم شرع کیا ہے؟بینوا توجروا

المستفتی: مولانا محمد حسین،مقام گوبھیا،پوسٹ بھداول،ضلع بستی،یوپی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب قرآن کا انکار اور اس کی توہین کفر ہے۔فتاویٰ ہندیہ میں ہے "اذا انکر الرجل آیۃ من القرآن اوتسخر بآیۃ من القرآن و فی الخزانۃ اوعاب کفر۔" اھ (ص ۲۶۶، ج ۲) اور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں "قرآن کی کسی آیت کو عیب لگانا یا اس کی توہین کرنا یا اس کے ساتھ مسخرہ پن کرنا کفر ہے۔" اھ (بہار شریعت،ص ۱۷۱، ح ۹)

لہٰذا بکر اس کا بھائی اور اس کی والدہ کافر و مرتد اسلام سے خارج ہو گئے ان پر فرض ہے کہ اپنے اس قول مردود سے توبہ اور تجدید ایمان و نکاح کریں۔علامہ شامی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں: مایکون کفرا اتفاقا یبطل العمل والنکاح۔" اھ (ص ۲۴۶، ج ۴) اگر بکر وغیرہ توبہ تجدید ایمان و نکاح کرلیں تو ٹھیک ورنہ تمام مسلمانوں پر لازم ہے کہ ان کا سخت سماجی بائیکاٹ کردیں۔ان سے میل جول،سلام کلام،ان کے یہاں کھانا،پینا،شادی بیاہ وغیرہ تمام معاملات ترک کردیں ورنہ وہ بھی گنہگار ہوں گے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے "وَاِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ" اگر شیطان تمہیں بھلا دے تو یاد آنے پر ظالموں کے پاس مت بیٹھو۔واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — کتبہ: فیض محمد قادری مصباحی امجدی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۱۶ر رجب المرجب ۱۳ھ

قرآن نذر آتش کرنے کے خلاف آیت کریمہ کا ورد ہوا تو زید نے کہا "آیت کریمہ سے کچھ نہیں ہوگا" تو زید پر کیا حکم ہے؟ بدمذہبوں کو جلوس میں شامل کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین از روئے قرآن و حدیث مندرجہ ذیل مسائل کے بارے میں:

(۱) ۱۱ ستمبر ۲۰۱۰ء کو قرآن پاک کو نذر آتش کرنے کا امریکہ کے جس پادری نے اعلان کیا تھا اس کے احتجاج کے لئے ملک بھر میں جلوس و آیت کریمہ وغیرہ کا اہتمام کیا گیا تھا اور ہمارے شہر کھنڈوہ کی بھی اکثر مساجد میں بھی آیت کریمہ کا وظیفہ وغیرہ کیا گیا۔ اس کے متعلق زید جو کہ حافظ، عالم، فاضل ہے اور اپنے کو فاضل جامع ازہر کہلاتا ہے نے کہا کہ آیت کریمہ سے کچھ تعلق نہیں ہوگا سوال یہ ہے کہ ایسا کہنے والا قرآن کریم کی آیت کا منکر ہے یا نہیں از روئے شرع اس قائل کے لئے کیا حکم ہے؟

(۲) قرآن پاک کے نذر آتش کے خلاف کھنڈوہ میں جلوس نکالا گیا اس میں شریک ہونے کے لئے رقعہ چھپوا کر تمام مساجد میں اعلان کرایا گیا یہاں تک کہ دیوبندی، وہابی اور ملاجی یعنی شیعاؤں کی بھی مسجد میں رقعہ بھیجا گیا اور ان تمام فرق باطلہ کی معیت میں جلوس نکلا اس میں مذکورہ شخص زید کے علاوہ کھنڈوہ کے تمام علماء وائمہ نے شرکت سے احتراز کیا۔ جلوس کے بعد جب زید سے پوچھا گیا کہ آپ نے اہل سنت کے علاوہ غیروں کی مساجد میں رقعہ (دعوت نامہ) کیوں بھیجا تو اس نے جواب میں دلیل دیتے ہوئے اس آیت کو پیش کیا "قَالَ يَاأَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ (الخ" زید سے پوچھا گیا کہ یہ آیت اور کلام وحی من اللہ ہے اور اللہ تعالیٰ خالق کل ہے وہ جیسے چاہے جیسا چاہے حکم دے تو کیا آپ کا فرق باطلہ کے یہاں دعوت نامہ بھیجنا نہ بھیجنا دونوں برابر ہے۔ زید سے اس کا کوئی جواب نہ بن پڑا۔

سوال یہ ہے کہ کیا کسی جلسہ وجلوس کی دعوت فرق باطلہ کو دے سکتے ہیں۔ ان کے ساتھ کوئی اجلاس کر سکتے ہیں یا نہیں؟ شخص مذکور ازہری کہلانے والے پر از روئے شرع کیا حکم عائد ہوگا واضح فرمائیں؟

المستفتی: قاری محمد حسین رضوی، مدرسہ حفظ القرآن، کہاڑواڑی کھنڈوا، ایم پی

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الجواب (۱): قرآن مجید کی کسی بھی آیت کا انکار بلا شبہ یقیناً کفر ہے لیکن بیان سائل سے ظاہر ہے کہ زید نے جو جملہ ادا کیا اس سے مقصود آیت قرآنیہ کا انکار نہیں ہے بلکہ حسن تدبیر وتدبر کے ساتھ عملی جدوجہد ہے پھر اس کے ساتھ دعا بھی ہو اور آیت شریفہ کا ختم بھی ہو تو یہ موثر ہوگا۔ اگر زید کا مقصود فی الواقع یہی ہے تو اس پر کوئی سخت حکم نہیں وارد ہوگا سوائے اس کے کہ تعبیر نامناسب ہے جس سے لوگوں کو وحشت ہوگی اس لئے اس طرح کی تعبیر سے آئندہ بچے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) زید نے غلط کیا اسے بدمذہبوں کو مدعو نہیں کرنا چاہئے تھا بلکہ پورے اہتمام اور شان وشوکت کے ساتھ اپنا جلوس نکالنا چاہئے تھا تجربہ شاہد ہے اس طرح کے اختلاط سے ہمیشہ ہم اہل سنت کا نقصان ہوا ہے اس کے باعث ہمارے عوام کے قلوب سے ان بدمذہبوں سے دوری کا رجحان کم اور بسا اوقات ختم بھی ہو جاتا ہے

اس لئے زید آئندہ ہرگز ایسا نہ کرے آیت کریمہ قُلْ یٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ سے زید کا استدلال غلط ہے وہ کم سے کم کنزالایمان اور اس کی تفسیر خزائن العرفان پڑھ لے تو اسے اپنی غلطی کا احساس ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہٗ: محمد فیصل علی مصباحی
۱۹ رجمادی الآخرہ، ۱۴۳۳ھ

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

داڑھی والوں کو چمار اور داڑھی کو برا کہنا کیسا ہے؟ زید نے داڑھی چھلوادیا اعتراض کرنے پر کہا "یہ ہماری کھیتی باڑی ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت ان مسائل میں

(۱) ہندہ نے کہا کہ ملولی کے مسلمان سب چمار ہیں داڑھی رکھتے ہیں اچھا نہیں لگتا اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

(۲) زید کافی عرصہ سے داڑھی رکھے ہوئے تھا اب اس نے اپنی داڑھی بنوادی اسی طرح کے دو آدمی اور ہیں اور جب کچھ لوگوں نے کہا کہ یہ اچھا کام نہیں ہے تو ان لوگوں نے یہ جواب دیا کہ یہ تو ہماری کھیتی باڑی ہے تو ان کے بارے میں کیا حکم ہے اور یہاں کے مولانا صاحب کو ہر بات معلوم ہے لیکن پھر بھی ان کے ساتھ کھاتے پیتے ہیں اور ان کو اس سے منع نہیں کرتے تو ان کے لئے حکم شرع کیا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: اصغر علی، مقام سہو گیا، ڈاکخانہ شکر پور، ضلع بستی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الجواب (۱): داڑھی رکھنے والوں کو چمار اور داڑھی کو برا کہنا کفر ہے۔ فتاویٰ رضویہ ج ۹ نصف اول، ص ۳۰ میں ہے "اگر داڑھی چھوڑنے یا نیچی رکھنے کی تحقیر اور ان لوگوں سے کہ ایسا کرتے ہیں استہزا اور انہیں تشبیہات وتمثیلات قبیحہ سے یاد کرے گا تو قطعاً کافر ہے کہ یہ سنن متواترہ سے ہے اور اس کی سنیت قطعی الثبوت ایسی سنت کی توہین وتحقیر اور اس کے اتباع پر استہزا بالاجماع کفر ہے" کما هو مصرح في الكتب الفقهيه والكلامية" اھ

لہٰذا ہندہ داڑھی والوں کو چمار اور داڑھی کو خراب کہنے کی وجہ سے کافرہ ہوگئی اس پر لازم ہے کہ علانیہ توبہ واستغفار کرے اور آئندہ ایسا نہ کرنے کا عہد کرے اور شوہر والی ہو تو تجدید نکاح بھی کرے اگر ایسا نہ کرے تو مسلمان اس کا بائیکاٹ کریں۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے "وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ

بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ۞"۔(پ۷، سورۂ انعام آیت ۶۸) واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) شریعت اسلامیہ میں داڑھی حد شرع یعنی ایک مشت رکھنا اور اس سے کم نہ کرنا واجب اور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سنت دائمی ہے اور اہل اسلام کے شعائر سے ہے اور اس کا خلاف ممنوع وحرام اور کفار کا شعار ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "عشر من الفطرة قص الشارب واعفاء اللحية۔" یعنی دس چیزیں سنت قدیم انبیاء عظام علیہم الصلاۃ والسلام کی ہیں۔ ان میں سے مونچھیں کم کرانا اور داڑھی حد شرع تک چھوڑ دینا ہے۔ (مسلم شریف ج۱، ص ۱۲۹) اور فرماتے ہیں "جزوا الشوارب وارخوا اللحي وخالفوا المجوس۔" یعنی مونچھیں کترواؤ اور داڑھیاں بڑھنے دو اور آتش پرستوں کے خلاف کرو (سنن البیہقی ج۱، ص ۲۳۳) اور فرماتے ہیں "خالفوا المشركين وفروا اللحي واحفوا الشوارب" یعنی مشرکوں کا خلاف کرو داڑھیاں بڑھاؤ اور مونچھیں پست کرو (بخاری شریف ج ۲، ص ۸۷۵) اور امام مسلم روایت کرتے ہیں "ان رسول الله صلى الله عليه وسلم امر باحفاء الشوارب واعفاء اللحية" یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مونچھیں خوب پست کرنے اور داڑھیاں بڑھانے کا حکم دیا۔ (مسلم شریف ج۱، ص۱۲۹)

اور فتح المعین بشرح قرۃ العین میں ہے "یحرم حلق لحیة" یعنی داڑھی چھلانا حرام۔ اھ اور در مختار کتاب الحظر والاباحة فصل في البيع میں ہے "یحرم علی الرجل قطع لحيته۔" یعنی مرد کا اپنی داڑھی کاٹنا حرام ہے۔ اھ (الدر المختار فوق رد المحتار ج۶، ص ۴۰۷) اور در مختار کتاب الصوم مطلب فيما يكره للصائم ج۲، ص۴۱۸ میں ہے "اما الاخذ وهي دون ذلك فلم يبحه احد۔" اھ ملخصاً

تو داڑھی رکھ کر منڈوا دینے والے حرام کے مرتکب ہیں اور کچھ لوگوں کے اعتراض کرنے پر ان کا یہ کہنا کہ یہ ہماری کھیتی باڑی ہے حرام حرام اشد حرام ہے۔ لہٰذا انہیں علانیہ توبہ واستغفار کرایا جائے اور دوبارہ اس طرح کی بکواس نہ کرنے کا ان سے عہد لیا جائے اور مولوی صاحب جو ساری باتیں جانتے ہوئے ان کے ساتھ اٹھنا، بیٹھنا کرتے ہیں اور ان کو منع نہیں کرتے ان پر بھی توبہ کرنا اور ایسے لوگوں سے دور رہنا لازم ہے۔ اگر یہ لوگ ایسا نہ کریں تو سب مسلمان ان کا سماجی بائیکاٹ کریں۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ ۔ (پ ۱۲، سورۂ ہود، آیت ۱۱۳) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

کتبہ: محمد حبیب اللہ مصباحی
۲۰ رمحرم الحرام ۲۳ھ

سبز عمامہ والوں کو جناد لی اور سی آئی اے کا ایجنٹ کہنا کیسا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ

زید نے اجتماع پاک میں سبز عمامہ شریف باندھنے والوں کو دیکھ کر یہ جملہ استعمال کیا کہ یہ لوگ جناد لی ہیں اور جناد ل کا پرچار کرتے ہیں اور سی آئی اے کے ایجنٹ ہیں۔

(۲) زید نے ایک موقعے پر یہ جملے استعمال کئے کہ "آپ کے مولانا یہ بھی کہتے ہیں کہ مولانا آزاد کافر تھے۔ اس پر عمرو نے کہا کہ مولانا آزاد نے اپنی کتاب میں اس طرح لکھا ہے کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم نہ ہوتی تو میں گاندھی جی کو نبی مان لیتا تو زید نے کہا کہ ہم اس بات کو نہیں مانتے۔ زید نے کہا کہ میں شریعت میں ترمیم نہیں مانتا۔ عمرو نے کہا کہ کیسی ترمیم؟ زید نے کہا کہ جیسے آٹھ رکعت تراویح، عورتوں کی جماعت وغیرہ وغیرہ۔ زید اہل حدیث کے مدرسہ محمدیہ خیر العلوم کا مدرس بھی تھا تو دریافت طلب امور یہ ہیں کہ زید اپنے ان اقوال کی وجہ سے مسلمان رہ گیا یا نہیں؟ زید مر چکا ہے لہٰذا اس کی نماز جنازہ پڑھانے والے کے لئے کیا حکم ہے؟ جن لوگوں نے اس کی نماز جنازہ جانے یا انجانے میں پڑھی ان کے لئے کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: بریدہ اسلم، چھجہ پور، ٹانڈہ، امبیڈکر نگر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب تراویح بجائے بیس رکعت کے آٹھ رکعت پڑھنا، عورتوں کی جماعت کو جائز ٹھہرانا عہد حاضر میں وہابیوں، غیر مقلدوں کا عقیدہ ہے اس لئے زید کا بیس رکعت تراویح اور عورتوں کو جماعت سے روکنے کی شریعت میں ترمیم کہنے، نیز غیر مقلدوں کے مدرسے میں مدرس رہنے سے ظاہر یہی ہے کہ وہ وہابی، غیر مقلد تھا اور وہابی، غیر مقلد ضروریات دین کا انکار کرنے کے سبب کافر و مرتد ہیں۔ ردالمحتار، ج ۱، ص ۵۶۱ میں ہے:

لاخلاف فی کفر المخالف فی ضروریات الاسلام و ان کان من اهل القبلة المواظب طول عمرہ علی الطاعات۔ اھ ملخصاً۔

اور عمامہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت متواترہ ہے جس کا تواتر سرحد ضروریات دین تک پہنچا ہے اسی لئے علمائے کرام نے اس کے ساتھ استہزاء کو کفر ٹھہرایا۔ کمانص علیہ الفقہاء الکرام۔ اھ (فتاوی رضویہ ج ۳، ص ۸۴) یہاں زید کے قول سے عمامہ کی توہین لازم آئی کیونکہ جناد ل کا جھنڈا سبز ہونے کی وجہ سے ہی اس نے سبز عمامہ والوں کو جناد لی کہا ہے اس کے اس قول سے بھی کفر لازم آتا ہے اس لئے سوال میں جو باتیں درج ہیں وہ اگر صحیح ہیں تو حکم یہ ہوا کہ اس کی نماز جنازہ پڑھنا، پڑھانا حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓی اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ۝ (پ۱۰، سورۂ توبہ، آیت ۸۴)

اور متعدد حدیثوں میں بدمذہبوں کے متعلق ارشاد ہوا "ان ماتوا فلا تشھدو ھم" یعنی اگر وہ مریں تو ان کے جنازہ پر مت جاؤ۔ ولا تصلوا علیھم یعنی ان کے جنازہ کی نماز نہ پڑھو۔ بلکہ جن لوگوں کو اس کے وہابی ہونے کی تحقیق تھی نیز انہیں عمامہ کے بارے میں اس کا وہ توہین آمیز کلام اور حکم معلوم تھا ان پر حکم کفر بھی لازم آئے گا لیکن سوال سے ظاہر ہے کہ اس کے وہابی ہونے کا حال عام طور سے لوگوں کو معلوم نہ تھا یا لوگوں کو اس کا صحیح علم نہ تھا کیونکہ عوام آٹھ رکعت تراویح اور عورتوں کی جماعت سے ممانعت والی بات سے اس کی وہابیت کو نہیں بھانپ سکتے۔

یونہی جنا اول والی بات اولاً عوام کو کم معلوم ہوگی۔ ثانیاً جنہیں معلوم ہوگی انہیں اس کا حکم نہ معلوم ہوگا اس لئے عوام پر عمومی طور پر حکم کفر نہ ہوگا۔ الا یہ کہ عوام میں کچھ ایسے ہوں جنہیں اس کی وہابیت کی تحقیق بخوبی ہو تاہم احتیاط اس میں ہے کہ سب لوگ جو نماز جنازہ میں شریک تھے توبہ و استغفار کرلیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — کتبہ: محمد حبیب اللہ مصباحی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۱۲ رجب المرجب ۱۴۲۳ھ

دوزخ کا انکار کیسا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید سے کچھ اسلامی باتیں ہوتے ہوتے جنت، دوزخ کی باتیں بھی ہوئیں پھر جاتے جاتے زید نے کہا کہ دوزخ اوزخ کچھ نہیں ہے صرف اللہ تعالیٰ نے بندوں کو ڈرانے کے لئے کتابوں میں بیان کیا ہے، لہٰذا ان الفاظ کے ادا کرنے سے زید کے بارے میں شریعت کیا حکم لگاتی ہے؟ جب کہ اس سے بات کرتے وقت ایک دو آدمی موجود تھے۔

المستفتی: قاری شبیر احمد، مدرسہ حنفیہ، محلہ خاں نواب یوسف روڈ، جون پور، یوپی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب جنت و دوزخ کا ثبوت بہت سی آیات قرآنیہ و احادیث نبویہ سے ہے۔ جیسا کہ شرح عقائد نسفی میں ہے "والجنة والنار حق لان الآيات والاحاديث الواردة فی اثباتهما اشهر من ان تخفی واكثر من ان تحصی" (ص ۸۰)

اوران کا منکر عند الشرع کافر ہے جیسا کہ فتاویٰ ہندیہ باب احکام المرتدین میں ہے:

"ومن انکر القیٰمة او الجنة او النار او المیزان او الصراط او الصحائف المکتوبة فیها اعمال العباد یکفر۔" اھ (ج۲،ص۲۷۴)

لہذا زید پر توبہ وتجدید ایمان اور بیوی والا ہو تو تجدید نکاح اور مرید ہو تو تجدید بیعت بھی لازم ہے۔ اگر وہ ایسا نہ کرے تو تمام مسلمان اس کا سختی سے بائیکاٹ کریں ورنہ وہ بھی گنہگار ہوں گے۔ قال اللہ تعالیٰ

وَإِمَّا يُنسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِينَ ﴿٦٨﴾ اھ (پ ۷، سورۃ انعام آیت ۶۸) واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد ارشد رضا مصباحی

۲۵؍ ذی قعدہ ۱۴۲۴ھ

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

زید نے بکر سے کہا تمہارے پاس وحی آتی ہے میں اسے لوح محفوظ میں لکھتا ہوں تو زید کے بارے میں کیا حکم ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ کے بارے میں

زید جو عالم دین ہے اس نے بکر سے کہا کہ تمہارے پاس وحی آتی ہے میں جانتا ہوں اور میں اس کو لوح محفوظ میں لکھتا ہوں ایسا جملہ غیر نبی کو کہنا شریعت کی رو سے جائز ہے یا نہیں؟ کہنے والے پر شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ مدلل، مفصل جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی: متعلم درجہ ثالثہ، دار العلوم عارفیہ، زید پور، بارہ بنکی (یوپی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب وحی نبوت جسے وحی شرعی بھی کہا جاتا ہے یہ انبیائے کرام کے ساتھ خاص ہے۔ اسے غیر نبی کے لئے ماننے والا کافر خارج از اسلام ہے۔ اور وحی ولایت جو اولیائے کرام کے قلوب میں من جانب اللہ القاء ہوتی ہے اسے الہام کہتے ہیں۔ قائل نے وحی سے مراد اگر وحی نبوت لیا ہے تو کافر ہے اس پر توبہ، تجدید ایمان وتجدید نکاح لازم ہے۔ درمختار میں ہے "مایکون کفرا اتفاقا یبطل العمل والنکاح واولادہ اولاد زنا۔" اھ (الدر المختار فوق رد المحتار، ج۴،ص۴۴۶)

ہاں اگر وحی سے اس کی مراد وحی ولایت یعنی الہام ہے تو کفر نہ ہوگا مگر جھوٹ بولنے کی صورت میں

گنہگار ضرور ہوگا۔ یہاں ایک ظاہر احتمال یہ ہے کہ اس نے یہ کہہ کر دی اور لوح محفوظ کا استہزا کیا ہے اگر ایسا ہے تو یہ بھی کفر ہے اور اس پر توبہ، تجدید ایمان لازم، بیوی والا ہو تو تجدید نکاح بھی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
کتبہ: محمد شاہ عالم قادری جونفوری
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی
۸/شعبان المعظم، ۱۴۲۴ھ

تلک لگانا بتوں کی پوجا ان کی جے کار آگ کے گرد گھومنا ہندوؤں کے مُردوں پر پھول ڈالنا کیسا ہے؟ رام رام جے رام وغیرہ سلام کا حکم، غیر مسلم سے شادی کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ اپنے آپ کو مسلمان کہلوانے والی کچھ عورتیں، کچھ مرد کچھ شوق سے اور کچھ پیسے کی لالچ میں یہود و نصاریٰ کی مشابہت اختیار کرتے ہیں مثلاً ہندوؤں کی طرح دھوتی باندھنا، ماتھے پر تلک لگانا، مندر میں جا کر بتوں کی پوجا کرنا، ان کی جے جے بولنا، آگ کے گرد گھومنا، گلے میں کراس ڈالنا، چرچ جانا، عورتوں کا سیندور لگانا، منگل سوتر پہننا، ساڑی پہننا، شمشان گھاٹ جانا، ہندوؤں کے مردوں پر پھول ڈالنا، نمستے، نمسکار، ہندوؤں میں رائج شدہ سلام کرنا، اس کے علاوہ غیر مسلم سے شادی کرنا اولاد کا شرعی حکم کیا ہے؟ ایسا کرنے والے مسلمان رہیں گے یا نہیں اور مرنے کے بعد ان کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہئے؟ آپ سے گزارش ہے کہ جوابات تفصیلاً تحریر فرمائیں۔ اللہ آپ کو اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین۔

المستفتی: قاری محمد فاروق عطاری، ماریشش

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب مذکورہ مسلمان مرد و عورت جنھوں نے ان افعال ملعونہ خبیثہ کو انجام دیا ہے وہ سب کے سب گنہگار مستحق عذاب نار ہوئے۔ مثلاً مندر میں جا کر بتوں کی پوجا کرنا، ماتھے پر تلک لگانا، ان کی جے جے پکارنا، آگ کے گرد گھومنا ہندوؤں کے مردوں پر کوئی پھول ڈالنا، گلے میں کراس ڈالنا کفر ہے کہ یہ تعظیم کفر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ" (پ ۵، النساء، آیت ۴۸) فتاویٰ ہندیہ میں ہے "یکفر بخروجه الی نیروز المجوس لموافقته معهم فیما یفعلون فی ذلك الیوم وبتحسین امر الکفار اتفاقا ملخصاً (ج ۲، ص ۲۷۶) لہٰذا جن لوگوں نے ایسا کیا ان پر فرض ہے کہ علانیہ توبہ کریں اور ایسی ناپاک مجلسوں سے دور بھاگیں، نئے سرے سے کلمہ اسلام پڑھیں اور اپنی عورتوں سے نکاح جدید کریں کہ ان کی بیویاں ان کے نکاح سے نکل گئیں ورنہ مستحق عذاب نار

ہوں گے۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے ماتھے پر قشقہ لگانا خاص شعار کفر ہے اور اپنے لئے جو شعار کفر پر راضی ہوئے اس پر لزوم کفر ہے۔ اللہ کے رسول نے فرمایا "من تشبہ بقوم فھو منھم" جو کسی قوم سے مشابہت پیدا کرے وہ انہیں میں سے ہے "الاشباہ والنظائر" میں ہے "عبادۃ الصنم کفر ولا اعتبار بما فی قلبہ" اھ (ج ۹ ص ۱۶۳ نصف آخر)

رام رام جے رام جی کی نمستے نمسکار کرنا حرام و گناہ ہے اس لئے کہ یہ غیر مسلموں کا شعار ہے اگر کوئی کسی کو کہے السلام علیکم تو ہر شخص جان جاتا ہے کہ یہ مسلم ہے اور اگر کوئی نمستے نمسکار جے رام جی کی کہے تو سب کو معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ ہندو ہے۔ اسی طرح گڈ نائٹ اور گڈ مارننگ وغیرہ بھی نہ کہے کہ حدیث شریف میں ہے "

لیس منا من تشبہ لغیرنا لاتشبھوا بالیھود ولا بالنصاری فان تسلیم الیھود اشارۃ بالید والنصاری اشارۃ بالکف۔

یعنی ہم سے وہ نہیں جو غیروں کا شعار اختیار کرے۔ یہود و نصاریٰ کا شعار نہ اختیار کرو یہود کا سلام ہاتھ سے اشارہ اور نصاری کا ہتھیلی سے اشارہ کرنا ہے یعنی یہود و نصاری کچھ بولتے نہیں صرف ہاتھ اور ہتھیلی سے اشارہ کرتے ہیں لہٰذا مسلمانوں کو چاہئے کہ یہود و نصاری کے طریقوں کو نہ اپنائیں بلکہ اسلامی شعار و طریقہ اختیار کریں۔

فقیہ اعظم ہند حضور صدر الشریعہ تحریر فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کا لباس اس قسم کا ہونا چاہئے جس طرح عام مسلمانوں خصوصا صالحین کے لباس ہوتے ہیں ایسا لباس جو کافروں کی وضع قطع کہلاتا ہے ناجائز ہے۔ خصوصا جب کہ اس کی وجہ سے مسلم و کافر کا امتیاز جاتا رہے۔ خصوصا ان بلاد میں جہاں دھوتی خاص ہندوؤں کا لباس گنا جاتا ہے مسلمانوں کو پہننا نہ چاہئے۔ صحیح مسلم شریف میں ہے "ایاك وزی الاعاجم" یعنی مجوسیوں کے لباس سے بچو یونہی لہنگا ساڑی یہ بھی ہندوانی رسم گنی جاتی ہے اس سے بھی مسلمان عورتیں پرہیز کریں۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ ظاہری حالت کو بھی کفار سے مشابہ نہ ہونے دیں۔ کسی مسلمان کا نکاح کافر سے ہرگز حلال نہیں ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "ولا تنکحوا المشرکٰت حتی یؤمن" (پ ۲، ع ۱۱)

اگر انہوں نے نکاح کو جائز سمجھ کر کیا ہے تو وہ اسلام سے باہر ہو گئے۔ فقہا فرماتے ہیں:

"یکفر بتحسین امر الکفار کذا فی البحر والھندیۃ وغیرھما۔" واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — کتبہ: محمد احمد مصباحی قادری

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۳۰ رجب المرجب ۱۴۲۸ھ

"اللہ کے بعد کا درجہ ہم اپنے صدر ایم ایل اے کو دیتے ہیں" یہ جملہ کیسا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ زید ایک سنی مسجد کا سکریٹری اور ایک ٹرسٹ کارکن بھی ہے۔ ایک مرتبہ مقامی مدرسہ کے تعلیمی جلسہ میں صدارت کے لئے مقامی ایم ایل اے کو مدعو کیا تھا جو کہ غیر مسلم تھا۔ اس جلسے میں مقامی حضرات کے علاوہ مقامی علماء بھی شریک تھے۔ اس جلسہ میں زید نے تقریر کے دوران یا صدر کے تعارف کے دوران یہ الفاظ کہا "اللہ کے بعد کا درجہ ہم اپنے صدر ایم ایل اے کو دیتے ہیں" چونکہ علمائے کرام اس جلسہ میں شریک تھے انفرادی طور پر حاضرین جلسہ نے بھی اعتراض کیا مگر مسئلہ اسی حد تک رہا۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں آپ صاف صاف بتادیں کہ زید کے بارے میں مندرجہ بالا حرکت کی وجہ سے شرعی حکم کیا ہے؟ چند علمائے کرام کا کہنا ہے کہ زید کا اس طرح کا بیان زید کو کفر کی حد تک پہنچاتا ہے جس کے سبب زید کو توبہ کرنا ہوگا دوبارہ کلمہ پڑھنا ہوگا، اس حرکت سے زید کی بیوی زید کے نکاح سے نکل گئی۔ اس حالت میں کیا ہم زید سے سلام، کلام کا سلسلہ جاری رکھ سکتے ہیں۔ جب تک زید کلمہ نہ پڑھ لے توبہ نہ کرلے اور بیوی سے دوبارہ نکاح کرلے۔ اس حالت میں کیا ہم زید کی کسی تقریب، مثلاً گیارہویں بارہویں وغیرہ میں شرکت کرسکتے ہیں؟ زید چونکہ مسجد کا سکریٹری ہے کیا وہ سکریٹری کے عہدے پر اب بھی برقرار رہ سکتا ہے اگر نہیں تو کیا کارروائی صدر اور ممبر اس کے خلاف کریں؟ برائے کرم شرعی حکم سے آگاہ کریں۔ بینوا توجروا۔ المستفتی: محی الدین، عبداللطیف شیخ، کٹھن کون، بیکری کارواڑ، کرناٹک

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب زید کا قول "ہم اللہ کے بعد کا درجہ اپنے صدر (ایم ایل اے) کو دیتے ہیں" صریح کلمہ کفر ہے اس سے ایک مشرک کی انبیاء، اولیا، علماء، صلحا پر تفضیل اور ان کی توہین لازم آتی ہے۔ عزت تو مسلمانوں کے لئے ہے "قال اللہ تعالیٰ العزۃ- وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ -یعنی عزت اللہ اور اس کے رسول اور مومنین کے لئے ہے۔" (پ ۲۸، سورۂ منافقین، آیت ۸) ایسا ہی فتاویٰ رضویہ جلد ششم، ص ۱۳۴ پر ہے۔

زید پر اور جو لوگ اس کے اس قول پر راضی تھے توبہ وتجدید ایمان لازم ہے بیوی والے ہوں تو تجدید نکاح بھی اگر یہ لوگ ایسا نہ کریں تو ان کا بائیکاٹ کردیں اور زید کو سکریٹری کے عہدے سے معزول کردیں اور ان ممبران کو بھی جو اس کے اس عمل سے راضی تھے کہ خدائے عزوجل کا ارشاد ہے- وَاِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ

فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ۝" (پ ۷ سورۂ انعام آیت ۶۸) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — کتبہٗ: محمد شاہ عالم قادری

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۱۰ ربیع الغوث ۱۴۲۴ھ

خدا کو حاضر وناظر کہنا کیسا ہے؟

(مسئلہ) کیا فرماتے ہیں مفتیان دین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ خدائے تعالیٰ کو لغوی معنی میں حاضر وناظر کہنا کیسا ہے جبکہ وہ مکان وجہت سے پاک ہے؟ بینوا توجروا۔

المستفتی: مولانا قاسم قادری، مسہری انٹر کالج، دیوریا، یوپی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(الجواب) اللہ تعالیٰ کے لئے حاضر وناظر کا لفظ استعمال کرنا ممنوع ہے۔ خواہ لغوی معنی میں ہو یا عرفی کہ حاضر وناظر اللہ تعالیٰ کے اسمائے توقیفیہ میں سے نہیں ہیں اور ان الفاظ کے بعض معانی شان الوہیت کے خلاف ہیں لیکن اگر کسی نے کہا تو کفر نہیں۔

درمختار مع شامی میں ہے "یا حاضر ویا ناظر لیس بکفر" اھ اس عبارت کے تحت ردالمحتار میں ہے فان الحضور بمعنی العلم شائع (کما قال اللہ تعالیٰ) مَا يَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ والنظر بمعنی الرویة کما قال اللہ تعالیٰ الم یعلم بان اللہ یری فالمعنی یا عالم من یری بزازیة۔ اھ (ج ۴، ص ۲۵۹) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — کتبہٗ: فیاض احمد برکاتی مصباحی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۳۰ رجب المرجب ۱۴۲۸ھ

اگر حسین نہ ہوتے تو صدیق کی صداقت فاروق کی عدالت عثمان کی سخاوت علی کی شجاعت نبی کی نبوت اور خدا کی قدرت نہ ہوتی تو اس قول کا کیا حکم ہے؟

(مسئلہ) کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت مندرجہ ذیل جملے کے بارے میں کہ زید نے اپنی تقریر میں کہا کہ "اگر حسین اعظم نہ ہوتے تو ابوبکر صدیق کی صداقت نہ ہوتی۔ فاروق اعظم کی عدالت، عثمان غنی کی سخاوت، مولیٰ علی کی شجاعت، نبی کی نبوت، رسول کی رسالت، خدا کی قدرت نہ ہوتی۔"

"حسین اعظم نے اپنی شہادت سے ابوبکر صدیق کی صداقت کو بچایا، فاروق اعظم کی عدالت، عثمان غنی کی سخاوت، مولیٰ علی کی شجاعت، نبی کی نبوت، رسول کی رسالت، خدا کی قدرت کو بچایا" یہ جملے صحیح ہیں یا نہیں۔ زید پر بحکم شرع کون سا حکم نافذ ہوگا؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا محمد مقدس حسین لطیفی بستوی، مقام حسن گڑھ، پوسٹ پریلا ضلع بستی، یوپی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب زید مذکورہ جملے بولنے کی وجہ سے کافر و مرتد ہوگیا کہ اس نے اللہ رب العزت جل شانہ کی ایک عظیم صفت یعنی قدرت کے لئے احتیاج ثابت کیا ہے اور اسے ممکن الزوال مانا ہے جبکہ اللہ رب العزت کی ذات وصفات قدیم، واجب الوجود، ازلی، ابدی ہیں اپنے وجود و بقا میں کسی کی محتاج نہیں جو شخص خدا کی ذات یا کسی بھی صفت کو وجود یا بقا میں کسی کا محتاج سمجھے وہ یقینا کافر ہے۔ طریقہ محمدیہ میں ہے: "قال فی التاتار خانیة من قال بحدوث صفة من صفات الله تعالی فهو کافر" اھ (ج ا، ص ۳۰۰) العقائد النسفیہ میں ہے: "وله صفات ازلیة وهی لاهو ولا غیره" اھ (ص ۳۶) اور اسی کے صفحہ ۳۵ پر ہے: لو اثبتنا العلم صفة لله تعالی لکان موجودا وصفة قدیمة وواجب الوجود ودائما من الازل الی الابد" اھ یونہی حسین اعظم کے نہ ہونے پر نبی کی نبوت نہ ہونے کا قول بھی کفر ہے۔ لہٰذا زید پر لازم ہے کہ اپنے ان اقوال سے توبہ ورجوع کرے ساتھ ہی تجدید ایمان پھر تجدید نکاح بھی کرے اگر زید ایسا نہیں کرتا تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس کا سماجی بائیکاٹ کریں ورنہ وہ بھی گنہگار ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَإِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِينَ ۝ (پ ۷ ع ۱۴) واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: فیض محمد قادری مصباحی امجدی
۳۰ رجب المرجب ۱۴۲۸ھ

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

زید نے آیت کریمہ ان الصلوٰة تنهٰی عن الفحشاء والمنکر پڑھی تو بکر نے کہا کہ شیطان بھی تو بہت بڑا نمازی تھا تو اس پر کیا حکم ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے قرآن شریف کی یہ آیت پڑھی ان الصلوٰة تنهٰی عن الفحشاء والمنکر اس پر عمرو نے جواب میں کہا کہ شیطان بھی تو بہت بڑا نمازی تھا

تو ایسے شخص پر کیا حکم ہے؟ المستفتی: غلام تاج الدین انصاری، موضع شاہ پور، نواب گنج، گونڈہ، یوپی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بے شک نماز بے حیائی اور بری باتوں سے روکتی ہے لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ایک شخص نماز پڑھتا ہے تو وہ گناہ کر ہی نہیں سکتا بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان نماز کے ذریعہ ذکر الٰہی پر مداومت کرتا ہے اور اللہ رب العزت کی بارگاہ میں بار بار حاضری کی وجہ سے دل میں خشیت پیدا ہوتی ہے اور ایسے موجبات گناہوں سے روکنے والے ہوتے ہیں، تفسیر روح البیان میں اسی آیت کے تحت ہے" یعنی نماز سبب باز استادن می باشد از معاصی چہ مداومت بر وموجب ذکر و مورث کمال خشیت است و بخاصیت بندہ را از گناہ باز دارد۔" (ج ۶، ص ۴۷۴)

رہا آیت کریمہ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنۡہٰی عَنِ الۡفَحۡشَآءِ وَالۡمُنۡکَرِ کے جواب میں عمرو کا یہ کہنا کہ شیطان بھی تو بہت بڑا نمازی تھا، شریعت سے بے پروائی اور سخت بے باکی کی بنیاد پر ہے۔ کیا اس جاہل کو یہ نہیں معلوم کہ شیطان کس وجہ سے راندۂ بارگاہ الٰہی ہوا اس نے تو فرمان خداوندی کا انکار کیا تھا اس وجہ سے وہ ہمیشہ کے لئے مردود بارگاہ ہوا۔ لہٰذا عمرو اپنے اس قول سے توبہ کرے اور آئندہ اس طرح کی باتوں سے پرہیز کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

کتبہ: محمد شمیم مصباحی
۶ر محرم الحرام ۱۴۳۱ھ

آللہ اکبر یا اکبار کہنا کیسا ہے؟

کیا محمد الرسول اللہ یعنی رسول کو الف لام کے ساتھ لکھنا کفر ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) ایک کتاب فقیر کے پیش نظر ہے جس میں الفاظ اذان میں تیرہ کلمات کفریہ شمار کرائے گئے ہیں۔ مثلاً اول اللہ کو مد سے بدلنا (۲) اکبر کو اکبار پڑھنا (۳) اشھد کو اشھاد پڑھنا (۴) اشھد کو اسھد یعنی سین سے پڑھنا (۵) حی کو ہائے ہوز سے پڑھنا یعنی ھَیَّ (۶) چھوٹی (ہ) کو بڑی (ح) پڑھنا (۷) لا الہ الا اللہ کو تشہد کے بغیر بولنا (۸) شہادتین کو بے الف بولنا (۹) محمد کو محامد بولنا (۱۰) ان کو انا پڑھنا (۱۱) فلاح کو مد سے پڑھنا (یعنی فالاح کہنا) (۱۲) الصلاۃ کو مد سے بولنا (یعنی صاآلاۃ کہنا) (۱۳) حی کو بے تشدید بولنا (یعنی حیَ کہنا)

لہٰذا مندرجہ بالا الفاظ کے کلمات کفریہ کے معنی کی توضیح وتشریح فرمادیں کہ موذنین کو ہدایت کی جاسکے۔

(۲) بعض مساجد یا دیگر جگہوں پر کلمہ طیبہ کے دوسرے جز یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا املا محمد الرسول اللہ الف لام کے ساتھ لکھا دیکھا گیا ہے جسے کاتب نے رسم الخط سے ناواقفیت کی بنا پر لکھا ہے۔ ایک علامہ صاحب نے الف لام کے ساتھ لکھنے کے بارے میں تحریر فرمایا کہ یہ تو صریح کفری معنی کو مستلزم ہے۔ موصوف کو چاہئے تھا کہ کفری معنی کی وضاحت فرمادیتے تا کہ آئندہ کے لئے احتیاط کرتے اور لوگوں کو اس مسئلہ سے واقفیت بھی ہو جاتی۔ لہٰذا اس امر کی وضاحت آپ حضرات کے ذمہ کرم پر ہے۔

المستفتی: قاضی اطیع الحق عثمانی، علاؤ الدین پور، سعد اللہ نگر، بلرام پور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب (۱): اگر کسی نے جان بوجھ کر اللہ اکبر کے ہمزے کے ساتھ آللہ پڑھ دیا تو یہ کفر ہے کیونکہ اللہ کے ہمزے کے ساتھ مد لگانے سے یہ فقرہ سوال انکاری کا بن جائے گا اور ترجمہ ہوگا کیا اللہ سب سے بڑا ہے اور یہ کفر ہے یا اکبر کو اکبار پڑھ دیا تو یہ بھی کفر ہے کہ اکبار شیطان کا نام ہے۔ فتاویٰ ہندیہ میں ہے "والمد فی اول التکبیر کفر و فی آخرہ خطأ فاحش" (باب الاذان ج ۱، ص ۵۶)

منیۃ المصلی میں ہے "وان قال اللہ اکبار لایصیر شارعا و ان قال فی خلال الصلاۃ تفسد صلاتہ لانہ اسم الشیطان ولو ادخل المد فی الف اللہ کما فی قولہ تعالیٰ "آللّٰہُ اَذِنَ لَکُمْ" تفسد صلاتہ عند اکثر المشائخ (باب تکبیرۃ الافتتاح ص ۲۳۸) اسی کے تحت غنیۃ المستملی میں ہے "ویکفر لو تعمدہ لانہ استفہام و مقتضاہ الشک فی کبریائہ تعالیٰ" (باب تکبیرۃ الافتتاح ص ۲۶۰) باقی کلمات کے کفر ہونے کے تعلق سے مجھے ابھی صراحت نہیں ملی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) جس علامہ نے اسے مستلزم کفر لکھا ہے اسی علامہ کے ذمہ اس کی وضاحت بھی ہے۔ کوئی مسلمان حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ نہیں مانتا بلکہ رسول اللہ ہی مانتا ہے اب کسی جاہل کاتب کی غلطی سے اسے جامہ کفر پہنانا صحیح نہیں ہے جس نے لکھا ہے وہ بھی جب پڑھے گا تو صحیح ہی پڑھے گا یعنی محمد رسول اللہ بھی اس کا اعتقاد بھی ہے لکھنا نہیں جانتا اس لئے وہ نہ کفر ہے نہ مستلزم کفر۔ ہاں اس طرح لکھنا غلط ہے۔ ہاں اگر کسی کا اعتقاد یہ ہو کہ محمد رسول، اللہ ہیں اور اس لئے لکھے یا پڑھے محمدن الرسول اللہ تو یہ کفر خالص ہے مگر کسی مسلمان کا یہ عقیدہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

کتبہ: محمد انوار الحق قادری
۱۵ ررجب ۱۴۳۱ھ

لاعلمی میں کفر بکا تو؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ
کلمہ گو مسلمان نمازی یا دیگر کسی مسلمان سے انجانے میں کفریہ شرکیہ الفاظ ادا ہو گئے تو عبادات شرعیہ کیا درست ہوئے یا نہیں؟ بینوا توجروا المستفتی: محمد اقبال احمد، کلکتہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب: اگر کلمہ کفر لاعلمی کی وجہ سے بک دیا تو وہ معذور نہ ہوگا اور اس پر حکم کفر نافذ ہوگا جیسا کہ فتاویٰ عالمگیریہ کتاب السیر باب المرتد میں ہے:

"من اتی بلفظة الکفر وھو لم یعلم انھا کفر الا انہ اتی بھا عن اختیار یکفر عند عامة العلماء خلافا للبعض ولا یعذر بالجھل کذا فی الخلاصة" اھ (ج ۲، ص ۲۷۶)

قائل کو توبہ، تجدید ایمان، بیوی رکھتا ہو تو تجدید نکاح کا حکم ہے اور احتیاطاً نماز کا بھی اعادہ کرے۔
فتاویٰ ہندیہ باب المرتد میں ہے:

"ما کان فی کونہ کفرا اختلاف فان قائلہ یومر بتجدید النکاح وبالتوبة والرجوع عن ذلک بطریق الاحتیاط۔" اھ (ج ۲، ص ۲۸۳) واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد شاہ عالم قادری
۱۹ ربیع الغوث ۲۴ھ

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

یہ کہنا کیسا ہے کہ "جو رب کو دینا تھا وہ قسمت میں لکھ دیا پھر ہم کیوں کہتے ہیں مال دے اولاد دے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں ہے کہ جو شخص یہ کہے کہ جو رب کو دینا تھا وہ قسمت میں لکھ دیا تو پھر ہم رب سے یہ کیوں کہتے ہیں کہ ہمیں مال دے اولاد دے تو ایسا کہنا کیسا ہے؟ المستفتی: محمد خلیل احمد، مقام، عیدگاہ، بہادر پور، بستی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب تقدیر کی تین قسمیں ہیں مبرم حقیقی، معلق محض، معلق شبیہ بہ مبرم۔ ان میں مبرم حقیقی کا بدلنا

ناممکن ہے اور معلق محض اکثر اولیائے کرام کی دعاؤں سے ٹل جاتی ہے۔ اور معلق شبیہ بہ مبرم تک صرف خاص اکابر کی رسائی ہوتی ہے۔ اگر ایک چیز کسی انسان کے لئے نہ ملنا مبرم حقیقی میں سے ہے تو کوشش کرنے پر بھی نہیں مل سکتی اور اگر قضائے مبرم حقیقی نہ ہو تو ذکر واذکار یا بزرگان دین کی دعاؤں سے مل سکتی ہے اور آنے والی بلاٹل سکتی ہے۔ حدیث شریف میں ہے "ان الدعاء یرد القضاء" یعنی بے شک دعا قضا (تقدیر) کو ٹال دیتی ہے۔ لہٰذا اللہ رب العزت سے مال واولاد کی دعا مانگنی ہی چاہئے کہ معلوم نہیں تقدیر کی کس قسم میں ہے۔ ممکن ہے مبرم حقیقی کے علاوہ میں ہو جو دعاء سے مل جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

کتبہ: شمس الدین احمد علیمی
۲ / محرم الحرام ۱۴۲۶ھ

"بت پوجنے والے آرام سے ہیں نماز پڑھنے والے پریشان" "نماز کھانا ہضم کرنے کے لئے ہے" ان اقوال کے قائل کا حکم انبیاء واولیا میں اگر طاقت ہے تو افغان وعراق میں مسلموں کی مدد کیوں نہیں کیا؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان شرع عظام مسئلہ ذیل میں

(۱) ایک شخص کا قول ہے کہ ہندو جو کہ بت، پتھر وغیرہ کی پوجا کرتے ہیں وہ لوگ آرام سے ہیں اور یہ کہتا ہے کہ نماز پڑھنا کھانا ہضم کرنے کے لئے ہے کیونکہ اس میں اٹھنا، بیٹھنا ہے اور نماز پڑھتے ہیں پریشان ہی رہتے ہیں اور غیر کے پاس مال و دولت بھی ہے اور آرام سے بھی ہیں کیونکہ وہ لوگ غیر اللہ کو مانتے ہیں۔

(۲) جو عراق وافغانستان میں جنگ ہوئی ہے تو بزرگان دین یا انبیائے کرام کو مدد کرنی چاہئے تھی، اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ان محترم حضرات میں کوئی روحانی طاقت نہیں ہے اور سب ختم ہو گئے یعنی مر کر مٹی میں مل گئے" "اور اگر طاقت ہوتی تو صدام واسامہ مذہب اسلام کے لئے لڑے تو کیوں بھاگ گئے" ان کی فتح ہونی چاہئے تھی اور اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ یہ سب صحیح نہیں ہے؟ لہٰذا شریعت مطہرہ کے مطابق جوابات عنایت فرمائیں۔ **بینوا توجروا**

المستفتی: محمد طاہر حسین، جامع مسجد ہڑکی پوسٹ بھٹ گرے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب (۱): کفار ومشرکین کا عیش وآرام چند دنوں کے لئے ہے اور ان کے لئے ابدی جہنم ہے

قرآن مجید میں ہے:

لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِي الْبِلَادِ ۝ مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ثُمَّ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝

ترجمہ: یعنی اے سننے والے کافروں کا شہروں میں اہلے گہلے پھرنا ہرگز تجھے دھوکا نہ دے تھوڑا برتنا ہے پھران کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور کیا ہی برا بچھونا ہے۔ اھ (پ ۴ آل عمران، آیت: ۱۹۶، ۱۹۷)

تفسیر خزائن العرفان میں ہے "مسلمانوں کی ایک جماعت نے کہا کہ کفار و مشرکین اللہ کے دشمن تو عیش و آرام میں ہیں اور ہم تنگی اور مشقت میں اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور انہیں یہ بتایا گیا کہ کفار و مشرکین کا یہ عیش و آرام متاع قلیل ہے اور انجام خراب۔ اھ

قائل کا یہ قول نماز پڑھنا کھانا ہضم کرنے کے لئے ہے سخت قبیح و شنیع ہے اگر بہ نیت استخفاف نماز کہا ہے تو کفر ہے اور قائل کافر۔ یونہی اس کا یہ کہنا کہ وہ غیر اللہ کو مانتے ہیں اس لئے آرام سے ہیں منجر الی الکفر ہے۔ قائل پر توبہ تجدید ایمان و تجدید نکاح لازم ہے۔ نماز تو خالصا لوجہ اللہ حکم خداوندی کی تعمیل کے لئے پڑھی جاتی ہے نہ کہ کھانا ہضم کرنے کے لئے۔" واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) وہابیوں کو قائل کرنا بہت مشکل ہے کیونکہ انہیں قبول حق کی توفیق ہی نصیب نہیں ہوئی۔ یہ ہر آن اس چکر میں رہتے ہیں کہ انبیاء کرام و اولیاء عظام کی شان میں گستاخی کا کوئی چانس ملے نادان یہ بھی نہیں سمجھتے کہ یہ حضرات اللہ عزوجل کے اذن و عطا سے تصرف فرماتے ہیں اور مشیت الٰہی کے خلاف کچھ بھی نہیں کرتے۔ یہاں مشیت الٰہی یہی تھی کہ عراق و افغانستان کو شکست ہو۔"

جیسا کہ واقعات شاہد ہیں اس لئے انبیاء کرام و اولیاء عظام نے اس طرف توجہ نہ فرمائی۔ یہ بے باک و جری جو بولی بول رہا ہے اس سے سیکھ کر اس کے الفاظ میں کوئی کافر یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ مسلمانوں کا خدا عاجز و مفلس، بیکار ہے اسی لئے وہ اپنے ماننے والوں کی مدد نہ کر سکا تو یہ جاہل بتائے کہ انہیں کیا جواب دے گا ایسی جہالت وہابیوں ہی کو سوجھتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے شر سے مسلمانوں کو بچائے۔ انبیاء کرام کے اجسام کو مٹی ہرگز نہیں کھا سکتی۔ حدیث شریف میں ہے:

"ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء"

اللہ نے زمین پر حرام فرما دیا کہ وہ انبیاء کرام کے اجسام کو کھائے۔" (مشکوۃ شریف، ص ۱۲۱) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

کتبہٗ: محمد شاہ عالم قادری

۵ / رجب المرجب ۲۴ھ

"اپنا اسلام اپنے پاس رکھو" اس کے قائل کا کیا حکم ہے؟

دیوتاؤں پر چڑھائی گئی مٹھائی دل جوئی کے لئے لے لینا کیسا ہے؟

ہندوؤں جیسا نام رکھنا کیسا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت ان مسائل میں

(۱) کیسے ہیں وہ لوگ جن کے سامنے غیر شرعی رسم یا بے جا رسم یا اسراف کی رسم کی اصلاح کی بات رکھی جائے تو بھڑک اٹھتے ہیں اور کہتے ہیں اپنا اسلام اپنے پاس رکھو اس جملہ بے زاری پر کیا حکم ہے؟

(۲) کیا ہم ہندوؤں کے دیوتاؤں پر چڑھائی گئی مٹھائی یا ان کی خوشی کی موقع پر پوجا کے لئے لائی گئی مٹھائیاں ہندوؤں کی دلجوئی کے لئے لے سکتے ہیں اور بعد میں کسی ہندو کو دے سکتے ہیں؟

(۳) وہ ہمارے آبا واجداد جو ہندو سے مسلمان ہوئے تھے ان کے قومی نام (جس سے ہندو ہونا ظاہر ہو) کو رائج رکھ سکتے ہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: اقبال احمد، کلکتہ، بنگال

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب (۱): یہ کہنا کہ "اپنا اسلام اپنے پاس رکھو" بظاہر مذہب اسلام کی توہین ہے اور اسلام کی توہین کفر ہے البتہ اس میں احتمال تاویل بھی ہے اس لئے قائل پر از راہ احتیاط علانیہ توبہ واستغفار وتجدید ایمان ونکاح لازم ہے اور اگر وہ ایسا نہ کرے تو تمام مسلمان اس کا بائیکاٹ کریں اور غیر شرعی رسم کے کرنے والے گنہگار ہیں بعض رسم ایسے ہوتے ہیں جو کہ عقیدہ کے فاسد ہونے کی طرف داعی ہوتے ہیں اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں کہ "رسم کا اعتبار جب تک کسی فساد عقیدہ پر مشتمل نہ ہو اصل رسم کے حکم میں رہتا ہے اگر رسم محمود ہے تو محمود اگر مذموم ہے تو مذموم اور اگر مباح ہے تو مباح۔ اھ

(فتاوی رضویہ ج نہم نصف اول ص ۲۲۹)

اور اسراف حرام ہے فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں قرآن مجید میں ہے۔ اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ ۔ اھ (پ ۱۰، سورہ بنی اسرائیل آیت ۲۷)

اور حدیث شریف میں ہے:

من سن فی الاسلام سنة سيئة كان عليه وزرها ووزر من عمل بها من بعده من

غدران ینقص من اوزارھم شیئ" اھ
یعنی جو شخص اسلام میں بری راہ نکالے اس پر اس کا گناہ ہے اور اس کے بعد جتنے لوگ اس پر عمل کریں گے سب کا وبال اس کے سر پر ہوگا اور ان کے گناہوں میں کوئی کمی نہ ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) ہندوؤں کی ایسی مٹھائی جو دیوتاؤں پر چڑھائی جاتی ہے اس کا لینا جائز ہے مگر اجتناب بہتر ہے جیسا کہ حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ "جو مٹھائی وغیرہ بتوں پر چڑھاتے ہیں اگر چہ وہ حرام نہیں ہو جاتی تاہم اس سے اجتناب اولیٰ ہے کہ اسے تبرک سمجھ کر تقسیم کرتے ہیں اور بت پر چڑھنے کے بعد کوئی چیز تبرک نہیں ہو سکتی۔" اھ (فتاویٰ امجدیہ، ج ۴، ص ۵۹)

اور اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں کہ "حلال ہے لعدم المحرم مگر مسلمان کو احتراز چاہئے لخبث النسبۃ عالمگیری میں ہے:

مسلم ذبح شاۃ المجوسی لبیت نارھم او الکافر لآلھتھم توکل لانہ سمی اللہ تعالی ویکرہ للمسلم کذا فی التاتار خانیۃ ناقلا عن جامع الفتاوی" اھ اقول فاذا حلت ھذہ وھی ذبیحۃ فالمسئول عنہ اولی بالحل اور شیخ محقق رحمۃ اللہ تعالیٰ مجمع البرکات میں فرماتے ہیں۔ مایاتی المجوس فی نیروزھم من الاطعمۃ یحل اخذ ذلك والاحتراز عنہ اسلم کذا فی مطالب المومنین ناقلا عن الذخیرۃ۔ اھ ملخصا اقول فاذا کان الاحتراز عن ھذا اسلم مع انہ لیس الاطعاما صنعوہ لیوم زینتھم فالمستفسر عنہ اجدر بالاحتراز واحزی کمالا یخفی" اھ (فتاویٰ رضویہ ج نہم نصف اول ص ۶) واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) ایسے نام مسلمانوں کو رکھنا منع ہے کہ اس سے غیر مسلموں کے ساتھ تشبہ ہوگا جو ممنوع ہے۔ حدیث شریف میں ہے "من تشبہ بقوم فھو منھم" اگر ایسے نام والے حیات ہوں تو ان کا نام بدل کر مسلمانوں جیسا نام رکھ دیں۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے "دسوندی نام کفار ہنود سے ماخوذ ہے اور مسلمان کو ممانعت ہے کہ کافروں کے نام رکھے۔ کما صرحوا بہ فی التسمی بیوحنا۔ اھ (فتاویٰ رضویہ ج نہم نصف اول ص ۵۳) واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی	کتبہ: محمد اجمل حسین امجدی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی	۲۴ ربیع الغوث ۱۴۲۳ھ

"خدا رسول ہمارے پاؤں لگتے ہیں" "ہم قرآن وغیرہ نہیں مانتے"

ان جملوں کے قائلین کا کیا حکم ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام مندرجہ مسئلے میں کہ۔

ہندہ وبکر کا آپسی زمینی تنازع چل رہا ہے ایک روز دونوں فریق متنازعہ زمین کے بارے میں مباحثہ کررہے تھے۔ دوران مباحثہ ہندہ جوکہ مدعی اول ہے، اس نے بکر سے کہا کہ اگر زمین آپ کی ہے تو خدا ورسول کے درمیان یہ کہو کہ زمین ہماری ہے تو میں زمین چھوڑ دوں گی، مدعی ثانی بکر نے جواباً کہا کہ خدا اور سول ہمارے پاؤں لگتے ہیں بعدہ مدعی اول ہندہ نے کہا مسجد میں قرآن شریف کی قسم کھاؤ کہ زمین ہماری ہے تو بھی میں مان جاؤں گی۔ اس کے جواب میں مدعی ثانی بکر نے کہا کہ ہم قرآن وغیرہ نہیں مانتے ہیں اور گالی گلوج دیتے ہوئے لڑنے جھگڑنے پر آمادہ ہوگیا۔

بکر ایک غیر مسلم ہندو کے ذریعہ ہندہ کی زمین پر ناجائز طریقے سے اور جبراً قابض ہونا چاہتا ہے بکر کی شہ پر غیر مسلم مسلمانوں کی داڑھی کی بھی توہین وتذلیل کرتا رہتا ہے اور زمین پر قبضہ دلانے کی دھمکی بھی دیتا ہے جبکہ آبادی وجوار کے لوگ بھی اس بات کے گواہ ہیں کہ زمین مدعی اول ہی کی ہے۔ صورت مذکورہ میں ایسے شخص کے بارے میں جو قرآن ومسجد اور خدا ورسول کی شان اقدس میں اس طرح کی بدکلامی وگستاخی اور کفر آمیز باتیں کہتا ہو اس پر شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے۔ نیز آبادی کے لوگوں کو بکر کے ساتھ کیا برتاؤ کرنا چاہئے۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں مفصل جواب عنایت فرما کر ممنون فرمائیں۔ بینوا توجروا

المستفتی: ربیع النساء زوجہ رحمت علی، موضع نیتور پٹی بکرم جوت بازار، بستی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب صورت مذکورہ میں بکر کا یہ کہنا کہ خدا ورسول ہمارے پاؤں لگتے ہیں، نیز ہم قرآن وغیرہ نہیں مانتے ہیں" بلاشبہ کفر ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ وحضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں گستاخی کرنا نہایت قبیح درجے کا کفر ہے، اور قرآن پاک کو ماننے سے انکار کرنا بھی کفر ہے تو بکر (اللہ عزوجل ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں) دو وجوہ سے کافر ومرتد اور اسلام سے خارج ہوگیا، اس کی بیوی اس کے نکاح سے نکل گئی۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے "یکفر اذا سخر باسم من اسمائه اونسبه الی العجز او النقص" اھ ملخصاً (ج ۲ ص ۲۵۸) پھر اسی میں ہے "سئل عمن ینسب الی الانبیاء الفواحش قال

یکفر لانہ شتم لھم واستخفاف بھم" اھ ملخصاً(ج۲،ص ۲۶۳،باب احکام المرتدین)
فتاوی عالمگیری میں ہے "اذا انکر الرجل آیۃ من القرآن اوعاب کفر کذا فی التتارخانیۃ
اھ ملخصاً(ج۲،ص۲۶۶،باب احکام المرتدین)
لہٰذا بکر پر فرض ہے کہ وہ علانیہ توبہ و استغفار اور تجدید ایمان کرے اور اگر بیوی والا ہو تو نئے مہر کے ساتھ تجدید نکاح بھی کرے اور اگر بکر ایسا نہ کرے تو تمامی مسلمانوں پر واجب ہے کہ بکر کا سماجی بائیکاٹ کریں ورنہ سب عذاب خداوندی میں گرفتار ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَاِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ۝ اھ (سورہ انعام آیت ۶۸) واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہٗ: محمد صابر حسین فیضی نظامی
۱۴؍ربیع النور ۲۶ھ

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

نماز پڑھنے اور داڑھی رکھنے سے انکار کرنا کیسا ہے؟

اشرف علی کو مسلمان ماننے والا مسلمان ہے یا نہیں؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں

(۱) زید سے عمرو نے اپنے لڑکے کی شادی اس شرط پر طے کیا کہ سود وغیرہ چھوڑنا ہوگا داڑھی رکھنا ہوگا نماز پڑھنا ہوگا تب ہمارے لڑکے کا رشتہ تمہاری لڑکی کے ساتھ ہوگا۔ زید نے یہ تمام شرطیں منظور کرلیں۔ لیکن کچھ دنوں بعد زید نے اس بات سے انکار کردیا کہ نہ میں نماز پڑھوں گا نہ داڑھی رکھوں گا۔ عمرو نے شادی سے انکار کردیا کہ میں تمہارے یہاں شادی نہیں کروں گا۔ زید نے شریعت کی بات کو ٹھکرا دیا تو ایسے آدمی کے گھر کھانا کیسا ہے؟ اور اس سے سلام ودعا شادی وغیرہ میں دعوت وغیرہ دینا یا اس کے یہاں دعوت وغیرہ میں جانا کیسا ہے؟

(۲) اشرف علی تھانوی کو مسلمان ماننے والا مسلمان رہے گا یا نہیں جو شخص اشرف علی کو مسلمان جانے ایسے شخص سے میلاد شریف پڑھانا اس کے پیچھے نماز پڑھنا اس سے دینی تعلیم بچوں کو دلانا باری مقرر کرنے پر گھر میں کھانا کھلانا کیسا ہے؟ **المستفتی:** حاجی عبدالرزاق، مقام و پوسٹ تکوسہ، تحصیل بیرو، ضلع باندہ، یوپی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب (۱): اگر کسی نے کہا کہ میں نماز نہیں پڑھوں گا تو اس میں چار صورتوں کا احتمال ہے۔
(۱) نہیں پڑھوں گا کیونکہ میں پڑھ چکا ہوں (۲) یہ کہ تیرے حکم سے نہیں پڑھوں گا کیونکہ تجھ سے بہتر وافضل

نے اس کا حکم کیا ہے (۳) یہ کہ نہیں پڑھوں گا از راہ فسق و دلیری و نڈر پن کے۔ یہ تینوں صورتیں کفر نہیں (۴) یہ کہ نہیں پڑھوں گا اس لئے کہ نماز مجھ پر فرض نہیں ہے اور مجھے اس کے ادا کرنے کا حکم نہیں دیا گیا ہے تو اس صورت میں اس کی تکفیر کی جائے گی لہٰذا اگر کوئی صرف یہ کہے کہ میں نماز نہیں پڑھوں گا تو اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی کہ اس میں ان چاروں صورتوں کا احتمال ہے۔ پھر عام حالات میں کسی مسلمان سے اس کی امید بھی نہیں کی جاسکتی کہ وہ نماز کی فرضیت کا منکر ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

"و قول الرجل لا اصلی یحتمل اربعة اوجه احدها لا اصلی لانی صليت والثانی لا اصلی بامرك فقد امرنی بها من هو خير منك والثالث لا اصلی فسقا مجانة فهذة الثلاثة ليست بكفر و الرابع لا اصلی اذليس يجب علی الصلاة ولم أومر بها يكفر ولو أطلق وقال لا اصلی لا يكفر لاحتمال هذه الوجوه۔ (ص ۲۶۸، ج ۲، باب احکام المرتدین)

لیکن زید نے صریح الفاظ میں نماز پڑھنے اور داڑھی رکھنے سے انکار کیا تو اس کی وجہ سے وہ سخت گنہگار مستحق عذاب نار ہے۔ اس پر لازم ہے کہ فوراً علانیہ توبہ و استغفار کرے اگر وہ ایسا کرلے تو اس کے گھر کھانا پینا سلام کلام کرنا صحیح ہے ورنہ تمام مسلمان اس کا اس وقت تک سماجی بائیکاٹ کریں جب تک کہ وہ اس برے قول سے توبہ نہ کرے۔ قال اللہ تعالیٰ:

"وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ۝"

(سورۂ انعام آیت ۶۸، پارہ ۷)

(۲) اشرف علی تھانوی اور دیو بندی مذہب کے دیگر رہنماؤں کو علمائے حرمین طیبین اور علماء ہند و سندھ نے بالاجماع کافر و مرتد کہا اور یہاں تک فرمایا کہ جو ان کے اقوال کفریہ پر مطلع ہو کر کافر نہ مانے یا ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ من شك فی كفره و عذابه فقد كفر۔

لہٰذا صورت مسئولہ میں اگر وہ شخص اشرف علی تھانوی کے کفری عقیدے کے علم و فہم کے باوجود اس کو مسلمان جانتا مانتا ہے تو وہ بھی اسی کی طرح ہے۔ ایسے شخص پر توبہ و استغفار و تجدید ایمان اگر بیوی والا ہو تو تجدید نکاح فرض ہے۔ اگر وہ ایسا نہ کرے تو تمام مسلمان اس کا سخت سماجی بائیکاٹ کریں۔ اس کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا، کھانا پینا، سلام کلام کرنا چھوڑ دیں اور فوراً اسے امامت سے ہٹا دیں اور اب تک جتنی نمازیں اس کے پیچھے پڑھی ہیں سب کی قضا پڑھیں اور اس کی جگہ کسی سنی صحیح العقیدہ مسلمان کو امام بنائیں ورنہ سبھی لوگ عذاب الٰہی میں گرفتار ہوں گے۔ "قال اللہ تعالیٰ

"وَلَا تَرْكَنُوْۤا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ" (س ہود آیت ۱۱۳ پ ۱۲) واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: شمس الدین احمد علیمی

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

جن اسکولوں میں گمراہ کن اور کفریہ اقوال پڑھائے جاتے ہوں ان میں بچوں کو پڑھانا کیسا ہے؟

مسئلہ آج کل ہندی انگریزی کے کورس میں اکثر کفریات و گمراہ کن اقوال پڑھائے جاتے ہیں لہٰذا یہ پڑھوانے پڑھانے پڑھنے والے اور راضی رہنے والے گمراہ و کافر ہوئے یا نہیں؟ اگر ہاں تو مسلمان اب کیا کریں اور اپنا مقدس دین وایمان بچانے کے لئے کہاں اور کیسے پڑھوائے، پڑھے، پڑھائے برائے کرم انتہائی آسان و تحقیقی جواب کی ضرورت ہے۔ کرم فرمائیں محروم نہ فرمائیں۔ منتظر کرم خاکپائے رضا۔
المستفتی: الفقیر محمد آل مصطفی رضا تحریک تلاش کتب رضویہ، قصبہ و پوسٹ بارا، ضلع کانپور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اگر واقعی ہندی انگریزی اسکول میں گمراہ کن اور کفریہ اقوال پڑھائے جاتے ہیں تو پڑھنے پڑھانے اور ان اقوال سے راضی رہنے والے گمراہ اور دائرۂ اسلام سے خارج ہو جائیں گے۔ خواہ انہیں ان اقوال کے کفریہ ہونے کا علم ہو یا نہ ہو۔ فتاویٰ ہندیہ میں ہے "من اتی بلفظة الکفر و ھو لم یعلم انھا کفر الا انه اتی بھا عن اختیارہ یکفر عند عامة العلماء خلافا للبعض ولا یعذر بالجھل کذا فی الخلاصة" اسی میں دوسری جگہ ہے "اذا لقن الرجل رجلا کلمة الکفر فانه یصیر کافرا و ان کان علی وجه اللعب" (ج ۲، ص ۲۷۵/۲۷۶، الباب التاسع فی احکام المرتدین) فتاوی رضویہ میں اعلام بقواطع الاسلام سے ہے "من تلفظ بلفظ کفر یکفر و کذا کل من ضحك علیه او استحسنه او رضی به یکفر" (ج ۵، ص ۲۶۱)

مسلمانوں پر لازم و ضروری ہے کہ ایسے اسکول میں اپنے بچوں کو نہ بھیجیں بلکہ کسی ایسے اسکول کا انتخاب کریں جس میں گمراہ کن اور کفریہ کلمات سے امن رہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

کتبہٗ: محمد وقار علی احسانی علیمی
۱۲ ربیع الآخر ۱۴۲۸ھ

جو سنی وہابیوں سے تعلق رکھے اور شیخین کی برائی کرے تو؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ
زید جو کہ سنی صحیح العقیدہ مسلمان ہے لیکن وہ اکثر شیعوں کے یہاں اٹھنا، بیٹھنا، کھانا، پینا اور سلام وکلام اوران کے یہاں شادی بیاہ میں شرکت کثرت سے کرتا اوران کی مجلس میں حاضر ہو کران کے وعظ کو سنتا اور سن کر خصوصاً شیخین کی شان میں برائیاں کرتا ہے تو ایسے شخص کے بارے میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا
المستفتی: قاری مختار احمد ضیائی، مقام وپوسٹ زید پور، ضلع بارہ بنکی، یوپی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب روافض زمانہ بالعموم کافر ومرتد ہیں کہ قرآن عظیم کو ناقص مانتے ہیں اور ائمہ اطہار کو انبیاء کرام پر فضیلت دیتے ہیں اور یہ بالاجماع کفر ہے اور کافر ومرتد سے میل جول رکھنا ان کے ساتھ اٹھنا، بیٹھنا سخت حرام وگناہ ہے۔ اعلیٰ حضرت رضی عنہ ربہ القوی اسی طرح کے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "روافض زمانہ علی العموم مرتد ہیں کوئی معاملہ اہلسنّت کا سا حلال نہیں ان سے میل جول، نشست و برخاست سلام وکلام سب حرام ہے۔" اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "وَاِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ﴿۶۸﴾" (آیت ۶۸ سورہ انعام) حدیث شریف میں ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سیأتی قوم لهم نبز یقال لهم الرافضة یطعنون السلف ولایشهدون الجماعة فلاتجالسوهم ولا تواکلوهم ولا تشاربوهم ولاتناکحوهم واذا مرضو فلا تعودوهم و اذا ماتوافلاتشهدوهم ولاتصلوا علیهم ولاتصلوا معهم۔ عنقریب کچھ لوگ آنے والے ہیں ان کا بدلقب ہوگا انہیں رافضی کہا جائے گا سلف صالح پر طعن کریں گے اور جمعہ وجماعت میں حاضر نہ ہوں گے ان کے ساتھ نہ بیٹھنا، نہ ان کے ساتھ کھانا کھانا اور نہ ان کے ساتھ پانی پینا نہ ان کے ساتھ شادی بیاہ کرنا، بیمار پڑیں تو انہیں پوچھنے نہ جانا، مرجائیں تو ان کے جنازے میں نہ جانا، نہ ان پر نماز پڑھنا۔ لہٰذا زید سنی صحیح العقیدہ مسلمان کا روافض سے میل جول رکھنا، ان کے یہاں کھانا پینا، شادی بیاہ میں شرکت کرنا سب حرام اشد حرام ہے۔ اور حضرات شیخین کریمین (حضرت صدیق اکبر خلیفہ اول اور حضرت سیدنا عمر فاروق خلیفہ دوم) رضی اللہ عنہما کی شان میں تبرا بکنا انہیں گالی دینا تو کفر ہے فقہائے کرام ایسے شخص کو کافر کہتے ہیں۔ چنانچہ درمختار باب المرتد میں ہے۔ فی البزازیة عن الخلاصة ان الرافضی اذا کان یسب الشیخین و یلعنهما فهو کافر (ص ۲۴۲ ج ۴) لہٰذا اگر زید حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو گالی دیتا ہے تو وہ تبرائی

رافضی ہے اور کافر۔ اس پر فرض ہے کہ فوراً اس برے عقیدے سے تائب ہو۔ رافضیوں سے دور و نفور ہو بیوی والا ہو تو تجدید اسلام کے بعد تجدید نکاح بھی کرے اور جب تک ایسا نہ کرے مسلمان اس کا سخت بائیکاٹ کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد احمد مصباحی قادری
۱۴ر جمادی الاخری ۱۴۲۸ھ

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

مسلم کو گالی دینا اور داڑھی اکھاڑنے کو کہنا کیسا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین کہ ہمارے قصبہ بارا میں ایک ہندو بنیا قبرستان سے روڈ نکلوا رہا ہے (اب تو مکمل بن گیا) جس میں قصبے کے چند مسلمان اس کی حمایت میں تھے اسی دوران الیکشن آیا تو وہی لوگ دیگر لوگوں کے ساتھ خالد کے پاس ووٹ مانگنے آئے کہا کہ ووٹ کے لئے آئے ہیں جگرام سنگھ کھڑے ہیں تو خالد نے کہا کہ ہم ووٹ نہیں دیں گے۔ آپ لوگوں نے روڈ نکلنے میں ہندو بنیا کی حمایت کی اور قبرستان کھودوا کر روڈ نکلوا دیا آپ گاؤں کے بااثر آدمی ہیں تم لوگ چاہتے تو جو سرکاری چک روڈ ہے وہیں سے روڈ نکلتا یہ کام آپ لوگ زبان سے کہہ کر کرا سکتے تھے کیونکہ وہ تمہاری پارٹی کا آدمی ہے ہم غریب تو لڑ کر بھی نہیں کرا سکتے۔ (جبکہ ایک بار مورچہ بندی ہو چکی تھی) یہی بات ہو رہی تھی اتنے میں سابق پردھان معصوم رضا آدھمکے اور برجستہ بولے سالے تو نے اپنے دروازے پر پچاس آدمیوں کی بے عزتی کردی تیری داڑھی اکھاڑ دوں گا۔ خالد نے کہا کہ اتنی سی بات کہہ دی تو بے عزتی ہو گئی جناب تو داڑھی اکھاڑنے کو کہہ رہے ہیں یہ کہاں کی تہذیب ہے لیکن اس کے باوجود بار بار داڑھی اکھاڑنے کو کہا اور گالیاں دیں۔ جوتوں سے بہت مارنے کو کہا گالیاں دیتے ہوئے کہا کہ ووٹ دے چاہے اپنی...... میں بتی ڈال لو وغیرہ وغیرہ۔ اب معلوم کرنا اس امر کا ہے کہ معصوم رضا نے خالد کو گالیاں دیں جوتوں سے مارنے کو کہا اور منع کرنے کے باوجود بار بار داڑھی اکھاڑنے کو کہا پچاسوں لوگوں کے سامنے خالد کی شدید توہین کی۔ خاص طور سے داڑھی کی توہین کی تو معصوم رضا پر قرآن وحدیث کے کون کون حکم لاگو ہوئے اور معصوم رضا کو کیا کرنا پڑے گا۔ جواب بالتفصیل اور آسان ترین سے نوازیں۔ کرم نوازی ہوگی۔ امید واثق ہے کہ محروم نہ فرمائیں گے۔

المستفتی: فقیر جمیل اختر رضوی غفرلہ تحریک تلاش کتب رضویہ، قصبہ و پوسٹ بارا، ضلع کانپور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب ہمیں معلوم نہیں کہ معصوم رضا کون ہے اور اس نے خالد کو گالی دی یا نہیں یونہی اس کی

داڑھی اکھاڑنے کو کہا یا نہیں اس لئے ہم معصوم رضا پر کوئی حکم نہیں لگاتے۔ ہاں یہ بات بظاہر خود ملے ہے کہ جو شخص بھی کسی مسلمان کو گالی دے اور اس کی داڑھی اکھاڑنے کو کہے تو وہ سخت گنہگار فاسق وفاجر مستحق غضب جبار ہے اور داڑھی کی توہین کفر ہے اور اس کی توہین کرنے والا کافر۔

اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ تحریر فرماتے ہیں داڑھی رکھنا سنن متواترہ سے ہے اور اس کی سنیت قطعی الثبوت اور ایسی سنت کی توہین وتحقیر بالاجماع کفر ہے۔ "کماھو مصرح فی الکتب الفقہیۃ والکلامیۃ"۔ (فتاویٰ رضویہ، ج۹، ص ۳۰، نصف اوّل)

قائل پر لازم ہے کہ توبہ کے ساتھ ساتھ تجدید ایمان اگر شادی شدہ ہے تو تجدید نکاح بھی کرے۔ ساتھ ہی داڑھی والے کی ایذارسانی ودل آزاری کے باعث قائل پر لازم ہے کہ خالد سے معافی بھی مانگے کہ گالی دینے کی وجہ سے وہ حق العبد میں گرفتار ہے۔ اگر وہ ایسا نہیں کرتا ہے تو مسلمان اس کا سماجی بائیکاٹ کردیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ (سورۃ الانعام ۶۸) یعنی اور جو کہیں شیطان تجھے بھلادے تو یاد آنے پر ظالموں کے ساتھ نہ بیٹھو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — **کتبہ:** محمد وقار علی احسانی علیمی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۱۲ ربیع الآخر ۱۴۲۸ھ

کافر بچے کی جنازہ پڑھنا کیسا ہے؟

مسئلہ کافر کا وہ لڑکا جو مسلمانوں کے گھر میں ملازم ہے اس لڑکے کا کوئی وارث نہیں ہے۔ عمر نو برس چھ ماہ کی ہے بلوغت کے کوئی آثار ظاہر نہیں ہوئے ہیں اچانک کسی بیماری میں مبتلا ہوکر اس کی موت ہوگئی۔ زید نے کہا کہ اس کو مسلمانوں کی طرح غسل کفن دے کر جنازے کی نماز پڑھی جائے گی۔ اگرچہ وہ کافر کا بچہ ہے۔ مگر نابالغی میں اس کی موت ہوئی ہے اس لئے اس پر کفر کا حکم صادر نہیں کیا جائے گا اور نماز جنازہ اس لئے پڑھی جائے گی کہ وہ ایک مسلمان مالک کی ملکیت میں رہتا تھا اور زید کی ان باتوں پر عمل کرتے ہوئے نماز جنازہ پڑھی گئی جبکہ عمر نے ان باتوں سے اتفاق نہ کی اور نماز جنازہ نہ پڑھی اور اس نے کہا کہ وہ کافر کا بچہ ہے اس کے ساتھ کافروں جیسا برتاؤ کیا جائے گا کیونکہ اس کافر کے نابالغ لڑکے نے مسلمانوں کے روبرو ایک بار بھی کلمہ اسلام یا کلمہ توحید کا اقرار نہیں کیا ہے اور نہ ہی پڑھا ہے بلکہ کافروں کے ہر ایک تہوار میں شریک ہوتا تھا حتیٰ کہ بتوں کی پوجا خوشی کے ساتھ کرتا تھا۔

جواب طلب امر یہ ہے کہ زید وعمر میں کس کا قول درست ہے؟ اور جن لوگوں نے مذکورہ میت کی نماز

جنازہ پڑھی وہ عند الشرع گنہگار ہوئے کہ نہیں؟ اور جن لوگوں نے نماز جنازہ نہیں پڑھی کیا درست کیا؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں تشریح فرمائیں۔ المستفتی: محمد ریاض الدین رضوی، سوہب نگر، نئی دہلی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب صورت مذکورہ میں جن لوگوں نے اس غیر مسلم نابالغ لڑکے کو غسل کفن دے کر اس کی نماز جنازہ پڑھی یا پڑھائی وہ سب توبہ و تجدید اسلام کریں اور جو شادی شدہ ہوں وہ تجدید نکاح اور جو مرید ہوں وہ تجدید بیعت بھی کریں کہ غیر مسلم کا وہ لڑکا جو سات برس یا زیادہ عمر کا ہو، اچھے برے کی تمیز رکھتا ہو، ان کے ہر ایک تہوار میں شرکت کرتا ہو، بتوں کی پوجا بھی خوشی کے ساتھ کرتا ہو اور مسلمانوں کے سامنے کبھی کلمہ توحید کا اقرار بھی نہ کیا ہو وہ بلاشبہ کافر ہی ہے اور اس کے ساتھ کافروں ہی جیسا برتاؤ کیا جائے گا۔ درمختار میں ہے:

"واذا ارتد صبی عاقل صح کاسلامہ فانہ یصح اتفاقا و العاقل الممیز و ھو ابن سبع فاکثر مجتبی و سراجیۃ" اھ ملخصاً۔ (باب المرتد، ص ۲۵۷، ج ۴) اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں: "اگر مرزائی کا بچہ سات برس یا زیادہ کی عمر کا تھا اچھے برے کی تمیز رکھتا تھا اور اس حالت میں اس نے اپنے باپ کے خلاف پر دین اسلام اختیار کیا اور قادیانی کو کافر جانا اسی پر انتقال ہوا تو وہ ضرور مسلمان تھا، مسلمانوں پر اسے غسل و کفن دینا اس کے جنازہ کی نماز پڑھنا، مقابر مسلمین میں دفن کرنا فرض ہے اور اگر اسی عمر و تمیز میں اپنے باپ کی طرح کفر بکتا تھا، تو یقیناً کافر تھا، اب وہ سب کام مسلمانوں پر حرام ہیں، نہ غسل دیں نہ کفن دیں نہ دفن میں شریک ہوں اور ان سب سے بدتر اس کے جنازہ پر نماز ہے کہ خود کفر کا پہلو رکھتی ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، ص ۲۳، ج ۶) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

کتبہٗ: محمد حسین رضوی

۲۹ر صفر ۲۸ھ

وہابی سے تعلق اور اس کی جنازہ پڑھانا کیسا ہے؟

اگر ارکان مسجد امام کو پڑھانے پر مجبور کریں تو؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ

صوبہ کرناٹک کے اکثر سنی مسجدوں میں بدمذہبوں، وہابیوں، تبلیغیوں سے بھی مسجد کا چندہ وصول کیا جاتا ہے اور انہیں بھی سنی جماعت کا ممبر بنایا جاتا ہے۔ ان کے یہاں شادی بیاہ کے معاملات ہوتے ہیں تو ان کی

شادیوں میں سنی بھی شرکت کرتے ہیں اور سنی علماؤں کو بھی شادی میں شرکت کرنے اور نکاح پڑھانے کے لئے مجبور کیا جاتا ہے یہ کہہ کر کہ وہ مسجد کا چندہ دیتے ہیں اور ان کے گھر میت ہونے پر میت کے جنازے میں سنی حضرات شرکت کرتے ہیں سنی عالم کو ان کی نماز جنازہ پڑھانے سے انکار کرنے پر پڑھانے کے لئے مجبور کیا جاتا ہے یہ کہتے ہوئے کہ وہ اگر بدمذہب، وہابی، دیوبندی تبلیغی ہیں تو کیا ہوا وہ سنی مسجد کے چندہ دار ہیں۔ اور اگر سنی عالم نے مجبوراً ان کی نماز جنازہ پڑھائی تو ایسے عالم پر فتویٰ لایا جاتا ہے کفر کا اور سنی عالم کو برطرف کیا جاتا ہے اور آج کل ایسے بھی دیکھنے میں آتا ہے کہ ایسے سنی علماؤں کو برطرف نہیں کیا جاتا۔ وہابیوں، تبلیغیوں، دیوبندیوں، بدمذہبوں کی نماز جنازہ پڑھانے اور ان کا نکاح پڑھانے کے باوجود بھی اور باقاعدہ امامت کا کام بھی کرتے رہتے ہیں (مسجد کی امامت کا کام) کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اگر سنی جماعت والے اور سنی عالم وہابیوں وغیرہ کی میت کی کارروائی میں حصہ نہ لیں اور نماز جنازہ نہ پڑھائیں، پڑھیں تو میت کے گھر والے پولیس کو اطلاع کرتے ہیں تو پولیس کی دھمکی کے بعد میت کی کارروائی میں سبھی سنیوں کو شرکت کرنا پڑتا ہے۔ نماز جنازہ میں بھی اور سنی عالم بھی نماز جنازہ پڑھاتا ہے۔ کبھی ایسا بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ میت اگر وہابیوں کی ہے تو میت کے وہابی رشتہ دار ہی نماز جنازہ میں شرکت کرتے ہیں اور وہابی عالم سے نماز جنازہ پڑھواتے ہیں مگر ایسا ہوتا بہت کم ہے۔ مندرجہ بالا حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے قرآن وحدیث کی روشنی میں شرعی حکم سے آگاہ فرمائیں۔

المستفتی: عباس خان محمد خان قادری ملتانی، کوڑی باغ، کاروار، کرناٹک

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب وہابی، دیوبندی شان رسالت میں گستاخیاں کرنے کی وجہ سے کافر ومرتد اسلام سے خارج ہیں۔ دیوبندی مذہب کے پیشواؤں کے بارے میں تو علمائے عرب وعجم، حل وحرم و ہند وسندھ نے باتفاق رائے یہ فرمایا کہ یہ مرتد ہیں اور جو ان کے کفری عقائد جانتے ہوئے ان کو مسلمان مانے یا ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ومرتد ہے۔ اس لئے ان سے میل جول رکھنا ان کے ساتھ کھانا کھانا پانی پینا ان کے یہاں شادی بیاہ کرنا ان سے چندہ لینا انہیں اپنی کمیٹی کا ممبر بنانا ان کے جنازہ میں شرکت کرنا حرام وگناہ ہے۔

حدیث شریف میں ہے:

ایاکم وایاهم لا یضلونکم ولا یفتنونکم ان مرضوا فلا تعودوهم وان ماتوا فلا تشهدوهم وان لقیتموهم فلا تسلموا علیهم لا تجالسوهم ولا تشاربوهم ولا تواکلوهم ولا تناکحوهم۔ اھ

یعنی ان سے الگ رہو انہیں اپنے سے دور رکھو کہیں وہ تمہیں بہکا نہ دیں۔ وہ تمہیں فتنے میں نہ ڈال

دیں، وہ بیمار پڑیں تو پوچھنے نہ جاؤ، مرجائیں تو جنازے پر حاضر نہ ہو، جب انھیں ملو تو سلام نہ کرو ان کے پاس نہ بیٹھو، ساتھ پانی نہ پیو، ساتھ کھانا نہ کھاؤ، شادی بیاہ نہ کرو۔ یہ حدیث مسلم، ابوداؤد، ابن ماجہ اور عقیلی کی روایات کا مجموعہ ہے۔ (انوارالحدیث، ص: ۱۰۳)

ان کے کفری عقاید جانتے ہوئے ان کی نماز جنازہ پڑھنے پڑھانے والا کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔ اس پر توبہ تجدید ایمان و نکاح فرض ہے۔ اس لئے کہ نماز جنازہ حقیقتاً دعائے مغفرت ہے اور کافر کے لئے دعائے مغفرت کفر ہے: اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

"وَلَا تُصَلِّ عَلٰۤى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ۝" (سورۂ توبہ آیت ۸۴)

ردالمحتار "مطلب فی خلف الوعید وحکم الدعاء بالمغفرة للکافر و لجمیع المومنین" میں ہے "الدعاء به کفر لعدم جوازه عقلا ولا شرعا ولتکذیبه النصوص القطعیة بخلاف الدعاء للمومنین" اھ (ص ۵۲۳، ج۱)

اور اگر کسی مسجد کے ارکان امام کو ایسے لوگوں کی نماز جنازہ پڑھانے کے لئے مجبور کریں اور بغیر پڑھائے چارۂ کار نہ ہو تو امام پر لازم ہے کہ اس ملازمت سے مستعفی ہو جائے کیونکہ ہر شخص پر اپنے ایمان کی حفاظت فرض ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — **کتبہ:** فیض محمد قادری مصباحی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۲۱ ربیع الغوث ۱۴۲۷ھ

علما و دیگر سنیوں کو صلح کلی کہنا کیسا ہے؟

علما کی توہین کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت مندرجہ ذیل مسائل میں

(۱) ذمہ دار علمائے کرام اور سنی عوام کو صلح کلی کہنے والے کافر ہوئے یا نہیں؟

(۲) مسجد اور مسجد کے اکثر مصلیان و تمام ٹرسٹیان کو صلح کلی کہنا کیسا ہے؟

(۳) سنی ٹرسٹی اور سنی امام رکھنے کے لئے کوشش کرنے والے کو مسلکی اختلافات کو مٹانے والا کہنا کیسا ہے؟

(۴) علمائے کرام کی تذلیل کی نیت سے جھوٹی خبر اڑانا و پرچہ بازی و فتویٰ بازی کرنا کیسا ہے؟

المستفتی: محمد محمود، عبد الرحمن سرسی، احمد نعمان قادری مقبول، اتر محل بانگل شریف ۵۸۶۱۰۴ باد یری (کرناٹک)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب (۱، ۲، ۳) خالص، مخلص سنی مسلمانوں بالخصوص علمائے اہلسنت کو صلح کلی کہنا گویا کہ انہیں کافر کہنا ہے اور یہ سخت حرام و گناہ ہے۔ رہا یہ کہ ایسا قائل خود کافر ہوگا یا نہیں تو اس میں تفصیل ہے۔ اگر اسے مسلمان جانتا ہو اور صرف ایذا رسانی کے لئے یہ کلمہ بکا تو کافر نہ ہوگا اور اگر اسے کافر اعتقاد رکھتا ہے تو خود کافر ہو جائے گا کہ مسلمان کو کافر جاننا دین اسلام کو کفر جاننا ہے اور دین اسلام کو کفر جاننا کفر ہے۔ در مختار میں ہے:

"وعزر الشاتم بیا کافر- و هل یکفر؛ ان اعتقد المسلم کافرا؛ نعم والا لا به یفتی" اھ

رد المحتار میں اسی کے تحت ہے:

"ای یکفر ان اعتقده کافرا الا بسبب مکفر قال فی النهر و فی الذخیرة: المختار للفتوی انه ان اراد الشتم ولا یعتقده کفرا لا یکفر وان اعتقده کفرا فخاطبه بهذا بناء علی اعتقاده انه کافر یکفر لانه لما اعتقد المسلم کافرا فقد اعتقد دین الاسلام کفرا" اھ (ج ۴، ص ۶۹، باب التعزیر) ایسا ہی بہار شریعت ج ۹، ص ۱۱۷ میں بھی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۴) علمائے کرام کی تذلیل و تحقیر کی نیت سے جھوٹی خبر اڑانا اور پرچہ بازی و فتویٰ بازی کرنا اگر بوجہ علم دین ہے تو کفر ہے۔ مجمع الانہر میں ہے "والا ستخفاف بالاشراف والعلماء کفر" اھ (ج ۱، ص ۱۹۵) اور اگر بے سبب ظاہر کے ہے تو اس پر اندیشہ کفر ہے۔ ایسا ہی فتاویٰ رضویہ ج ۶، ص ۱۸۲ میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد ابوبکر مصباحی
۲۲ / ذی الحجہ ۱۴۲۷ھ

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

آسیبی خلل والا قرآن کی بے حرمتی کرے تو؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں مفتیان دین و ملت اس مسئلہ میں کہ ایک ایسا شخص جو مسلم، بالغ اور شادی شدہ ہے جو نہ پاگل ہے اور نہ ذہنی تندرست بلکہ اس پر آسیبی خلل ہے جس کی بنا پر وہ کبھی کبھی ٹھیک گفتگو کرتا ہے لیکن اکثر بہکی بہکی اول فول بکتا رہتا ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس نے اچانک اپنے گھر کے کمرہ میں گھس کر قرآن مقدس کو اٹھالیا اور اس کو باہر لا کر کنویں کے چبوترے پر پٹک دیا اور لکڑی و پتھر سے اس پر مارنے لگا۔ کئی بار اس نے ایسا کیا پھر جیسے ہی اس کے ماں باپ نے دیکھا قرآن مجید کو اٹھالیا۔ باپ اور ایک

پڑوسی نے اس کو مارا برا بھلا کہا اور گھر سے بھگا دیا۔ ایسے شخص کے بارے میں جس نے قرآن کی اتنی بڑی بے حرمتی کی شریعت کا حکم کیا ہے؟ المستفتی: ارشاد احمد چشتی، گھر یہ بزار، بہشتی والا کنواں ضلع اوریا، یوپی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب شخص مذکور پر اگر واقعی آسیبی خلل ہے اور اکثر اول فول بکتا اور بہکی بہکی باتیں کرتا ہے اور اس وقت بھی اس کی یہی حالت تھی جس وقت اس نے قرآن مجید کو اٹھا کر پٹکا اور لکڑی، پتھر سے مارنے لگا تو وہ معذور ہے اس پر کوئی حکم نہیں اور ظاہر بھی یہی ہے اس لئے کہ کوئی بھی مسلمان جان بوجھ کر بصحت ہوش وحواس ایسا ہرگز نہیں کر سکتا ہے اور اگر اس وقت وہ ٹھیک ٹھاک بصحت ہوش وحواس تھا، آسیبی خلل نہ تھا تو وہ اسلام سے خارج ہو گیا کہ قرآن مجید کو پٹکنا اور اس پر لکڑی، پتھر مارنا اس کی تحقیر وتوہین ہے اور قرآن مجید کی تحقیر وتوہین کرنے والا کافر ہے۔ ایسے شخص پر فرض ہے کہ علانیہ توبہ واستغفار کرے اور تجدید ایمان کرے اور بیوی والا ہو تو تجدید نکاح بھی کرے۔

مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر ج ۱، ص ۶۹۲ باب المرتد پر ہے "اذا استخف بالقرآن او بالمسجد او بنحوہ مما یعظم فی الشرع اوعاب شیئا من القرآن اوخطئی اوسخر بآیة منه کفر۔" اھ ملخصا اور ایسا ہی فتاویٰ امجدیہ ج ۴، ص ۴۴۱ پر بھی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد عبد المقتدر نظامی مصباحی
۲۸ ر جمادی الآخر ۲۳ھ

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

کفر کی حمایت اور کلمہ گو کو کافر کہنا کیسا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے میں کہ

زید نے مختلف مقامات پر مختلف مجلس میں کفر کی حمایت کی یا کلمہ گو کو کافر کہا یا بزرگان دین کی توہین کی یا کلمہ کفر اپنی زبان سے نکال دیا۔ اس بنیاد پر اگر زید شریعت کی گرفت میں آجائے یا زید پر شریعت کا کوئی حکم عائد ہو جائے۔ اس حکم پر زید کو عمل کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ ہو۔ شریعت کا حکم عائد ہونے سے قبل اگر زید کو ساری واقفیت ہو جائے اور وہ اہل علم ہوتے ہوئے اس سے بچنے کے لئے ساتھ ہی اس میں اپنی بدنامی اور شکایت کا تصور کرتے ہوئے اگر وہ جھوٹ بولنا شروع کر دے اور طرح طرح کے بہانے بنائے تو کیا شریعت ایسی حالت میں جھوٹ بول کر زید کو بچنے کی اجازت دیتی ہے یا نہیں؟ جواب سے نوازیں نوازش ہوگی۔

دوسری بات یہ ہے کہ اگر زید یہ سمجھ جائے کہ اس میں میری شکایت ورسوائی نہیں ہے اور وہ رضائے

الٰہی واطاعت رسول کی خاطر تجدید ایمان کرنے پر آمادہ ہوجائے تو صرف ایک ہی مجلس میں یا صرف دو تین آدمیوں کے درمیان ہی توبہ وتجدید ایمان کرلینا شریعت کی نگاہ میں درست ہوگا یا نہیں یا زید کو ان ساری مجلسوں میں علانیہ باری باری سے توبہ وتجدید ایمان کرنا لازمی ہوگا؟

المستفتی: محمد نظیر عالم، کیراف محمد شکیل، بیڑی دکان، مقام وپوسٹ کرجا، وایا گدھا، ضلع مظفر پور، بہار

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب کفر کی حمایت کرنا، کسی مسلمان کو کافر اعتقاد کرکے کافر کہنا اور کلمہ کفر بولنا سب الگ الگ کفر ہے اور قائل کافر، اس وجہ سے زید کافر ہوگیا اس پر فرض ہے کہ فوراً بلاتاخیر علانیہ توبہ کرے جتنے بڑے مجمع میں کفر بکا ہے اتنے ہی بڑے مجمع میں کلمہ کفر سے توبہ بھی کرے، علانیہ گناہ کی توبہ علانیہ واجب ہے اور جن جن لوگوں کے سامنے گناہ وکفر کیا ان لوگوں کے سامنے توبہ وتجدید ایمان کرے۔

حدیث پاک میں ہے "اذا احدثت ذنبا فاحدث عندہ توبۃ ان سرا فسر وان علانیۃ فعلانیۃ۔" اھ یعنی جب تجھ سے گناہ سرزد ہوجائے تو فوراً توبہ کر، نہاں گناہ کی توبہ نہاں اور عیاں گناہ کی توبہ عیاں۔ (کنز العمال ص ۲۲۰، ج ۴)

فتاویٰ رضویہ میں ہے "جن جن لوگوں کے سامنے گناہ کیا ہے ان سب کے مواجہ میں توبہ کرے مگر یہ کثرت مجمع کی حالت میں مطلقاً اور بعض صورت میں ویسے بھی حرج سے خالی نہیں اور حرج مدفوع بالنص ہے تاہم اس قدر ضرور چاہئے کہ مجمع توبہ مجمع گناہ کے مشابہ ہو۔ اھ (ص ۲۵۶، ج ۹ نصف اول)

توبہ وتجدید ایمان اچھی بات ہے اس سے کوئی ننگ وعار نہ محسوس کرنا چاہئے بلکہ جلد از جلد توبہ کرکے اپنی شخصیت کو کفر جیسے گناہ عظیم سے پاک کرلینا چاہئے۔ جھوٹ بولنا تو عام حالات میں بھی حرام وگناہ ہے اور اپنے کفر کو چھپانے کے لئے اور زیادہ حرام وگناہ، اللہ تعالیٰ علیم وخبیر ہے اس سے کیونکر چھپا جاسکتا ہے اس کے حکم کو ماننے اسی میں دنیا وآخرت کی فلاح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی　　　**کتبہ:** محمد صدیق عالم قادری منظری

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی　　　۹ر جمادی الاخرا ۱۴۲۳ھ

"گالی تو قرآن میں بھی ہے" یہ کہنا کیسا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں مفتیان شریعت اس مسئلہ میں کہ زید وعمرو کے درمیان کچھ اختلاف ہوا جس کی وجہ سے زید نے عمرو کو گالیاں بکیں اور عمرو نے زید کو گالیاں بکیں۔ بکر جو اس جھگڑے میں شریک بھی نہ تھا

بکر نے کہا کہ کیوں گالیاں بک رہے ہو تو زید نے کہا کہ گالی تو قرآن میں بھی ہے۔ زید کو پھر یہ بات معلوم ہوئی کہ یہ کہنا قرآن میں گالی ہے غلط ہے تو اس نے توبہ کیا تجدید نکاح وتجدید بیعت کیا۔ اس کے بعد کچھ ذاتی عداوت کی بنیاد پر اس کا مخالف گروپ یہ اعلان کرتا ہے اور بکر بھی اعلان کرتا ہے کہ زید نے کفر کیا ہے۔ اس کے ساتھ جو معاملات کرے گا یا مسلمان جانے گا وہ بھی کافر ہے۔ بکر اعلان کرنے سے خود کافر ہوا یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: سراج احمد قادری، مدرسہ غوثیہ حضور یہ ماری اعظم گڑھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب کسی مسلمان کو گالی دینا جائز نہیں کہ مسلمان کو گالی بکنا فسق ہے۔ حدیث شریف میں ہے "سباب المسلم فسوق" یعنی مسلمان کو گالی دینا فسق ہے۔ اھ (مشکوۃ شریف ص ۴۵) نیز اشعۃ اللمعات، ج ۴، ص ۶۵ میں ہے "دشنام کردن مسلمان فسق ست و دشنام دہد مردے مردے را" اھ ملخصا بکر کی بات کے جواب میں زید نے جو یہ کہا کہ "گالی تو قرآن میں ہے" یہ قرآن کے ساتھ تمسخر ہے اس لئے کفر ہے اور زید اس کی وجہ سے کافر، جیسے کسی نے بھرا جام دیکھ کر کہا کَأْسًا دِهَاقًا تو قرآن پاک کا تمسخر ہونے کی وجہ سے کافر ہوتا ہے۔ زید وعمرو نے گالی گلوچ کیا جو ضرور حرام ہے اس کے ثبوت میں جو بات کہی وہ یقینا حلال ہے۔ تو زید نے لغو گوئی کر کے حرام کو حلال کہا یہ بھی کفر کے خانے میں جاتا ہے۔ نیز گالی ایک طرح کا عیب ہے اور قرآن شریف عیب سے پاک ہے جو شخص قرآن شریف میں عیب نکالے وہ کافر ہے جیسا کہ فتاوی عالمگیری "موجبات الکفر" میں ہے "وفی الخزانة اوعاب (فی القرآن) کفر کذا فی التتارخانیة" اھ (ج ۲، ص ۲۶۶)

لیکن زید نے جب اس سے توبہ کر کے تجدید ایمان وغیرہ کر لیا تو وہ مسلمان ہے حدیث شریف میں ہے "التائب من الذنب کمن لا ذنب له" اھ (مشکوۃ، ص ۲۰۶) اور بکر اور زید کے مخالف گروپ والے زید کے توبہ وتجدید ایمان کرنے کے بعد بھی زید کو کافر ہونے کا اعلان کرتے ہیں اور اس کو مسلمان نہیں جانتے ہیں تو بکر اس کے مخالف گروپ والے لوگوں پر کفر لوٹ جائے گا اس لئے کہ جو کسی مسلمان کو کافر کہے تو کفر اس کہنے والے کی طرف لوٹ جاتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے "قال لاخيه كافر فقد باء بها احدهما ان كان كما قال والا رجعت عليه" اھ (مسلم شریف، ج ۱، ص ۵۷) اور اشعۃ اللمعات ج ۴، ص ۶۵ میں ہے کہ کسے کہ خواند مردے را بکفر یعنی کافر گفت وحالانکہ آں مرد نیست کافر مگر آنکہ رجوع کند کفر یعنی خود کافر گردد" اھ ملخصا نیز فتاوی امجدیہ ج ۴ ص ۴۰۸ میں اور درمختار ج ۶، ص ۱۱۲ باب التعزیر میں ہے "وعزر الشاتم بیا کافر وهل یکفر ان اعتقد المسلم کافرا نعم

والآلا به يفتي -اھ اور اسی فتاوی امجدیہ ج ۴، ص ۴۰۸ میں ہے "مسلمان کو کافر کہنا کبیرہ شدیدہ و کلمہ کفر ہے۔" اھ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

کتبہ: محمد عبد القادر رضوی ناگوری
۸ر جمادی الاولی ۱۴۲۳ھ

زید کہتا ہے سورۂ فاتحہ نہ قرآن ہے نہ قرآن کی آیت بلکہ قرآن کا جز ہے غیر قرآن ہے تو زید کے بارے میں کیا حکم ہے؟

مسئلہ سورۂ فاتحہ قرآن کا جز ہے یا قرآن کی آیت یا غیر قرآن ہے۔ زید کا کہنا ہے کہ سورۂ فاتحہ نہ قرآن ہے نہ قرآن کی آیت ہے بلکہ قرآن کا جزء ہے غیر قرآن ہے؟ زید کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

المستفتی: محمد اسرائیل احمد قادری، نور پورہ، جلیشور، ہولڑی، نیپال

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب زید نے سورۂ فاتحہ کو غیر قرآن کہہ کر کفری کلمہ بک دیا کیونکہ جزء شی غیر شی نہیں ہوتا جز قرآن بھی قرآن ہے جبکہ آیت کریمہ "لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ؕ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ" (پ ۲۸، سورہ حشر آیت ۲۱) اور "فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ" (پ ۱۴، سورہ نحل آیت ۹۸) وغیرہ آیات اس کی دلیل ہیں مگر زید کے اس کلمے میں یہ توجیہ ممکن ہے کہ وہ قرآن کو جزء مانتا ہے اور کل کی نفی کرتا ہے یعنی جزء قرآن تو ہے لیکن کل قرآن نہیں اس لئے اس کی تکفیر نہ کی جائے لیکن ایسا کہنا حرام و گناہ ضرور ہے اور بلاوجہ کی جاہلانہ منطق بگھارتا ہے کہ یہ آیت جز ہے جس پر کل کا اطلاق درست ہے جیسے صرف ناطق پر یا صرف حیوان پر انسان کا اطلاق درست ہے یا پانی کے ایک قطرہ کو پانی کہنا درست ہے۔ زید اس کلمے سے رجوع و توبہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

کتبہ: محمد عبد القادر رضوی قادری
۹ر جمادی الاولی ۲۳ھ

''اگر کوئی وہابی وہابیہ کی کفری عبارات جھٹلا دے تو میں اسے نبی مان لوں گا''

کیا مذکورہ جملہ کفر ہے؟

مسئلہ امام صاحب دوران تقریر بول گئے کہ اگر کوئی وہابی ان کفری عبارتوں کو اور ان کتابوں کو جھٹلا دے تو میں اس کو اپنا نبی مان لوں گا۔ سنتے ہی محفل میں بیٹھے ہوئے علماء نے ان کو تقریر کرنے سے روک دیا۔ محفل ختم ہونے کے بعد کچھ لوگوں نے اس بات پر آواز اٹھائی کہ یہ غلط بول گئے ہیں۔ دوسرے امام نے اس غرض سے کہ مزید کوئی فتنہ فساد نہ ہو جائے ان لوگوں سے کہا چونکہ انہوں نے لفظ اگر استعمال کیا ہے اور ''اگر'' ایسا لفظ ہے کہ یہ شرط نفی کے لئے استعمال ہوتا ہے جو بھی مسئلہ ہے ہم لوگ بیٹھ کر حل کریں گے اور دوسرے امام نے یہ حدیث پڑھی کہ سرکار فرماتے ہیں کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ حضرت عمر ہوتے رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ تو کیا حضرت عمر نبی ہو گئے؟ آپ لوگ تشریف لے جائیں اس کو ہم لوگ بیٹھ کر حل کریں گے۔ پھر پہلے امام نے جس نے تقریر کیا تھا انہوں نے توبہ بھی کر لیا اب یہ جو دوسرے امام ہیں جنہوں نے اس غرض سے کہ کوئی فتنہ وفساد نہ ہو لوگوں کو ٹالنے کی کوشش کی تو کیا ان پر بھی توبہ لازم ہے اور جو لوگ یہ کہیں کہ پہلے امام صاحب کا نکاح ٹوٹ گیا تو ان لوگوں کے بارے میں کیا حکم ہے؟ مفصل جواب عنایت فرمائیں عین کرم ہوگا۔ فقط

المستفتی: محمد نسیم قادری، خطیب وامام نگینہ مسجد، ضلع ایوت محل، مہاراشٹر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب امام صاحب کا یہ جملہ ''اگر کوئی وہابی ان کفری عبارتوں کو اور ان کتابوں کو جھٹلا دے تو میں اس کو اپنا نبی مان لوں گا'' بظاہر کفر ہے کہ وہابی ان کفری عبارتوں کو جھٹلاتے ہی رہتے ہیں لیکن امام کی مراد یہ نہیں بلکہ اس کی منشا یہ ہے کہ وہابی ان کفری عبارتوں کو جھوٹ اور غلط ثابت کر دے تو میں اس کو نبی مان لوں گا۔ اور وہ ایسا ثابت نہیں کر سکتے۔ اس لئے امام پر حکم کفر نہیں اور یہ جملہ "لولا علی لهلك عمر" کے قبیل سے ہوگا۔ البتہ یہ جملہ بہت سخت تر ہے امام توبہ کرے اور آئندہ اس طرح کے جملے کے استعمال سے اجتناب لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد آصف ملک علیمی
۲۳ رجمادی الآخر ۱۴۳۱ھ

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

”مولانا سب حرامی ہوتے ہیں“ ”نماز روزہ سب بیکار ہے“

مذکورہ جملوں کا استعمال کیسا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں مفتیان دین اگر میاں بیوی میں تکرار ہو جائے اور اس جھگڑے کے دوران اگر بیوی یہ کہے کہ جتنے پڑھے لکھے ہوتے ہیں ان سے زیادہ جاہل ٹھیک ہوتے ہیں اور ڈرتے ہیں جتنے بھی میاں مولانا ہوتے ہیں سب کے سب حرامی ہوتے ہیں اور اس بات کو اس نے کم از کم دس مرتبہ کہا جبکہ عالم علما رسول اللہ کے وارث ہیں اور اپنے شوہر کو بھلا برا کہنا تو اس کے لئے عام بات ہے۔ اپنے آدمی کو یہ کہے کہ تمہارا نماز روزہ سب بیکار ہے اور جب ہم نے کہا کہ توبہ کرو تم نے بہت مرتبہ عالموں کو گالی دی ہے۔ ہم نے تین مرتبہ اس بات کو کہا کہ کفر کا فتویٰ لگ سکتا ہے مگر اس نے کہا کوئی بات نہیں ہمیں کوئی ڈر نہیں اب اس کا صحیح جواب پورا لکھ کر دیں۔ المستفتی: عید محمد، مقام بیراگل، ضلع بستی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب مذکورہ عورت علماء کرام کو گالی دینے اور نماز روزہ اور شریعت کی تحقیر کرنے کی وجہ سے دائرہ اسلام سے خارج ہوگئی۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے ”علماء دین کی توہین کفر ہے مجمع الانہر میں ہے من قال لعالم عویلم قاصدا به الاستخفاف كفر“ اس پر تجدید اسلام لازم ہے۔“ (ج ۱، ص ۶۹۵) اسی طرح جو شخص نماز روزہ کو بیکار اٹھک بیٹھک بتائے اس کے بارے میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں ”اس شخص پر حکم کفر ہے اور جو لوگ اس کی باتیں سن کر خوش ہوتے ہیں اور ہاں میں ہاں ملاتے ہیں ان پر بھی حکم کفر ہے۔“ (فتاویٰ رضویہ ج ۶، ص ۱۵۵)

لہٰذا وہ عورت بحکم شرع کافرہ ہوگئی اور شوہر پر حرام ہوگئی۔ اب اس پر لازم ہے کہ توبہ کرے اور تجدید ایمان و نکاح کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی　　**کتبہٗ:** محمد شمیم مصباحی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی　　۸ / ذی قعدہ، ۳۰ھ

فرقہائے باطلہ سے اتحاد کو جائز قرار دینا کیسا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل عبارت کے بارے میں کہ

زید اپنے مضمون دعوت اتحاد کے تحت حدیث بنی الاسلام علی خمس الخ اور حدیث من صلی صلوتنا الخ وغیرہ نقل کرتے ہوئے اس کو اسلام کی بنیاد اور مسلمان کی پہچان قرار دیتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام فرقوں (مثلاً سنی، دیوبندی، قادیانی وغیرہ جو حدیث میں مذکورہ امور خمسہ پر عمل اور قبلہ مسلمین کا استقبال کرتے ہیں) کا اتحاد و اتفاق جائز و درست ہے اس کی وضاحت زید نے ایک سوال کے جواب میں بھی کر دیا۔ سوال کیا ہندوستان کے ۲۰ کروڑ مسلمان ایک ہو سکتے ہیں؟ کا جواب یوں دیا کہ اگر اسلام کی پانچ بنیادوں کو لے کر چلیں تو ۲۰ کروڑ کیا دنیا کے ایک ارب ۶۵ کروڑ مسلمان ایک ہو سکتے ہیں۔ جواب سے بخوبی واضح ہوتا ہے کہ زید کے نزدیک ان تمام فرقوں کا اتحاد و اتفاق جائز و درست ہے جس کی دعوت زید نے اپنے مضمون سے دیا۔

یہ صلح کلیت کی کھلی ہوئی دعوت ہے کیا اس طرح کی دعوت دینا اور احادیث کا ایسا سطحی مطلب نکال کر عوام الناس کے سامنے پیش کرنا درست ہے۔ اگر ہے تو کیسے؟ اور نہیں تو زید پر قرآن و شریعت کا کیا حکم عائد ہوتا ہے؟ زید کو اپنا امام اور اپنا قائد مانتے ہوئے وعظ و بیان کے لئے اپنی محفلوں میں بلانا اس کا اعزاز و اکرام کرنا اس سے مرید ہونا کیا درست ہے؟ مفصل جواب تحریر فرما کر عوام الناس کے الجھنوں کو دور فرمائیں اور تصلب فی الدین کے تحفظ میں ہماری مدد فرمائیں؟

المستفتی: محمد ریحان الرب، پتہ: ۷۳/۲۳، شرف آباد جبل پور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب کلمہ طیبہ، نماز، روزہ، زکاۃ، حج اور قبلہ مسلمین کا استقبال بلا شبہ اسلام کی بنیاد اور مسلمان کی پہچان ہے لیکن اگر کوئی اس پہچان کے ساتھ شان رسالت میں گستاخی کرے ضروریات دین کا انکار کرے تو صرف وہ پہچان اس کے مسلمان ہونے کے لئے ہرگز کافی نہ ہوگی جیسے کوئی اس پہچان کے ساتھ کبھی کبھار مہادیو کو سجدہ بھی کرے تو وہ مسلمان نہیں یوں ہی جو شخص ضروریات دین کا انکار کرے شان رسالت میں گستاخیاں کرے وہ بھی مسلمان نہیں بلکہ مسلمان نام ہے تمام ضروریات دین کی تصدیق کرنے والے کا اگر کسی ایک ضروری دینی کی بھی تکذیب کرے تو کافر ہے اگرچہ باقی ضروریات کو مانتا ہو کیونکہ اگر محض امور مذکورہ کی پابندی کا نام ایمان ہوتا تو زمانہ اقدس میں ایسے لوگ جو کلمہ اسلام نماز، زکوۃ، روزہ، حج اور استقبال قبلہ ہی نہیں بلکہ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر شہادتیں ادا کرتے تھے کہ ضرور بیشک یقیناً حضور اللہ کے رسول ہیں نیز حضور کی خدمت میں حاضر رہتے حضور کے پیچھے نمازیں پڑھتے اور بڑی تاکیدات کے ساتھ شہادت رسالت دے کر جہاد بھی کرتے مگر اللہ و رسول نے باوجود اس کے انہیں جھوٹا فریبی کذاب

منافق فرمایا اوران کے اس کلمہ پڑھنے اور بڑی بڑی تاکیدات کے ساتھ شہادت رسالت دینے اور نمازیں ادا کرنے اور جہاد میں شریک ہوکر اپنی جانیں دینے اور کفار کی جانیں لینے پر نظر نہ فرمائی بلکہ صاف صاف فرما دیا۔ وماھم بمومنین۔

لہذا معلوم ہوا کہ محض ارکان خمسہ پر عمل کرنا اور اہل قبلہ بننا مسلمان ہونے کے لئے ہرگز کافی نہیں بلکہ مسلمان نام ہے تمام ضروریات دین کی تصدیق کرنے والے کا اگر کسی ایک ضروری دینی کی بھی تکذیب کرے تو کافر ہے۔ اگرچہ باقی ضروریات کو مانتا ہو جیسا کہ شرح عقائد نسفیہ میں ہے:

الایمان فی الشرع ھو التصدیق بما جاء بہ من عند اللہ تعالی ای تصدیق النبی بالقلب فی جمیع ما علم بالضرورۃ مجیئہ بہ من عند اللہ تعالی اجمالا۔" اھ (ص ۹۰)

ردالمحتار میں ہے: لاخلاف فی کفر المخالف فی ضروریات الاسلام وان کان من اھل القبلۃ المواظب طول عمرہ علی الطاعات کما فی شرح التحریر۔" اھ

(ص ۹۳، ج ۱، مطلب: البدعۃ خمسۃ اقسام)

اسی میں ہے: ایمارجل سب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم او کذبہ اوعابہ او تنقصہ فقد کفر باللہ تعالی وبانت امراتہ" اھ (ص ۳۰۰، ج ۳)

لہذا زید کا یہ کہنا کہ اگر اسلام کی پانچ بنیادوں کو لے کر چلیں تو ۲۰ کروڑ کیا دنیا کے ایک ارب ۶۵ کروڑ مسلمان ایک ہو سکتے ہیں غلط ہے اس سے لازم آئے گا کہ وہابی، دیوبندی رافضی وغیرہ مرتدین بھی مسلمان ہیں۔

اب اگر زید جہالت کی بنیاد پر ایسا لکھتا اور بیان کرتا ہے تو اسے سمجھایا جائے اور حقیقت حال سے واقف کرایا جائے اور اگر صلح کلیت کی بنیاد پر ایسی باتیں لکھتا پڑھتا بیان کرتا ہے یعنی وہ وہابیوں، دیوبندیوں، رافضیوں، قادیانیوں کے کفری عقائد اور شان رسالت میں ان کی گستاخیوں سے بخوبی واقف ہے پھر بھی انہیں مسلمان سمجھتا ہے تو وہ کفر میں وہابیوں، دیوبندیوں کا شریک ہے مگر یہ ایک احتمالی شق ہے اور حکم کفر دینے کے لئے مکمل تحقیق ضروری ہے اس لئے زید سے ملاقات کرکے یہ تحریر اس کے سامنے پیش کی جائے اور وہابیوں، دیوبندیوں اور قادیانیوں کی کفری عبارتیں پیش کرکے اس سے دریافت کیا جائے کہ وہ کیا کہتا ہے اور جو کچھ کہے نوٹ کرلیں پھر اس کی باتوں کو لکھ کر دوبارہ سوال کرلیں۔ ساتھ ہی اس کے مضمون دعوت اتحاد کو بھی بھیجیں تاکہ جائزہ لیا جائے کہ اس مضمون سے جو کچھ سمجھا ہے وہ صحیح ہے یا غلط ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: سرفراز احمد فیضی
۲۷ ربیع الغوث شریف ۱۴۳۰ھ

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

عالم کی توہین کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ (سنی صحیح العقیدہ عالم دین کو ذلیل کرنا کیسا) سوال کرنے والے نے یہ سوال کیا تھا کہ صحیح العقیدہ عالم دین کو ذلیل کرنا عالم دین کی توہین کرنا کیسا؟ آپ نے جواب تحریر فرمایا کہ عالم دین کو ذلیل ورسوا کرنا حرام وگناہ ہے۔اس پر عرض کہ حرام تو گناہ کبیرہ ہے۔آپ نے اس رسوائے زمانہ کو گنہگار کہہ کر چھوڑ دیا۔ اس پر تو کفر عائد ہوتا ہے۔فتاویٰ رضویہ شریف ج ۹، ص ۳۰۸ پر عالم دین کی توہین کرنے والے کو کافر فرمایا اور اسی فتاویٰ رضویہ کی ج ۹ ص ۱۲، ۲۴، ۲۶، ۷۹، ۱۱۹ پر تو صاف الفاظ میں لکھا ہے یونہی صحیح العقیدہ عالم دین داعی الی اللہ کی توہین کفر ہے۔اب آپ ہماری رہنمائی فرمائیں۔

المستفتی: (مولانا) عبدالسلام نوری، ضلع رتلام، مدھیہ پردیش

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بے شک عالم دین کی توہین کفر ہے مگر یہ حکم اس وقت ہے جب عالم دین کی توہین علم دین کی وجہ سے ہو کہ یہ توہین فی الواقع علم دین کی ہوگی جو ضرور کفر ہے۔اور اگر علم دین کی وجہ سے نہ ہو بلکہ ذاتی رنجش یا اپنے دنیوی مفاد کے لیے ہو تو کفر نہیں صرف حرام وگناہ ہے۔

زیر بحث مسئلے میں توہین کا سبب دنیوی مفاد ہے کیونکہ کچھ شرپسند لوگوں نے امام اور متولی مسجد کو مسجد سے بے دخل کرنے کے لئے ایسا کیا جس سے مقصود مسجد پر اپنا کنٹرول قائم کرنا اور اس طرح اپنے ہم چشموں میں اپنی بالادستی ظاہر کرنا ہے۔سوال کو آپ ایک بار پھر بغور پڑھ لیں اس سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ شرپسندوں نے امام کی توہین اس کے علم دین کی وجہ سے کی۔اگر ایسا ہوتا تو اسے ہٹا کر دوسرا امام کیوں مقرر کرتے اور ایسا بھی نہیں کہ ان کی اس حرکت کے لئے کوئی سبب ظاہر نہ ہو اس لئے حکم وہی ہے جو ماہنامہ کنزالایمان میں شائع ہوا ہے۔

اس کی مختصراً تفصیل یہ ہے کہ عالم دین کی توہین کی تین صورتیں ہیں۔ایک یہ کہ اس کے علم دین کی وجہ سے ہو، دوسری یہ کہ بلا سبب ظاہر ہو، تیسری یہ کہ اس کا کوئی سبب ظاہر ہو۔پہلی صورت میں توہین کفر ہے، دوسری صورت میں اندیشہ کفر ہے اور تیسری صورت میں صرف حرام ہے۔نہ کفر ہے، نہ اندیشہ کفر۔کنزالایمان کا فتویٰ تیسری صورت سے متعلق ہے۔

مجمع الانہر میں ہے "والاستخفاف بالاشراف والعلماء کفر ومن قال للعالم عویلم اولعلوی علیوی قاصدا به الاستخفاف کفر ومن ابغض عالما من غیر سبب ظاهر خيف عليه الكفر" اھ (ج ۱، ص ۶۹۵، باب المرتد) ایسا ہی فتاوی رضویہ، ج ۹، ص ۱۴۰ میں بھی

ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

کتبہ: زبیر احمد قادری
۲۰ ربجادی الاولی، ۳۰ھ

وہابی کے جنازہ میں بے نیت کھڑا ہو جائے تو؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں

کہ زید جو کہ عالم دین ومفتی بھی ہے اس نے ایک ایسے شخص کی نماز جنازہ پڑھی جس کی وہابیت مشہور ہے قصبہ کے کچھ ذمہ داروں نے جب اس سے یہ کہا کہ آپ خود مفتی ہیں اور آج تک اپنی تقریروں میں یہی بیان فرمایا کہ نہ وہابیوں کی نماز جنازہ پڑھو نہ ان کے ساتھ نماز پڑھو پھر آپ نے ایسے شخص جس کی وہابیت مشہور ہے اس کی نماز جنازہ کیسے پڑھی تو اس کے جواب میں کہا کہ میں بغیر نیت کئے ایسے ہی کھڑا ہو گیا تھا واضح رہے کہ نہ کسی کا اصرار تھا اور نہ زور دباؤ مزید برآں نماز جنازہ پڑھانے والا خود وہابی تھا۔

اس واقعہ کو تھوڑا عرصہ گزرا تھا اس کے بعد ایک ایسے شخص کا انتقال ہوا جو نماز پنجگانہ اور نماز جمعہ جماعت اسلامی کی مسجد میں انہیں کے امام کے اقتداء میں تاحیات ادا کرتا رہا ایسے شخص کے انتقال کے بعد اس کا جنازہ سنیوں کی جامع مسجد میں لایا گیا۔ ایسے شخص کی نماز جنازہ مذکورہ عالم دین ومفتی صاحب کے علاوہ دوسرے ذمہ داروں نے ادا کی۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کے تعلق سے کیا حکم شرع ہے؟

المستفتی: سید افتخار الحسن صاحب برکاتی، محلہ قاضی گدھی مورانواں، ضلع اناؤ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب دیوبندی، وہابی شان الوہیت ورسالت میں شدید گستاخ اور ضروریات دین کے منکر ہیں جس کے باعث وہ اسلام سے خارج کافر ومرتد ہیں۔

ردالمحتار میں ہے اذلا خلاف فی کفر المخالف فی ضروریات الاسلام وان کان من اھل القبلۃ المواظب طول عمرہ علی الطاعات کما فی شرح التحریر۔ اھ (ج۲، ص۳۰۰)

حدیث پاک میں ہے "ایاکم وایاھم لایضلونکم ولایفتنونکم ان مرضوا فلاتعودوھم وان ماتو فلا تشھدوھم و ان لقیتموھم فلاتسلموا علیھم ولاتجالسوھم ولاتشاربوھم ولاتواکلوھم ولاتنا کحوھم۔" اھ یعنی ان سے الگ رہو، انہیں اپنے سے دور رکھو کہیں وہ تمہیں گمراہ کردیں، کہیں وہ تمہیں فتنے میں نہ ڈال دیں، وہ بیمار پڑیں تو پوچھنے نہ جاؤ، مرجائیں تو ان کے

جنازہ پر حاضر نہ ہو، جب وہ ملیں تو سلام نہ کرو، ان کے پاس نہ بیٹھو، نہ ان کے ساتھ میں پانی پیو، نہ ان کے ساتھ میں کھانا کھاؤ، شادی بیاہ نہ کرو۔" یہ حدیث مسلم، ابوداؤد، ابن ماجہ اور عقیلی کی روایات کا مجموعہ ہے۔ (انوار الحدیث، ص ۱۰۳)

اور اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے "وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ۝" اھ (ترجمہ کنز الایمان) اور ان میں سے کسی کی میت پر کبھی نماز نہ پڑھنا اور نہ ان کی قبر پر کھڑا ہونا بیشک یہ لوگ اللہ و رسول سے منکر ہوئے اور فسق ہی پر مر گئے۔ (سورہ توبہ آیت ۸۴)

اور فتاویٰ رضویہ شریف میں ہے "اگر وہ منکر بعض ضروریات دین تھا اور کسی شخص نے ہاں کہ اس کے حال سے مطلع تھا دانستہ اس کے جنازہ کی نماز پڑھی اس کے لئے استغفار کی تو اس شخص کو تجدید اسلام اور اپنی عورتوں سے از سرِ نو نکاح کرنا چاہئے۔ "فی الحلیة نقلا عن القرافی واقره الدعاء بالمغفرة للكافر كفر لطلبه تكذيب النصوص القطعية۔" اھ (ج ۴، ص ۵۳)

رد المحتار مطلب فی خلف الوعید وحکم الدعاء بالمغفرة للكافر ولجميع المومنين" میں ہے۔ "فالدعاء به كفر لعدم جوازه عقلا ولا شرعا ولتكذيبه النصوص القطعية بخلاف الدعاء للمومنين۔" (ج ۲، ص ۲۳۷)

اس تفصیل کا تقاضہ یہ ہے کہ وہابی کی نماز جنازہ پڑھنے کی وجہ سے زید پر حکم کفر ہوا مگر چونکہ وہ یہ بیان دے رہا ہے کہ بلا نیت نماز جنازہ بس یونہی کھڑا ہو گیا تھا اس لئے اس پر حکم کفر نہ ہوگا تاہم وہابیوں کا مجمع بڑھانے کی وجہ سے گنہگار ضرور ہوا۔ اس پر واجب کہ اس گناہ سے علانیہ توبہ کرے اور آئندہ ایسا نہ کرنے کا عہد کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

کتبہ: سید نعمان احمد
۱۵ ربیع الثانی ۱۴۳۰ھ

میں کاہے کو نماز پڑھنے جاؤں مجھے مسجد مدرسہ کاٹتا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

ارشاد بن نجیب انصاری جو عاقل و بالغ ہے اور بچوں کو قرآن پاک کی تعلیم بھی دیتا ہے اس سے زید نے کہا کہ تم پڑھے لکھے ہوتے ہوئے بھی نماز نہیں پڑھتے ہو۔ اس پر ارشاد بن نجیب انصاری نے کہا کہ میرا

ابھی وقت نہیں آیا ہے۔ میں تو پڑھا لکھا ہوں جب چاہوں گا پڑھ لوں گا جو نہیں جانتا ہے پہلے وہ پڑھے۔ پھر کچھ دنوں کے بعد زید نے کہا کہ بھائی زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں ہے۔ بڑھاپے کا انتظار نہ کرو اور نماز پڑھو تو اس کا جواب یہ تھا کہ "میں کا ہے کو نماز پڑھنے جاؤں؟ مجھے مسجد مدرسہ کاٹتا ہے۔"

واضح ہو کہ وہ جمعہ کی نماز بھی اکثر چھوڑ دیتا ہے پوچھنے پر کہتا ہے کہ جس نے قصداً تین جمعہ چھوڑ دیا وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے میں نے دو ہی چھوڑا ہے اس لئے میں اس فہرست میں نہیں ہوں۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایسی صورت میں اس سے بچوں کو قرآن شریف پڑھوانا اس سے فاتحہ وغیرہ پڑھوانا نیز اس کی حرکتوں سے واقف ہوتے ہوئے اس سے قرآن شریف اور فاتحہ وغیرہ جو پڑھوائے اس پر اور پڑھنے والوں پر شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ کیا ایسی صورت میں وہ مسلمان رہ جاتا ہے۔ قرآن و حدیث کی روشنی میں بیان کرنے کی زحمت کی جائے۔ عین نوازش ہوگی۔

المستفتی: سعید احمد قادری، مقام ملکی بتھنا، وایا کسریا، ضلع مشرقی چمپارن (بہار)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب ہمیں نہیں معلوم کہ ارشاد کون ہے، اس کے والد کا کیا نام ہے اور اس نے کیا کیا کہا ہے اس لئے ہم اس پر کوئی حکم نہیں لگا سکتے البتہ صورت مسئولہ جس شخص سے بھی متعلق ہو اس کے بارے میں حکم شرعی بیان کیا جاتا ہے۔ سائل کو چاہئے کہ آئندہ کبھی بھی اصل نام سے سوال نہ کرے بلکہ فرضی نام سے سوال کرے۔

جس شخص نے بھی یہ کلمات کہے (۱) "میرا ابھی وقت نہیں آیا ہے میں تو پڑھا لکھا ہوں جب چاہوں گا پڑھ لوں گا" (۲) "میں کا ہے کو نماز پڑھنے جاؤں مجھے مسجد مدرسہ کاٹتا ہے۔" وہ بہت بے ادب معلوم ہوتا ہے یہ کلمات بظاہر استہزاء و تمسخر کے طور پر کہے گئے ہیں جس سے عام آدمی کو ہنسی آتی ہے اور ایسے کلمات کفری ہوتے ہیں اس لئے ان کلمات کے قائل پر علانیہ توبہ و استغفار اور تجدید ایمان واجب ہے اور بیوی والا ہو تو تجدید نکاح بھی۔

اگر وہ توبہ نہ کرے اور نماز کا پابند نہ ہو تو اس سے قطع تعلق کر کے میل جول، سلام و کلام موقوف کر دیا جائے۔ اگر معاذ اللہ وہ بے توبہ کئے مرجائے تو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ کیا جائے کہ نماز دین کا ستون ہے جو نماز پڑھتا ہے دین کو قائم رکھتا ہے اور جو قصداً ترک کرتا ہے دین کو ڈھاتا ہے۔ نیز مسلم و کافر کے درمیان فرق کرنے والی نماز ہی ہے۔ حدیث پاک میں ہے "الصلوۃ عماد الدین فمن اقامها اقام الدین و من ترکها هدم الدین" دوسری حدیث میں ہے "بین العبد و بین الکفر ترك الصلاۃ" (مشکوۃ شریف ص ۵۸) تیسری حدیث میں ہے من ترك الصلاۃ متعمدا فقد کفر"

(کنز العمال ج ۷، ص ۲۸۰، حدیث ۱۸۸۷۲)

جو شخص نماز کا انکار یا اس کی تحقیر کرے وہ بھی اس طرح کہ "میں کاہے کو نماز پڑھنے جاؤں مجھے مسجد مدرسہ کا ثنا ہے" یہ ضرور نماز کا استخفاف اور اس کی تحقیر ہے جو کفر ہے۔

فتاویٰ بزازیہ میں ہے "کسی سے نماز پڑھنے کو کہا، اس نے جواب دیا "نماز پڑھ کر کیا کروں؟ یا کہا "پڑھا بے پڑھا دونوں برابر ہے۔" غرض اس قسم کی بات کرنا جس سے فرضیت کا انکار سمجھا جاتا ہو یا نماز کی تحقیر ہوتی ہو کفر ہے۔" (ج۹،ص ۱۷۲، کتاب السیر) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی کتبہ: غلام احمد رضا

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی ۱۲ رجمادی الآخر ۱۴۲۹ھ

دیوبندیوں کو کافر نہ کہنے والے پیر سے مرید ہونا کیسا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک سلسلہ مجیبی ہے جو جشن عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم مناتے ہیں اور ولیوں کی بارگاہ میں حاضری بھی دیتے ہیں یعنی بعینہٖ سنیوں کی طرح ہر عمل کرتے ہیں فرق صرف اتنا ہے کہ اہلسنت دیوبندیوں کو کافر سمجھتے ہیں اور مجیبی لوگ دیوبندیوں کو کافر نہیں بلکہ خطاوار سمجھتے ہیں۔ ایسا عقیدہ رکھنے والے پیر سے مرید ہونا اور میل جول رکھنا اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا المستفتی: محمد شمس الحق تحسینی، متعلم جامعہ عربیہ سراج العلوم دیوریا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب وہابی، دیوبندی، شان رسالت میں گستاخیاں کرنے کی وجہ سے کافر ومرتد ہیں۔ علماء عرب وعجم، حل وحرم وہند وسندھ نے بالاتفاق ان گستاخوں کے بارے میں یہ فتویٰ صادر فرمایا کہ جو ان کے کفر وعذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ومرتد ہے۔ اس کی تفصیل حسام الحرمین والصوارم الہندیہ میں مذکور ہے۔

لہٰذا جو پیر دیوبندیوں کے عقائد کفریہ سے آگاہ ہو کر بھی ان کو کافر نہ کہے بلکہ صرف خطاوار سمجھے وہ بھی کافر ومرتد ہے اس سے مرید ہونا میل جول رکھنا اور اس کی اقتداء میں نماز پڑھنا جائز نہیں کہ ان کی اقتداء میں نماز باطل ہوتی ہے اس لئے جتنی نمازیں ایسے کفری عقائد والوں کے پیچھے پڑھی گئیں ان کو دوبارہ پڑھنا فرض ہے ورنہ فرض ذمہ باقی میں رہ جائے گا۔ ساتھ ہی توبہ بھی لازم ہے اور آئندہ ان سے دور رہنا بھی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی کتبہ: محمد ارشد رضا مصباحی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی ۶ رشعبان المعظم ۲۴ھ

قرآن پر پیشاب کر دینا چاہئے؟ مذکورہ قول کا کیا حکم ہے؟

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں مفتیان دین ملت اس مسئلہ میں کہ زید، بکر، عمرو تینوں بھائی اپنے باپ کے زمانے میں ایک ساتھ رہتے تھے جب الگ ہوئے تو کچھ دنوں کے بعد بکر وعمرو کی بیوی نے زید کی بیوی کو گالیاں دیں اور کہا تم چورنی ہو جب سب ساتھ رہتے تھے تو تم نے فلاں چیز گھر کے ذمہ دار سے چھپا کر بیچ دی تھی۔ جب بات زیادہ بڑھ گئی تو زید کی بیوی جو صحیح میں چورتھی اس نے قرآن شریف اٹھا کر قسم کھائی کہ اگر میں چور ہوں تو مجھے ایسا ایسا ہو جائے اور اگر تم چور ہو تو تم کو ایسا ایسا ہو جائے۔ یہ معاملہ ختم ہو گیا کچھ دنوں کے بعد زید نے کچھ لوگوں کے درمیان کہا کہ ایسے قرآن پر پیشاب کر دینا چاہئے (معاذ اللہ) تو بیٹھے ہوئے لوگ کھڑے ہو گئے اور زید سے کہا کہ تم کافر ہو گئے توبہ کر و تو زید نے توبہ نہیں کیا۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ مذکورہ صورت میں زید کافر ہوا یا نہیں؟ کیا اس پر توبہ، تجدید ایمان اور تجدید نکاح کرنا لازم ہے؟ اور زید کے ساتھ لوگوں کا کیا برتاؤ ہونا چاہئے؟ جو لوگ بغیر توبہ کئے زید کا ساتھ دیں ان پر کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد سمیع اللہ رضوی، دارالعلوم بخاریہ فیض الرسول، چانچویل ضلع بھروچ گجرات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب: صورت مسئولہ میں زید کا یہ کہنا "قرآن پر پیشاب کر دینا چاہئے" کلمہ کفر ہے اس لیے کہ اس میں قرآن شریف کی توہین ہے اور قرآن مجید کی توہین کفر ہے۔ فتاویٰ عالمگیری ج ۲، ص ۲۶۶، باب احکام المرتدین میں ہے:

"اذا انکر الرجل آیۃ من القرآن اوتسخر بآیۃ من القرآن و فی الخزانۃ اوعاب کفر۔اھ

اور مجمع الانہر فی شرح ملتقی الابحر ج ۱، ص ۶۹۲ باب المرتد میں ہے "اذا انکر آیۃ من القرآن او استخف بالقرآن اوعاب شیئا من القرآن او خطئی او سخر بایۃ منہ کفر۔" اھ ملخصاً۔

لہٰذا زید کے لئے علانیہ توبہ واستغفار وتجدید ایمان اور تجدید نکاح کرنا ضروری ہے اگر وہ ایسا نہ کرے تو سارے مسلمان اس کے ساتھ کھانا، پینا، سلام وکلام ترک کر دیں اور اس کا سخت سماجی بائیکاٹ کریں ورنہ وہ بھی گنہگار ہوں گے۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَاِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ (پ ۷، سورہ انعام، آیت ۶۸) واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہٗ: محمد ہارون رشید قادری کمبولوی گجراتی
۱۳ ررجب المرجب ۲۳ھ

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

علامہ فضل حق خیرآبادی نے اسماعیل دہلوی کو کافر لکھا

مگر اعلیٰ حضرت نے کف لسان فرمایا ایسا کیوں؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں مفتیان اسلام مسئلہ ذیل میں کہ علامہ فضل حق خیرآبادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسماعیل دہلوی کو شفاعت کا انکار کرنے کی بنا پر کفر کا فتویٰ دیا کہ ''اس بیہودہ کلام کا قائل از روئے شریعت کافر اور بے دین ہے اور ہرگز مسلمان نہیں ہے اور شرعاً اس کا حکم قتل اور کفر ہے جو شخص اس کے کفر میں شک وتردد لائے یا اس استخفاف کو معمولی جانے کافر و بے دین ہے اور نا مسلمان ولعین ہے۔'' (تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ، ص ۲۴۷) افادات: امام حکمت وکلام علامہ محمد فضل حق خیرآبادی قدس سرہ العزیز ترجمہ وتحقیق: محقق عصر مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری جامعہ نظامیہ لاہور، پاکستان۔ ناشر اول: شاہ عبدالحق محدث دہلوی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اکیڈمی۔ جو کفر التزامی کے اعتبار سے ہے۔ اس کے برعکس امام احمد رضا بریلوی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''عرض: اسماعیل دہلوی کو کیسا سمجھنا چاہئے؟'' ''ارشاد'' میرا مسلک یہ ہے کہ وہ یزید کی طرح ہے۔ اگر کوئی کافر کہے منع نہ کریں گے اور خود کہیں گے نہیں۔ (الملفوظ کامل حصہ اول ص ۱۱۴)

نیز فرمایا علمائے محتاطین انہیں (اسماعیل دہلوی اور اس کے متبعین کو) کافر نہ کہیں (تمہید ایمان ص ۴۷) اور زید لکھتا ہے کہ اسماعیل دہلوی کا کفر کفر التزامی ہے جو اس کی تکفیر نہ کرے یا اس تکفیر کو نہ مانے تو تکفیر نہ کرنے یا نہ ماننے کی وجہ سے کافر اور خارج از اسلام ہے۔ نیز زید لکھتا ہے کہ اسماعیل دہلوی جیسے گستاخ رسول کو اکابرین اہلسنت نے کافر اور واجب القتل لکھا ہے۔ یہ بھی لکھا ہے کہ اسماعیل دہلوی کے کافر ہونے میں جو شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ امام احمد رضا بریلوی رضی اللہ عنہ۔ یا اسماعیل دہلوی کی تکفیر نہ کر کے جیسا کہ تمہید ایمان اور الملفوظ سے ظاہر ہے اپنا ایمان سے رشتہ توڑ لیا ہے۔ معاذ اللہ

مذکورہ بالا اعتراضات وبیانات کا آپ مدلل اور مفصل مع حوالجات اور شریعت مطہرہ کی روشنی میں جواب بیان فرمائیں۔ نیز یہ بھی بیان فرمائیں کہ زید پر احکام شرعیہ کیا ہوں گے؟ بینوا توجروا

المستفتی: صدر وارا کین انجمن رضائے حبیب

۱۲/ ۲۶۲۲/۲ ہرائی اسٹریٹ نزد ہرائی مسجد رد پورہ سورت، گجرات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب علامہ فضل حق خیرآبادی علیہ الرحمہ نے اسماعیل دہلوی کی تکفیر فرمائی جبکہ مجدد اعظم اعلیٰ

حضرت علیہ الرحمہ نے اس کی تکفیر نہیں کی بلکہ اس کی تکفیر سے کف لسان فرمایا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت علامہ فضل حق خیرآبادی علیہ الرحمہ کا وصال چونکہ ۱۲۷۸ھ میں ہوا اور اس وقت اسماعیل دہلوی کی توبہ کی خبر مشہور نہیں ہوئی تھی۔ برخلاف اس کے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی ولادت ۱۲۷۲ھ میں ہوئی اور وصال ۱۳۴۰ھ میں ہوا اس وقت تک اسماعیل دہلوی کی اپنے تمام کفریات ملعونہ سے توبہ کی خبر کی شہرت ہو چکی تھی۔ اس لئے آپ نے احتیاطاً اس کی تکفیر نہیں فرمائی جیسا کہ حضور صدر الافاضل مرادآبادی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں "چونکہ اسماعیل دہلوی کی نسبت یہ مشہور تھا کہ اس نے اپنے تمام اقوال سے توبہ کر لی تھی۔ اس لئے علمائے محتاطین نے اسے کافر کہنے سے احتیاطاً زبان روکی (اطیب البیان، ص ۲۵۱)

لہٰذا مقام کا جو تقاضا تھا اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان نے اس پر عمل کیا۔ اب زید مذکور کا یہ لکھنا غلط ہے کہ اسماعیل دہلوی کی تکفیر نہ کر کے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے اپنا ایمان سے رشتہ توڑ لیا (معاذ اللہ) قائل پر علانیہ توبہ و استغفار لازم ہے اور تجدید ایمان نیز بیوی والا ہو تجدید نکاح بھی ضروری۔ مزید تفصیل کے لئے تحقیقات حصہ دوم مصنفہ حضور مفتی شریف الحق علیہ الرحمہ مناظرہ بریلی اور العذاب الشدید کا مطالعہ کریں۔

واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد حبیب اللہ مصباحی
۲۸ رجب المرجب ۲۳ھ

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

چند کفری اشعار کے بارے میں سوال

مسئلہ رہبر شریعت جانشین فقیہ ملت حضور مفتی صاحب مدظلہ العالی سلام مسنون قبول ضروری عریضہ اینکہ مندرجہ ذیل گانوں کے اشعار کے بارے میں حکم شرع کیا ہے؟

(۱) رب نے مجھ پر ستم کیا کیا ہے- سارے جہاں کا غم مجھے دے دیا ہے
(۲) میری نگاہ میں کیا بن کے آپ رہتے ہیں- قسم خدا کی خدا بن کے آپ رہتے ہیں
(۳) پھولوں سا چہرہ تیرا کلیوں سی مسکان ہے- روپ تیرا دیکھ کر قدرت بھی حیران ہے
(۴) خدا بھی آسمان سے جب زمیں پر دیکھتا ہوگا- میرے محبوب کو کس نے بنایا سوچتا ہوگا
(۵) اب آگے جو بھی ہو انجام دیکھا جائے گا- خدا تراش لیا اور بندگی کر لی

بعض نام نہاد اہل طریقت کے مندرجہ ذیل دو شعروں کے بارے میں بھی حکم شرع بیان فرمائیں

(۱) رسالت بھول کر وحدت پر ناز کرتے ہو- خدا خود ہو کے شاید آ گیا ہے ان کی صورت پر

(۲) اللہ کے پلے میں وحدت کے سوا کیا ہے۔ جو کچھ مجھے لینا ہے لے لوں گا محمد سے

مندرجہ بالا گانوں کے گانے والے دو قسم کے آدمی ہیں

(۱) ایک جماعت ان گانوں کے معنی و مفہوم جاننے کے باوجود شوق سے گاتی اور سنتی ہے ان لوگوں میں سے کچھ شادی شدہ بھی ہیں۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ ان گانوں کے معنی سمجھتے ہوئے گانے والے اور سننے والے کا شریعت میں کیا حکم ہے؟

(۲) دوسرے گروہ کے لوگ ان گانوں کے معنی کو نہیں جانتے ہیں مگر بس یوں ہی فلمی گانے سننے اور گنگنانے کی عادت کی بنا پر کبھی کبھی گاتے اور سنتے ہیں جیسا کہ عوام الناس خصوصی طور سے نوجوانوں میں اس قسم کے لوگ پائے جاتے ہیں۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ ان لوگوں کے بارے میں حکم شرع کیا ہے۔

برائے مہربانی مندرجہ بالا سوال کا جواب قرآن وحدیث کی روشنی میں بقدر ضرورت تفصیل کے ساتھ عنایت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

المستفتی: حافظ محمد نظر الحق رضوی، متعلم دار العلوم غوثیہ حنفیہ بسوکلیان، ضلع بیدر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب جتنے اشعار سوال میں درج ہیں سب میں کوئی نہ کوئی کفر صریح ضرور ہے جو لوگ ان اشعار کو پڑھتے ہیں وہ سب کے سب اسلام سے خارج ہو کر کافر و مرتد ہو گئے۔ ان کے تمام نیک اعمال اکارت ہو گئے۔ ان سب پر فرض ہے کہ فوراً بلا تاخیر توبہ کریں اور کلمہ پڑھ کر پھر سے مسلمان ہوں اور جو بیوی رکھتے ہوں وہ تجدید نکاح بھی کریں۔ ایسی کیسیٹیں جن میں ایسے کفریہ اشعار ہیں ان کو بجانا اور ان کو سننا سخت حرام ہے، بلکہ ایسی کیسیٹوں کو اچھی سمجھ کر لگایا یا کسی نے ان اشعار کو سن کر پسند کر لیا تو وہ بھی کافر ہو جائے گا اس لئے کہ رضا بالکفر بھی کفر ہے۔

اب ان اشعار کا کفر ملاحظہ کریں۔ یہ کہنا کہ رب نے مجھ پر ستم کیا اللہ عزوجل کو ظالم بتانا ہے جو صریح کفر ہے۔ یہ کہنا کہ قسم خدا کی خدا بن کے آپ رہتے ہیں، مخلوق کو خدا کہنا ہے جو کہ خود کفر ہے، یہ کہنا کہ قدرت بھی حیران ہے کفر ہے یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ سوچتا ہوگا کہ میرے محبوب کو کس نے بنایا۔ اس میں تین کفر ہیں اول یہ کہ ان کے محبوب کو اللہ نے نہیں بنایا دوم کس نے بنایا اسے معلوم نہیں سوم یہ کہ سوچتا ہوگا، نیز اس کے پہلے مصرعہ میں بھی کفر ہے کہ جب دیکھتا ہوگا۔ یہ کہنا کہ خدا تراش لیا اور بندگی کر لی اس میں دو کفر ہیں ایک یہ کہ مخلوق کو خدا کہنا دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے کی بندگی کرنا یوں ہی بعض نام نہاد اہل طریقت کے دونوں اشعار بھی کفریہ مشتمل ہیں۔

لہٰذا جو لوگ ان کفریہ اشعار کے معنی و مفہوم جاننے کے باوجود شوق سے گاتے اور سنتے ہیں وہ لوگ اسلام سے خارج، کافر، مرتد ہوں گے اگر ان میں شادی شدہ ہیں تو ان کی بیویاں نکاح سے نکل گئیں بلا تاخیر

توبہ کریں پھر سے اسلام لائیں اور نئے مہر کے ساتھ دوبارہ نکاح کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

یوں ہی جو لوگ ان کفریہ اشعار کو گاتے اور سنتے ہیں لیکن ان کے معنی ومفہوم کو نہیں سمجھتے وہ بھی اسلام سے خارج ہو گئے اس لئے کہ کلمہ کفر کا تعلق ضروریات دین سے ہو تو جہل ولاعلمی کا عذر مسموع نہیں۔

شرح فقہ اکبر میں ہے:

"اما اذا تکلم بکلمة الکفر ولم یدر انها کلمة کفر. ففی فتاوی قاضی خان حکایة خلاف من غیر ترجیح حیث قال: قیل لایکفر لعذره بالجهل و قیل یکفر ولایعذر بالجهل اقول والاظهر اول الا اذا کان من قبیل ما یعلم من الدین بالضرورة فانه حینئذ یکفر و لایعذر بالجهل۔ ملخصا (ص ۲۰۲)

غمز العیون والبصائر شرح الاشباہ والنظائر کتاب السیر باب الردۃ میں ہے "والجهل بالضروریات فی باب المکفرات لایکون عذرا بخلاف غیرها فانه یکون عذرا علی المفتی به" اھ (ج ۲، ص ۲۰۷) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی	**کتبہ:** محمد راشد انور مصباحی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی	۸ / جمادی الاول ۱۴۲۹ھ

کسی حدیث کا انکار کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ

زید کے سامنے تصویر بنانے کی حدیث پیش کی گئی تو اس نے اس حدیث پاک کا انکار کیا اور کہتا ہے کہ میں ایسی حدیث شریف کو نہیں مانتا۔ علما نے اس کو بتایا ہے تو اب زید کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا

المستفتی: غلام دستگیر، دھرم پور، بستی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اگر معاملہ ایسا ہی ہے کہ زید نے حدیث شریف سے انکار کیا اگر وہ بیان کردہ حدیث متواتر ہے اور زید اس کا منکر ہے تو اس کے کفر میں کوئی شک نہیں۔ اس پر علانیہ توبہ واستغفار واجب ہے، بیوی والا ہو تو نکاح جدید بمہر جدید کرے اور تجدید ایمان بھی کرے۔ اگر مرید ہے تو تجدید بیعت بھی کرے۔ اگر وہ حدیث مشہور ہے تو اس کا منکر کافر نہیں بلکہ وہ گمراہ مسلمان ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ یہ شخص کوئی دیوبندی یا وہابی ہے کیونکہ اکثر بددین وبدمذہب ایسے کلمات بولا کرتے ہیں۔ لہٰذا ان کلمات کی وجہ سے گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوا۔

نورالانوار میں ہے ولایکفر جاحدہ بل یضلل علی الاصح وقال الجصاص انہ احد قسمی المتواتر فیفید علم الیقین یکفر جاحدہ کالمتواتر (ص۱۸۱) الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ میں ہے ولایکفر منکر الا حاد انما یکون مبتدعا لمخالفتہ لاھل السنۃ والجماعۃ ویستحق اللعنۃ التی تلحق المخالفین ممن سلک غیرسبیل المؤمنین ذکرہ البیضاوی فقد ثبت بالنص المتواتر من انکر فقد انکر النص فیکفر وفی الظھیریۃ فھو کافر فی الصحیح۔ اھ (ج۱ص۳۲۱) زید پر لازم ہے کہ آئندہ احتیاط سے کام لے اور ایسے شنیع الفاظ اپنی زبان پر لانے سے احتراز کرے اور اہل سنت وجماعت کی پیروی کو لازم وواجب جانے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی　　**کتبہٗ:** محمد احمد قادری مصباحی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی　　۲۷ر جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ

جب کفر واسلام کے مابین تیسرا درجہ نہیں تو امام اعظم نے یزید کو کافر کیوں نہیں کہا؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

جب ایمان وکفر کے درمیان کوئی تیسرا درجہ نہیں تو پھر امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یزید کو کافر کیوں نہیں کہا؟ بینوا توجروا　المستفتی: ڈاکٹر عبدالمصطفیٰ صدیقی، برواں تھانہ نیبوا نورنگیاں، کشی نگر، یوپی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الجواب یقیناً ایمان وکفر کے درمیان کوئی درجہ نہیں لیکن امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے یزید پلید کی تکفیر کرنے سے احتیاطاً سکوت فرمایا کہ آپ کے نزدیک اس سے فسق وفجور متواتر ہیں، کفر متواتر نہیں۔

شرح فقہ اکبر میں علامہ علی قاری علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں:

"ولا یخفی ان قولہ والحق بعد نقلہ الاتفاق لیس فی محلہ مع ان الرضی بقتل الحسین لیس بکفر لما سبق ان قتلہ لایوجب الخروج عن الایمان بل ھو فسق وخروج عن الطاعۃ الی العصیان" اھ واختلف فی اکفار یزید قیل لا اذلم یثبت لنا عنہ تلک الاسباب الموجبۃ ای لکفرہ وحقیقۃ الامر التوقف ومرجع امرہ الی اللہ سبحانہ" اھ نیز اسی میں ہے ولایخفی ان ایمان یزید محقق ولایثبت کفرہ بدلیل ظنی فضلاً من دلیل قطعی فلایجوز بعینہ بخصوصیۃ" اھ (ج۱ص۸۸)

اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں "ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لعن وتکفیر سے احتیاطاً

سکوت کیا کہ اس سے فسق و فجور متواتر ہیں کفر متواتر نہیں" اھ (فتاوی رضویہ، ج ۶، ص ۱۰۷) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

کتبہ: فیاض احمد برکاتی مصباحی
۲۹/ذو قعدۃ الحرام ۱۴۲۸ھ

میں قرآن کے معنی زیرو سمجھتی ہوں، یہ جملہ کیسا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ

ہندہ اور مسلمہ دونوں جھگڑا کر رہی تھیں ان میں سے مسلمہ نے کہا "اگر یہ لکڑی آپ کی ہے تو چلئے قرآن شریف آپ بھی اٹھا لیجئے میں بھی اٹھا لیتی ہوں" اس پر ہندہ نے کہا "میں قرآن معنی زیرو سمجھتی ہوں" لہٰذا اس پر کیا حکم شرعی عائد ہوتا ہے؟

المستفتی: محمد شعیب، بھداول، بستی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب صورت مذکورہ میں ہندہ اپنے قول "میں قرآن معنی زیرو سمجھتی ہوں" سے کافرہ و مرتدہ دائرۂ اسلام سے خارج ہوگئی اس لئے کہ اس کے قول سے قرآن مجید کی توہین ہوئی اور قرآن کریم کی توہین یا اس کی کسی آیت کا انکار کفر ہے۔ مجمع الانہر میں ہے:

اذا انکر آیۃ من القرآن او استخف بالقرآن او عاب شیئا من القرآن او خطی او سخر بآیۃ منہ کفر۔" اھ (ج ۱، ص ۶۹، باب المرتد) اسی میں ہے "من تکلم بھا اختیارا جاھلا بانھا کفر وان لم یعتقد او لم یعلم انھا لفظۃ الکفر ولکن اتی بھا عن اختیار فقد کفر عند عامۃ العلماء ولا یعذر بالجھل" اھ (ج ۱، ص ۶۸۸، باب المرتد)

لہٰذا ہندہ پر لازم ہے کہ وہ توبہ و تجدید ایمان کرے اور شوہر والی ہو تو تجدید نکاح بھی کرے۔ اللہ جبار وقہار کے قہر و غضب سے ڈرے اور آئندہ اس قسم کی باتوں سے پرہیز کرے۔ اگر ہندہ توبہ و تجدید ایمان نہ کرے تو تمام مسلمان اس کا سماجی بائیکاٹ کریں اور معاشرے کو اس کے خبث ظاہری و باطنی سے پاک کریں۔ ارشاد باری ہے:

وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ۝

(پ ۷، سورۂ انعام، آیت نمبر ۶۸، ع ۱۴) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

کتبہ: غلام احمد رضا قادری
۲۵/ذی قعدہ ۱۴۲۸ھ

جاہل عوام جو وہابیوں کے علاقہ میں رہنے کی وجہ سے وہابی سمجھے جاتے ہیں مگر ان کی کفریات پر مطلع نہیں البتہ مطلع ہونے کے بعد انہیں کافر سمجھتے ہیں؟

مسئلہ موجودہ دور کے وہ دیوبندی جو اپنے پیشواؤں کی کفریہ عبارات سے واقف نہیں ہیں، جب ان کے سامنے وہ عبارتیں رکھی جاتی ہیں تو خود ان پیشواؤں کو کافر سمجھتے ہیں۔ امر مطلوب یہ ہے کہ (۱) ان باتوں سے واقف ہونے سے پہلے ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟ (۲) ایسے لوگوں کے نکاح پڑھانے والے، جنازہ پڑھانے والے کا کیا حکم ہے؟ نیز حضور کی یہ حدیث بھی ملحوظ رہے کہ جن کے دل میں رائی برابر بھی ایمان ہوگا، وہ جنت میں جائے گا۔ بینوا توجروا۔

المستفتی: محمد امجد قادری ستاری حضرت خان شاہ ولی کالونی کھنڈوہ (ایم پی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب عوام کالانعام جو وہابیوں، دیوبندیوں کے علاقے میں رہنے کی وجہ سے وہابی دیوبندی سمجھے جاتے ہیں، مگر دیوبندی علماء سے کوئی قرب نہیں رکھتے ہیں اور وہ دیوبندی اور وہابی مذہب کے پیشواؤں جیسے مولوی قاسم نانوتوی، رشید احمد گنگوہی، خلیل احمد انبیٹھی اور اشرف علی تھانوی وغیرہم کے کفریہ عقائد پر مطلع نہیں ہیں، ان پر حکم کفر نہیں اور اگر ان کی کفری عبارتیں سننے کے بعد انھیں کافر کہتے ہیں اور دیوبندیوں سے دور ونفور ہوجاتے ہیں تو سنی ہیں اور جو لوگ ان کی کفری عبارتوں پر مطلع نہیں، مگر علماء اہل سنت سے ان کے تعلق سے سن رکھا ہے کہ ان کے عقائد برے ہیں، ان کو برا جانتے بھی ہیں، مگر تحقیق نہیں کرتے اور ان کے ساتھ اچھے تعلقات رکھتے ہیں، انھیں مسلمان جانتے ہیں، اپنا پیشوا مانتے ہیں، وہ گمراہ ضرور ہیں، انھیں سمجھانے کی کوشش کی جائے۔

صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:

”وہابیوں سے میل جول ناجائز ہے۔ حدیث میں ایسے ہی لوگوں کے بارے میں فرمایا گیا: "ایاکم وایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم۔"

ان کو دور کرو، ان سے دور رہو، کہیں وہ تمھیں گمراہ نہ کردیں، فتنہ میں نہ ڈال دیں، مگر ان سے ملنے والا کافر جب ہی ہوگا کہ ان کے اقوال کفریہ پر مطلع ہو کر ان کو مسلمان جانے۔“ (فتاویٰ امجدیہ، ج ۴، ص ۲۶۸)

اور حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ مشہور زندیق عنایت اللہ مشرقی کے متبعین سے میل جول رکھنے والوں کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں: ”جو لوگ اس کے ان اقوال پر مطلع نہیں، اس کی جماعت میں شریک ہوگئے

ہیں، ان پر ابھی الزام نہیں، ہاں مطلع ہوکر پھر اس کی جماعت میں شریک رہیں گے تو ملزم ہوں گے اور اس کے کفر اور استحقاق عذاب میں بعد اطلاع شک کریں گے تو خود اسلام سے خارج ٹھہریں گے۔"

(فتاویٰ مصطفویہ، ص ۱۱۷)

سائل نے جو حدیث نقل کی ہے، اس سے وہ کیا بتانا چاہتا ہے۔ اگر یہ مطلب ہے کہ کسی شخص میں کچھ باتیں کفر کی ہوں اور ایک رائی کے دانہ برابر بھی ایمان ہو تو وہ جنت میں جائے گا تو یہ اس کا زعم فاسد ہے کہ کفر کے ساتھ ایمان جمع نہیں ہوتا، لہٰذا شریعت کا حکم تو یہ ہے کہ جس شخص میں ننانوے باتیں اسلام کی ہوں اور ایک بات بھی کفر کی ہو تو وہ کافر و مرتد ہے۔

حدیث پاک کا مطلب یہ ہے کہ جس کے دل میں رائی برابر بھی ایمان ہوگا اور نیکیاں نہ ہوں گی وہ اپنی سزا پانے کے بعد بالآخر جنت میں جائے گا۔ اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے:

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ۔ (سورۂ نساء پ:۵)

یعنی بے شک اللہ تعالیٰ کفر و شرک کے علاوہ جس گناہ کو چاہے بخش دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

کتبہٗ: محمد شمیم مصباحی

۴/ذی الحجہ ۱۴۳۰ھ

وہابی کی جنازہ اور نکاح پڑھانا کیسا ہے؟ سنی کے یہاں شادی میں وہابی شریک ہو اور وہ خاموش رہے تو اس کا کیا حکم ہے؟

مسئلہ (۱) کسی سنی لڑکی کو کسی وہابی دیوبندی کے نکاح میں دینا کیسا ہے؟ اسی طرح کسی سنی لڑکے کا کسی وہابیہ دیوبندیہ سے شادی کرنا شرعاً کیسا ہے؟ اور اس نکاح کا کیا حکم ہے؟ جو شخص سنی ہوتے ہوئے ایسا کرے، شرعاً اس پر کیا حکم عائد ہوتا ہے؟ آیا ایسا شخص مرجائے تو اس کی نماز جنازہ میں شرکت درست ہے یا نہیں؟

(۲) کسی وہابی دیوبندی کی نماز جنازہ پڑھانا کیسا ہے؟ اگر کوئی سنی مولوی یا امام پڑھادے تو اس کا شرعاً کیا حکم ہے؟

(۳) کسی وہابی دیوبندی کا نکاح پڑھانا کیسا ہے؟ اگر کوئی سنی مولوی یا امام پڑھادے تو اس کا شرعاً کیا حکم ہے؟

(۴) اگر کسی سنی مولوی کے یہاں شادی وغیرہ کی تقریبات میں وہابی دیوبندی وغیرہ آتے ہوں اور

کھانے پینے میں شریک ہوتے ہوں اور مولوی صاحب خاموش تماشائی بنے رہیں، تو یہ کیسا ہے؟ مولوی مذکور پر کیا حکم ہے؟

(۵) آج کل صلح کلیت کا بڑا زور ہے اور احتیاط پسند سنیوں نیز محتاط ائمہ مساجد کے لئے یہ طبقہ نہایت الجھن کا سبب بنا ہوا ہے، اس لئے صلح کلیوں کا حکم ضرور بیان فرمائیں؟ آیا یہ لوگ سنیوں کے حکم میں ہیں یا وہابیوں، دیوبندیوں کے یا ان دونوں سے الگ ان کا کوئی اور حکم ہے؟ ساتھ ہی ساتھ یہ بھی واضح فرمادیں کہ صحیح معنی میں صلح کلی کہتے کسے ہیں یا یہ کہ صلح کلیت کی صحیح تعریف کیا ہے؟

المستفتی: از محمد عبدالرشید قادری، سکولہ، پیلی بھیت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب (۱) وہابی، دیوبندی اپنے عقائد کفریہ کی بنیاد پر کافر و مرتد ہیں اور مرتد و مرتدہ کے ساتھ کسی کا نکاح نہیں ہوسکتا۔ فتاویٰ ہندیہ میں مبسوط کے حوالے سے ہے:

لا یجوز للمرتد ان یتزوج مرتدۃ ولا مسلمۃ ولا کافرۃ اصلیۃ و کذا لا یجوز نکاح المرتدۃ مع أحد. اھ۔

یعنی مرتد کا نکاح مرتدہ یا مسلمہ یا کافرہ اصلیہ کسی سے جائز نہیں اور ایسے ہی مرتدہ کا نکاح کسی سے جائز نہیں۔ (ص ۲۸۲، ج۱) اور حدیث شریف میں ہے:

ایاکم وایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم ان مرضوا فلا تعودوھم وان ماتوا فلا تشھدوھم وان لقیتموھم فلا تسلموا علیھم ولا تجالسوھم ولا تشاربوھم ولا تواکلوھم ولا تناکحوھم ولا تصلوا علیھم ولا تصلوا معھم

یعنی بدمذہبوں سے دور بھاگو اور انھیں اپنے سے دور رکھو، کہیں وہ تمھیں گمراہ نہ کردیں، کہیں وہ تمھیں فتنہ میں نہ ڈال دیں۔ اگر وہ بیمار پڑیں تو ان کی عیادت نہ کرو اور اگر وہ مرجائیں تو ان کے جنازے میں شریک نہ ہو، ان سے ملاقات ہو تو انھیں سلام نہ کرو، ان کے پاس نہ بیٹھو، نہ ان کے ساتھ کھاؤ، پیو، ان کے ساتھ شادی بیاہ نہ کرو، ان کے جنازے کی نماز نہ پڑھو اور ان کے ساتھ نماز نہ پڑھو۔ یہ حدیث مسلم، ابوداؤد، ابن ماجہ، عقیلی اور ابن حبان کی روایات کا مجموعہ ہے۔ (انوار الحدیث، ص ۱۰۳)

لہٰذا جب وہابی دیوبندی کافر و مرتد ہیں تو کسی سنی لڑکی کو کسی وہابی دیوبندی کے نکاح میں دینا یا کسی سنی لڑکے کا کسی وہابیہ دیوبندیہ سے شادی کرنا حرام و گناہ اور زناکاری کا دروازہ کھولنا ہے۔ جو شخص ان سے اپنے لڑکے یا لڑکی کا نکاح کرے وہ سخت گنہ گار، فاسق، معلن و مستحق غضب جبار ہے۔ اگر وہ علانیہ توبہ و استغفار نہ

کرے اور اس نکاح کے باطل ہونے کا اعلان نہ کرے تو تمام مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس کا سماجی بائیکاٹ کردیں لیکن وہ کافر نہیں، مسلمان ہے، اس لئے ایسا شخص مرجائے تو اس کی نماز جنازہ پڑھیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) وہابی دیوبندی کی نماز جنازہ پڑھنا پڑھانا حرام و گناہ بلکہ کفر ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ○

یعنی ان میں سے کسی کی میت پر کبھی نماز نہ پڑھنا اور نہ ان کی قبر پر کھڑے ہونا بیشک اللہ و رسول سے منکر ہوئے اور فسق ہی میں مر گئے۔ اھ (سورۂ توبہ، پارہ نمبر ۱۰، آیت ۸۴)

فتاویٰ رضویہ میں ہے "متعدد حدیثوں میں بدمذہبوں کی نسبت ارشاد ہوا: ان ماتوا فلا تشھدوھم۔ وہ مریں تو ان کے جنازے پر نہ جاؤ۔ ولا تصلوا علیھم۔ ان کے جنازے کی نماز نہ پڑھو، نماز پڑھنے والوں کو توبہ و استغفار کرنی چاہئے اور اگر صورت پہلی تھی، یعنی وہ مردہ رافضی منکر بعض ضروریات دین تھا اور کسی شخص نے باآنکہ اس کے حال سے مطلع تھا، دانستہ اس کے جنازے کی نماز پڑھی، اس کے لئے استغفار کی جب تو اس شخص کو تجدید ایمان اور اپنی عورت سے ازسرنو نکاح کرنا چاہئے۔" اھ (ص ۵۳، ج ۴)

لہٰذا جن لوگوں کو جنازے کے وہابی دیوبندی ہونے کی تحقیق تھی اور دانستہ اس کے جنازے کی نماز پڑھ لی تو ان پر بربنائے مذہب اصح حکم کفر بھی لازم آئے گا اور انہیں تجدید نکاح کرنا ہوگا، اس لئے کہ نماز جنازہ دعائے مغفرت ہے اور کافر کے لئے دعائے مغفرت کفر ہے۔ فتاویٰ رضویہ میں حلیہ کے حوالے سے ہے:

فی الحلیة نقلا عن القرافی واقرہ الدعاء بالمغفرة للکافر کفر لطلبه تکذیب اللہ تعالیٰ فیما اخبر به۔ (ص ۵۳، ج ۴) واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) وہابی دیوبندی وغیرہ کسی بدمذہب کا نکاح پڑھانا جائز نہیں کہ وہ مرتد ہیں اور مرتد کا نکاح کسی سے نہیں ہوسکتا۔ فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

لا یجوز للمرتد ان یتزوج مرتدة ولا مسلمة ولا کافرة اصلیة وکذا لا یجوز نکاح المرتدة مع احد کذا فی المبسوط۔ اھ (ص ۲۸۲، ج ۱، فصل فی المحرمات)

اگر کسی عالم نے ان کا نکاح پڑھا دیا تو اس کی وجہ سے وہ گنہ گار فاسق اور مستحق عذاب نار ہے اس پر لازم ہے کہ علانیہ توبہ و استغفار کرے اور اس نکاح کے باطل ہونے کا اعلان کرے اور نکاحانہ پیسہ بھی واپس کرے، ورنہ تمام مسلمان اس کا بائیکاٹ کردیں۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ۔ اھ (سورۃ الانعام،

آیت ۶۸) واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) جس سنی مولوی کے یہاں شادی وغیرہ کی تقریبات میں وہابی دیوبندی وغیرہ بدمذہب شریک ہوتے ہیں، اگر وہ مولوی قدرت کے باوجود انھیں شرکت سے منع نہیں کرتا یا ان کی شرکت پر راضی ہے، اسے برا نہیں جانتا، اس لئے سکوت اختیار کئے ہوئے ہے تو وہ گنہ گار مداہن ہے۔ اس پر لازم ہے کہ اس مداہنت سے علانیہ توبہ واستغفار کرے اور اگر وہ اسے دل سے برا جانتا ہے، گھر کے لوگوں کو اس سے منع کرتا ہے، لیکن وہ نہیں مانتے تو اس پر وبال نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۵) صلح کلی وہ ہے جو سنی، وہابی، دیوبندی سب کو اچھا جانے اور کسی کو برا نہ مانے۔ ایسا شخص گمراہ ولامذہب ہے اور بعض صورتوں میں کافر بھی۔ فتاویٰ امجدیہ میں ہے "جو شخص تمام مذاہب کو حق جانتا ہے وہ گمراہ لامذہب ہے، اس کے ساتھ میل جول، اٹھنا بیٹھنا، سلام کلام ناجائز ہے۔ قال اللہ تعالیٰ:

وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ۔ (سورۂ ہود، پ:۱۲)

اگر کوئی شخص دیوبندیوں کے عقائد کفریہ پر بخوبی آگاہ ہو اس کا حکم بھی جانتا ہو، پھر بھی وہ انھیں مسلمان جانے تو وہ کافر ہے۔

حسام الحرمین میں ہے:

وبالجملة هؤلاء الطوائف كلهم كفار مرتدون خارجون عن الاسلام باجماع المسلمين وقد قال فى البزازية والدرر والغرر والفتاوىٰ الخيرية ومجمع الانهر والدر المختار وغيرها من معتمدات الاسفار فى مثل هؤلاء الكفار من شك فى كفره وعذابه فقد كفر وقال فى الشفاء الشريف ونكفر من لم يكفر من دان بغير ملة الاسلام من الملل او وقف فيهم اوشك. اھ (ص ۹۰، مکتبہ رضا اکیڈمی) واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

کتبہ: محمد سفیر الحق رضوی نظامی
۱۳/رجب المرجب ۱۴۳۱ھ

کیا وہابی کا نکاح پڑھانے والا کافر ہو جاتا ہے؟

مسئلہ کیا وہابی کا نکاح پڑھانے والا ایمان سے خارج ہو جاتا ہے؟

المستفتی: قاری شبیر احمد، مدرسہ حنفیہ، جونپور، یوپی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب دیوبندی، وہابی اپنے عقائد کفریہ کی بنا پر کافر ومرتد اسلام سے خارج ہیں اور مرتد کا نکاح دنیا میں کسی سے نہیں ہو سکتا۔ فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

ولا یجوز للمرتد ان یتزوج مرتدۃ ولا مسلمۃ ولا کافرۃ اصلیۃ و کذلک لایجوز نکاح المرتدۃ مع احد کذا فی المبسوط۔اھ۔ (ج۱،ص۲۸۲،فصل المحرمات)

نیز اسی میں ہے: لا یجوز لہ أن یتزوج امرأۃ مسلمۃ ولا مرتدۃ ولا ذمیۃ لا حرۃ ولا مملوکۃ۔اھ (ج۲،ص۲۵۵،الباب التاسع فی احکام المرتدین)

لیکن اگر کسی شخص نے وہابی کا نکاح پڑھا دیا تو اس کی وجہ سے وہ ایمان سے خارج نہیں ہوا، البتہ وہ سخت گنہگار و مستحق عذاب نار ہے کہ وہ حرام کاری کا دروازہ کھولنے والا ہے، اس پر لازم ہے کہ علانیہ توبہ و استغفار کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

کتبہ: محمد شاہد رضا ہشامی

۱۰ ربیع الآخر ۱۴۳۲ھ

سید کی توہین کیسی ہے؟ کسی مسلم کو کافر کہنے کا حکم کیا ہے؟

مسئلہ اگر کوئی معزز سادات خانوادہ ایک زمانہ سے سادات سے مشہور ہو اور زمانہ کے لوگ اسے سادات سے سمجھتے اور تسلیم کرتے ہوں (اپنے آباء واجداد وعلماء سے انھیں سید سنتے اور تسلیم کرتے ہوئے دیکھ کر) اور اس خانوادہ کی تقویٰ وطہارت سے متاثر ہو کر اچھی خاصی تعداد میں لوگ اس سادات خانوادہ کی بزرگی اور موجودہ صاحب سجادہ سے حلقہ ارادت وعقیدت رکھتے ہوں۔ (اس سادات خانوادہ کے پاس ان کا شجرۂ نسب بھی موجود ہے، جن پر اکابر سندھی علماء ومشائخ کے تصدیقی دستخط بھی موجود ہیں) ایسے میں اگر کوئی دوسرے پیر صاحب جو پہلے اس خانوادہ کو سادات سے تسلیم کرتے رہے اور اس خانوادہ کے ذریعہ قائم کردہ ادارہ کے جلسہ دستار فضیلت اور یہاں پر آرام فرما بزرگوں کے اعراس میں شرکت فرماتے رہے اور خود اپنے قائم کردہ ادارہ کے سالانہ جلسہ میں ان حضرات کو مدعو کرتے رہے، لیکن اب ادھر کچھ سالوں سے بغض وحسد کی بنیاد پر اگر یہ تاثر لوگوں میں دینے کی کوشش کر رہے ہوں کہ یہ خانوادہ سادات سے نہیں ہے، صرف اسی پر بس نہیں بلکہ اس خانوادہ کے کچھ مشائخ جو یہاں پر آرام فرما ہیں، جن کی بزرگی وکرامتیں یہاں کے لوگوں کی زبان زد ہیں اور ان بزرگوں کے آستانہ پر اچھی خاصی تعداد میں حاضری دیتے ہوں تو ایسے بزرگوں کے بارے میں

اس طرح کے کلمات لوگوں میں کہا کیا ہے کہ یہ ولی وغیرہ نہیں تھے، ان کی درگاہ پر لوگ بلا مطلب جاتے ہیں۔ ولی تو کجا مسلمان بھی نہیں تھے، بلکہ بھیل تھے اور جادوگر تھے (جبکہ ان کے خانوادہ کے کچھ لوگ گجرات کے علاقہ کچھ اور پاکستان کے صوبہ سندھ میں بھی موجود ہیں۔ سبھی لوگ بالاتفاق سادات سے تسلیم کرتے ہیں) کیا یہ بغض وحسد کی بنیاد پر نہیں ہے؟ المستفتی: محبان جہانیہ کمیٹی وقادری کمیٹی، باڑمیر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب فقہاء کرام نے فرمایا ہے کہ جو سید کی توہین وتحقیر سیادت کی وجہ سے کرے، وہ مطلقاً کافر ہے اور جو سید مشہور ہو، اگر چہ اس کے بارے میں واقعی طور پر سید ہونا معلوم نہ ہو، اسے بغیر دلیل شرعی یہ کہنا کہ وہ صحیح النسب نہیں ہے، حرام ہے۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے ''اور اس میں شک نہیں جو سید کی تحقیر بوجہ سیادت کرے، وہ مطلقاً کافر ہے اور جو سید مشہور ہو، اگر چہ واقعیت نہ معلوم ہو، اسے بلا دلیل شرعی کہہ دینا کہ یہ صحیح النسب نہیں، اگر شرائط قذف کا جامع ہے تو صاف کبیرہ ہے اور ایسا کہنے والا اسی کوڑوں کا سزاوار ہے اور اس کے بعد اس کی گواہی ہمیشہ کو مردود اور اگر شرط قذف نہ ہو تو کم از کم بلا وجہ شرعی ایذاء مسلم ہے اور بلا وجہ شرعی ایذاء مسلم حرام۔'' (ج ۲۴، ص ۴۲۲، مترجم مکتبہ پور بندر گجرات)

یوں ہی سید کو گالی دینا اور برا بھلا کہنا بھی حرام ہے۔ قرآن پاک میں ہے:

وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا۔ (پارہ ۲۲، الاحزاب، آیت نمبر ۵۸) اور جو لوگ مردوں اور عورتوں کو بے کئے ستاتے ہیں، انھوں نے بہتان اور کھلا گناہ اپنے سر لیا۔ (کنز الایمان) لہٰذا بغض وحسد کی بنیاد پر کسی کا کسی کی سیادت سے انکار جائز نہیں، وہ اس سے احتراز کرے اور تائب ہو۔

اور پیر صاحب کا یہ جملہ ''ولی تو کجا مسلمان بھی نہیں تھے، بلکہ وہ بھیل تھے اور جادوگر تھے'' کلمہ کفر ہے کہ یہ مسلمان کو کافر کہنا ہے اور مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی مسلمان دوسرے مسلمان کو کافر کہے اور وہ حقیقت میں مسلمان ہو تو یہ حکم خود اس قائل کی طرف لوٹ آتا ہے۔ حدیث رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے:

ایما امرء قال لاخیه کافر فقد باء بها احدهما ان کان کما قال والا رجعت الیه۔ (مسلم شریف کتاب الایمان بیان حال من قال لاخیه المسلم یا کافر۔ (ج ۱، ص ۵۷)

یعنی کوئی شخص کسی کلمہ گو کو کافر کہے، ان دونوں میں سے ایک پر یہ بلا ضرور پڑے گی، اگر جسے کہا وہ واقعی کافر ہو گیا تھا تو ٹھیک ہے، ورنہ یہ لفظ اسی کہنے والے پر پلٹ آئے گا۔

دوسری جگہ حدیث میں ہے: من دعا رجلا بالکفر او قال عدو اللہ ولیس کذلک الا حار علیہ۔ (مسلم شریف، کتاب الایمان، ج ۱، ص ۵۷)

یعنی جو کسی کو کفر پر پکارے یا خدا کا دشمن کہے اور وہ حقیقت میں ایسا نہ ہو تو اس کا یہ کہنا اسی پر پلٹ آئے۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے "جو شخص کسی کلمہ گو کو کافر کہے، ان دونوں میں سے ایک پر بلا ضرور پڑے گی، جسے کہا اگر وہ کافر تھا خیر، ورنہ یہ تکفیر اسی قائل پر پلٹ آئے گی۔ یہ کافر ہو جائے گا۔" (کتاب السیر، ج ۶، ص ۱۱)

یہ گفتگو اس تقدیر پر ہے کہ سوال میں ان لوگوں کو سادات سے کہا گیا ہے، لیکن جب وہ پیران پر الزام عائد کرتا ہے تو حل کی راہ یہ ہے کہ ان لوگوں کے مسلمان نہ ہونے پر اور بھیل اور جادوگر ہونے پر ثبوت شرعی پیش کرے۔ اگر وہ ثبوت شرعی پیش کر دے تو اس پر حکم کفر نہ ہوگا اور اس کا حکم صحیح ٹھہرے گا اور اگر ثبوت شرعی نہ پیش کر سکے تو اسے حکم ہوگا کہ اپنے قول سے علانیہ رجوع و توبہ کرے اور تجدید اسلام اور تجدید نکاح بھی کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — **کتبہ:** محمد آصف ملک علیمی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۵ ربیع الآخر ۱۴۳۱ھ

کفریات پر مشتمل نصاب کا پڑھنا پڑھانا کیسا ہے؟

مسئلہ حکومت پاکستان کی طرف سے ایسا نصاب اسکولوں، کالجوں و دینی مدارس کے لئے ترتیب دیا جاتا ہے، جو سراسر لادینی ہے، جس میں ہزاروں کفریات مثلاً انگریزوں کو معاذ اللہ، اللہ تعالیٰ کا بیٹا (اولاد) انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو جنگلی، وحشی غیر مہذب، اسلاف کی توہین، یہود و نصاریٰ زمانہ کی تعریف، مرتدین زمانہ سر سید علی گڑھی وغیرہ اکابر دیابنہ، رافضیہ، نیچریہ وغیرہم کو عظیم مسلمان رہنما، بزرگان دین، ان کے اداروں کو اسلام کے قلعے، رشد و ہدایات کے مراکز، اسلام کے ہزاروں احکامات قطعیہ ضروریہ کا انکار استخفاف، استہزاء شامل ہیں اور ان کا داخل نصاب ہونا مدارس والوں کو بھی تسلیم ہے اور کفر و ضلالت ہونا بھی، پھر بایں ہمہ وہ ایسا نصاب بغیر کسی تردید و تکذیب اور تغلیط کے اور بغیر طلبہ کو اس پر خبردار کرنے کے پڑھاتے ہیں۔ طلبہ بھی بغیر کسی رد و قدح کے بہ تسلیم و رضا پڑھ لیتے ہیں اور امتحانات میں پرچہ جات ترتیب دینے والے اور پرچہ حل کرنے والے طلبہ جوابات مطابق سوالات لکھتے ہیں اور یہ سارا کام محض سرکاری و نیم سرکاری اداروں میں وہابیہ کے مقابلہ میں بھرتی ہونے کے لئے کیا جاتا ہے۔

جب کہ وہ ادارے غیر اسلامی یہودی نظام کے مطابق چل رہے ہیں۔ ان میں سب کچھ انگریزی، یہودی، کافرانہ قوانین وطریقوں کے تحت ہوتا ہے، جو بھی بھرتی ہوتا ہے اسے سیکولر، لادینی نظام حکومت کا آلہ کار بننا پڑتا ہے۔ مثلاً اگر فوج میں بھرتی ہوا تو بوجہ رکنیت اقوام متحدہ ان کے چارٹر کے مطابق کہنے اور کرنے کا پابند ہوگا اور معلوم ہے کہ اقوام متفرقہ کا چارٹر سراسر لادینی اور کفر وظلمت سے لبریز ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ ایسا نصاب پڑھانے اور پڑھنے والوں کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔ **المستفتی:** فضل احمد چشتی لاہور، پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب ایسی کتابیں یا ایسے نصاب جن میں کفریات وضلالات وبطالات ہوں ان کتابوں یا ان نصابوں کا بچوں اور عوام کو پڑھنا پڑھانا اور دیکھنا حرام ہے، اس لئے کہ بہت ممکن ہے کہ ان کی باتیں یا ان کے جملے عامی ذہن اور بچوں کے دماغ میں گھر کر جائیں اور ان کے عقیدہ وعمل کے فساد کا باعث ہوں۔ مشہور ہے کہ محدث ابن سیرین علیہ الرحمہ کے پاس دو بدمذہبوں نے آکر عرض کی: ہم آپ سے حدیث بیان کرنا چاہتے ہیں۔ آپ نے منع فرمادیا۔ انھوں نے کہا: تو پھر آپ ہی کوئی حدیث ہمیں پڑھ کر سنایئے۔ فرمایا: یہ بھی نہیں، یا توتم لوگ یہاں سے چلے جاؤ یا میں چلا جاؤں گا۔ وہ دونوں نکل گئے۔ لوگوں نے امام موصوف سے وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا:

انی خشیت ان یقرأ علیّ آیۃ فیحرف فیقر ذلك فی قلبی۔

مجھے ڈر ہوا کہ آیت پڑھ کر اس کے معنی میں کچھ تحریف کردیں اور میرے دل میں وہ گھر کر جائے۔

ایسا ہی فتاویٰ امجدیہ ج ۴، ص ۱۶، ۱۷ پر ہے۔

جب ایک امام وقت اور محدث عصر کا یہ حال ہے تو ہما شما کا کیا ٹھکانہ، وہ بھی بچوں اور عوام کا، لہٰذا جن کتابوں یا جن نصابوں میں کلمات کفریہ وعقائد باطلہ شامل ہوں ان کا بچوں کو پڑھنا پڑھانا جائز نہیں۔

ہاں ضرورت دینیہ ہو، مثلاً کوئی ان کا رد کرنا چاہتا ہو۔ رد کی خواہش رکھتا ہو، مسلمانوں کو ان کے اقوال کی خباثتوں سے آگاہ کرنا چاہتا ہے، ان کی تلبیسات کا پردہ چاک کرنا چاہتا ہے تو چند شرائط کے ساتھ ان کتابوں یا ان نصابوں کی تعلیم وتعلم جائز ہے۔ وہ شرائط فتاویٰ رضویہ کے الفاظ میں یہ ہیں: اولاً یہ کہ ان کتابوں یا ان نصابوں کے انہماک نے معلم کے نور قلب اور سلامت عقل کو منتفی نہ کردیا ہو کہ ایسے شخص کو خود ان کی تعلیم سے یک لخت دامن کشی فرض اور اس سے ضرر راشد کی توقع۔ ثانیاً وہ عقائد حقہ اسلامیہ سنیہ سے بروجہ کمال واقف وماہر اور اثبات حق وازہاق باطل پر بعونہ تعالیٰ قادر ہو، ورنہ قلوب طلبہ کا تحفظ نہ کر سکے گا۔ ثالثاً وہ اپنی اس قدرت کو بالتزام تام ایسے محل ومقام پر استعمال بھی کرتا ہے، ہرگز کسی مسئلہ باطلہ پر آگے نہ چلنے دے، جب تک اس کا بطلان متعلم کے ذہن نشین نہ

کرے۔ رابعاً متعلم کو قبل تعلیم خوب جانچ لے کہ پورا سنی صحیح العقیدہ ہے اور اس کے قلب میں ان کتابوں اور ان نصابوں کی عظمت و وقعت متمکن نہیں۔ خامساً اس کا ذہن بھی سلیم اور طبع مستقیم دیکھ لے۔ بعض طبع خواہی نخواہی بد زیغ کی طرف جاتے ہیں۔ حق بات ان کے دلوں پر کم اثر کرتی ہے اور جھوٹی بات جلد، قال اللہ تعالیٰ:

وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الرُّشْدِ لَا يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الْغَيِّ يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ؕ (سورۂ اعراف، پ:۹)

بالجملہ گمراہ ضال یا مستعد ضلال کو اس کی تعلیم حرام قطعی ہے۔ سادساً معلم و متعلم کی نیت صالحہ ہو، نہ اغراض فاسدہ۔ سابعاً تنہا اسی پر قانع نہ ہو، بلکہ دینیات کے ساتھ ان کا سبق ہو کہ اس کی ظلمت اس کے نور سے متجلی ہوتی رہے۔ ان شرائط کے لحاظ کے ساتھ بعونہ تعالیٰ اس کے ضرر سے تحفظ رہے گا اور اس تعلیم و تعلم سے انتفاع متوقع ہوگا۔ (فتاویٰ رضویہ، ص ۸۲، ج:۹، نصف اوّل)

مگر صورت مسئولہ میں نصاب مذکور کی تعلیم و تعلم کسی ضرورت دینی و حاجت شرعیہ کی وجہ سے نہیں ہے، اس لئے نصاب مذکور کی تعلیم و تعلم حرام ہے اور اگر کوئی اس نصاب کی کفریات پر آگاہ ہو کر اس پر راضی بھی ہو تو اس پر کفر لازم ہے۔ ایسے لوگوں پر فرض ہے کہ اس سے توبہ کریں، پھر تجدید ایمان بھی اور بیوی والے ہوں تو تجدید نکاح بھی کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہٗ: سرفراز احمد فیضی
۱۸؍ رجب المرجب ۱۴۳۰ھ

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

وہابیوں کا رد نہ کرنے والے سنی علما کو صلح کلی کہنا کیسا ہے؟

مسئلہ آج ذاتی عناد کی بنیاد پر عوام تو عوام کچھ نام نہاد علماء و حفاظ اچھے خاصے سنی علماء کرام کو محض فحش الفاظ میں رد نہ کرنے کی وجہ سے وہابی یا صلح کلی کہتے ہیں، جبکہ ان کا وہابیوں اور دیوبندیوں سے دور دور تک کوئی رشتہ نہیں۔ سوال یہ ہے کہ ان نام نہاد علماء و حفاظ کے بارے میں کیا حکم ہے؟ کیا وہ اپنے اس قول کی وجہ سے خود وہابیوں و صلح کلیوں کے زمرے میں شامل ہوں گے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

المستفتی: از محمد امجد قادری ستاری حضرت خان شاہ ولی کالونی کھنڈوہ (ایم پی)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الجواب وہابیوں، دیوبندیوں کا رد مدلل انداز میں ضروری ہے، تاکہ عوام ان کی بد مذہبی سے آگاہ ہوں اور ان سے دور و نفور رہیں، مگر اس کے لئے فحش الفاظ نہیں استعمال کرنا چاہئے۔ جو نام نہاد علماء و حفاظ ذاتی

عناد کی بنیاد پر اچھے خاصے سنی علماء کو جن کا وہابیوں دیوبندیوں سے دور دور تک کوئی رشتہ نہیں ہے، محض فحش الفاظ میں رونہ کرنے کی وجہ سے وہابی یا صلح کلی کہتے ہیں، وہ حقوق العباد اور کبیرہ کے مرتکب ہیں۔ان پر لازم ہے کہ ان سے معافی مانگیں اور توبہ بھی کریں کہ کسی عام سنی صحیح العقیدہ مسلمان کو وہابی یا رافضی یا بدمذہب کہنا گالی اور قابل تعزیر ہے، نہ کہ علماء اہل سنت جن کی توہین پر اندیشۂ کفر ہے۔

البحرالرائق میں ہے:

ولا یخفی ان قولہ یارافضی بمنزلۃ یاکافر أو یامبتدع فیعزر۔ (ج۵،ص۴۴)

اور فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

ذکر اھل العلم بالتحقیر وجب علیہ التعزیر۔ (ج۲،ص۱۶۹)

اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ توہین علماء کے سلسلے میں تحریر فرماتے ہیں: ''اگر بوجہ علم اس کی تعظیم فرض جانتا ہے، مگر اپنی کسی دنیوی خصومت کے باعث برا کہتا ہے، گالی دیتا ہے اور تحقیر کرتا ہے تو سخت فاسق وفاجر ہے اور اگر بے سبب رنج رکھتا ہے تو مریض القلب اور خبیث الباطن ہے اور اس کے کفر کا اندیشہ ہے۔خلاصہ میں ہے: من ابغض عالما من غیر سبب ظاھر خیف علیہ الکفر۔ منح الروض الازھر میں ہے: الظاھر انہ یکفر۔ (فتاویٰ رضویہ، ج۹،ص۱۴۰،نصف اول) واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد شمیم مصباحی
۴؍ ذی الحجہ ۱۴۳۰ھ

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

حضور کو ازلی اور ابدی کہنا کیسا ہے؟

مسئلہ ایک سنی عالم نے تبلیغ کے دوران شرک کی وضاحت کرتے ہوئے یوں فرمایا کہ ازلی اور ابدی صرف اللہ ہے۔اللہ عزوجل کے سوا کوئی ازلی اور ابدی نہیں ہے وعظ شریف کے دوران دوسرے سنی عالم نے اس کی ممانعت کی اور کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی ازلی اور ابدی ہیں۔یہ صرف اس مسجد کا امام ہے عالم نہیں ہے معمولی حکمت جانتا ہے۔

اب دریافت یہ کرنا ہے کہ ان دو عالموں میں کونسا عالم صحیح اور درست ہے تو بہ ان دو میں سے کس کو کرنا ہے۔اگر فتویٰ کفر ہے تو کس عالم کو اور کس کا کہنا غلط مسلمان کون رہا اور کس عالم کو دوبارہ کلمہ پڑھنا ہے۔نکاح اور بیعت کس کی نہ رہی کیا وہ عالم منصب امامت وغیرہ پر رہ سکتا ہے؟ از روئے شریعت ہمیں اس بارے میں حکم

صادر فرمائیں۔ المستفتی: الحمزہ ایجوکیشنل ٹرسٹ رجسٹرڈ محلہ مخدوم صاحب سری نگر کشمیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب متکلمین کے نزدیک ازلی وابدی کا معنی ہے جو ہمیشہ سے ہو اور ہمیشہ رہے نہ کبھی معدوم تھا نہ ہو یعنی قدیم ہو اس معنی کے لحاظ سے ازلی وابدی ہونا اللہ تعالیٰ کی صفات خاصہ میں سے ہیں اور کسی غیر خدا کو ازلی وابدی کہنا باجماع مسلمین کفر ہے۔ قرآن پاک میں ہے: "كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ" ہر چیز فانی ہے سوا اس کی ذات کے (پ ۲۰ سورۂ قصص آیت ۸۸) كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ۔" زمین پر جتنے ہیں سب کو فنا ہے اور باقی ہے تمہارے رب کی ذات عظمت اور بزرگی والا۔ (پ ۲۷ سورۂ رحمن آیت ۲۶، ۲۷)

صحیح بخاری شریف میں عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "کان اللہ تعالیٰ و لم یکن شیء غیرہ" (ازل میں) اللہ تعالیٰ تھا اور اس کے سوا کچھ نہ تھا (کتاب بدء الخلق باب ما جاء فی قول اللہ تعالیٰ و ھو الذی یبدأ الخلق الخ ج ۱ ص ۴۵۳)

علامہ قاضی عیاض علیہ الرحمۃ والرضوان شفا شریف میں تحریر فرماتے ہیں "من اعترف بالھیۃ اللہ و وحدانیتہ ولکنہ اعتقد ان معہ فی الازل شیئا قدیما غیرہ او أن ثم صانعا للعالم سواہ فذلک کلہ کفر باجماع المسلمین" اھ ملخصاً یعنی جس نے اللہ تعالیٰ کی الوہیت و وحدانیت کا اقرار کیا لیکن اللہ تعالیٰ کے غیر کے قدیم ہونے کا اعتقاد رکھا یا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو صانع عالم مانا تو یہ سب باجماع مسلمین کفر ہے۔ "تلخیص" (ج ۲ ص ۲۸۲ فصل فی بیان ما ھو من المقالات کفر الخ)

لہٰذا غیر خدا کو ازلی وابدی بمعنی مذکور کہنے والے پر لازم ہے کہ تجدید اسلام، تجدید نکاح اور تجدید بیعت بھی کرے۔

درمختار "باب المرتد" میں ہے "و فی شرح الوھبانیۃ للشرنبلالی: ما یکون کفرا اتفاقا: یبطل العمل والنکاح واولادہ اولاد زنا یعنی شرح وہبانیہ شرنبلالی میں ہے کہ متفق علیہ کفر سے عمل اور نکاح باطل ہو جاتا ہے، حالت کفر کی اولاد اولاد زنا ہوگی۔" (ج ۶ ص ۳۹۰)

لیکن ازلی ابدی کا اطلاق مدت دراز کے معنی میں بھی ہوتا ہے جیسا کہ مجدد اسلام اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان نے اپنے رسالہ "الدولۃ المکیۃ" کی قسم ثانی میں سوال ثانی کے جواب میں وضاحت کی ہے۔ اس مفہوم کے لحاظ سے اگر کوئی حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ازلی ابدی کہہ دے تو اس پر حکم کفر نہ ہوگا لہٰذا جب تک یہ نہ معلوم ہو جائے کہ امام کی مراد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ازلی ابدی کہنے سے کیا

ہے اس وقت تک اس کی تکفیر نہ ہوگی۔ تاہم امام پر لازم ہے کہ ایسے کلمات کا اطلاق ذات رسالت پر نہ کرے اور احتیاط اسی میں ہے کہ توبہ وتجدید ایمان کرلے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد محسن مصباحی
۱۸/ جمادی الآخر ۱۴۳۲ھ

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

یہ کہنا کہ "انبیاو مرسلین سے بھی غلطی ہوئی ورنہ آدم علیہ السلام آسمان سے زمین پر کیوں پھینکے جاتے"

مسئلہ ایک حافظ جو کہ امامت بھی کرتا ہے اس سے کئی مرتبہ گناہ صادر ہوئے اور کئی بار اس سے توبہ کرا چکے ہیں۔ ایک شخص نے اس سے کہا کہ آپ نے پرسوں تو توبہ کی تھی اور آج آپ نے پھر وہی کام کیا پھر وہی غلطی کی (یعنی وعظ کہنا شروع کردیا) جبکہ فتاویٰ رضویہ شریف میں لکھا ہے کہ غیر عالم کو وعظ کہنا حرام اور اس کا وعظ سننا بھی حرام (ج ۹ ص ۳۰۶ نصف آخر) تو اس امام نے جو عالم نہیں ہے جواب دیا کہ آپ لوگ میرے پیچھے پڑے رہتے ہو کیا اکیلے مجھ سے ہی غلطی ہوئی ہے انبیاء و مرسلین سے بھی لغزش و غلطی ہوئی ہے جب اس سے کہا کہ انبیاء و مرسلین معصوم ہیں ان سے غلطی نہیں ہوئی تو اس امام نے کہا کہ اگر غلطی نہیں ہوتی تو اللہ تعالیٰ آدم کو آسمان سے زمین پر کیوں پھینکتا یہ وہ الفاظ ہیں جو امام حافظ نے کہے۔

اس ضمن میں ہم بہار شریعت حصہ اوّل، ص ۲۲ سے یہ مضمون ملاحظہ فرمائیں لکھا ہے "مسئلہ ضروریہ انبیاء کرام علیہم السلام سے جو لغزشیں واقع ہوئیں ان کا ذکر تلاوت قرآن وروایت حدیث کے سوا حرام اور سخت حرام ہے اوروں کو ان سرکاروں میں لب کشائی کی کیا مجال مولی عزوجل ان کا مالک ہے جس محل پر جس طرح چاہے تعبیر فرمائے وہ اس کے پیارے بندے ہیں۔ اپنے رب کے لئے جس قدر چاہیں تواضع فرمائیں دوسرا ان کلمات کو سند نہیں بنا سکتا اور خود ان کا اطلاق کرے تو مردود بارگاہ ہوگا۔

حافظ امام کا خود اطلاق کرنا اپنی غلطی کو دبانے کے لئے انبیاء کرام کو لغزش و غلطی کرنے والے کہنے سے یہ امام سند لایا۔ بہار شریعت سے مردود بارگاہ ہوگیا کیا کفر عائد ہوا اور اگر یہ امام کافر ہوا تو اس کی توبہ کس طرح ہے۔ کیا تجدید اسلام وتجدید نکاح سے توبہ قبول ہوگی۔ جواب عطا فرمائیں۔ یہ امام خود غلطی کرکے انبیاء علیہم السلام کی سند لایا ہے۔ انبیاء کی توہین کرکے مردود بارگاہ خارج اسلام ہوا یا نہیں، انبیاء علیہم السلام کی توہین کے بعد جو نمازیں اس کے پیچھے پڑھیں ان کا کیا حکم ہے؟

المستفتی: از مولانا عبد السلام نوری، کٹرا چرپور لال ناکا، جاورا، ضلع، رتلام (ایم، پی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب تلاوت قرآن یا قرأت حدیث کے سوا اپنی طرف سے حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام خواہ کسی نبی کی طرف معصیت کو منسوب کرنا سخت حرام ہے بلکہ ایک جماعت علمائے کرام نے اسے کفر بتایا ہے لہٰذا جو اپنی غلطی پر انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کی سند لائے اس پر واجب ہے کہ توبہ کرے اور احتیاطاً تجدید اسلام اور تجدید نکاح بھی کرے۔

فتاوی رضویہ "باب الغسل" میں ہے "غیر تلاوت میں اپنی طرف سے سیدنا آدم علیہ الصلاۃ والسلام کی طرف نافرمانی وگناہ کی نسبت حرام ہے۔ ائمہ دین نے اس کی تصریح فرمائی بلکہ ایک جماعت علمائے کرام نے اسے کفر بتایا۔ مولیٰ کو شایان ہے کہ اپنے محبوب بندوں کو جس عبارت سے تعبیر فرمائے دوسرا کہے تو اس کی زبان گدی کے پیچھے سے کھینچی جائے۔ للہ المثل الاعلی بلاتشبیہ یوں خیال کرو کہ زید نے اپنے بیٹے عمرو کو اس کی کسی لغزش یا بھول پر متنبہ کرنے ادب دینے حزم وعزم واحتیاط اتم سکھانے کے لئے مثلاً بیہودہ نالائق احمق وغیرہا الفاظ سے تعبیر کیا باپ کو اس کا اختیار تھا۔ اب کیا عمرو کا بیٹا بکر یا غلام خالد انہیں الفاظ کو سند بنا کر اپنے باپ اور آقا عمرو کو یہ الفاظ کہہ سکتا ہے۔ حاشا اگر کہے گا سخت گستاخ ومردود، دونا سزا ومستحق عذاب وتعزیر وسزا ہوگا، جب یہاں یہ حالت ہے تو اللہ عزوجل کی ریس کرکے انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کی شان میں ایسے لفظ کا بکنے والا کیوں کر سخت شدید ومدید عذاب جہنم وغضب الٰہی کا مستحق نہ ہوگا۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

امام ابو عبداللہ محمد بن عبدری ابن الحاج "مدخل" میں فرماتے ہیں "قد قال علماؤنا رحمھم اللہ تعالیٰ ان من قال عن نبی من الانبیاء علیھم الصلاۃ والسلام فی غیر التلاوۃ والحدیث انہ عصی او خالف فقد کفر نعوذ باللہ من ذلک" یعنی ہمارے علماء رحمہم اللہ تعالیٰ نے فرمایا انبیاء علیہم السلام کا ذکر بغیر تلاوت یا حدیث کے ان کی لغزش کا ذکر کیا یا ان کی نافرمانی کا ذکر کیا تو اس نے کفر کیا۔

(فتاوی رضویہ ج ۱ ص ۲۳۳)

درمختار "باب المرتد" میں ہے "وفی شرح الوھبانیۃ للشرنبلالی مایکون کفرا اتفاقا یبطل العمل والنکاح واولادہ اولاد زنا ومافیہ خلاف یومر بالاستغفار والتوبۃ وتجدید النکاح یعنی "شرح وہبانیہ شرنبلالی میں ہے کہ متفق علیہ کفر سے عمل اور نکاح باطل ہو جاتا ہے، حالت کفر کی اولاد اولاد زنا ہوگی اور جس کے کفر ہونے میں اختلاف ہو اس میں توبہ واستغفار اور تجدید نکاح کا حکم دیا جائے گا۔

اسی قول کے تحت ردالمحتار میں ہے "قولہ والتوبۃ ای تجدید الاسلام قولہ وتجدید النکاح ای احتیاطا کما فی الفصول العمادیۃ" یعنی ان کے قول والتوبۃ سے تجدید اسلام اور تجدید

نکاح سے احتیاطی تجدید نکاح مراد ہے جیسا کہ فصول العمادیہ میں ہے۔(ج۶ص۳۹۰)
لہٰذا اپنی غلطی پر انبیاء کرام علیہم السلام کی سند لانے والا جب تک کہ توبہ اور تجدید ایمان و نکاح نہ کرے اس کی اقتدا میں نماز درست نہیں۔اس معاملہ کے بعد سے اب تک جو نمازیں اس کے پیچھے پڑھی گئی ہیں ان کا اعادہ کریں۔

درمختار "باب الامامۃ" میں ہے "مشى فى شرح المنية على ان كراهة تقديمه (يعنى الفاسق) كراهة تحريم"۔یعنی شرح المنیہ میں ہے کہ اس (فاسق) کی تقدیم مکروہ تحریمی ہے۔(ج۲ص۲۹۹)
درمختار "باب صفة الصلوٰة" میں ہے کل صلاة اديت مع كراهة التحريم تجب اعادتها۔ یعنی ہر وہ نماز جو کراہت تحریمی کے ساتھ ادا کی جائے اس کا اعادہ واجب ہے۔(ج۲ص۱۴۷) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — کتبہٗ: محمد محسن مصباحی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۱۹ر محرم الحرام ۱۴۳۲ھ

وہابیوں کو مرتد مانتے ہوئے ان سے اختلاط رکھنا کیسا ہے؟

(مسئلہ) زید اپنے کو سنی بتاتا ہے اور جامع مسجد اہل سنت ہی میں سنی امام کے پیچھے نماز بھی پڑھتا ہے اور بستی کے تمام اہل سنت کی طرح جامع مسجد اہل سنت میں ہر قسم کا چندہ بھی دیتا ہے اور جامع مسجد اہل سنت جس میں زید نماز پڑھتا ہے اس مسجد کے نمازی بھی زید کو سنی مانتے ہیں اور بستی کے عوام اہل سنت بھی زید کو سنی مانتے ہیں زید کے لڑکے کی شادی ہوئی تو امام جامع مسجد اہل سنت نے اس کے یہاں شادی میں شرکت کی تو بستی کے دو چار لوگوں کو اعتراض ہوا اور انہوں نے زید کو دیوبندی بتاتے اور کہتے ہوئے امام موصوف کے پیچھے نماز پڑھنا چھوڑ دیا اور امام صاحب کے خلاف چہ می گوئیاں شروع کر دیں۔تو امام صاحب نے زید کے سامنے دیوبندیوں کے عقائد باطلہ پیش کئے تو زید نے ان عقائد سے برأت و بیزاری کا اظہار کیا پھر امام صاحب نے اسی وقت اختصاراً دیوبندی مولویوں کے وہ عقائد کفریہ کہ جن کی وجہ سے علمائے عرب و عجم نے ان طواغیت اربعہ دیوبندیہ کے کافر و مرتد ہونے کا حکم صادر فرمایا تحریر کر کے دستخط کرنے کو کہا تو زید نے دستخط بھی کر دیے جس کی فوٹو کاپی زیر نظر استفتاء کے ساتھ منسلک ہے رہا سوال یہ کہ دو چار لوگ زید کو دیوبندی کیوں کہہ رہے ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ زید نے اسی جامع مسجد اہل سنت کے کسی سابق امام سے کسی وجہ سے بدظن ہو کر دیوبندیوں کی مسجد میں کچھ عرصہ نماز پڑھی ہے اور دوسری وجہ دیوبندیوں سے اختلاط ہے (اگر چہ یہ بھی حرام و سخت حرام ہے) مگر اس میں زید کی کوئی تخصیص نہیں اور یہ نہ صرف ہمارے یہاں اس بستی میں بلکہ جہاں جہاں

سنی دیوبندی دونوں گروپ کے لوگ پائے جاتے ہیں وہاں اکثر اس قسم کے اختلاط کے مرتکب ہوتے ہیں۔ (الا ماشاء اللہ) اور عوام وخواص اہل سنت اس طرح کے لوگوں کو اہلسنت ہی مانتے آ رہے ہیں۔ شاید کبھی ان کو خارج از اہلسنت نہیں کہا گیا۔ الحاصل دریافت طلب امر یہ ہے کہ صورت مسئولہ میں زید شرعاً سنی ہے یا نہیں؟ زید کو سنی مانا جائے یا نہیں؟ زید کو سنی ماننے والے نمازی واہل بستی حق وصواب پر ہیں یا وہ دو چار لوگ جو زید کو دیوبندی کہنے اور ماننے پر مصر ہیں؟ از روئے شرع جواب عنایت فرمائیں عین نوازش ہوگی (واضح رہے کہ زید خالصاً دنیادار اور دینی تعلیم سے نابلد ہے۔)   المستفتی: محمد عبدالرشید قادری پیلی بھیتی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب جب زید دیابنہ کے عقائد باطلہ کو اقوال کفریہ میں شمار کرتا ہے اور اس طرح کا عقیدہ رکھنے والے کو کافر جانتا ہے اور اس نے طلب پر اس کی تحریریں دے دی تو وہ ضرور سنی ہے آبادی کے لوگوں کا اسے اہل سنت سے شمار کرنا درست ہے کہ سنی کو سنی ہی کہا جائے گا۔ اگرچہ شامت نفس کی وجہ سے دیوبندیوں سے اس کا اختلاط ہو کیونکہ محض ان سے اختلاط کے باعث کوئی کافر نہ ہوگا جب تک کہ ان کے اقوال کفریہ سے بخوبی آگاہ ہو کر انہیں مسلمان نہ جانے۔

فتاوی امجدیہ میں ہے "وہابیوں سے میل جول ناجائز ہے۔ حدیث میں ایسے ہی لوگوں کے لئے فرمایا گیا ایاکم وایاھم ولایضلونکم ولایفتنونکم ان کو دور کرو ان سے دور رہو کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کردیں، فتنہ میں نہ ڈال دیں مگر ان سے ملنے والا کافر جب ہی ہوگا کہ ان کے اقوال کفریہ پر مطلع ہو کر ان کو مسلمان جانے۔" اھ (ج ۴ ص ۴۶۸)

البتہ زید دیابنہ سے اختلاط کی بنا پر گنہگار وفاسق ضرور ہے کیونکہ ان کو گمراہ بددین جانتے ہوئے ان سے میل جول رکھنا ناجائز وحرام ہے۔ فتاوی رضویہ میں ہے "اگر ان کو گمراہ بددین جانتا اور کہتا ہے پھر بھی ان سے میل جول رکھتا ہے تو سخت فاسق بیباک ہے۔ اس کی مناکحت سے احتراز چاہئے۔" اھ (ج ۵ ص ۱۷۲)

لہٰذا زید توبہ واستغفار کرے اور دوبارہ دیوبندیوں سے تعلقات بنائے رکھنے سے بچے کہ ان سے کسی بھی طرح کا تعلق زہر قاتل ہے۔ اور اگر زید ان کے عقائد کفریہ پر مطلع نہیں تھا یا انہیں کافر تو سمجھتا تھا لیکن کسی دنیوی غرض کے باعث ان سے میل جول رکھتا اور ان کے پیچھے نماز پڑھ لیتا تھا تو وہ سخت گنہگار اور اس کی سب نمازیں باطل وبیکار ہیں اس صورت میں زید کے ظاہر حال کو دیکھ کر زید کو دیوبندی کہنے والوں پر بھی کوئی الزام نہیں کہ انہوں نے ظاہری اختلاط کی بنا پر اسے دیوبندیوں میں گردانا ہے۔

فتاویٰ رضویہ میں ہے "جسے یہ معلوم ہو کہ دیوبندیوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی ہے

پھران کے پیچھے نماز پڑھتا ہے۔ اسے مسلمان نہ کہا جائے گا کہ پیچھے نماز پڑھنا اس کی ظاہر دلیل ہے کہ ان کو مسلمان سمجھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنے والے کو مسلمان سمجھنا کفر ہے اور جن کو اس کی خبر نہیں اجمالاً اتنا معلوم ہے کہ یہ برے لوگ بدعقیدہ بدمذہب ہیں وہ ان کے پیچھے نماز پڑھنے سے سخت اشد گنہگار ہوتے ہیں اور ان کی وہ نمازیں سب باطل و بیکار۔'' اھ (ج ۶ ص ۷۶، ۷۷) واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد اظہر الدین برکاتی
۱۳ محرم الحرام ۱۴۳۲ھ

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

کفریات وہابیہ کی تشہیر کیا علما و عوام پر واجب ہے؟ ہاں تو کیوں؟

وہابیہ کے کفریات پر اطلاع یقینی کا کیا مطلب ہے؟

مسئلہ (۱) دیوبندیوں کے علمائے اربعہ یعنی اشرف علی تھانوی، رشید احمد گنگوہی، خلیل احمد انبیٹھی، قاسم نانوتوی کے کفریات اور ان کے کافر و مرتد ہونے کی تشہیر کرنا کیا اہل سنت یا علمائے اہل سنت پر لازم و ضروری ہے؟ اگر ضروری ہے تو کیوں؟

(۲) علمائے اہل سنت نے فرمایا ''جو شخص ان چاروں کے کفریات پر اطلاع یقینی پانے کے بعد بھی ان کے کفر و عذاب میں شک کرے اور انہیں کافر نہ جانے وہ بھی کافر ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ اطلاع یقینی کسے کہتے ہیں اور وہ کون کون سی اطلاع ہیں جنہیں اطلاع یقینی کہا جا سکتا ہے؟ تفصیل سے بیان فرمائیں نوازش ہوگی۔

المستفتی: از محمد عبد الرشید قادری پیلی بھیتی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب (۱) دیوبندی مذہب کے پیشواؤں کے کفریات اور ان کے کافر و مرتد ہونے کی تشہیر کرنا علمائے اہل سنت پر لازم و ضروری ہے اس لئے کہ قرآن پاک میں ہے "وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ" اور تم میں ایک ایسا گروہ ہونا چاہئے کہ بھلائی کی طرف بلائے اور اچھی بات کا حکم دے اور بری بات سے منع کرتے اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔ (پ ۴ سورہ آل عمران آیت ۱۰۴) اپنے مسلمان بھائیوں کا ایمان بچانے کے لئے دیوبندی مذہب کے کفریات سے انہیں آگاہ کرنا اور انہیں اس سے دور رکھنے کی کوشش کرنا امر بالمعروف و نہی عن المنکر میں داخل ہے۔

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان ”فتاویٰ رضویہ“ میں تحریر فرماتے ہیں ”ایسے نازک وقت میں کہ ہر چہار طرف سے دین حق پر حملے ہو رہے ہیں اور بیخ کنان سنت یک بارگی ٹوٹ پڑے ہیں۔ کیا علمائے اہل سنت پر واجب نہیں کہ اپنے علم کو ظاہر کریں اور میدان میں آکر تحریراً و تقریراً احیائے سنت و اماتت بدعت و نصرت ملت فرمائیں اگر ایسا نہ کریں سکوت و خاموشی سے کام لیں تو کیا اس حدیث شریف کے مورد نہ ہوں گے جو فتاوی الحرمین میں مذکور ہے:

قال الامام ابن حجر المکی فی الصواعق المحرقة ان الحامل الداعی لی علی التالیف فی ذلك و ان کنت قاصرا عن حقائق ماھنالك مااخرجه الخطیب البغدادی فی الجامع وغیرہ انه صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال اذا ظھرت الفتن او قال البدع و سب اصحابی فلیظھر العالم علمه فمن لم یفعل ذلك فعلیه لعنة الله والملئکة والناس اجمعین لایقبل الله منه صرفا ولا عدلا۔ اھ

امام ابن حجر مکی صواعق محرقہ میں فرماتے ہیں واضح ہو کہ اس تالیف پر میرے لئے باعث وسبب اگرچہ میرا ہاتھ یہاں کے حقائق سے کوتاہ ہے وہ حدیث ہوئی جو خطیب بغدادی نے جامع میں اور ان کے سوا اور محدثین نے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب فتنے یا فرمایا بدمذہبیاں ظاہر ہوں اور میرے صحابہ کو برا کہا جائے تو واجب ہے کہ عالم اپنا علم ظاہر کرے جو ایسا نہ کرے گا اس پر اللہ اور فرشتوں اور آدمیوں سب کی لعنت ہے۔ اللہ تعالیٰ نہ اس کا فرض قبول فرمائے نہ نفل۔ (ج ۶ ص ۱۰۶) واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) دیوبندیوں کے کفریات پر اطلاع یقینی کا مطلب یہ ہے کہ ان کی کفری عبارتیں انہیں کے متبعین کے اہتمام میں شائع ہونے والی کتابوں سے معلوم ہوں یا جو کتابیں ان سے بطریق شہرت ثابت ہوں ان سے معلوم ہوں نیز ان عبارات کے کفریات بخوبی واضح ہو جائیں اور یہ بھی وثوق حاصل ہو کہ یہ عبارات اپنے معانی و مفاہیم کے لحاظ سے کفر ہیں اور اس میں عالم کے نزدیک کوئی شک و تردد نہ رہے۔

لسان العرب میں ہے ”الیقین العلم و ازاحة الشك و تحقیق الامر“ یقین جاننا، شک کا زائل ہونا اور بات کا پختہ ہونا ہے۔ (ج ۱۵ ص ۴۵۴) واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہٗ: محمد محسن مصباحی
۲۹ ربیع الغوث ۱۴۳۲ھ

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

سنی کسے کہتے ہیں؟ دیوبندی کی اقتدا کرنا اور اس کی جنازہ پڑھنا کیسا ہے؟

شوہر اور اولاد وہابی ہوگئے مگر بیوی سنی ہے تو اس کی جنازہ پڑھی جائے گی؟

مسئلہ (۱) سنی کسے کہتے ہیں اور سنیت کی جامع تعریف کیا ہے؟

(۲) زید سنی تھا اور آج بھی وہ اپنے کو سنی کہتا ہے اور دیوبندیوں کی مسجد میں ان کے امام کے پیچھے چند سال نماز پڑھ چکا ہے بہت سے دیوبندیوں کی نماز جنازہ بھی پڑھی ہے شادی بیاہ میں دیوبندیوں کو اپنے یہاں بلاتا ہے اور ان کے یہاں جاتا ہے اور زید کا ایک حقیقی بھائی بھی دیوبندی ہے۔ اس کے بعد اب زید مستقل لڑکوں سمیت جامع مسجد اہل سنت ہی میں نماز پڑھتا ہے اور اس میں ہر قسم کا چندہ بھی دیتا ہے اور سنیوں ہی میں اپنے لڑکے کی شادی بھی کر دیا تو زید صورت مذکورہ میں سنی ہے یا نہیں؟

(۳) زید کو دیوبندی کہنے اور دیوبندیت و وہابیت کا حکم لگانے والے افراد کے لئے شرعا کیا حکم؟

(۴) زید کو سنی مان کر مسلمانوں جیسا برتاؤ کرنے والے افراد پر شرعا کوئی حکم عائد ہوتا ہے یا نہیں؟

(۵) ہندہ سنی تھی اور جب ہندہ کی شادی خالد سے ہوئی تو خالد بھی سنی تھا مگر بعد میں خالد دیوبندی ہوگیا اور ہندہ و خالد کی ہونے والی اولاد نے اپنے باپ خالد کے راستے پر چلتے ہوئے دیوبندیت اختیار کیا مگر ہندہ آج بھی یہی کہتی ہے کہ میں سنی ہوں اور سنی مولوی ہی میری نماز جنازہ پڑھائے اور مذہب اہل سنت کے مطابق میرا سوم فاتحہ، دسواں، بیسواں، چالیسواں وغیرہ ہونا چاہئے تو کیا ہندہ کے حقیقی بھائی جو کہ سنی ہیں ہندہ کے کہنے کے مطابق یہ سب کچھ کر سکتے ہیں؟ یہ سب کچھ کرنے اور اس میں شریک ہونے والے عوام و خواص پر شرعا کوئی الزام تو نہیں ہے؟

المستفتی: از محمد عبد الرشید قادری پھیلی بھیت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب (۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام، تابعین عظام وائمہ مجتہدین کے طریقہ پر چلنے والوں کو سنی کہتے ہیں۔ اہل سنت کی جامع تعریف یہ ہے کہ جو ما انا علیہ واصحابی کا مصداق ہو، خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی افضلیت کا حسب ترتیب خلافت معتقد ہو، صحابہ کرام کا ذکر بھلائی کے ساتھ کرتا ہو، ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک کا مقلد ہو، باطل مذاہب والوں اور بدعقیدوں کے ساتھ دینی راہ و رسم نہ رکھتا ہو، حسام الحرمین کی تشریحات کے مطابق گمراہ فرقوں کے لیڈروں کو کافر جہنمی اور دائرۂ اسلام سے خارج جانتا ہو اور اپنے اسلاف کے مسلک کا پیروکار ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲ تا ۴) زید نے اگر وہابیوں، دیوبندیوں کے عقائد کفریہ اور ان کے احکام پر مطلع ہوتے ہوئے انہیں مسلمان جان کر ان کے پیچھے نماز پڑھی ہے تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو چکا ہے اس پر توبہ واستغفار تجدید ایمان، تجدید نکاح اور تجدید بیعت لازم ہے اس صورت میں زید پر دیوبندیت ووہابیت کا حکم لگانے والے حق پر ہیں اور زید کے ساتھ سنی جیسا برتاؤ کرنے والے غلط فہمی میں ہیں۔ اور اگر ان کے عقائد کفریہ پر مطلع نہیں یا انہیں کافر سمجھتا ہے لیکن کسی دنیوی غرض یا مجبوری سے ان کے ساتھ میل جول رکھتا ہے اور ان کے پیچھے نماز پڑھ لیتا ہے تو وہ سخت گنہگار اور ان کے پیچھے پڑھی ہوئی سب نمازیں باطل وبیکار ہیں۔ زید پر لازم ہے کہ وہ توبہ واستغفار کرے اور ادیان باطلہ کے ساتھ میل جول رکھنے سے گریز کرے، اس صورت میں زید کے ظاہر حال کو دیکھ کر جن لوگوں نے زید پر دیوبندیت ووہابیت کا حکم لگایا ان پر کوئی الزام نہیں اور اگر زید دیوبندیوں کے کفری عقائد سے باخبر ہے انہیں کافر جانتا ہے پھر بھی اس نے کسی بدمذہب دیوبندی کی نماز جنازہ یہ جانتے ہوئے پڑھی کہ وہ مذہبا دیوبندی ہے تو برنبائے مذہب اصح وہ اسلام سے خارج ہے اور اس پر توبہ تجدید ایمان لازم ہے بیوی والا ہو تو تجدید نکاح بھی کرے۔

فتاویٰ رضویہ میں ہے "جسے یہ معلوم ہو کہ دیوبندیوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی ہے پھر ان کے پیچھے نماز پڑھتا ہے اسے مسلمان نہ کہا جائے گا کہ پیچھے نماز پڑھنا اس کی ظاہر دلیل ہے کہ ان کو مسلمان سمجھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسم کی توہین کرنے والے کو مسلمان سمجھنا کفر ہے۔ اسی لئے علماء حرمین شریفین نے بالاتفاق دیوبندیوں کو کافر ومرتد لکھا اور صاف فرمایا کہ من شك فی کفرہ وعذابه فقد کفر جو ان کے عقائد پر مطلع ہو کر انہیں مسلمان جاننا درکنار ان کے کفر میں شک ہی کرے وہ بھی کافر اور جن کو اس کی خبر نہیں اجمالاً اتنا معلوم ہے کہ یہ برے لوگ بدعقیدہ بدمذہب ہیں وہ ان کے پیچھے نماز پڑھنے سے سخت اشد گنہگار ہوتے ہیں اور ان کی وہ نمازیں سب باطل وبیکار۔" اھ (ص ۷۶، ۷۷ ج ۶) واللہ تعالیٰ اعلم

(۵) جب ہندہ خود کہہ رہی ہے کہ میں سنی ہوں اور پہلے سے بھی سنی تھی تو عندالشرع وہ ایک سنی صحیح العقیدہ مسلمان عورت ہے۔ اگر وہ انتقال کر جائے تو مسنون طریقہ پر غسل وکفن دے کر مسلم قبرستان میں دفن کیا جائے، اگر ہندہ کا بھائی ہندہ کے انتقال کے بعد اس کے ایصال ثواب کے لئے اپنی طرف سے فاتحہ درود دسواں بیسواں چالیسواں وغیرہ کرنا چاہے تو کر سکتا ہے اور اس میں عوام وخواص کا شرکت کرنے میں کوئی حرج نہیں بلکہ باعث اجر وثواب ہے مگر دیوبندیوں سے خلط ملط نہ ہونے دیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — **کتبہٗ: محمد سفیر الحق رضوی نظامی**

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — **۲۰ رمحرم الحرام ۱۴۳۲ھ**

اجماع اُمت اور سواد اعظم کسے کہتے ہیں؟ ان کے منکر کا کیا حکم ہے؟

مسئلہ اجماع امت اور سواد اعظم کسے کہتے ہیں یا یہ کہ ان کی صحیح تعریف کیا ہے اور اجماع امت نیز سواد اعظم کا انکار کرنا کیسا ہے اور اس کے منکر افراد پر شرعاً کیا حکم عائد ہوتا ہے؟

المستفتی: از محمد عبد الرشید قادری پہلی بھیتی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب امت محمدیہ کے مجتہدین صالحین کا ایک زمانہ میں کسی حکم شرعی پر اتفاق کر لینا اجماع امت ہے۔ هو اتفاق المجتهدين من هذه الامة فى عصر على امر شرعى۔

(فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت ج ۲ ص ۲۶۷)

سواد اعظم اس بڑی جماعت کو کہتے ہیں جس پر امت کے اکثر لوگ قائم ہوں جیسا کہ حدیث شریف "اتبعوا السواد الاعظم فانه من شذ شذ فى النار" کے تحت طیبی شرح مشکوٰۃ میں ہے "السواد الاعظم يعبر به عن الجماعة الكثيرة انظروا الى الناس و الى ما هم عليه فما عليه الاكثر من علماء المسلمين من الاعتقاد و القول والفعل فتبعهم فيه فانه هو الحق و ما عداه باطل"۔ (ج ۲ ص ۲۷۳) سواد اعظم کا اتفاق اجماع کی طرح واجب العمل ہوتا ہے۔

اجماع قطعی کا منکر کافر ہے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان "فتاویٰ رضویہ" میں تحریر فرماتے ہیں۔ ائمہ کرام وعلمائے اعلام حجیت اجماع کو ضروریات دین سے بتاتے اور مخالف اجماع قطعی کو کفر ٹھہراتے ہیں۔ مواقف قاضی عضد الدین و شرح مواقف علامہ سید شریف "كون الاجماع حجة قطعية معلوم بالضرورة من الدين" یعنی اجماع کا قطعی حجت ہونا ضروریات دین سے ہے۔

اصول امام اجل فخر الاسلام بزدوی باب حکم الاجماع میں ہے فصار الاجماع كاٰية من الكتاب اوحديث متواتر فى وجوب العمل و العلم به فيكفر جاحده فى الاصل "یعنی اجماع کتاب اللہ یا حدیث متواتر کی طرح وجوب علم وعمل ثابت کرتا ہے لہٰذا قاعدہ کی رو سے اس کا منکر کافر قرار دیا جائے گا۔

فصول البدائع فی اصول الشرائع میں ہے "يكفر جاحد حجية الاجماع مطلقا وهو المذهب عند مشائخنا" یعنی اجماع کی حجیت کا مطلقاً انکار کرنے والا کافر قرار پائے گا۔ ہمارے مشائخ کا یہی مذہب ہے (فتاویٰ رضویہ ج ۶ ص ۳۵) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

کتبہ: محمد محسن مصباحی

۲۹ ربیع الغوث ۱۴۳۲ھ

صلح کلی کا پڑھایا نکاح کیسا ہے؟ صلح کلی سے سنیوں کا اعراض کرنا وہابی سے تعلق رکھنے والے سے شادی بیاہ کرنا؟ بدمذہبوں کی تقریب میں شریک ہونا اور انہیں اپنے یہاں شریک کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ بنگلور میں ایک صلح کلی عالم نے نکاح پڑھایا شادی کے دوران کسی سنی نے اس سے کلام تک بھی نہیں کیا آخر وہ صلح کلی عالم چلا گیا۔ لڑکے کے گھر والے سنی ہیں اور لڑکی والے پتہ نہیں کیا ہیں لیکن وہ فاتحہ، درود، صلوٰۃ وسلام کا اہتمام بھی کرتے ہیں لیکن ان کے عادت واطوار سے لگتا ہے کہ گمراہ ہیں جبکہ ان کے تعلقات مکمل طور پر وہابیوں اور دیوبندیوں سے ہیں اور دعوت ولیمہ میں دونوں فریق نے مشترکہ حصہ لیا اور دعوت عام کرائی اور جہاں سے وہ لوگ گوشت لائے اکثریت ان میں سنیوں کی ہے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ

(۱) صلح کلی عالم کا پڑھا ہوا نکاح درست ہے یا نہیں؟

(۲) صلح کلی عالم سے سنیوں کا اعراض کرنا کیسا ہے؟

(۳) وہ شخص جو عقائد اسلامیہ سے نا آشنا ہے وہابیہ، دیابنہ سے تعلق رکھے تو اس کے گھر شادی بیاہ کرنا کیسا ہے؟

(۴) دعوت ولیمہ میں شریک ہونے والوں کے لئے شرعاً کیا حکم ہے؟

(۵) دعوت ولیمہ میں بدمذہبوں کا شریک کرنا کیسا ہے؟ بینوا بالکتاب توجروا یوم الحساب

المستفتی: سید انصار رفاعی مصباحی، گوبند پور سرکل، بنگلور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب (۱) اگر تمام شرائط صحت کے ساتھ ایجاب وقبول کرایا گیا تو نکاح درست ہے اگرچہ ایجاب وقبول کسی غیر مسلم نے کرایا ہو۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے۔

"نکاح خواں شرع مطہر میں کوئی چیز نہیں اگر ہندو مشرک زوجین کو ایجاب وقبول روبروئے گواہان کرا دے اور شرائط صحت متحقق ہوں نکاح ہو جائے گا۔" اھ (ج ۵ ص ۱۴۶)

مگر صلح کلی سے نکاح نہ پڑھوایا جائے کیونکہ اس میں اس کی تعظیم ہے اور صلح کلی جو تمام مذاہب کو حق جانتا ہو وہ گمراہ و بدمذہب ہے اور اس کی تعظیم حرام ہے۔ فتاویٰ امجدیہ میں ہے "بدمذہبوں کی بدمذہبی جان کر ان کی تعظیم کرنا حرام ہے۔ حدیث میں ہے من وقر صاحب بدعة فقد اعان علی ھدم الاسلام" اھ (ج ۴ ص ۱۸۰) بہتر ہوگا کہ دوبارہ کسی سنی عالم دین کے ذریعہ نکاح کرالیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) صلح کلی وہ ہے جو سنی، وہابی، دیوبندی سب کے عقائد سے واقفیت کے باوجود سب کو اچھا گردانے اور کسی کو برانہ جانے اس طرح کا عقیدہ رکھنے والا یقیناً گمراہ ولامذہب ہے۔ کیونکہ تمام مذاہب کو برحق ماننا ارشادِ رسول کو جھٹلانا ہے کہ خود نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "تفترق امتی علی ثلث و سبعین ملة کلهم فی النار الاملة واحدة قالوا من هی یا رسول الله قال ما انا علیه واصحابی" یعنی میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی سب کے سب جہنمی ہیں سوائے ایک فرقہ کے۔ صحابہ نے عرض کیا ناجی فرقہ کون ہے حضور نے فرمایا جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں۔ (ترمذی ج ۲ ص ۹۲ ابواب الایمان)

اس حدیث پاک سے صاف ظاہر ہے کہ تمام مذاہب حق نہیں بلکہ صرف ایک مذہب برحق ہے جس کو اہل سنت و جماعت کہتے ہیں اور فتاوی امجدیہ میں ہے "جو شخص تمام مذاہب کو حق جانتا ہے وہ گمراہ ولامذہب ہے۔ اس کے ساتھ میل جول اٹھنا بیٹھنا سلام کلام ناجائز۔ قال اللہ تعالیٰ "وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ" اھ (ج ۴ ص ۱۹)

بلکہ بعض صورتوں میں صلح کلی پر حکم کفر ہے کیونکہ جو شخص دیوبندی مذہب کے عقائد کفریہ سے بخوبی واقف ہو ان کا حکم بھی جانتا ہو پھر بھی وہ انہیں مسلمان جانے تو وہ کافر ہے۔ حسام الحرمین میں ہے "من شك فی كفره وعذابه فقد كفر" اھ (ص ۹۰ رضا اکیڈمی)

ایسے گمراہ و بدمذہب صلح کلی سے سنیوں کا اعراض کرنا بالکل درست و حق ہے اور ایسے ہی لوگوں کے لئے حدیث میں فرمایا گیا کہ "ان مرضوا فلا تعودوهم وان ماتوا فلا تشهدوهم وان لقيتموهم فلا تسلموا عليهم ولا تجالسوهم ولا تشاربوهم ولا تواكلوهم ولا تناكحوهم ولا تصلوا عليهم ولا تصلوا معهم" اھ یعنی بدمذہب اگر بیمار ہو جائیں تو ان کی عیادت نہ کرو اور مر جائیں تو ان کے جنازہ میں شریک نہ ہو اور وہ مل جائیں تو سلام نہ کرو نہ ان کے ساتھ بیٹھو اور نہ پانی پیو اور نہ کھانا کھاؤ اور نہ ان کے ساتھ شادی بیاہ کرو اور نہ ہی ان کے پیچھے نماز پڑھو۔ (کنز العمال ج ۱۱ ص ۵۴۰) واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) وہابیہ، دیابنہ سے تعلق رکھنے والا اگر ان کے عقائد کفریہ پر بخوبی آگاہ ہو اور ان کا حکم بھی جانتا ہو پھر بھی ان سے تعلقات رکھتا ہو اور انہیں مسلمان بھی جانتا ہو تو وہ خود دین سے خارج ہے اس کے ساتھ کسی کی شادی نہیں ہو سکتی۔

اور اگر ان کی کفری عبارتوں سے بخوبی واقف نہیں یا واقف تو ہے مگر انہیں برا جانتا ہے پھر بھی ان سے تعلقات بنائے رکھتا ہے تو وہ سخت فاسق گمراہ ہے ایسے شخص سے شادی نہ کرنا چاہئے۔ فتاویٰ امجدیہ میں ہے "وہابیوں سے میل جول ناجائز ہے حدیث میں ایسے ہی لوگوں کے لئے فرمایا گیا "ایاکم وایاهم

ولا یضلونکم ولا یفتنونکم" ان کو دور کرو اس سے دور رہو کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کر دیں، فتنہ میں نہ ڈال دیں مگر ان سے ملنے والا کافر جب ہی ہوگا کہ ان کے اقوال کفریہ پر مطلع ہو کر ان کو مسلمان جانے۔" اھ (ج ۳ ص ۲۶۸)

فتاوی رضویہ میں ہے "وہابیہ سے میل جول رکھنے والا ضرور وہابی ہے کہ وہابیہ کو گمراہ بد دین نہیں جانتا تو خود گمراہ بد دین ہے اور اس کے ساتھ مناکحت ہو ہی نہیں سکتی اور اگر ان کو گمراہ بد دین جانتا ہے اور کہتا ہے پھر بھی ان سے میل جول رکھتا ہے تو سخت فاسق بیباک ہے اس کی مناکحت سے احتراز چاہیے" اھ

(ج ۵ ص ۱۷۲) واللہ تعالیٰ اعلم

(۴،۵) مسلمان کسی بھی بد مذہب کی کسی تقریب میں شریک نہ ہوں اور نہ ہی ان کو اپنے یہاں کسی تقریب میں شریک کریں، ورنہ وہ بھی گنہگار ہوں گے اور اللہ و رسول سے دور ہو جائیں گے۔ ارشاد باری تعالیٰ "وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ۝۶۸"

(سورۃ الانعام آیت ۶۸) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — کتبہ: محمد اظہر الدین برکاتی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۱۲ ذی الحجہ ۱۴۳۱ھ

سنی، دیوبندی غیر مقلد قادیانی مودودی، چکڑالوی اور صلح کلی کسے کہتے ہیں، صلح کلی کی قسمیں، مذکورہ فرقوں کے عوام وخواص کا کیا حکم ہے کیا سب کا ایک ہی حکم ہے

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسائل ذیل میں

(۱) سنی کسے کہتے ہیں؟ اور سنیت کی جامع تعریف کیا ہے؟

(۲) دیوبندی کسے کہتے ہیں؟ یا یہ کہ دیوبندیت کی تعریف کیا ہے؟

(۳) غیر مقلد وہابی کسے کہتے ہیں؟ اور غیر مقلدیت کی تعریف کیا ہے؟

(۴) قادیانی کسے کہتے ہیں؟ اور قادیانیت کی تعریف کیا ہے؟

(۵) مودودی کسے کہتے ہیں؟ یا یہ کہ مودودیت کی تعریف کیا ہے؟

(۶) نیچری کسے کہتے ہیں؟ یا یہ کہ نیچریت کی صحیح تعریف کیا ہے؟

(۷) چکڑالوی کسے کہتے ہیں؟ اور چکڑالویت کی تعریف کیا ہے؟

(۸) صلح کلی کسے کہتے ہیں؟ اور یہ کہ صلح کلیت کی تعریف کیا ہے؟ اور اس کی کتنی قسمیں ہیں؟

(۹) مندرجہ بالا فرقوں کے تمام عوام وخواص افراد پر مطلقاً حکم شرع کیا ہے؟
(۱۰) مذکورہ فرقوں سے تعلق رکھنے والے تمام افراد پر جو بھی حکم شرع ہو وہی حکم ان فرقوں کے کسی فرد واحد پر بھی ہوگا؟ یا اجماعی وانفرادی صورت میں کچھ فرق ہوگا؟ اگر ہے تو کیا؟
(۱۱) صلح کلی افراد پر مطلقاً حکم شرعی کیا ہے؟ آیا یہ لوگ سنیوں کے حکم میں ہیں یا بدمذہبوں کے؟
ازروئے شرع جواب عنایت فرمائیں عین نوازش ہوگی۔ المستفتی: محمد عبدالرشید قادری سکولہ، پیلی بھیت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب (۱) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، صحابہ کرام، تابعین عظام، وائمہ مجتہدین کے طریقہ پر چلنے والوں کو سنی کہتے ہیں۔

بلفظ دیگر اہل سنت وہ ہے جو ما انا علیہ واصحابی کا مصداق، خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی افضلیت کا حسب ترتیب خلافت معتقد ہو، صحابہ کرام کا ذکر بھلائی کے ساتھ کرتا ہو، ان میں سے کسی کی بارگاہ کا بے ادب نہ ہو، ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک کا مقلد ہو، بارگاہ الٰہی کے بے ادبوں اور بارگاہ رسالت کے گستاخوں جیسے وہابی، دیوبندی، تبلیغی، قادیانی، چکڑالوی نیچری، رافضی، مودودی وغیرہم کو گستاخ اور کافر ومرتد جانے، اور ان کے ساتھ اتحاد وداد کو ناجائز جانے۔ فتاویٰ امجدیہ میں ہے۔

"اہلسنت وجماعت وہ ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وصحابہ کرام کے عقائد پر ہوں حدیث میں ہے "قالوا من ھم یا رسول اللہ قال ما انا علیہ واصحابی. یا یوں سمجھئے کہ حضرت امام ابو منصور ماتریدی اور حضرت امام ابوالحسن اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے جو سنیوں کے عقائد بیان فرمائے ہیں ان پر عقیدہ رکھے اور اب یہ گروہ چار مذاہب میں منحصر ہے حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی اور جو ان چاروں سے باہر ہے وہ باطل پر ہے" اھ (ص ۳۲۷ ج ۴ کتاب الشتیٰ) واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) دیوبندی وہ ہے جو دیوبندی مذہب کے اکابر یعنی مولوی قاسم نانوتوی، مولوی رشید احمد گنگوہی، مولوی خلیل احمد انبیٹھوی اور اشرف علی تھانوی کے کفری عقائد کو حق جانے۔ دیوبندی مذہب اور اس کے اکابر کے عقائد کفریہ یہ ہیں (۱) حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد دوسرا نبی ہوسکتا ہے (۲) شیطان لعین کا علم حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ ہے ابلیس لعین کے علم کی وسعت نص قطعی سے ثابت ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وسعتِ علم کے لئے کوئی نص قطعی نہیں (۳) حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے بعض علوم غیبیہ کا ثبوت بچوں پاگلوں بلکہ تمام جانوروں اور چوپایوں کے علم کے مشابہ ہے یا علم کے برابر ہے (۴) اللہ تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے ہر وہ کام جو بندے کرسکتے ہیں وہ بھی کرسکتا ہے (۵) حضور صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم کو دیوار کے پیچھے کا علم نہیں اور ان کے علاوہ دوسرے برے عقائد۔ یہ لوگ چونکہ دارالعلوم دیوبند سے وابستہ ہیں اس مناسبت سے ان کے مذہب کفر کو دیوبندی مذہب اور خود ان کو دیوبندی کہا جاتا ہے۔

ان کے یہ عقائد بالترتیب ان کی درج ذیل کتابوں میں ہیں تحذیر الناس میں ہے "اگر بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے" اھ (ص ۱۳) اسی میں ہے "بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلعم کوئی نبی پیدا ہو تو خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا چہ جائے کہ آپ کے معاصر کسی اور زمین یا فرض کرلو اسی زمین میں کوئی اور نبی تجویز کیا جائے" اھ (ص ۲۵) براہین قاطعہ میں ہے "الحاصل غور کرنا چاہیے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کونسا ایمان کا حصہ ہے؟ کہ شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے" اھ (ص ۵۱) حفظ الایمان میں ہے "آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا علم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے" اھ (ص ۷)

براہین قاطعہ میں ہے "نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیوار کے پیچھے کا علم نہیں" اھ (ص ۵۱) واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) غیر مقلد وہ ہے جو اجتہاد کی لیاقت سے محروم ہو پھر بھی ائمہ اربعہ کی تقلید کو ناجائز بدعت اور شرک کہے۔ یہ بری بدعت ابن عبدالوہاب نجدی اور اسماعیل دہلوی کے پیروکاروں نے اپنائی اس لئے انہیں وہابی کہا جاتا ہے۔ وہابی وہ ہے جو ابن عبدالوہاب نجدی کے عقائد کو حق جانے پھر اگر اس کے ساتھ مسائل میں بھی اس کا پیرو اور تقلید سے آزاد ہو تو وہابی غیر مقلد ہے اور ائمہ اربعہ میں سے کسی امام کی تقلید کا دم بھرے تو وہابی دیوبندی ہے۔

بہار شریعت میں ہے "غیر مقلدین یہ بھی وہابیت ہی کی ایک شاخ ہے وہ چند باتیں جو حال میں وہابی نے اللہ عزوجل اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں بکی ہیں غیر مقلدین سے ثابت نہیں باقی تمام عقائد میں دونوں شریک ہیں اور ان حال کے اشد دیوبندی کفروں میں بھی وہ یوں شریک ہیں کہ ان پر ان قائلوں کو کافر نہیں جانتے اور ان کی نسبت حکم ہے کہ جو ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے یہ ایک نمبر ان کا زائد یہ ہے کہ چاروں مذہبوں سے جدا تمام مسلمانوں سے الگ انہوں نے ایک راہ نکالی کہ تقلید کو حرام و بدعت کہتے ہیں اور ائمہ دین کو سب و شتم سے یاد کرتے مگر حقیقتہً تقلید سے خالی نہیں ائمہ دین کی تقلید تو نہیں مگر شیطان لعین

کے ضرور مقلد ہیں یہ لوگ قیاس کے منکر ہیں اور قیاس کا مطلقاً انکار کفر" اھ (ص ۶۴ ج ا فاروقیہ بکڈپو)
اور وہابی کا تعارف بہار شریعت میں ان الفاظ میں ہے "وہابی یہ ایک نیا فرقہ ہے جو ۱۲۰۹ھ میں پیدا ہوا اس مذہب کا بانی محمد بن عبدالوہاب نجدی تھا جس نے تمام عرب خصوصاً حرمین شریفین میں بہت شدید فتنے پھیلائے علماء کو قتل کیا صحابہ کرام وائمہ وعلماء وشہداء کی قبریں کھود ڈالیں روضۂ انور کا نام معاذ اللہ صنم اکبر رکھا تھا یعنی بڑا بت اور طرح طرح کے ظلم کیے شامی ج ۳ ص ۳۲۷ جیسا کہ صحیح حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خبر دی تھی کہ نجد سے فتنے اٹھیں گے اور شیطان کا گروہ نکلے گا وہ گروہ بارہ سو برس بعد یہ ظاہر ہوا علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اسے خارجی بتایا اس عبدالوہاب کے بیٹے نے ایک کتاب لکھی جس کا نام کتاب التوحید رکھا اس کا ترجمہ ہندوستان میں اسمٰعیل دہلوی نے کیا جس کا نام تقویۃ الایمان رکھا اور ہندوستان میں اسی نے وہابیت پھیلائی ان وہابیہ کا ایک بہت بڑا عقیدہ یہ ہے کہ جو ان کے مذہب پر نہ ہو وہ کافر مشرک ہے یہی وجہ ہے کہ بات بات پر محض بلا وجہ مسلمان پر حکم شرک وکفر لگایا کرتے ہیں اور تمام دنیا کو مشرک بتاتے ہیں چنانچہ تقویۃ الایمان صفحہ ۴۵ میں وہ حدیث لکھ کر کہ آخر زمانہ میں اللہ تعالیٰ ایک ہوا بھیجے گا جو ساری دنیا سے مسلمانوں کو اٹھالے گی اس کے بعد صاف لکھ دیا سو پیغمبر خدا کے فرمانے کے موافق ہوا یعنی وہ ہوا چل گئی اور کوئی مسلمان روئے زمین پر نہ رہا مگر یہ نہ سمجھا کہ اس صورت میں خود بھی تو کافر ہو گیا اس مذہب کا رکن اعظم اللہ کی توہین اور محبوبان خدا کی تذلیل ہے ہر امر میں وہی پہلو اختیار کریں گے جس سے منقصت نکلتی ہو" اھ (ص ۵۷، ۵۸، ج ا، فاروقیہ بکڈپو) واللہ تعالیٰ اعلم

(۴) قادیانی وہ ہے جو غلام احمد قادیانی کو نبی یا ولی مانے اور اس کے عقائد کو حق سمجھے اس نے اپنی نبوت ورسالت کا دعویٰ کیا اپنے کلام کو کلام الٰہی بتایا، انبیاء کرام کی شان میں نہایت بے باکی کے ساتھ گستاخیاں کیں خصوصاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ حضرت مریم کی شان میں نہایت بے ہودہ کلمات استعمال کیے جن کے ذکر سے مسلمان کا دل دہل جاتا ہے۔

اس کے چند عقائد یہ ہیں (۱) براہین احمدیہ میں اس عاجز کا نام امتی بھی رکھا اور نبی بھی (۲) میں وہی احمد ہوں جس کی بشارت قرآن شریف میں دی گئی ہے (۳) مجھ کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے غلام احمد تو میری اولاد کی جگہ ہے تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں (۴) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے الہام اور وحی غلط نکلی تھیں (۵) براہین احمدیہ خدا کا کلام ہے۔

چنانچہ ازالۂ اوہام میں ہے "خدا تعالیٰ نے براہین احمدیہ میں اس عاجز کا نام امتی بھی رکھا اور نبی بھی" (ص ۵۳۳) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں جو آیتیں تھیں انہیں اپنے اوپر جمالیا، جیسا کہ

انجام آتھم میں ہے "وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ" تجھ کو تمام جہان کی رحمت کے واسطے روانہ کیا "اھ(۷۸) دافع البلاء میں ہے" مجھ کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے انت منی بمنزلة اولادی انت منی وانا منك" اھ (ص ۶) ازالۂ اوہام میں ہے" حضرت رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے الہام ووحی غلط نکلی تھیں" اھ (ص ۶۸۸) نیز اسی میں ہے" براہین احمدیہ خدا کا کلام ہے" اھ (ص ۵۳۳) واللہ تعالیٰ اعلم

(۵) ابوالاعلیٰ مودودی کے ماننے والوں کو مودودی کہتے ہیں چنانچہ فقیہ اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں "اس فرقے کا بانی ابوالاعلیٰ مودودی صاحب ہیں یہ لوگ اپنے آپ کو جماعت اسلامی کہتے ہیں یہ فرقہ بھی حقیقت میں وہابیت ہی کی ایک شاخ ہے یہ لوگ بھی تمام دیوبندیوں کی طرح ابن عبدالوہاب نجدی اور اسماعیل دہلوی کو اپنا امام اور پیشوا مانتے ہیں اور ابن عبدالوہاب کی کتاب "کتاب التوحید" اور مولوی اسماعیل دہلوی کی کتاب "تقویۃ الایمان" کو اپنے مذہب کی بنیادی کتاب مانتے ہیں مزید برآں ان کا اختلاف غیر مقلد اور دیوبندیوں سے بھی بہت باتوں میں ہے۔

ابوالاعلیٰ مودودی صاحب صحابۂ کرام کی شان میں بہت گستاخ ہیں اپنی کتاب "خلافت وملوکیت" میں انہوں نے صحابۂ کرام پر بے جا ناروا حملے کیے نیز قرآن مجید کے بعض قوانین میں ترمیم کے بھی حامل ہیں مثلاً چوری کی سزا میں ہاتھ کاٹنا یا زنا کی سزا میں سنگساری کرنا اگرچہ وہ یہ ترمیم محدود دائرے میں چاہتے ہیں جس کی وجہ سے ان کا اختلاف دیوبندیوں سے بھی ہے اور غیر مقلدین سے بھی ہے اہل سنت سے تو ہے ہی، انہوں نے بھی انگریزی طبقہ کو زیادہ تر اپنا ہمنوا بنایا ہے" اھ (مقالات شارح بخاری ص ۲۵۴ ج ۱ مکتبہ دائرۃ البرکات)

(۶) سرسید احمد خان کے ماننے والوں کو نیچری کہتے ہیں، انہوں نے ایک نئے مذہب کی بنیاد ڈالی جس میں وہ جن، فرشتے، جنت، دوزخ، نبوت اور معجزہ کے وجود کا اپنی بے جا تاویلوں کی آڑ میں انکار کیا، نیز کہا کہ جو باتیں قرآن وحدیث میں مذکور ہیں اگر ہماری طبیعت اسے قبول کرے تو مانیں ورنہ ان کے ایسے معانی بیان کریں جسے ہماری طبیعت قبول کرے مثلاً فرشتوں کا کوئی وجود نہیں، جنت کوئی گھر نہیں بلکہ اپنی نیکیوں پر خوش ہونے کا نام جنت ہے یوں ہی دوزخ کسی جگہ کا نام نہیں بلکہ اپنی برائیوں پر کڑھنے کا نام دوزخ ہے حاصل یہ کہ یہ باطل گروہ ضروریات دین کا منکر ہے۔ المعتمد المستند مترجم میں ہے۔

"یہ نیچری اکثر ضروریات دین کے منکر ہیں اسے اپنے من چاہے معنی کی طرف پھیرتے ہیں تو کہتے ہیں نہ جنت ہے، نہ دوزخ، نہ حشر اجسام (یعنی قیامت میں زندہ اٹھایا جانا) نہ کوئی فرشتہ ہے، نہ کوئی جن، نہ آسمان ہے، نہ اسراء اور نہ معجزہ اور (ان کا گمان ہے) موسیٰ کی لاٹھی میں پارہ تھا تو جب اس کو دھوپ لگتی وہ لاٹھی ہلتی تھی اور سمندر کو پھاڑ دینا مدوجزر کے سوا کچھ نہیں تھا اور غلام بنانا وحشیوں کا کام ہے، اور ہر وہ شریعت جو اس کا

حکم لائی تو وہ حکم اللہ کی طرف سے نہیں اس کے علاوہ ان گنت اور بے شمار کفریات اس کے ساتھ منضم ہیں۔اور یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم کی چھوٹی بڑی تمام احادیث کورد کرتے ہیں اور اپنے زعم میں قرآن کے سوا کچھ نہیں مانتے، اور قرآن کو بھی نہیں مانتے مگر اسی صورت میں جب وہ ان کی بے ہودہ رائے کے موافق ہو اب اگر قرآن میں ایسی چیز دیکھتے جو ان کے ان اوہام عادیہ رسمیہ کے مناسب نہیں جنہیں انہوں نے اپنا اصول ٹھہرایا جس اصول کا نام ان کے نزدیک نیچر ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ کی آیتوں کو تحریف معنوی کے ذریعہ سے رد کرنا واجب مانتے ہیں، خاص طور پر جب قرآنی آیات میں ایسی کوئی بات ہو جو نصرانیوں کو تحقیقات جدیدہ، اور یورپ کی تراشیدہ تہذیب کے مخالف ہو (اور یہ نسبت ہے ''اور با'' کی طرف جو معرب ہے یورپ کا) جیسے آسمانوں کا وجود جس کے بیان کے ساتھ قرآن عظیم اور تمام کتب الٰہیہ کے سمندر موجیں مار رہے ہیں، اور جیسے سورج کی حرکت جس پر اللہ تبارک و تعالیٰ کے ارشاد میں نص فرمائی گئی کہ فرمایا :وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا۔ (سورہ یٰس آیت ۳۸) اور سورج چلتا ہے ایک ٹھہراؤ کے لئے (کنز الایمان)

اور اللہ نے فرمایا: "اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ" (سورہ الرحمن آیت ۵) سورج اور چاند حساب سے ہیں۔(کنز الایمان) اس کے علاوہ اور خرافات ہیں یہاں تک کہ مردار مرغی (جو دم گھٹ کے مرجائے) کو حلال ٹھہرایا اور کھڑے ہو کر پیشاب کرنا اور نصرانی ساخت کے ناپاک موزوں میں نماز پڑھنا سنت ٹھہرایا، یہ سب نصرانیوں کی محبت میں ہے، اور اللہ اور اس کے رسول جل وعلا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقابلے کے لئے کیا" اھ (ص ۳۲۹، ۳۳۰ مکتبہ المجمع الرضوی) واللہ تعالیٰ اعلم

(۷) چکڑالوی جو اپنے کو اہل قرآن کہتے ہیں یہ ایک مرتد و گمراہ فرقہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیروی کا منکر ہے تمام احادیث کو صراحۃً باطل مردود نا قابل عمل بتاتا ہے، صرف قرآن مجید کے اتباع کو حق جانتا ہے اس فرقہ کا بانی عبداللہ چکڑالوی ہے جس نے اپنی جماعت کے لئے ایک نئی نماز گڑھی جو مسلمانوں کی نماز سے بالکل مختلف ہے ان کا عقیدہ یہ ہے کہ مسلمانوں کی موجودہ نمازیں قرآن کے مطابق نہیں صرف قرآن کی سکھائی ہوئی نماز پڑھنا فرض ہے اس کے علاوہ کوئی اور نماز پڑھنا کفر ہے، ایک عقیدہ یہ بھی ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کسی نبی یا رسول سے افضل نہیں وغیرہ۔ حاشیہ فتاویٰ رضویہ میں ہے۔

''یہ ایک نیا طائفہ ملعونہ حادث ہوا ہے کہ رسول اللہ صلی تعالیٰ علیہ وسلم کی پیروی سے منکر ہے تمام احادیث مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو صراحۃً باطل و نا قابل عمل بتایا اور صرف قرآن عظیم کے اتباع کا ادعا رکھتا ہے اور حقیقۃً خود قرآن عظیم کا منکر و مبطل ہے ان خبیثوں نے اپنی نماز بھی جدا گڑھی ہے جس میں ہر وقت کی صرف دو ہی رکعتیں ہیں'' اھ (ص ۱۹۱ ج اباب الغسل من کتاب الطھارۃ)

(۱۱-۸) صلح کلی وہ ہے جو سنی وہابی دیوبندی سب کو اچھا جانے اور کسی کو برا نہ مانے۔ اس کی دو قسمیں ہیں (۱) گمراہ و لامذہب (۲) کافر و مرتد۔ فتاویٰ برکاتیہ میں ہے
"صلح کلی جو ہر مذہب کو حق سمجھتا ہے" اھ (ص ۲۲۳) فتاویٰ امجدیہ میں ہے
"جو شخص تمام مذاہب کو حق جانتا ہے وہ گمراہ و لامذہب ہے اس کے ساتھ میل جول اٹھنا بیٹھنا، سلام کلام ناجائز" قال اللہ تعالیٰ وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ" اھ (ص ۱۹۰ ج ۴ کتاب الحظر والاباحۃ) اور جو شخص دیوبندیوں کے عقائد کفریہ پر بخوبی آگاہ ہو اس کا حکم جانتا ہو پھر بھی وہ انہیں مسلمان جانے تو وہ کافر و مرتد ہے۔ حسام الحرمین میں ہے۔
"وبالجملة هؤلاء الطوائف كلهم كفار مرتدون خارجون عن الاسلام باجماع المسلمين وقد قال فى البزازية والدرر والغرر والفتاوى الخيرية ومجمع الانهر والدر المختار وغيرها من معتمدات الاسفار فى مثل هؤلاء الكفار من شك فى كفره وعذابه فقد كفر وقال فى الشفاء الشريف ونكفر من لم يكفر من دان بغير ملة الاسلام من الملل او وقف فيهم او شك" اھ (ص ۹۰ مکتبہ رضا اکیڈمی)
ترجمہ: خلاصۂ کلام یہ ہے کہ یہ باطل فرقے سب کے سب کافر و مرتد، باجماعِ امت، اسلام سے خارج ہیں، بزازیہ، درر و غرر، فتاویٰ خیریہ، مجمع الانہر اور درمختار وغیرہا کتب معتمدہ میں ان کافروں کے حق میں فرمایا کہ جو ان کے کفر و عذاب میں شک کرے وہ خود کافر ہے اور شفا شریف میں فرمایا کہ جس نے ملت اسلام کے سوا کسی ملت کا اعتقاد کیا اسے جو شخص کافر نہ کہے یا توقف کرے بلکہ شک کرے تو ہمارے نزدیک وہ کافر ہے۔
(۹-۱۰) مذکورہ بالا فرقوں کے تمام عوام و خواص پر مطلقاً ایک حکم نہیں لگایا جاسکتا کیوں کہ ہر فرقہ میں کچھ نہ کچھ جاہل افراد ایسے بھی ہوتے ہیں جو اس فرقہ کے کفریہ عقائد پر مطلع نہیں ہوتے، اور جب انہیں بتایا جائے تو فوراً انکار کرتے اور انہیں برا کہتے اور خلاف اسلام سمجھتے ہیں وہ اپنی نادانی کے باعث ایسے باطل فرقے والوں کے ظاہر حال کو دیکھ کر ان کے ساتھ تعلقات رکھتے ہیں انہیں مسلمان جانتے ہیں ایسے افراد کو کافر نہیں کہہ سکتے ہاں یہ سب گمراہ و بدمذہب ضرور ہیں کہ اس فرقے کی شناخت جب مشہور ہو چکی تو انہیں اہل علم سے پوچھ کر صراط مستقیم کو اختیار کرنے کی پوری کوشش کرنی چاہیے تھی۔
اور وہ افراد جو اپنے مذہب کے عقائد کفریہ اور ان کے احکام پر مطلع ہو کر انہیں کافر و مرتد نہیں جانتے تو وہ سب کافر و مرتد اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔
فتاویٰ امجدیہ میں ہے "وہابیوں سے میل جول ناجائز ہے حدیث میں ایسے ہی لوگوں کے لئے فرمایا

گیا ایاکم وایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم ان کو دور کرو اس سے دور رہو کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کردیں فتنہ میں نہ ڈال دیں مگر ان سے ملنے والا کافر جب ہی ہوگا کہ ان کے اقوال کفریہ پر مطلع ہو کر ان کو مسلمان جانے" اھ (ص ۴۶۸ ج ۴)

حضور مفتیٔ اعظم ہند علیہ الرحمہ مشہور زندیق عنایت مشرقی کے متبعین سے میل جول رکھنے والوں کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں "جو لوگ اس کے ان اقوال پر مطلع نہیں ہیں اس کی جماعت میں شریک ہو گئے ہیں ان پر بھی الزام نہیں ہاں مطلع ہو کر پھر اس کی جماعت میں شریک رہیں گے تو ملزم ہوں گے اور اس کے کفر واستحقاق عذاب میں بعد اطلاع شک کریں گے تو خود اسلام سے خارج ٹھہریں گے" اھ (فتاویٰ مصطفویہ ص ۱۱۷) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — کتبہٗ: محمد سفیر الحق الرضوی النظامی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی، برکاتی — ۷ر شعبان المعظم ۱۴۳۲ھ

زید نے بکر سے کہا کبھی کبھی نماز تو پڑھ لیا کرو، بکر نے کہا "کافر کہیں نماز پڑھتا ہے" تو بکر پر کیا حکم ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت اس مسئلہ میں کہ

زید نے بکر سے مسجد کے دروازہ پر کہا کہ بھائی صاحب کبھی کبھی نماز تو پڑھ لیا کرو اس کے جواب میں بکر نے کہا کہ "کافر کہیں نماز پڑھتا ہے" تو بکر کے بارے میں شریعت کا حکم کیا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: صغیر احمد خاں برکاتی، ایشین فرنیچر، پولس لائن، چھترپور، ایم پی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب زید کے مذکورہ قول کے جواب میں بکر کا یہ کہنا ہے کہ "کافر کہیں نماز پڑھتا ہے" یہ اپنے کافر ہونے کا اقرار کرنا ہے جو بلا شبہ کفر ہے۔ لہٰذا بکر اپنے اس قول مردود کے سبب اسلام سے خارج ہو گیا اگرچہ اسے یہ پتہ نہ ہو کہ ایسا کہنا کفر ہے بکر پر فرض ہے کہ فوراً توبہ وتجدید ایمان اور بیوی والا ہو تو تجدید نکاح کرے۔ فتاویٰ ہندیہ "کتاب السیر" میں ہے "مسلم قال انا ملحد یکفر ولو قال ما علمت انہ کفر لا یعذر بھذا" اھ (ص ۲۷۹ ج ۲، الباب التاسع فی احکام المرتدین) اسی میں ص ۲۷۷ پر ہے "قد حکی عن بعض اصحابنا ان رجلا لو قیل لہ ألست بمسلم فقال لا یکون ذلک کفرا" اھ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — کتبہٗ: فیض محمد قادری مصباحی امجدی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی، برکاتی — ۳۰ر رجب المرجب ۱۴۲۸ھ

یہ کہنا کیسا ہے کہ "مختار ثقفی درحقیقت محمد بن حنفیہ تھے"

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت اس مسئلہ میں:

ایک مقرر نے اپنی تقریر میں یہ بیان کیا کہ مختار ثقفی جس نے قاتلین امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لڑائی کی مگر دعویٰ نبوت کے باعث مرتد ہو گیا۔ وہ درحقیقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے صاحب زادے محمد بن حنفیہ تھے۔ انھوں نے اپنا نام تبدیل کر کے مختار ثقفی رکھ لیا تھا، تو کیا واقعی وہ حضرت علی کے صاحب زادے محمد بن حنفیہ تھے، جنھوں نے اپنا نام بدل کر مختار رکھ لیا تھا؟ بینوا توجروا۔

المستفتی: سعود عالم، نیو پونم پلازہ، میرا روڈ ایسٹ ممبئی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب مقرر نے جو بات اپنی تقریر میں بیان کی ہے وہ متعدد وجوہ سے غلط موضوع ومن گھڑت ہے۔ حقیقت سے اس کا کوئی واسطہ نہیں۔ اولاً تاریخ میں ایسا کہیں نہیں ملتا کہ محمد بن حنفیہ نے اپنا نام بدل کر مختار ثقفی رکھ لیا تھا۔

ثانیاً، اگر اسے تسلیم کر لیا جائے تو معاذ اللہ لازم آئے گا کہ محمد بن علی المعروف بن الحنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دعویٰ نبوت کے باعث مرتد ہو گئے۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)

حالانکہ یہ سراسر غلط اور ان پر بہتان طرازی ہے، جو شرعاً ناجائز وگناہ ہے۔ حضرت محمد ابن علی تابعی، ثقہ اور صالح تھے اور خلیفہ عبد الملک کے زمانۂ خلافت میں آپ کا وصال ہوا۔ البدایہ والنہایہ میں ہے:

محمد بن علی بن ابی طالب ابو القاسم وابو عبد اللہ ایضاً وھو المعروف بابن الحنفیۃ وکانت سوداء سندیۃ من بنی حنفیۃ اسمھا خولہ ولد محمد فی خلافۃ عمر بن الخطاب وکان محمد بن علی من سادات قریش وقدم المدینۃ فمات بھا فی ھذہ السنۃ ودفن بالبقیع۔ (ج۹، ص۳۲)

تہذیب التہذیب میں ہے:

قال العجلی تابعی ثقۃ کان رجلا صالحا یکنی ابا القاسم قال ابراھیم بن جنید لانعلم احدا اسند عن علی ولا اصح مما اسند محمد۔ (ج۵، ص۲۲۸)

ثالثاً، مختار ثقفی جس نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاتلین کے بارے میں بڑا شاندار کارنامہ انجام دیا، اس کے تعلق سے تاریخ ابن خلدون ج۲، ص۱۲۹ تا ۱۷۴ میں ہے کہ مختار ثقفی کو حضرت محمد

بن علی حنفیہ نے ہی خون حسین کا بدلہ لینے کے لئے مامور کرکے کوفہ بھیجا تھا اور جب کوفیوں نے مختار کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا تھا: ہاں میں نے اس کو خون حسین کا بدلہ لینے پر مامور کیا ہے، اس وجہ سے لوگوں کا رجحان مختار کی طرف اور بڑھ گیا اور اس نے قاتلین حسین رضی اللہ عنہ کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر مارنا شروع کیا اور ظالمین اہل بیت کو نیست و نابود کر دیا، لیکن آخر میں وہ دعوی نبوت کر کے مرتد ہو گیا۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ)

رابعاً، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو جب مختار ثقفی کے دعوی نبوت کی خبر ملی تو آپ نے اس کی سرکوبی کے لئے لشکر روانہ فرمایا، جو مختار پر غالب ہوا اور ماہ رمضان ۶۷ھ میں اس بدبخت کو قتل کیا اور حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ کے سن وصال میں گو کہ مؤرخین کا اختلاف ہے کہ کسی نے ۷۰ھ بتایا، کسی نے ۸۰ھ، کسی نے ۹۳ھ بتایا مگر یہ اس سے مختلف ہے، جیسا کہ تاریخ الخلفاء میں ہے:

وفی ایام ابن الزبیر کان خروج المختار الکذاب الذی ادعی النبوۃ فجھز ابن الزبیر لقتالہ الی ان ظفر بہ فی سنۃ سبع وستین وقتلہ لعنہ اللہ۔ (ص ۲۱۴)

تہذیب التہذیب میں ہے:

ومات (محمد بن الحنفیۃ) سنۃ ثلاث وسبعین وقیل سنۃ ثمانین، وقیل سنۃ احدیٰ وقیل اثنتین، وقیل ثلاث وتسعین وقیل غیر ذلک۔ (ج۵،ص ۲۲۸)

یہ مقرر کوئی جاہل شخص ہے، اس پر لازم ہے کہ اپنی اس جہالت اور بکواس سے توبہ کرے اور عوام پر واجب ہے کہ ایسے شخص کو ہرگز ہرگز تقریر کے لئے مدعو نہ کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — **کتبہ:** محمد انوار الحق قادری

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

■❖■

کِتَابُ الشَّرِکَۃِ

شرکت کا بیان

مالِ شرکت میں گھاٹا ہو تو کس کے ذمہ ہوگا؟ گھر کا منتظم اپنی مرضی سے قرض لے کر گھر کے اخراجات میں صرف کرے تو مشترکہ مال سے ادا کر سکتا ہے یا نہیں؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں مفتیان دین درج ذیل مسائل میں؟

(۱) زید اور بکر دونوں بھائیوں کے درمیان صلح ہوئی ان کے پاس پانچ طرح کا کاروبار تھا جس میں سے دونمبر زید کو ملا اور دونمبر بکر کو پانچواں کاروبار تمباکو کا کھیت ہے اس کی آدھا سے زیادہ لاگت زید نے خود لگائی اور یہ کہا کہ اس کا جو بھی نقصان یا فائدہ ہو بٹوارے کے وقت میں اپنے بھائی بکر کو نصف دے دوں گا۔ اور اب کھیت میں تقریباً ۴۶ ر چھیالس ہزار روپے گھاٹہ لگ گیا۔ موقع پر ذمہ دار تو زید ہی تھا لیکن بکر نے کئی لوگوں کو موجودگی میں اس وقت یہ کہا تھا کہ اگر فائدہ ہوگا تو فبہا اور اگر گھاٹہ لگا تو ہم پورا کریں گے۔ آیا اب جو گھاٹہ لگا ہے اس کی تلافی صرف زید کرے گا یا بکر بھی؟

(۲) زید اور بکر دونوں بھائی ہیں بکر اپنی بیوی کا زیور گروی رکھ کر ۲۵ ر ہزار روپے نقد لایا جو دونوں کے مصرف میں لگایا واقعہ تقریباً پانچ سال کا ہے اوا ب بٹوارے کے بعد وہ آدھا زیور یا آج کی قیمت کا نصف مانگ رہا ہے دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا زید پر لازم ہے کہ بکر کو ۲۵ ر ہزار روپے کا آدھا دے یا موجودہ قیمت کا نصف باوجودے کہ زید گروی رکھنے کے وقت لاعلم تھا؟

المستفتی: سردار احمد راعینی، قادری آٹو موبائل دوبولیا بازار بستی (یوپی)

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الجواب اس کاروبار میں دونوں برابر کے شریک ہیں جیسا کہ وقت شرکت میں اس کی وضاحت

کر دی گئی تھی اور زید نے نصف سے جو زائد رقم لگایا ہے وہ اس کی یعنی زید و بکر دونوں جانب سے تبرع ہے اس میں شرکت نہیں۔

لہٰذا نفع و نقصان ہر ایک میں برابر کے شریک ہیں اس لیے گھاٹہ کی رقم مبلغ چھیالیس ہزار روپے میں دونوں آدھا آدھا برداشت کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) اگر بکر گھر کا منتظم ہو کہ گھر کے امور کا انتظام و انصرام اسی کے سپرد ہو تو اسے عرفاً گھر کی ضرورتوں کے لیے قرض لینے دینے کی اجازت ہوتی ہے وہی قرض لیتا ہے پھر ادا بھی کرتا ہے ظاہر ہے کہ پچیس ہزار روپے کا قرض کہیں سے بآسانی نہیں مل سکتا اس لیے اس نے بیوی کا زیور گروی رکھ کر یہ خطیر رقم بطور قرض حاصل کی اور دوسرے سے قرض لے کر گھر کے امور میں مشترکہ طور پر جو اخراجات ہوتے ہیں وہ سب کے لئے ہوتے ہیں اور اس کی ادائیگی سب کے مشترکہ سرمایہ سے ہی ہوا کرتی ہے یہ سب جانتے ہیں کوئی خفا نہیں ہے اس لیے اگر یہ بات ثابت ہو کہ بکر نے زیور گروی رکھ کر قرض لیا اور وہ خطیر رقم گھر کے ہی مشترکہ مصرف میں خرچ ہوئی تو اس کی ادائیگی مشترکہ سرمایہ سے ہی ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — **کتبہ:** محمد اجمل حسین

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۱۲ ربیع الغوث ۲۴ھ

بیٹا باپ سے الگ رہ کر کمائے تو وہ کس کی ملکیت ہے؟

کیا حج فرض کے لئے والدین کی اجازت ضروری ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں

(۱) زید کے ۴ بھائی ہیں (ارشاد، امتیاز، عباد، صدام) ارشاد احمد اور امتیاز احمد دونوں اپنے والد سے الگ رہتے تھے اور دونوں الگ الگ اپنا کام کرتے تھے، پھر ارشاد احمد نے نمکین بنانے کا کارخانہ کھولا جس میں ارشاد احمد نے اپنے والد سے کچھ روپے بطور مدد لیا اور زیادہ رقم اپنے بہنوئی سے لیا اور اپنی خود کی کافی رقم لگا کر کام شروع کیا۔

ایک دن ارشاد احمد اور امتیاز احمد کے درمیان جھگڑا ہوا تو والد نے ان دونوں کو گھر سے باہر نکال دیا اور کہا کہ تم دونوں اپنا کاروبار لے کر یہاں سے بھاگو ارشاد احمد والد صاحب سے روتا گڑگڑاتا رہا کہ مجھ کو کچھ دن رہنے دیجئے تاکہ میں کہیں اپنا انتظام کرلوں پھر بھی والد صاحب نہیں مانے اور گھر سے نکال دیا۔ لہٰذا دونوں

لڑکے گھر سے اپنا سامان لے کر نکل گئے۔ ارشاد احمد اپنی سسرال میں رہ کر کاروبار کرتا رہا اور کافی ترقی کیا جس سے زمین و مکان بھی بنا لیا۔

اب ارشاد احمد کے والد ترقی اور کافی جائداد دیکھ کر یہ دعویٰ کر رہے ہیں کہ جو کچھ ارشاد احمد نے کمایا ہے وہ سب میرے روپے سے کمایا ہے۔ لہٰذا جتنی بھی جائیداد ہے سب کا مالک میں ہوں۔ اب مذکورہ خیالات کی روشنی میں جتنی جائیداد ارشاد احمد نے کمایا ہے وہ شرعاً کس کی ملکیت مانی جائے گی؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

(۲) زید (ارشاد احمد) پر حج فرض ہے اس سال بیوی کو لے کر حج کو جانا چاہتا ہے کیا ارشاد احمد مذکورہ جائیداد سے حج کے لیے جا سکتا ہے یا نہیں؟ نیز کیا ارشاد احمد کو والد صاحب سے اجازت بھی لینی پڑے گی؟ اگر وہ اجازت نہ دیں تو ارشاد احمد کے لیے کیا حکم؟ مدلل جواب عنایت فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

المستفتی: ارشاد احمد برکاتی، نواری بازار، جہانگیر گنج

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب (۱) بیٹے کی کمائی ہوئی رقم باپ کی اس صورت میں ہوگی کہ بیٹا باپ کی عیال میں رہتے ہوئے باپ ہی کے کاروبار میں محض معاون کی حیثیت سے کام کرے اور اگر وہ باپ سے الگ رہ کر اپنے مستقل کاروبار کے ذریعہ کچھ کمائے تو وہ خاص اس کی ملک ہوگا۔ لہٰذا صورت مذکورہ میں ارشاد احمد نے باپ سے الگ رہ کر اپنے مستقل پیشے سے جو مال کمایا شرعاً اس کا تنہا مالک ارشاد احمد ہی ہے اس کے والد، بھائی، کسی اور کا اس میں کوئی حصہ نہیں فتاویٰ رضویہ میں ہے" (بیٹے نے) جو کچھ مال اس کے سوا پیدا کیا یعنی اس زمانہ میں تو اس کا خورد و نوش باپ سے جدا تھا یا اپنے ذاتی مال سے کوئی تجارت کی یا کسب پدری سے الگ کوئی کسب خاص مستقل اپنا کیا یہ اموال خاص بیٹے کے ٹھہریں گے خیریہ وعقود میں ہے:

سئل فی ابن کبیر ذی زوجۃ و عیال لہ کسب مستقل حصل بسببہ اموالا ھی لوالدہ؟ اجاب ھی للابن حیث لہ کسب مستقل حصل بسببہ اموالا ھی ہو الدہ اجاب ھی للابن حیث لہ کسب مستقل واما قول علماء نا یکون کلہ للاب فمشروط کما یعلم من عباراتھم بشروط منھا اتحاد الصنعۃ و عدم مال سابق لھما و کون الابن فی عیال ابیہ فاذا عدم واحد منھا لا یکون کسب الابن للاب" اھ ملخصا (ج ۷ ص ۳۲۴)

البتہ وہ رقم جو زید نے والد سے لی ہے اگر وہ بطور قرض تھی تو ارشاد احمد پر اس کی واپسی لازم ہے جلد از جلد اسے ادا کر دے اور اگر والد نے وہ رقم بطور تبرع و احسان دی تھی تو اس کی ادائیگی بھی ضروری نہیں۔

(۲)جب مال مذکورزید ہی کا ہے تواس سے حج فرض کی ادائیگی بلاشبہ جائز ہے۔حج فرض کے لیے والدکی اجازت ضروری نہیں بلکہ اگر وہ منع بھی کریں تو بھی اس پر حج کی ادائیگی لازم وضروری ہے۔اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں ''حج فرض میں والدین کی اجازت درکار نہیں بلکہ والدین کو ممانعت کا اختیار نہیں۔زید پر لازم ہے کہ حج کو چلا جائے اگرچہ والدین مانع ہوں۔''
(ج ۴ ص ۲۶۲)واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — کتبہٗ: فیض محمد قادری مصباحی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۲۶رشوال المکرم ۱۴۳۰ھ

ایک شخص کا ایک روپیہ دوسرے کے دوروپے میں مل گیا، پھر دوروپئے ہلاک ہو گئے توکس کے ہلاک ہوئے اور بقیہ کسے ملے گا؟

مسئلہ ایک شخص کا ایک روپیہ دوسرے کے دوروپے میں مل گیا۔پھر دوروپے ہلاک ہو گئے۔تو یہ روپئے کس کے ہلاک ہوئے اور بقیہ ایک روپیہ کس کو ملے گا؟

المستفتی: حاجی عبدالعزیز صاحب نوری۔ہاتھی پالا،اندور۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب جس شخص کا ایک روپیہ دوسرے کے دوروپے میں مل گیا اب امتیاز باقی نہ رہا کہ کون کس کا ہے۔اس صورت میں دونوں اپنے اپنے حصہ کے بقدر شریک ہو گئے کہ ایک والے کی ایک تہائی اور دو والے کی دوتہائی،پھر جب دوروپے گم ہو گئے تو دونوں کی شرکت کے دوروپے گم ہوئے اور ایک جو باقی ہے یہ بھی دونوں کی شرکت کا ہے کہ ایک والے کو ایک تہائی دو والے کو دوتہائی ملے گی۔جیسا کہ جوہرہ نیرہ ج ۲،ص:۳۵ میں ہے:

" ان الثلاثة لما اختلطت صارت شركة بينهما بحيث لا يتميز فلصاحب الدرهمين ثلثا كل درهم، ولصاحب الدرهم ثلث كل درهم فاى درهم ذهب، بحصته فالدرهم الباقى بينهما اثلاثاً اھ "واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — کتبہٗ: محمد شاہ عالم قادری،جونفوری
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی، برکاتی — ۲ رصفر المظفر ۱۴۲۳ھ

مکان تین لوگوں میں مشترک تھا دو دوسری جگہ رہتے تھے ایک اس میں رہ کر حفاظت وتزئین وتجدید کرتا رہا تو کیا بقیہ دونوں اس میں حصہ لے سکتے ہیں؟ پہلے نے جو خرچ کیا دونوں سے عوض لے سکتا ہے؟

مسئلہ: زید وعمرو اور بکر تین سگے بھائی ہیں۔ زید اور عمرو دونوں بھائی تقریباً تیس سال سے زیادہ ہی اپنے چھوٹے بھائی سے قابل مرمت مکان سے چشم پوشی کرتے ہوئے ترک کئے۔ اسی اثنا بکر اپنے مکان میں رہ کر اپنے مکان کی حفاظت اور مرمت بھی کرتا رہا، ساتھ ہی ساتھ ہر مصائب کو جھیل کر اس کی حفاظت بھی کیا اور ضروریات زندگی یعنی لیٹرنگ، غسل خانہ بھی بکر نے اسی پلاٹ میں بنایا اور دقتوں کا سامنا کرتے ہوئے مزید مکان کو زینت دی۔ تیس سال کے بعد زید اور عمرو اپنے پرانے رہائش پر لوٹے اور مکان کی زیب وزینت دیکھ کر بکر پر حاوی ہو کر یہ مطالبہ کرنے لگے کہ تیس سال سے مکان میں رہے، اس کا کرایہ دو، ورنہ گھر خالی کرو، ہم رہیں گے، جبکہ بکر کا یہ قول ہے کہ گرتے مکان کی حفاظت اور مرمت میں نے کیا اور دونوں کی غیر حاضری میں غیر کو قابض ہونے سے بچایا اور حفاظت زمین کرتے ہوئے ہم نے لاکھوں روپے خرچ کیا ہے۔ بکر کا یہ بھی کہنا ہے کہ گردو پیش میں بقیہ زمین ہے، اسے بنوا کر رہیں۔

مگر دونوں بھائیوں کا رعب قابل مذمت ہے۔ بکر کا یہ قول بھی ہے کہ تیس سال کے رقم کا موازنہ مدنظر ہو۔ اس عرصہ میں زمینی ٹیکس اور میونسپلٹی کا خرچ بھی بکر اپنی جیب سے لگاتار ہا۔ مکان میں پانی کے لئے بورنگ اور گھر کے چہار جانب باؤنڈری بھی بکر نے کیا ہے۔

اب حضرت مفتی صاحب قبلہ سے قرآن وحدیث کی روشنی میں فیصلہ چاہوں گا کہ زید اور عمرو کا جبریہ قول کہاں تک درست ہے اور دونوں کا مطالبہ کیسا ہے اور بکر کا قول اپنی جگہ پر کہاں تک معقول ہے؟ بینوا توجروا۔

المستفتی: از محمد افسر عالم، رائے گڈا، اڑیسہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب: سوال سے ظاہر ہے کہ مرمت شدہ مکان زید، عمرو اور بکر تینوں بھائیوں کا مشترکہ مکان ہے، جس کے تینوں شخص مشترکہ طور پر مالک ہیں تو زید وعمرو ہر ایک خواہ وہ مکان میں رہے ہیں یا نہ رہے ہیں، بہر حال مکان میں اپنے اپنے حصہ کے حقدار ہیں اور وہ جب چاہیں اپنا حصہ لے سکتے ہیں۔

مگر زید وعمرو کا اپنے شریک بکر سے مکان کا کرایہ طلب کرنا جائز نہیں کہ سوال سے ظاہر یہ ہے کہ انھوں نے بکر کو اپنا مکان کرایہ پر نہ دیا تھا۔ بس یوں ہی چھوڑ کر چلے گئے تھے اور بکر غاصب بھی نہیں کہ عرفاً اپنے مشترک مکان کی دیکھ ریکھ اور حفاظت کے لئے اس میں رہنے کی اجازت ہوتی ہے، اس لئے اس سے زید وعمرو کا کرائے کا مطالبہ کرنا ناانصافی اور ظلم ہے، وہ شرعاً کسی اجرت وکرائے کے حقدار نہیں۔ درمختار میں ہے:

واما الانتفاع به بغيبة شريكه ففي بيت و خادم وارض ينتفع بالكل ان كانت الارض ينفعها الزرع والالا۔ بحر۔ (ج ۶، ص ۴۷۳ تا ۴۷۴)

اسی کے تحت ردالمحتار میں ہے:

قلت: وفي القنية لايلزم الحاضر في الملك المشترك اجر، وليس للغائب استعماله بقدر تلك المدة لان المهيأة بعد الخصومة۔ (کتاب الشرکۃ، ج ۶، ص ۴۷۳)

درمختار میں المنظومۃ المحبیۃ کے حوالے سے ہے:

لو واحد من الشريكين سكن في الدار مضت مدة من الزمن فليس للشريك ان يطالبه باجرة السكنى ولا المطالبة بأنه يسكن من الاول، اھ۔

اسی کے تحت ردالمحتار میں ہے:

أي ولو معدا للاستغلال لانه سكن بتأويل ملك فلا أجر عليه۔

(کتاب الشرکۃ، ج ۶، ص ۵۱۸)

اور مکان کی مرمت میں جو اخراجات ہوئے، اگر بکر نے شرکاء کی اجازت سے کیا ہے تو اپنا حصہ نکال کر باقی اخراجات کا ان سے مطالبہ کرسکتا ہے۔

یوں ہی اگر اپنے حصے کی حفاظت کے لئے ان کے حصے کی مرمت کے لئے مجبور ومضطر تھا تو بھی ان کے حصے کے اخراجات واپس لینے کا حق ہے۔

اور اگر ان سے اجازت لئے بغیر ان کے حصہ مکان کی مرمت کی اور وہ اس کے لئے مجبور ومضطر نہ تھا تو یہ متبرع ہوگا، لہٰذا معاوضہ کچھ بھی نہ ملے گا کہ تبرع واحسان کا کوئی مالی معاوضہ نہیں ہوتا، اس کا معاوضہ ثواب اخروی ہے۔ یوں ہی زمینی ٹیکس اور میونسپلٹی کا خرچ اگر شرکاء کی اجازت سے کیا ہے تو معاوضہ ملے گا ورنہ نہیں۔ ردالمحتار میں ہے:

بخلاف ما اذا كان مريد الانفاق غير مضطر وكان صاحبه لا يجبر كدار يمكن قسمها وامتنع الشريك من العمارة فانه لا يجبر، فلو انفق عليها الآخر بلا إذنه فهو

متبرع لانہ غیر مضطر، اذ یمکنہ ان یقسم حصتہ ویعمرہا کما صرح بہ فی الخانیۃ۔

(کتاب الشرکۃ، ج۴، ص۳۲۳)

ہاں بکر نے مکان کی مرمت کے علاوہ جو دوسری چیزیں جائیداد مشترک میں بنائیں، اگر اپنے صرفہ سے اپنے لئے بنائیں تو وہ اسی کی ہوں گی۔ دوسرے شرکاء اس میں شریک نہ ہوں گے۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے:

زید و حامد نے زمین مکان مشترک میں جو بنگلے اپنے لئے اپنے روپئے سے بنائے وہ خاص انھیں کے ہیں۔ دیگر شرکاء کا ان میں کوئی حق نہیں۔ (کتاب الشرکۃ، ج۶، ص۳۲۵) واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

کتبہ: محمد انوار الحق قادری

۲؍ ذی الحجہ ۱۴۳۰ھ

■❖■

کِتَابُ الْوَقْفِ

وقف کا بیان

امام باڑہ پر مکان بنوانا کیسا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں
کہ ایک امام باڑہ میں جہاں لوگ محرم کے مہینے میں فاتحہ کراتے ہیں اور وہاں سے اکھاڑے بھی نکالتے ہیں چونکہ امام باڑے کی زمین زید کی ہے اور زید اس امام باڑہ کے اوپر اس کے ارد گرد مکان تعمیر کرانا چاہتا ہے از روئے شرع درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

المستفتی: مقصود عالم خان، رضوی محلہ، بالاسور، اڑیسہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب امام باڑہ کے لیے زمین وقف کرنا صحیح نہیں ہے لہٰذا اگر زید نے بالفرض اس زمین کو وقف کر دیا ہو پھر بھی اس کی ملکیت باقی ہے۔ کیونکہ وقف کے شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ جس کے لیے وقف کرتا ہے فی نفسہ ثواب کا کام ہو اگر ثواب کا کام نہیں ہے تو وقف صحیح نہیں۔ اور ظاہر ہے امام باڑہ کا وقف فی نفسہ کوئی ثواب کا کام نہیں ہے لہٰذا زید کو اس کے اوپر اور اس کے ارد گرد مکان تعمیر کرنا جائز و درست ہے۔

در مختار ''کتاب الوقف'' میں ہے "وان یکون قربة فی ذاته معلوماً" اھ (ج ۶ ص ۵۲۴) امام اہل سنت تحریر فرماتے ہیں ''امام باڑہ وقف نہیں ہو سکتا وہ جس نے بنایا اسی کی ملک ہے اسے اختیار ہے اس میں جو چاہے کرے'' اھ (فتاویٰ رضویہ ج ۶ ص ۳۴۳) واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہٗ: زبیر احمد قادری
۵ر صفر المظفر ۱۴۳۰ھ

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

واقف کے ذریعے رکھے گئے مدرسہ کے نام کو بدل سکتے ہیں؟ عیدگاہ مدرسہ سے کسی کو روکنا توڑنے کی دھمکی دینا، مسلم کو غیر مسلم سے تشبیہ دینا کیسا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے متعلق کہ چند گاؤں والے مل کر مدرسہ چلاتے ہیں جس کے احاطے میں عیدگاہ بھی ہے مدرسہ کے محل وقوع سے قریب گاؤں کے نام پر وقف کرنے والوں نے مدرسہ اسلامیہ فلاں گاؤں رکھا بقرعید کے دن عیدگاہ میں دکان سے کچھ خریدتے ہوئے جھگڑا شروع ہو کر بڑوں کے مار پیٹ تک نوبت آئی تیسرے دن جنرل میٹنگ ہوئی جس میں کچھ سرکردہ لوگ بھی آئے جس میں مختلف باتیں ہوئیں۔

(۱) زید کہتا ہے مدرسہ کا نام بدل دو۔ کیا واقف کا رکھا ہوا نام بدلنا جائز ہے؟ جب کہ واقف یا اس کے وارث نام بدلنے پر راضی نہیں ہیں تو زید کے بارے میں کیا حکم ہے؟

(۲) بکر کہتا ہے کہ مدرسہ اور اس کی جائداد چھ حصے میں تقسیم کر کے پانچ گاؤں والے ایک طرف ہو جاؤ اور ایک گاؤں والے کو ایک طرف کر دو جب کہ لوگ کہتے ہیں کہ تقسیم مت کرو تم لوگ ہی مدرسہ چلاؤ مگر بکر بضد ہے کیا وقف کی جائداد اس طرح تقسیم کرنا جائز ہے؟ بکر کے بارے میں کیا حکم ہے۔ کیا اس کو مدرسہ کے اراکین میں شامل کرنا جائز ہے؟

(۳) عمرو کہتا ہے کہ جس گاؤں کے نام پر مدرسہ ہے ان لوگوں کو (جب کہ یہی لوگ واقف ہیں) عیدگاہ میں نماز نہیں پڑھنے دیں گے ورنہ مدرسہ توڑ دیں گے یا تالا لگا دیں گے یا دفعہ ۱۴۴ لگوا کر بند کر دیں گے کیا وقف کی عیدگاہ میں کسی مسلمان کو نماز سے روکنا مدرسہ کے توڑنے یا تالا لگوانے کی بات کرنا جائز ہے؟ اگر نہیں تو عمرو کے ساتھ بات چیت سلام کلام یا اس کو مدرسہ کا رکن بنانا درست ہے یا نہیں؟

(۴) خالد نے عمرو سے کہا کہ تم تو بال ٹھاکرے اور اڈوانی کی طرح بات کرتے ہو وہ دونوں بھی مدرسہ توڑنے یا بند کرنے کی بات کرتے ہیں اور تم بھی وہی بات کرتے ہو خالد کا عمرو کو بال ٹھاکرے یا اڈوانی کی طرح بات کرنے والا کہنا کیسا ہے؟

(۵) واقف یا اس کے وارث کا یہ کہنا کہ ہمارا مدرسہ وعیدگاہ جائز ہے یا نہیں جب کہ مراد یہ ہے کہ ہم نے وقف کیا ہے ملکیت کا دعویٰ نہیں جس کا ثبوت یہ ہے کہ کبھی جائیداد پر قبضہ نہ کیا اور اتفاق رائے سے غیر واقف مدرسہ کا صدر سکریٹری، ناظم خزانچی ہوتے رہے اور ہیں۔ بحوالہ جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی: محمد مجیب الرحمن امام تنڈیل مسجد، گوپی پورہ لومنہ واڑ، سورت، گجرات

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الجواب (۱۔۵) وقف میں تغییر وتبدیل جائز نہیں فتاویٰ ہندیہ میں ہے لایجوز تغییر الوقف عن ھیئته اھ (ج ۲ ص ۴۹۰) لیکن نام میں جزوی ترمیم تغییر وقف نہیں جب لوگوں میں ایک گاؤں کی طرف مدرسہ منسوب کرنے میں انتشار برپا ہو چکا ہے اور وہ فتنہ کی شکل بھی اختیار کر رہا ہے تو واقف کو چاہیے کہ مسلمانوں کی خیر خواہی اور ملت کے اتحاد کے پیش نظر مدرسہ کے نام میں یہ ترمیم کرے کہ مدرسہ کا اصل نام تو ''مدرسہ اسلامیہ'' رکھے اور پتہ میں مدرسہ جس گاؤں کے قریب واقع ہے اس گاؤں کا نام لکھے یعنی ''مقام فلاں گاؤں'' کہ پتہ وہیں کا ہوتا ہے جہاں پر مدرسہ ہوتا ہے یہ گاؤں کے نام پر مدرسہ کا نام رکھنا نہ ہوا بلکہ اس گاؤں کو مدرسہ کا محل وقوع بتانا ہوا تاکہ اس پتہ پر اجنبی لوگ وہاں پہنچ سکیں نیز دوسری سہولتیں فراہم ہوں تمام مسلمانوں کو چاہیے کہ اس پر متحد ہوں اور اپنے اختلافات دور کریں۔ سوال میں بہت کچھ نادانی کی باتیں درج ہیں مسلمان انھیں چھوڑ دیں، مثلاً عیدگاہ سے مدرسہ کے واقف کو روکنا مدرسہ کو بند کرنے یا توڑنے کی دھمکی دینا سخت ناجائز ہے۔ ایسا آدمی فاسق اور افتراق بین المسلمین کے سبب سخت گنہگار ہے اس پر توبہ لازم اور اپنے قول سے رجوع ضروری ہے۔

صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں ''مسجد میں تمام مسلمانوں کا حق برابر ہے کسی کو مسجد میں نماز پڑھنے سے نہیں روکا جاسکتا ہے بہر حال جس نے یہ کلمہ کہا اسے اس کلمہ سے توبہ کرائی جائے''

(فتاویٰ امجدیہ ج ۴ ص ۴۳۷)

اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں ''مسجد میں نماز پڑھنے سے روکنا اور اس کی ویرانی میں کوشش کرنا حرام ہے قال اللہ تعالیٰ "وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِيْ خَرَابِهَا"۔ یعنی اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ تعالیٰ کی مسجدوں کو ان میں نام الٰہی لینے سے روکے اور اس کی ویرانی میں کوشش کرے (فتاویٰ رضویہ ج ۶ ص ۱۶۸) عمرو پر لازم ہے کہ علانیہ اس ناجائز کلام سے توبہ واستغفار کرے۔

یونہی کسی مسلمان کو غیر مسلموں سے تشبیہ دینا قبیح ہے اس سے احتراز کرنا چاہیے اس کے لیے دوسری مناسب تعبیر اختیار کی جاسکتی تھی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہٗ: شمس الدین احمد علیمی
یکم رشوال المکرم ۱۴۲۵ھ

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

وقف کی زمین بیچنا کیسا ہے؟

سنیوں دیوبندیوں کی مشترکہ زمین پر مدرسہ بنانا کیسا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ

ھندہ نے زمین کو وقف کیا اور اس زمین پر دارالعلوم بنایا اب ہندہ کا انتقال ہو چکا ہے مسئلہ درپیش یہ ہے کہ وقف کی گئی زمین شہر سے آٹھ کلومیٹر کی دوری پر ہے اس گاؤں میں چند مسلم گھر ہیں اور اطراف میں غیر مسلموں کی آبادیاں ہیں بڑھتے ہوئے تعصب کو دیکھتے ہوئے کیا اس زمین کو فروخت کر کے اس روپے سے دوسری زمین شہر سے قریب جہاں مسلمانوں کی آبادیاں ہیں وہاں خرید کر دارالعلوم قائم کر سکتے ہیں یا نہیں قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت کر کے شکریہ کا موقع دیں عین کرم ہوگا — ہندہ نے جن ۷ افراد کے حوالے زمین کو کیا ہے وہ الحمد اللہ ابھی سب حیات ہیں۔

(۲) چودہ ایکڑ زمین ہے دو چار لوگوں کی ملکیت ہے مالکان میں سے ایک سنی دوسرا وہابی تیسرا اور چوتھا صلح کلی یہ چاروں افراد، دارالعلوم بنانے کے لیے زمین فی سبیل اللہ دینا چاہتے ہیں زمین جس کمیٹی کو فی سبیل اللہ دینا چاہتے ہیں وہ کمیٹی کے لوگ سنی حضرات ہیں کیا سنی حضرات جو چند لوگ کمیٹی کے ہیں اس فی سبیل اللہ زمین کو لے سکتے ہیں یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں عین کرم ہوگا۔

المستفتی: محمد حسین رضوی، صدر المدرسین مدرسہ حفظ القرآن کمہار واڑی، کھنڈوہ ایم پی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الجواب (۱) وقف کردہ زمین کی بیع جائز نہیں گاؤں کی اس وقف زمین کو بیچ کر اس کے بدلے شہر کے قریب زمین لے کر دارالعلوم قائم کرنا ناجائز ہے لہٰذا ہندہ نے جو زمین گاؤں میں وقف کی ہے اسی پر دارالعلوم بنائیں فتاوی ہندیہ میں ہے: فیلزم وَلَا یُبَاعُ وَلَا یُوْهَبُ وَلَا یُوْرَثُ كَذَا فِي الْهِدَايَةِ۔
(ص ۳۵۰ ج ۲ کتاب الوقف)

ردالمحتار میں ہے فان الحبس یفید انه باق علی ملکه کما کان وانه لا یباع ولا یوهب (ص ۵۲۱ ج ۴ کتاب الوقف) اور یہ عذر کہ گاؤں میں مسلم آبادی کم ہے اور اطراف میں غیر مسلموں کی آبادیاں ہیں ان میں تعصب بڑھتا جا رہا ہے، قابل قبول نہیں ہندوستان میں اس طرح کے بہت سے مدارس ہیں خود مرکز تربیت افتا شہر سے تقریباً ۲۵ کلومیٹر دور ہے نیز نہ تو گاؤں میں مسلمانوں کی بہت زیادہ آبادی ہے اور نہ ہی اطراف میں مسلمانوں کی تعداد زیادہ بلکہ اکثریت غیر مسلموں ہی کی ہے پھر بھی خدا کے فضل سے یہ تمام

وجوہات اور کافروں کا تعصب مرکز تربیت افتا کی تعلیم میں رکاوٹ نہ بن سکے بہر حال دارالعلوم اس وقف زمین پر قائم کریں اور احتیاط سے دینی خدمت انجام دیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) چودہ ایکڑ زمین ایک سنی اور ایک وہابی اور دو صلح کلی کے درمیان مشترک ہے جسے وہ لوگ مشترکہ طور پر دارالعلوم بنانے کے لیے دینا چاہتے ہیں۔ سنی حضرات اس زمین کو لے سکتے ہیں بشرطیکہ وہابی یا صلح کلی کا دارالعلوم میں کچھ عمل دخل نہ ہو اور آئندہ فتنہ وفساد کا باعث نہ بنیں مگر ایسا بہت کم ہوتا ہے لہٰذا پرہیز بہتر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: ازہار احمد امجدی مصباحی
ربیع النور ۱۴۲۷ھ

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

مدرسہ کی زمین یا عمارت بیچنا یا عمارت کا ملبہ نئے مدرسہ میں لگانا کیسا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ہماری آبادی میں ایک مکتب بنام مدرسہ احسن البرکات کافی عرصہ سے قائم ہے، اس وقت گاؤں کی آبادی کافی بڑھ چکی ہے، بچوں کی تعلیم کا خیال کرتے ہوئے اس مدرسہ کی توسیع کے لیے آبادی سے باہر ایک وسیع وعریض زمین پر مدرسہ بنایا گیا ہے چونکہ پرانے مدرسہ کی عمارت مخدوش ہو چکی ہے اس لیے اراکین نے عمارت توڑ کر اس کا ملبہ نئی زمین پر تعمیر ہونے والے ادارہ میں لگانے کے لیے سوچا ہے، پرانے مدرسہ کا وہ ملبہ نئی زمین پر بننے والی عمارت میں لگایا جا سکتا ہے یا نہیں؟ جب کہ وہ مدرسہ کی زمین وقف کی ہوئی تھی۔ جس پر مدرسہ تقریباً ۳۰ فٹ لمبا اور تقریباً ۲۰ فٹ چوڑا بنا ہوا تھا۔ اس پرانی عمارت کی جگہ نئی عمارت بنا کر مدرسہ چلایا بھی جائے تو اس میں بچوں کے آنے جانے کے لیے معقول راستہ بھی نہیں ہے کیونکہ اس کے اغل بغل جو لوگ آباد ہیں ان لوگوں نے اس راستہ کو ناجائز طریقہ سے قبضہ کر کے بہت ہی تنگ کر دیا ہے اس سے آنے جانے میں بہت دشواری ہو گئی ہے۔ بینوا توجروا

المستفتی: اراکین دارالعلوم احسن البرکات، موضع کرہی بازار، ضلع سنت کبیر نگر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب جب پرانے مدرسہ کی زمین وقف ہے تو اس پر چندہ وغیرہ کی رقم سے جو مدرسہ تعمیر ہے وہ بھی وقف ہے۔ اور وقف جس حالت پر ہو اس کو اسی حالت پر باقی رکھنا واجب ہے۔ اس لیے مدرسہ کی زمین و

عمارت کچھ بھی نہ تو بیچ سکتے ہیں اور نہ ہی اس کی عمارت توڑ کر اس کے ملبہ کو تعمیر ہونے والے نئے مدرسہ میں لگا سکتے ہیں۔ فتاوی ہندیہ میں ہے: "لا یباع ولا یوھب ولا یورث کذا فی الھدایۃ" اھ (ص ۳۵۰ ج ۲)

اور در مختار میں ہے: "اذا تم ولزم لا یملک ولا یملک" اھ (ص ۵۳۹ ج ۶)

ردالمحتار میں ہے: "الواجب ابقاء الوقف علی ما کان علیہ" (ص ۳۸۸ ج ۴) فتاوی ہندیہ میں ہے: "لا یجوز تغییر الوقف عن ھیئتہ" (ص ۴۹۰ ج ۲)

لہٰذا انتظامیہ حتی الامکان اس مدرسہ کی حفاظت کرے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ مخدوش شدہ عمارت کی مرمت کرائے اور اس قدیم مدرسہ میں بھی کسی ایک مدرس کو رکھ کر چھوٹے بچوں کی پڑھائی کرائے اور نئے مدرسہ میں بڑے بچوں کو تعلیم دلائے۔

اور جن لوگوں نے مدرسہ کے راستہ پر ظلماً ناجائز غاصبانہ قبضہ کرلیا ہے۔ وہ لوگ ظالم جفا کار، سخت گنہگار، مستحق عذاب نار، لائق قہر قہار ہیں۔ حدیث شریف میں ہے: "من اخذ من الارض شیئا بغیر حقہ خسف بہ یوم القیامۃ الی سبع ارضین" یعنی جو شخص دوسرے کی زمین کا کچھ حصہ ناحق لے لے تو اسے قیامت کے دن سات زمینوں کی تہہ میں دھنسایا جائے گا۔ (بخاری شریف، ص: ۳۳۲، ج: ۱) لہٰذا وہ لوگ دل میں خوف الٰہی پیدا کریں اور اس سے اپنے ناجائز قبضہ کو ہٹائیں اور علانیہ توبہ و استغفار کریں۔ اگر یہ لوگ ایسا کرلیتے ہیں تو ٹھیک ورنہ مسلمانوں پر لازم ہے کہ ان کے ساتھ سختی سے پیش آئیں اور جس طرح بھی ہوسکے ناجائز قبضہ کو ہٹوائیں تاکہ راستہ کشادہ ہوجائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — کتبہٗ: غلام نبی نظامی علیمی امجدی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۱۵؍ جمادی الآخر ۱۴۲۷ھ

مدرسہ کی زمین پر مسجد یا شادی خانہ تعمیر کرسکتے ہیں یا نہیں

مسئلہ کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ

ہم لوگوں نے مدرسہ کے نام پر زمین خریدی اور اس زمین پر ایک عمارت تعمیر کی اور مدرسہ قائم کیا اور ساتھ ہی ساتھ اس میں بچوں کو دین کی تعلیم دیتے ہیں اور نماز بھی پڑھتے ہیں اور جمعہ کی نماز بھی پڑھتے ہیں اب جب کہ ہم مدرسہ کی جگہ پر مسجد بنانا چاہتے ہیں تو کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ نیچے کے حصہ میں شادی خانہ بنایا جائے اور اوپر کے حصہ میں مسجد تعمیر کی جائے، لہٰذا ایسی صورت میں اب جہاں جس جگہ پر برسوں سے نمازیں قائم کیے اور کر رہے ہیں اس جگہ پر شادی خانہ تعمیر کرسکتے ہیں یا نہیں جب کہ اس جگہ کو مسجد کے بجائے مدرسہ ہی

کہتے ہیں۔ برائے کرم قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں؟
المستفتی: حافظ سید محبوب قادری، چکلہ آمبہ شریف، تعلقہ گیورائی ضلع بیڑ (مہاراشٹر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب جب مدرسہ کے نام پر زمین خریدی گئی اور اس پر مدرسہ کی ایک عمارت بھی تعمیر ہوگئی تو وہ زمین مدرسہ کے لیے وقف ہوگئی، خواہ وہ زمین کسی نے وقف کی ہو یا چندہ کی رقم سے مدرسہ کی زمین خریدی گئی ہو۔ لہٰذا اب مدرسہ کی زمین پر نہ تو مسجد تعمیر کر سکتے ہیں اور نہ ہی شادی خانہ وغیرہ بنا سکتے ہیں کیونکہ تغییر وقف جائز نہیں۔ فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

"لایجوز تغییر الوقف" اھ (ص ۴۹۰ ج ۲) ردالمحتار میں ہے: "الواجب ابقاء الوقف علی ماکان علیہ" اھ (ص ۳۸۸ ج ۴)

اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر فرماتے ہیں: ''جو چیز جس غرض کے لیے وقف کی گئی ہے اس کو دوسری غرض کی طرف پھیرنا جائز نہیں'' (فتاویٰ رضویہ ص ۴۵۵ ج ۶)

البتہ اس میں کوئی کمرہ بنا کر اسے نماز کے لیے خاص کر سکتے ہیں، مگر وہ جگہ مسجد کے حکم نہیں ہوگی۔ یہ حکم اس صورت میں جب کہ آغاز کار میں مدرسہ کے ساتھ مسجد کی تعمیر بھی منصوبہ میں شامل نہ ہو، یا شامل ہو مگر اس کا اعلان نہ کیا گیا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

کتبہٗ: محمد غلام نبی نظامی علیمی
۲۱ ربیع الغوث ۱۴۲۷ھ

تعمیر مسجد کے لئے مدرسہ سے قرض لینا کیسا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت اس مسئلہ میں

کہ ایک گاؤں کی مسجد تعمیر ہوئی تو اس کے تعمیری اخراجات کی تکمیل کے لیے تقریباً ایک لاکھ روپیہ مدرسہ کے فنڈ سے بطور قرض لیا گیا جس کو سات سال کا عرصہ گزر چکا مگر ابھی تک اہل بستی نے یہ قرض ادا نہیں کیا ہے اور مسجد کی آمدنی بھی اتنی نہیں ہے کہ اس سے ادا کیا جا سکے بلکہ مسجد کی دیگر اکثر ضروریات بھی اہل بستی کی امداد واعانت ہی پر موقوف ہیں۔

ایسی شکل میں بستی کے لوگوں کا ادائیگی قرض سے لاپرواہی برتنا اس جانب کوئی توجہ نہ دینا شرعاً کیسا ہے؟ اور ایسے لوگوں کے لیے قرآن وحدیث میں کیا کیا وعیدیں آئی ہیں ان کو بالتفصیل بیان فرمائیں۔ خیال

رہے کہ اہل بستی استطاعت رکھتے ہیں مگر توجہ نہیں دیتے۔
ساتھ ہی ساتھ یہ بھی واضح فرمائیں کہ اگر اہل بستی نے مدرسہ کا روپیہ واپس نہیں کیا تو آیا ایسے لوگ عنداللہ آخرت میں محاسبہ و مواخذہ کی زد میں آئیں گے کہ نہیں؟ اگر کچھ لوگ یہ خیال کر بیٹھیں کہ مسجد و مدرسہ دونوں خدا کے گھر ہیں اگر ایک کا مال دوسرے میں صرف ہو گیا تو کوئی برائی کی بات نہیں کیا شرعاً لوگوں کا یہ خیال درست ہے؟ المستفتی: محمد عبدالرشید قادری، پہلی بھیتی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب مدرسہ کے فنڈ سے مسجد کی تعمیر کے لیے قرض دینا حرام و گناہ ہے کہ یہ مدرسہ کے مال پر تعدی، زیادتی اور امانت میں خیانت ہے لہٰذا جن لوگوں نے قرض دیا ہے یا لیا، اس کی تجویز رکھی، اس کو خرچ کیا سب گنہگار ہوئے خاص طور پر ذمہ داران مدرسہ پر اس کا وبال لازم آیا۔ ہدایہ میں ہے "لا یملک القرض من لا یملک التبرع کالوصی والصبی" اھ (ص ۶۰ ج ۳) لہٰذا مدرسہ کے ذمہ داران پر لازم ہے کہ وہ فوراً اس کا تاوان ادا کر دیں۔ فتاویٰ خانیہ میں ہے:

"رجل جمع مالا من الناس لینفقه فی بناء المسجد وانفق من تلك الدراهم فی حاجة نفسه ثم ردبدلها فی نفقة المسجد...قالوا نرجوله فی الاستحسان ان ینفق مثل ذلك من ماله فی المسجد فیجوز و یخرج عن الوبال اھ (ص ۲۹۹ ج ۳) ایسا ہی بہار شریعت ج ۱۰ ص ۸۵ میں بھی ہے۔

چندہ جس خاص مقصد کے لیے کیا جاتا ہے اسے اس مقصد میں استعمال کرنا واجب ہے اور اس کے علاوہ دیگر مقاصد میں صرف کرنا حلال نہیں اور اگر وہ غرض پوری ہو چکی ہو تو جنھوں نے دیا ہے ان کو واپس کر دیا جائے یا ان کی اجازت سے کسی دوسرے کام میں صرف کیا جائے بغیر ان کی اجازت کے دوسرے مصرف میں صرف کرنا جائز نہیں۔ ایسا ہی فتاویٰ رضویہ ص ۵۷۳ ج ۶ اور فتاویٰ امجدیہ ص ۳۸/۳۹ ج ۳ پر مرقوم ہے۔

اور جو لوگ یہ خیال خام کر بیٹھیں کہ مسجد و مدرسہ دونوں خدا کے گھر ہیں اگر ایک کا مال دوسرے میں صرف ہو گیا تو کیا ہوا شرعاً ان کا خیال درست نہیں ہے کہ چندہ دینے والوں کی اجازت کے بغیر چندہ کا مال کسی دوسرے امر میں صرف کرنا جائز نہیں ہاں جب چندہ دہندگان کا پتہ نہ چل سکے تو اب جس مقصد کے لیے چندہ ہوا ہے اس میں صرف کریں اس کے علاوہ دوسرے مقصد میں خرچ کرنا صحیح نہیں ہے مثلاً مدرسہ کے لیے چندہ ہوا ہے تو مدرسہ ہی میں صرف کریں نہ کہ مسجد میں کہ مسجد میں خرچ کرنا درست نہیں ہے۔ ایسا ہی فتاویٰ رضویہ ص ۳۶۸ ج ۶ میں ہے واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہٗ: محمد رئیس برکاتی
۱۹؍ ذی الحجہ ۱۴۲۷ھ

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

دوسرے کی زمین اپنی سمجھ کر مسجد میں وقف کی اس پر تعمیر مسجد بھی ہوگئی تو وہ مسجد ہے یا نہیں؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت اس مسئلہ میں:

زید وعمرو نے آراضی کے پلاٹ خریدے جو متصل ہیں پہلے زید نے پلاٹ خرید ابعد میں عمرو نے لیکن غلط فہمی کی وجہ سے عمرو کے خریدے ہوئے پلاٹ پر زید کا قبضہ ہوگیا اور زید کے خریدے ہوئے پلاٹ پر عمرو کا قبضہ ہوگیا اس کے بعد عمرو نے اپنے خریدے ہوئے پلاٹ کے ایک حصہ کو اس طرح مسجد کی تعمیر کے لیے دے دیا کہ میں نے اپنے مذکورہ پلاٹ کے کنارے والے حصہ کو اپنی ملک سے خارج کر کے اسے مسجد بنایا اور اس پر مسجد کی تعمیر کے لیے اجازت دیدی چنانچہ مذکورہ پلاٹ کے اس کنارے والے حصہ پر حضرت علامہ مفتی اختر رضا خاں ازہری بریلوی دامت برکاتہم العالیہ کے دست اقدس سے تعمیر مسجد کے لیے سنگ بنیاد رکھوایا گیا۔ لیکن بعد میں تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ جس پلاٹ کو عمرو نے مسجد قرار دیا ہے اس کا مالک زید ہے۔ اور جس پلاٹ کو عمرو زید کی ملک سمجھتا رہا وہ درحقیقت عمرو کی ملک ہے۔ صورت حال یہ ہے کہ زید کے اپنے پلاٹ کو عمرو کی طرف منتقل کرنے اور رجسٹری کے دفتر میں ان دونوں انتقالات کے بعد عمرو کے مذکورہ پلاٹ کو رجسٹری کے ذریعہ وقف کرنے میں تقریباً ایک لاکھ روپے کا خرچ ہے جس کو برداشت کرنا مشکل ہے۔ اس کے علاوہ وہ پلاٹ جس کو اب زید سے حاصل کر کے وقف کرنے اور مسجد بنانے کی ضرورت ہے وہ بدمذہبوں کے علاقہ سے بہت قریب ہے اس لیے آئے دن وہاں فتنہ وفساد ہونے کا امکان قوی ہے۔ ان باتوں کے پیش نظر عمرو اس پر راضی ہے کہ وہ مذکورہ پلاٹ کے عوض اپنا ایک دوسرا پلاٹ مسجد بنانے کے لیے دے دے دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا مذکورہ پلاٹ کے بدلے عمرو یہ دوسرا پلاٹ مسجد بنانے کے لئے دے سکتا ہے یا نہیں؟ اور اگر یہ جائز ہے تو عمرو نے اس سے پہلے جس پلاٹ کو مسجد قرار دیا ہے اور جس میں مسجد کا سنگ بنیاد رکھا جا چکا ہے اس کا کیا ہوگا؟

بینوا توجروا — المستفتی: محمد انتخاب عالم مدرسہ حبیبیہ ساکن گوجیدرہ، ضلع بھدرک، اڑیسہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب جس چیز کو وقف کیا جائے وقت وقف واقف کا اس چیز کا مالک ہونا ضروری ہے فتاویٰ عالمگیری میں ہے "ومنها الملك وقت الوقف" اھ (ص ۳۱۸، ج ۲) اور حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں "وقف کے وقت وہ چیز واقف کی ملک ہو" اھ (بہار شریعت ص ۵، ح ۱۱)

لہٰذا صورت مسئولہ میں عمرو نے جو زمین مسجد کے لیے وقف کی وہ وقف نہیں ہوئی کہ وہ زمین عمرو کی ملکیت میں نہیں ہے بلکہ زید اس کا مالک ہے۔ہاں اگر زید اس زمین کا معاوضہ یا بدل لے کر عمرو کو دے دے پھر عمرو اسے مسجد کے لیے وقف کرے تو صحیح ہے۔یا عمرو اپنی ملکیت والی زمین کو وقف کرے تو اب اس میں مسجد بنانا جائز ہے۔لیکن اگر ابھی تک زید و عمرو کے مابین پلاٹ کا، یا کم از کم حصہ مسجد والی زمین کا تبادلہ نہیں ہوا تو وہ جگہ مسجد نہ ہوئی، نہ ہی مسجد کے لیے وقف ہوئی۔لہٰذا اس کے بدلے دوسری جگہ عمرو کا زمین دینا اور مسلمانوں کا زمین لینا جائز و درست ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

کتبہ: شمس الدین احمد علیمی

۴ر جمادی الاولیٰ ۱۴۲۶ھ

دوسرے کی زمین پر مسجد بنائی تو؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت اس مسئلہ میں:

مسجد کی جگہ زید کی تھی، مگر اس پر قبضہ کسی غیر مسلم قوم کے فرد کا تھا تو وہ غیر قوم کا فرد مسجد کی جگہ کو مسجد کمیٹی والوں کو فروخت کر دیا، پھر زید نے معلوم ہونے پر کورٹ میں غیر قوم کے فرد پر مقدمہ دائر کر دیا اور زید نے مقدمہ میں جیت بھی حاصل کی۔اسی دوران زید نے مسجد کمیٹی والوں سے وعدہ کیا تھا کہ اگر مقدمے میں جیت ہوگئی تو مسجد کی جگہ اور زیادہ جگہ بھی مسجد کمیٹی کو دی جائے گی۔اس دوران مسجد کی عمارت بن چکی تھی اور نماز جاری تھی، لیکن کچھ ہی مدت کے بعد یہ مسجد کی زمین زید سے کسی غیر قوم کے فرد نے خرید لی اور اس نے زید کو ایڈوانس رقم بھی ادا کر دی۔اب مسجد کی جگہ کی ملکیت غیر قوم کے فرد کی ہوگئی، تو کیا ایسی صورت میں اس مسجد کی جگہ پر ہماری نماز ہوگی، کیونکہ یہ تمام واقعات جانتے ہوئے بھی ہمارے شہر کے قاضی نے جو ایک عالم دین ہیں، اس مسجد میں نماز پڑھائی اور روزانہ پنج وقتہ نماز جاری ہے۔یہ کہاں تک صحیح ہے؟ بینوا توجروا۔

المستفتی: حافظ حبیب اللہ صدیقی بلہاری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اس زمین پر نماز بایں معنی صحیح ہے کہ فرض ادا ہو جائے گا، لیکن وہاں نماز پڑھنا مکروہ بھی ہے یا نہیں، یہ اس بات پر موقوف ہے کہ زید نے جس غیر مسلم کے ہاتھ وہ زمین فروخت کی ہے وہ اس زمین پر مسلمانوں کے نماز پڑھنے پر راضی ہے تو کوئی کراہت نہیں، ورنہ کراہت ہے کہ عدم رضا کی صورت میں ارض

مغصوب میں نماز پڑھنا قرار پائے گا۔

جب زید مقدمہ جیت گیا اور ثابت ہو گیا کہ وہ زمین زید کی ملکیت تھی تو مسجد والوں کو اپنے بائع سے فوراً ادا کردہ دام واپس لینا چاہئے تھا، نہیں لیا تو اب واپس لیں اور نہ دے تو قانونی چارہ جوئی کریں اور زید کو چاہئے تھا کہ دام والے روپے اس غیر مسلم سے واپس دلا کر دوسرے کے ہاتھ بیچتا یا پھر مسجد کے لئے بیچ دیتا۔ واضح ہو کہ اس زمین کا مسجد کی شکل کی عمارت بنا دینے سے وہ زمین مسجد نہ ہوئی، کیونکہ مسجد کمیٹی کے خریدنے کے بعد جب اس پر زید نے کورٹ میں یہ مقدمہ دائر کر دیا کہ "یہ میری ہے" اور کورٹ نے زید کے حق میں فیصلہ بھی دے دیا تو مسجد کے لئے وقف صحیح نہ ہوا، اگرچہ خریدار نے یعنی کمیٹی والوں نے مسجد بھی بنا دی ہو۔

تنویر الابصار میں ہے: وشرطه شرط سائر التبرعات۔ اھ۔

اسی کے تحت ردالمحتار میں ہے: وینقض وقف استحق بملك او شفعة وان جعله مسجدا۔ اھ

(ج ٦، ص ٥٢٣، کتاب الوقف)

بہار شریعت میں ہے "ایک مکان خرید کر وقف کیا، اس پر کسی نے دعویٰ کیا کہ یہ میرا ہے، جس نے بیچا تھا اس کا نہ تھا اور قاضی نے مدعی کی ڈگری دے دی یا اس پر شفعہ کا دعویٰ کیا اور شفیع کے حق میں فیصلہ ہوا تو وقف شکست ہو جائے گا اور وہ مکان اصلی مالک یا شفیع کو مل جائے گا، اگرچہ خریدار نے اسے مسجد بنا دیا ہو۔"

(ج ١٠، ص ٥٦)

اور زید کا مسجد کمیٹی والوں سے یہ وعدہ کرنا کہ اگر مقدمے میں جیت ہو گئی تو مسجد کی جگہ اور زیادہ جگہ بھی مسجد کمیٹی والوں کو دی جائے گی، اس قول سے وہ زمین مسجد کے لئے وقف نہ ہوئی کہ یہ وقف کا وعدہ اور اسے جیت پر معلق کرنا ہے اور وقف کا کسی شرط پر معلق کرنا اسے باطل کر دیتا ہے۔ درمختار میں ہے:

شرطه ان یکون منجزا لا معلقا الا بکائن، اھ۔

اسی کے تحت ردالمحتار میں ہے:

کقوله اذا جاء غدا او اذا کلمت فلانا فارضی هذه صدقة موقوفة او ان شئت او احببت یکون الوقف باطلا لان الوقف لا یحتمل التعلیق بالخطر، اھ

(ص ٥٢٤، ج ٦، کتاب الوقف)

ایسا ہی فتاویٰ رضویہ ج ٦، ص ٤٨٩ پر ہے:

البتہ جب زید نے وعدہ کیا ہے اس کو پورا کرنا چاہئے، مگر اس کی وجہ سے جبراً مطالبہ نہیں ہو سکتا، اشباہ میں ہے۔ لا جبر علی الوفاء بالوعد۔ اب حل کی راہ یہ ہے کہ مسجد کمیٹی والے غیر مسلم سے وہ زمین خرید لیں یا وہ

غیر مسلم عمارت کی قیمت ادا کر کے اس پر قابض ہو جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

کتبہ: محمد شاہد رضا حشامی
۱۰ ربیع الآخر ۱۴۳۱ھ

مدرسہ میں زمین اس شرط پر دیا کہ مدرسہ بند ہو گیا تو زمین واپس لے لیں گے، تو یہ وقف صحیح ہے یا نہیں؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت اس مسئلہ میں:

ہمارے گاؤں کے چند حضرات نے مدرسہ کے لئے اپنی اپنی زمین وقف کی، جس میں ایک آدمی جس کا نام خالد حسین ہے، اس نے اپنی زمین اس شرط پر وقف کیا کہ اگر مدرسہ بند ہو گیا تو اپنی موقوفہ زمین واپس لے لیں گے۔ مدرسہ قائم ہوا، تعلیم شروع ہوئی مگر چند سالوں کے بعد بوجہ مالی مجبوری مدرسہ بند ہو گیا۔ مدرسہ بند ہونے کے بعد خالد حسین اپنی موقوفہ زمین کسی بھی طرح واپس لینا چاہتا ہے۔ موقوفہ زمین کے حصول کے لئے گاؤں کے مدرسہ کے ذمہ داروں پر کیس بھی کر دیا۔ گاؤں والوں نے غریب بچوں کے تعلیمی نقصان کو دیکھ کر پھر سے دوبارہ مدرسہ شروع کر دیا۔ خالد حسین کا لڑکا برکت حسین جو عالم دین ہے اور ناگپور مہاراشٹر میں امامت کرتا ہے، ان کا کہنا ہے کہ کسی قیمت پر ہم مدرسہ کے لئے زمین نہیں دیں گے، چاہے جو ہو جائے۔ اب اس کی اس طرح کی گفتگو سے گاؤں والے پریشان ہیں کہ ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا چاہئے کہ نہیں۔ مذکورہ شرط کے ساتھ خالد حسین کا اپنی زمین وقف کرنا کیسا ہے؟ کیا موقوفہ زمین خالد حسین واپس لے سکتا ہے، جبکہ دوبارہ مدرسہ شروع ہو گیا ہے؟ مولانا برکت حسین کی وجہ سے جو گاؤں والوں میں بے چینی ہے، اس کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے؟ برائے مہربانی قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی: محمد انصار الحق قادری، سنگھیا، ضلع، بہار

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب صحت وقف کے لئے چند شرائط ہیں۔ ان میں سے ایک شرط بھی مفقود ہو تو وقف صحیح نہ ہوگا۔ انھیں شرائط میں سے ایک شرط یہ ہے کہ وقف کو کسی شرط پر معلق نہ کیا جائے اور دوسری شرط تابید ہے، یعنی وقف ہمیشہ کے لئے ہو، لہٰذا اگر ایک مہینہ کے لئے وقف کیا اور جب مہینہ پورا ہو جائے تو وقف باطل ہو جائے گا تو یہ وقف نہ ہوا اور ابھی سے باطل ہے۔

تیسری شرط جو خاص طور پر یہاں ضروری ہے۔ بہار شریعت میں ان الفاظ میں مذکور ہے "وقف بالآخر ایسی جہت کے لئے ہو جس میں انقطاع نہ ہو، الخ۔" (بہار شریعت، ح ۱۰، ص ۵۹، بیان شرائط وقف)

ان شرائط کی روشنی میں مسئلہ دائرہ کا جائزہ لیجئے۔ خالد حسین کا مدرسہ بند ہونے کی صورت میں وقف کو واپس لینے کی شرط یقینا تابید کے خلاف ہے اور اس میں انقطاع بھی ہے، لہٰذا وہ وقف صحیح نہ ہوا۔ فتاویٰ ہندیہ میں ہے: (ومنها) التابيد وهو شرط على قول الكل۔ (ج ۲، ص ۳۵۶)

اور فتاویٰ خانیہ میں ہے:

ولو قال ارضى هذه صدقة موقوفة شهرا فاذا مضى شهر فالوقف باطل كان الوقف باطلا فى الحال فى قول هلال رحمه الله تعالى لان الوقف لا يجوز الا مؤبداً فاذا كان التابيد شرطا لا يجوز مؤقتا۔ (ج ۳، ص ۳۰۴)

لہٰذا صورت مذکورہ میں خالد حسین کی وہ زمین واپس کی جائے۔ مولانا برکت کا یہ کہنا کہ ہم مدرسہ کو زمین نہیں دیں گے، یہ انداز اچھا نہیں۔ اختیار ہے کہ وہ دیں یا نہ دیں، لیکن عوام سے اس طرح بات نہ کرنی چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — کتبہٗ: محمد شمیم مصباحی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۱۸؍ رجب المرجب، ۱۴۳۰ھ

مدرسہ کی فریج مدرس یا ناظم گھر لے جاسکتے ہیں؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت اس مسئلہ میں:

مدرسہ کی فریج (Fridge) جو مدرسہ کے استعمال کے لئے خریدی گئی ہے کیا مدرسے کا کوئی مدرس یا اس کا ناظم چھٹی کے دنوں میں اپنے گھر استعمال کے لیے لے جاسکتا ہے؟ بینوا توجروا۔ المستفتی: احمد، غفار کلاتھ اسٹور، گوا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب مدرسہ کی فریج کسی شخص کا اپنے گھر لے جا کر استعمال کرنا حرام وگناہ ہے وجہ یہ ہے کہ فریج یا تو کسی نے مدرسہ میں وقف کی ہے یا مدرسہ میں دیئے گئے چندے سے خریدی گئی ہے تو بھی وہ وقف ہی ہے اور وقف کا حکم یہ ہے کہ واقف نے جس غرض کے لئے اس کو وقف کیا ہے یا جس مقصد کے لئے فریج خریدی گئی ہے اسی مقصد میں صرف کرنا واجب ہے دوسرے میں صرف کرنا جائز نہیں اور اس کی غرض عرفاً ظاہر ہے کہ مدرسہ کے اساتذہ، طلبہ وغیرہ مدرسہ میں استعمال کریں، لہٰذا مدرسہ کی فریج جو مدرسہ کے استعمال کے لئے خریدی

گئی ہے مدرسہ کا کوئی مدرس یا ناظم چھٹی کے دنوں میں یا کسی بھی دن اپنے گھر استعمال کے لئے نہیں لے جاسکتا۔
اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں:
"استعمال مذکور حرام ہے چندہ دہندہ کرے یا کوئی، مال وقف خود واقف کو حرام ہے کہ اپنے صرف میں لائے یہاں تک کہ اگر نفس وقف غیر اہلی میں اس نے شرط کرلی ہو کہ اپنی حیات تک میں اپنے صرف میں لاسکوں گا تو شرط باطل ہے اور تصرف حرام فتاویٰ خلاصہ ج ۲، ص ۵۷۰: رجل جعل فرسہ للسبیل علی ان یمسکہ مادام حیا ان امسکہ للجھاد لہ ذلک لانہ لو لم یشترط کان لہ ذلک لان لجاعل السبیل ان یجاھد علیہ و ان اراد ان ینتفع بہ فی غیر ذلک لم یکن لہ ذلک و صح جعلہ للسبیل" اھ
(فتاویٰ رضویہ، ص ۴۵۴، ج ۶)
فقہا فرماتے ہیں کہ ایک مسجد کی چیز دوسری مسجد یا عیدگاہ میں عاریت دینا ناجائز ہے جیسا کہ فتاویٰ ہندیہ میں ہے یوہیں ایک مدرسہ کی چیز دوسرے مدرسہ میں عاریت دینا ناجائز ہے کہ یہ بھی وقف کا بے جا استعمال ہے تو اپنے گھر لے جا کر استعمال کرنا بدرجہ اولیٰ ناجائز ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — **کتبہ:** محمد حسین رضوی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۲۵ رجمادی الآخرہ ۱۴۲۷ھ

وقف میں شرط لگانا کیسا ہے؟ وقف کے وقت شرط لگائی کہ پوری زمین میں مسجد بنائی جائے تو اس زمین سے گلی نکالنا جائز ہے یا نہیں؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت اس مسئلہ میں:
کیا واقف کے لئے وقف قائم کرتے وقت کچھ جائز باتوں کا وقف نامہ میں تجویز کرنا شرعا درست ہے؟ وقف نامہ میں جو باتیں واقف کی طرف سے لکھی ہوئی ہیں وہ شرعا درست ہیں کہ نہیں؟ وقف نامہ کی تحریر اس طرح ہے کہ موقوفہ زمین کی لمبائی چوڑائی لکھ کر زمین پر پہلے سے ہی بھری ہوئی بنیاد کی نشاندہی کر کے زمین برائے تعمیر مسجد وقف ہے۔ تحریر میں یہ صراحت ہے کہ سب موقوفہ زمین مسجد کی چہار دیواری کے اندر ہے ایسی صورت میں وقف نامہ کی تحریر سے ہٹ کر مسجد اپنا رقبہ اور اپنی زمین کم کر کے اندر کی طرف کھسک کر پہلے سے بنی ہوئی بنیاد سے پیچھے ہٹ کر اپنی دیوار قائم کرے یا کسی طرح مسجد کی تعمیر کے لئے متعینہ رقبہ کم کر کے موقوفہ زمین کا کچھ حصہ کسی نئی گلی کو وجود میں لانے کے لئے راستے میں شامل کر دیا جانا شرعا درست ہے کہ نہیں؟ جواب

سے سرفراز فرمائیں۔ المستفتی: عقیل احمد مصباحی سکراول پورب ٹانڈہ امبیڈکرنگر، یوپی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب واقف کے لئے وقف کرتے وقت وقف نامہ میں ایسی باتیں تجویز کرنا جو خلاف شرع نہ ہوں جائز و درست ہے۔ ردالمحتار میں ہے:

"ان شرائط الواقف معتبرۃ اذا لم تخالف الشرع" (ج۶،ص ۵۲۷، مطلب شرائط الواقف معتبرۃ اذا لم تخالف الشرع) اور وقف نامہ میں واقف کی طرف سے جتنی باتیں مذکور ہیں سب درست ہیں ان پر عمل کرنے میں شرعی طور پر کوئی خرابی نہیں ہے۔

وقف نامہ کی تحریر کا لحاظ نہ کرتے ہوئے پوری موقوفہ زمین میں مسجد نہ بنانا اور موقوفہ زمین کا کچھ حصہ کسی نئی گلی کو وجود میں لانے کے لئے راستہ میں شامل کر دینا ناجائز و گناہ ہے کیوں کہ واقف نے وقف نامہ میں یہ شرط لگائی ہے کہ جتنی زمین ناپ کر دی ہے پوری پر مسجد کی دیوار اٹھائی جائے کسی طرف سے زمین نہ چھوڑی جائے۔ اور وقف میں شرط واقف مثل نص شارع واجب الاتباع ہوتی ہے۔ ایسا ہی فتاویٰ رضویہ ج۶، ص ۴۵۰ میں ہے، درمختار میں ہے:

"شرط الواقف کنص الشارع ای فی المفھوم و الدلالۃ" (فوق ردالمحتار ج۴،ص ۴۳۳، فصل یراعی شرط الواقف فی اجارتہ) واللہ تعالیٰ أعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی کتبہ: محمد وقار علی احسانی علیمی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی ۲؍ربیع النور ۱۴۲۸ھ

زمین مسجد پر وقف کی، موت کے وقت لوگوں کے سامنے اقرار بھی کیا مگر لڑکا قبضہ کئے ہوئے ہے تو اس کا کیا حکم ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت اس مسئلہ میں:

زید نے اپنی سولہ بگھہ زمین مسجد میں وقف کرتے ہوئے رجسٹری بھی کر دی، کاغذات آج بھی سرکاری دفتر میں موجود ہیں، دم آخری دوبارہ جملہ عوام کے سامنے زید نے وصیت بھی کر دی کہ لوگو میری وقف کردہ زمین میرے مرنے کے بعد ایک انچ بھی میرے لڑکے بکر کو مت دینا یہاں تک کہ میرا یہ سوٹا اور لوٹا ہے اسے بھی مت دینا ورنہ قیامت کے دن آپ لوگوں کا دامن گیر ہوں گا۔ جب تک زید زندہ رہا کھیت کی فصل و

آمدنی مسجد ہی میں دیتا رہا زید کے انتقال کے بعد بکر نے اپنی حکمت عملی سے کمیٹی کے چند افراد کو توڑا اور اپنے اشارے پر چلنے کے لئے تیار کیا اس کے بعد یہ کہتے ہوئے وقف کردہ زمین پر قبضہ کرلیا کہ ہمارے والد یہ کہہ کر دنیا سے رخصت ہوئے ہیں کہ بیٹا بکر تم اس زمین پر قبضہ کر لینا مسجد میں نہیں دینا یہ سب گواہ ہیں، مگر عوام کا کہنا ہے کہ مسجد کے اندر شرعی ثبوت پیش کردیں ہم لوگ مان لیتے ہیں، مگر بکر کی جانب سے مسجد کے اندر شرعی ثبوت دینے کے لئے کوئی تیار نہیں ہوا صرف کمیٹی سے نکلے ہوئے چند افراد آج بھی موجود ہیں جو صرف بکر کے اشارے پر چلتے ہیں مگر مسجد کے اندر ثبوت دینے کے لئے تیار نہیں، عوام کا کہنا ہے کہ جب مسئلہ ہے کہ مسجد کے جھاڑو کا ایک تنکا بھی آپ اپنے استعمال میں نہیں لا سکتے پھر اس کھیت کی فصل وآمدنی بکر اپنے استعمال میں کیسے لا سکتا ہے؟ (۱) جو بکر کا ساتھ یہ جانتے ہوئے دے کہ وہ ظالم ہے اس کے باوجود ظالم کو قوت دینے کے لئے اس کا ساتھ دے رہے ہیں، شرعی اعتبار سے بکر کا ساتھ دینے والوں پر کیا حکم نافذ ہوگا؟ (۲) بکر اس کھیت کی آمدنی اپنے استعمال میں لا سکتا ہے یا نہیں؟ اگر نہیں لا سکتا پھر بکر پر شرعی اعتبار سے کیا حکم نافذ ہوگا؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الجواب اگر واقعی زید نے اپنی سولہ بیگھہ زمین مسجد کے لئے وقف کر دی تھی اور اس کی رجسٹری موجود ہے اور اس کے گواہ بھی معلوم جو وقف کی گواہی دیتے ہوں تو بکر کا وہ دعویٰ عبث ہے اور زمین مسجد کی ہے۔ اس تقدیر پر بکر غاصب، ظالم جفا کار سخت گنہگار مستحق عذاب نار ہے۔ اس پر لازم ہے کہ وہ فوراً موقوفہ زمین سے اپنا قبضہ ہٹا لے اور اس زمین کو مسلمانوں کے حوالے کر دے اور جتنے دنوں تک اس زمین میں کاشتکاری کی ہے اس کا ضمان دے۔ اگر وہاں کے عرف میں کاشتکار اور مالک زمین کے مابین پیداوار بطور حصہ منقسم ہوتی ہو تو بکر اتنے دنوں کی پیداوار کا حساب لگا کر جتنا حصہ مسجد کا آئے اتنا غلہ مسجد کے حوالہ کر دے۔ اور اگر اس تعلق سے وہاں والوں کا کوئی عرف ہی نہ ہو اور اجر مثل لینے میں مسجد کا فائدہ ہو تو بکر اجر مثل دے یعنی اس علاقہ میں کاشت والی زمین جتنی رقم میں لوگ کرایہ پر لیتے ہیں اسی حساب سے کاشتکاری کے ایام کا کرایہ دے۔ درمختار میں ہے:

"و اما فی الوقف فتجب الحصة او الاجر بكل حال. فصولین. ردالمحتار میں اسی کے تحت ہے۔"عبارة الفصولین الا فی الوقف فیجب فیه الحصة اوالاجر بای جهة زرعها اوسكنها اعدت للزراعة اولا" (کتاب الوقف، ج۶، ص۱۹۵)

ردالمحتار میں ہے:

"وان كانت وقفا فأن ثمة عرف و كان انفع اعتبر والا فأجر المثل لقولهم يفتي بما هو انفع للوقف" اھ (مطلب مهم ج ٦ ص ١٩٦)

اور وہاں کے مسلمانوں پر فرض ہے کہ حتی الوسع اس زمین کو غصب ہونے سے بچائیں۔ فتاوی رضویہ میں ہے۔ "مسلمانوں پر فرض ہے حتی المقدور ہر جائز کوشش حفظ مال وقف و دفع ظلم ظالم میں صرف کریں اور اس میں جتنا وقت یا مال ان کا خرچ ہوگا یا جو کچھ محنت کریں گے مستحق اجر ہوں گے۔ اھ" (ج ٦، ص ۳۵۰) اگر بکر اس زمین سے دست بردار ہو جاتا ہے تو ٹھیک ہے ورنہ مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس کا سخت سماجی بائیکاٹ کر دیں اور اس کے ساتھ کھانا پینا اٹھنا بیٹھنا سلام وکلام بند کر دیں اور قانونی چارہ جوئی وغیرہ جس طرح بھی ممکن ہو اس کے قبضے سے آزاد کرائیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ۔"

(سورۃ الانعام-٦٨)

اور جو لوگ بکر کو ظالم و جابر جانتے ہوئے بھی اس کی حمایت کر رہے ہیں وہ بھی فاسق و فاجر گنہگار مستحق عذاب ہیں ان پر لازم ہے کہ وہ بکر کا ساتھ چھوڑ دیں اور اس کی حمایت سے باز آ جائیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ" (سورۃ المائدہ آیت ۲) واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

کتبہ: محمد ابوبکر مصباحی

۱۱ ربیع النور ۱۴۲۸ھ

مدرسہ کی عمارت بیچ سکتے ہیں یا نہیں؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت اس مسئلہ میں:

شہر ناسک کا قدیم سنی ادارہ بنام جامعہ اہل سنت صادق العلوم ۱۹۸۲ء میں شاہی مسجد کی زمین میں کرایہ کے طور پر قائم کیا گیا تھا۔ فی الحال اس زمین پر تین منزلہ عمارت کھڑی ہے۔ اس طویل مدت میں ابھی تک ارکان جامعہ نے مسجد کو کسی مہینے کا کرایہ نہیں دیا ہے۔ ایسی صورت میں متولیان مسجد چاہتے ہیں کہ جامعہ کی پوری عمارت خرید لیں اور کرایہ کا معاملہ ختم کر دیں، لیکن دریافت طلب امر یہ ہے کہ ۱۹۸۲ء میں عمارت پر جو رقم لگی تھی، دینی پڑے گی یا آج کی حیثیت کا اعتبار ہوگا؟ بینوا توجروا۔

المستفتی: حاجی غیاث الدین عبد القادر کوکنی رضوی شاہی مسجد، ناسک

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب مدرسہ کی یہ عمارت بیچنا جائز نہیں کہ وہ عمارت مدرسہ کے لئے وقف ہے اور وقف کی بیع ناجائز و باطل ہے۔ درمختار میں ہے:

فاذا تم ولزم لا یملك ولا یملك اھ (ج ٦، ص ٥٣٩)

اس لئے مدرسہ والوں پر واجب ہے کہ مسجد کی زمین کا کرایہ تھوڑا تھوڑا کر کے ادا کرتے رہیں، یہاں تک کہ ادا ہو جائے۔ رہ گئی یہ بات کہ وہ عمارت وقف ہے، اس کا ثبوت بہار شریعت کا یہ جزئیہ ہے۔ ''زمین کسی نے عاریت یا اجارہ پر لی، پھر اس میں مکان بنا کر وقف کر دیا۔ یہ وقف ناجائز ہے اور اگر زمین محتکر ہے، یعنی اسی لئے اجارہ پر لی ہے کہ اس میں مکان بنائے یا پیڑ لگائے، ایسی زمین پر مکان بنا کر وقف کر دیا تو یہ وقف جائز ہے۔'' (بہار شریعت، ح ١٠، ص ٦٢) واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — **کتبہ:** محمد شمیم مصباحی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ٢٥ رجمادی الاولیٰ ١٤٣١ھ

وقف قولی کیا مگر وقف نامہ لکھتے وقت تبدیل کی شرط لگائی تو معتبر ہے یا نہیں؟ گورنمنٹی زمین کا وقف صحیح ہے یا نہیں؟

مسئلہ زید اپنی جگہ ٢٦ ڈسمل جسے وہ اپنی رہائش کے مکان کے لئے خریدا تھا مدرسہ کے نام قولی وقف کر دیا اور کمیٹی کے قبضہ میں دیدیا کچھ سال کے بعد جب اس کی ضرورت پڑی تو وہ ٢٦ ڈسمل سے آٹھ ڈسمل اپنے لئے رکھ لیا اور اس کے بدلے میں سات ڈسمل کاشتکاری زمین جس کی قیمت اس وقت بہت زیادہ تھی مدرسہ کو وقف کر دیا اور وقف کردہ جگہ وزمین سرکاری دفتر میں رجسٹری کر دیا یعنی مدرسہ کے نام وقف دلیل کر دیا اور اس کے ساتھ ہی ساتھ متولی مقرر کر دیا متولی اور کمیٹی اس تبادلہ پر راضی ہو گئے تقریباً ١٥ سال کے بعد فی الحال عمرو یہ اعتراض کرتا ہے کہ واقف زید کی یہ کارروائی شریعت کی رو سے صحیح نہیں ہے اپنے لئے رکھی گئی آٹھ ڈسمل زمین کے مالکانہ تصرف کا حق زید کو نہیں ہوگا بلکہ مدرسہ کو ہوگا کیونکہ یہ شریعت کے خلاف ہے کہ وقف کا کچھ حصہ واقف اپنے استعمال میں لائے مگر خالد کہتا ہے کہ بہار شریعت حصہ دہم میں ہے واقف جائداد موقوفہ کے تبادلہ کی شرط لگا سکتا ہے کہ میں یا فلاں شخص جب مناسب جانیں گے اس کو دوسری جائداد سے بدل دیں گے پہلے وقف میں یہ لکھا کہ میں نے اسے وقف کیا اس کو نہ بیع کیا جائے نہ ہبہ کیا جائے وغیرہ پھر آخر میں

یہ لکھا کہ متولی کو یہ اختیار ہے کہ اسے بیچ کر دوسری زمین خرید کر اسی جگہ پر وقف کر دے تو اگر چہ پہلے لکھ چکا کہ بیچ نہ کیا جائے مگر اس کی بیچ جائز ہے کہ آخر کلام اور کلام کا ناسخ ہے یا موضح ہے۔ اگر متولی کے لئے تبادلہ کی شرط مذکور ہے اور واقف نے اپنے لئے ذکر نہیں کی جب بھی واقف تبادلہ کر سکتا ہے" اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ واقف کو اختیار ہے کہ وہ وقف کی جگہ کو بہتر جگہ سے تبادلہ کر سکتا ہے اور یہاں کا معاملہ یہ ہے کہ واقف نے متولی مقرر کرنے سے پہلے اس جگہ کو قولی وقف کیا ہے پھر چونکہ اس جگہ کوئی قسم کی آمدنی نہیں ہے کہ مدرسہ کے کام میں صرف ہو مدرسہ کی ترقی کے لئے آمدنی والی جگہ سے موقوف کا کچھ حصہ تبادلہ ہوا ہے خود واقف سے پھر اس تبادلہ کو ہونے والے متولی اور کمیٹی نے بھی منظور کیا ہے۔ لہٰذا یہ تبادلہ شریعت کی رو سے جائز ہے۔ لہٰذا رکھی گئی ۸ ڈسمل جگہ کے مالکانہ تصرف کا حق خود واقف کو ہے تو کس کا قول شریعت کی رو پر صحیح ہے؟ عمر کا یا خالد کا اگر عمر کا صحیح ہے تو اس جگہ کے بدلہ میں جو زمین مدرسہ کے نام وقف دلیل ہوا ہے اس کے متعلق حکم شرع کیا ہے؟

(۲) چار بھائیوں نے اپنی ایک مشترکہ جگہ ہندہ کو فروخت کر دیا اس جگہ کے ساتھ کچھ سرکاری جگہ بھی شامل تھی تو ایک بھائی اس سرکاری جگہ کو مسجد کو وقف کر دیا مگر سرکاری بندوبست میں سرکار نے اس جگہ کو ہندہ کے نام ریکارڈ کر دیا اب بکر کہتا ہے کہ وہ جگہ چونکہ وقف کردہ ہے ہندہ سے زبردستی چھین لیا جائے آیا یہ شریعت کی رو پر کیا ہے سرکاری جگہ جس کا مالکانہ کاغذات ابھی کسی کے نام نہیں ہوا ہے وہ جگہ مسجد کو وقف ہو سکتی ہے یا نہیں؟

المستفتی: عبدالقہار رضوی بالاسور، اڑیسہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الجواب (۱) وقفی زمین کا تبادلہ ناجائز و حرام ہے خواہ واقف کرے یا کوئی اور البتہ جب واقف وقت وقف تبادلہ کی شرط لگادے یا وقف بالکل قابل انتفاع نہ رہے تو تبادلہ ہو سکتا ہے۔ ردالمحتار کتاب الوقف مطلب فی استبدال الوقف و شروطه میں ہے:

"اعلم ان الاستبدال علی ثلثة وجوه الاول ان یشرطه الواقف لنفسه او لغیره او لنفسه وغیره فالاستبدال فیه جائز علی الصحیح وقیل اتفاقا والثانی ان لا یشترطه سواء شرط عدمه او سکت لکن صار بحیث لا ینتفع به بالکلیة بان لا یحصل منه شئ اصلاً أو لا یفی بمؤنته فهو ایضاً جائز علی الاصح اذا کان باذن القاضی ورأیه المصلحة فیه۔

(ج ۶ ص ۵۸۳)

اور فتاوی رضویہ میں امام طرابلس کی اسعاف کے حوالہ سے ہے لا یجوز له أن یفعل الا ما شرط وقت العقد" (ج ۶ ص ۳۴۲) اور در مختار کتاب الوقف میں ہے "وشرط فی البحر خروجه عن

الانتفاع بالکلیۃ"(ج ٦ ص ٥٨٥)

سوال سے ظاہر ہوتا ہے کہ زید نے وقت وقف ایسی کوئی شرط نہ رکھی تھی اولاً قولی وقف کردیا اور کمیٹی کے قبضہ میں دے دیا پھر بعد میں وقف نامہ لکھا اور اس کے آخر میں تبادلہ کی شرط رکھی اگر ایسا ہی ہے تو زید کا تبادلہ کرنا ناجائز وحرام ہے کہ وقف قولی بلا شرط تبادلہ تام ولازم ہو چکا پھر بعد میں اس میں شرط تبادلہ لگانے کا حق اسے نہ رہ گیا اسے چاہیے کہ مدرسہ کی زمین اپنے قبضہ سے خالی کر کے مدرسہ کو واپس کرے رہ گئی کاشت والی ڈسمل زمین جسے اس نے وقف دلیل کیا ہے وہ بھی مدرسہ کے لئے وقف ہوگئی ہے اور اس کی ملک سے نکل چکی ہے لہٰذا اسے بھی واپس نہیں لے سکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) کسی شخص کا گورنمنٹ کی زمین کا وقف کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ وہ اس کا مالک نہیں ہے جب کہ وقف کے لئے ملک شرط ہے۔ ردالمحتار کتاب الوقف میں ہے: "أفاد أن الواقف لابُدَّ أن یکون مالکہ وقت الوقف ملکاً باتاً ولو بسبب فاسد. (ج ٦ ص ٥٢٣)

فتاویٰ ہندیہ کتاب الوقف میں ہے۔" ومنھا الملک وقت الوقف" (ج ٢ ص ٣٥٣)

لہٰذا حکومت کے کارندوں نے وہ زمین اگر واقعی ہندہ کے نام ریکارڈ کردیا ہے تو اسے ہندہ سے چھین کر اس پر مسجد بنانا ہرگز جائز نہیں ہاں اگر ہندہ وہ زمین اب وقف کرنا چاہے تو کرسکتی ہے کہ وہ اس کی مالکہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی	کتبہٗ: محمد فیصل علی مصباحی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی، برکاتی	۵ رشعبان المعظم ۱۴۳۲ھ

مسجد کے لئے وقف کردہ زمین بیچنا کیسا ہے؟ بیچنے والے کے لئے کیا حکم ہے؟

موقوفہ زمین پر جو مکانات بن چکے ہیں ان کا کیا حکم ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں

زید نے ایک زمین حصول ثواب کی خاطر بغیر شرط استبدال کے ایک مسجد کو وقف کی اس مسجد کے متولیان نے اس زمین کے الگ الگ حصے کرکے مکان بنانے کے خاطر لوگوں کو بیچ دی اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ (۱) اس وقفی زمین کو بیچنا کیسا؟ (۲) عدم جواز کی صورت میں ان متولیان پر کیا حکم شرع عائد ہوتا ہے؟ (۳) موقوفہ زمین پر جو مکانات بن چکے ہیں ان کے بارے میں کیا حکم شرع ہے؟ بینوا توجروا۔

المستفتی: غلام علی غفور مقام وپوسٹ پارکھیٹ، ضلع بھروچ گجرات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب (۱) جو زمین مسجد کے لئے وقف کی گئی وہ زمین ہمیشہ کے لئے مسجد پر وقف ہو گئی اب وہ کسی کی ملکیت نہ رہی۔ خالص اللہ تعالیٰ کی مملوکہ ہے۔ اس میں کسی طرح کی تبدیلی وانتقال جائز نہیں اور نہ ہی اسے بیچ سکتے ہیں۔ لہٰذا مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس موقوفہ زمین کو خریداروں کی ملک سے استطاعت بھر نکالنے کی کوشش کریں۔ اور خریداروں کو روپے واپس کر کے وقف کو اپنی اصلی ہیئت پر واپس لائیں۔

عنایہ میں ہے "اذا لزم الوقف لم یجز بیعه ولا تملیکه" جب وقف لازم ہو گیا تو نہ اس کی بیع جائز ہے اور نہ تملیک۔ (ج ۶ ص ۲۰۴)

فتاوی ہندیہ میں ہے "لا یباع ولا یوهب ولا یورث کذا فی الهدایة" وقف کی نہ خرید و فروخت ہو سکتی ہے، نہ کسی کو ہبہ کیا جا سکتا ہے اور نہ اس میں وارثت جاری ہو گی جیسا کہ ہدایہ میں ہے۔
(ج ۲ ص ۳۵۰)

ردالمحتار میں ہے "الواجب ابقاء الوقف علی ما کان علیه" وقف کو اس کی اصلی ہیئت پر باقی رکھنا واجب ہے (ج ۶ ص ۵۸۹)

فتاویٰ ہندیہ میں ہے "لا یجوز تغییر الوقف عن هیئته" وقف کو اس کی اصلی ہیئت سے بدلنا ناجائز ہے۔ (ج ۲ ص ۴۹۰)

فتاویٰ رضویہ میں ہے "وہ کہ واقف نے مسجد پر وقف کیا ہے اسے کوئی نہیں بیچ سکتا نہ متولی، نہ اہل محلہ، نہ حاکم، نہ کوئی (ج ۶ ص ۴۴۲) نیز اسی میں ہے "مسلمانوں کو تغییر وقف کا کوئی اختیار نہیں، تصرف آدمی اپنی ملک میں کر سکتا ہے وقف مالک حقیقی جل وعلا کی ملک خاص ہے۔ اس کے بے اذن دوسرے کو اس میں کسی تصرف کا اختیار نہیں۔ (ج ۶ ص ۳۸۱) واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) متولیان وقف کے امین ہوتے ہیں اور امانت کو بیچنے کا ان کو کوئی اختیار نہیں لہٰذا یہ متولیان امانت میں خیانت وتعدی کی وجہ سے سخت گنہگار و مستحق عذاب نار ہیں۔ ان پر توبہ واستغفار لازم ہے اور اہل محلہ پر بشرط استطاعت لازم کہ ان کو تولیت سے معزول کر کے کسی دیندار وہوشیار شخص کو مقرر کریں۔

بحر الرائق "کتاب الوقف" میں ہے: "وقدمنا انه لا یعزله القاضی بمجرد الطعن فی امانته ولا یخرجه الا بخیانة ظاهرة بینة وان له ادخال غیره معه اذا طعن فی امانته وانه اذا اخرجه ثم تاب و أناب اعاده وان امتناعه من التعمیر خیانة و کذا لو باع الوقف أو بعضه أو تصرف تصرفاً غیر جائز عالما به."

ہم پہلے بیان کر چکے کہ قاضی متولی کو محض طعن و تشنیع کی وجہ سے معزول نہ کرے گا اور نہ اس کو تولیت سے خارج کرے گا مگر ایسی خیانت کی وجہ سے جو دلیل سے ظاہر ہو اور قاضی کو اختیار ہے کہ اس کے ساتھ دوسرے کو متولی مقرر کردے جب اس کی امانت میں طعن و تشنیع کی جائے اور قاضی نے جب متولی کو تولیت سے خارج کردیا پھر متولی نے توبہ کرلی تو اس کو تولیت واپس دے سکتا ہے اگر چہ اس کا تعمیر سے منع کرنا خیانتا ہو اور اسی طرح اگر متولی وقف کو بیچ دے یا اس کے کسی جز کو بیچ دے یا جان بوجھ کر ناجائز تصرفات کرے تو بھی یہی حکم ہے۔" (ج ۵ ص ۲۴۵)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ والرضوان جائداد موقوفہ کی بیع کے متعلق ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں: "یہ حرام قطعی ہے متولی خواہ غیر کسی کو اصلاً ان کا اختیار نہیں متولی اگر ان میں سے کوئی صورت کرے گا تو خائن ہوگا اور واجب ہوگا کہ فوراً نکال دیا جائے اور وقف اس کے قبضہ سے نکال کر کسی متدین خدا ترس کو حسب شرائط واقفہ سپرد کیا جائے۔ اس صورت کی حرمت تو ظاہر ہر شخص جانتا ہے کہ الوقف لا يملك لا يباع ولا يورث (فتاوی رضویہ ج ۶ ص ۳۴۳) واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) جو مکانات وہاں بنادیے گئے ان کے مالکوں کو جس قیمت پر انہوں نے زمین خریدی تھی وہ قیمت واپس کی جائے اور ان کو حکم دیا جائے کہ اپنے مکانات توڑ کر وقفی زمین کو خالی کردیں یا مکان وقف کے کام کا ہو تو اسے کم سے کم دام پر خرید بھی سکتے ہیں۔

فتاویٰ خانیہ میں ہے: "رجل غصب أرضا موقوفة على الفقراء أو على وجه من وجوه البر كان للقيم أن يستردها من الغاصب فان كان الغاصب زاد في الارض من عنده ان لم تكن الزيادة مالا متقوما بأن كرب الارض او حفر النهر او القى فيه السرقين واختلط ذلك بالتراب فصار بمنزلة المستهلك فان القيم يسترد الارض من الغاصب بغير شئ وان كانت الزيادة ما لا متقوما كالبناء والشجر يومر الغاصب برفع البناء وقلع الاشجار ورد الارض ان لم يضر ذلك بالوقف وأن اضر بالوقف بأن تخربت الارض بقلع الاشجار والدار برفع البناء لم يكن للغاصب ان يرفع البناء و يقلع الاشجار الا أن القيم يضمن قيمة الغرس مقلوعة وقيمة البناء مرفوعا. (ج ۳ ص ۳۳۷)

اس کی تفصیل بہار شریعت میں اس طرح ہے "وقفی زمین کسی نے غصب کرلی اور غاصب نے اپنی طرف سے کچھ اضافہ کیا ہے اگر یہ زیادت مال متقوم نہ ہو مثلاً زمین کو جوت کر ٹھیک کیا ہے یا اس میں نہر کھدوائی ہے یا کھیت میں کھاد ڈلوائی ہے جو مٹی میں مل گئی تو غاصب سے زمین واپس لی جائے گی اور ان چیزوں کا کچھ

معاوضہ نہیں دیا جائے گا اور اگر وہ زیادت مال متقوم ہے مثلاً مکان بنایا ہے یا پیڑ لگائے ہیں تو اگر مکان یا درخت کے نکالنے سے زمین خراب نہ ہو تو غاصب سے کہا جائے گا اپنا عملہ اٹھالے یا پیڑ اکھاڑ لے اور زمین خالی کر کے واپس کر دے اور اگر مکان یا درخت جدا کرنے میں زمین خراب ہو جائے گی تو اکھڑے ہوئے درخت یا نکالے ہوئے عملہ کی قیمت غاصب کو دی جائے گی اور غاصب کو یہ بھی اختیار ہے کہ زمین کے اوپر سے درخت کو اس طرح کاٹ لے کہ زمین کو نقصان نہ پہنچے (ج ۱۰ ص ۱۱۰)

فتاویٰ رضویہ میں ہے "ضرور مسلمانوں پر فرض ہے کہ حتی المقدور ہر جائز کوشش حفظ مال وقف و دفع ظلم ظالم میں صرف کریں اور اس میں جتنا وقت یا مال ان کا خرچ ہوگا یا جو کچھ محنت کریں گے مستحق اجر ہوں گے:

قال تعالیٰ لَا يُصِيبُهُمْ نَصِيبٌ وَلَا مَخْمَصَةٌ الی قوله تعالیٰ إِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهِ عَمَلٌ صَالِحٌ۔ (ج ۶ ص ۴۵۰) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی، برکاتی

کتبہ: محمد محسن مصباحی
۷ رشعبان المعظم ۱۴۳۲ھ

مسجد کو بیچی ہوئی زمین میں سے کچھ زمین کی قیمت واپس کر کے لے سکتا ہے یا نہیں؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل میں کہ

دار العلوم تیغیہ فیض الرسول مہوا، ویشالی کے پیچھے ایک شخص کی زمین تھی اس نے اس میں سے کچھ بچا کر بیچنا چاہا مگر لوگوں کے دباؤ میں آکر پوری زمین مسجد کے نام پر فروخت کر دی تو کیا مسجد کی ضرورت سے زائد زمین کو واپس لے کر قیمت واپس کر سکتا ہے جب کہ زمین رجسٹری نہیں ہوئی زبانی سودا ہوا تھا؟

المستفتی: مولانا عبد العلی فریدی، حاجی پور، بہار

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب یہ بیع تام و لازم ہو کر زمین مسجد کے لئے وقف ہو گئی لہٰذا بائع اب کسی بھی حال میں کچھ بھی زمین واپس نہیں لے سکتا۔ زمین خریدنے کے لئے جن مسلمانوں نے چندہ دیا تھا وہ چندہ ان کی ملک پر تھا پھر جب ان کے چندہ سے مسجد کے لئے زمین خرید لی گئی تو وہ زمین ان سب کی طرف سے مسجد کے لئے وقف ہو گئی کہ ان سب کا مقصود تابید ہے کسی چندہ دینے والے کی یہ نیت نہیں ہوتی کہ میں اس کے ایک جز کا مالک رہوں گا بلکہ سب کا مقصد اپنی ملک سے خارج کر کے ہمیشہ کے لئے نفع مسلمین کے واسطے کر دینا ہوتا ہے۔

اب جب کہ وہ زمین بیع صحیح کے ساتھ وقف ہو گئی تو بائع کے لئے اس کے کسی جز کا واپس لینا جائز نہ

رہا کہ یہ ایک جدید بیع ہوگی اور وقف کی بیع ناجائز ہے۔

فتاویٰ رضویہ میں ہے "چندہ چندہ دہندوں کی ملک پر رہتا ہے اور محصل کا ان کے اذن عرفی سے خلط کر لینا اسے مالک نہ کر دے گا اور جب کہ انہوں نے مدرسہ بنانے کے لئے خالد کو چندہ دیا تو اسے شراء زمین و تعمیر کا ماذون کیا اور ان کا روپیہ ان کے اذن سے اس نے شراء و تعمیر میں صرف کیا تو وہ زمین و عمارت تمام مشتریوں اور چندہ دہندوں کی ہوئی جس کا ایک پیسہ چندہ ہو اور جس کا ہزار روپے سب شریک ہیں اور جب کہ دینی مدرسہ نفع عام مسلمین کے لئے بنانا مقصود تھا اس میں کسی کی نیت یہ نہیں ہوتی کہ میں کسی جز کا مالک رہوں اور اس سے انتفاع ایک مدت محدود تک ہو پھر میری ملک میں واپس آئے جب کہ اپنی ملک سے خارج کر کے ہمیشہ کے لئے نفع مسلمین کے واسطے کر دینا مقصود ہوتا ہے اور یہی حاصل وقف ہے تو اگر چہ نصا وہ سب لفظ وقف نہیں کہتے عرفا دلالۃ وقف کرتے اور وقف ہی سمجھتے ہیں ذخیرہ وخانیہ وعالمگیریہ میں ہے:

رجل له ساحة لا بناء فيها امر قوماً ان يصلوا فيها بجماعة فان امرهم بالصلاة فيها ابدا نصا بان قال صلوا فيها ابدا او امرهم بالصلاة مطلقاً ونوى الابد صارت الساحة مسجدا او ان وقت بالشهر او السنة لا تصير مسجدا تو وہ ایک مکان ہے جس کی زمین و عمارت سب ان سب کی طرف سے وقف ہوئی (ج ۶ ص ۳۳۶)

فتاویٰ ہندیہ میں ہے "الوقف لا يباع ولا يوهب ولا يورث كذا في الهداية" یعنی وقف کی نہ خرید و فروخت ہو سکتی ہے نہ کسی کو ہبہ کیا جا سکتا ہے اور نہ اس میں وراثت جاری ہوگی جیسا کہ ہدایہ میں ہے۔ (ج ۲ ص ۳۵۰)

ردالمحتار میں ہے: "الواجب ابقاء الوقف على ما كان عليه" یعنی وقف کو اس کی اصلی ہیئت پر باقی رکھنا واجب ہے (ج ۶ ص ۵۸۹)

فتاویٰ رضویہ میں ہے "وہ کہ واقف نے مسجد پر وقف کیا ہے اسے کوئی نہیں بیچ سکتا، نہ متولی، نہ اہل محلہ، نہ حاکم، نہ کوئی (ج ۶ ص ۴۴۲) واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد محسن مصباحی
۱۵/ ذی الحجہ ۱۴۳۲ھ

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی، برکاتی

■❖■

بَابُ الْمَسْجِدِ

مسجد کا بیان

مسجد کے دروازہ یا سامان پر اپنا نام لکھنا یا اسے گھر لے جانا، امام و مؤذن کا ذاتی استعمال میں لانا، مسجد میں مسافر کے علاوہ لوگوں کا سونا مسجد کی اونچائی کے برابر وضوخانہ اس کے اوپر امام کا حجرہ بنانا مسجد مدرسہ میں وہابی کی رقم لگ جائے تو؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت مندرجہ ذیل مسائل میں

(۱) کہ مسجد کے دروازے یا گھڑی یا پنکھا یا پارہ پیٹی یا لائٹ وغیرہ میں مرحوم یا زندہ کا نام لکھانا درست ہے یا نہیں؟

(۲) مسجد کا کوئی بھی سامان اگر مومن بھائی اپنے گھر لے جانا چاہے تو کیا لے جا سکتا ہے؟

(۳) مسجد کا کوئی بھی سامان اپنے ذاتی استعمال میں امام یا موذن لا سکتے ہیں یا نہیں؟

(۴) مسجد میں مسافر کے علاوہ اور لوگوں کا سونا کیسا ہے؟

(۵) مسجد کی اونچائی کے برابر وضوخانہ اور اس کے اوپر امام یا موذن کے لیے کمرہ بنانا جائز ہے یا نہیں؟

(۶) اگر مسجد یا مدرسہ میں غیر لوگوں کی رقم لگ گئی ہو مثلاً وہابی، دیوبندی تو ان کی رقم اینٹ ریتی وغیرہ جو کچھ بھی لگا ہوا ہے اب شریعت میں اس کا کیا حکم ہے؟

المستفتی: احسان بیگ کیر آف حافظ محمد نفیس احمد رضوی،
بیج گامی اُلاس پور، پوسٹ سکری ضلع بلاسپور (چھتیس گڑھ)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الجواب (۱) مذکورہ اشیاء پر موجود یا مرحوم واقف یا بانی وغیرہ کا نام لکھانا اگر کسی مصلحت شرعیہ کی وجہ سے ہو مثلاً وقف میں خیانت اور نقصان وغیرہ پہنچنے کا خوف ہو تو لکھانا جائز ہی نہیں بلکہ بہتر و باعث اجر و ثواب ہے اور اگر بلا مصلحت ہو تو عبث۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے ”بایں ہمہ جب کہ بلا مصلحت شرعیہ ہو عبث

ہے..... اور اگر وقف میں خیانت واضرار کا اندیشہ ہے اور اس پتھر کا نصب کرنا مانع ہوگا یا اسی طرح اور کوئی مصلحت مہمہ شرعیہ ہے تو نصب میں حرج نہیں بلکہ حاجت ہو تو اجر ہے" اھ ملخصا (ج ۶ ص ۴۷۴) حدیث شریف میں ہے "یقول الله لهم یوم یجازی العباد باعمالهم اذهبوا الی الذین کنتم تراؤن فی الدنیا فانظروا هل تجدون عندهم جزاءً خیرًا" رواه البیهقی فی شعب الایمان" اھ (مشکوٰۃ ص ۴۵۶) واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲۔۳) مسجد کی کسی بھی چیز کا اپنے گھر لانا یا کسی ذاتی کام میں استعمال کرنا کسی بھی شخص کے لیے خواہ عوام ہوں یا امام یا مؤذن حرام و گناہ ہے۔ فتاویٰ ہندیہ میں ہے "متولی المسجد لیس له ان یحمل سراج المسجد الی بیته" اھ (ج ۲ ص ۴۹۰) فتاویٰ رضویہ میں اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں ہے "استعمال مذکور حرام ہے چندہ دہندہ کرے یا کوئی، مال وقف خود واقف کو حرام ہے کہ اپنے مصرف میں لائے" اھ: (ج ۶ ص ۴۵۶) واللہ تعالیٰ اعلم

(۴) معتکف کے علاوہ کسی بھی شخص کا مسجد میں سونا مکروہ ہے ہاں اگر کوئی شخص اس میں سونا چاہتا ہے تو وہ بہ نیت اعتکاف مسجد میں داخل ہو اور حسب استطاعت ذکر و اذکار کرے یا نماز پڑھے پھر سوئے تو کوئی حرج نہیں۔ فتاویٰ ہندیہ میں ہے۔

"ویکره النوم والاکل فیه لغیر المعتکف واذا اراد ان یفعل ذلک ینبغی ان ینوی الاعتکاف فیدخل ویذکر الله تعالیٰ بقدر مانوی اویصلی ثم یفعل ماشاء هکذا فی السراجیة" اھ (ج ۵ ص ۳۲۱) ایسا ہی فتاویٰ رضویہ جلد ۳ ص ۵۹۳ میں بھی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۵) مسجد کی بلندی کے برابر وضو خانہ اور اس کے اوپر امام یا مؤذن کے لیے کمرہ بنانا جائز ہے کیونکہ فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ مسجد سے بلند مکان بنانا جائز ہے کہ کوئی بھی مکان مسجد سے اونچا نہیں ہو سکتا اگرچہ بظاہر اونچا نظر آتا ہو کیونکہ مسجد ظاہری عمارت کا نام ہے بلکہ اتنی جگہ جتنی میں مسجد تعمیر ہوئی ہے تحت الثریٰ سے ساتویں آسمان تک سب مسجد ہی ہے درمختار میں ہے "انه مسجد الی عنان السماء" (ج ۱ ص ۶۵۶) ایسا ہی فتاویٰ رضویہ ج ۳ ص ۱۸۸ میں بھی ہے۔ لہٰذا جب مسجد سے بلند مکان بنانا جائز ہے تو اس کی بلندی کے برابر وضو خانہ بنانا اور وضو خانہ کے اوپر امام یا مؤذن کے لیے کمرہ بنانا بدرجہ اولیٰ جائز ہے کہ وہ مصالح مسجد سے بھی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۶) وہابی دیوبندی وغیرہ مرتد کافر اسلام سے خارج ہیں لہٰذا ان سے مسجد یا مدرسہ کے قیام و تعمیر میں کسی قسم کی کوئی مدد نہ لی جائے کہ ان سے کسی قسم کی مدد لینا باعث فتنہ و فساد ہے اس لیے کہ جو حضرات ان سے

چندہ وغیرہ لیں گے وہ ان سے میل جول، سلام وکلام اور ان کی تعظیم وتکریم کریں گے اور ان کو اپنی تمام تقاریب میں شریک کریں گے اور خود بھی ان کی تقریبات میں شریک ہوں گے اور ان کے درمیان نمازیں پڑھیں گے اور یہ سب حرام ہے حدیث شریف میں ہے "ایاکم وایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم" یعنی بدمذہبوں سے دور رہو اور انہیں اپنے سے دور رکھو کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ تمہیں گمراہ کردیں اور فتنہ میں جلا کردیں۔ (مسلم شریف ج ۱ ص ۱۰) لہٰذا سنی مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہابی دیوبندی سے مسجد یا مدرسہ کے لیے چندہ وغیرہ ہرگز نہ لیں رہا یہ کہ جو رقم یا اینٹ یا ریت مسجد میں لگایا جا چکا ہے تو اس سے مسجد کی مسجدیت میں کوئی فرق نہ آئے گا اس میں نماز پڑھنا جائز ہے آئندہ بدمذہبوں کا چندہ لینے سے بچیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد ابوبکر مصباحی

۱۰ ربیع النور ۱۴۲۸ھ

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

تعمیر شدہ مسجد کے لئے زمین وقف کیا اور کوئی صراحت نہیں کی تو اسے بیچ کر مسجد کی تعمیر وتوسیع کر سکتے ہیں یا نہیں؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ ہمارے یہاں ایک مسجد بنی ہوئی ہے جس کے بغل میں راستہ ہے پھر مسجد کی زمین ہے جو مسجد کے لیے وقف کی ہوئی ہے۔ واقف نے وقف کرتے وقت بلا شرط مسجد کے لیے اس زمین کو وقف کیا، واقف کی طرف سے ایسی کوئی صراحت نہیں کہ اس پر مسجد بناؤ یا مسجد کی آمدنی کے لیے دی یا اس زمین کے ذریعہ مسجد کی دیگر ضروریات مکمل کی جائیں یا اس زمین کو بیچ کر پرانی مسجد کی مزید تعمیر وتوسیع کی جائے اس طرح کی کوئی شرط واقف نے نہ لگائی۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ ہم لوگ اس موقوفہ زمین کو بیچ کر پرانی مسجد جو اس کے بغل میں ہے اسکی نئی تعمیر وتوسیع کرنا چاہتے ہیں عند الشرع درست ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

المستفتی: محمد اشتیاق انصاری ودیگر مسلمانان اوجھا گنج بستی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب جو زمین مسجد کے لیے وقف کی گئی ہے وہ خالص اللہ کی ملک ہے اس کی بیع جائز نہیں۔ جیسا کہ فتاوٰی ہندیہ باب الوقف میں ہے "ولا یباع ولا یوھب ولا یورث کذا فی الھدایۃ" اھ (ج ۲ ص ۳۵۰) بہار شریعت میں اس کی ترجمانی ان الفاظ میں ہے "وقف کا حکم یہ ہے کہ نہ خود وقف کرنے

والا اس کا مالک ہے نہ دوسرے کو اس کا مالک بنا سکتا ہے نہ اس کی بیع کر سکتا ہے نہ عاریت دے سکتا ہے نہ اس کو رہن رکھ سکتا ہے" اھ (ج ۱۰ ص ۶۰)

یہاں تک کہ اگر وقف کی زمین ویران ہو جائے اور متولی اس کا بعض حصہ بیچ کر باقی کی مرمت کرنا چاہے تو یہ بھی جائز نہیں۔ جیسا کہ فتاوی ہندیہ میں ہے "اذا خربت ارض الوقف واراد القیم ان یبیع بعضامنھا لیرم الباقی بثمن ما باع لیس لہ ذلک" اھ (ج ۲ ص ۴۱۷)

ہاں اگر ایسی وقفی زمین غیر مسلموں کے محلے میں ہو جس پر انہوں نے غاصبانہ قبضہ کر لیا ہو اور ان سے اسے چھڑانا ممکن نہ ہو۔ یا وہ کبھی بھی اس پر قابض ہو سکتے ہوں اور مسلمانوں کو اس زمین سے انتفاع سے روک سکتے ہوں اور وہاں کے مسلمانوں میں اتنی استطاعت نہیں کہ ان کے ظلم وستم سے اپنے کو بچا کر اس زمین سے انتفاع کر سکیں تو ایسی مجبوری کی صورتوں میں قاضی شریعت کو اختیار ہے کہ وہ زمین بیچ کر موقوف لہ مسجد میں اس کی قیمت صرف کرے۔ یہاں ایسی کوئی مجبوری نہیں اس لیے اسے بیچنا ضرور حرام وگناہ ہے۔

رہ گئی یہ بات کہ پھر اس زمین سے مسجد کے انتفاع کی کیا صورت ہوگی؟ — تو اس کا جواب یہ ہے کہ اپنے علاقے کے سب سے بڑے فقیہ عالم مرجع فتویٰ اور مسلم ارباب حل وعقد کے مشورے سے اس زمین کو کسی دینی کام کے لیے مناسب ریٹ پر کرایہ پر دیدیں ساتھ ہی اسٹامپ پر اجارہ نامہ لکھوا کر اس کی کاپیاں محفوظ کر لیں۔ اس سے مسجد کا نفع بھی ہوگا اور وہ زمین دین کے ضروری کام میں ہی استعمال ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد ارشد رضا مصباحی
۱۸ رمحرم الحرام ۱۴۲۵ھ

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

الگ جماعت کرنا مسجد نہ آنا ایک مسجد ہوتے ہوئے دوسری تعمیر کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان شرع متین ومسئلہ ذیل میں کہ ہمارے گاؤں کی آبادی کی اکثریت بدعقیدگی پر مشتمل ہے البتہ ہم سنیوں کا ایک الگ چھوٹا سا محلہ ہے جو بارہ پندرہ گھروں پر مشتمل ہے محلہ میں ایک مسجد بھی ہے ابھی تقریباً دو سال سے محلہ میں شدید اختلاف ہے جس کی وجہ سے زید سمیت تین چار لوگوں کا مکمل بائیکاٹ کر دیا گیا ہے چونکہ مسجد بھی زید کے زیر انتظام ہے اس لیے ہم میں سے کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ زید یا اس کے گروپ والوں میں سے کسی نے کہا کہ مسجد بھی تو زید کی ہے وہاں کیوں

آتے ہیں وغیرہ وغیرہ'' اس وجہ سے ہم نے آپس میں فیصلہ کر کے مسجد میں آمد و رفت و نماز چھوڑ دیا۔ اور پنج وقتہ اور عید و بقر عید ایک میدان میں با جماعت ادا کرنے لگے جب بعض دوسرے لوگوں نے زید اور اس کے گھر والوں اور گروپ سے اس بات کو پوچھا تو وہ اس بات کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم حلفیہ بیان دینے کو تیار ہیں کہ ہم نے کسی کو مسجد سے نہیں روکا اور نہ کسی سنی کے آنے پر ہمیں اختلاف ہے بلکہ مخالف گروپ سے کہتے ہیں کہ بھلے ہی اختلاف رہے مگر وہ مسجد ضرور آباد کریں مسجد تعمیر کرنے والے اور متولی جو گاؤں سے باہر رہتے ہیں اور زید کے بھائی ہیں اس اختلاف کے بعد پہلی بار گاؤں آئے تو زید کے بھائی عمرو نے ہمارے گروپ کے ایک بوڑھے اور ذمہ دار کے یہاں جا کر انہیں قرآن و حدیث وغیرہ کے ذریعہ سمجھایا اور کہا کہ آپ سب کو سمجھائیے لہٰذا ہمارے اس ذمہ دار نے سمجھانے کی کوشش بھی کی مگر ناکام رہے یہی وجہ ہے کہ وہ خود بھی مسجد نہ جاسکے ابھی ہمارے ہی گروپ سے بعض غیر معتبر ذرائع سے خبر ملی ہے کہ ہم میں کچھ دوسری مسجد اسی محلہ میں تعمیر کرانے کا ارادہ کر رہے ہیں۔ لہٰذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ (۱) ایسے اختلاف اور زید کے مذکورہ بیانات کی روشنی میں اپنی علیحدہ جماعت کرنا اور مسجد نہ آنا کیسا ہے (۲) محلہ میں ایک مسجد کے ہوتے ہوئے (جس میں تین چار نمازی ہوتے ہیں) دوسری مسجد بلا ضرورت تعمیر کرنا کیسا ہے؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب مرحمت فرما کر عند اللہ ماجور و ممنون ہوں۔

المستفتی: محمد جلال الدین مقام پوسٹ ددری ضلع سیتا مڑھی بہار

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الجواب اگر زید بد عقیدہ ہے اور مسجد بھی ایسے ہی لوگوں کے قبضے میں ہے تو اس میں ہرگز نماز نہ پڑھیں بلکہ دوسری مسجد تعمیر کر لیں اور ان بد عقیدوں کا مکمل بائیکاٹ کریں'' حدیث شریف میں ہے: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایاکم و ایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم ان مرضوا فلا تعودوھم وان ماتوا فلا تشھدوھم وان لقیتموھم فلا تسلموا علیھم و لا تجالسوھم ولا تشاربوھم ولا تواکلوھم ولا تناکحوھم ولا تصلوا علیھم ولا تصلوا معھم۔

سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بدمذہبوں سے دور رہو اور انہیں اپنے قریب نہ آنے دو کہیں وہ تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دیں اور تمہیں گمراہ نہ کر دیں اگر وہ بیمار ہوں تو ان کی عیادت نہ کرو ان کے جنازہ میں شریک نہ ہو انہیں سلام نہ کرو ان کے پاس نہ بیٹھو ان کے ساتھ پانی نہ پیو ان کے ساتھ کھانا نہ کھاؤ ان کے ساتھ شادی بیاہ نہ کرو ان کے جنازہ کی نماز نہ پڑھو نہ ان کے ساتھ نماز پڑھو (حدیث مسلم ابوداؤد)

اور اگر وہ بد عقیدہ نہ ہوں لیکن اختلافات شدید ہے تو بھی دوسری مسجد بنانے کی اجازت ہے'' چنانچہ اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر فرماتے ہیں کہ دو جماعتوں میں باہمی رنجش ہوئی اور ایک

دوسرے کی مسجد میں بخوف فتنہ آنا نہ چاہے اور مسجد میں نماز پڑھنا ضروری ہے لہٰذا وہ اپنی مسجد جدا بنائے تو اسے مسجد ضرار نہیں کہہ سکتے (فتاوی رضویہ جلد ششم ص ۴۲۵) اور در مختار فوق رد المحتار جلد اص ۶۶۲ پر ہے ولاھل المحلۃ جعل المسجدین واحدا و عکسہ لصلاۃ لا للدرس اھ لہٰذا جب تک مسجد تیار نہ ہو ای والان میں نماز ادا کرتے رہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی کتبہٗ: محمد اجمل حسین مصباحی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی ۱۰؍ جمادی الآخر ۱۴۲۳ھ

مسجد کو ذاتی ملکیت گردا ننا کیسا ہے؟ متولی کون ہو سکتا ہے؟ یہ کہنا کہ ''فتوی منگا کر اپنے گلے میں پہن لیں یا چاہے جو کریں؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں مفتیان اسلام ان مسائل میں (۱) بہار پورہ اہل سنت وجماعت علی راج پورہ ضلع جھابوہ ایم پی کی مسجد کی تعمیر سبھی برادری والوں نے مل کر ۱۹۱۱ء میں کی تھی اس کے بعد اب تک برادری کے لوگوں نے مل کر مسجد کا نظم کیا لیکن اب حاجی عبد الرشید صاحب کہتے ہیں کہ یہ مسجد بنجاروں کی ہے اور میں اس مسجد کا مالک ہوں وہ پچھلے ۱۳؍ سالوں سے زبردستی مسجد کے صدر بنے ہوئے ہیں۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا صدر کے مسجد پر اپنا حکم جتانے اور خود کو اس کا مالک کہنے کی وجہ سے دوسرے لوگوں کو مسجد میں نماز پڑھنا جائز ہوگا اور ان کی نماز جماعت کے ساتھ اس میں ادا ہو جائے گی؟

(۲) جس طرح کی صدارت میں مسجد کا نظام درہم برہم ہوتا ہے، قوم میں انتشار کا باعث اور قلت جماعت کا سبب ہو اس شخص کو صدر، مسجد کا متولی بنا رہنا از روئے شرع کیسا ہے؟

(۳) مسجد کا جو حساب و کتاب ہو مسلمان اہل سنت صدر سے اس کی جانکاری کا حق رکھتے ہیں یا نہیں؟

(۴) موجودہ صدر کا بیان زید نقل کرتا ہے کہ ان کا کہنا ہے کہ لوگ چاہے فتویٰ منگائیں یا کچھ کریں یا منگا کر اپنے گلے کی تعویذ بنا کر پہن لیں اس جملہ میں شریعت کی توہین ہے یا نہیں اگر ہے تو شریعت کا حکم کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

المستفتی: ڈاکٹر عبد المطلب شیخ ۳۳ پسوہٹی مارگ علی راج پور ضلع، جھابوہ (ایم پی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب جب مسجد کی تعمیر سبھی برادری والوں نے مل کر کی تھی اس کے بعد سب مل کر اس کا انتظام کر رہے تھے تو اسے کسی شخص کا اپنی خاص ملکیت ٹھہرانا شرعاً غلط ہے بلکہ وہ خاص اللہ تعالیٰ کی ملک ہے حتی کہ

اگر حاجی عبدالرشید صاحب نے ہی اسے تعمیر کروایا ہو تا تب بھی مسجد ہو جانے کے بعد وہ اسے اپنی ملک نہیں قرار دے سکتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "وان المسجد لله۔ یعنی مسجدیں اللہ ہی کی ہیں (پ ۲۹ سورۂ جن آیت نمبر ۱۸) وہ مسجد شرعاً مسجد ہے اس میں نماز کا ثواب وہی ہے جو مسجد میں نماز کا ثواب ہے۔

لہٰذا سبھی مسلمانان اہل سنت اس میں نماز پڑھنے کا یکساں حق رکھتے ہیں جو لوگ اس میں نماز پڑھیں گے سب کی نماز ادا ہوگی اور جماعت کی فضیلت بھی حاصل ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲-۳) مسجد کا صدر و متولی بننے کا حق اسے ہے جو واقف ہو یا واقف کی اولاد ہو یا مسلمانوں کی جماعت نے اسے منتخب کیا ہو جو ایسا نہیں اسے زبردستی از خود صدر و متولی بن بیٹھنا درست نہیں ہے مسلمانوں کو ایسے شخص پر اعتماد نہ ہو تو حسب استطاعت اسے ہٹا کر واقف کو یا واقف پوری قوم ہو تو اپنے میں سے جو صالح، متدین اور انتظام کی صلاحیت رکھتا ہو اس کو مسجد کا صدر، متولی بنائیں اور حتی الامکان نزاع و مقدمہ بازی سے بھی بچیں بہتر یہ ہے کہ تین ذمہ دار علماء کو اس نزاع کے تصفیہ کے لیے منتخب کر کے یہ معاملہ ان کے حوالے کر دیا جائے اور ان کے شرعی فیصلے کو ساری قوم تسلیم کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۴) اگر واقعی موجودہ صدر نے یہ کہا کہ لوگ فتوی منگا کر اپنے گلے میں پہن لیں یا چاہیے جو کریں تو وہ اس سے توبہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — کتبہ: محمد حبیب اللہ مصباحی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۱۸ رجب ۱۴۲۳ھ

مصالح مسجد کے لئے تعمیر شدہ دکانوں پر مدرسہ بنا سکتے ہیں یا نہیں؟

مسجد کی آراضی تعمیر مدرسہ کے لئے کرایہ پر دینا کیسا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام، مفتیان عظام مسئلہ ذیل میں۔

چند دن پہلے بعض ذمہ دار مسلمانوں کے علوم اسلامیہ کو عام کرنے کی غرض سے اور بدمذہبوں کے پھیلاؤ کو روکنے کے لیے ایک عربی مدرسہ قائم کرنے کا ارادہ کیا مگر مشکل یہ ہے کہ ان کے پاس کوئی مناسب جگہ نہیں ہے۔

مگر مسجد کے ملحق زمین میں مصالح مسجد کے لیے دکانیں تعمیر کی ہیں، دریافت طلب امر یہ ہے، کیا وہ زمین جہاں مصالح مسجد کے لیے دوکانیں تعمیر کی ہیں ان پر مدرسہ کی تعمیر کی جا سکتی ہے یا مسجد کی آراضی تعمیر مدرسہ کے لیے کرایہ کے طور پہ لے سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں تو جواز کی اگر کوئی صورت نکل سکتی ہو تو بیان فرمائیں۔

المستفتی: مشتاق احمد شاہ، مفتی باغ ہارون شری نگر، کشمیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اگر وقف معلوم اور اس کی غرض معلوم ہو تو اس غرض میں زمین کو استعمال کرنا واجب ہے۔
فقہائے کرام تصریح فرماتے ہیں کہ جائداد موقوفہ میں خلاف شرائط وقف تصرف کرنا درست نہیں ہے یعنی واقف نے جس مقصد کے لیے اس جائداد کو وقف کیا ہے اسی مصرف میں اسے لایا جائے اس کی خلاف ورزی ناجائز و گناہ ہے در مختار میں ہے:

"شرط الواقف کنص الشارع فی وجوب العمل بہ" اھ (کتاب الوقف ج ۳ ص ۴۳۳)

فتاوی رضویہ میں ہے "اوقاف میں شرط واقف مثل نص شارع واجب الاتباع ہوتی ہے اور اس میں بلا شرط واقف یا اجازت خاصہ شرعیہ کوئی تغییر تبدیل جائز نہیں" (کتاب الوقف ج ۶ ص ۳۵۰)

اور اگر واقف یا اس کی غرض معلوم نہ ہو تو دیکھا جائے کہ قدیم سے مسلمانوں کا اس پر عمل درآمد کیا تھا اس کے مطابق عمل کیا جائے۔ فتاویٰ رضویہ میں فتاوی ہندیہ سے ہے:

اذ اعلم حالہ فیما سبق من الزمان من ان عوامہ کیف یعلمون فیہ والی من یصرفونہ فیبنی علی ذٰلک لان الظاھر انھم کانوا یفعلون ذٰلک علی موافقۃ شرط الواقف وھو المظنون بحال المسلمین فیعمل علی ذٰلک فی انفع الوسائل ذکر فی الذخیرۃ قال سئل شیخ الاسلام عن وقف مشھور اشتبھت مصارفہ وقدر ما یصرف الی مستحقیہ قال ینظر الی المعھود من حالہ فیما سبق من الزمان من ان قوامہ کیف یعملون"
(کتاب الوقف، ج ۶ ص ۳۴۹)

یعنی جب ماضی میں اس کا حال معلوم ہے کہ منتظم اس میں کیا کرتے رہے اور کہاں خرچ کرتے رہے تو اسی حال کو وقف کی بنیاد قرار دیا جائے گا کیونکہ ظاہر یہی ہے کہ منتظم یہ عمل واقف کی شرط کے مطابق کرتے رہے ہیں مسلمانوں کے متعلق یہی گمان کیا جا سکتا ہے تو اسی عمل کو جاری رکھا جائے گا، انفع الوسائل میں ذکر ہے کہ ذخیرہ میں ہے کہ شیخ الاسلام سے ایک مشہور وقف جس کے مصارف اور مقدار کے متعلق اشتباہ ہے، کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے جواب میں فرمایا کہ گزشتہ زمانہ کا حال معلوم کیا جائے گا کہ اس کے منتظم کیسے عمل کرتے رہے ہیں۔ اھ

اور اگر تعامل قدیم بھی نہ ہو بس یوں ہی لوگوں نے اپنی صوابدید کے مطابق مصالح مسجد کے لیے کچھ دکانیں تعمیر کر لیں تو اس آخری صورت میں یہ اجازت ہوگی کہ اس زمین کا کچھ حصہ اجارہ پر لے لیں جس کا کرایہ مسجد کو جاتا ہے اور معاہدہ میں کچھ ایسی شرطیں لکھیں جن کی بنا پر کبھی بھی اہل مدرسہ کو زمین پر دعویٰ ملک و

مکان نہ رہ جائے مثلاً دس یا بیس سال کے لیے کرائے پر دیں اور ساتھ ہی میں میعاد ختم ہونے پر فوراً واپسی کی شرط رکھیں، اس طور پر مدرسہ چلانا جائز ہوگا اور اہل مدرسہ کو حکم ہوگا کہ میعاد مقررہ سے پہلے کسی دوسری زمین کا انتظام کر لیں جہاں وقت آتے ہی مدرسہ منتقل ہو جائے۔ بغیر اس صورت کے استعمال میں لائیں گے تو تغییر وقف ہوگا جو جائز نہیں۔

فتاوی ہندیہ میں ہے: "لا یجوز تغییر الوقف عن هیأته" (کتاب الوقف ج ۲ ص ۴۹۰) ایسا ہی فتاوی مرکز تربیت افتا سال نہم ص ۷۶ میں ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — کتبہٗ: محمد آصف ملک علیمی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۲۳ر جمادی الآخرہ ۱۴۳۱ھ

قدیم مسجد کی لکڑیاں وغیرہ امام و موذن کے حجروں کی تعمیر میں لگوا سکتے ہیں یا نہیں؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع اس مسئلہ میں:

قدیم مسجد جو کھپریل کی تھی شہید کر کے جدید تعمیر کی جارہی ہے دریافت طلب امر یہ ہے کہ قدیم مسجد کا کویل، لکڑیاں، پتھر وغیرہ مسجد کے کمپلیکس اور امام و موذن کے کمروں کی تعمیر میں لگایا جا سکتا ہے یا نہیں اور جو چیزیں لائق استعمال نہیں ان کا کیا کیا جائے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد عبدالغفور صاحب نعیمی خطیب و امام جامع مسجد،
گھٹ برھا تعلقہ گوکاک ضلع بیلگام صوبہ کرناٹک 591306

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب قدیم مسجد کی از سر نو تعمیر کے بعد جو سامان مثلاً کویلہ، لکڑیاں، اور پتھر باقی بچے ہوں ان کو مصالح مسجد میں صرف کر سکتے ہیں اس میں کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ حجرہ امام و موذن مصالح مسجد سے ہیں اس لیے ان کو مصرف میں لانا جائز و درست ہے۔ درمختار میں ہے لو بنی فوقه بیتا للامام لا یضر لانه من المصالح اما لو تمت المسجدية ثم اراد البناء منع (ج ۴ ص ۳۵۸)

اور مسجد کی خراب شدہ وہ اشیاء جو قابل استعمال نہ ہوں ان کے بارے میں شریعت مطہرہ کا یہ حکم ہے کہ اگر وہ چیزیں مسجد کے مال سے خریدی گئی ہوں تو متولی مسجد کو چاہیے کہ انہیں فروخت کر کے حاصل شدہ رقم مسجد کے جس کام میں چاہے صرف کرے مگر ان اشیاء کو غیر مسلم کے ہاتھوں نہ فروخت کرے کہ وہ ان کا ادب ملحوظ نہ رکھے گا اور موضع اہانت میں صرف کرے گا۔ بحر الرائق میں ہے وفی الفتاوی الظهیریة سئل

الحلوائی عن اوقاف المسجد اذا تعطلت وتعذر استغلالها هل للمتولی ان یبیعها ویشتری بثمنها اخری قال نعم (ج ۵ ص ۲۵۲) فتاویٰ رضویہ میں ہے مسجد کا جو عملہ بیچ رہے اگر کسی وقت مسجد کے کام آنے کا ہو اور رکھنے سے بگڑے نہیں تو محفوظ رکھیں ورنہ بیچ کرلیں اور اس کے دام مسجد کی عمارت ہی میں لگائیں اور بیچ کسی ادب والے مسلمان کے ہاتھوں ہو کہ وہ اسے کسی بے جا یا ناپاک جگہ نہ لگائے واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

کتبہٗ: محمد احمد قادری مصباحی
۹ر محرم الحرام ۱۴۲۹ھ

مسجد کی زمین بیچنا، اس کی آمدنی تعمیر عیدگاہ میں لگانا کیسا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

ایک شخص نے جو کچھ زمین تعمیر مسجد کے لیے وقف کی تھی جس کی (نیو) بنیاد بھی ایک بزرگ کے بدست رکھی گئی مگر اس میں اینٹ وغیرہ نہیں رکھی گئی تھی یہ زمین ایسے ہی پڑی رہ گئی اس پہ کچھ کام نہ کیا گیا چند دنوں کے بعد اسی وقف شدہ زمین سے چند قدم کے فاصلے پر ایک صاحب نے اپنی زمین پر اپنے ذاتی اخراجات سے مسجد تعمیر کروالی اور امام ومؤذن بھی اپنی ذمہ داری پر رکھ لیے اور اس مسجد میں نماز پنج گانہ بھی تقریباً تین سال سے باجماعت ہو رہی ہے۔ بستی میں کوئی عیدگاہ نہیں ہے۔ بستی والے آبادی کے باہر عیدگاہ بنوانا چاہتے ہیں جس کے لیے زمین کا انتظام ہو گیا ہے نیز بستی میں اس مسجد کو لے کر تین مسجدیں ہو گئیں ہیں۔ مسلمانوں کی اس چھوٹی سی آبادی میں کسی بھی مسجد میں اتنی تعداد میں (لوگ) نمازی نہیں پہنچتے ہیں کہ مسجد پُر ہو سکے۔ لہٰذا اب اگر وقف شدہ زمین مسجد بنائی جائے تو مسجد بنانے کا مقصد حاصل نہ ہوگا کیونکہ بہت قریب ہی مسجد ہے۔ لہٰذا صورت مذکورہ میں چند باتیں قابل غور ہیں۔

(۱) وقف شدہ زمین کو فروخت کر سکتے ہیں یا نہیں؟ جب کہ واقف کے ورثہ علماء کے حکم کے مطابق عمل کرنے کو تیار ہیں۔

(۲) اگر فروخت کر سکتے ہیں تو کیا وہ رقم عیدگاہ کی تعمیر میں لگائی جا سکتی ہے یا نہیں؟

(۳) وقف شدہ زمین کے بدلے زمین (دوسری جگہ) عیدگاہ کے بغل سے لے کر اس کو عیدگاہ میں شامل کر سکتے ہیں یا نہیں۔

(۴) وقف شدہ زمین کے بدلے دوسری جگہ ملے جو عیدگاہ کے بغل بہت ہٹ کر ہو تو کیا وہ بدلے کی زمین فروخت کر کے اس کی رقم عیدگاہ کے کام میں استعمال کی جا سکتی ہے یا نہیں؟

(۵) اگر نیو کھودتے وقت چند اینٹیں بھی رکھ دی جائیں تو اس کا کیا حکم ہے؟
(۶) اگر عیدگاہ بنانے کی دیہات میں اجازت نہ ہو تو اس وقف شدہ زمین کا کیا حکم ہے؟
نوٹ: اس وقف شدہ زمین میں روزہ افطار اور نماز باجماعت بھی ہوئی ہے۔ جواب قرآن وحدیث کی روشنی میں عنایت فرمائیں کرم ہوگا۔

المستفتی: محمد یوسف، محمد اعظم وعبدالرحمن وارکان انجمن فروغ اسلام
مقام وپوسٹ سعدی مدن پور، ضلع باندہ۔ یوپی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب جب کسی شخص نے زمین مسجد کے لیے وقف کردی اور مسلمانوں نے اس پر قبضہ کرلیا نماز پڑھی تو وہ زمین برائے مسجد وقف ہوگئی کہ مسجد اس زمین کا نام ہے جو نماز کے لیے وقف ہو یہاں تک کہ اگر کوئی شخص اپنی نری خالی زمین مسجد کو دے دے مسجد ہو جائے گی اور مسجد کا احترام اسکے لیے فرض ہو جائے گا ایسا ہی فتاویٰ رضویہ ج ۶ ص ۳۹۱ پر ہے۔ اور جب وہ زمین مسجد ہوگئی تو اسے نہ بیچ سکتے ہیں نہ اس میں کسی قسم کا تصرف کرسکتے ہیں اور نہ اسے کسی دوسری زمین سے بدل سکتے ہیں۔ ردالمحتار میں ہے "لا یملک ای لایکون مملوکا لصاحبه ولا یملک ای لایقبل التملیك لغیره بالبیع ونحوه لاستحالة تملیك الخارج عن ملکه ولا یعار ولا یرهن" اھ (ج ۴ ص ۳۵۲)

رہا اسے عیدگاہ بنانا تو وہ جائز نہیں کیوں کہ جب وہ جگہ مسجد ہو چکی ہے تو اسے مسجد باقی رکھنا فرض ہے اور غرض وقف میں تغییر جائز نہیں پھر وہ بھی دیہات میں جہاں یوں بھی عیدگاہ بنانے کی اجازت نہیں ہے۔
فتاویٰ ہندیہ میں ہے۔ "لا یجوز تغییر الوقف عن هیئته۔" اھ (ج ۲ ص ۴۹۰) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

کتبہ: محمد غلام نبی نظامی علیمی
۱۰ رمحرم الحرام ۱۴۲۹ھ

مدرسہ کی زمین پر مسجد بنانا یا مسجد کو اپنے استعمال میں لانا کیسا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت اس مسئلہ میں کہ زید نے مسجد بنوائی اس مسجد میں کئی سالوں سے نماز ادا کی جارہی ہے مسجد میں جگہ کی قلت کی بنیاد پر بازو میں جگہ خرید کر بحیثیت مدرسہ مسجد میں شامل کیا اب زید مدرسہ میں اور اپنی زمین ملا کر مسجد بنوانا چاہتا ہے کیا شریعت اجازت دیتی ہے کہ مسجد کی جگہ محمود

استعمال کرے اب اگر اپنی مرضی سے زید ایسا کرتا ہے تو اس کے لیے شرع کا کیا حکم ہے نیز ایسا کرنے کے لیے جولوگ زید کے لیے راستہ ہموار کر رہے ہیں ان کے لیے کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: فخر الدین ندی ناکہ، بھیونڈی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الجواب اگر وہ زمین جسے بحیثیت مدرسہ مسجد میں شامل کیا گیا ہے مدرسے کے لیے ہی خریدی گئی تھی تو اس زمین کو مسجد بنانا حرام ہے "لان الوقف لا یوقف" اور مسجد کو اپنے استعمال میں لانا سخت حرام گناہ کبیرہ اور بہت بڑا ظلم ہے۔ ارشاد باری ہے وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِيْ خَرَابِهَا ؕ اُولٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ يَّدْخُلُوْهَآ اِلَّا خَآئِفِيْنَ ؕ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۱۴﴾ یعنی اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو ان میں اللہ کا نام لیے جانے سے روکے اور ان کی ویرانی میں سعی کرے انہیں روا نہ تھا کہ اس میں قدم رکھیں مگر ڈرتے ہوئے ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور ان کے لیے آخرت میں بڑا عذاب (پ ا، سورۂ بقرہ آیت ۱۱۴)

کسی زمین کے مسجد ہو جانے کے بعد ہمیشہ کے لیے وہ زمین مسجد ہو جاتی ہے اور اس کی حرمت قیامت تک باقی رہتی ہے۔ اس لیے اسے اپنے تصرف و استعمال میں لانا یقیناً حرام و گناہ ہے فتاوی ہندیہ جلد ۲ ص ۴۹۰ میں ہے "لا یجوز تغییر الوقف" اھ

لہٰذا اس پر فرض ہے کہ وہ ایسا کرنے سے باز رہے ورنہ سخت عذاب الٰہی میں مبتلا کیا جائے گا اگر وہ اپنے ارادے سے باز نہ آئے اور اصل مسجد کو اپنے کام میں استعمال کرے تو تمام مسلمانوں پر لازم ہے کہ ایسے ظالم کا بائیکاٹ کریں، اس کے ساتھ اٹھنا، بیٹھنا، کھانا، پینا ترک کر دیں۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۶۸﴾ (پ ۷ سورہ انعام آیت نمبر ۶۸)

جولوگ ایسا کرنے کے لیے زید کی خاطر راستہ ہموار کر رہے ہیں اور اس کی مدد کر رہے ہیں ان کا بھی وہی حکم ہے جو زید کا حکم ہے تمام مسلمانوں پر لازم ہے کہ قانونی چارہ جوئی کر کے ظالم اور اسکے ہمنواؤں کا ہاتھ روک دیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہٗ: محمد حبیب اللہ مصباحی
۶؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۳ھ

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

دیہات کی پرانی عیدگاہ میں شادی خانہ بناسکتے ہیں یانہیں؟

مسئلہ کیافرماتے ہیں علمائے دین شرع متین مسئلہ مندرجہ ذیل کے بارے میں کہ منڈل مہادیو پورضلع کریم نگراے پی میں حکومت آندھراپردیش کی طرف سے مسلمانان مہادیو پورکونماز عیدکی ادائیگی کے لیے اب سے عرصہ قدیم قبل ایک قطع ارض دی گئی تھی جس پر مذکورہ بالا موضع کے مسلمان طویل عرصہ تک نمازعیدین ادا کرتے رہے ہیں اب چونکہ آبادی وسیع ہوگئی اور یہ عیدگاہ کے لیے مختص زمین عین ایسی آبادی میں آگئی جہاں سرکاری دفاتر اور ملکیات کے علاوہ رہائشی مکانات نہیں ہیں اس لیے مذکورہ بالا موضع کے مسلمانوں کے مطالبہ پرحکومت آندھراپردیش نے اس کا متبادل دوسری جگہ فراہم کیااس مقام پر بیس سال سے عید کی نمازادا کی جارہی ہےاور سابقہ میں عیدگاہ کے لیے مختص زمین بیس سال سے خالی ہے،البتہ اس زمین کے اس حصہ پر جوروڈ کے سمت ہے برائے اخراجات مسجد جامع چند ملکیات تعمیر کی جاچکی ہے۔حکومت آندھراپردیش کی طرف سے اس بات کی خواہش کی گئی کہ اگراہلیان موضع کواپنی سہولت کی خاطر شادی خانہ درکار ہوتوزمین کی فراہمی پرحکومت آندھراپردیش اپنے اخراجات پر شادی خانہ تعمیر کرادے گی چنانچہ اس سلسلہ میں سربراہان موضع (ذمہ داران مسجد کمیٹی ودیگر معززافرادموضع) کی اہم مشاورتی میٹنگ ہوئی جس میں یہ طے پایا کہ وہ قدیم عیدگاہ (جس کا رقبہ کم وبیش نصف ایکڑ ہے) کوشادی خانہ کے لیے طے کیاالبتہ وہ خاص قطعہ ارض جہاں پرعیدادا کی جاتی تھی اس کو مستثنیٰ رکھا گیا۔اب جب کہ اس مقام پرشادی خانہ کی تقریباً تعمیر مکمل ہوچکی ہے توکیااس مخصوص قطعہ ارض پر جو تعمیرشادی خانہ سے مستثنیٰ رکھا گیاہے،مسجد تعمیر کی جاسکتی ہے؟ جب کہ مسجد سے کئی خرابیاں وجود میں آسکتی ہیں (۱) مسجد کی گزرگاہ شادی خانہ کے عین سامنے سے ہوگی (۲) وہاں مسلمان کی آبادی نہیں ہے جس سے مسجد کی ویرانی کا خطرہ ہے (۳) چونکہ مسجد سے متصلاً شادی خانہ کی تعمیر ہوچکی ہے ظاہر بات ہے کہ وہاں مسلم کے ساتھ غیرمسلم کی بھی شادیاں ہوں گی اور سماجی خرابی کی وجہ سے ناچ گاناودیگر خرافات شادی کے وقت لازم متصور ہوتے ہیں۔خصوصاً غیرمسلموں کے وہاں،ایسی صورت میں اذان ونمازاورناچ گانے کا بہ یک وقت سبب فتنہ بن کے اہلیان موضع کے سکون کوغارت کرسکتا ہے۔فی الحال موضع کے اندردوشاندار مسجدالگ الگ علاقوں میں موجود ہیں اوراپنی وسعت کی وجہ سے سب کے لیے کافی ہیں۔بجز چند مخصوص افراد کے کسی طرف سے تعمیر مسجد کی آوازنہیں اٹھائی جارہی ہے بلکہ مخالفت کی جارہی ہےتوکیاایسی متنازع جگہ پرمسجد تعمیر کی جاسکتی ہے،جب کہ اس زمین میں تمام لوگ برابر کے شریک ہیں خصوصاً مسجد کمیٹی سربراہان موضع اس تعمیر مسجد کے شدید مخالف ہیں؟

المستفتی: لقاءاللہ خاں صدرجامع مسجد،مہادیو پور،ضلع کریم نگر(اے پی)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الجواب سوال میں "مہادیو پور" کو موضع لکھا گیا ہے جس سے ظاہر ہے کہ یہ آبادی دیہات ہے۔ اگر واقعہ بھی ایسا ہی ہے تو وہاں عیدگاہ کا وقف درست نہیں ہے۔ اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر فرماتے ہیں: "ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مذہب میں گاؤں میں عیدین جائز نہیں تو وہاں عیدگاہ وقف نہیں ہوسکتی کہ محض بے حاجت و بے قربت بلکہ مخالف قربت ہے، تو وہ زمین و عمارت ملک بانیان ہیں انہیں اختیار ہے اس میں جو چاہیں کریں، خواہ اپنا مکان بنائیں یا زراعت کریں" اھ (فتاویٰ رضویہ ص ۴۱۶ ج ۶)

درمختار "کتاب الوقف" میں ہے "شرطه ان یکون قربة فی ذاته" اھ (ص ۳۲۳ ج ۶) اور درمختار "باب العیدین" میں ہے "وفی القنیة: صلاة العیدین فی القری تکره تحریما ای لانه اشتغال بما لا یصح لان المصر شرط الصحة" اھ (ص ۱۴۶ ج ۳)

صورت مسئولہ میں جب اس جگہ مسجد بنانے کے لیے گاؤں کے تمام مسلمان راضی نہیں اور وہاں مسجد بنانے کی وجہ سے فتنہ و فساد پیدا ہونے کا اندیشہ بھی ہے، اور اس موضع میں دو مسجدیں پہلے سے موجود ہیں جو سب مسلمانوں کے لیے کفایت کرتی ہیں تو ان وجوہات کی بنا پر وہاں مسجد نہ بنانا ہی بہتر ہے، بلکہ اسے بطور عیدگاہ ہی محفوظ رکھیں اور حسب ضرورت نماز پڑھنا چاہیں تو پڑھیں یا کسی اور ایسے قومی ملی کام میں استعمال کریں جس میں دوسری قوم کی شمولیت کسی بھی طرح نہ رہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — **کتبہ:** غلام نبی نظامی علیمی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۲۲ رجب المرجب ۱۴۲۶ھ

مسجد کا پانی اپنے گھر لے جانا کیسا ہے؟

مسئلہ مسجد کا پانی استعمال میں لانا کیسا ہے اور مئی، جون میں پانی کی قلت ہونے کی وجہ سے لوگ یعنی مسلم و غیر مسلم وغیرہ پانی بھر کر لے جاتے ہیں اور ایک آدمی تو مسجد کا پائپ مسجد ہی میں لگا کر اپنے گھر لے جاتا ہے اور مسجد کا موٹر چالو کر کے زبردستی لے جاتا ہے اور منع کرنے پر کہتا ہے کہ دیکھتا ہوں کون منع کرتا ہے اور گھر پانی لے جانے کے لیے کہتا ہے کہ پینے کے لیے لے جاتے ہیں اس کے لیے منع کرنا غلط ہے بلکہ اور پانی پینے کے لیے دینا چاہیے اور لوگ اسے تھوڑا ڈرتے ہیں کیوں کہ وہ لڑنے کے لیے تیار ہو جاتا ہے ایسی صورت میں عوام یا امام منع کریں یا خاموش رہیں اور ایسے لوگوں کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

المستفتی: عیش محمد جادار پروا، للولی، گونڈہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب جو پانی مسجد کے حوض یا ٹنکی میں جمع کیا گیا ہے وہ خاص مسجد کی ملک ہے۔ اور اسے مسجد ہی کے مصارف مثلاً وضو وغیرہ میں استعمال کرنے کی اجازت ہے اور اسے اپنے گھر برتن میں بھر کر لے جانا اور اپنے استعمال میں لانا حرام وگناہ ہے کہ یہ مسجد کی ملک پر بے جادست درازی اور زیادتی ہے۔ فتاوی رضویہ میں ہے:" المراد به الماء المسبل بمال الوقف كماء المدارس والمساجد والسقايات التي تملؤ من اوقافها فان هذا الماء لا يملكه احد ولا يجوز صرفه الا الى جهة عينها الواقف وهذا هو حكم الوقف اھ (ص ۴۱۹ ج ۱۲) اور مسجد کا موٹر اپنے لیے چلا کر پانی بھرنا اور اپنے استعمال میں لانا تو اور زیادہ حرام وگناہ ہے کہ یہ بہت بڑی دھاندھلی بھی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — **کتبہٗ:** محمد رئیس برکاتی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۹ / جمادی الاولیٰ ۱۴۲۶ھ

مسجد میں اینٹ دینے کا وعدہ کیا تو کیا دینا واجب ہے؟

مسئلہ بکر نے چند ایام قبل مدینہ مسجد کے دوسرے منزلہ کی تعمیر کے لیے مکمل اینٹ دینے کی بات کی تھی اور کئی بار کئی مجلس میں عوام وخواص کے روبرو وعدہ کیا تھا، بعد میں اس نے مسجد میں اینٹ دینے سے انکار کر دیا اور کہا کہ میں اپنی تمام اینٹ اس مسجد میں نہ دے کر کسی دوسری مسجد میں دوں گا۔ وجہ دریافت کرنے پر بکر نے بتایا کہ مسجد کے سکریٹری صاحب نے جلسہ کرایا اور اس جلسہ میں سامعین کو بیٹھا کر باہر کے خطیب سے چندہ کرایا اس لیے ان باتوں سے ناراض ہوں اور یہی وجہ ہے کہ میں اس مسجد میں اپنی اینٹ نہیں دوں گا، اگر سکریٹری کو چندہ عین جلسہ ہی میں خطیب کے ماتحت ہی کرانا تھا تو ہم سے یا ہماری جماعت کے لوگوں سے مشورہ کیوں نہیں لیا۔ زید نے کہا کہ تم نے چند لوگوں میں اور کئی مجلسوں میں عوام وخواص کے روبرو اینٹ دینے کا وعدہ کیا اب تم مسجد کے اس وقت تک مقروض ہو گئے جب تک تم مسجد میں اینٹ دے کر قرض سے سبکدوش نہ ہو جاؤ، اس لیے تم یہاں سے لے کر قیامت تک بری الذمہ نہیں ہو سکتے، مزید زید نے وضاحت کیا کہ جس طرح کوئی شخص اپنی زمین مسجد کے نام پر وقف کر کے اب اگر وہ چاہے کہ اس زمین پر اپنا قبضہ جمائے یا حکمرانی کرے تو شریعت نفس پرستی اور اس بات کی اجازت کبھی بھی نہیں دیتی ہے اور شریعت یہ حکم دیتی ہے کہ جب تم نے عوام وخواص کے سامنے زمین وقف کر دیا ہے تو اب تمہیں اس زمین پر کوئی حق حاصل نہیں ہے۔ اب اس پر صرف متقی پرہیزگار صوم وصلوٰۃ کے پابند انسان جو اسی محلہ کے باشندے ہوں خدا کا خوف دل میں رکھتے ہوئے مسجد کے اصول پر استعمال کر سکتے ہیں اسی

طرح تم بھی اینٹ دینے کا وعدہ کرکے اس مسئلہ کے پابند ہو گئے اب اس اینٹ کو اپنی مرضی سے کسی دوسری مسجد میں نہیں دے سکتے۔ وضاحت فرمائیں کہ بکر کا عمل کہاں تک درست ہے؟ اور زید کی تشریح کس حد تک حقیقت ہے؟ بکر اور زید کے متعلق قرآن وحدیث کا کیا حکم ہے؟ المستفتی: محمد ریاض الدین رضوی، سوروپ نگر، نئی دہلی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الجواب یہ بکر کی جانب سے اینٹ دینے کا محض ایک وعدہ ہے اور کسی چیز کے دینے کا وعدہ کر لینے سے وہ شئی وقف نہ ہوگی جب تک کہ اس کو اپنی ملک سے خارج کرکے ہمیشہ کے لیے مسجد کو نہ دیدے۔ درمختار میں ہے: "عندهما هو حبس العين على حكم ملك الله تعالىٰ وصرف منفعتها على من احب وعليه الفتوى ابن الكمال و ابن الشحنة" (کتاب الوقف ص ۵۲۰ تا ۵۲۱ ج ۶) لہٰذا زید کا اس پر یہ کہنا "تم نے عوام وخواص کے روبرو اینٹ دینے کا وعدہ کیا اب تم مسجد کے اس وقت تک مقروض ہو گئے جب تک تم مسجد میں اینٹ دے کر قرض سے سبکدوش نہ ہو جاؤ" غلط ہے کہ نہ وہ وقف ہے اور نہ ہی اس پر قرض ہے۔ اور مزید وضاحۃً مثال میں یہ پیش کرنا "جس طرح کوئی شخص اپنی زمین مسجد کے نام پر وقف کرکے اب اگر وہ چاہے کہ اس زمین پر اپنا قبضہ جمائے یا حکمرانی کرے تو شریعت اس بات کی اجازت کبھی بھی نہیں دیتی ہے"

اس کا وقف سے کچھ تعلق نہیں ہے کہ یہ مثال وقف کرنے کے بعد کی ہے اور یہاں اس نے وقف کیا ہی نہیں بلکہ وعدہ کیا ہے۔ لیکن بکر کو چاہیے کہ محض اپنی نفسانی خواہش کی بنا پر وعدہ خلافی نہ کرے کہ وعدہ خلافی ناجائز ہے اور مومن کی شان یہ نہیں بلکہ اس کی شان یہ ہے کہ جو وعدہ کرے اس کو پورا کرے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلاً"۔ اور وعدہ پورا کرو بے شک وعدہ سے سوال ہونا ہے۔ (الاسراء الآیۃ ۳۴) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

کتبہٗ: محمد حسین رضوی
۲۹ رصفر ۱۴۲۸ھ

مسجد کی زمین پر مدرسہ کا بورویل لگانا کیسا ہے؟

مسئلہ مسجد کی جگہ میں مدرسہ کا ایک بورویل ہے جس سے مدرسہ کی ضروریات کے علاوہ مسجد کے مصلیوں کو وضو کا پانی بھی دیا جاتا ہے اور بل چارج مدرسہ ادا کرتا ہے اس مصلحت (مصلیوں کو وضو کا پانی ملتا رہے) سے مسجد کی جگہ میں مدرسہ کا بورویل لگانا درست ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

المستفتی: صدر وسکریٹری واراکین سنی دارالعلوم محمدیہ، کوئے باگل،

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب مسجد کی جگہ میں مدرسہ کا بورویل لگانا جائز نہیں اگر چہ اس سے مصلیوں کو وضو کا پانی ملتا ہے کہ اس میں مسجد کی زمین مدرسہ کے لیے گھیر رکھنا اسے مدرسہ کے لیے استعمال کرنا اور اس سے نفع حاصل کرنا ہے اور یہ وقف میں تغیر ہے۔ اور تغیر وقف ناجائز ہے۔ فتاویٰ ہندیہ "کتاب الوقف" میں ہے: "ولا یجوز تغییر الوقف عن هیئته" اھ (ص ۴۹۰، ج ۲ الباب الرابع عشر فی المتفرقات) قلت: فکیف یجوز تغییر مقصوده.

فتاویٰ رضویہ میں ہے: "جو چیز جس غرض کے لیے وقف کی گئی دوسری غرض کی طرف اسے پھیرنا ناجائز ہے۔ اگرچہ وہ غرض بھی وقف ہی کے فائدے کے لیے ہو کہ شرط واقف مثل نص شارع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واجب الاتباع ہے۔" اھ (ص ۴۴۵، ج ۶) واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہٗ: فیض محمد قادری مصباحی
۱۰ ربیع النور ۱۴۲۶ھ

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

مدارس و مساجد چلانے کا صحیح طریقہ کیا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت اس مسئلہ میں:
اسلام میں مسجد چلانے یا اور نظام اسلام یا مدارس وغیرہ چلانے کا صحیح طریقہ کیا ہے؟ خدارا مدلل ارشاد فرما کر دین حنیف کو ڈوبنے سے بچائیے۔ المستفتی: محمد شفیع گاندھی نگر ویمکو تھیرور اتر پور چنئی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب مساجد و مدارس چونکہ وقف ہی ہوتے ہیں اور وقف کا انتظام و انصرام واقف کے ذمہ ہے یا واقف نے جسے متولی بنایا ہے اس کے ذمہ ہے اگر واقف نے کسی کو متولی نہیں بنایا تو یہ ذمہ داری اس کے وصی پر لازمی ہوگی وہ بھی نہ ہو تو اس کی اولاد پر، اگر ان میں سے کوئی بھی نہ ہو تو اہل محلہ جسے اہل سمجھیں متولی بنا دیں کہ وہ ضروریات وقف کو انجام دے۔ خیال رہے کہ متولی اگر چہ واقف ہی کیوں نہ ہو دیانت کے خلاف کام کرنے پر معزول کر دیا جائے گا۔

درمختار میں ہے: "جعل الواقف الولاية لنفسه جاز بالاجماع و كذا لو لم يشترط لاحد فالولاية له عند الثاني" اھ (ص ۵۷۷ ج ۶)

نیز اسی میں ہے "ولاية نصب القيم الى الواقف ثم لوصيه ثم اذا مات المشروط له بعد موت الواقف و لم يوص لاحد فولاية النصب للقاضي ومادام احد يصلح للتولية

من اقارب الواقف لایجعل المتولی من الاجانب لانہ اشفق" اھ ملخصا۔ (ص ۴۳۲ تا ۴۳۸ ج ۶)
نیز اسی میں ہے "وینزع وجوبا لو الواقف غیر مامون" اھ ملخصا۔ (ص ۳۸۰ ج ۴)
واقف اگر بڑے پیانے پر انتظام نہ کر سکے تو وہ مخلص ارباب حل وعقد عوام اور علمائے کرام کی انتظامیہ کمیٹی بنادے جس میں خود بھی رہے اور باہمی مشورے سے ترقی دیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
کتبہٗ: محمد سفیر الحق رضوی نظامی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی
۱۹ر محرم الحرام ۱۴۳۲ھ

مسجد کی زمین اجرت پر لے کر مدرسہ تعمیر کر سکتے ہیں یا نہیں؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت اس مسئلہ میں:

زید نے مسجد کے لئے ایک زمین وقف کی اور انتقال کر گیا اس کے بعد بکر نے جو مالدار شخص ہے اس زمین سے کچھ فاصلہ پر دوسری زمین لے کر مسجد بنوادی اور پہلی زمین کو چھوڑ دیا جواب تک قریب ہی میں ایک مسجد ہونے کی وجہ سے اسی حالت میں ویران پڑی ہے اب زید کے لڑکے چاہتے ہیں کہ ان کے باپ نے جو زمین مسجد کے لئے دی تھی اس کے فاضل حصہ کو اجرت پر لے کر ایک دینی مدرسہ بنادیا جائے اور باقی زمین میں مسجد بنادی جائے تاکہ مسجد آباد ہو جائے اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ: کیا مسجد کے لئے جو زمین وقف ہے اس کے کچھ خالی حصہ کو اجرت پر لے کر دینی مدرسہ بنانا جائز ہے؟

المستفتی: انوار الحق سعدی مدن پور ضلع باندہ یوپی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب واقف نے وقت وقف اس طرح کی کوئی شرط رکھ دی تھی تو اس پر عمل کیا جائے گا کیونکہ شرط واقف نص شارع کی طرح واجب العمل ہے۔ فتاوی رضویہ میں ہے "فان شرط الواقف کنص الشارع" حتی کہ اگر اس نے صرف تعمیر مسجد کے لئے وقف کی تو مرمت شکست ریخت کے سوا مسجد کے لئے لوٹے چٹائی میں بھی نہیں صرف کر سکتے۔" (ج ۶ ص ۴۶۸)

لیکن بیان سائل سے ظاہر ہے کہ اس آبادی میں کوئی مسجد نہ تھی تو واقف نے تعمیر مسجد کے لئے زمین وقف کردی نہ کہ مصالح مسجد کے لئے لہٰذا ایسی صورت میں اس زمین میں کسی طرح سے مدرسہ بنانا جائز نہیں کہ یہ تغیر وقف ہے جو جائز نہیں۔ فتاوی ھندیہ کتاب الوقف الباب الرابع عشر فی المتفرقات کے آخر میں ہے "ولا یجوز تغییر الوقف عن ھیئتہ فلا یجعل الدار بستانا ولا الخان حماما

ولا الرباط دكانا۔ (ج۲ص۴۹۰) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

کتبہ: محمد فیصل علی مصباحی

۶رذی القعدہ ۱۴۳۱ھ

مسجد کی چٹائیوں کو عیدگاہ لے جانا کیسا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت اس مسئلہ میں:

مسجد کی چٹائیوں کو عیدگاہ نماز پڑھنے کے لئے لے جانا جائز ہے یا نہیں، اگر ناجائز ہے تو کیوں؟ حالانکہ وہاں بھی ان پر نماز ہی پڑھی جاتی ہے۔ بینوا توجروا

المستفتی: ماسٹر محمد طیب حسین، اسٹیشن روڈ، پوسٹ وتھانہ اسلام پور ضلع اتر دیناجپور

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الجواب مسجد کی چٹائیوں کو عیدگاہ لے جانا ناجائز وگناہ ہے کیونکہ مسجد کی اشیاء موقوفہ چیز کے حکم میں ہیں اور مسئلہ یہ ہے کہ جو چیز جس غرض کے لئے وقف کی گئی ہے اسے دوسری غرض میں استعمال کرنا ناجائز وگناہ ہے اگرچہ وہ غرض بھی وقف ہی کے فائدہ کی ہو کہ شرط واقف مثل نص شارع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واجب الاتباع ہے۔ درمختار میں ہے: "شرط الواقف کنص الشارع فی وجوب العمل بہ" اھ

(کتاب الوقف ص۶۴۹، ج۶)

یہاں تک کہ ایک مسجد کی چیز دوسری مسجد میں بھی عاریۃً دینا جائز نہیں تو عیدگاہ لے جانا بدرجۂ اولیٰ ناجائز ہوگا کیونکہ اس صورت میں وقف کو اس کی ہیئت سے بدلنا ہے۔ فتاویٰ ہندیہ میں ہے: "یجوز للقیم شراء المصلیات للصلاۃ علیہا و لا یجوز اعارتہا لمسجد آخر" اھ ملخصا یعنی مسجد کے ناظم کو مسجد کے لئے چٹائیاں خریدنا جائز ہے تاکہ ان پر نماز پڑھی جائے اور انھیں عاریۃً دوسری مسجد کے لئے دینا جائز نہیں۔ (کتاب الکراھیۃ، الباب الخامس ص۳۲۲، ج۵) نیز اسی میں ہے: "لا یجوز تغییر الوقف عن ھیئتہ" اھ (کتاب الوقف الباب الرابع، ص۴۹۰، ج۲)

اور فتاویٰ رضویہ میں ہے: "یہ فعل ناجائز وگناہ ہے ایک مسجد کی چیز دوسری مسجد میں بھی عاریۃً دینا جائز نہیں نہ کہ عیدگاہ میں کہ اتصال صف کے سوا اور احکام میں وہ مسجد ہی نہیں، لہٰذا جنب کو اس میں جانا منع نہیں"

(ص۴۵۵، ج۶) واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

کتبہ: محمد صابر عالم قادری مصباحی

۱۱رذوالحجہ ۱۴۲۷ھ

ایم پی، ایم ایل اے فنڈ سے مسجد بنانا کیسا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت اس مسئلہ میں:

میونسپلٹی فنڈ، یا ایم ایل اے، یا ایم پی یا دیگر اور کسی بھی سرکاری فنڈ کی رقم سے مسجد بنانا، یا مسجد کا وضو خانہ، مسجد کی چہار دیواری (باؤنڈری وال) یا مسجد کا بیت الخلا وغیرہ بنوانا درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

المستفتی: محمد شمشاد عالم رضوی، خادم مدرسہ صالحیہ، سنہٹ، بالاسور (اڑیسہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب گورنمنٹ کے خزانہ سے جاری کی گئی رقم ہمیں میونسپلٹی کے ذریعہ ملے یا ایم پی یا ایم ایل اے کے ذریعہ اسے مسجد کی تعمیر ومرمت کے لئے لینا اور مسجد میں صرف کرنا جائز ودرست ہے۔ اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر فرماتے ہیں: ''خزانہ والیٔ مُلک کی ذاتی مِلک نہیں ہوتا تو اس کے لینے میں حرج نہیں جب کہ کسی مصلحت شرعیہ کے خلاف نہ ہو'' اھ (فتاویٰ رضویہ ص ۴۶۰، ج ۶)

اور گورنمنٹ کی دی ہوئی رقم اگر ہم اپنے مدرسہ ومسجد میں نہ لگائیں تو وہ اپنے قانون کے مطابق اسے دوسرے غیر اسلامی کاموں کے لئے دے دیں گے، تو ہمارا مال ہمارے دینی کاموں میں صرف نہ ہوا اور کسی دین باطل کی تائید میں خرچ ہو گیا کیا کوئی مسلم اسے گوارہ کرسکتا ہے؟ ایسا ہی فتاویٰ رضویہ ص ۲۷۷، ج ۹ نصف آخر میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

کتبہ: غلام نبی نظامی علیمی
۲۰ ؍محرم الحرام ۱۴۲۷ھ

مسجد کا پانی معاوضہ لے کر دوسروں کو دے سکتے ہیں

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت اس مسئلہ میں:

مسجد میں گورنمنٹ کی طرف سے پانی کا نل لگا ہوا ہے جس سے وضو کا اہتمام کیا جاتا ہے اس کے عوض حکومت کو مسجد کی طرف سے سالانہ پیسہ بھی ادا کیا جاتا ہے اسی پانی کو شادی وغیرہ کے کاموں میں اجرت لے کر عوام کو دیا جاتا ہے اور اس سے تقریباً پندرہ ہزار روپے سالانہ مسجد کی آمدنی ہو جاتی ہے۔ اس پیسے کو مسجد کی تعمیر وغیرہ کے کاموں میں صرف کیا جاتا ہے۔ کیا اس پانی کو جو مسجد کی ضرورت سے زائد ہے عوام سے اجرت لے کر

دے سکتے ہیں یا نہیں؟ اور ان پیسوں کو تعمیر مسجد کے دوسرے کاموں میں لینا درست ہے؟

المستفتی شیخ امجد عرف منا نوجوانان اہلسنت حاتم پور کھنڈ وہ (ایم، پی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب جو پانی مسجد کے حوض یا ٹنکی میں بھر لیا گیا بلکہ جو پانی مسجد کے پائپ میں آ گیا وہ سب مسجد کی ملک ہے جو نمازیوں کی طہارت وغیرہ کے لیے ہے۔ اسے اسی غرض میں صرف کرنا واجب ہے۔ اس کے علاوہ دوسری غرض میں صرف کرنا حرام و گناہ ہے۔ ہاں مسجد کی آمدنی کے لیے پانی کا معاوضہ وصول کرنا چند شرطوں کے ساتھ جائز ہے۔

(۱) یہ پانی دوسرے کو دینا قانوناً جرم نہ ہو۔

(۲) مسجد کے پائپ کے ساتھ ایک دوسرا پائپ ایسا لگایا جائے جو اس غرض کے لیے ہو کہ اس سے آنے والا پانی لوگوں کو معاوضے پر دیا جائے گا اور اس پانی کا ربط حکومت کے پائپ سے ہو مسجد کے پائپ سے نہ ہو۔

(۳) معاوضے کی مقدار کے ساتھ پانی کی مقدار بھی مقرر کر لیں مثلاً ۵۰۰ لیٹر پانی ۵۰ روپے کا۔

(۴) اور بہر حال اس کی وجہ سے مسجد کا پانی کم نہ پڑے۔ ان چاروں شرطوں کی پابندی کے ساتھ واٹر سپلائی معاوضے پر دیا جا سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

کتبہ: غلام احمد رضا قادری

۱۳ ربیع الغوث ۱۴۲۹ھ

مسجد میں پرائمری اسکول چلانا کیسا ہے؟ منع کرنے پر چلانے والے نہ مانیں تو؟ کیا قوم و برادری کا فیصلہ شریعت سے بالاتر ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت اس مسئلہ میں:

ایک تین منزلہ مسجد ہے، اس کی تیسری منزل پر کچھ لوگ پرائمری اسکول چلا رہے ہیں، جس میں ہندی، انگریزی وغیرہ عصری مضامین پڑھائے جاتے ہیں۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ

(۱) مسجد یا فنائے مسجد میں پرائمری اسکول چلا سکتے ہیں کہ نہیں؟

(۲) مسجد کی دکانیں ہیں، جس کو کمیٹی والوں نے دکانوں کے اوپر والی چھت کو مسجد میں داخل کر لیا ہے تو کیا دکانوں کی چھت پر اسکول چلا سکتے ہیں؟

(۳) زید نے مسجد خاص میں پرائمری اسکول چلانے سے منع کیا، لیکن اراکین کمیٹی باز نہیں آئے، ان کے لئے کیا حکم ہے؟

(۴) کیا قوم و برادری کا فیصلہ شریعت سے بالاتر ہے؟ با تفصیل جواب مرحمت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔ المستفتی: عبدالعزیز و نصیر الدین صاحبان، جے پور، راجستھان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب (ا) مسجد میں پرائمری اسکول چلانا جائز نہیں، خواہ عصری تعلیم کی غرض سے ہو یا دینی، کیونکہ مسجد نماز پڑھنے کے لئے ہے نہ کہ اسکول چلانے کے لئے، اس لئے پرائمری اسکول چلانا مقصد وقف کے خلاف ہوا اور وقف میں مقصد وقف کے خلاف تصرف حرام و گناہ ہے۔ فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

لا یجوز تغییر الوقف عن هیئته. اھ۔ (ج۲، ص۴۹۰)

پھر پرائمری اسکول میں اکثر ایسے ناسمجھ بچے تعلیم حاصل کرتے ہیں جو بے تمیز و نامہذب ہوتے ہیں، جو کہ مسجد میں شور و غل مچاتے رہتے ہیں اور ان کی وجہ سے مسجد کی بے حرمتی ہوتی ہے، جبکہ مسجد کو ناسمجھ بچوں سے بچانے کا حکم ہے۔ حدیث پاک میں ہے:

جنبوا مساجدکم صبیانکم ومجانینکم وشراء کم وبیعکم وخصوماتکم ورفع اصواتکم. اھ۔ (ابن ماجہ، ص ۵۴)

اور ردالمحتار میں ہے:

ویحرم فیه السؤال ویکره الاعطاء مطلقاً ورفع صوت بذکر إلا للمتفقهة وأکل ونوم إلا لمعتکف وغریب وأکل نحو ثوم ویمنع منه وکذا کل مؤذ ولو بلسانه. اھ ملخصاً (ج۲، ص۴۳۳ تا ۴۳۵)

اور فتاویٰ رضویہ میں ہے "مسجد میں ناسمجھ بچوں کے لئے جانے کی ممانعت ہے، خصوصاً اگر پڑھانے والا اجرت لے کر پڑھاتا ہو تو اور بھی زیادہ ناجائز ہے کہ اب کار دنیا ہو گیا اور دنیا کی بات کے لئے مسجد میں جانا حرام ہے، نہ کہ طویل کار کے لئے۔" اھ (ج۶، ص۴۴۶)

اور فنائے مسجد تابع مسجد ہے، اس لئے فنائے مسجد کا حکم بھی مثل مسجد ہے اور فنائے مسجد میں بھی پرائمری اسکول چلانا جائز نہیں۔ فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

والفناء تبع المسجد فیکون حکمه حکم المسجد کذا فی المحیط. اھ۔ (ج۲، ص۴۶۲) لہٰذا ان پر لازم ہے کہ مسجد کو فوراً خالی کر دیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) جب مسجد کی دکانوں کی چھت کو مسجد میں داخل کرلیا گیا تو وہ چھت بھی مسجد ہوگئی، لہٰذا اس پر بھی پرائمری اسکول چلانا جائز نہیں، کیونکہ وہ فی الواقع مسجد ہی ہے۔ اسی طرح کے ایک مسئلہ میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ ”اگر وہ دکانیں متعلق مسجد اور اس پر وقف ہیں اور مسلمانوں نے اس کی سقف کو داخل مسجد کرلیا تو وہ سقف بھی مسجد ہوگئی، اھ۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۶، ص ۴۴۸) واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) جو لوگ منع کرنے کے باوجود مسجد میں پرائمری اسکول چلا رہے ہیں، وہ گناہ گار ہیں، کیونکہ مسجد عبادت کی جگہ ہے نہ کہ پرائمری اسکول چلانے کی، لہٰذا اراکین مسجد کمیٹی فوراً اس سے باز آئیں، مسجد کی حرمت و تقدس کا خیال رکھیں، اسکول کو مسجد سے ہٹادیں، نیز علانیہ توبہ کرلیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) قوم و برادری کا فیصلہ شریعت مطہرہ سے ہرگز ہرگز بالاتر نہیں ہوسکتا۔ ارشاد باری ہے:

اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ.

اگر کوئی شامت نفس سے ایسا کر رہا ہے، مگر وہ حکم شرع کا منکر نہیں تو صرف گنہگار ہے، اس سے توبہ کرے۔ اور اگر شریعت کے حکم پر راضی نہ ہو، اس لئے اسے رد کرے اور اس پر اپنے بنائے ہوئے قانون کو ترجیح دے تو یہ کفر ہے۔ فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

اذا قال الرجل لغیرہ حکم الشرع فی ھذہ الحادثۃ کذا فقال ذلک الغیر من برسم کار میکنم نہ بشرع یکفر عند بعض المشائخ. اھ۔ (ج ۲، ص ۲۷۲)

اور قرآن پاک میں ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ. (پ ۵، ع ۴)

یعنی اے ایمان والو! اللہ و رسول کا حکم مانو اور ان کا حکم مانو جو تم میں حکومت والے ہیں، پھر اگر تم میں کسی بات کا جھگڑا اٹھے تو اسے اللہ و رسول کے حضور رجوع کرو۔ اگر اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہو۔ (کنزالایمان) واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہٗ: محمد اظہر الدین برکاتی
۱۳ رجب المرجب ۱۴۳۱ھ

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

دو مسجدوں کو ملا کر ایک کر دینا کیسا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت اس مسئلہ میں:

مسجد لوہار پٹی اندور قدیم سے دو حصوں میں تعمیر ہے۔ اگلا حصہ نیا دوکان کے اوپر ہے، جو کہ پچھلے پندرہ سال سے قائم ہے، جس میں ممبر ومصلی دونوں قائم ہے۔ پرانا قدیمی مسجد کا پچھلا حصہ قائم ہے، جس میں ابھی بھی پرانے ممبر کے پاس مصلی قائم ممبر نہیں ہے، صرف مصلی ہے۔ دونوں جگہ وقتاً فوقتاً نماز ہوتی رہتی ہے۔
اب چونکہ پرانی مسجد کا کام چل رہا ہے۔ انتظامیہ کمیٹی یہ چاہتی ہے کہ پرانی جگہ سے مصلی ختم کر دیا جائے تو کیا مصلی کی جگہ ختم کر سکتے ہیں یا نہیں؟

المستفتی: مسجد انتظامیہ کمیٹی لوہار پٹی اندور (ایم پی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اگر دوکانیں مسجد کی ہیں، مسجد کی زمین میں ہیں اور بعد میں ان کی چھت پر مسجد کا اضافہ ہوا تو یہ شرعاً مسجد ہے۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے: اگر وہ دوکانیں متعلق مسجد اور اس پر وقف ہیں اور مسلمانوں نے ان کی سقف کو داخل مسجد کر لیا تو وہ سقف بھی مسجد ہوگئی۔ ولا یضر کون الحوانیت تحته لکونها وقفاً علیه وجاز اخذ ملك الناس کرها بالقیمة عند ضیق المسجد فکیف بما هو وقف علیه کما فی رد المحتار، اھ (ج ۶، ص ۴۴۸)

اور اس میں نماز صحیح ہے، ثواب وہی ہے جو مسجد میں نماز پڑھنے کا ہے۔ دو مسجدوں کو ایک کر دینا جائز ہے۔ فقہائے کرام نے اس کی صراحت فرمائی ہے، لہٰذا یہ جائز ہے کہ پرانا مصلی ختم کر کے پچھلا حصہ اگلے حصہ کے ساتھ شامل کر دیا جائے، تا کہ سب ایک کشادہ مسجد ہو جائے۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے "مسجد قدیم کو جدید کا صحن کر لیا، اس میں حرج نہیں، وہ بدستور مسجد ہے اور اس میں نماز مسجد میں نماز ہے، اھ۔ (ج ۶، ص ۴۷۷)
درمختار میں ہے: لاهل المحلة جعل المسجدین واحداً وعکسه لصلاة لا لالدرس اھ ملخصاً (ج ۲، ص ۴۳۷ باب ما یفسد الصلوٰة وما یکره فیها) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی	کتبہ: محمد شاہد رضا حشامی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی	۲۵ رجمادی الاولیٰ ۱۴۳۱ھ

مسجد کی چھت پر ٹاور لگانا اور اس کی آمدنی مسجد میں لگانا کیسا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت اس مسئلہ میں:
مسجد کی چھت پر موبائل کا ٹاور لگانا جائز ہے یا نہیں اور اس سے ملنے والے بھاڑے کی رقم مسجد کی تعمیر میں لگائی جاسکتی ہے یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں عین نوازش ہوگی۔
المستفتی: محمد زید شیواجی نگر، گونڈی، ممبئی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب مسجد کی چھت پر ٹاور لگانا جائز نہیں کہ یہ مصالح مسجد سے نہیں کہ مسجد پوری ہونے کے بعد اگر امام کے لیے گھر بنانا چاہے تو بھی نہیں بنا سکتا اگرچہ اس کی پہلے سے یہی نیت ہو۔ درمختار فوق ردالمحتار میں ہے:
" لوبنی فوقه بیتا للامام لایضر لانه من المصالح امالو تمت المسجدیة ثم اراد البناء منع لوقال عنیت ذٰلك لم یصدق تاتر خانیة فاذا کان هذا فی الواقف فکیف بغیرہ فیجب هدمه ولو علی جدار المسجد۔" اھ

(ج۶،ص۵۴۸، کتاب الوقف)
ردالمحتار میں ہے:" نقل فی البحر قبله ولا یوضع الجذع علی جدار المسجد وان کان من أوقافه۔" اھ (ج۶،ص۵۴۸)

اور جب اس پر ٹاور لگانا ہی جائز نہیں تو اس پر کرایہ لینا بھی جائز نہ ہوگا۔ درمختار میں ہے "ولا یجوز أخذ الأجرۃ منه ولا أن یجعل شیئا منه مستغلا ولا سکنی بزازیة۔" (ج۶،ص۵۴۸) ردالمحتار میں ہے:"قلت وبه علم حکم مایصنعه بعض جیران المسجد من وضع جذوع علی جدارہ فانه لایحل ولو دفع الأجرۃ۔" اھ (ج۶،ص۵۴۸، کتاب الوقف)
ایسا ہی فتاوی رضویہ: ج۶،ص۱۴۲۱ اور بہار شریعت ح۱۰،ص۸۱ پر ہے۔
ہاں غیر مسلم سے جو مال کرایے کے نام پر ملا ہے وہ مسجد کا ہے۔ اسے مسجد میں استعمال کریں اور ٹاور فوراً ہٹائیں۔ واللہ تعالیٰ أعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

کتبہ: غلام احمد رضا قادری
۱۳ ربیع الغوث ۱۴۲۹ھ

توسیع مسجد کے وقت منبر ومحراب کو اپنی جگہ سے ہٹا سکتے ہیں یا نہیں؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت اس مسئلہ میں:

ہم لوگ پرانی مسجد کو شہید کر کے توسیع کرنا چاہتے ہیں، کسی نے کہا کہ جو منبر ومحراب کہنہ ہیں اسے اپنی جگہ سے ہٹایا نہیں جاسکتا، تو کیا مسئلہ ایسا ہی ہے؟ بینوا توجروا۔

المستفتی: محمد ولادت پر کھ سنی قصبائی جماعت گیر گذرا، اونا گجرات

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الجواب محراب حقیقۃً وسط مسجد کا نام ہے، لہٰذا جدید تعمیر میں جب کہ مسجد کی توسیع ہو رہی ہے محراب صوری کو وسط میں کیا جائے کیونکہ یہ محراب حقیقی کی علامت ہے البتہ قدیم محراب کو بھی باقی رکھیں کہ جس جگہ نماز پڑھی جاچکی اس کو بند کرنے کی اجازت نہیں مگر اس کے سامنے امام کا کھڑا ہونا مکروہ اور خلاف سنت ہے کہ حدیث شریف میں امام کو وسط مسجد میں کھڑے ہونے کا حکم ہے اور حدیث یہ ہے:

"عن ابی هريرة قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم توسطوا الامام و سدوا الخلل"۔ (باب المواقف ص ۹۹)

اور منبر محراب حقیقی کی بغل میں ہوتا ہے۔ اس لئے اسے بھی اپنے مقام سے ہٹا کر محراب حقیقی کے قریب کیا جائے۔

فتاویٰ رضویہ میں ہے: "امام کے لئے سنت متوارثہ کہ زمانہ اقدس رسالت سے اب تک معہود ہے وسط مسجد میں قیام ہے کہ صف پوری ہو تو امام وسط صف میں ہو اور یہی جگہ محراب حقیقی ومتوارث ہے کہ محراب صوری کہ طاق نما ایک خلا وسط دیوار قبلہ میں بنانا حادث ہے۔ اسی محراب حقیقی کی علامت ہے یہ علامت اگر غلطی سے غیر وسط میں بنائی جائے اس کا اتباع نہ ہوگا بلکہ مراعات وسط ضروری ہوگی کہ اتباع سنت وانتفاء کراہت وامتثال ارشاد حدیث توسطوا الامام- ہو، درمختار میں ہے: "يصف الامام ويقف وسطاً، درایہ شرح ہدایہ سے ہے: السنة ان يقوم الامام ازاء وسط الصف الاترى ان المحاريب ما نصبت الا وسط المساجد وهى قد عينت لمقام الامام" اھ (باب الجماعة ص ۳۳۰ ج ۳) واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ محمد صابر عالم قادری مصباحی
۲۷ صفر المظفر ۱۴۲۸ھ

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

مسجد میں ایسی سجاوٹ کرنا جو نماز میں مخل ہو کیسا ہے؟ اگر متولی ایسی سجاوٹ پر بضد ہو اور منع کرنے پر امام کے پیچھے نماز چھوڑ دے تو؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

مسجد کے اندر بالکل اگلی صف سے اس طرح کی پلاسٹک اور پنی کی سجاوٹ اور ڈیکوریشن کرنا کہ جو ہوا لگنے پر یا مسجد کے پنکھے چلنے پر بولے آواز کرے اور کھڑکھڑائے اور امام کی قرأت سننے نیز جس سے نمازی کے خشوع وخضوع میں فرق آنے اور نماز میں خلل واقع ہونے کا امکان ہو شرعا درست ہے یا نہیں؟

اگر نہیں تو جو شخص مسجد کے اندر اس طرح کی سجاوٹ اور ڈیکوریشن پر مصر ہو امام کے منع کرنے پر بھی ماننے کو تیار نہ ہو حتی کہ اسی بنیاد پر امام صاحب کے پیچھے نماز پڑھنا تک چھوڑ دے شرعاً ایسے شخص کے لئے کیا حکم ہے؟ کیا ایسا شخص مسجد کا منتظم اور متولی بننے کے لائق ہے؟ از روئے شرع جواب عنایت فرمائیں عین نوازش ہوگی۔ المستفتی: محمد عبدالرشید قادری پیلی بھیتی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب پلاسٹک وغیرہ سے اس طرح مسجد کی سجاوٹ جو پنکھا کے چلنے سے نمازیوں کے خشوع وخضوع میں فرق لائے مکروہ ہے۔

تنویر الابصار و درمختار میں ہے: "کرہ وقت حضور طعام تاقت نفسه إليه (و) كذا كل (ما يستغل باله عن افعالها و يخل بخشوعها) كائنا ما كان...و كذا تكره في طاحون" اه ملخصاً

ترجمہ: کھانا حاضر ہو اور کھانے کی خواہش ہو تو نماز مکروہ ہے، یونہی ہر وہ چیز جو اس کے دل کو افعال نماز سے مشغول رکھے اور خشوع میں خلل انداز خواہ وہ جو بھی ہو......اسی لئے چکی خانہ میں نماز مکروہ ہے" اھ (ج ۲ ص ۳۸، ۳۹، ۴۱ کتاب الصلوٰۃ)

ردالمحتار میں ہے: "لعل وجهه شغل البال بصوتها" اھ شاید اس کی وجہ چکی کی آواز سے دل کی مشغولیت ہو" اھ (ج ۲ ص ۴۱)

لہٰذا جو شخص مسجد کے اندر بطور مذکور ڈیکوریشن اور سجاوٹ پر مصر ہو اور امام کے منع کرنے پر بھی باز نہ آئے بلکہ محض اس وجہ سے ان کے پیچھے نماز نہ پڑھے تو وہ جاہل، بے باک ہے اس پر لازم ہے کہ اپنی ضد سے باز آ کر شریعت کی پیروی کرے اور ایسا کوئی کام نہ کرے جس سے جماعت میں رخنہ ہو اور اگر یہ سجاوٹ مسجد کی آمدنی سے ہو تو اس کا یہ فعل حرام ہے کہ یہ مال مسجد میں خیانت ہے اس تقدیر پر ایسے متولی کو بشرط استطاعت

معزول کر دینا چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی، برکاتی

کتبہ: محمد ابراہیم مصباحی
۱۶ ذی الحجہ ۱۴۳۲ھ

تنہا ٹرسٹی مسجد کی کوئی چیز خرید یا بیچ سکتا ہے؟ سامان خریداری کے لئے کوٹیشن منگوانا کیسا ہے؟ مسجد کی آمدنی مصارف سے زیادہ ہے تو اسے امام و مؤذن کے علاج اور بچوں کی تعلیم وغیرہ میں خرچ کر سکتے ہیں؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین چند مسائل ذیل کے بارے میں کہ

(۱) مسجد کی کوئی چیز بیچنا ہو یا مسجد کے لئے کوئی چیز خریدنا ہو تو بغیر مشورہ کے تنہا ٹرسٹی فیصلہ لے سکتا ہے یا نہیں؟

(۲) سامان خریداری کے لئے کوٹیشن منگانا چاہیے یا نہیں؟

(۳) مسجد کی آمدنی کے لئے ایک لاج (ہوٹل) ہے جس کی آمدنی کثیر ہے یعنی مسجد و لاج کے جملہ اخراجات کے بعد رقم بچ جاتی ہے تو آیا اس زائد رقم سے امام و موذن و دیگر اسٹاپ والوں کا علاج و معالجہ اور ان کے بچوں کی تعلیم و دیگر غریبوں کی امداد اور ان سے دینی و دنیوی تعلیمی اخراجات پورے کیے جا سکتے ہیں یا نہیں؟

امید ہے کہ شریعت مطہرہ کی روشنی میں جواب مرحمت فرما کر شکریہ کا موقعہ عنایت فرمائیں گے۔

المستفتی: محمد حبیب الدین قاضی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب مسجد کی کوئی چیز نہ تنہا ٹرسٹی بیچ سکتا ہے نہ خرید سکتا ہے کہ اشیاء مسجد کی خرید و فروخت کے لئے اذن قاضی کی ضرورت ہے لیکن یہاں پر قاضی کے نہ ہونے کی وجہ سے دیگر اہل رائے قابل اطمینان متدین مسلمانوں کی رائے سے مسجد کی چیز بیچی جائے۔

فتاویٰ امجدیہ میں ہے "کہ متولی دیگر مسلمانوں سے رائے لے کر مسجد پر صرف کرے اپنے آپ بغیر مشورہ مسجد کی اشیاء کو بیچنا نہیں چاہیے مسجد کی چیزیں فروخت کرنے کیلئے اذن قاضی کی ضرورت ہے مگر چونکہ یہاں قاضی موجود نہیں اہل الرائے سمجھدار اور قابل اطمینان متدین مسلمانوں سے رائے لے کر ایسا کرنا امید ہے کہ کافی ہو اور اس کے مواخذہ سے بچ جائے۔ (ج ۳ ص ۳۰) واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) ٹرسٹ سامان کی خریداری سے قبل کوٹیشن یعنی مصارف کا تخمینہ منگا سکتی ہے شرعاً اس میں کوئی

قباحت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) اگر واقف نے اس ہوٹل کے مصارف کی تعیین کر دی ہے تو آمدنی کو شرط کے موافق خرچ کریں اور اگر واقف کی شرط کا علم نہ ہو یا اس نے شرط کی ہی نہیں تو آمدنی عمارت مسجد پر صرف کریں پھر بھی اگر رقم بچ جائے تو مسجد کی دیگر ضروریات پر خرچ کریں اس کے علاوہ مسجد کی آمدنی امام مؤذن و دیگر اہل محلہ کی اولاد یا خود انہیں کے علاج یا تعلیم میں خرچ کرنا جائز نہیں کہ اوقاف مسجد کی آمدنی کو مسجد کے علاوہ دیگر کاموں میں استعمال کرنا جائز نہیں۔

ردالمحتار میں ہے: والذی یبدأ به من ارتفاع الوقف ای من غلته عمارته شرط الواقف اولا ثم ما هو اقرب الی العمارة واعم للمصلحة کالامام للمسجد والمدرس للمدرسة یصرف الیهم إلی قدر کفایتهم ثم السراج والبساط کذلك الی آخر المصالح هذا اذا لم یکن معینا فان کان الوقف معینا علی شئ یصرف الیه بعد عمارة البناء اه (ج۶ص۵۶۰) واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد محسن چشتی مصباحی
۶رشعبان المعظم ۱۴۳۲ھ

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی، برکاتی

مسجد کا قرآن دوسری جگہ منتقل کرنا کیسا؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

مسجد میں لوگ قرآن پاک رکھ دیتے ہیں اتنی تعداد بڑھ جاتی ہے کہ الماریاں پر ہو جاتی ہیں زمین پر رکھنا پڑتا ہے بے حرمتی کا خطرہ ہو جاتا ہے۔ ایسی صورت میں زائد قرآن پاک دوسری جگہ منتقل کیا جا سکتا ہے کہ نہیں، بینوا توجروا۔

المستفتی: محمد احمد رحمتی جامعہ عربیہ اظہار العلوم جہانگیر گنج فیض آباد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب صورت مسئولہ میں اگر قرآن پاک رکھنے والے کا مقصود اس مسجد پر وقف کرنا نہیں ہے تو رکھنے والے کو اختیار ہے، قرآن اس کی ملک پر باقی رہیں گے، اور اگر مسجد پر وقف کرنا مقصود ہے تو اس سلسلہ میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے کہ ایسی صورت میں دوسری مسجد میں منتقل کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اور جب وہ صورت ہے جو سوال میں مذکور ہے اور دوسری مساجد میں اس کی ضرورت ہو تو قول جواز پر عمل کرتے ہوئے دوسری مساجد و مدارس میں منتقل کر سکتے ہیں، اسی شہر کے ساتھ خاص نہیں جس شہر کی مسجد میں قرآن پاک رکھا ہے اگر

اس شہر کی مسجدوں ومدرسوں کی حاجت سے زائد ہو تو دوسرے شہروں کی مساجد و مدارس میں بھی بھیج سکتے ہیں، مگر انہیں ہدیہ کر کے ان کی قیمت مسجد میں صرف نہیں کر سکتے۔

اور صورت مسئولہ میں تو اور احوط و بہتر ہے کہ دوسرے مساجد و مدارس میں منتقل کر دیا جائے کہ قرآن پاک کو بے حرمتی سے بچانا لازم ہے۔ در مختار کتاب الوقف میں ہے "وقف مصحفا علی اهل مسجد للقراءة ان يحصون جاز وان وقف على المسجد جاز و يقرأ فيه ولا يكون محصوراً على هذا المسجد" ھ (ج ۶ ص ۵۵۷ تا ۵۵۸) ایسا ہی فتاویٰ رضویہ ج ۶، ص ۳۵۵ میں بھی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

کتبہ: محمد نیاز برکاتی مصباحی
۵/ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۵ھ

■❖■

بَابُ الْمَقْبَرَۃِ

قبرستان کا بیان

چکبندی میں قبرستان کے لئے زمین ملی مسلمانوں نے قبضہ بھی کرلیا مگر ابھی مردے دفن نہیں ہوئے تو کیا اس پر مدرسہ بنا سکتے ہیں؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ

گورنمنٹ نے چکبندی کے موقع پر کچھ زمین قبرستان کے لیے دی اور مسلمانوں نے اس پر قبضہ بھی کرلیا ابھی تک اس میں ایک بھی میت کو دفن نہیں کیا گیا ہے اب مسلمان اس پر مدرسہ کی تعمیر کرنا چاہتے ہیں اور مسلمانوں کے پاس اس کے علاوہ دوسری زمین نہیں اور نہ ہی اتنی رقم ہے کہ جس سے زمین خرید کر دوسری جگہ مدرسہ تعمیر کرسکیں تو کیا ایسی صورت میں مذکورہ زمین پر مدرسہ بنانا درست ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد سلیم قادری رفاعی، خادم دارالاشاعت رضویہ، پھریندا جاگیر، ضلع بستی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الجواب مذکورہ زمین جسے گورنمنٹ نے مسلمانوں کو قبرستان کے لیے دیا ہے۔ مسلمانوں نے اس پر قبضہ کرکے اگر اسے قبرستان قرار دیا تو وہ زمین قبرستان کے لیے وقف ہوگئی۔ اگرچہ اب تک اس میں کوئی مردہ دفن نہ کیا گیا ہو۔ اس لیے اس میں مدرسہ بنانا جائز نہیں کہ یہ تغیر وقف ہے جو حرام وگناہ ہے۔ فتاوی ہندیہ میں ہے کہ: "لا یجوز تغییر الوقف عن ہیئتہ" اھ (کتاب الوقف، ص ۴۹۰ ج ۲)

ایسا ہی فتاوی رضویہ ج ۶ ص ۴۴۷ میں بھی ہے۔

ہاں اگر قبضہ کے بعد اسے قبرستان قرار نہیں دیا ہے بلکہ یوں ہی چھوڑ رکھا ہے کہ وقت ضرورت کسی مناسب مصرف میں استعمال کریں گے۔ تو اس پر مدرسہ بنانا جائز ہے جب کہ کوئی قانونی حرج نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

کتبہ: محمد حسین رضوی جامنگری
۲۹ رصفر المظفر ۲۲ ۱۴ھ

سیکڑوں سال پرانا قبرستان ہے مگر مردے دفن نہیں ہیں اسے عیدگاہ بنا سکتے ہیں یا نہیں؟

مسئلہ محترم مفتی صاحب السلام علیکم، الحمد اللہ! نالاسوپارہ ویسٹ، سوپارہ ایک قدیم بستی ہے جہاں ایک قدیم عیدگاہ بھی ہے، مگر فی الحال کی آبادی کے لیے عیدگاہ ناکافی ہوگئی ہے۔ عیدگاہ کے باہر سڑک پر اور بازو میں ایک مسلم بھائی کی کھلی جگہ ہے۔ اس میں عید کی نماز کے لیے صفیں بنائی جاتی ہیں۔ اگر یہ مسلم بھائی اپنی جگہ میں عمارت بنائے یا کسی اور کام کے لیے اس جگہ کو استعمال کریں گے تو بھی جگہ ناکافی ہوجائے گی، فی الحال عیدگاہ کے اطراف غیر مسلم کی آبادی بڑھ گئی ہے جب کہ اس علاقے میں مسلم چند فی صد ہیں، ناسازگار حالات میں اس عیدگاہ میں عیدین کی نماز ادا کرنے میں خطرہ ہوسکتا ہے۔

اس لیے ٹرسٹیان مسجد، عیدگاہ اور ذمہ داران بستی کا خیال ہے کہ ایک پرانے قدیم قبرستان میں عیدگاہ بنائی جائے، یہ قبرستان سیکڑوں سال پرانا ہے، اس قبرستان میں ہم نے یا ہمارے باپ دادا نے کسی کو نہ دفنایا ہے اور نہ دفناتے دیکھا ہے یہ قبرستان کی جگہ سرکاری ہے جو پہلے سے مسلمانوں کے قبضے میں ہے، جہاں مسلمان اپنے مُردوں کو سیکڑوں سال پہلے دفنایا کرتے تھے اور سرکاری کاغذات سات بارہ 7/12 پر قبرستان لکھا ہوا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اس قبرستان میں عیدگاہ بنا سکتے ہیں یا نہیں؟ عیدین کی نمازیں اس جگہ ادا کرنا شرعاً درست ہے یا نہیں؟ اور دیگر نمازیں بھی ادا ہوں گی یا نہیں؟

المستفتی: خالد کراری، چیف ٹرسٹی، جامع مسجد، نوائط محلہ، سوپارہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب قبرستان مذکور جسے گورنمنٹ نے مسلمانوں کے مردے دفن کرنے کے لیے چھوڑا ہے اور مسلمانوں نے اسے قبرستان قرار دے کر اس میں مردے دفن کیے ہیں وہ عند الشرع وقف ہے، اس میں عیدگاہ بنانا جائز نہیں کہ یہ تغییر وقف ہے اور وقف کا بدلنا ناجائز ہے، فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔ "لا یجوز تغییر الوقف عن هیئته" اھ (ص ۴۵۴، ج ۲) اگر چہ وہ قبرستان سیکڑوں سال پرانا ہو، عرصۂ دراز سے لوگوں نے اس میں مردے دفن کرنا بند کر دیا ہو پھر بھی قبرستان ہی ہے اور تا قیامت قبرستان ہی رہے گا، فتاویٰ عالمگیری میں ہے: "سئل الامام شمس الائمة محمود الاوز جندی عن المقبرة اذا اندرست ولم یبق فیها اثر الموتی لا العظم ولا غیرہ هل یجوز زرعها واستغلالها فقال لا. ولها حکم المقبرة کذا فی المحیط" اھ ملخصا (ص ۴۷۰، ج ۲)

حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں "مسلمانوں کا قبرستان ہے جس میں قبر کے نشانات مٹ چکے ہیں ہڈیوں کا بھی پتہ نہیں جب بھی اس کو کھیت بنانا، یا اس میں مکان بنانا ناجائز ہے اور اب بھی وہ قبرستان ہی ہے قبر کے تمام آداب بجالائے جائیں" اھ (بہار شریعت، ص ۸۷، ج ۱۰) لہٰذا اس میں چلنا پھرنا، اٹھنا بیٹھنا، اور نمازیں پڑھنا سب ناجائز ہے خواہ عیدین کی نمازیں ہوں یا دوسری، حدیث پاک میں ہے "لا تصلوا علی قبر" اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے "ویکرہ ان یبنی علی القبر او یقعد او ینام علیہ او یوطأ علیہ" اھ (ص ۱۶۶، ج ۱) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

کتبہٗ: شمس الدین احمد علیمی

۱۸ر جمادی الآخرۃ ۱۴۲۶ھ

کسی آدمی نے قبرستان میں درخت لگائے تو وہ کس کی ملکیت ہیں؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید کے قبضہ میں مسلم قبرستان ہے اس میں زید کے آباء واجداد نے جھاڑ لگائے تھے اسی طرح عمرو، بکر، خالد، محمود وغیرہ کے اباواجداد نے بھی درخت لگائے تھے کئی سالوں سے اس جھاڑ واشجار کے وارث انہیں کے خاندان کے لوگ رہے پھلوں کو کھاتے رہے اور لکڑیوں کو فروخت کرتے رہے اس پر بکر کے استاذ نے کہا یہ غلط ہے شریعت کی نظر میں تم لوگ گنہگار ہو رہے ہو قبرستان کی جگہ میں جو بھی اشجار ہیں وہ ملکیت قبرستان کی ہیں اور قبرستان ہمارے یہاں چاروں طرف سے کھلا پڑا ہے جس میں ہر طرح کے جانور وغیرہ آتے ہیں اس کے اشجار کو کاٹ کر فروخت کر کے چہار دیواری قائم کر دینی چاہیے۔ تو آیا بکر کے استاذ کا قول درست ہے کہ وہ قبرستان کی ملک ہے اگر ہے تو اس کے اشجار وغیرہ کو فروخت کر کے قبرستان کے مصرف میں لا سکتے ہیں؟ بینوا وتوجروا۔

المستفتی: محمد غیاث الدین لال گنج بستی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اگر جھاڑ واشجار لگانے والوں نے جھاڑ واشجار قبرستان کے پیسے سے لگائے یا اپنے ہی پیسے سے لگائے مگر قبرستان کے لیے لگائے، یا وہ خود بخود اگ آئے تو ان تمام صورتوں میں وہ جھاڑ واشجار قبرستان کے ہیں۔ اور اگر انہوں نے اپنے لیے لگائے یا کچھ نیت نہ کی تو مالک وہی لوگ ہیں اور وہ نہ ہوں تو ان کے ورثہ ہیں اور ان کو اس میں تصرف کا اختیار بھی ہے چاہے پھلوں کو کھائیں یا لکڑیوں کو فروخت کریں۔ لیکن اگر اس کے سبب قبروں کے لیے زمین تنگ پڑ رہی ہو تو ان کو مجبور کیا جائے کہ اپنے درختوں وغیرہ کو کاٹ کر زمین خالی کریں۔

اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ تحریر فرماتے ہیں کہ ’’قبرستان اگرچہ وقف ہو مگر درخت جو اس میں لگائے جائیں وہ لگانے والوں ہی کی ملک رہیں گے ان کو اختیار ہے کہ اس کی لکڑیوں کو کاٹیں یا جو چاہیں کریں بلکہ اس کے سبب مقابر پر تنگی کردے تو اسے مجبور کیا جائے گا کہ درخت کاٹ کر زمین خالی کردے‘‘ اھ

(فتاویٰ رضویہ ج ۶ ص ۳۵۱)

اور فتاوی ہندیہ کتاب الوقف میں ہے "مقبرۃ علیھا اشجار عظیمۃ ان علم لھا غارس کانت للغارس" اھ ملخصاً (ج ۲ ص ۴۷۳) واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد ارشد رضا مصباحی — الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی

۲۴ رذوی القعدہ ۱۴۲۴ھ — الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

چکبندی میں قبرستان بانسی راجہ کے نام ہو گیا اس سے ایک مسلم نے خرید لیا تو اس میں تصرف کرسکتا ہے یا نہیں؟ قبرستان کے درختوں کی آمدنی سے عیدگاہ بنوا سکتے ہیں؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ (۱) ہمارے گاؤں کا ایک پرانا قبرستان ہے جس میں مسلمان اپنے مردے دفن کرتے تھے۔ چکبندی میں قبرستان کی وہ زمین بانسی راجہ کے نام درج ہو گئی پھر ریاست علی نے وہ زمین اپنے نام بیع نامہ کروائی جب کہ اسے یہ معلوم تھا کہ یہ پرانا قبرستان ہے آج بھی قبروں کے نشانات باقی ہیں تو شخص مذکور کے لیے شریعت کا حکم کیا ہے؟

(۲) چکبندی میں قبرستان کے لیے گورنمنٹ کی جانب سے تھوڑی زمین ملی۔ اس میں شیشم کا ایک درخت ہے جو خود سے اگا ہے۔ گاؤں کے کچھ لوگ اسے بیچ کر عیدگاہ بنوانا چاہتے ہیں شرعاً ایسا کرنا درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

المستفتی: نذر علی پیر محمد مقصود علی، مقام بودھی پور ڈاکخانہ کپتان گنج، ضلع بستی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب (۱) قبرستان کی زمین جہاں مردے دفن ہوتے ہیں وہ وقف ہے اور وقف کسی کی ملک نہیں ہوتا، اس کی خرید وفروخت ناجائز ہے جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری کتاب الوقف میں ہے "فیلزم ولا یباع ولا یوھب ولا یورث کذا فی الھدایۃ" اھ (ج ۲ ص ۳۵۰)

نیز درمختار کتاب الوقف میں ہے "واذا تم ولزم لا یملک ولا یملک" اھ (الدر المختار فوق رد المحتار ج ۶ ص ۵۳۹) ردالمحتار میں ہے "ای لا یکون مملوکا لصاحبہ ولا یملک ای لا تقبل التملیک لغیرہ بالبیع ونحوہ" اھ (ج ۶ ص ۵۳۹)

لہٰذا ریاست علی کا دانستہ طور پر قبرستان کی زمین خریدنا ناجائز و گناہ اس میں تصرف ناجائز، اس پر لازم کہ فوراً اس قبرستان کی زمین کو چھوڑ دے ورنہ سخت عذاب الٰہی میں مبتلا ہوگا۔

اگر وہ ایسا نہ کرے تو سارے مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس کا سخت سماجی بائیکاٹ کریں، اس کے ساتھ، کھانا، پینا، اٹھنا، بیٹھنا چھوڑیں، اس کے یہاں شادی، بیاہ وغیرہ کسی بھی تقریب میں نہ شریک ہوں ورنہ خود گنہگار ہوں گے۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے "وَاِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ۝" (پ ۷ سورہ انعام آیت ۶۸) واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) قبرستان کی وہ زمین جو گورنمنٹ سے حاصل ہوئی ہے اس میں شیشم کا درخت اگر خود سے اگا ہے تو اسے قاضی کے حکم سے بیچ کر قبرستان کے مصارف مثلاً چہار دیواری وغیرہ ہی میں خرچ کر سکتے ہیں، عیدگاہ میں لگانا جائز نہیں ہے جیسا کہ فتاوی عالمگیری کتاب الوقف میں ہے "مقبرة علیها اشجار عظیمة نبتت بعد اتخاذ الأرض مقبرة الحکم فی ذلك الی القاضی ان رأی بیعها وصرف ثمنها الی عمارة المقبرة ولم یعلم لها غارس فله ذلك كذا فی الواقعات الحسامیة" اھ ملخصا (ج ۲ ص ۴۷۳) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی	**کتبہٗ:** محمد شاہ عالم قادری جونفوری
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی	۱۹؍ ذی الحجہ ۱۴۲۳ھ

قبرستان کی زمین بیچ کر دوسری جگہ خریدنا کیسا ہے؟ مدرسہ کے روپے سے قبرستان کی زمین خریدنا؟ قبرستان کو کسی دوسرے مقصد میں استعمال کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین اس مسئلے میں کہ:

(۱) قبرستان کے لیے وقف کی ہوئی زمین بیچ کر دوسری جگہ زمین خرید سکتے ہیں یا نہیں؟

خلاصہ: انجمن قادر پورہ کے نام گاؤں کے ایک مومن شخص نے قبرستان کے لیے دو بیگہ زمین وقف کیا اور انجمن والوں نے تین بیگہ زمین اسی دو بیگہ زمین سے ملا ہوا خریدا۔ تو کل زمین ہوگئی پانچ بیگہ اور انجمن والوں نے جو تین بیگہ زمین خریدا وہ مدرسے کی رقم سے خریدا۔

کیا مدرسے کی رقم سے خریدی زمین میں قبرستان بنا سکتے ہیں یا نہیں؟

اور یہ پانچوں بیگہ زمین ہندو لوگوں کی آبادی میں پائی جاتی ہے۔ اور گاؤں سے تھوڑی دور پر بھی زمین پائی جاتی ہے۔ اب گاؤں والوں کا کہنا ہے کہ یہ پانچوں بیگہ زمین بیچ کر قریب میں ایک زمین ہے جو مسلمانوں

کی آبادی میں پائی جاتی ہے اسی زمین کو ہم لوگ خریدیں گے اور اس وقت قبرستان کے لیے صرف جمع کر کے تین بیگہ زمین جو خریدیں گے وہ قبرستان کے نام کی رقم ہوگی۔ اور وقف کی زمین کی رقم سے دو بیگہ زمین الگ سے لیں گے۔

عذر خاص: (۱) دو بیگہ وقف کی ہوئی زمین تین بیگہ خریدی ہوئی۔ یہ پانچوں بیگہ گاؤں سے بہت دور ہے۔

(۲) اور بارش کے موسم میں اس جگہ کی مٹی زیادہ گیلی ہوتی ہے اور پاؤں میں بہت زیادہ مٹی لگتی ہے۔

(۳) اور اس جگہ قبر بن جانے کے بعد اس جگہ کی قبر جلد دھنس جانے کا امکان ہے۔

(۴) یہ زمین بیابان جنگل اور الگ مٹی میں پائی جاتی ہے۔

(۲) یہ کہ (اس) پانچوں بیگہ زمین سے پہلے ایک زمین ہے جس زمین میں ہم لوگ آج سے تقریباً بہت سالوں سے بچوں بچیوں کی میت کو دفن کرتے ہوئے چلے آرہے ہیں اور قبرستان کی زمین کے نیچے ایک تالاب پایا جاتا ہے جس تالاب سے ہندو مسلم سبھی ذات کے لوگ پانی پیتے ہیں اس تالاب میں بارش کا پانی جمع ہوتا ہے اور چھ سات مہینے اس پانی کو سبھی پیتے ہیں۔ اور جب بارش ہوتی ہے تو بچوں اور بچیوں کی قبر کے اوپر سے جو پانی آتا ہے سیدھے تالاب میں آتا ہے۔ اس سے ہندو ذات کے لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ قبر سے پانی آتا ہے۔ اس لیے آپ لوگ زمین دوسری جگہ لے کر قبرستان دوسری جگہ بنائیں۔ اور پانچوں بیگہ زمین اس قبرستان سے تھوڑی دور پر واقع ہے یہاں قبرستان کا جب آغاز ہو جائے گا تو آج نہیں ہو سکتا ہے آٹھ دس سال کے بعد ہندو لوگ اعتراض کریں گے اس سے اچھا ہم لوگ اپنی آبادی میں قبرستان بنانا چاہتے ہیں۔ آپ حضور والا سے گزارش ہے کہ اس الجھے ہوئے مسئلے کا جواب شرعی کتاب کی روشنی میں عنایت فرمائیں مہربانی ہوگی۔

(**نوٹ**) قبرستان کا آغاز اگر اس زمین میں ہوا تو ہم لوگوں کو عیدگاہ بھی بنانی پڑے گی اس لیے اس جگہ مٹی صحیح نہیں ہونے کی وجہ سے دوسری جگہ ہم لوگ قبرستان بنانا چاہتے ہیں۔

گاؤں کے لوگوں کا دستخط:

(۱) محمد علی رضوی (۲) ذاکر حسین (۳) محمد سردار (۴) شوکت علی (۵) محمد صدیق (۶) محمد صدیق (۷) محمد انور (۸) محمد سردار (۹) غلام عربی۔ المستفتی: انجمن کمیٹی مقام قادر پور، پوسٹ برن گاؤں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب (۱) جس زمین کو کسی نے قبرستان کے لیے وقف کیا ہے اسے بیچ کر دوسری زمین خریدنا جائز نہیں۔ کیونکہ یہ وقف کی تغییر ہے اور اگر اس میں کچھ اموات مسلمین مدفون ہوں تو ان کی توہین بھی۔ اور تغییر

وقف بھی بجائے خود ناجائز و گناہ ہے اور توہین مسلمین بھی ناجائز و گناہ ہے۔

وقف کا حکم یہ ہے کہ نہ خود وقف کرنے والا اس کا مالک ہے نہ دوسرے کو اس کا مالک بنا سکتا ہے نہ اس کو باطل کر سکتا ہے نہ اس میں میراث جاری ہوگی نہ اس کی بیع ہو سکتی ہے نہ اسے عاریت دیا جا سکتا ہے۔ اور نہ ہی ہبہ کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی اسے رہن رکھا جا سکتا ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے "ولا یباع ولا یوھب ولا یورث کذا فی الھدایۃ" (کتاب الوقف ج۲ ص ۳۵۰)

درمختار میں ہے: "لا یملك ولا یملك ولا یعار ولا یرھن" اسی عبارت کے تحت ردالمحتار میں ہے "(قوله لا یملك) ای لا یکون مملوکا لصاحبه ولا یملك ای لا یقبل التملیك لغیرہ بالبیع ونحوہ" (کتاب الوقف ج۶ ص ۵۳۹)

فتاویٰ رضویہ میں ہے "وقف کی تبدیل جائز نہیں، جو چیز جس مقصد کے لیے وقف ہے اسے بدل کر دوسرے مقصد کے لیے کر دینا روا نہیں۔ سراج وہاج پھر فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

"لا یجوز تغییر الوقف عن ھیأته فلا یجعل الدّارُ بستانًا ولا الخان حمامًا ولا الرباط دکانًا الا اذا جعل الواقف الی الناظر مایری فیه مصلحة الوقف اھ قلت فاذا لم یجز تبدیل الھیأۃ فکیف بتغیر اصل المقصود۔ (ج۲،ص:۴۹۰)

یعنی وقف کو اس کی ہیئت سے تبدیل کرنا جائز نہیں۔ لہٰذا گھر کا باغ بنانا اور سرائے کا حمام بنانا اور رباط کا دکان بنانا جائز نہیں، ہاں جب واقف نے نگہبان پر معاملہ چھوڑ دیا ہو کہ وہ ہر کام کر سکتا ہے جس میں وقف کی مصلحت ہو تو جائز ہے اھ قلت (میں کہتا ہوں) جب ایک ہیئت کی تبدیلی جائز نہیں تو اصل مقصود کی تغییر کیوں کر جائز ہوگی:

اور اس قبرستان میں سو برس سے کوئی قبر نہ ہونا اسے قبرستان ہونے سے خارج نہیں کر سکتا۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قول مفتی بہ پر تو واقف کے صرف اتنا کہنے سے کہ میں نے یہ زمین دفن مسلمان کے لیے وقف کی، یا اس زمین کو مقبرۂ مسلمین کر دیا، وہ تمام زمین قبرستان ہو جاتی ہے اگرچہ ہنوز ایک مردہ بھی دفن نہ ہوا۔ اور امام محمد کے قول پر ایک شخص کے دفن سے ساری زمین قبرستان ہو جاتی ہے۔

درمنتقی اور شامی میں ہے: قدم التنویر والدرروالوقایة وغیرھا قول أبي یوسف وعلمت ارجحیته فی الوقف والقضاء اھ

یعنی تنویر در اور وقایہ وغیرھا میں ابو یوسف کا قول مقدم رکھا اور تم اس کی ارجحیت وقف اور

قضا میں جان چکے ہو'' (ج ۹ ص ۵۷ ۴۵۸/۴ رسالہ اھلاك الوھابیین علی توھین قبور المسلمین مکتبہ پورہ بندر گجرات) لہٰذا دو بیگہ زمین جو کسی مسلمان نے قبرستان کے لیے وقف کی ہے اسے بیچ کر دوسری زمین نہیں خریدی جاسکتی خواہ اس میں ابھی کسی کو دفن کیا ہو یا نہ کیا ہو۔

اور انجمن والوں نے مدرسہ کے روپے سے جو تین بگہہ زمین خریدی ہے وہ اگر قبرستان کے لیے خریدی ہے جیسا کہ بظاہر ایسا ہی معلوم ہوتا ہے تو یہ حرام وگناہ ہے کہ امانت میں خیانت ہے مدرسہ کی رقم مدرسہ میں ہی صرف کرنی واجب ہے اور قبرستان کے لیے صرف کرنی حرام وگناہ ان پر فرض ہے کہ مدرسہ کو وہ پوری رقم تاوان میں ادا کریں اور قبرستان کے لیے وہ زمین خریدی ہے تو وہ قبرستان کے لیے وقف ہوئی لہٰذا اسے بیچنا جائز نہیں کہ یہ تغییر وقف ہے هٰذا ما عندی والعلم بالحق عند ربی۔ وقف کی زمین بالکلیہ ممکن الانتفاع نہ رہے تو اس کے تبادلہ و بیع کی گنجائش ہوتی ہے مگر یہاں ایسا نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) وہ قبرستان جس کے نیچے تالاب ہے جس میں بچے اور بچیاں دفن کی جاتی ہیں۔ جب وہ مسلمانوں کا قبرستان ہے تو اس کو بھی بیچنا یا اور کسی کام میں لانا جائز نہیں اگر چہ قبروں کے نشانات بھی مٹ گئے ہوں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی تحریر فرماتے ہیں:

''مقبرہ اگر چہ مندرس ہو جائے اس میں قبر کا نشان در کنار اموات کی ہڈی تک نہ رہے جب بھی اس سے انتفاع حرام اور ہمیشہ اس کے لیے حکم مقبرہ رہے گا۔ اسی طرح فتاویٰ ظهیریه وخزانة المفتيين واسعاف کی عبارات کہ "مقبرة قديمة بمحلة لم يبق فيها آثار المقبرة لا يباح لاهل المحلة الانتفاع بها" اھ

یعنی جو قبرستان پرانا ہو اور اس میں مقبرے کے آثار باقی نہ رہے ہوں تو اس سے اہل محلہ نفع حاصل نہیں کر سکتے ہیں'' (فتاویٰ رضویہ ج ۹ ص ۴۶۸ ۴۶۹/۴ رسالہ اھلاك الوھابیین علی توھین قبور المسلمین، مکتبہ پوربندر گجرات)

رہا ''قبروں سے ہو کر پانی کا تالاب میں آنا'' تو یہ کوئی عذر شرعی نہیں کہ ماء جاری پاک ہے۔ پھر یہ بھی ہوسکتا ہے کہ قبرستان کی حفاظت پختہ دیوار بندی کے ذریعہ کردی جائے تاکہ قبرستان کا پانی تالاب میں نہ جائے اور عیدگاہ کا قبرستان کے آس پاس ہونا ضروری نہیں وہ کسی دوسری جگہ بھی بنائی جاسکتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہٗ: محمد آصف ملک علیمی

۱۶/رجب المرجب ۱۴۳۱ھ

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

قبرستان میں پختہ قبر بنانا کیسا ہے؟

مسئلہ کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع مسئلہ ذیل میں
زید کہتا ہے کہ مسلم قبرستان کسی کی ملکیت نہیں ہوتا ہے لہٰذا اس میں اپنے والدین اور بھائی وغیرہ کی قبریں پکی بنانا جائز نہیں ہے اگر چہ وہ حاجی ونمازی ہوں۔ اور زید کہتا ہے کہ مسلم قبرستان میں اپنے والدین وغیرہ کی قبریں پکی بنانا جائز ہے اس لیے کہ جس جگہ آدمی دفن ہوجاتا ہے وہ جگہ اس کی ملکیت میں آجاتی ہے۔ زید وبکر میں سے کس کا قول درست ہے؟ **المستفتی:** اشفاق علی قادری، مقام پوکھرا قاضی، ڈومریا گنج، ایس نگر، یوپی

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

الجواب زید کا قول جائز ودرست ہے کہ مسلم قبرستان جو وقفی ہوتے ہیں وہ کسی کی ملکیت میں نہیں ہوتے ان میں پختہ قبرستان بنانا جائز نہیں۔ فتاوی رضویہ میں شرح معانی الآثار اور غایۃ البیان کے حوالے سے ہے "المسجد الحرام لا یجوز لاحدان یبتنی فیه بناء ولا ان یحتجر فیه موضعا و کذلك حکم جمیع المواضع التی لا یقع لاحد فیها ملك وجمیع الناس فیها سواء" اھ (ج ۶ ص ۳۴۶)
دوسری جگہ ہے "مقابر موقوفہ میں عمارت بنانے کی اجازت نہیں لانه یستحق الازالة لا الادامة اھ ملخصا (ایضا ص ۴۹۰)
فتاوی فقیہ ملت میں ہے "جو قبرستان عام مسلمانوں کے لیے وقف ہو اس میں پختہ قبر بنانا جائز نہیں کہ ہمیشہ کے لیے وہ جگہ کسی کی خاطر مخصوص کرلینا ہے اس میں تصرف مالکانہ ہے اور وقف میں ایسا تصرف حرام ہے" اھ (ص ۱۸۴ ج ۲)
اور بکر کا اسے جائز بتانا اور دلیل یہ دینا کہ آدمی جس جگہ دفن ہوجاتا ہے وہ اس کی ملکیت میں آجاتی ہے محض باطل ہے کیونکہ اگر اس کی دلیل کا یہ مطلب ہو کہ وہ زمین مردے کی ملکیت ہوجاتی ہے جیسا کہ عبارت سے ظاہر ہے تو یہ ایک احمقانہ بات ہے اس لیے کہ موت سے اپنی مملوکہ چیزیں بھی ملکیت سے خارج ہوجاتی ہیں چہ جائے کہ غیر مملوکہ چیز ملکیت میں داخل ہو اور اگر یہ مراد ہو کہ میت کے ورثہ کی ملکیت ہوجاتی ہے تو یہ بھی صحیح نہیں اس لیے کہ وقفی چیز خالص اللہ عزوجل کی ملک ہوتی ہے وقف ہوتے ہوئے کسی کی ملکیت ہرگز نہیں ہوسکتی۔ تنویر الابصار "کتاب الوقف" میں ہے "فاذا تم ولزم لا یملك ولا یملك" اھ (ص ۵۳۹، ج ۶) واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہٗ: فیض محمد قادری مصباحی
۸ ربیع الغوث ۱۴۳۰ھ

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

وقفی قبرستان میں کسی بزرگ کا مزار تعمیر کر سکتے ہیں یا نہیں؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ محلہ اسکول بازار شہر بالا سور میں قدم رسول قبرستان ہے خلیفہ اعلیٰ حضرت حضرت حافظ وقاری الحاج یقین الدین علیہ الرحمۃ والرضوان کی قبر مبارک ہے۔ محلہ کے نوجوان لڑکوں کا یہ خیال ہے کہ قبر مبارک کو مزار شریف کی شکل دی جائے تاکہ کثیر تعداد میں لوگ فیض حاصل کر سکیں مسئلہ یہ ہے کہ حضرت یقین الدین علیہ الرحمۃ والرضوان کی قبر مبارک سے پچھم کے جانب ایک عام قبر ہے وہ بھی عورت کی ہے اور سر کے جانب بھی ایک عام قبر ہے کچھ لوگوں کا اعتراض ہے ان دو قبروں کو مزار شریف کے اندر شامل کرلیں تو تعمیر کر سکتے ہیں ورنہ نہیں۔ عرس کمیٹی کے لوگوں کا کہنا ہے کہ عام قبر کو مزار شریف میں شامل نہیں کر سکتے، اس لیے کہ یہ خاص ولیوں یا علماء کی نہیں ہے کمیٹی والے یہ کہتے ہیں کہ قبر سے ایک فٹ اونچائی پر سلیپ ڈال کر مزار شریف کی تعمیر کر سکتے ہیں لہٰذا اس صورت میں مزار شریف کی تعمیر کرنا شرعی اعتبار سے جائز ہے یا نہیں؟ قرآن کریم واحادیث کریمہ سے جواب مع حوالہ عطا فرمائیں کرم نوازش ہوگی، **نوٹ:** حضرت یقین الدین علیہ الرحمۃ والرضوان کی قبر کے تین جانب اتر، دکھن اور پچھم بہت ساری قبریں ہیں اور پورب کی طرف ایک راستہ ہے راستہ کے پوربی جانب کو قبریں ہیں اس صورت میں مزار شریف کی تعمیر کس طرح کی جائے حکم شرعی کیا ہے؟

المستفتی: شیخ عنایت اللہ، دعرس کمیٹی قدم رسول میدان بالاسور اڑیسہ

Unique-Advertising Near F.M College- Azimabad Balasoore-Orissa

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب ظاہر یہی ہے کہ یہ قبرستان وقفی ہے اور وقفی قبرستان میں کسی قسم کی تعمیر وتصرف ناجائز وحرام ہے اور جب چاروں طرف قبریں ہیں تو مزار بنانے میں دیوار کسی قبر پر واقع ہوگی جس سے میت کو تکلیف ہوگی یہ بھی حرام ہے۔ لہٰذا مذکورہ قبرستان میں مزار کی تعمیر نہیں کر سکتے فیض حاصل کرنے کے لیے چہار دیواری ہونا ضروری نہیں۔ ردالمحتار میں ہے "فی الاحکام عن جامع الفتاوی وقیل لا یکرہ البناء اذا کان المیت من المشائخ والعلماء والسادات قلت لکن ھذا فی غیر المسبلة کما لا یخفی" اھ (باب صلاۃ الجنائز مطلب فی دفن المیت ص ۱۴۴ ج ۳) فتاویٰ ہندیہ میں ہے "لایجوز تغییر الوقف عن ھیأتہ" اھ (ص ۴۹۰ ج ۲) اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں "اگر وہ قبرستان وقف ہے جیسے کہ عام مقابر ہوتے ہیں تو زمین وقف میں اس کے خلاف تصرف کی اجازت نہیں ہوسکتی اور اگر ملک غیر ہے تو اس میں بے اجازت تصرف ناجائز ہے اور اگر اس کی اپنی ملک ہے تو

اس طرح مسقف کرنا کہ دیوار یا پایہ عین کسی قبر پر نصب ہو جائز نہیں کہ اس میں میت کی ایذا ہے اور مسلمان کی ایذا احیاً یا میتاً ہر طرح حرام ہے" ملخصا (فتاوی رضویہ ص ۴۹۱ ج ۶) واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — **کتبہٗ:** محمد صدیق عالم قادری منظری

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۹ رشعبان المعظم ۱۴۲۶ھ

زید کے آباواجداد نے قبرستان کے لئے زمین دی تھی مگر کاغذات میں زید ہی کا نام ہے اب وہ دینے سے انکار کرتا ہے تو اس کا کیا حکم ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں مفتیان ملت اس مسئلہ میں:

ہمارے گاؤں میں پرانا قبرستان ہے جس میں مردے دفن ہوتے ہیں مگر گورنمنٹ کے کاغذات میں وہ زمین زید کے نام ہے گاؤں کے لوگوں کا کہنا ہے کہ زید کے آباواجداد نے اس زمین کو قبرستان کے لیے دے دیا تھا بلکہ زید اور اس کے گھر والے بھی اس کا اقرار کرتے ہیں مگر زمین چونکہ گورنمنٹ کے کاغذات میں زید کے نام ہے اس لیے اس کا کہنا ہے کہ میرے باپ دادا نے دیا تھا ٹھیک ہے مگر ہم نہیں دیتے کیونکہ یہ زمین ہمارے نام ہے۔ اس کے علاوہ گاؤں میں ایک پنچایت ہوئی جس میں گاؤں والوں کے کہنے پر اب زید نے بھی اس زمین کو قبرستان میں دے دیا بلکہ اس کے کہنے پر قبرستان کی حد بندی بھی کرادی گئی مگر اب پھر زید نے اعتراض کرنا شروع کر دیا ہے اور کہتا ہے کہ اس زمین پر شجر لگائیں نہ باونڈری کرائیں نہ اس میں مردہ دفن کریں یہ زمین ہماری ہے ہم اسے نہیں دیں گے تو زید پر شریعت کا کیا حکم ہے؟ مسلمان اس سے میل جول رکھیں یا بائیکاٹ کردیں؟ **المستفتی:** جمیل احمد خان برکھنڈی جوت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب زمین کو قبرستان کے لیے مسلمانوں کو دے دینا اور اس پر سے اپنا قبضہ وتصرف نسلا بعد نسل اٹھائے رکھنا وقف کی دلیل ہے کہ یہ دینے والوں کے قصداً تابید کی دلیل ہے جب مقصود ہمیشہ کے لیے دینا ہوتا ہے تبھی اس پر سے مستقل قبضہ اٹھایا جاتا ہے اس لیے صرف کاغذات میں نام ہونے کی وجہ سے زید کا دعوی ملک درست نہیں بلکہ حرام وگناہ ہے بایں طور جب زید کے آباواجداد نے وہ زمین قبرستان کے لیے وقف کر دیا تو وہ زمین قیامت تک کے لیے قبرستان ہوگئی اب وہ زید یا اس کے آباو اجداد کی ملک نہ رہی بلکہ خالص اللہ عزوجل کی ملک ہوگئی اگر چہ سرکاری کاغذات میں زید ہی کا نام درج ہے کیونکہ یہ تمامیت وقف کے لیے مانع نہیں۔ اور جب وہ زمین زید یا اس کے آباواجداد کی ملک نہ رہی تو اسے اس میں تصرف کا قطعاً کوئی اختیار

نہیں۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ''تحریر تو شرعا کوئی ضروری چیز نہیں نہ اس پر وقف موقوف اگر اس نے زبان سے کہہ دیا تھا کہ میں نے اس کو اللہ کے لیے وقف کر دیا تھا تو وقف ہو گئی اب اس سے رجوع نہیں کر سکتا'' اھ (فتاوی رضویہ ص ۴۹۷، ج ۶)۔ تنویر الابصار میں ہے "اذا تم ولزم لا یملک ولا یملک" اھ ردالمحتار میں ہے (قولہ لا یملک) ای لایکون مملوکا لصاحبہ ولا یملک ای لا یقبل التملیک لغیرہ بالبیع ونحوہ" اھ (ص ۵۳۹، ج ۶)

لہٰذا زید کا غذات سے اپنا نام خارج کرا کر قبرستان درج کرائے اور اس میں تصرف کرنے سے باز رہے۔ اگر زید ایسا نہ کرے تو تمام مسلمانوں پر واجب ہے کہ اس کا سماجی بائیکاٹ کردیں ورنہ وہ بھی گنہگار ہوں گے۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: كَانُوا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنكَرٍ فَعَلُوهُ ۚ لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ﴿٧٩﴾ اھ (سورہ مائدہ آیت ۷۹) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

کتبہ: فیض محمد قادری مصباحی
۲۰ ربیع الغوث ۱۴۲۷ھ

قبرستان جس میں مردے دفن نہ ہوں اس میں مدرسہ بنانا کیسا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

ہندہ مرحومہ نے کچھ زمین قبرستان کے لیے وقف کیا کچھ سالوں کے بعد حکومت نے اس وقف شدہ زمین کے ایک حصہ سے روڈ نکال دیا اب قبرستان کی زمین موقوفہ دو حصوں میں تقسیم ہو گئی ایک حصہ سڑک کے اتر جانب اور دوسرا روڈ کے دکھن جانب ہو گیا اتر کا حصہ ۹۵ فیصد ہے جب کہ دکھن طرف صرف ۵ فیصد ہے شروع سے اب تک اس اتر طرف والے حصہ پر تدفین عمل میں آتی رہی ہے جب کہ دکھن والا حصہ خالی پڑا رہا خالی ہونے کے سبب کچھ لوگوں نے اس حصہ پر اپنے رہائشی مکان تعمیر کر لیے اور یہ سلسلہ مسلسل جاری رہا ان حالات کے پیش نظر چند ارباب علم ودانش نے اس ۵ فیصد زمین کے مابقیہ حصہ پر یہ سوچ کر کہ اگر یہ زمین بھی خالی پڑی رہی تو اس پر بھی لوگ قابض ہو جائیں گے ایک دینی مدرسہ تعمیر کر لیا کیا ان حالات کے ہوتے ہوئے اس زمین پر دینی مدرسہ کی تعمیر شرعا جائز ہے؟ جب کہ یہ امر مسلم ہے کہ اگر مدرسہ نہ بنایا جاتا تو یہ زمین بھی نہ بچتی اشرار اس پر غاصبانہ قبضہ ضرور کر لیتے نقشہ اس کا کچھ یوں ہے بینوا توجروا

وقف شدہ زمین کا نقشہ اور کل رقبہ یہ ہے

مدرسہ غاصبانہ قبضہ	سڑک	موجودہ مستعمل قبرستان

ہندہ واقفہ مرحومہ کے موجودہ وارثین اور اولاد وغیرہ نے بھی حالات کو دیکھتے ہوئے اس باقی شدہ زمین پر مدرسہ تعمیر کرنے کی اجازت دے دی ہے والسلام المستفتی: محمد حبیب الرحمن الرضوی دارالعلوم غوث اعظم دستگیر، پوسٹ احرم آباد، ضلع ناندیر مہاراشٹر 431809

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب وقفی قبرستان جو مسلمانوں کے مردوں کو دفن کے لیے خاص ہو چکا ہو اس کے کسی حصے پر مدرسہ بنانا سخت ناجائز و حرام ہے اگر چہ مدرسہ اس حصے پر بنائے جس پر ابھی تک تدفین عمل میں نہ آئی ہے کہ یہ ابطالِ غرض وقف ہے اور یہ ہرگز جائز نہیں۔

فتاوی عالمگیری میں ہے "لا یجوز تغییر الوقف عن ھیئتہ" اھ (ج ۲ ص ۴۹۰)

ردالمحتار میں ہے "الواجب ابقاء الوقف علی ما کان علیہ" اھ (ج ۳ ص ۴۲۷) نیز اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ "فتاوی رضویہ" میں تحریر فرماتے ہیں "قبرستان وقف میں کوئی تصرف خلاف وقف جائز نہیں مدرسہ ہو خواہ مسجد یا کچھ اور" اھ (ج ۶ ص ۳۴۷) بہار شریعت میں ہے "قبروں کے لیے زمین وقف کی تو وقف صحیح ہے اور اصح یہ ہے کہ وقف کرنے سے ہی واقف کی ملک سے خارج ہو گئی اگر چہ نہ ابھی مردہ دفن کیا ہو اور نہ اسے قبضہ سے نکال کر دوسرے کو قبضہ دلایا ہو" اھ (ج ۱۰ ص ۸۷)

وقف کے بعد خود واقف ہی اس وقف کا مالک نہیں اس لیے اس کے وارثین کو بھی اس میں کسی کو تصرف کی اجازت دینے کا حق حاصل نہیں اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ "فتاوی رضویہ" میں تحریر فرماتے ہیں وقف کے بعد واقف صرف ایک متولی کی حیثیت سے رہتا ہے نہ کہ مالک یا ابطالِ وقف پر قادر" اھ (ج ۶ ص ۳۴۱)

وقفی قبرستان پر جب کوئی غاصبانہ قبضہ کرنے لگے تو وہاں کے مسلمانوں پر فرض ہے کہ حتی المقدور ہر جائز کوشش صرف کر کے اس پر قبضہ کرنے سے روک دیں اور جس طرح ہو سکے اسے ضرور محفوظ کر لیں خواہ قانونی چارہ جوئی کے ذریعہ یا چہار دیواری اٹھا کر یا ہر اس عمل کے ذریعہ جو مصلحت وقف کے مخالف نہ ہو۔

ایسے ہی ایک سوال کے جواب میں اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ "فتاوی رضویہ" میں تحریر فرماتے ہیں کہ صورت مذکورہ میں مسلمانوں پر فرض ہے کہ حتی المقدور ہر جائز کوشش حفظ مال وقف و دفع ظلم ظالم میں صرف کریں اور اس میں جتنا وقت یا مال ان کا خرچ ہو گا یا جو محنت کریں گے مستحق اجر ہوں گے۔ قال اللہ تعالیٰ لا یصیبھم ظمأ ولا

نَصَبٌ وَّلَا مَخْمَصَۃٌ اِلٰی قولہ تعالٰی اِلَّا کُتِبَ لَھُمْ بِہٖ عَمَلٌ صَالِحٌ۔ اھ (ج۶ ص۳۵۰) واللہ تعالٰی اعلم

کتبہٗ: فیاض احمد برکاتی مصباحی　　الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی

۲۷ ربیع النور ۱۴۲۹ھ　　الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

قبرستان کی زمین پر پاخانہ بنوانا یا مکان تعمیر کر کے اس کا کرایہ مسجد میں لگانا کیسا ہے؟

قبروں کو ہموار کر کے اسے مسجد میں شامل کرنا اس پر نماز پڑھنا یا اس پر نل لگوانا کیسا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت مندرجہ ذیل مسائل میں

(۱) مسجد کی شمالی ومشرقی جانب میں قریب تین سو سال پرانا قبرستان پکا اور کچا موجود ہے، شمال میں چار پکے مکان بنائے گئے ہیں۔ اوپر میاں، بیوی رہتے ہیں، نیچے مردے دفن ہیں، شمال، مشرق کونے پر پلس لیٹرنگ بنائی گئی ہے اور مکان کرائے کی آمدنی مسجد میں خرچ کی جاتی ہے۔ مکان بنانے والے، کرایہ وصول کرنے والے اسے مسجد میں خرچ کرنے والے، قبروں کو توڑ پھوڑ کرنے والے مکان ولیٹرنگ بنانے والوں کے لیے کیا حکم ہے؟

(۲) مسجد کے شمال، مشرق حصہ میں چھ پکی قبروں کو کھدوا کر جو قریب ۵۵ فٹ چوڑی، اور لمبی ہے مسجد کی حد قائم کر کے نمازیں پڑھوانا اور مسجد کے مشرق میں ۳ فٹ چوڑی اور ۳۰ فٹ لمبی دیوار قائم کر کے مشرق حصہ میں وضو کے لیے جو نل لگوائے گئے ہیں اس کے بعد قبرستان کی حد میں قریب ۳۰ فٹ لمبی اور ۳۰ فٹ چوڑی فرش لگوا کر ماہ رمضان میں اس پر بٹھا کر افطار کروانا، بچے پڑھوانا، وہاں بیٹھ کر غسل کرنا، پاکی اور ناپاکی کی حالت میں بیچ قبرستان سے گزرنا اوپر لکھی ہوئی باتوں میں چندہ وصولی کرنے والے دینے والے کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد حسنین چودھری ایم۔ جی روڈ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب (۱) مسلمانوں کے قبرستان عموماً وقفی ہوتے ہیں، اور ظاہر یہ ہے کہ یہ بھی وقفی ہے، اور وقف میں مکان بنانا بیجا تصرف ہے، جو ناجائز وگناہ ہے فقہاء فرماتے ہیں "مراعاۃ غرض الواقفین واجبۃ" اھ

نیز بعض صورتوں میں تغییر وقف بھی ہے، اور یہ بھی ناجائز ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں "لا یجوز تغییر الوقف عن ھیئتہ" اھ (ج۲ ص۴۹۰)

قبرستان میں سکونت کے لیے مکان بنانا، اس کی آمدنی مسجد میں خرچ کرنا، لیٹرنگ بنانا سب ناجائز و

حرام ہے۔اس میں متعدد خرابیاں ہیں:

اول یہ کہ جب اس مکان میں لوگ رہیں گے تو قبروں پر چلنا پھرنا، بیٹھنا ضرور پایا جائے گا جو ناجائز و حرام ہے۔دوسرے لیٹرنگ بنانے سے مختلف خرابیاں پیدا ہوں گی مثلاً جو لوگ ایصال ثواب کے لیے وہاں فاتحہ پڑھنے جائیں گے انہیں اس کی بدبو سے اذیت ہوسکتی ہے، اور مردوں کو بھی اس سے تکلیف پہنچے گی، اس لیے کہ جس سے زندوں کو تکلیف پہنچتی ہے اس سے مردوں کو بھی اذیت ہوتی ہے جیسا کہ ردالمحتار میں "المیت یتاذی بما یتأذی به الحی" اھ اور مجدد اعظم سیدنا اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں ''قبرستان وقف ہے اور وقف میں سکونت کے لیے مکان بنانا وقف میں تصرف بے جا ہے، اور اس میں بیجا تصرف حرام۔ پھر اگر اس قطع میں قبور ہوں اگرچہ نشان مٹ کر نا پید ہو گئے ہوں جب تو متعدد حراموں کا مجموعہ ہے۔قبروں پر پاؤں رکھنا، چلنا، بیٹھنا، پیشاب، پاخانہ ہوگا، اور یہ سب حرام ہے، اس میں مسلمانوں کو طرح طرح ایذا ہے، اور مسلمان بھی کون، اموات کہ شکایت بھی نہیں کر سکتے، دنیا میں عوض بھی نہیں لے سکتے، بے وجہ شرعی مسلمانوں کی ایذا اللہ و رسول کی ایذا ہے، اور اللہ و رسول کو ایذا دینے والے مستحق جہنم۔اسی طرح قبرستان کے قریب مکان بنانا، پاخانے یا دھوبیوں کے غلیظ پانی کا بہاؤ رکھا تو یہ بھی سخت حرام'' اھ ملخصا (فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۱۰۹)

قبروں کو توڑ پھوڑ کرنے والے مکان و لیٹرنگ بنانے والے سخت گنہگار، مستحق عذاب نار ہیں۔ان پر لازم ہے کہ فوراً اس مکان و لیٹرنگ کو وہاں سے منتقل کر کے قبرستان کی زمین سے ناجائز قبضہ ہٹا لیں، اور بارگاہ الٰہی میں علانیہ توبہ و استغفار کریں۔واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) قبروں کو ہموار کر کے مسجد کی حد میں شامل کرنا، اس پر نماز پڑھنا، اور نل لگوانا تاکہ لوگ اس سے وضو و غسل کریں ناجائز و حرام ہے۔ایسا کرنے والے ایذائے مسلم کے مرتکب و عذاب نار کے سزاوار ہیں، ان پر توبہ و استغفار لازم ہے۔فتاویٰ رضویہ میں ہے۔

''مسلمان کی قبر کو کھودنا تو نہایت سخت شدید جرم ہے، اسلامی سلطنت ہو تو ایسا شخص سخت تعزیر کا مستحق ہے''۔(ج ۶ ص ۴۹۴)

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

کتبہٗ: محمد شاہ عالم قادری جونفوری
۲؍رجب المرجب ۱۴۲۴ھ

قبرستان کی پھوس کاٹ کر اس کی قیمت مسجد مدرسہ میں لگا سکتے ہیں؟
قبر کھودنے میں دقت ہو تو درخت کاٹ کر جڑ کھود سکتے ہیں؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت اس مسئلہ میں:

ایک ٹرسٹ کی جگہ جہاں مسلمان اپنے مردوں کو دفناتے آرہے ہیں وہ جگہ مشترکہ طور پر خریدی گئی اور وہ قدیم قبرستان ایک شخص کے نام بیع نامہ ہوا اس قبرستان میں آم کے کچھ درخت بھی ہیں خریداری الگ سے ہوئی تھی جو کہ اس طور پر ہے۔

نصف پیڑ ۱۴/ افراد نے مل کر خریدے اور نصف پیڑ گاؤں کے باقی دیگر حضرات نے چندہ لگا کر خریدے، ۱۴/ افراد کی جماعت کو جماعت اول اور دیگر حضرات کی جماعت کو جماعت دوم سے تعبیر کیا جارہا ہے، جماعت اول اپنے مردوں کو اپنے درختوں کی لکڑی سے تختہ دینے سے جو لکڑی بچ جاتی ہے اسے فروخت کرکے بھی شرکاء آپس میں تقسیم کرکے اپنے مصرف میں لاتے ہیں، اور جماعت دوم اپنے مردوں کے لیے اپنے درختوں سے لکڑی لیتے ہیں اور جو لکڑی تختہ دینے سے بچ جاتی ہے اسے فروخت کرکے شرکاء کے مابین تقسیم ہونے کے بجائے چند افراد ایک مسجد کے مصرف میں لاتے ہیں یونہی جدید قبرستان میں پیدا ہونے والا پھوس فروخت کرکے اس کی قیمت اس مسجد میں خرچ کرتے آتے ہیں جماعت دوم کے حصہ کی کچھ لکڑی فروخت کرکے جدید قبرستان کی خندق بندھوائی گئی اور بہت سارے پیڑ لگائے گئے، چند افراد نے اپنی دیکھ ریکھ میں خندق بندھوائی اور پیڑ لگوائے، یہ لگائے پیڑ جب تیار ہوگئے تو اب وہ اچھی قیمت سے فروخت ہوگئے ہیں جماعت دوم کے شرکا میں سے بعض فوت ہو چکے ہیں جس کا کوئی وارث نہیں۔

مذکورہ بیان کے تحت چند امور دریافت طلب ہیں:

(الف) لکڑی و پھوس کی رقم مسجد کے مصرف میں لانا درست ہوا یا نہیں؟ اگر نہیں تو صرف کرنے والوں پر تاوان ہے یا نہیں؟

(ب) جماعت دوم کی لکڑی کی قیمت سے جو پیڑ جدید قبرستان میں لگائے گئے ہیں ان درختوں اور درختوں کی قیمت میں جماعت دوم کے بھی شرکاء کا حق ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو کیوں؟ اور اگر حق ہے تو رقم کس طرح تقسیم کی جائے کہ حق حقدار کو پہنچے بعض شریک فوت ہو چکے ہیں ان کا کوئی وارث بھی نہیں؟

(ج) بعض افراد کا کہنا ہے کہ فروخت کیے گئے درختوں کی رقم سے گاؤں میں ہی دینی مدرسہ کی باونڈری بنوادی جائے اور اکثر لوگوں کی رائے یہ ہے کہ قبرستان کی باونڈری بنوادی جائے از روئے شرع کون

سی صورت اختیار کی جائے؟

(د) قبرستان کے اندر اس کثرت سے پیڑ لگے تھے کہ دو پیڑوں کا درمیانی فاصلہ تقریباً ۲ میٹر ہوسکتا ہے جس سے کہ قبر کھودنے میں بھی دقت ہوسکتی ہے۔ اس دقت سے بچنے کے لیے کیا درمیانی جڑوں کو کھود کر باہر کیا جاسکتا ہے؟ کیونکہ درختوں کی جڑوں سے مزید درخت نکل سکتے ہیں۔ لہٰذا ایسی صورت میں کیا ہونا چاہیے؟

المستفتی: نور محمد نوری مقام کمہارا، ماکھپور جریلی سیتاپور (یوپی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب (الف) قبرستان کی پھوس سبز ہے تو نہ کاٹے کہ پھوس وغیرہ پودے جب تک تر ہوتے ہیں تسبیح کرتے رہتے ہیں اور اس سے میت کو انس حاصل ہوتا ہے ہاں جب سوکھ جائیں تو کاٹ کر بیچنے کی اجازت ہے اور اس کی قیمت کو مسجد کے مصرف میں لانا درست ہے۔ فتاویٰ قاضی خاں میں ہے: "ویکرہ قلع الحشیش من المقبرۃ فان کان یابسا لا بأس بہ لانہ مادام رطبا یسبح فیؤنس المیت۔" اھ (ج:۲، ص ۱۹۵، علی ہامش فتاوی ہندیہ) فتاوی ہندیہ میں ہے: سئل نجم الدین فی مقبرۃ فیھا أشجار ھل یجوز صرفھا الی عمارۃ المسجد قال نعم۔" اھ (ج ۲ ص ۴۷۶) واللہ تعالیٰ اعلم۔

(ب، ج) سوال سے ظاہر یہ ہے کہ خریداری اولاً صرف زمین کی ہوئی اور بعد میں درختوں کی اور اب عرف بھی ایسا ہی ہے کہ زمین میں قیمتی درخت لگے ہوئے ہوں تو وہ زمین کی بیع میں شامل نہیں ہوتے ان کی بیع الگ سے ہوتی ہے اور یہاں ایسا ہی ہے۔

الغرض جب درختوں کی خریداری الگ سے ہوئی تو جتنے لوگوں نے مل کر خریدا ان تمام درختوں میں تمام کا حصہ ہوا اور سب برابر کے حقدار ہیں لہٰذا درختوں کا دام سب کے درمیان برابر تقسیم کیا جائے پھر وہ جہاں چاہیں صرف کر سکتے ہیں وہ چاہیں تو مسجد میں صرف کریں اور چاہیں تو قبرستان میں یا کسی بھی نیک کام میں۔ اور ان میں سے کسی کی اجازت کے بغیر اس کا حصہ مسجد یا مدرسہ یا کسی بھی جگہ صرف کرنا جائز نہیں اگر کوئی صرف کرے گا تو اس کے ذمہ تاوان واجب ہوگا اور اگر کسی نے صرف کر دیا ہو تو اس پر حصے کا تاوان واجب ہے اور جو شریک فوت ہو چکے ہیں ان کا حصہ ان کے وارثین کو دیں رد المحتار میں ہے: "وما اشتراہ أحدھم لنفسہ یکون لہ ویضمن حصۃ شرکائہ من ثمنہ اذا دفعہ من المال المشترك۔" اھ (ج ۶ ص ۴۷۸) (کتاب الشرکۃ مطلب فیما یقع کثیرا فی الفلاحین) اور اگر کوئی شریک ایسا ہو جس کا کوئی وارث ہی نہ ہو، یا کسی وارث کا علم نہ ہو تو اس کی طرف سے مسکین مسلمان کو اس کا حصہ دے دیں کسی مدرسہ کو دیں تو اس کے ذمہ دار کو اس مال کی تفصیل سے آگاہ کر دیں تاکہ وہ اس کے مصرف کے ذریعہ حیلۂ

شرعیہ کرالے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(د) اگر درختوں کے قریب قریب ہونے کے سبب قبر کھودنے میں دقت ہو رہی ہے یا اس کا صحیح اندیشہ ہے تو جڑوں کو باہر نکال دیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

کتبہٗ: محمد راشد انور مصباحی
۲۹ / ذی الحجہ ۱۴۲۹ھ

کیا قبرستان کی زمین مدرسہ سے بدل سکتے ہیں؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت اس مسئلہ میں:

ہمارے گاؤں میں قبرستان اور مدرسہ کی زمین خالی پڑی ہے اور قبرستان کا رقبہ ایک بیگھہ اور مدرسہ کا دو بیگھہ ہے اور گاؤں کے لوگ قبرستان کی زمین کو مدرسہ کی زمین سے بدلنا چاہتے ہیں تو کیا از روئے شرع اس کا بدلنا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی: عبد الصمد سنت کبیر نگر (یو۔ پی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب جائداد موقوفہ کو دوسری جائداد سے بدلنا جائز نہیں۔ خواہ وہ مدرسہ کی زمین ہو یا قبرستان کی۔ بلکہ جس مقصد کے لیے وہ زمین وقف ہے اسی لیے خاص رہے گی۔

ردالمحتار ''کتاب الوقف'' میں ہے۔ "لا یجوز تغییر الوقف عن ھیئتہ" اھ (ج:۲،ص ۲۶۴)

ہاں اگر واقف نے استبدال کی شرط لگا دی ہو تو ایک بار کی اجازت ہے وہ بھی کچھ ضروری شرائط کے ساتھ۔ لہٰذا اگر آپ کے گاؤں کے (قبرستان ومدرسہ کے) واقفین نے استبدال کی شرط وقف کرتے وقت لگادی تھی تو بدلنا جائز ہے اور اگر استبدال یا عدم استبدال کا ذکر نہیں کیا ہے تو تبدیل وانتقال کی اجازت نہیں۔

ردالمحتار ''کتاب الوقف'' میں ہے: "اعلم ان الاستبدال علی ثلاثۃ وجوہ: الاول ان یشترطہ الواقف لنفسہ اولغیرہ اولنفسہ ولغیرہ فالاستبدال فیہ جائز علی الصحیح وقیل اتفاقاً" اھ (ج:۴،ص ۳۸۴)

اسی میں ہے: "وجاز شرط الاستبدال بہ واما بدون الشرط فلا یملکہ الا القاضی وشرط فی البحر خروجہ عن الانتفاع بالکلیۃ۔" اھ (ج:۴،ص ۳۸۶)

نیز اسی میں ہے: "والمعتمد انہ بلا شرط یجوز للقاضی بشرط ان یخرج عن الانتفاع بالکلیۃ وان لا یکون ھناک ریع للوقف یعمر بہ۔" اھ (ج:۴،ص:۳۸۶) فتاویٰ امجدیہ میں ہے

'فقہائے کرام فرماتے ہیں: شرط الواقف کنص الشارع جائداد موقوفہ میں خلاف شرائط واقف تصرف کرنا درست نہیں۔'' اھ (ج:۳،ص:۳۸۰) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — **کتبہ:** محمد زبیر احمد مصباحی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۲/ذی الحجہ ۱۴۲۹ھ

قبرستان کی آمدنی ذاتی مصرف میں خرچ کرنا اس کے ہرے درختوں کو کاٹ کر بیچنا کیسا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت اس مسئلہ میں:

(۱) قبرستان کے اراکین و منتظمین نے مل کر زید کو ایسے قبرستان کا عارضی منتظم بنایا، جس کی ملکیت میں چند دوکانیں ہیں جو کرائے پر چل رہی ہیں، زید سے کہا گیا کہ ان کے کرائے کو لے کر قبرستان کے تعلق سے فلاح و بہبود کے کام کرے، اس کی دیکھ بھال اور حساب و کتاب رکھے۔ پھر سال کے بعد اراکین کو حساب دے، لیکن زید نے کئی سالوں سے حساب نہیں دیا اور دینے سے انکار کر رہا ہے تو از روئے شرع کیا حکم ہے؟

(۲) زید نے قبرستان کے لئے جو بھی آمدنی وصول کی، اسے اپنے ذاتی مفاد میں خرچ کیا، زید کو بار بار میٹنگ میں بلایا گیا اور حساب مانگا گیا، لیکن زید نے آنے، اور حساب دینے سے صاف انکار کر دیا بلکہ کچھ اراکین کو برا بھلا بھی کہا، تو حکم شرع کیا ہے؟

(۳) زید قبرستان سے لگ کر قبرستان کی ملکیت کی دوکانوں سے اراکین کی اجازت کے بغیر غیر قانونی طور پر اپنے ذاتی مفاد کے لئے ہزاروں روپے بٹورے، اور آج بھی کرایہ اور دیگر ذاتی ایگری منٹ کے طور پر ہزاروں روپے وصول کر رہا ہے، کیا قبرستان کی ملکیت کے روپے کو اپنے ذاتی مصارف میں استعمال کرنا جائز ہے؟ کیا قبرستان اور اس کی ملکیت کے روپیوں سے اپنا گھر چلانا جائز ہے؟ اور زید کا قبرستان کے ہرے بھرے درختوں کو توڑ کر فروخت کرنا کیسا ہے؟

المستفتی: حاجی معزالدین قاضی شہر، ناسک، ہاؤس نمبر ۲۸۴۵ نزد جہانگیر مسجد، مہاراشٹر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الجواب قبرستان کی آمدنی، مصالح قبرستان میں صرف کی جائے گی، اسے اپنے ذاتی مفاد میں خرچ کرنا ناجائز وحرام ہے کہ مال وقف مثل مال یتیم ہے، جس کی نسبت اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جو اسے ظلماً کھاتا ہے اپنے پیٹ میں آگ بھرتا ہے اور عنقریب جہنم میں جائے گا۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى

ظُلْمًا اِنَّمَا یَاْكُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا وَ سَیَصْلَوْنَ سَعِیْرًا" (پ ۴، رکوع ۱۲)

زید قبرستان کی آمدنی کو اپنے ذاتی مفاد میں صرف کرنے کی وجہ سے حق اللہ میں گرفتار، مستحق عذاب نار ہے۔ اس پر لازم ہے کہ جتنے روپئے خرچ کر چکا فوراً ان کا تاوان دے اور صدق دل سے توبہ کرے۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ اسے اس عہدہ سے برخاست کردیں کہ وہ غاصب و خائن ہے۔ درمختار میں ہے:

"وینزع وجوباً لو الواقف فغیرہ بالاولی غیر مامون۔" اھ (کتاب الوقف، ص ۳۸۰، ج ۴)

اگر وہ باز نہ آئے تو سختی کے ساتھ اس کا بائیکاٹ کریں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَاِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ"

(سورۂ انعام، آیت ۶۸)

مسلمان اگر اس معاملہ میں پہلوتہی کریں گے تو وہ گنہگار ہوں گے۔ اس لئے کہ حتی المقدور مال وقف کی حفاظت ہر مسلمان پر فرض ہے۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے: ''مسلمانوں پر فرض ہے کہ حتی المقدور جائز کوشش حفظ مال وقف و دفع ظلم ظالم میں صرف کریں اور اس میں جتنا وقت یا مال ان کا خرچ ہوگا، یا جو کچھ محنت کریں گے مستحق اجر ہوں گے۔

قال اللہ تعالیٰ: "لَا یُصِیْبُهُمْ ظَمَاٌ وَّ لَا نَصَبٌ وَّ لَا مَخْمَصَةٌ الی قولہ تعالیٰ اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهٖ عَمَلٌ صَالِحٌ۔" (ص ۳۵۰، ج ۶)

جو شخص قبرستان میں درخت لگائے، وہی شخص ان درختوں کا مالک ہے اور اگر درخت خود اُگے ہیں یا معلوم نہیں کس نے لگائے ہیں، تو قبرستان کے قرار پائیں گے اور جب تک وہ درخت تر و تازہ ہوں بلاضرورت انھیں بیچنا ممنوع ہے اور جب خشک ہو جائیں تو قاضی کی اجازت سے بیچ کر قبرستان کے مصارف میں صرف کر سکتے ہیں۔ فتاویٰ خانیہ میں ہے:

"مقبرۃ فیھا اشجار عظیمۃ ان نبتت الاشجار فیھا بعد اتخاذ الارض مقبرۃ فان علم غارسھا کانت للغارس و ان لم یعلم الغارس فالرأی فیھا یکون للقاضی ان رأی ان یبیع الاشجار و یصرف ثمنھا الی عمارۃ المقبرۃ فلہ ذلك" اھ ملخصاً (کتاب الوقف فصل فی الاشجار، ص ۳۱۱، ج ۳)

صورت مذکورہ میں جب زید نہ قاضی ہے اور نہ ہی مالک تو اس کا قبرستان کے درختوں کو فروخت کرنا ناجائز و حرام ہے۔ یہاں تک کہ قاضی کو بھی قبرستان کی گھاس، جھاڑ اور ہرے بھرے درخت وغیرہ کاٹنے کی اجازت نہیں کہ یہ سب تسبیح و تہلیل کرتے ہیں جس سے عذاب قبر میں کمی ہوتی رہتی ہے۔ حدیث شریف میں ہے:

"مر النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی قبرین فقال انھما لیعذبان و ما یعذبان من کبیر

ثم قال بلى اما احدهما فكان يسعى بالنميمة واما الأخر لا يستتر من بوله قال ثم اخذ عودا رطبًا فكسره باثنين ثم غرز كل واحد منهما على قبر ثم قال لعله يخفف عنهما مالم ييبسا"

یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دو قبروں پر گذرے جن میں عذاب ہو رہا تھا تو فرمایا کہ ان دونوں شخصوں کو عذاب دیا جارہا ہے اور کسی بڑی بات کی وجہ سے نہیں جس سے بچنا ان کے لئے باعث مشقت ہو بلکہ ان میں سے ایک تو چغلی کیا کرتا تھا اور دوسرا پیشاب سے نہیں بچتا تھا، پھر ایک تر شاخ لے کر اس کو آدھا آدھا چیرا پھر ہر قبر میں ایک ایک گاڑ دیا اور فرمایا کہ جب تک یہ ٹکڑے خشک نہ ہوں گے اور ان دونوں شخصوں کے عذاب میں تخفیف ہوتی رہے گی۔ (بخاری شریف ص ۱۸۴، ج۱)

ردالمحتار میں ہے: "یکرہ قطع النبات الرطب و الحشیش من المقبرۃ دون الیابس" اھ (باب صلوٰۃ الجنائز ص ۲۴۵، ج ۲) واللہ تعالیٰ أعلم۔

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — کتبہ: محمد صابر عالم قادری مصباحی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۱۳ ربیع النور ۱۴۲۸ھ

قبروں کو برابر کر کے مسجد مدرسہ پاخانہ وغیرہ بنوانا کیسا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت اس مسئلہ میں:

ایک قبرستان تھا، جس کی قبروں کو برابر کر کے وہاں مسجد تعمیر کر دی گئی ہے۔ مدرسہ بھی تعمیر کر لیا گیا ہے۔ پاخانہ اور پیشاب گھر بھی بنا لیا ہے۔ کیا قبرستان کی قبروں کو برابر کر کے مسجد، مدرسہ، پاخانہ گھر اور پیشاب گھر بنانا جائز ہے؟ کیا اس مسجد میں نماز ادا کرنے سے نماز ہو جائے گی اور اس مدرسہ میں بچوں کو تعلیم دلانا چاہئے یا نہیں؟

المستفتی: عبدالرشید قادری نوری، بھوپال

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الجواب قبور مسلمین کو مسمار کر کے اس پر پیشاب خانہ اور پاخانہ وغیرہ بنانا حرام و گناہ ہے۔ مسلمانوں کے ساتھ ایسا سلوک وہابی ہی کرتے ہیں۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ ان کے تصرفات محرمہ سے قبرستان کو آزاد کرائیں۔ ایسی مسجد میں نماز پڑھنا ناجائز اور خود نماز مکروہ ہے۔ وقفی قبرستان مسلمانوں کے مردے دفن کرنے کے لئے ہے، اس کے علاوہ دوسرا کوئی تصرف اس میں جائز نہیں۔ وجہ یہ ہے کہ یہ وقف کے مقصد کے خلاف ہے اور وقف میں مقصد وقف کے خلاف تصرف شرعاً ناجائز و گناہ ہے۔ ساتھ ہی قبروں کو مسمار کر کے ان پر چلنا، پھرنا، پاخانہ، پیشاب کرنا قبور مسلمین کی توہین اور اموات مسلمین کو ایذا دینا ہے، جو حرام

ہے، لہٰذا اس قبرستان میں مسجد، مدرسہ، پاخانہ، پیشاب گھر بنانا حرام و گناہ ہے۔ ان پر لازم ہے کہ قبرستان کی زمین کو ان چیزوں سے خالی کردیں اور اگر نہ خالی کریں تو مسلمان حسب استطاعت اسے خالی کرانے کی پوری کوشش کریں۔ فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

ولا یجوز تغییر الوقف عن هیئته فلا یجعل الدار بستانا ولا الخان حماما ولا الرباط دکانا. (ج۲، ص۴۹۰، الباب الرابع عشر فی المتفرقات)

فتاویٰ رضویہ میں ہے "قبرستان وقف میں کوئی تصرف خلاف وقف جائز نہیں، مدرسہ ہو، خواہ مسجد یا اور کچھ۔" (ج۶، ص۳۴۷) حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں رقم طراز ہیں "وقفی قبرستان میں ان چیزوں کا بنانا جائز نہیں، ان کو منہدم کردیا جائے کہ یہ تصرفات ناجائز ہیں۔" (ج۳، ص۱۷) بدائع الصنائع، سنن الدفن میں ہے:

و کرہ ابو حنیفة رحمه الله أن یوطأ علی قبر أو یجلس علیه او ینام علیه او تقضی علیه حاجة من بول أو غائط لما روی عن النبی صلی الله علیه وسلم أنه نهی عن الجلوس علی القبور ویکره أن یصلی علی القبر. (ج۲، ص۶۵)

اور فتاویٰ رضویہ میں حدیقہ ندیہ کے حوالہ سے ہے:

إنه والتراب الذی علیه حق المیت فلا یجوز أن یوطأ.

اور اسی میں فتاویٰ ہندیہ کے حوالہ سے ہے:

یاثم بوطا القبور لان سقف القبر حق المیت. (ج۴، ص۱۰۹)

تنویر الابصار و در مختار فصل الاستنجاء میں ہے:

یکره بول و غائط فی مقابر. (ج۱، ص۳۸۰، ۳۸۲)

اور اسی کے تحت رد المحتار میں ہے:

لان المیت یتأذی بما یتأذی به الحی والظاهر انها تحریمیة لانهم نصوا علی أن المرور فی سکة حادثة فیها حرام فهذا اولی. (ج۱، ص۳۸۲)

یوں ہی اس مسجد میں نماز پڑھنا اور مدرسہ میں بچوں کو تعلیم دینا بھی حرام و گناہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہٗ: محمد فیضل علی مصباحی
۱۳؍ رجب المرجب ۱۴۳۱ھ

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

قبرستان کی زمین کھودنا کیسا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ

(۱) ہمارے گاؤں بہروا میں بستی سے ملا قبرستان ہے اسی قبرستان میں تال ہے جو پہلے تال بھی قبرستان میں شامل تھا مگر وقت کے حاکم نے تال الگ کردیا اور قبرستان کا رقبہ کم کردیا اس وقت گاؤں کے پردھان رئیس ہیں تو ان کو وقت کے حاکم کی طرف سے آرڈر ملا کہ آپ اپنے گاؤں کا تال کھداؤ تو رئیس اس تال کو کھدانے لگے اس بات کو لے کر گاؤں والوں سے لڑائی جھگڑا مار توڑ ہوئی یہ بات تھانے تک گئی مگر پردھان نہیں مانے اور تال کھدایا جس میں ہڈی نکلی اس کو سارے گاؤں والے اور تھانیدار بھی لوگوں نے دیکھا اور اسی جگہ گاڑ دیا تال اسی طرح کھدا ہوا پڑا ہے تو اس پر کیا حکم ہے۔؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب پردھان کی ذمہ داری ہے کہ وہ قبرستان کی حفاظت کرے نہ کہ اسے کھدوا کر برباد کرے جس سے قبور مسلمین کی بے حرمتی ہو جب پہلے سے یہ معلوم تھا کہ یہ تال بھی قبرستان میں شامل ہے تو حکام کو سمجھا کر اسے محفوظ رکھنا چاہئے تھا۔ یہ پردھان سے تقصیر ہوئی وہ اس سے علانیہ توبہ کرے اور فوراً کھدائی ہوئی زمین کو ٹھیک کر کے پورا تال بحق قبرستان خاص کر دے تا کہ آئندہ اس کی بے حرمتی کا خطرہ نہ رہے۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں ”مسلمان کی قبر کو کھودنا تو نہایت سخت شدید جرم ہے اسلامی سلطنت ہو تو ایسا شخص سخت تعزیر کا مستحق ہے“ اھ (فتاویٰ رضویہ ص ۴۹۴ ج ۶)

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — **کتبہٗ: فیض محمد قادری مصباحی**

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۴ر شعبان ۱۴۲۷ھ

مزار پر جانا چادر چڑھانا فاتحہ پڑھنا، قبرستان کی گھاس جھاڑ کاٹ کر مسجد مدرسہ میں لگانا، درگاہ کے متولی کو بلا وجہ زبردستی معزول کرنا اس کی آمدنی مسجد مدرسہ پر لگانا کیسا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام ان مسائل کے بارے میں کہ

(۱) اولیائے کرام کے مزارات پر جانا، چادر چڑھانا، فاتحہ پڑھنا، نیاز لے کر جانا، نیاز پر فاتحہ دلانا ازروئے شرع شریف کیسا ہے خلاصہ بحوالہ شرعیہ ودلائل قطعیہ جواب عنایت فرمائیں۔

(۲) قبرستان میں موسم برسات میں برسات گھاس ہوتی ہے، جس کو کاٹ کر بیچتے ہیں، تو قبرستان میں

جھاڑ وگھاس بھی ہوتے ہیں اس کا قبرستان سے کاٹنا اور بیچنا کیا شرع شریف میں جائز ہے یا نہیں؟ اور اس گھاس و درخت (جھاڑ) کی قیمت کیا مسجد و مدرسہ میں لگا سکتے ہیں یا قبرستان کی آمدنی صرف قبرستان کے کاموں میں ہی لگائیں، اس بارے میں صحیح رہنمائی فرمائیں؟

(۳) ہمارے گاؤں میں ایک مزار بھی ہے (درگاہ) صاحب مزار کا نام حضرت سید شاہ قاسم پیر رحمۃ اللہ علیہ ہے۔ یہ درگاہ مذکورہ قبرستان ہی میں ہے اور درگاہ وقبرستان گجرات کے محکمہ رجسٹریشن سے رجسٹرڈ بھی ہے، جس کے متولی برسوں سے فقیر غفور شاہ محمد شاہ، جو سنی صحیح العقیدہ ہیں اور اچھی طرح دیکھ ریکھ بھی کرتے ہیں۔ اس کی تولیت میں کچھ بھی خامی وکمی نہیں ہے، تو کیا ایسے شخص کو درگاہ وقبرستان کی تولیت سے بالجبر ازروئے شرع نکال سکتے ہیں یا نہیں؟ جب کہ تولیت کا معاملہ ان کے یعنی فقیر غفور شاہ ومحمد شاہ کے آباواجداد سے ہی چلا آرہا ہے۔ اب اس میں کیا کسی کو اختیار ہے کہ تولیت کرسکے، یعنی درگاہ وقبرستان کی تولیت کا حق کسے حاصل ہے خلاصہ جواب عنایت فرمائیں؟

(۴) مذکورہ بالا درگاہ حضرت سید شاہ قاسم پیر کے نام پر قبرستان و درگاہ کے متصل کچھ زمین ہے جو قبرستان نہیں قبرستان سے الگ ہے، جس میں کھیتی وغیرہ بھی پانی کے ملنے پر ہوجاتی ہے یعنی اگر اس زمین میں کھیتی کریں تو دوسری جگہ سے قیمتاً پانی لینا پڑے گا یعنی درگاہ ٹرسٹ کی طرف سے پانی کا انتظام نہیں ہے تو اس زمین کی کھیتی کی آوک (آمدنی) کہاں کہاں استعمال کرسکتے ہیں۔ جب کہ وہ زمین درگاہ ہی کی ملکیت ہے، کیا اس کی آمدنی مسجد و مدرسہ ودیگر کاموں میں لگانا ازروئے شرع جائز ہے یا صرف درگاہ وقبرستان ہی کے کاموں میں لگا سکتے ہیں؟

المستفتی: فقیر مقبول شاہ

گلزار شاہ، مقام وپوسٹ، موڈانہ، تعلقہ سدھپور، ضلع پاٹن، اتر گجرات پن نمبر ۳۸۴۱۵۱

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب (۱) زیارت قبور بلاشبہ جائز ومسنون ہے۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم شہدائے احد کی زیارت کو تشریف لے جاتے اور ان کے لئے دعا کرتے۔ نیز آپ کا ارشاد ہے: تم لوگ قبروں کی زیارت کرو۔

درمختار "باب صلاۃ الجنائز" میں ہے:

ولا بأس بالاعلام بموته... وبزيارة القبور ولو للنساء لحديث "كنت نهيتكم عن زيارة القبور الا فزوروها" اھ اس کے تحت ردالمحتار میں ہے: (قوله بزيارة القبور) أي لا بأس بها بل تندب كما في البحر عن المجتبىٰ فكان ينبغي التصريح به للامر بها في الحديث المذكور كما في الامداد وتزار في كل اسبوع كما في مختارات النوازل، قال في شرح لباب المناسك الا

ان الافضل یوم الجمعة والسبت والاثنین والخمیس فقد قال محمد بن واسع: الموتی یعلمون بزوّارهم یوم الجمعة ویوماً قبله ویوماً بعده فتحصل ان یوم الجمعة افضل اھ وفیه یستحب ان یزور شهداء جبل احد لما روی ابن ابی شیبة : ان النبی صلی الله تعالی علیه وسلم کان یاتی قبور الشهداء باحد علی راس کل حول فیقول : السلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار" والافضل ان یکون ذلک یوم الخمیس متطهرا مبکراً لئلا تفوته الظهر بالمسجد النبوی"اھ (ص ۲۴۲ ج ۲) ایسا ہی بہار شریعت ص ۲۴۲ حصہ ۱۶ میں بھی ہے۔

اور اولیاء کرام و بزرگان دین کے مزارات طیبہ پر چادر ڈالنا جائز ہے جب کہ یہ مقصود ہو کہ صاحب مزار کی وقعت نظر عوام میں پیدا ہو وہ ان کا ادب کریں اور ان کی برکات حاصل کریں رد المحتار میں ہے:

"کره بعض الفقهاء وضع الستور والعمائم والثیاب علی قبور الصالحین والاولیاء قال فی فتاوی الحجة "وتکره الستور علی قبور"اھ ولکن نحن نقول الان اذا قصد به التعظیم فی عیون العامة حتی لا یحتقروا صاحب القبر ولجلب الخشوع والادب للغافلین الزائرین فهو جائز لان الاعمال بالنیات وان کان بدعة فهو کقولهم بعد طواف الوداع یرجع القهقری حتی یخرج من المسجد اجلالا للبیت حتی قال فی منهاج السالکین انه لیس فیه سنة مرویة ولا اثر محکی وقد فعله اصحابنا اھ کذا فی کشف النور عن اصحاب القبور للاستاذ عبد الغنی النابلسی قدس سره" (ص ۳۶۳ ج ۶) ایسا ہی بہار شریعت ص ۲۴۳ ج ۱۶ میں بھی ہے۔

اور فاتحہ پڑھنا یعنی تلاوت قرآن مجید یا درود شریف یا کلمہ طیبہ کھانے پینے کی اشیا یا کسی نیک عمل کا ثواب دوسروں کو پہنچانا جائز و مستحب ہے کہ زندوں کے ایصال ثواب سے مردوں کو فائدہ پہنچتا ہے شرح عقائد نسفی میں ہے "وفی دعاء الاحیاء للاموات اوصدقاتهم ای صدقات الاحیاء عنهم ای عن الاموات نفع لهم ای للاموات"اھ (ص ۱۲۳) اور رد المحتار میں ہے "من صام اوصلی او تصدق وجعل ثوابه لغیره من الاموات والاحیاء جاز و یصل ثوابها الیهم عند اهل السنة والجماعة کذا فی البدائع"اھ (ص ۲۴۳، ج ۲)۔ درمختار باب "صلاۃ الجنائز" میں ہے

"وفی الحدیث من قرأ الاخلاص احد عشر مرة ثم وهب اجرها للاموات اعطی من الاجر بعدد الاموات اھ (ص ۲۴۲، ج ۲)

مسلم شریف میں ہے "عن ابی هریرة کان مع النبی صلی الله علیه وسلم فی مسیر فنفدت

ازواد القوم قال حتی ھمّ بنحر بعض حمائلھم قال فقال عمر یا رسول اللہ لو جمعت ما بقی من ازواد القوم فدعوت اللہ علیھا قال ففعل قال فجاء ذوالبر ببرہ وذوالتمر بتمرہ قال، وقال مجاھد وذوالنواۃ بنواۃ قلت وما کانوا یصنعون بالنواۃ قال کانوا یمصونہ ویشربون علیہ الماء قال فدعا علیھا" اھ (ص ۴۲، ج ۱)

یعنی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے کہ زادراہ ختم ہوگیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال تھا کہ بعض اونٹ ذبح کردیے جائیں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ کاش آپ لوگوں کے بچے کچھے کھانے کو جمع کرکے اس پر برکت کی دعا فرمائیں، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا پھر جس شخص کے پاس گندم تھا گندم لے آیا اور جس کے پاس کھجوریں تھیں کھجوریں لے آیا، حضرت مجاہد نے کہا اور جس کے پاس گٹھلیاں تھیں وہ گٹھلیاں لے آیا، راوی نے کہا کہ میں نے مجاہد سے پوچھا کہ گٹھلیوں کو وہ لوگ کیا کرتے تھے مجاہد نے کہا ان کو چوس کر پانی پی لیتے تھے، حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تمام چیزوں کو اکٹھا کرکے دعا فرمائی۔ اس حدیث شریف سے مروجہ فاتحہ کی اصل ثابت ہوئی کہ جس میں کھانا سامنے رکھ کر قرآن شریف، درود شریف وغیرہ پڑھا جاتا ہے اور دعا کی جاتی ہے۔

(۲) قبرستان میں جو گھاس اور جھاڑ بطور خود اگتی ہے، جب تک سبز یعنی ہری ہے اسے کاٹنے کی اجازت نہیں، اور جب سوکھ جائے تو اسے کاٹ کر بیچ سکتے ہیں، اور یہ گھاس اور جھاڑ اس قبرستان کے قرار پائیں گے، لہٰذا اس کی آمدنی بھی اس کے مصارف میں صرف کی جائے رد المحتار میں ہے:

"یکرہ ایضا قطع النبات الرطب والحشیش المقبرۃ دون الیابس" اھ (ص ۲۴۵ ج ۲)

اور فتاویٰ ہندیہ میں ہے "المسألۃ علی قسمین اما ان علم لھا غارس اولم یعلم ففی القسم الاول کان للغارس و فی القسم الثانی الحکم فی ذلک الی القاضی ان رای بیعھا وصرف ثمنھا الی عمارۃ المقبرۃ فلہ ذلک کذا فی الواقعات الحسامیۃ (ص ۴۷۴، ج ۲) ایسا ہی بہار شریعت ص ۸۸ ح ۱۰ میں بھی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) اگر گاؤں والوں نے مذکورہ دونوں شخصوں کو موقوف شدہ قبرستان کا متولی بنایا، یا ان کے آباء واجداد جو اس موقوف شدہ قبرستان کے متولی تھے وہ لوگ مرتے وقت ان کی تولیت کی وصیت کرگئے، اب اگر واقعی یہ لوگ سنی صحیح العقیدہ اور امین ہیں تو یہی لوگ اس کے متولی ہیں، ان کو بلا وجہ تولیت سے معزول کرنا ظلم و زیادتی ہے جو ناجائز و گناہ ہے۔ لہٰذا جب تک ان کے اندر کوئی خلاف شرع بات نہ پائی جائے اس وقت تک

ان کو درگاہ وقبرستان کی تولیت کا حق حاصل رہے گا۔

ردالمحتار میں ہے "قال فی البحر و استفید من عدم صحۃ عزل الناظر بلا جنحۃ عدمھا لصاحب وظیفۃ فی وقف بغیر جنحۃ وعدم اھلیۃ" اھ (ص ۳۸۲، ج ۴)

درمختار "کتاب الوقف" میں ہے "لیس للقاضی عزل الناظر بمجرد شکایۃ المستحقین حتی یثبتوا علیہ خیانۃ" اھ

اس کے تحت ردالمحتار میں ہے "لا یجوز للقاضی عزل الناظر المشروط لہ النظر بلا خیانۃ ولو عزلہ لیصیر الثانی متولیا" اھ (ص ۴۳۸، ج ۴)

ایسا ہی فتاوی رضویہ ص ۳۳۷، ج ۶ میں بھی ہے۔ اور حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں "متولی موجود ہے خواہ واقف نے اسے مقرر کیا ہو یا قاضی نے تو بلا وجہ قاضی بھی دوسرا متولی نہیں مقرر کرسکتا" اھ (بہار شریعت ص ۹۷ ح ۱۰) بہار شریعت میں ہے "واقف نے وصیت کی کہ میرے بعد میرا لڑکا متولی ہوگا اور واقف کے مرنے کے وقت لڑکا نابالغ ہے تو جب تک نابالغ ہے دوسرے شخص کو متولی کیا جائے، اور بالغ ہونے پر لڑکے کو تولیت دی جائے گی اور اگر اپنی تمام اولادوں کے لئے تولیت کی وصیت کی ہے اور ان میں کوئی نابالغ بھی ہے تو نابالغ کے قائم مقام بالغین میں سے کسی کو یا کسی دوسرے شخص کو قاضی مقرر کردے" اھ (ص ۹۵، ح ۱) واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) وقف کی آمدنی کا سب سے بڑا مصرف یہ ہے کہ پہلے وہ وقف کی درستگی ہی میں صرف کی جائے، یہ بھی ضروری نہیں کہ واقف نے اس پر صرف کرنے کی شرط کی ہو، لہٰذا اس کھیت کی آمدنی سب سے پہلے کھیت کی درستگی مثلاً پانی کھاد، وغیرہ میں صرف کی جائے۔ درمختار میں ہے "ویبدء من غلتہ بعمارتہ" اھ اس کے تحت ردالمحتار میں ہے "ای قبل الصرف الی المستحقین" اھ (ص ۳۶۶، ج ۴) اس کے بعد جو بچ جائے تو اس میں واقف کی نیت درکار ہے، اگر واقف نے شرط لگادی ہے کہ اس کی آمدنی صرف درگاہ وقبرستان ہی میں صرف کی جائے تو دیگر دینی کاموں میں اس کی آمدنی صرف نہیں کرسکتے ردالمحتار میں ہے "ان شرط الواقف کنص الشارع" اھ (ص ۴۰۰، ج ۴) اور اگر واقف نے متولی کو یہ اختیار دے دیا ہو کہ وہ جس دینی کام میں صرف کرنا چاہے کرسکتا ہے، تو متولی کو اختیار ہوگا کہ مسجد، مدرسہ اور دیگر دینی کاموں میں اس کھیت کی آمدنی کو صرف کرے ردالمحتار میں ہے:

فی الخانیۃ وقف ضیعۃ فی صحتہ علی الفقراء واخرجھا من یدہ الی المتولی ثم قال

لوصیہ عند الموت، اعط من غلتہا لفلان کذا ولفلان کذا فجعلہ لاولئک باطل، لانہا صارت للفقراء اولا فلا یملک ابطال حقہم الا اذا شرط فی الوقف ان یصرف غلتہا الی من شاء "اھ ملخصا (ص ۳۶۰، ج ۴) ایسا ہی بہار شریعت ص ۶۵ ح دہم میں بھی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی، برکاتی

کتبہ: غلام نبی نظامی علیمی
۱۹ رجب المرجب ۱۴۲۶ھ

■❖■

کِتَابُ الْبُیُوْع

خریدوفروخت کا بیان

میچول فنڈ میں شرکت کیسی ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ
ایسا کاروبار جس میں ایک جانب سے پیسہ اور دوسری جانب سے محنت اور اس میں جو نفع ملے اسے دونوں نصف نصف بانٹ لیں نیز اگر نقصان ہو تو پیسہ لگانے والا سہے۔اس طرح کا کاروبار جائز ہے۔تو اسی کے تحت زیر تحریر کمپنیوں کے Mutual funds کی اسکیموں میں حصہ لینا از روئے شرع کیسا ہے؟

کہ آج کل مختلف کمپنیوں (جیسے SBI.LIC.UTI وغیرہ) میں Mutual funds کے نام سے اچھی اسکیمیں جاری ہو چکی ہیں جس میں پیسے لگانے پر مارکیٹ کے حساب سے (Asper Market) کے منافع دیا جاتا ہے جو ایک قسم کی تجارت بھی ہے کہ کمپنی میں لگائے گئے ہمارے اس سرمایہ کو کمپنی اپنے طور سے مختلف تجارتوں میں لگاتی ہے۔ جیسے آٹو موبائلس، تیل، گیس، میڈیکلس، ٹیلی کام، میڈیا، سیمنٹ، ٹیکسٹائلس، پلکنس اور بری وبحری جہاز رانی وغیرہ) گویا کہ پیسہ ہمارا اور محنت کمپنیوں کی نیز اس تجارت میں جو منافع اسے ملے اس میں سے ہمیں بھی منافع دیتی ہے۔مارکیٹ کے اتار چڑھاؤ کے باعث یونٹس (Unite) کی قیمت بڑھتی اترتی رہتی ہے اس لیے اس میں نقصان سے بچنے کے لیے ہم اپنا لگایا ہوا سرمایہ اس وقت بھی فوراً واپس لے سکتے ہیں، جس وقت یونٹس کی قیمت بڑھ چکی ہوتی ہے۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس Mutual fund کی اسکیموں میں حصہ لینا اور اس سے حاصل شدہ نفع کو اپنی ضروریات میں لانا از روئے شرع کیسا ہے؟ جب کہ لگایا گیا سرمایہ ہم جب چاہیں تب کمپنی سے واپس بھی لے سکتے ہیں۔کمپنی کی طرف سے کسی معینہ مدت وغیرہ کی کوئی قید نہیں ہوتی۔ بینوا توجروا۔

المستفتی: ابونعیم البرکاتی، Barkatiya Book stal, Koul Peth, Hubli.580028 Karnataka

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الجواب میچول فنڈ کی تفصیلات ہمیں معلوم نہیں۔آپ کو اس کا طریق کار مفصل لکھنا چاہیے تھا۔

آپ نے اسے SBI اور LIC کے زمرے میں شمار کیا ہے اگر یہی واقعہ ہے تو SBI اور LIC یہ "عقد مضاربت" سے نہیں ہیں کیونکہ اس کی تعریف اس پر صادق نہیں آتی، اس کی تفصیل کے لیے آپ کتاب "شیر بازار کے مسائل" کا مطالعہ کریں۔ SBI اور LIC کا کاروبار حقیقۃً قرض ونفع مشروط کا ہے جو چند شرائط کے ساتھ جائز ہے اور شرائط کے مفقود ہونے کی صورت میں ناجائز ہے۔ LIC اور بینکنگ نظام کے احکام کے تعلق سے کتاب "جدید بینک کاری اور اسلام" مطالعہ کریں وہاں سے تمام تفصیلات معلوم ہو جائیں گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی کتبہٗ: محمد حسین الرضوی جام نگری

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی ۱۳ ربیع الغوث ۱۴۲۱ھ

زید نے ۱۰۰ پلاٹ اس طرح بیچے کہ ہر پلاٹ والے کو ۴۰ مہینہ تک ایک ہزار دینا ہوگا اور قرعہ اندازی کے ذریعے ایک کا نام نکالا جائے گا جس کا نام نکلے گا اس کی اگلی قسطیں نہیں جمع کرنی ہوں گی۔ یہ طریقہ کار جائز ہے یا نہیں؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں دمفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ

زید نے سو پلاٹ زمین کے کاٹے اور فروخت کرنے کے لیے ۱۰۰ آدمیوں کو الگ الگ پلاٹ کا مالک بنادیا اب ہر ماہ ہر آدمی کو ہزار روپے جمع کرنے ہیں ۴۰ ماہ تک یہ قسطیں چلیں گی ہر ماہ قرعہ اندازی کے ذریعہ ۴۰ ماہ تک ۴۰ آدمیوں کے نام نکالے جائیں گے اور جس کا پہلے نام نکلا اسے باقی قسطیں بھرنی نہیں ہیں بلکہ وہ اسی پلاٹ کا مالک ہوگیا جو پہلے ہی اس کے نام تھا اسی طرح ۴۰ آدمی یکے بعد دیگرے نکل جائیں گے باقی ۶۰ آدمیوں کو چالیس ۴۰ ماہ بعد سب پلاٹ دے دیئے جائیں گے کیا ایسی صورت میں یہ پلاٹ لینا جائز ہے یا نہیں؟ اگر فروخت کرنے والا مسلم ہو تو کیا حکم ہے اور فروخت کرنے والا کافر ہو تو کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

المستفتی: محمد امیر الدین خاں اشفاقی، صدر المدرسین مدرسہ فیض العلوم دوکوسی، ناگور، راجستھان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب یہ کاروبار اور اس طرح کی بیع وشراء حرام وگناہ ہے کیوں کہ یہ قمار وغرر پر مشتمل ہے جو جائز نہیں اس لیے مسلمانوں پر واجب ہے کہ اس سے بچیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہٗ: محمد احمد قادری مصباحی

۲۶ ربیع النور شریف ۱۴۲۹ھ

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

قبرستان کو حق شفعہ حاصل ہے یا نہیں؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین درج ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ قبرستان سے متصل زید غیر مسلم کی زمین تھی، اس نے اپنی زمین ایک مسلمان (بکر) کے ہاتھ بیچ دی، قبرستان کے اراکین قبرستان کی توسیع کے لیے اس زمین کو خریدنا چاہتے ہیں، لیکن وہ شخص فروخت کرنا نہیں چاہتا، اراکین حق شفعہ کے سبب جبراً اس زمین کو خریدنا چاہتے ہیں، یہ معاملہ سپریم کورٹ تک پہنچ گیا ہے دونوں طرف سے مقدمہ چل رہا ہے۔ اب تک سپریم کورٹ نے کوئی فیصلہ نہیں دیا ہے تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس زمین کو جبراً خریدنا جائز ہے یا نہیں؟ سپریم کورٹ اگر خلاف شرع فیصلہ کرے تو مسلمان اسے مانیں کہ نہیں؟ اس صورت میں اگر کوئی شخص سپریم کورٹ کے فیصلہ کو ماننے پر مصر ہو اور حکم شرعی نہ مانے تو اس کا کیا حکم ہے؟

المستفتی: مولانا راہی اللہ نوری، الجامعۃ الغوثیہ سراج العلوم، اوبھاری، پوسٹ بالا پور، ضلع الہ آباد۔ یوپی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب یہاں اراکین قبرستان کو حق شفعہ حاصل نہیں کیونکہ شفعہ کے لیے ضروری ہے کہ جس زمین کے ذریعہ شفعہ کیا جائے وہ مملوک ہو اور قبرستان مملوک نہیں بلکہ موقوف ہے۔ جیسا کہ خاتم المحققین علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ردالمحتار میں شرائط شفعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: **ویشترط کونہ مملوکا فخرج الوقف**" اھ (کتاب الشفعہ ص ۲۱۷ ج ۶) اور اسے جبراً خریدنا بھی جائز نہیں کہ حدیث شریف میں ہے: **لا یحل مال امرئ مسلم الا بطیب نفس منہ**" کسی مسلمان کا مال حلال نہیں مگر اس کے جی کی خوشی سے۔

(کنزالعمال حدیث ۳۹۷ ج ۱)

البتہ اگر بکر کو بیچ کرنے پر مجبور کیا گیا اس نے ڈر کر بیچ کردی تو یہ بیع فاسد اور بائع کی اجازت پر موقوف رہے گی، وہ اجازت دے دے تو جائز ونافذ ہوجائے گی۔ ردالمحتار میں ہے: "**بیع المکرہ فاسد موقوف علی اجازۃ البائع**" اھ (کتاب البیوع ص ۵۰۷ ج ۴) واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد صابر عالم قادری مصباحی امجدی
۸ر شعبان المعظم ۱۴۲۸ھ

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

تجارت کی زمین پر زکاۃ ہے یا نہیں؟

مسئلہ بکر جو متعدد قسم کے کاروبار کررہا ہے ان میں سے وہ ایک کاروبار یہ بھی کرتا ہے کہ بڑے بڑے شہروں میں زمین پلاٹ خرید کر چھوڑ دیتا ہے اور جب اس کی قیمت بڑھ جاتی ہے تو وہ اپنی فروخت کردیتا ہے خریدنے اور بیچنے کی مدت بھی دو تین سال کی ہوتی ہے۔دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا اس زمین پر یا اس کی قیمت پر سال گزرنے کی وجہ سے زکاۃ واجب ہوگی؟

المستفتی: آفرین بنت شفیع الدین مدرسہ قادریہ جامع مسجد کھورڈاری، کرناٹک

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب جب یہ زمین تجارت ہی کے غرض سے خرید وفروخت کی جاتی ہیں اور ان سے مالک زمین کا مقصد تجارت ہی ہے تو بہر حال سال تمام پر ان کی زکاۃ کی ادائے گی واجب ہوگی اور حولان حول کے وقت ان کی قیمت کا اعتبار ہوگا۔

فتاوی ہندیہ میں ہے: ”الزکاۃ واجبة فی عروض التجارة کائنة ما کانت اذا بلغت قیمتها نصابا من الورق والذهب کذا فی الهدایة وتعتبر القیمة عند حولان الحول بعد ان تکون قیمتها فی ابتداء الحول مائتی درهم من الدراهم۔“ اھ (ج۱ ص۱۷۹) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

کتبہ: غلام احمد قادری
۱۰ ربیع الغوث ۱۴۲۹ھ

پٹاخہ اور راکھی کی تجارت کیسی ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام مسئلہ ذیل کے بارے میں
پٹاخہ اور راکھی کی تجارت کرنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد منیر ستدرنجی پورہ مٹن مارکیٹ، ناگپور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب پٹاخہ اور راکھی کی تجارت جائز نہیں کہ آتش بازی حرام ہے کہ یہ گناہ پر اعانت ہے جو حرام ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ”وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ“ (پ۶، س مائدہ آیت ۲) اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں صدر الشریعہ علیہ الرحمہ ”بہار شریعت“ میں تحریر فرماتے ہیں ”افیون وغیرہ جس کا

کھانا نا جائز ہے ایسوں کے ہاتھ فروخت کرنا جو کھاتے ہیں نا جائز ہے کہ اس میں گناہ پر اعانت ہے" اھ (ج ۱۶، ص ۱۰۶) ور راکھی کا استعمال صرف رکھشا بندھن کے لیے ہوتا ہے جو یہاں کے غیر مسلموں کا مذہبی شعار ہے تو راکھی کی تجارت بھی گناہ پر اعانت ہوئی اس لیے یہ تجارت بھی نا جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — **کتبہٗ:** فیاض احمد برکاتی مصباحی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۲۹ رذی القعدۃ الحرام ۱۴۲۸ھ

سکہ کا تبادلہ نوٹ سے کمی بیشی کے ساتھ کیسا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ آج کل بازاروں میں یہ طریقہ رائج ہے کہ مثلاً سو روپے کا چلر یعنی سکہ دے کر ایک سو دس یا پانچ روپے کا نوٹ لیتے ہیں تو سکہ کا تبادلہ نوٹ سے زیادتی کے ساتھ ہوتا ہے اس کی شرعی حیثیت کیا ہے بہر حال یہ جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

المستفتی: ذوالفقار احمد قادری، ناندیڑ (مہاراشٹر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب آج کل بازاروں میں جو طریقہ رائج ہے کہ سکہ کا تبادلہ نوٹ سے کمی زیادتی کے ساتھ کرتے ہیں یہ جائز ہے بلکہ ادھار بھی جائز ہے کہ سود نہیں یہ دونوں دو جنس ہیں اور جب جنس مختلف ہو تو کمی بیشی کے ساتھ نقد ادھار دونوں طرح فروخت کرنا جائز ہے۔

درمختار میں ہے "وان عدما حلا کھروی بمرویین لعدم العلة فبقی علی اصل الاباحة" (ص ۱۷۲ ج ۵ باب الربا) فتاوی رضویہ میں ہے نص علماء ناقاطبة ان حرمة القدر علة الربا القدر المعهود بكيل اووزن مع الجنس فان وجدا حرم الفضل والنسأ وان عدما حلا وان وجد احدهما حل الفضل وحرم النساء (ج ۲ ص ۱۶۱) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — **کتبہٗ:** محمد احمد قادری مصباحی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۱۰ ربیع الغوث ۱۴۲۹ھ

روپیوں کو ان پر لکھی قیمت سے زیادہ میں بیچنا جائز ہے یا نہیں؟ شیئر بازار کا کاروبار کیسا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے میں کہ

(۱) ہمارے یہاں ایک تنظیم ہے جو روپیوں کے اوپر لکھی ہوئی رقم سے زائد رقم وصول کرتی ہے یعنی جو رقم لکھی ہے وہ تنظیم زیادہ میں بیچتی ہے کیا یہ سود نہیں ہے؟ اس تنظیم کی دلیل یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان فتاوی رضویہ ج ۷ باب درا ہم میں فرماتے ہیں کہ روپیوں کو اس پر لکھی ہوئی رقم سے کم یا زیادہ میں بیچنا جائز ہے۔

(۲) شیر بازار کا کاروبار کرنا جائز ہے یا نہیں؟ جلد سے جلد جواب ارسال فرمائیں۔

المستفتی: عبدالشکور الرضوی بک ڈپو، سلاوٹ واڑی، اودے پور، راجستھان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب (۱) اگر یہ تنظیم روپے کو روپے کے بدلے کم وبیش پر نقد بیچتی خریدتی ہے تو جائز ہے اور ادھار خریدتی بیچتی ہے تو ناجائز ہے۔

(۲) شیر بازار کا کاروبار کرنا جائز نہیں کہ اس میں اپنے روپے کا حصہ دوسرے کے ہاتھ بیچا اور خریدا جاتا ہے اور یہ دونوں باتیں حرام ہیں۔ فتاوی رضویہ میں ہے۔ ''اپنے روپے کا حصہ دوسرے کے ہاتھ خریدنا اور بیچنا دونوں حرام ہیں۔'' اھ (ج ۸ ص ۱۷۴ کتاب الشرکۃ)

مزید تحقیق، تفصیل اور مکمل تشفی کے لیے محقق مسائل جدیدہ مفتی محمد نظام الدین صاحب قبلہ رضوی کی کتاب ''شیر بازار کے مسائل'' کا مطالعہ کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — کتبہٗ: محمد غلام احمد رضا

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۱۳ رجمادی الاخرہ ۱۴۲۹ھ

زمین کے بدلے چھت کی اونچائی تک دیوار بنوا کر دینا کیسا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ

پرانا مکان جس میں زید وبکر رہتے ہیں بنے ہوئے مکان کے اعتبار سے بنایا جاتا تو دونوں کی دیوار ٹیڑھی ہوتی زید وبکر نے اس کو سیدھی کرنے کی صورت یہ طے کی کہ زید بکر کو دو ڈھائی ہاتھ جتنی دور ٹیڑھی زمین ہے دے دے اور بکر اس کے عوض میں پوری چھت کی اونچائی تک دیوار کھڑی کر دے جب کبھی زید مکان بنائے تو اسی پر سے چھت لگالے گا بخوشی راضی برضا ہوئے اثنائے تعمیر دو ڈھائی انگل کھسنے کے لیے زید معترض ہوا کہ میری طرف کیوں نہیں چھوڑا گیا مستری نے خود ہی جواب دیا کہ دھاگہ لگانے میں دیوار ٹیڑھی ہو رہی تھی اس وجہ سے آپ کی طرف کچھ دور کھسنے ہے اور کچھ دور نہیں بہر حال چند لوگوں کے سمجھانے پر کام ہوا بعدہ زید

پورے گاؤں میں کہتا پھرتا تھا کہ بکر نے میری زمین بے ایمانی کر لی دیے ہوئے سے ایک ڈیڑھ ہاتھ زیادہ بنالی ہے پچھم طرف، اس پر بکر نے چند گاؤں کے معزز حضرات کو اکٹھا کیا بکر نے زید کی باتیں سب کے سامنے رکھا مجمع میں زید بار بار کہتا تھا کہ پچھم کی طرف بڑھ کر بنایا ہے اس پر بکر نے بات ختم کرنے کے لیے بھی حضرات سے کہا کہ چل کر پورب پچھم کا کنارہ ناپ لیں اگر پچھم طرف زیادہ ہوگا تو دیوار گرا دیتے ہیں ناپنے پر دونوں کنارہ برابر آیا تب زید کچھ نرم ہوا ابتداء جس بات پر زید و بکر کے درمیان طے ہوا تھا اس پر صلح ہوئی مگر اس کے باوجود طعن و تشنیع سے باز نہیں آیا بکر پہلے بھی راضی تھا اب بھی راضی ہے معاوضہ دینے پر۔ بکر عالم دین ہے صرف اس کو سماج میں رسوا کرنے کے لیے زید اپنی عادت سے باز نہیں آرہا ہے ایسی صورت میں شرعی مسئلہ بیان فرمائیں تاکہ نزاع ختم ہو اور یہ بھی واضح فرمادیں زمین کے بدلے اچھی خاصی لمبی دیوار بنا کر دینا یہ بیع ہے کہ نہیں؟ بیع ہونے کی صورت میں مسئلہ کی وضاحت فرمائیں اول فرصت میں جواب روانہ فرمائیں کرم ہوگا۔

المستفتی: عبدالقدوس قادری برکاتی رضوی
مقام و پوسٹ سی بزرگ، محلہ مصطفیٰ آباد، ضلع کبیر نگر، یوپی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب زید اور بکر میں زمین دینے اور اس کے عوض چھت کی اونچائی تک دیوار کھڑی کرنے کا جو معاملہ طے ہوا یہ شرعی نقطۂ نظر سے بیع ہے مگر بیع فاسد ہے کیونکہ زمین کی مقدار تو معلوم و متعین ہے یا ناپ کر کے معلوم کی جاسکتی ہے جب کہ اس کا عوض یعنی اس کا دام مجہول ہے کیونکہ دیوار کی لمبائی چوڑائی معلوم بھی ہو تو یہ معلوم نہیں کہ اس میں سیمنٹ اور اینٹ کتنی لگے گی اور ان کی کوالٹی کیا ہوگی بالو کیسا اور کتنا لگے گا، پھر معمار کی مہارت وغیرہ کے لحاظ سے بھی کچھ فرق پڑتا ہے اس لیے زمین کی پیمائش کر کے اس کا دام روپے سے مقرر کیا جائے اور بکر وہی دام ادا کرے۔

ہدایہ کتاب الصلح میں ہے " ان وقع الصلح عن اقرار اعتبر فيه ما يعتبر فى البياعات ان وقع عن مال بمال لوجود معنى البيع ويفسده جهالة البدل لانها هى المفضية الى المنازعة "اھ ملخصا (ص ۲۲۹، ج ۳) واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: فیض محمد قادری مصباحی
۸؍ شعبان المعظم ۱۴۲۸ھ

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

حرام چیزوں کی تجارت کیسی ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت اس مسئلہ میں:

حرام شی کھانے والی یا استعمال کرنے کی جیسے کچھوا، کیکڑا، مینڈک کا چھاتا اور دیوالی اور شب برأت کے آتش بازی کے سامان اور ہولی اور شادی کے رنگ سب چیزوں کی تجارت کرنا جائز ہے یا نہیں اس سے کمایا ہوا پیسہ حلال ہے یا حرام؟ المستفتی: صوفی صدیق نوری، ۲۰ جواہر مارگ اندور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب مچھلی کے علاوہ پانی کے تمام جانور مثلاً کچھوا، کیکڑا، مینڈک وغیرہ کی تجارت ناجائز ہے اور اس سے حاصل ہونے والی منفعت حرام ہے چونکہ یہ ناجائز ہے اس لیے اس کا ثمن بھی ناجائز ہے۔ رہ گیا مینڈک کا چھاتا تو اس کے بارے میں سائل واضح کرے کہ یہ کیا چیز ہے میں اس سے واقف نہیں۔ درمختار میں ہے:

"ویباع دود القز وبیضه والنحل المحرز بخلاف غیرھا من الھوام فلا یجوز اتفاقاً کحیات وضب ومافی بحر کسرطان الا السمك وما جاز انتفاع بجلده اوعظمه والحاصل ان جواز البیع یدور مع حل الانتفاع ۔"اھ ملخصاً اس کے تحت ردالمحتار میں ہے: (فلا یجوز) بیعھا باطل. ذکرہ قاضیخاں قوله کحیات فی الحاوی الزاھدی یجوز بیع الحیات اذا کان ینتفع بھا للادویة وما جاز الانتفاع بجلده اوعظمه ای من حیوانات البحر اوغیرھما قال فی الحاوی ولا یجوز بیع الھوام کالحیة والفارة والوزغة والضب والسلحفاة والقنفذ وکل مالا ینتفع به ولا بجلده وبیع غیر السمك من دواب البحر ان کان له ثمن کالسقنقوا وجلود الخزونحوھا یجوز والا فلا کالضفدع والسرطان. اھ (درمختار ج:۷، ص:۲۵۸، فی باب بیع الفاسد)

دیوالی اور شب برأت کی آتش بازی کے سامان مثلاً پٹاخہ وغیرہ کی تجارت ناجائز ہے کہ یہ گناہ پر اعانت ہے جو حرام ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ولا تَعَاوَنُوْا علی الاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ (پ:۶، المائدہ آیت:۲) اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ بہار شریعت میں تحریر فرماتے ہیں کہ اسی طرح افیون وغیرہ جس کا کھانا ناجائز ہے ایسوں کے ہاتھ فروخت کرنا جو کھاتے ہیں ناجائز ہے کہ اس میں گناہ پر اعانت ہے۔ اھ (ح:۱۶، ص:۱۰۶) ایسا ہی فتاوی مصطفویہ، ص:۴۴۲ پر بھی ہے۔

اگر رنگ میں اسپرٹ کی آمیزش نہ ہو تو اس کا بیچنا جائز ہے اور اگر ہو تو اس کا بیچنا ناجائز ہے بعض رنگ

ایسے ہیں جن میں خنزیر کی چربی کی آمیزش ہوتی ہے اگر تحقیق سے معلوم ہوجائے تو اسے بیچنا خریدنا سب حرام ہے البتہ اگر پاک رنگوں کی تجارت کرے اور اس سے اس کا مقصد کسی گناہ پر اعانت نہ ہو تو جائز ہے اور اس سے حاصل ہونے والی منفعت حلال وطیب ہے۔فقہ کا قاعدہ کلیہ ہے "الامور بمقاصدھا"شارح بخاری علیہ الرحمۃ اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں"جن چیزوں میں اسپرٹ کی آمیزش نہ ہو ان کا بیچنا جائز اور مسلمان عورتوں کا اس کا استعمال کرنا بھی جائز اور جن میں اسپرٹ کی آمیزش ہو ان کا بیچنا بھی ناجائز اور مسلمان عورتوں کو ان کا استعمال کرنا بھی ناجائز۔مشہور ہے کہ ان کے بعض میں خنزیر کی چربی کی آمیزش ہوتی ہے ایسی چیزوں کا رکھنا،بیچنا،خریدنا لگانا سب حرام۔"(ماہنامہ اشرفیہ نومبر ۱۹۹۷،ص:۸)واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی **کتبہٗ:** محمد شاہد رضا حشامی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

ردی مال کا دھندہ کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت اس مسئلہ میں:

اسکراپ (Scrap) یعنی ردی مال کا دھندہ (کاروبار) کرنا ازروئے شرع کیسا ہے؟ جبکہ اس دھندے میں چوری کا مال بھی آنے کا امکان ہے۔نیز اس قسم کا دھندہ کرنے والوں کی کمائی حلال ہے یا حرام؟ اور ایسے لوگوں کی دعوت طعام کا کھانا ازروئے شرع کیسا ہے؟ بینوا وتوجروا۔المستفتی محمد نعیم برکاتی کبیر نگر (یو۔پی)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الجواب اسکراپ کا کاروبار جس میں ردی مال کو خریدا اور بیچا جاتا ہے۔ایک قسم کا عقد بیع ہے۔لہٰذا اس میں جب بیع کے جملہ شرائط وارکان (مثلاً بائع ومشتری کا عاقل ہونا،متعدد ہونا،ایجاب وقبول کا پایا جانا،مبیع کا موجود ہونا اور مال متقوم ومقدور التسلیم ہونا وغیرہ) کا لحاظ رکھا جائے تو ازروئے شرع جائز ہے۔رہا یہ گمان کہ چوری کے مال کے آنے کا امکان ہے،اس کا کوئی اعتبار نہیں۔یوں ہی جو ردی مال لائے اس سے یہ دریافت کرنا ضروری نہیں کہ یہ مال چوری کا ہے یا نہیں ہاں اگر ردی مال لانے والا ایسا شخص ہے جس کے بارے میں کسی طرح معلوم ہے کہ وہ حلال وحرام یعنی چوری،غصب وغیرہ سب ہی طرح کی چیزیں بیچتا ہے تو احتیاط یہ ہے کہ دریافت کرلے حلال ہو تو خریدے ورنہ خریدنا جائز نہیں۔

فتاویٰ ہندیہ"کتاب البیوع"میں ہے:

"اما شرائط الانعقاد فانواع منها فی العاقد:وهو أن یکون عاقلاً ممیزاً وأن یکون

متحداً و منها فی المبیع وھوا ن یکون موجود ا وان یکون مملوکاً فی نفسه وان یکون مالامتقوماً شرعاً مقدور التسلیم وأما رکنه فنوعان أحدهما ایجاب والقبول اھ مخلصًا۔
(ج:۳ص:۲)

اوراس قسم کا دھندہ کرنے والوں کی کمائی حلال ہے اور ایسے لوگوں کی دعوت کھانا جائز ہے۔ سرکار اعلیٰ حضرت فتاوی رضویہ رسالہ ''احلی من السکر'' میں فرماتے ہیں: ''جب بازار میں حلال وحرام مطلقاً یا کسی جنس خاص میں مختلط ہوں اور کوئی ممیز وعلامت فارقہ نہ ملے تو شریعت مطہرہ خریداری سے اجتناب کا حکم نہیں دیتی کہ آخر ان میں حلال بھی ہے تو ہر شئ میں احتمال حلت قائم اور رخصت واباحت کو اسی قدر کافی بلکہ خود حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی جب تم میں کوئی اپنے بھائی مسلمان کے یہاں جائے اور وہ تمہیں اپنے کھانے میں سے کھلائے تو کھالے اور کچھ نہ پوچھے اور اپنے پینے کی چیز سے پلائے تو پی لے اور کچھ دریافت نہ کرے۔

اخرج الحاکم فی المستدرك والطبرانی فی الاوسط والبیهقی فی الشعب باسناد لاباس به عن ابی هریرة رضی اللہ تعالیٰ عنه عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم اذا دخل احدکم علی اخیه المسلم فاطعمه من طعامه فلیأکل ولا یسئل عنه وان سقاه من شرابه فلیشرب ولایسأل عنه۔ اھ ملخصاً۔(ج:۲ص:۱۰۵)

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

کتبهٔ: محمد حسن خان رضوی

۱۴؍ ربیع الآخر ۱۴۳۰ھ

ایف سی آئی (نیٹ ورکنگ کمپنی) سے ملحق ہونا کیسا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت اس مسئلہ میں:

ایک کمپنی ہے جس کا نام ''ایف، آئی، سی یعنی "Free India Concept" ہے جو مہاراشٹر گورنمنٹ سے رجسٹرڈ ہے اس کا مالک ایم، جی مہیتا یہ کمپنی مختلف سامانوں کی تجارت کرتی ہے مثلاً اس کمپنی کے پاس مختلف سامانوں کم وبیش ۴۲؍ پیکیج ہیں اور ہر پیک میں کم از کم ۲۵؍ سو اور زیادہ سے زیادہ ۴۵؍ ہزار روپے تک کی قیمت کا ایک یا ایک سے زائد پانچ، دس سامان ہیں یہ کمپنی نیٹ ورک مارکیٹنگ کے طریقہ کار پر اپنی تجارت کرتی ہے۔ ایسی کمپنی سے مسلمانوں کا ملحق ہونا عند الشرع کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

المستفتی: ڈاکٹر قاضی محمد نظامی، موضع نیڈھال پوسٹ بلٹر ضلع کٹیہار، بہار

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب ایسی کمپنی سے مسلمانوں کو ملحق نہیں ہونا چاہیے کہ اس میں مال واوقات کے ضائع ہونے کا قوی اندیشہ ہے۔ کیونکہ ایسی پرائیویٹ کمپنیوں کے مالک اکثر چالاک قسم کے بزنس مین ہوتے ہیں جو ہر طرح کا مال تیار کرتے ہیں اور لوگوں کو بیوقوف بنا کر گھروں میں بیٹھے، بیٹھے ہی پیسہ کمانے کا نیا، نیا طریقہ بتاتے ہیں انہیں میں سے ایک ''ایف، آئی، سی'' بھی ہے۔

اس میں کمپنی کے کچھ خاص آدمی ہوتے ہیں جو لوگوں کو طرح طرح کی لالچ دے کر ممبر بناتے ہیں ممبر بننے کے لیے کم از کم ۲۵ سو روپے کا سامان خریدنا اس کے علاوہ پانچ سو روپیہ رجسٹریشن چارج دینا ضروری ہے اب ممبر کچھ کمانے کے لالچ میں اُدور چارج والا پانچ سو روپیہ مفت ضائع ہونے کے خوف سے خواہی نہ خواہی جہاں جائے گا۔ ''اے، بی، سی، تین لوگوں کو اس جال میں پھانسے گا اسی طرح ہر نوگرفتار لالچ وخوف میں تین تین پر ڈورے ڈالے گا تا کہ کسی طرح اپنا چارج والا پانچ سو روپیہ نکلے باقی جو پھنسے رہ جانے۔ یوں ہی امید وبیم کا سلسلہ ترقی پکڑے گا اور پھیلتا چلا جائے گا اور بعد میں جا کر جب ممبر کثیر ہو جائیں گے اور کمپنی والوں کو زیادہ رقم حاصل ہو جائے گی تو وہ یا تو کہیں بھاگ جائیں گے یا اپنے آپ کو دیوالیہ ہونے کا اعلان کر کے بیٹھ جائیں گے جیسا کہ مشاہدہ ہے۔ جس سے شروع والے ممبران تو کچھ کما لیں گے آخر میں بگڑے گا جس کا بگڑے گا یہی اکل مال بالباطل ہے جسے قرآن عظیم نے حرام فرمایا کہ: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَیْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ" اھ (پ ۵ سورہ نساء آیت ۲۹)

نیز یہی ضرر وخطرہ ودھوکہ میں پڑنا اور ڈالنا ہے جس سے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منع فرمایا۔ حدیث شریف میں ہے: "لیس منا من غش مسلما او ضرہ او ما کرہ" یعنی ہم میں سے نہیں جو کسی مسلمان کی بدخواہی کرے یا اسے ضرر پہنچائے یا فریب دے" اھ (فتاویٰ رضویہ ج ۷ ص ۹۶) واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — **کتبہ:** محمد ارشد رضا نظامی مصباحی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۶ رجمادی الاولیٰ ۱۴۲۵ھ

کیا جاندار چیزوں کے کھلونوں کی تجارت جائز ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت اس مسئلہ میں:

زید جاندار تصویروں کے کھلونوں مثلاً گڑیا، شیر، بلی، کتا، آدمی، وغیرہ کی تجارت کرتا ہے۔ کیا ایسی تجارت شرعاً جائز ہے؟ نیز اس سے حاصل شدہ کمائی حلال ہے یا حرام؟ اگر حرام ہے تو اس کمائی کو کیا کریں؟

بینوا توجروا۔ المستفتی: اختر قادری، شکور پور، دہلی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب جاندار چیزوں کے کھلونوں کی بیع جائز اور اس کی کمائی حلال ہے جب کہ مٹی کا نہ ہو۔ حضور صدرالشریعہ علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں "مٹی کے کھلونوں کی بیع صحیح نہیں یہ مال متقوم نہیں"۔ تنویر الابصار میں ہے: "اشتری ثورا او فرسا من خزف لاجل استئناس الصبی لا یصح ولا یضمن متلفه" اھ (ج۵ ص۲۲۶) لوہے، پیتل، تانبے، کے کھلونوں کی بیع جائز ہے کہ یہ چیزیں مال متقوم ہیں۔ ردالمحتار میں ہے: "قوله من خزف أی طین قال الطحطاوی قید به لأنها لو کانت من خشب او صفر جاز اتفاقاً فیما یظهر لامکان الانتفاع" اھ ملخصاً (فتاوی امجدیہ ج۳ ص۲۳۲)

نیز اسی میں ص ۲۳۳ پر ہے: "رہا یہ امر کہ ان کھلونوں کا بچوں کو کھیلنے کے لیے دینا بچوں کا ان سے کھیلنا یہ ناجائز نہیں کہ تصویر کا بروجہ اعزاز گھر میں رکھنا منع ہے نہ کہ مطلقاً یا بروجہ اہانت بھی۔ اس لیے عبارت منقولہ بالا ردالمحتار از طحطاوی میں لکڑی، پیتل کے کھلونوں کی بیع منع فرمائی حالانکہ جاندار کی تصویر یہ بھی ہیں۔ بلکہ درمختار میں فرمایا: "فی آخر حظر المجتبی عن ابی یوسف یجوز بیع اللعبة وان یلعب به الصبیان"۔ معلوم ہوا ان کا تصویر ہونا وجہ عدم جواز بیع نہیں۔ بلکہ حدیث سے ثابت ہے ام المومنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس گڑیاں تھیں اور وہ ان سے کھیلتی بھی تھیں" اھ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہٗ: محمد شاہ عالم قادری جونپوری
۱۹ ربیع الغوث ۲۴ھ
الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

نگر پالیکا کے مردہ جانوروں کا ٹھیکہ لینا کیسا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت اس مسئلہ میں کہ نگر پالیکا میں جتنے جانور مردہ ادھر ادھر پڑے ملیں گے اس کا ٹھیکہ لینا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔ المستفتی: مزمل حسین، محلہ بدھیانی خلیل آباد، یوپی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب شہر میں پڑے مردہ جانوروں کے اٹھانے کا ٹھیکہ متعدد وجوہ سے ناجائز ہے کہ بیع کے شرائط میں سے ہے کہ مبیع موجود ہو کہ معدوم کی بیع جائز نہیں، مال متقوم ہو، مملوک ہو، اور صورت مسئولہ میں یہ تینوں شرطیں مفقود ہیں کہ وقت عقد مبیع موجود نہیں ہوتی اور جب وہ مردار ہیں تو مال بھی نہیں، اور یہ گورنمنٹ کی ملک میں نہیں ہوتے کیوں کہ نگر پالیکا میں آزاد جانور بدستور سابق آزاد کرنے والا کی ملک میں باقی رہتے ہیں،

اس وجہ سے یہ ٹھیکہ ناجائز ہے۔

فتاویٰ عالمگیری کتاب البیوع میں ہے:

"وهو أن يكون موجودا فلا ينعقد بيع المعدوم وأن يكون مملوكا في نفسه وأن يكون مالاً متقوما شرعاً مقدور التسليم في الحال أو في تالي الحال كذا في فتح القدير." اھ ملخصاً (ج ۳، ص ۲۔ ۳)

ہدایہ میں ہے:

"وإذا كان أحد العوضين او كلاهما محرما فالبيع فاسد كالبيع بالميتة. اھ البيع بالميتة باطل لانعدام ركن البيع وهو مبادلة المال بالمال فان هذه الأشياء لا تعد مالا عند احد" اھ ملخصاً (ج ۳، ص ۳۳)

اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

"أهل الكفر إذا باعوا الميتة فيما بينهم لا تجوز" اھ (ج ۳، ص ۲۲۵)

نیز اسی میں ص ۱۱۶ پر ہے: "ولا يجوز بيع الميتة كذا في التهذيب" اھ ملخصاً۔

عقود فاسدہ کے ذریعہ کافر حربی کا مال حاصل کرنا گوکہ جائز ہے مگر یہاں مسئلہ دائرہ میں مسلم ٹھیکیدار کا نفع متیقن نہیں ہے کہ سال میں کتنے جانور مریں گے اس کا علم نہیں، زیادہ بھی مر سکتے ہیں اور کم بھی، اس بناء پر نفع بھی ہوسکتا ہے اور نقصان بھی۔ لہٰذا دلائل مذکورہ کی رو سے یہ ٹھیکہ ناجائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — کتبہٗ: محمد نیاز برکاتی مصباحی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — یکم ربیع الاول ۱۴۲۵ھ

کیا دیو بندی وہابی سے عقود فاسدہ کے ذریعے مال حاصل کرنا جائز ہے؟

مسئلہ جب عقود فاسدہ کے ذریعہ کافر حربی کا مال حاصل کرنا جائز ہے تو اب سوال یہ ہوتا ہے کہ جو شرعاً مسلم نہیں ہیں مثلاً وہابی، دیو بندی، رافضی، وغیرہم تو کیا ان کے اموال کو بھی عقود فاسدہ کے ذریعہ حاصل کرنا جائز و صحیح ہے؟ مثلاً یورآتے ہی آم کی فصل یہاں کے کفار کے ساتھ بیچنا جائز ہے۔ تو کیا وہابیہ کے ہاتھ بھی یہ معاملہ جائز ہوسکتا ہے؟

المستفتی: مجیب الرحمان، کشی نگر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب وہابی، دیو بندی، رافضی اپنے کفری عقائد کی بنا پر کافر و مرتد، اسلام سے خارج ہیں بلکہ یہ

دوسرے کفار سے بدتر کافر ہیں لہذا جس طرح دیگر غیر مسلموں کا مال عقود فاسدہ کے ذریعہ ان کی رضا سے حاصل کرنا جائز ہے یوں ہی بدمذہبوں مثلاً دیوبندیوں وغیرہم سے اس طور پر حاصل کیا ہوا مال بھی مباح ہے۔

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں "بوہرے رافضی مرتد ہیں اور ہر مرتد کافر بلکہ کافروں کی بدتر قسم، یہاں کے ہندو وغیرہ جتنے کفار ہیں ان میں نہ کوئی ذمی ہے کہ سلطنت اسلام میں مطیع الاسلام وجزیہ گزار ہو کر رہے، نہ مستامن کہ بادشاہ اسلام سے کچھ دنوں کے لیے امان لے کر دارالاسلام میں آئے اور جو کافر نہ ذمی ہو نہ مستامن سوا غدر و بدعہدی کے کہ مطلقاً ہر کافر سے بھی حرام ہے باقی اس کی رضا سے اس کا مال جس طرح ملے جس عقد کے نام سے ہو مسلمان کے لیے حلال ہے" اھ (فتاویٰ رضویہ ص ۱۰۵ ج ۷) واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہٗ: فیض محمد قادری مصباحی
۲۷ رربیع الآخر ۱۴۲۶ھ

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

ماربل کی قیمت اڈوانس دے دیا مگر نہ تو وہ کان سے نکلا ہے نہ ہی دینے کی جگہ اور وقت معین ہے، تو یہ بیع درست ہے یا نہیں؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت اس مسئلہ میں:

زید نے مثلاً ایک پارٹی کو جن کے ماربل کی دوکان ہے، ایک لاکھ روپے دے دیا اور اس کے یہاں کے عرف میں سائی (ایڈوانس) کہتے ہیں اور وہ کان والی پارٹی یہ ماربل جو ابھی کان سے نکالا نہیں ہے بعد میں اس کو دے گی، اور اس کا وقت متعین نہیں ہے اور نہ ہی جگہ متعین ہے کہ مال کہاں دینا ہے تو یہ بیع کی کس صورت میں داخل ہے؟ کیا اس طرح بیع کرنا قرآن وحدیث کی رو سے جائز ہے؟ بینوا توجروا۔

المستفتی: الحاج محمد اقبال مکرانہ پوسٹ بکس ۵۳ ناگور راجستھان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب ایڈوانس روپے دیکر ماربل کی خرید وفروخت نہ بیع مطلق ہے، نہ مقایضہ نہ صرف، نہ استصناع، ہاں عقد سلم سے یہ قریب تر ہے، مگر عقد سلم کی صحت کی کئی شرطوں کے فقدان کی وجہ سے یہ خرید وفرخت ناجائز وگناہ ہے، اگر عاقدین ماربل کی جنس، نوع، صفت سائز، وقت ادا، مکان ادا وغیرہ متعین کرلیں اور ان میں سے کوئی شئ مجہول نہ رہے تو یہ عقد بطور سلم جائز ودرست ہوگا، عقد سلم کی شرائط یہ ہیں۔

(۱) اس شی کی جنس بیان کردی جائے، مثلاً یہ کہے کہ ماربل لیں گے (۲) وہ جنس اگر کئی قسم کی ہوتی ہے تو اس کی قسم ونوع معین کردی جائے، مثلاً فلاں قسم کا ماربل اگر صرف ماربل کہے تو بیع صحیح نہ ہوگی (۳) اس کی

صفت بیان کردی جائے، مثلاً عمدہ، ناقص، خراب، (۴) ناپ یا تول یا عدد یا گزوں سے اس کی مقدار معین کردی جائے (۵) مارٹل دینے کی میعاد معین کردی جائے، جو ایک مہینہ سے کم نہ ہو، اگر تعیین نہ کی مثلاً جب چاہیں گے لے لیں گے یا سفر سے واپس ہونے پر لے لوں گا تو ناجائز ہوگا (۶) اگر وہ چیز ایسی ہے کہ جس کی مزدوری اور بار برداری دینی پڑے تو وہ جگہ بھی معین کی جائے جہاں مسلم فیہ یعنی مارٹل پہنچانا منظور ہے (۷) ثمن کی بھی تعیین ہو جائے مثلاً روپے یا اشرفی (۸) اگر وہ ثمن چند قسم کا ہوتا ہے تو قسم بھی معین کردے (۹) کھرے، کھوٹے کئی قسم کے سکے ہوں تو اسے بھی بیان کردے (۱۰) ثمن کی تعیین مقدار بھی کردے، یہ دس باتیں خاص عقد ایجاب وقبول میں بیان کرنی ضروری ہے (۱۱) ساتھ ہی اسی مجلس عقد میں ثمن ادا کردیا جائے، ورنہ اگر ساری گفتگو کرکے ثمن دیے بغیر جدا ہو گئے تو عقد فاسد و ناجائز ہو جائے گا (۱۲) وہ چیز اس قسم کی ہو کہ روز عقد سے ختم میعاد تک ہر وقت بازار میں مل سکے ورنہ عقد ناجائز ہوگا، اور مارٹل عام طور سے بڑے شہروں میں موجود رہتا ہے کہ کبھی بھی اسے حاصل کرکے دیا جا سکتا ہے۔

لہٰذا مسلمانوں کو مذکورہ شرطوں کی رعایت کے ساتھ ہی مارٹل کی یہ خرید و فروخت جائز ہے، ورنہ نہیں۔

تنویر الابصار، درمختار اور ردالمحتار میں ہے:

"شرطه ای شروط صحته التی تذکر فی العقد سبعة (اجمالا والا فالاربعة الاول منها تشترط فی کل راس المال والمسلم فیه فهی ثمانیة بالتفصیل بحر) بیان جنس کبرا وتمر وبیان نوع کمسقی (ما یسقی بالماء الجاری) او بعلی (ماسقته السماء وفیه عن الخلاصة لا یشترط بیان النوع فیما لا نوع له وفیه عن المعراج انما یشرط بیان النوع فی رأس المال اذا کان فی البلد نقود مختلفة والا فلا) وصفة کجید اوردی وقدر ککذا کیلا واجل واقله شهر به یفتی وقدر رأس المال ان تعلق العقد بمقداره (بان تنقسم اجزاء المسلم فیه علی اجزائه فتح ای بان یقابل النصف بالنصف والربع بالربع وهکذا وذلك انما یکون فی المثلی والسابع بیان مکان الایفاء للمسلم فیه فیما له حمل و مؤنة شرط الا یفاء فی مدینة فکل محلاتها سواء فیه حتی لو اوفاه فی محلة منها بری ولیس له ان یطالبه فی محلة اخری بزازیة ولو عین مکانا تعین فی الاصح فتح وبقی من الشروط قبض رأس المال ولو عینا قبل الافتراق بابدانهما وان ناما اوسارا فرسخا او اکثر ولو دخل لیخرج الدراهم ان تواری عن المسلم الیه بطل وان بحیث یراه لا وهو شرط بقائه علی الصحة لا شرط انعقاده بوصفها فینعقد صحیحا ثم یبطل بالافتراق فلا قبض" اھ ملخصاً (ج ۵ ص ۲۱۴)

پھر اسی میں ہے "لا یصح منقطع لا یوجد فی الاسواق من وقت العقد الی وقت الاستحقاق ولا فی حنطة حدیثة قبل حدوثها لانها منقطعة فی الحال" اھ ملخصاً (ج ۵ ص ۲۱۱) اور ایسا ہی فتاوی رضویہ ج ۷ ص ۲۳۳ پر بھی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — کتبہ: محمد صابر حسین فیضی نظامی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۶ / جمادی الاولی ۱۴۲۶ھ

میلہ میں سامان خریدا دکاندار چلا گیا تو قیمت کیسے ادا کرے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت اس مسئلہ میں:

میلے میں کسی بائع سے ادھار کچھ خریدا پھر میلہ ختم ہوگیا کہ بائع چلا گیا یا اس کی صورت بھول گیا تو رقم ادا کرنے یا نہ کرنے کا کیا حکم ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب میلے میں کبھی سامان ادھار نہ لینا چاہئے اور لیں تو پہچان ٹھہرا لیں اور جلد سے جلد ادا کردیں اس میں تساہلی نہیں برتنی چاہئے کہ میلہ ختم ہوجائے یا بائع کی دکان ہی سمجھ میں نہ آئے یہ تساہلی بری ہے اور اگر کوئی عذر تھا تو خریدنا ہی نہ چاہئے تھا اب جبکہ بائع جاچکا "اس بائع کو خود یا کسی متدین معتمد سے تلاش کرائے مل جائے تو دام ادا کردے ورنہ جب یاس و ناامیدی ہوجائے پورا دام تصدق کردے پھر اگر وہ کبھی ملے اور اس تصدق پر راضی نہ ہو تو اسے اپنے پاس سے قیمت دے" ایسا ہی فتاوی رضویہ ج ۱۰ ص ۲ میں ہے۔

درمختار میں ہے "علیہ دیون ومظالم جهل اربابها وایس من علیه ذلك من معرفتهم فعلیه التصدق بقدرها من ماله" (ج ۶ ص ۳۴۲) نیز اسی میں ہے "فان جاء مالکها بعد التصدق خیر بین اجازة فعله ولو بعد هلاکها وله ثوابها او تضمینه." (ج ۶ ص ۳۳۸) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — کتبہ: محمد اکبر علی مصباحی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۱۵ / ذی القعدہ ۱۴۳۱ھ

مدت معینہ کے لئے مکان اس شرط پر بیچا کہ ثمن واپس کرنے پر مکان واپس ہوجائے گا یہ بیع کیسی ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت اس مسئلہ میں:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل بمبئی شہر میں لوگ مکان، یا دکان کی خریداری اس طور پر کرتے ہیں کہ مثلاً زید نے ایک مکان، یا دوکان بکر سے پانچ لاکھ روپئے میں لیا اس شرط کے ساتھ کہ سال، دوسال جو بھی میعاد مقرر ہو۔

جب اسی میعاد پر بکر پانچ لاکھ روپئے واپس کرے گا تو زید مکان خالی کردے گا۔ یہ صورت کس عقد میں داخل ہے اور شرعا یہ جائز ہے یا نہیں۔ اگر نہیں تو کیا جواز کی کوئی صورت ہوسکتی ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: الحاج محمد سعید نوری، بانی رضا اکیڈمی، بمبئی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب یہ بیع وفا کی صورت ہے کہ یہ معاہدہ اپنی حقیقت کے لحاظ سے قرض بشرط سود ہے یعنی صاحب مال کسی کو قرض دیتا ہے اور مبیع، یا رہن کے نام پر اس کی زمین، یا دوکان وغیرہ لے لیتا ہے تاکہ اس سے فائدہ اٹھائے، اور قرض کی وجہ سے مقروض کی کسی بھی چیز کا لینا، دینا اور اس سے فائدہ اٹھانا سود ہے، جو حرام وگناہ ہے۔ حدیث شریف میں ہے: "کل قرض جر منفعة فهو ربٰو" قرض کی وجہ سے جو کچھ نفع لیا جائے وہ سود ہے۔ فتاویٰ رضویہ ص ۲۶۱، ج ۷ سے ایسا ہی مستفاد ہوتا ہے۔ اس کی اصل عبارت یہ ہے: "یہ صورت بیع بالوفا کی ہے اور اس کا حکم مثل رہن کے ہے اور اس سے جو منفعت حاصل ہو حرام ہے۔ حدیث میں فرمایا: "کل قرض جر منفعة فهو ربٰو" اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے اگرچہ مقتدی بھی سود لینے یا دینے والے ہوں۔ (ص ۲۶۱، ج ۷، باب بیع الوفاء)

بہار شریعت میں حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بحر الرائق اور درمختار وغیرہ کی تصریحات کے پیش نظر بیع وفا کی وضاحت کی ہے، پھر خلاصۂ حکم بھی بیان کیا ہے۔ ہم افادہ کے لئے حضرت علیہ الرحمہ کی عبارت یہاں نقل کرتے ہیں، الفاظ یہ ہیں: "بیع الوفا اس کو بیع الامانة، بیع الاطاعة" اور بیع المعاملہ بھی کہتے ہیں اس کی صورت یہ ہے کہ اس طور پر بیع کی جائے کہ بائع جب ثمن مشتری کو واپس دے گا تو مشتری مبیع کو واپس کردے گا، یا یوں کہ مدیون نے دائن کے ہاتھ دین کے عوض میں کوئی چیز بیع کردی اور یہ طے ہوگیا کہ جب میں دین ادا کردوں گا، تو اپنی چیز لے لوں گا۔ آج کل جو بیع الوفا لوگوں میں جاری ہے اس میں مدت بھی ہوتی ہے کہ اگر اس مدت کے اندر یہ رقم میں نے ادا کردی تو چیز میری ورنہ تمہاری۔ بیع الوفا حقیقت میں رہن ہے لوگوں نے رہن کے منافع کھانے کی یہ ترکیب نکالی ہے کہ بیع کی صورت میں رہن رکھتے ہیں تاکہ مرتہن اس کے منافع سے مستفید ہو، لہٰذا رہن کے تمام احکام اس میں جاری ہوں گے۔ اور جو کچھ منافع حاصل ہوں گے سب واپس کرنے ہوں گے اور جو کچھ منافع اپنے صرف میں لا چکا ہے، یا ہلاک کرچکا ہے، سب کا

تاوان دینا ہوگا۔اور اگر مبیع ہلاک ہوگئی تو دین کا روپیہ بھی ساقط ہو جائے گا بشرطیکہ وہ دین کی رقم کے برابر ہو اور اگر اس کے پڑوس میں کوئی مکان، یا زمین فروخت ہو تو شفعہ بائع کا ہوگا کہ وہی مالک ہے، مشتری کا نہیں کہ وہ مرتہن ہے۔

بیع الوفا کا معاملہ نہایت پیچیدہ ہے فقہائے کرام کے اقوال اس کے متعلق بہت مختلف واقع ہوئے علامہ صاحب بحر نے اس کے بارے میں آٹھ قول ذکر کیے، فتاویٰ بزازیہ میں نو قول مذکور ہیں، بعض نے دس قول ذکر کیے، فقیر نے صرف اس قول کو ذکر کیا کہ یہ حقیقت میں رہن ہے کہ عاقدین کا مقصود اسی کی تائید کرتا ہے اور اگر اس کو بیع بھی قرار دیا جائے جیسا کہ اس کا نام ظاہر کرتا ہے اور خود عاقدین بھی عموماً لفظ بیع ہی سے عقد کرتے ہیں تو یہ شرط کہ ثمن واپس کرنے پر مبیع کو واپس کرنا ہوگا، یہ شرط بائع کے لئے مفید ہے اور مقتضائے عقد کے خلاف ہے اور ایسی شرط بیع کو فاسد کر دیتی ہے جیسا کہ معلوم ہو چکا ہے، اس صورت میں بھی بائع و مشتری دونوں گنہگار بھی ہوں گے اور مبیع کے منافع مشتری کے لئے حلال نہ ہوں گے، بلکہ جو منافع موجود ہوں انھیں واپس کرے اور جو خرچ کر ڈالے ہیں ان کا تاوان دے البتہ جو بغیر اس کے فعل کے ہلاک ہو گئے ہوں وہ ساقط، لہٰذا ایسی بیع سے اجتناب ہی کا حکم دیا جائے گا۔ (ص ۲۱۰، ج ۱۱)

جواز کا حیلہ: ہاں اگر یہ معاملہ بیع وشراء اور قرض ورہن کے نام پر نہ کریں، بلکہ اجارہ کے نام پر کریں یعنی دوکان، مکان کو ایک مقررہ مدت کے لئے کرایا پر لے لیں اور کرایا کی مقدار بھی مقرر کر دیں تو یہ صورت جائز ہے کہ عقد اجارہ جائز ہے۔

یوں ہی یہ صورت بھی جائز ہے کہ پہلے بغیر کسی شرط کے قرض دے دیں، پھر مکان، یا دوکان اس شرط پر کرایا پر لیں کہ قرض کے روپئے سے کرایا مجرا ہوتا رہے گا۔

فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

"استاجر دارا من مدیونه وقاص بعض الدین بالأجر فاذا انقضت المدة لیس له ان یحبس الدار بما بقی من دینه" اھ (کتاب الاجارة الباب الثانی ص ۴۱۵، ج ۴)

مگر ان صورتوں میں جمع شدہ رقم، یا قرض کے روپئے سے صرف اتنے ہی روپئے واپس ہوں گے جو کرایا میں وضع ہونے کے بعد بچ رہے ہوں گے اور جو کرایا میں وضع ہو چکے انھیں واپس لینے کا قطعاً کوئی حق قرض خواہ کو نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد صابر عالم قادری مصباحی
۱۵ رجمادی الآخرہ ۱۴۲۸ھ

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

فوجی کو جو شراب ملتی ہے اسے بیچ کر دام لے سکتا ہے یا نہیں؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت اس مسئلہ میں:

میں فوج سے ریٹائر ہوا ہوں، مجھے کچھ شراب ہر مہینے ملتا ہے جو میں نہیں لیتا مگر اسی شراب کو جو میں نہیں لیتا ہوں اس کو دوکان دار بیچ کر روپیہ کماتے ہیں، دوسرا ایک غیر قوم ہے جو میرے نام سے وہ شراب دوکان سے لے کر مجھے اس کے بدلے میں کچھ روپیہ دیتا ہے تو اس روپئے کو لے کر کسی غریب کو دے سکتا ہوں یا وہ روپیہ لینا میرے لئے جائز نہیں؟ المستفتی: شیخ رحمت اللہ، اسکول بازار، سہٹ، ضلع بالاسور، اڑیسہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب شراب کے بدلے میں روپیہ خود لینا یا اس روپئے کو لے کر غریبوں میں خیرات کرنا یہ سب ناجائز وحرام ہیں کہ یہ مال خبیث ہے۔ اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر فرماتے ہیں: ”شراب بنانا، بنوانا، چھونا، اٹھانا، رکھنا، رکھوانا، بیچنا، بکوانا، مول لینا، لوانا سب حرام حرام حرام ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

”لعن اللہ الخمر و شاربہا و ساقیہا و باعہا و متباعہا و عاصرہا و معتصرہا و حاملہا و المحمولۃ الیہ و اکل ثمنہا رواہ ابو داؤد و الحاکم و صححہ عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما“ اھ ملخصاً (فتاویٰ رضویہ ص ۱۲۸، ج ۹، نصف آخر)

اور دوسری جگہ تحریر فرماتے ہیں:

”عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من جمع مالا حراما ثم تصدق بہ لم یکن لہ فیہ اجر و کان اصرہ علیہ۔

یعنی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو حرام مال جمع کرے پھر اسے خیرات میں دیدے اس کے لئے ثواب کچھ نہ ہو اور اس کا وبال اس پر ہو“ اھ ملخصاً۔ (فتاویٰ رضویہ ص ۱۸، ج ۹، نصف اول)

یہ حکم اس وقت ہے جب شراب مسلمان کے ہاتھ بیچے۔ لیکن اگر مسلمان کے ہاتھ نہ بیچے بلکہ یہاں کے غیر مسلم کے ہاتھ بیچے تو یہ جائز ہے اور اس کا دام غریبوں پر تصدق کرنا بھی جائز ہے اور اپنے مصرف میں استعمال کرنا بھی، وجہ یہ ہے کہ یہاں کے غیر مسلموں سے عقود فاسدہ جائز ہیں۔ اس کی تحقیق محقق مسائل جدیدہ حضرت علامہ مفتی محمد نظام الدین صاحب قبلہ رضوی کی کتاب ”جدید بینک کاری اور اسلام“ میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

کتبہ: غلام نبی نظامی علیمی

۱۹ ر رجب المرجب ۱۴۲۶ھ

زید نے بکر سے زمین خرید اگر پانچ سال تک رجسٹری نہیں ہوئی اب زمین کی قیمت چار گنا بڑھ گئی تو کیا بکر زید کو زمین نہ دے کر روپیہ واپس کر سکتا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنا چھ ایکڑ کھیت ۲۰۰۶ء میں ۲۴۰۰۰ چوبیس ہزار روپے ایکڑ سے بکر کو فروخت کر دیا۔ بکر نے اسی وقت زید کو کھیت کی قیمت ادا کر دیا اور رجسٹری کے لئے ایک سال کی مدت مقرر کی۔ ایک سال گزرنے کے بعد زید نے بکر کو اپنا وعدہ یاد دلایا لیکن بکر اس کو ٹالتا رہا یہاں تک کہ پانچ سال گزر گئے اور اب اس کھیت کی قیمت چار گنا بڑھ گئی لہٰذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید اب اپنا کھیت بکر کو بیچنا نہیں چاہتا تو کیا زید بکر کو اس کی دی ہوئی رقم واپس کر سکتا ہے یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

المستفتی: عبدالرفیق منواڑہ، ضلع امراوتی، مہاراشٹر، ۱۲ر دسمبر ۲۰۱۱ء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الجواب سائل کے بیان سے ظاہر ہے کہ مذکورہ صورت میں بیع مکمل ہو چکی ہے صرف قانونی طور پر رجسٹری ہونا باقی ہے اس لئے کہ جب بکر نے زید کو کھیت کی قیمت ادا کر دی تو بیع بطور تعاطی منعقد ہو گئی اور کھیت بکر کی ملکیت میں آ گیا بہار شریعت میں ہدایہ سے ہے۔ بیع تعاطی جو بغیر لفظی ایجاب وقبول کے محض چیز لے لینے اور دے دینے سے ہو جاتی ہے یہ صرف معمولی اشیاء ساگ ترکاری وغیرہ کے ساتھ خاص نہیں بلکہ یہ بیع ہر قسم کی چیز نفیس وخسیس سب میں ہو سکتی ہے اور جس طرح ایجاب وقبول سے بیع لازم ہو جاتی ہے یہاں بھی ثمن دے دینے اور چیز لے لینے کے بعد بیع لازم ہو جائے گی کہ بغیر دوسرے کی رضامندی کے رد کرنے کا کسی کو حق نہیں، اگر ایک جانب سے تعاطی ہو مثلاً چیز کا دام طے ہو گیا اور مشتری چیز کو بائع کی رضامندی سے اٹھا لے گیا اور دام نہ دیا یا مشتری نے بائع کو ثمن ادا کر دیا اور چیز بغیر لئے چلا گیا تو اس صورت میں بھی بیع لازم ہوتی ہے۔ کہ اگر ان دونوں میں سے کوئی بھی رد کرنا چاہے تو رد نہیں کر سکتا۔ (ج ۱۱ ص ۱۴)

لہٰذا زید کا پانچ سال بعد یہ کہنا کہ وہ اپنے کھیت کو بکر کے ہاتھ بیچنا نہیں چاہتا کوئی معنی نہیں رکھتا کہ وہ اپنا کھیت پانچ سال قبل ہی بیچ چکا ہے جس کے باعث وہ کھیت زید کی ملک سے نکل کر بکر کی ملک میں جا چکا ہے۔ ردالمحتار میں ہے:

"صورته ان يتفقا على الثمن ثم يأخذ المشتري المتاع ويذهب برضا صاحبه من غير دفع الثمن أو يدفع المشتري الثمن للبائع ثم يذهب من غير تسليم المبيع فان

البيع لازم على الصحيح حتى لو امتنع احدهما بعدهٗ اجبره القاضى (ج۷ص۲۸)

لہٰذا جب بیع صحیح نافذ ولازم ہے تو زید پر واجب ہے کہ کھیت بکر کے سپرد کردے اور قانونی طور پر بکر کے نام رجسٹری بھی کردے ورنہ وہ سخت گنہگار وحق العبد میں گرفتار ہوگا۔

رہا زید کا یہ کہنا کہ میں بکر کو قیمت واپس کرنا چاہتا ہوں یہ دراصل بیع کا فسخ ہے اور فسخ بیع کے لئے بکر کی رضامندی ضروری ہے بغیر اس کی رضامندی کے یہ بیع فسخ نہیں ہوسکتی۔ ہدایہ میں ہے:

" اذا حصل الایجاب والقبول لزم البیع ولا خیار لواحدمنهما الا من عیب اوعدم رؤیة"۔(ج۳ص۴)

فتاوی رضویہ میں ہے''بیع ایجاب اور قبول سے تمام ہوجاتی ہے اور جب صحیح شرعی واقع ہولے تو اس کے بعد بائع یا مشتری کسی کو بے رضامندی دوسرے کے اس سے یوں پھر جانا روا نہیں نہ اس کے پھرنے سے وہ معاہدہ جو مکمل ہو چکا ٹوٹ سکتا ہے۔(ج۷ص۳) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — **کتبہٗ:** محمد اکبر علی مصباحی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی، برکاتی — ۵رشعبان المعظم ۱۴۳۲ھ

پولیس سے مل کر مہنگا سامان سستے داموں بیچنا پھر پولیس سے پکڑوا کر سامان کا واپس لینا اور اس پیسے سے حج کرنا کیسا ہے؟ یہ کاروبار غیر مسلم کے ساتھ ہو تو؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

ایک شخص فریج اور سامان وغیرہ زیادہ قیمت مثلاً ۱۵۰۰۰ ہزار میں خریدتا ہے اور ۵۰۰۰ ہزار میں بیچتا ہے اور پہلے ہی سے پولس والوں سے کنٹیکٹ کرلیتا ہے کہ خریدار جب سامان کو لے جائیں تو ان کو پکڑ لینا اور گاڑی وغیرہ کی نشاندہی بھی کردیتا ہے تو اس طرح پولس والے خریدار کو پکڑ لیتے ہیں اور مذکورہ سامان کے کاغذات مانگتے ہیں اگر کاغذات نہیں دے پاتا تو سامان وغیرہ لے لیتے ہیں اور بیچنے والے سے کمیشن لے کر پھر واپس کردیتے ہیں۔

اب دریافت طلب امور یہ ہیں

(۱) کسب معاش کے لئے ایسی آمدنی جائز ہے یا نہیں؟ (۲) ایسے پیسے سے وہ حج کرسکتا ہے یا نہیں؟

(۳) اگر غیر مسلم کے ساتھ ایسا کاروبار کرتا ہو تو کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد خورشید الاسلام خطیب وامام جنگل پکڑی پوسٹ جنگل اورہی ضلع گورکھپور یوپی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب (۱) یہ شخص سامان بیچ کر جو آمدنی حاصل کرتا ہے وہ حلال ہے اور اپنی مکاری کے ذریعہ جب بیچا ہوا سامان واپس کر لیتا ہے تو یہ حرام پھر اس مال حرام کے ذریعہ جو کچھ کماتا ہے وہ سب اس کے حق میں خبیث وحرام ہے اس کی قدرے تفصیل یہ ہے پہلی بار بائع اور خریدار دونوں کی باہمی رضامندی سے خرید و فروخت ہوئی اور خریدار نے سامان کی قیمت ادا کردی اور بائع نے دام لے کر سامان خریدار کے سپرد کردیا تو بیع مکمل ہو چکی اور سامان خریدار کی ملکیت میں آ گیا اور بائع ثمن کا مالک ہو گیا اگرچہ پندرہ ہزار کا سامان پانچ ہی ہزار میں دیا ہو۔

بہار شریعت میں ہے: ''بیع تعاطی جو بغیر لفظی ایجاب وقبول کے محض لے لینے اور دیدینے سے ہو جاتی ہے یہ بیع ہر قسم کی چیز نفیس وخسیس سب میں ہو سکتی ہے اور جس طرح ایجاب وقبول سے بیع لازم ہو جاتی ہے یہاں بھی ثمن دیدینے اور چیز لے لینے کے بعد بیع لازم ہو جائے گی'' اھ (ح ۱۱ ص ۱۵)

اس کا ماخذ در مختار ورد المحتار کی یہ عبارت ہے: ''التعاطی وهو التناول فی خسیس و نفیس، ان حقيقة التعاطی وضع الثمن واخذ الثمن عن تراض منهما من غير لفظ فان التعاطى ليس فيه ايجاب بل قبض بعد معرفة الثمن ، الانعقاد فى الخسيس و النفيس وهو الصحيح كما ينعقد باعطاء المبيع ينعقد باعطاء الثمن'' اھ ملخصا (ج ۷ ص ۲۷)

جب بیع تام اور نافذ ولازم ہے تو اس کے ذریعہ حاصل شدہ آمدنی حلال وطیب ہے۔

البتہ مال فروخت کردینے کے بعد بلا وجہ شرعی پولس کے ذریعہ پکڑوا کر پھر اس سامان پر قبضہ کر لینا غصب ہے اور مال غصب حرام ہے ساتھ ہی اس میں دھوکہ اور فریب بھی ہے اور یہ بھی بجائے خود حرام وگناہ، اس لئے پولس کا سہارا لے کر اپنے جن خریداروں سے اس طرح کا سامان واپس لیا ہے ان سب کو وہ سامان واپس کرے کہ وہ سامان انہیں کی ملک ہیں ساتھ ہی ان کی دل آزاری پر ان سے معافی بھی مانگے اور اگر وہ سامان اس کے مالک کو واپس نہ کر کے پھر کسی کے ہاتھ بیچ دیا اور یونہی بیچتا رہا تو سب کو اس سامان کا مثل واپس کرے اور نفع فقراء پر تصدق کرے۔

فتاویٰ ہندیہ میں ہے: ''كان الاخذ معصية والسبيل فى المعاصى ردها و ذلك ههنا برد الماخوذ ان تمكن من رده بان عرف صاحبه وبالتصدق به ان لم يعرفه'' اھ

(ج ۵ ص ۳۴۹ کتاب الکراهية الباب الخامس عشر)

رد المحتار میں ہے: ''المغصوب ان علمت اصحابه او ورثتهم وجب رده عليهم والا

وجب التصدق بہ۔" اھ (ج ۳ ص ۲۰۲ کتاب الزکاۃ باب زکاۃ الغنم مطلب فیما لو صادر السلطان رجلا فنوی بذلك اداء الزکاۃ الیہ)

فتاویٰ حدیثیہ میں ہے: " ھم الذین لا یجتنبون فی بیعھم و شرائھم و معاملاتھم المحرمات کالربا والغش والحلف الباطل وغیر ذلك من القبائح التی انطوی علیھا اکثر التجار وھولاء فجار فی الدنیا والآخرۃ وھم من قال اللہ تعالیٰ فی حقھم فی کتابہ العزیز (ان الَّذِیْنَ یَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَیْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِیْلًا اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ ای نصیب" اھ

ترجمہ: وہ لوگ جو اپنے بیع وشراء ومعاملات میں حرام چیزوں سے نہیں بچتے ہیں مثلاً سود، دھوکہ، اور جھوٹی قسم اوراس کے علاوہ برائیاں جن میں اکثر تجار ملوث ہیں تو یہی لوگ بدچلن اور گنہگار ہیں دنیا اور آخرت میں اور وہ لوگ ان میں سے ہیں جن کے حق میں اللہ تعالیٰ نے اپنے کتاب عزیز میں فرمایا (وہ جو اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے بدلے ذلیل دام لیتے ہیں آخرت میں ان کا کچھ حصہ نہیں)'' اھ (ص ۴۵)

مشکوۃ شریف میں ہے: "عن ابی حرۃ الرقاشی عن عمہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: الا لا تظلموا الا لا یحل مال امریٔ الا بطیب نفسہ منہ۔ رواہ البیھقی والدار قطنی فی المجتبیٰ۔

ترجمہ: دار قطنی نے مجتبیٰ میں ابوحرہ رقاشی سے روایت کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خبردار تم لوگ ظلم نہ کرنا سن لوکسی کا مال بغیر اس کی خوشی کے حلال نہیں'' اھ (باب الغصب ص ۲۵۵)

کنز العمال میں ہے:'' من غش امتی فعلیہ لعنۃ اللہ والملائکۃ والناس اجمعین" اھ

یعنی جو میری امت کو دھوکہ دے اللہ اور اسکے فرشتے اور تمام لوگ اس پر لعنت کرتے ہیں'' اھ (ج ۱ ص ۲۲۱)

مسلم شریف میں ہے: "من غش فلیس منی'' اھ

جس نے فریب دیا وہ مجھ سے نہیں'' اھ (ج ۱ ص ۷۰)

کنز العمال میں ہے: "لیس منا من غش مسلما او ضرہ او ما کرہ" اھ یعنی وہ ہم میں سے نہیں جو کسی مسلمان کی بدخواہی کرے یا اسے تکلیف پہنچائے یا اسے فریب دے'' اھ (ج ۴، ص ۶۰)

ابوداؤد شریف میں ہے: "لیس منا من غش" اھ یعنی جو کسی کو دھوکہ دے وہ ہم سے نہیں'' اھ (ج ۲ ص ۴۸۹) واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) غصب، دھوکہ اور فریب کے ذریعہ حاصل کئے ہوئے حرام مال سے حج کرنا جائز نہیں اگر کیا تو قبول نہ ہوگا۔ جیسا کہ سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں: ''حرام

مال کا حج میں صرف کرنا حرام ہے اور وہ حج قابل قبول نہ ہوگا اگر چہ فرض ساقط ہو جائے گا حدیث شریف میں ارشاد ہوا جو مال حرام لے کر حج کو جاتا ہے جب وہ لبیک کہتا ہے فرشتہ جواب دیتا ہے لا لبیک ولا سعدیك و حجك مردود علیك حتی ترد ما فی یدیك یعنی نہ تیری حاضری مقبول نہ تیری خدمت قبول اور تیرا حج تیرے منہ پر مردود جب تک تو یہ مال حرام جو تیرے ہاتھوں میں ہے واپس نہ دے" اھ (فتاوی رضویہ ج ۴ ص ۶۸۵)

رد المحتار میں ہے: قال فی البحر و یجتهد فی تحصیل نفقة حلال فانه لا یقبل بالنفقة الحرام کما ورد فی الحدیث مع انه یسقط الفرض عنه معها ولا تنافی بین سقوطه وعدم قبوله فلا یثاب لعدم القبول" اھ (ج ۲ ص ۱۵۲)

در مختار میں ہے: "قد یتصف بالحرمة کالحج بمال حرام" اھ (ج ۲ ص ۱۵۲)

(۳) غیر مسلم کے ساتھ بھی ایسا کاروبار نا جائز و حرام ہے کیوں کہ دھوکہ اور فریب کسی کے ساتھ جائز نہیں۔

بہار شریعت میں ہے: "بد عہدی کفار کے ساتھ بھی حرام ہے" اھ (ج ۱۱ ص ۱۵۳)

ہدایہ آخرین میں ہے: "فبای طریق اخذہ المسلم اخذ مالا مباحا اذا لم یکن فیه غدر" اھ (ص ۷۰) واللہ تعالی اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — **کتبہ:** محمد ابراہیم مصباحی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی، برکاتی — ۱۷/ ذی الحجہ ۱۴۳۲ھ

بکر سے دس لاکھ کی زمین ایک لاکھ دے کر قسط پر خریدی مگر وہ قسط نہ دے سکا اب بکر ایک لاکھ واپسی کے لئے تیار نہیں تو کیا حکم ہے؟ عیب چھپا کر پچاس ہزار میں چیز بیچ دی معلوم ہونے پر واپس کرنے گیا تو بیس ہزار ہی واپس کیا تو اس کے متعلق کیا حکم ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماء دین وملت درج ذیل مسائل میں:

(۱) زید نے بکر سے ایک دوکان خریدی جس کی قیمت تقریباً دس لاکھ روپے ہوتی ہے جس میں زید نے بکر کو ایک لاکھ روپیہ پہلے جمع کروا دئے باقی نو لاکھ وقت کے حساب سے قسطوں میں دینا قرار پایا مگر زید کسی مجبوری کی بناء پر وقت پر ادا نہ کر سکا اب بکر اس ایک لاکھ روپے کا زبردستی مالک بن گیا اور زید کو واپس کرنے کے لئے تیار نہیں تو اس کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے۔

(۲) زید نے کوئی چیز عمرو سے دھوکے سے پچاس ہزار روپے میں فروخت کی جس میں کوئی عیب

پوشیدہ تھا بعد میں جب عمر کو اس عیب کا علم ہوا تو وہ زید کو واپس کرتا ہے مگر زید اس کو بیس ہزار ہی واپس کرتا ہے تو اس کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے؟ المستفتی: نور محمد مائل چورو راجستھان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب (۱) زید نے بکر سے دوکان خرید کر ایک لاکھ روپئے بھی دے دیئے تو بیع منعقد ہوگئی اب زید اگر دام ادا کرنے سے عاجز ہے تو فریقین باہمی رضامندی سے بیع فسخ کریں اور بکر ایک لاکھ روپئے زید کو واپس کرے اور اگر فی الواقع یہ لاکھ روپئے بیعانہ ہوں دام کے نہ ہوں تو بیع منعقد ہی نہ ہوئی صرف وہ لاکھ روپئے زید کو واپس کردینا ہی کافی ہے اور بکر کا اسے اپنے پاس روک لینا بہر حال ظلم وزیادتی ہے اور یہ حرام وگناہ ہے۔

فتاوی رضویہ میں ہے" بیع نہ ہونے کی حالت میں بیعانہ ضبط کرلینا جیسا کہ جاہلوں میں رواج ہے ظلم صریح ہے:" قال تعالیٰ لَا تَأْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ" ہاں اگر عقد بیع باہم تمام ہولیا تھا یعنی طرفین سے ایجاب وقبول واقع ہوگیا اور کوئی موجب تنہا مشتری کے فسخ بیع کردینے کا نہ رہا اب بلا وجہ شرعی زید مشتری عقد سے پھرتا ہے تو بیشک عمر کو روا ہے کہ زید کا پھرنا نہ مانے اور بیع تمام شدہ کو تمام ولازم جانے اس کے یہ معنی ہوں گے کہ مبیع ملک زید اور ثمن حق عمرو درمختار کے باب الاقالہ میں ہے: من شرائطها رضا المتعاقدين یہ کبھی نہ ہوگا کہ بیع کو فسخ ہوجانا مان کر مبیع زید کو نہ دے اور اس کے روپئے اس جرم میں کہ تو کیوں پھر گیا ضبط کرلے "هل هذا الا ظلم صريح" اھ (ج ۷، ص ۷ کتاب البیع)

لہٰذا زید نے جو لاکھ روپئے بطور بیعانہ بکر کو دیے تھے اس پر لازم ہے کہ بیعانہ کی رقم وہ زید کو واپس کردے ورنہ سخت گنہگار اور حق العبد میں گرفتار ہوگا۔

قال اللہ تعالیٰ "لَا تَأْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ" آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق طور پر مت کھاؤ (سورۃ النساء آیت نمبر ۲۹) حدیث پاک میں ہے "الا لا تظلموا الا لا يحل مال امرئ الا بطيب نفس منه" خبردار ظلم نہ کرو اور کسی کا مال بغیر اس کی اجازت کے لینا حلال نہیں۔

(مشکوٰۃ ص ۲۵۵) واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) اگر بیع میں کوئی عیب ہو تو بائع پر واجب ہے کہ بیع کے وقت اس کو ظاہر کردے چھپانا حرام ہے اس لئے کہ یہ مشتری کو دھوکا دینا ہے اور دھوکا دینا جائز نہیں

حدیث پاک میں ہے "قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ليس منا من غش" جو دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں" (ابوداؤد شریف ص ۸۹ ج ۲ باب البیع)

درمختار میں ہے "لا يحل كتمان العيب في بيع او ثمن لان الغش حرام"

(ج ۷ ص ۲۳۰ باب خیار العیب)

تاہم اگر عیب ظاہر کئے بغیر بیچ دیا تو معلوم ہونے کے بعد مشتری کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ بیع کو واپس کردے اور اپنا پورا ثمن بائع سے وصول کرے۔ بشرطیکہ اس عیب کے بعد مشتری کے پاس کوئی دوسرا عیب ایسا پیدا نہ ہوا ہو جو مانع رد ہو۔

لہٰذا جب عمر و عیب سابق کی وجہ سے مبیع کو واپس کر رہا ہے تو زید پر لازم ہے کہ اس کا پورا ثمن واپس کرے۔ زید کا صرف تیس ہزار روپے واپس کرنا اور بیس ہزار روپے رکھ لینا ناجائز طور پر ہڑپ کرنا ہے اور یہ سراسر ظلم و زیادتی ہے۔ اس پر لازم ہے کہ وہ بیس ہزار روپے بھی عمر کو واپس کرے اگر ایسا نہیں کرتا ہے تو وہ سخت گنہگار اور حق العبد میں گرفتار ہوگا۔

خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے "لَا تَأْكُلُوْا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ" آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق طور پر مت کھاؤ'' (سورۃ النساء پ ۴ آیت نمبر ۲۹) حدیث پاک میں ہے الا لا تظلموا الا لایحل مال امری الا بطیب نفس منه (مشکوۃ ص ۲۵۵) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی، برکاتی

کتبہ: عبدالرحیم فیضی
۱۵؍ ذی الحجہ ۱۴۳۲ھ

■❖■

بَابُ الرِّبَاءِ

سود کا بیان

کافروں کو روپیہ دے کر اس پر نفع لینا کیسا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں مفتیان اسلام اس مسئلہ میں:

''نہیں ہے سود مسلمان اور حربی کے درمیان'' یہ حدیث شریف پڑھنے کے بعد بکر نے اپنی رقم چندفی صد ماہانہ نفع کے ساتھ کافروں کو دینے کا کاروبار شروع کیا۔اس قسم کے کاروبار کا شرعی حکم کیا ہے۔؟

المستفتی: محمد ہارون عثمانیہ باڑہ دھمتری ایم پی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الجواب بکر کا یہ طریقہ کار کہ یہاں کے غیر مسلموں کو قرض دے اور نفع کے ساتھ واپس لے اصالۃ جائز و درست ہے وجہ وہی ہے جو حدیث پاک میں مذکور ہے۔ ہدایہ باب الربا'' میں ہے: ولاربا بین المسلم والحربی فی دار الحرب لان مالهم مباح فی دارهم فبای طریق اخذه المسلم اخذ مالا مباحاً اذا لم یکن فیه غدر ۱ھ (ص ۷۰، ج ۳)

البتہ اس سے بچنا بہتر ہے کہ جنہیں اس مسئلہ سے واقفیت نہیں وہ خواہ مخواہ بدگمانی کریں گے اور اسے سود خور سمجھ بیٹھیں گے جس سے ان کی نظروں میں اس کی عزت و وقار مجروح ہوگا۔ نیز اس کی وجہ سے حقیقی سود خوری کا دروازہ بھی کھل سکتا ہے اس لیے بکر یہ کاروبار نہ کرے تو بہتر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — **کتبہٗ:** محمد فیض قادری مصباحی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۲۰ ربیع الغوث ۱۴۲۷ھ

بینک سے سودی قرض لینا کیسا ہے؟ بینک سے لی گئی رقم دوسرے کو دے کر اس پر آنے والے سود کو اس سے وصول کرنا کیسا ہے؟ سود سے بچنے کی کیا صورت ہے

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) زید نے گورنمنٹ سے ایک لاکھ روپیہ قرض لیا اس شرط پر کہ وہ مسلسل پچیس سو روپیہ ماہانہ

گورنمنٹ کو چار سال تک ادا کرتا رہے گا، اس طرح زید گورنمنٹ کو چار سال کے اندر ایک لاکھ بیس ہزار دے گا، اب زید نے گورنمنٹ سے قرض لی گئی ایک لاکھ رقم میں سے بیس ہزار عمر کو تیس ہزار بکر کو قرض دیا اس شرط پر کہ جو زائد رقم مجھے گورنمنٹ کو دینی پڑ رہی ہے اس میں بیس ہزار پر جو رقم زائد دینی ہوگی وہ عمر دے گا اور تیس ہزار پر جو رقم زائد دینی ہوگی وہ بکر دے گا۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کا عمر اور بکر سے زائد رقم کا لینا **کل قرض جر منفعة فهو ربو (ربا)** کے تحت داخل ہے یا نہیں؟

(۲) زید، عمر اور بکر کو مذکورہ رقم بطور مرابحہ یا مضاربت دے کر ان سے زائد رقم لے لے تو جائز ہوگا یا ناجائز یا کیا؟

(۳) زید عمر اور بکر کو بیس اور تیس ہزار کے چک کاٹ چکا ہے، کیا کوئی ایسی صورت نکل سکتی ہے کہ زید گنہگار بھی نہ ہو اور ان دونوں سے زائد رقم بھی لے لے مذکورہ بالا تینوں مسئلوں میں شریعت مطہرہ کیا حکم دیتی ہے؟ **بینوا توجروا۔ المستفتی:** محمد بابو رضا آزاد، پکھولی معافی پوسٹ سنہا بازار، ضلع سدھارتھ نگر یوپی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب (۱-۲-۳) سود لینا اور دینا دونوں ناجائز و سخت گناہ ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے "**اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا**" یعنی اللہ نے بیع کو حلال فرمایا اور سود کو حرام، اھ (سورہ البقرۃ آیت ۲۷۵)۔ حدیث پاک میں ہے "**لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آکل الربوا و مؤکلہ وکاتبہ وشاھدیہ وقال ھم سواء**" اھ (مشکوۃ شریف ص ۲۴۴)

رہا گورنمنٹ کے بینک سے فاضل مال دینے کی شرط پر قرض لینا تو یہ اس شرط کے ساتھ جائز ہے کہ بینک کو جو زائد رقم بنام سود دینی پڑتی ہے اس زائد رقم کے برابر یا اس سے زیادہ نفع کا حصول یقینی طور پر معلوم ہو جب تو فاضل مال دینے کی شرط پر قرض لینا جائز ہے ورنہ ناجائز۔ تفصیل کے لیے فقیہ عصر محقق مسائل جدیدہ حضرت علامہ الحاج مفتی محمد نظام الدین صاحب قبلہ رضوی برکاتی کی تصنیف لطیف "جدید بینک کاری اور اسلام" کا مطالعہ کریں۔

اور زید کا عمر اور بکر کو سود دینے کی شرط پر قرض دینا یقیناً ناجائز ہے کہ قرض دے کر اس سے کسی قسم کا نفع حاصل کرنا سود و حرام ہے، اور یہ حدیث پاک "**کل قرض جر منفعة فھو ربا**" (بیہقی شریف ج ۵ ص ۵۷۳) کے تحت داخل ہے۔

البتہ زید کے لیے سود سے بچنے کی ایک صورت یہ ہے کہ وہ عمر اور بکر سے کوئی چیز خرید لے اور دام میں

انہیں وہی چک دے دے، پھر عمر اور بکر زید سے وہی چیز کچھ متعینہ مدت کے لیے ادھار اتنے ہی دام پر خریدیں جتنا کہ زید چک کو مع زائد رقم کے پہلے دینے کو کہتا تھا، اس طرح زید کو زائد رقم بھی مل جائے گی اور وہ گنہگار بھی نہ ہوگا۔

حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ "ایک نے دوسرے سے قرض طلب کیا وہ نہیں دیتا اپنی کوئی چیز مقرض کے ہاتھ سو روپے میں بیچ ڈالی اس نے سو روپے دیے اور چیز پر قبضہ کر لیا پھر مستقرض نے وہی چیز مقرض سے سال بھر کے وعدہ پر ایک سو دس روپے میں خرید لی یہ بیع جائز ہے مقرض نے سو روپے دیے اور ایک سو دس روپے مستقرض کے ذمہ لازم ہو گئے" اھ (بہار شریعت ح ۱۱ ص ۱۵۶)

فتاوی خانیہ: فصل فیما یکون فرارا عن الربا" میں ہے "رجل طلب من رجل دراهم لیقرضه" بده دوازده" فوضع المستقرض متاعا بین یدی المقرض فیقول للمقرض بعت منك هذا المتاع بمائة درهم فیشتری المقرض و یدفع الیه الدراهم ویأخذ المتاع ثم یقول المستقرض بعنی هذا المتاع بمائة وعشرین فیبیعه لیحصل المستقرض مائة درهم ویعود الیه متاعه ویجب للمقرض علیه مائة وعشرون درهما" اھ (ج ۲ ص ۲۷۹) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — کتبہ: محمد نیاز برکاتی مصباحی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۱۷/ جمادی الاولی ۱۴۲۵ھ

ٹیکس سے بچنے کے لئے بینک سے سودی قرض لینا کیسا ہے؟

ایک ہی سامان کو نقد تین سو میں اور ادھار سوا تین سو میں بیچ سکتا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) تجارت میں انکم ٹیکس سے بچنے کے لیے بینک سے سود دینے کی شرط پر قرض لینا کیسا ہے؟

(۲) زید ایک تاجر آدمی ہے نقد خریدنے والے کو وہ جو سامان تین سو روپے میں دیتا ہے وہی سامان ادھار خریدنے والے کو سوا تین سو روپے میں دیتا ہے کیا مذکورہ صورت میں زید کے لیے نقد اور ادھار لینے والوں کے لیے دو طرح کے دام میں بیچنا جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد ظہیر الدین عثمان پور جلال پور فیض آباد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب (۱) عصر حاضر کے علمائے محققین کثرہم اللہ تعالیٰ کا اس پر اتفاق ہو گیا ہے کہ انکم ٹیکس کی بلا

سے نجات پانے کے لیے بغرض تجارت سود دینے کی شرط پر بینک سے قرض لینا جائز ہے۔ بشرطیکہ بنام سود جو زائد رقم دینی پڑتی ہے وہ زائد رقم ان کم ٹیکس سے وضع ہو جائے یا بینک سے قرض بشرط مال فاضل لینے میں انکم ٹیکس سے کم از کم مال فاضل کے برابر یا اس سے زائد کی بچت ہو۔ تفصیل کے لیے محقق مسائل جدیدہ فقیہ عصر حضرت علامہ الحاج مفتی محمد نظام الدین صاحب قبلہ رضوی برکاتی کی تصنیف لطیف ''جدید بینک کاری اور اسلام'' کا مطالعہ کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) زید کا جو طریقہ کاروبار سوال میں درج ہے کہ نقد خریداروں کو اپنا سامان کم دام پر بیچتا ہے اور ادھار خریداروں کو زیادہ دام پر مثلاً ایک ہی سامان نقد والوں سے تین سو روپے میں اور ادھار والوں سے تین سو پچیس روپے میں یہ جائز ہے۔ نقد اور ادھار کا الگ الگ بھاؤ رکھنا شریعت میں جائز ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا برکاتی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں کہ ''قرضوں بیچنے میں نقد بیچنے سے دام زائد لینا کوئی مضائقہ نہیں رکھتا یہ باہمی تراضی بائع و مشتری پر ہے قال اللہ تعالیٰ: إِلَّا أَن تَكُونَ تِجَارَةً عَن تَرَاضٍ مِّنكُمْ'' اھ (فتاویٰ رضویہ ج ۶ ص ۲۷۴) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — **کتبہ:** محمد نیاز برکاتی مصباحی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۲۱ محرم الحرام ۱۴۲۵ھ

برطانیہ کے بینک میں رقم جمع کرنے پر جو نفع ملتا ہے اس کا لینا جائز ہے یا نہیں؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں مفتیان دین و ملت اس مسئلہ میں کہ برطانیہ بینک میں رقم جمع کرنے پر جو زائد رقم ملتی ہے اس کا لینا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

المستفتی: محمد سلیم رضوی گھیسا، پریسٹن۔ برطانیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب ''برطانیہ بینک'' کے لفظ سے ظاہر یہ ہے کہ وہ بینک حکومت برطانیہ کا ہے اگر ایسا ہی ہے تو بینک والے جو کچھ زائد رقم دیں اس کا لینا جائز ہے بشرطیکہ سود سمجھ کر نہ لے کہ مسلمان اور غیر مسلم کے مابین سود کا تحقق نہیں۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے ''لا ربوا بین المسلم والحربی فی دار الحرب'' اھ (ہدایہ ج ۳ ص ۷۰)

لہٰذا اگر غیر مسلم کا مال بغیر غدر اور بدعہدی کے حاصل ہو مثلاً وہ خود اپنی مرضی سے دے تو اس کا لینا جائز ہے۔

فتح القدیر ج ۶ ص ۱۸۷ میں ہے: ''انما یحرم علی المسلم اذا کان بطریق الغدر (فاذا لم یاخذ شیئا الا بای طریق یأخذہ حل) بعد کونہ برضا۔'' اھ

یہی حکم ان بینکوں کا بھی ہے جو برطانیہ کے خالص غیر مسلموں کے ہوں اور اس میں کوئی مسلمان شریک نہ ہو اور اگر بینک مسلمانوں کا ہے یا بینک میں مسلمان بھی شریک ہوں تو اس زائد رقم کا لینا جائز نہیں۔ مزید تحقیق کے لیے کتاب ''جدید بینک کاری اور اسلام'' کا مطالعہ کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی　　**کتبہٗ:** محمد ہارون رشید قادری کمبولوی، گجراتی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی　　۱۳؍رجب المرجب ۱۴۲۳ھ

مستند اور بڑی کمپنیوں کے شیئر کی خرید و فروخت کا کیا حکم ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت اس مسئلہ میں:

آج کل ریلائنس (Rilainc) ٹاٹا (TATA) برلا (Birla) بڑی بڑی مشہور و نامور کمپنیوں کے شیئرز اس قدر گارنٹی کے ہوتے ہیں کہ اس میں کمپنی کے خسارے میں آنے کی امید بالکل کم ہوتی ہے (جس کا تجربہ کیا اور آزمایا بھی گیا ہے) کہ جس سے شیئر ہولڈرس کا پورا پیسہ ضبط ہو نیز دیگر تجارتوں میں پیسہ لگانے کے مقابل اس شیئر بازار میں پیسہ لگانے میں نفع بھی بہت زیادہ ہے (جس کا بھی تجربہ ہے) تو ایسی مستند اور بڑی کمپنیوں کے شیئرز کی خرید و فروخت از روئے شرع جائز ہے یا نہیں؟ امید ہے کہ تسلی بخش جواب عنایت فرما کر مشکور کریں گے فقط والسلام۔　　المستفتی: نعیم برکاتی برکاتیہ بکڈپو کول پیٹھ ہبلی 580028 کرناٹک

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب سرمایہ کمپنی کے حصص میں شمولیت کا ناجائز و گناہ ہونا فقط کمپنی کے خسارے کی وجہ سے نہیں کہ خسارے میں کم پڑنے والی ٹاٹا، برلا، اور ریلائنس جیسی مستند کمپنیوں کے شیئرز کی خرید و فروخت جائز ہو جائے۔ بلکہ کمپنی کے تمام حصہ داروں کا اپنے ذمہ دوسروں کے سودی قرض کا بار لینے یا کم از کم اس پر رضامند ہونے پر قرض پر سود ادا کرنے کی وجہ سے ہے۔

چنانچہ اس کا حکم شرعی بیان فرماتے ہوئے محقق مسائل جدیدہ حضور مفتی محمد نظام الدین صاحب قبلہ رضوی مدظلہ النورانی رقم طراز ہیں ''سرمایہ کمپنی میں مساوی حصص کے ذریعہ شمولیت شرکت عقد کی ایک خاص قسم شرکت عنان ہے اور ان سے تجارت جائز و درست ہے لیکن ان حصص کا حصول چونکہ ایک ناجائز کام (سود) میں تعاون یا رضامندی کا ذریعہ ہے اس لیے ان کا حصول اور ان کی خرید و فروخت ناجائز و گناہ ہے مسلمانوں پر لازم ہے کہ کمپنی کے کاروبار میں شرکت سے مکمل اجتناب کریں اور جو لوگ اس میں ملوث ہیں وہ فوراً اپنے حصص کسی غیر مسلم سے بیچ کر کنارہ کش ہو جائیں ساتھ ہی توبہ بھی کریں یونہی جو لوگ پہلے بھی ملوث رہے وہ بھی توبہ

کریں۔اھ(شیر بازار کے مسائل ص ۲۸۰ مصنف مفتی محمد نظام الدین رضوی) مزید تفصیل اور دلیل کے لیے کتاب مذکور کا مطالعہ کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
کتبہٗ: فیاض احمد برکاتی مصباحی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی
۲۹/ذوالقعدۃ الحرام ۱۴۲۸ھ

ایک سودی کاروبار سے متعلق سوال

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

زید اور اس کے چند احباب پر مشتمل ایک سوسائٹی ہے، اس سوسائٹی میں زید کے علاوہ دیگر ممبران حربی کافر ہیں اور زید اس سوسائٹی کا ناظم ہے۔

سوسائٹی کے ممبران میں کچھ (۵۰۰) روپیہ اور کچھ (۲۰۰) روپیہ ہر ماہ جمع کرتے ہیں۔ لیکن ممبران نے آپس میں مشورہ کیا کہ اگر یہی طے شدہ رقم ہم بینک یا پوسٹ آفس میں جمع کرتے تو ہمیں کچھ زائد رقم ملتی۔ اور اگر ہم لوگ روپیہ جمع کر کے ضرورت مند ممبران کو روپیہ دے کر طے شدہ مدت میں روپیہ وصول کریں تو یہ سوسائٹی کافی دن نہیں چل سکتی کیوں کہ ہر آدمی چاہتا ہے کہ روپیہ بینک وغیرہ میں جمع کر کے کچھ مال مباح لیا جائے۔

ایسی صورت میں ممبران نے طے کیا کہ جو بھی ممبر اس میں سے جتنا بھی روپیہ لے گا اسے فی سیکڑہ ایک طے شدہ رقم دینی ہوگی جس کو لیے گئے روپیہ کے ساتھ جوڑ دیا جائے گا اور وہ اسے اگر چاہے ایک بار میں ادا کرے یا کئی آسان قسطوں میں (فی سیکڑہ زائد رقم اسی اعتبار سے جوڑی جائے گی جتنے ماہ کے لیے وہ روپیہ لے گا) بعد میں جب پورا سال ختم ہو جائے گا تو جو روپیہ ممبران کے ذریعہ بڑھا ہوا آئے گا اس کو سبھی ممبران کو چاہے کسی نے روپیہ لیا ہو یا نہ، سب کو اس کے جمع روپیہ کے اعتبار سے بانٹ دیا جائے گا۔

بڑھے روپیہ کو سبھی ممبران میں ان کے ذریعہ جمع روپیہ کے اعتبار سے اس لیے بانٹنے کا فیصلہ ہوا کہ کبھی کبھی کوئی ممبر پورے سال ضرورت نہ پڑنے کی وجہ سے روپیہ نہیں لیتا ہے اور کوئی ممبر اپنے جمع روپیہ سے دوگنا یا تین گنا زائد روپیہ بھی لیتا ہے۔ اب زائد روپیہ جو لیا گیا وہ دوسرے ممبران کا ہوتا ہے اس لیے جو ممبر پورے سال روپیہ نہیں لیتا ہے اسے بھی اسی اعتبار سے زائد رقم کا حصہ دیا جاتا ہے۔ اور یہ بھی طے کیا گیا کہ اگر کوئی ممبر اپنی قسط ہر ماہ جو طے ہے نہیں دے گا تو اس سے فی سیکڑہ طے شدہ فائن وصول کیا جائے گا تا کہ سوسائٹی کا نظام نہ بگڑنے پائے اور فائن سے ملی رقم کو بھی اسی طرح جمع روپیہ کے اعتبار سے سب کو دیا جاتا ہے۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا اس طرح کا کاروبار جائز ہے اگر نہیں تو اس کی صورت حال تفصیل سے

لکھیں جو جائز ہو، میں نے فتاوی برکاتیہ کا صفحہ ۳۸۴ سے ۳۸۷ تک پڑھا لیکن اس سوسائٹی کا سوال میرے خیال سے کچھ الگ ہے، ازراہ کرم جواب جلد عنایت فرمائیں۔ المستفتی: حسن شاہ گورکھپور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب صورت مسئولہ میں اگر شرکاء میں صرف زید ہی مسلم ہے اور زید کے علاوہ دیگر ممبران غیر مسلم ہیں تو اس سوسائٹی سے ملی ہوئی زائد رقم کو اس نیت سے لینا جائز ہے کہ وہ سود نہیں ہے، اگر بہ نیت سود ہو تو ناجائز و حرام ہے۔ البتہ مذکورہ سوسائٹی سے روپیہ قرض لے کر اس کو نفع دینا جائز نہیں، رد المحتار باب الربا میں ہے "الظاھر ان الاباحة یفید نیل المسلم الزیادة وقد الزم الاصحاب فی الدرس ان مرادھم حل الرباء والقمار ما اذا حصلت الزیادة للمسلم" اھ (ج۵ ص۱۸۶) ایسا ہی فتاوی برکاتیہ صفحہ ۳۸۵ میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

کتبہ: محمد نیاز برکاتی مصباحی
۲۳ ذوالقعدۃ الحرام ۱۴۲۴ھ

کھیت رہن رکھنا کیسا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان اسلام مندرجہ ذیل مسائل کے بارے میں کہ زید نے اپنی زمین بکر کو دیا اور کہا کہ مجھ کو بیس ہزار روپیہ دو جب تک روپیہ واپس نہ کردوں تم فصل پیدا کرو اور فائدہ حاصل کرو کیا یہ لینا دینا ٹھیک ہے جب کہ زید کو بیس ہزار روپے کی سخت ضرورت ہے اور صورت مذکورہ کے علاوہ کوئی طریقہ نہیں ہے تو اس کی حاجت کیسے پوری ہو۔ بینوا توجروا۔

المستفتی: محمد فاروق مصباحی، برواں پرول پوسٹ سرپتی خرد ضلع کشی نگر یوپی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب زید نے اپنی زمین بکر کو دیا اور کہا کہ مجھ کو بیس ہزار روپیہ دو جب تک میں روپے واپس نہ کروں تم زمین میں فصل پیدا کرو اور فائدہ حاصل کرو تو یہ معاملہ بظاہر رہن کا ہے لیکن شرعی نقطۂ نظر سے قرض بشرط نفع کا ہے یعنی اس میں روپے قرض دے کر مقروض کی زمین سے نفع حاصل کرنے کی شرط ہوتی ہے جو سود و حرام ہے لہٰذا مسلمانوں کا آپس میں یہ معاملہ کرنا ناجائز و گناہ ہے۔

حدیث شریف میں ہے:

کل قرض جر منفعة فھو ربا۔ (کنز العمال ج۶ ص ۲۳۸) رد المحتار میں ہے لا یحل له ان

ینتفع بشی منہ بوجہ من الوجوہ وان اذن لہ الراھن لانہ اذن لہ فی الربا لانہ یستوفی دینہ کاملا فتبقی لہ المنفعۃ فضلا فتکون ربا وھذا امر عظیم" اھ (ج ۵ ص ۱۶۶)

ہاں اگر زید کو بیس ہزار روپے کی سخت ضرورت ہے اور صورت مذکورہ کے علاوہ کوئی طریقہ نہیں تو زید اپنی ضرورت اس طرح پوری کر سکتا ہے کہ جس سے قرض لے اسے کھیت کرایہ پر دے یعنی جہاں ایک بیگہہ کھیت پانچ سو میں ملتا ہو یہ ڈھائی سو مقرر کر کے یہ شرط لگا دے کہ یہ رقم زر قرض سے مجرا ہوتی رہے گی جب کل رقم ادا ہو جائے گی کھیت واپس مل جائے گا اس سے قرض دینے والے کو بھی فائدہ ہوگا کہ پانچ سو کا کھیت اسے ڈھائی سو میں مل جائے گا۔

حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ "بہار شریعت" میں ارشاد فرماتے ہیں "بعض لوگ قرض لے کر مکان یا کھیت کی کچھ اجرت مقرر کر دیتے ہیں مثلاً مکان کا کرایہ پانچ سو روپیہ ماہوار یا کھیت کا پٹہ دس روپیہ کا سال ہونا چاہیے اور یہ طے پاتا ہے کہ یہ رقم قرض سے مجرا ہوتی رہے گی جب کل رقم ادا ہو جائے گی اس وقت مکان یا کھیت واپس ہو جائے گا اس صورت میں بظاہر کوئی قباحت معلوم نہیں ہوتی اگر چہ کرایہ یا پٹہ واجبی اجرت سے کم طے پایا ہو اور یہ صورت اجارہ میں داخل ہے یعنی اتنے زمانہ کے لیے مکان یا کھیت اجرت پر دیا اور زر اجرت پیشگی لے لیا" اھ (ح ۱۷ ص ۳۹) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی　　**کتبہ:** فیاض احمد برکاتی مصباحی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی　　۱۰ ر شعبان المعظم ۱۴۲۷ھ

دبئی میں ایک لاکھ دے کر انڈیا میں ایک لاکھ پانچ ہزار وصول کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

زید نے بکر سے ایک لاکھ درہم دبئی میں بطور قرض لیا بکر نے کہا کہ اس کا زر مبادلہ بارہ لاکھ انڈین ممبئی میں میرے گھر دے دینا جب زید انڈیا پہنچا تو بکر نے زید سے کہا کہ بارہ لاکھ انڈیا میں نہ دے کر اس کا زر مبادلہ ایک لاکھ پانچ ہزار درہم دبئی میں ادا کر دے۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس طرح کا معاملہ کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ جب کہ بکر ایک لاکھ درہم قرض دے کر اس پر پانچ ہزار درہم زائد لے رہا ہے۔　　**المستفتی:** محمد یوسف رضا، کوٹر گیٹ، بھیونڈی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب صورت مذکورہ میں زید بکر کو ایک لاکھ درہم بطور قرض دے کر اس سے پانچ ہزار درہم زائد بطور نفع لینا چاہتا ہے اور قرض دے کر نفع حاصل کرنا سود ہے جو ناجائز و حرام ہے۔

درمختار میں ہے "کل قرض جر نفعاً حرام" (فوق درالمحتار ج۵، ص۱۲۶، فصل فی القرض) واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد وقار علی علیمی
۱۷؍رجب المرجب ۱۴۲۹ھ

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

بی سی کا کاروبار کیسا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان دین وملت اس مسئلہ میں

چند لوگ مل کر آپس میں ایک کمیٹی چلاتے ہیں مثلاً دس افراد پر مشتمل ہوتی ہے ہر ایک اس کمیٹی میں دس دس ہزار روپے ماہ جمع کرتا ہے پھر ان میں سے کسی ایک کو پوری رقم تجارت کے لیے دے دی جاتی ہے پھر یوں ہی دوسرے ماہ بھی جمع ہوتا ہے پھر وہ رقم کسی دوسرے کو دی جاتی ہے لیکن دی گئی رقم کے علاوہ ان سے ہر ماہ کچھ زائد بھی لیا جاتا ہے کسی سے دس فیصد کسی سے پندرہ فیصد شرعاً یہ صورت جائز ہے یا نہیں؟ واضح رہے کہ جو زائد رقم لی جاتی ہے اسے انہیں شرکاء میں کچھ دنوں بعد برابر برابر تقسیم کردیا جاتا ہے، اگر یہ صورت ناجائز ہے تو جواز کی کوئی صورت تحریر فرمائیں۔ بینوا توجروا المستفتی: حاجی محمد حبیب منیہار پوسٹ مقام آلا پھاٹا تعلقہ جنہ، ضلع پونہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب کمیٹی کی یہ اسکیم حرام وگناہ ہے کیونکہ یہ اسکیم سودی قرض پر مشتمل ہے اور سود شرعاً قطعی طور پر حرام وگناہ ہے، سود اس طرح پر ہے کہ کمیٹی جو دس افراد سے قرض کے بدلے میں زائد رقم کسی سے دس فیصد کسی سے پندرہ فیصد کی شکل میں حاصل کر رہی ہے وہ اپنے دیے ہوئے قرض کی بنا پر حاصل کر رہی ہے اور یہی سود ہے جو ناجائز وحرام ہے حدیث پاک میں ہے "کل قرض جر منفعة فهو ربا" (کنز العمال ج۶ ص۲۳۸)

اور فقیہ اعظم حضور صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں "سود لینا دینا حرام ہے قال اللہ تعالیٰ أَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا۔ حدیث میں ہے۔ "لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم اكل الربوا وموكله وكاتبه وشاهديه قال وهم سواء" اھ (فتاویٰ امجدیہ ج۳ ص۲۰۴)

صورت جواز یہ ہے کہ جن افراد کو بطور قرض جتنا روپیہ دیا جائے اتنا ہی ان سے واپس لیں چاہے یک مشت چاہے قسطوار اس سے زائد رقم نہ لی جائے تاکہ اللہ کی لعنت سے بچے رہیں ہاں اگر قرضہ دیتے وقت مقرض نے مستقرض سے زائد رقم نہ ٹھہرائی اور مستقرض نے بطور خود یہ سمجھ کر کہ اس نے ہماری ضرورت کے

وقت رقم دے کر ہمارا کام چلا دیا، یا اس کو صاحب حاجت جان کر یا کسی دیگر وجہ سے کچھ زائد دیا تو یہ ربا نہیں۔
ایسا ہی فتاویٰ امجدیہ ج ۳ ص ۲۱۲ پر ہے واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی　　کتبہٗ: محمد اظہر الدین برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی　　۱۹ محرم الحرام ۱۴۲۳ھ

ابو الکلام آزاد فنڈ سے سودی قرض لینا کیسا ہے؟

مسئلہ حکومت ہند نے اقلیتی طبقہ مثلاً مسلم، سکھ، عیسائی وغیرہم کے مالی تعاون کے لیے ایک ادارہ قائم کیا ہے بنام مولانا ابو الکلام آزاد اقلیتی کارپوریشن۔ جس ادارے سے کم شرح سود پر قرض دیا جاتا ہے تاکہ تجارت کو فروغ دے کر مذکورہ طبقہ کے لوگ بھی ترقی کر سکیں۔ اسی طرح ایجوکیشن قرض کے نام سے اس ادارے کی اسکیم یہ ہے کہ مذکورہ طبقہ کے جو لوگ اپنی غریبی کی وجہ سے اپنے بچوں کو اونچی تعلیم دلا کر ڈاکٹر یا انجینئر وغیرہ نہیں بنا سکتے کم شرح سود پر قرض دے گا تاکہ وہ اونچی تعلیم حاصل کر سکیں اور اپنی غریبی دور کر کے ترقی کر سکیں۔ تو کیا اس ادارے سے مسلمان قرض لے کر اپنی مذکورہ ضرورتوں کو پوری کر سکتا ہے جب کہ اس کے پاس اپنی تجارت کو فروغ دینے کے لیے دوسرے ذرائع نہیں ہیں یا اپنے بچوں کو اونچی تعلیم دلانے کے اسباب نہیں ہیں؟　　المستفتی: محمد واثق رضوی استاذ جامعہ اہل سنت صادق العلوم ناسک سٹی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب یہ ادارہ اگرچہ کم شرح سود پر قرض دیتا ہے جب بھی مسلمانوں کو اس سے قرض لینا حرام و گناہ ہے ردالمحتار میں فتح القدیر سے ہے: "قد الزم الاصحاب فی الدرس انّ مرادھم من حل الربا ما اذا حصلت الزیادۃ للمسلم نظرا الی العلۃ۔" اھ (ج:۷، ص:۴۲۳، باب الربا)

لہٰذا اپنی تجارت کو فروغ دینے یا اعلیٰ تعلیم کے لیے اس سے یا اس طرح کے دوسرے مالی اداروں سے سودی رقم لینے کی اجازت نہیں اس لیے کہ قرض پر نفع دینے کی اجازت نہیں۔ ہاں اگر واقعی ضرورت شرعی رکھتا ہو کہ اس کے بغیر کام نہ چل سکے گا ایسا محتاج ہے کہ اپنے اہل و عیال کے لیے روٹی کپڑا ابھی جمع نہیں کر پاتا ہے تو اس وقت بقدر ضرورت سودی قرض لینے کی اجازت ہو سکتی ہے۔ "الاشباہ والنظائر" میں ہے: یجوز للمحتاج الاستقراض بالربح۔" اھ (الفن الاول القاعدۃ الخامسۃ ص:۱۰۰) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی　　کتبہٗ: محمد ارشد انور مصباحی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی　　۷ ذی القعدۃ الحرام ۱۴۲۹ھ

کھیت رہن رکھنا کیسا ہے؟ ہندو کا کھیت رہن پر لے تو؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت اس مسئلہ میں:

بکر نے زید سے کچھ روپے لے کر اس کے پاس اپنا کھیت اس شرط پر رہن رکھا کہ تم کھیت سے فائدہ اٹھاتے رہو جب ہم تمہارے پورے روپے واپس کردیں گے تو تم ہمارا کھیت واپس کردینا تو رہن کی یہ صورت جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر جائز نہیں تو بکر کی ضرورت کیسے پوری ہو۔ اور اگر ہندو کافر کا کھیت رہن لیا تو اس سے فائدہ حاصل کرنا کیسا ہے؟ بینوا و توجروا

المستفتی: نیاز احمد مقام شیو پوری، پوسٹ سیوتری بازار، ضلع مہراج گنج (یوپی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب یہ معاملہ بظاہر رہن کا ہے لیکن شرعی نقطہ نظر سے قرض بشرط نفع کا ہے۔ یعنی روپے قرض دے کر مقروض کی زمین سے نفع حاصل کرنے کی شرط ہوتی ہے اس لیے مسلمان مسلمان کے درمیان یہ کاروبار ناجائز ہے۔ حدیث شریف میں ہے: کل قرض جر منفعة فهو ربا"۔ اور درمختار میں ہے: "لا الانتفاع به مطلقا لا باستخدام ولا سكنى ولا لبس واجارة ولا اعارة سواء كان من مرتهن او راهن" اھ (ص ۴۸۲، ج ۶)

لہٰذا بکر کا زید سے کچھ روپے لے کر اپنا کھیت اس کے پاس اس شرط پر رہن رکھنا کہ تم کھیت سے فائدہ اٹھاتے رہو اور جب ہم تمہارے پورے روپے واپس کردیں گے تو تم ہمارا کھیت واپس کردینا یہ ناجائز وحرام ہے۔

ہاں حل کی ایک صورت یہ ہے کہ بکر جس سے قرض لے اسے کھیت کرایہ پر دے۔ یعنی اگر مناسب کرایہ سالانہ پانچ سو روپے بیگھہ ہو تو دو ڈھائی سو میں دے ڈالے۔ اس سے قرض دینے والے کو بھی فائدہ ہوگا کہ پانچ سو کا کھیت اسے دو ڈھائی سو میں مل جائے گا۔ اور یہ رقم زر قرض سے مجرا ہوتی رہے گی جب کل رقم ادا ہو جائے گی کھیت واپس مل جائے گا۔

حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں "بعض لوگ قرض لے کر مکان یا کھیت رہن رکھ دیتے ہیں اور مکان یا کھیت کی کچھ اجرت مقرر کردیتے ہیں۔ مثلاً مکان کا کرایہ پانچ روپے ماہوار یا کھیت کا پٹہ دس روپے سال ہونا چاہیے اور طے یہ پاتا ہے کہ یہ رقم زر قرض سے مجرا ہوتی رہے گی جب کل رقم ادا ہو جائے گی اس وقت مکان یا کھیت واپس ہو جائے گا۔ اس صورت میں بظاہر کوئی قباحت نہیں معلوم ہوتی اگرچہ کرایہ یا پٹہ واجبی اجرت سے کم طے پایا ہو اور یہ صورت اجارہ میں داخل ہے یعنی اتنے زمانہ کے لیے مکان یا کھیت اجرت پر دیا اور زر اجرت پیشگی

لے لیا" اھ (بہار شریعت، ص ۳۹، حصہ ۱۷) ہاں غیر مسلم کا کھیت رہن میں لے کر اس سے فائدہ حاصل کرنا جائز ہے کہ یہ انتفاع اسی کی رضا سے ہے اور مرتہن کی طرف سے کوئی غدر و بدعہدی بھی نہیں۔ ہدایہ باب الربا میں ہے "لان مالهم مباح فی دارهم بأی طریق اخذه المسلم اخذ مالا مباحا اذا لم یکن فیه غدر" (ص ۷۰، ج ۲) اور ایسا ہی فتاویٰ امجدیہ سوم ص ۲۴۴ میں بھی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی　　کتبہ: محمد شمس الدین احمد علیمی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی　　۱۰ ربیع النور ۱۴۲۶ھ

کمیٹی یا ڈسی چلانا اس میں شریک ہونا اس پیسے سے حج کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت اس مسئلہ میں:

بکر جو کہ غیر مسلم ہے اس نے رقم مجموعی طور پر محصول ہو اس کی ایک صورت بنائی جو کہ چند لوگوں پر مشتمل ہے۔ دہلی شہر میں اس کو کمیٹی اور شہر ممبئی میں غالباً ڈسی کے نام سے جانا جاتا ہے۔ کبھی اس کمیٹی میں سارے لوگ غیر مسلم ہوتے ہیں اور کبھی مسلم اور غیر مسلم دونوں ہوتے ہیں۔

زید چوں کہ مسلم ہے اور ایسی کمیٹی میں برابر شریک رہتا ہے کمیٹی کھلنے کی تاریخ مقرر ہوتی ہے، بعدہٗ رقم وصول ہوتی ہے جس کو جیسی ضرورت ہوتی ہے تو وہ اتنے گھاٹے پر اٹھا کر اپنی حاجت پوری کر لیتا ہے، زید بہت بڑا تاجر ہے اس نے کئی بار کمیٹی کھولی اور اٹھا کر اپنی تجارت میں لگایا، تجارت میں اس کو کافی ترقی ملی یہاں تک کہ صاحب نصاب ہو گیا اور حتی الامکان دینی و دنیوی امور میں صرف کرنے کے ساتھ مال کی زکاۃ بھی نکالتا ہے۔ فی الحال استطاعت ہے کہ حج کرے۔

لہٰذا دریافت طلب ایں کہ زید مذکورہ رقوم محصول کے ذریعہ اپنے والدین کریمین کو حج کے لیے بھیجنا چاہتا ہے، آیا عبادت خدا یعنی حج بیت اللہ کر سکتا ہے یا کروا سکتا ہے کہ نہیں؟ نیز ایسی کمیٹی میں مسلم کی شرکت جائز ہے یا نہیں اور جواز و غیر جواز دونوں کی کیا صورت ہے تحریر فرمائیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد اقلیم رضا قادری نظامی، مدرسہ اہل سنت شمس العلوم، منگول پوری، نئی دہلی ۸۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب مذکورہ کمیٹی کا کاروبار سود پر مشتمل ہے جو بلاشبہ ناجائز و سخت حرام ہے۔ اللہ تبارک تعالیٰ کا ارشاد ہے: "اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا" اھ یعنی اللہ نے بیع کو حلال فرمایا اور سود کو حرام۔ (پ ۲ سورۃ البقرۃ، آیت ۲۷۵) اور حدیث پاک میں ہے: لعن رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم آکل

الربوا وموكله وکاتبه وشاهدیه وقال هم سوء"اھ (مشکوۃ شریف ص ۲۴۴) اس کی وجہ کمیٹی کا طریقہ کار ہے کہ مثلاً دس آدمی اس طرح کام کرتے ہیں کہ ہر ماہ دس ہزار روپے جمع کرتے ہیں جب ایک لاکھ روپے ہو جاتے ہیں تو وہ لوگ اس کی آپس میں بولی لگاتے ہیں مثلاً زید نے کہا نوے ہزار، بکر نے کہا اسی ہزار، خالد نے کہا پچہتر ہزار، تو پچہتر ہزار پر بولی ختم ہوگئی، خالد نے ایک لاکھ میں سے پچہتر ہزار لے لی باقی پچیس ہزار کو ڈھائی ڈھائی ہزار سب نے بانٹ لیا اسی طرح دسوں آدمی ہر ماہ کرتے ہیں۔ عام طور پر کمیٹی یا بسی میں یہی طریقہ کار رائج ہے۔ جس کمیٹی کے تعلق سے سوال دریافت کیا گیا ہے اگر اس کا بھی طریقہ کار یہی ہے تو یہ معاملہ بلاشبہ ناجائز ہے کہ اس میں قرض دے کر سود لینے دینے کی شرط ہے۔ حدیث پاک میں ہے: کل قرض جر منفعة فهو ربا"اھ (بیہقی شریف ج ۵، ص ۵۷۳)

لہٰذا ایسی کمیٹی کا کاروبار ناجائز وحرام ہے اور اس میں مسلمان کی شرکت ناجائز ہے۔

اور مال حرام سے حج کرنا جائز نہیں اگر کیا تو حج مقبول نہ ہوگا البتہ فرض ساقط ہوگا۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا برکاتی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں کہ: حرام مال کا اس (حج) میں صرف کرنا حرام ہے اور وہ حج قابل قبول نہ ہوگا اگرچہ فرض ساقط ہو جائے گا۔ حدیث شریف میں ارشاد ہوا جو مال حرام لے کر حج کو جاتا ہے جب وہ لبیک کہتا ہے فرشتہ جواب دیتا ہے: لا لبيك ولا سعديك وحجك مردود عليك حتى ترد ما في يديك۔"اھ یعنی نہ تیری حاضری قبول نہ تیری خدمت مقبول اور تیرا حج تیرے منہ پر مردود جب تک کہ تو یہ مال حرام جو تیرے ہاتھوں میں ہے واپس نہ دے۔"اھ (فتاویٰ رضویہ ج ۴، ص ۶۸۵)

اور ردالمحتار: "مطلب فيمن حج بمال حرام" میں ہے: "قال في البحر ويجتهد في تحصيل نفقة حلال فإنه لا يقبل بالنفقة الحرام كما ورد في الحديث مع أنه يسقط الفرض عنه معها ولا تنافي بين سقوطه وعدم قبوله فلا يثاب لعدم القبول۔"اھ (ج ۲، ص ۴۵۶)

لہٰذا اگر خالص اسی روپے سے کیا جو کمیٹی سے لیا ہے تو اس روپے سے حج کرنا جائز نہیں ہاں اگر اس روپے کے ذریعہ تجارت کیا۔ اور تجارت اس طریقہ پر کی کہ عقد ونقد دونوں مال حرام پر جمع ہوئے یعنی حرام روپیہ دکھا کر سامان تجارت خریدا پھر وہی حرام روپیہ اس کو دے دیا یا پہلے ہی وہ حرام روپیہ دوکاندار کو دیا اور اس کے بدلے سامان تجارت خریدا تو وہ مطلقاً حرام وخبیث ہے اس سے تجارت حرام وناجائز ہے۔

اگر عقد ونقد دونوں مال حرام پر جمع نہ ہوئے مثلاً مطلقاً سامان خریدا اور قیمت میں وہی حرام روپیہ دے دیا، یا حرام روپیہ دکھا کر خریدا مگر قیمت دیتے وقت دوسرا روپیہ دیا تو وہ خریدا ہوا سامان پاک ہے اور اس سے تجارت کرنا جائز ہے۔ البتہ ایسی تجارت سے احتراز کرنا چاہیے۔ اس لیے اگر زید نے مذکورہ طریقہ جواز کے نہج

پر تجارت کی تو اس کے ذریعہ حاصل شدہ آمدنی سے حج کرنا اور والدین کو حج کرانا جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — کتبہٗ: محمد نیاز برکاتی مصباحی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — یکم ربیع الاول ۱۴۲۵ھ

جیون بیمہ جائز ہے یا نہیں؟ کیا اس سے حاصل آمدنی حلال ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت اس مسئلہ میں کہ ہندوستان میں لائف انشورنس یعنی زندگی بیمہ جائز ہے یا ناجائز؟ نیز زندگی بیمہ سے جو آمدنی ہوتی ہے وہ حلال ہے یا حرام عندالشرع کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔ المستفتی: محمد ضیاء الحق قادری، مکان نمبر ۱۵، ۲، ۱-۱- کاچی وارہ۔ اورنگ آباد، مہاراشٹر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب ہندوستان میں لائف انشورنس یعنی زندگی بیمہ کرانا جائز ہے مگر ہر شخص کو اجازت نہیں صرف اسی کو اجازت ہے جس کو اپنی موجودہ مالی حالت کے ساتھ تین سال کی مقررہ یا اس کے بعد کی مدت موسعہ تک تین سال کی تمام قسطیں جمع کرنے کا ظن غالب ملحق بالیقین ہو اور جس کی موجودہ مالی حالت مدت موسعہ تک تین سال کی پالیسی قائم رکھنے کے قابل نہیں اس کا ظن غالب ملحق بالیقین نہیں تو ایسے شخص کو بیمہ پالیسی کی اجازت نہیں۔ (صحیفہ فقہ اسلامی ص ۳۲)

زندگی بیمہ سے حاصل شدہ آمدنی حلال ہے اسے اپنے دینی و دنیوی امور میں صرف کرنا بھی جائز ہے کہ وہ نفع حقیقت میں سود نہیں بلکہ ایک جائز مال ہے جو مالک کی رضا سے ملتا ہے۔ تحقیق وتفصیل کے لیے رسالہ ''جدید بینک کاری اور اسلام'' کا مطالعہ کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — کتبہٗ: محمد ارشد رضا نظامی مصباحی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۱۱ر صفر المظفر ۱۴۲۴ھ

سودی کاروبار والی کمیٹی کا ممبر بننا کیسا ہے؟ مال حرام سے حج کیا تو ہوا یا نہیں؟ کمیٹی میں جو روپے جمع ہوئے اس میں سے دو سو کاٹ کر باقی واپس کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت اس مسئلہ میں:

یہاں کاٹھیاواڑ میں زید نے ایک کمیٹی تشکیل دی ہے اور اس کے تحت ایک تجارتی اسکیم نکالی ہے جس میں ۱۷۸۶ ممبران بنائے جائیں گے ہر ممبر سے ماہانہ ایک سو روپے وصول کریں گے ہر ممبر اٹھارہ ماہ تک

سوروپے بھرتا رہے گا جن سے کل رقم ۳۲۱۴۸۰۰ ربتیس لاکھ چودہ ہزار آٹھ سو جمع ہوگی اب اس رقم سے ہر مہینہ قرعہ اندازی کرکے دس افراد کے نمبر نکالے جائیں گے اوران کو ایک ایک انعام دیا جائے گا۔مثلاً میز، کرسی، پلنگ، وغیرہ چیزیں۔

☆ آخر میں یعنی اٹھارہ مہینہ کے بعد پھر قرعہ اندازی کرکے آٹھ افراد کو حج بیت اللہ اور زیارت روضہ اقدس کے لیے نمبر نکالا جائے گا۔

☆ اب باقی جو ممبر رہ گئے ہیں ان تمام کو اجمیر شریف لے جائیں گے۔

☆ جس ممبر کو اجمیر شریف نہیں جانا ہے اس کو اس کی جمع کی گئی رقم روپیہ ۱۸۰۰ر میں سے دوسو روپیہ کاٹ کر ۱۶۰۰ رروپیہ واپس کیا جائے گا (کمیٹی کا کہنا ہے کہ کارڈ چھپوانے، ملازمین کی تنخواہ اور دیگر اخراجات شامل کرکے یہ ۲۰۰ رروپیہ کاٹ لیا جائے گا) اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ

(۱) ایسی کمیٹی کا ممبر بنا کیسا ہے؟ (۲) آٹھ افراد کو قرعہ اندازی کرکے حج کے لیے بھیجنا کیسا ہے؟

(۳) جو لوگ حج کے لیے جائیں گے اگر ان پر حج فرض ہو تو فرض ادا ہوگا یا نہیں؟

(۴) کمیٹی کا ۲۰۰ رروپیہ کاٹ لینا کیسا ہے؟

(۵) مذکورہ تمام اخراجات کے بعد جو روپے بچ گئے کمیٹی کے اراکین کا آپس میں مشترکہ ان روپیوں کو تقسیم کرلینا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

المستفتی: محمد اشرف رضوی خادم دارالعلوم غوث اعظم پوربندر (گجرات)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب (۱) مذکورہ کمیٹی کا ممبر بنا جائز نہیں کہ یہ صورت فی الواقع جوابازی کی ہے جو بلاشبہ حرام ہے اور اس طرح کا عقد محض باطل ہے کہ یہ عقد کی کسی قسم میں داخل نہیں محض ایک امید موہوم پر پانسا ڈالنا ہے جو سخت حرام ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے "وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ اه (سورۂ بقرہ آیت ۲۱۹)

علاوہ ازیں اس میں ضیاع مال کا قوی اندیشہ بھی ہے کہ ایسی کمیٹیاں عموماً متعینہ مدت پوری ہونے سے پہلے ہی راہ فرار اختیار کرلیتی ہیں جیسا کہ بارہا سننے میں آیا ہے واللہ تعالیٰ اعلم

(۲/۳) اس پیسے سے حج کرنا اور حج کے لیے بھیجنا ناجائز ہے کہ مال حرام سے کیا گیا حج مقبول نہیں اور نہ اس پر کوئی ثواب، البتہ فرض ذمہ سے ساقط ہوجائے گا۔ردالمحتار "کتاب الحج" میں ہے "انه لا يقبل بالنفقة الحرام كما ورد في الحديث مع انه يسقط الفرض عنه معها ولا تنافي بين سقوطه

وعدم قبوله فلا یثاب لعدم القبول" اھ (ص ۴۵۶، ج ۲) واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۵/۴) کمیٹی کا ۲۰۰/ روپیہ کاٹ لینا نیز بچے ہوئے روپیوں کا آپس میں تقسیم کر لینا جائز نہیں وجہ یہ ہے کہ کمیٹی نے یہ روپے تجارت کے لیے لیے جس کے باعث یہ روپے اس کے ذمہ قرض ہوئے اور قرض کو مکمل واپس کرنا فرض ہے اور کچھ روک لینا اکل مال بالباطل ہے۔ جو حرام اشد حرام ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَیْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ" اھ (سورۂ نساء آیت ۲۹) واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی　　　　کتبہٗ: محمد فیض قادری مصباحی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی　　　　۲۶/ ربیع الآخر ۱۴۲۶ھ

تجارت کے لئے ایک لاکھ اس شرط پر قرض دیا کہ قرض لینے والا ہر ماہ دو ہزار دے گا۔ صحیح ہے یا نہیں؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت اس مسئلہ میں:

زید نے خالد کو ایک لاکھ روپے تجارت کے لئے دیئے کہ تم اس سے تجارت کرو ہمیں ہر ماہ دو ہزار روپے بطور نفع دیتے رہنا، واضح رہے کہ یہ تجارت ایسی ہے کہ اس میں نفع ضرور ہوگا کیا یہ شرعاً جائز ہے؟ اگر جائز نہیں تو جواز کی صورت کیا ہوسکتی ہے؟ تحریر فرمائیں۔ بینوا توجروا۔ المستفتی: عبدالماجد، پنجم گوا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب زید اور خالد کا یہ معاملہ قرض بشرط سود کا معاملہ ہے جو قطعاً حرام وگناہ ہے اس لئے زید اور خالد دونوں گنہگار اور مستحق عذاب نار ہوئے۔ اس کے بارے میں حدیث پاک کے الفاظ بہت واضح ہیں، ارشاد رسالت ہے: "کل قرض جر منفعة فهو ربا" یعنی قرض کی وجہ سے جو نفع حاصل کیا جائے وہ سود ہے۔ (کنز العمال ص ۲۳۸، ج ۶، فصل فی لواحق کتاب الدین)

ہاں شرعی اصول وضوابط کی روشنی میں اس کے جواز کی سب سے آسان یہ صورت اپنائی جاسکتی ہے کہ زید خالد کو ایک لاکھ روپے بطور قرض دیدے اور ایک روپیہ بطور شرکت عنان دیدے یعنی خالد کی طرف سے ایک لاکھ روپے تجارت میں لگے جو زید نے اسے قرض دئے اور زید کی طرف سے صرف ایک روپیہ لگا، اب شرکت اس طرح کریں کہ تجارت دونوں کریں گے اس کے بعد تجارت اگرچہ خالد تنہا کرتا رہا اس میں کوئی حرج نہیں اس سے شرکت باطل نہ ہوگی اور نفع فی صد (پرسنٹ) کے لحاظ سے طے کرلیں ورنہ یہ شرکت بھی ناجائز ٹھہرے گی۔ خدانخواستہ تجارت میں اب اگر نقصان ہوا تو ظاہر ہے کہ زید کا صرف ایک روپیہ ہے بقیہ سارا روپیہ خالد کا ہے تو خسارہ اس کا ہوگا نہ کہ زید کا

کیونکہ جو کچھ روپیہ زید نے خالد کو دیا ہے قرض ہے جو اس سے وصول کرے گا، در مختار میں ہے:

"ومن حيل الضمان ان يقرضه المال الا درهما ثم يعقد شركة عنان بالدرهم و بما اقرضه على ان يعملا و الربح بينهما ثم يعمل المستقرض فقط فان هلك فالقرض عليه و كون الربح بينهما شائعا فلوعين قدراً فسدت و كون نصيب كل منهما معلوما عند العقد اه ملخصا (فوق ردالمحتار ص ۶۴۶، ج ۵ كتاب المضاربة) والله تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — کتبہ: محمد حسین رضوی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۱۳ ربیع الآخر ۱۴۱۸ھ

قرض دار خوشی سے کچھ زائد رقم دے تو اسے لینا اور مسجد میں لگانا کیسا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت اس مسئلہ میں:

ہم چند مسلم بچوں نے مل کر ایک کمیٹی بنائی ہے جس میں سو روپے ماہانہ ہم جمع کرتے ہیں۔ اور بینک میں رکھ دیتے ہیں اور ہم ایک سال کے بعد ضرورت مند مسلمان بھائیوں کو بطور قرض حسن دیتے ہیں۔ اس شرط پر کہ آپ بھی کمیٹی میں شامل ہو جائیں اور سو روپے ماہانہ بھرتے رہیں اور قرضے کی ادائیگی کی صورت یہ کہ سو روپے مہینے بھرتے رہیں یعنی سو روپے ماہانہ کمیٹی میں شامل ہونے کا اور سو روپے ماہانہ قرضے کی آدائیگی کا۔ اس طرح دو سو روپے مہینے سے بھرتے رہیں۔ اب آیا یہ کہ ہم کو بینک بھی سود دیتا ہے۔ اور جس مسلمان بھائی کو ہم روپے دیتے ہیں تو وہ واپس کرتے وقت کچھ زائد رقم دیتا ہے اپنی خوشی سے یعنی اگر ہم ایک ہزار دیتے ہیں تو وہ واپس کرتے وقت گیارہ سو روپے دیتا ہے۔ اس طرح ہمارے پاس کافی روپے جمع ہو گئے ہیں۔ اب ہم چاہتے ہیں کہ یہ روپے مسجد کی تعمیر میں خرچ کریں تو ہم تعمیر مسجد میں یہ روپے خرچ کر سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

المستفتی: حافظ سید محبوب قادری، چکلہ آمبہ شریف، تعلقہ گیورائی، ضلع بیڑ (مہاراشٹر)

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب مسلمان بھائیوں کو قرض دے کر ان کی ضرورت پوری کرنا کار ثواب ہے۔ حدیث شریف میں ہے: "الله فى عون عبده ما كان العبد فى عون اخيه" (مسلم ص ۳۴۵، ج ۲) لیکن قرض دے کر کسی بھی صورت میں قرض کی وجہ سے مشروط نفع لینا سود ہے جو حرام و گناہ ہے۔ حدیث شریف میں ہے: "كل قرض جر نفعا فهو ربوا۔" ہاں قرض ادا کرتے وقت مستقرض اپنی خوشی سے بغیر کسی شرط کے کچھ زائد رقم دے دے تو یہ سود نہیں ہے۔ جیسا کہ حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں:

"کان لی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم دین فقضانی وزادنی" یعنی میرا کچھ قرضہ حضور کے ذمہ تھا حضور نے اسے ادا فرمایا اور زیادہ دیا۔ (بخاری ص ۳۲۲، ج۱)

لہٰذا اس زائد رقم کو تعمیر مسجد میں صرف کرنا جائز ہے۔ اور اگر زبانی یا تحریری قرض سے زیادہ دینے کی شرط نہ ہو، لیکن عرف قائم ہو کہ قرض دیتے ہیں تو اس پر کچھ زیادہ لیتے ہیں تو یہ عرف بھی شرط کے درجے میں ہوگا۔ اس تقدیر پر اگرچہ اس زائد رقم کا عقد میں ذکر نہ ہوا مگر المعروف کالمشروط کے تحت میں داخل ہو کر وہ رقم سود ونا جائز ہوگی کہ "کل قرض جر نفعا فهو ربوا" اب ان میں سے جو شق آپ کی کمیٹی کے موافق ہو اس کے حکم پر عمل کریں۔

واضح رہے کہ یہاں کی حکومت کے بینکوں میں روپے جمع کرنے پر جو زائد رقم ملتی ہے وہ شرعی نقطۂ نظر سے سود نہیں، بلکہ ایک مال مباح ہے جو مالک کی رضا سے ملتا ہے۔ لہٰذا اسے سود نہ کہا جائے۔ اسے تعمیر مسجد میں صرف کرنا جائز ہے اگرچہ دینے والا سود سمجھ کر دے۔

ہدایہ: "باب الربوا" میں ہے: "لا ربوا بین المسلم والحربی فی دار الحرب" اھ (ص ۷۰، ج ۲) واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

کتبہ: محمد صابر حسین قادری مصباحی

۱۸ ربیع الغوث ۱۴۲۷ھ

سودی پیسے سے بلڈنگ بنا کر مدرسہ پر وقف کیا تو اس میں تعلیم دینا اور اسے مدرسہ بنانا کیسا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت ان مسائل میں

اگر کوئی شخص سودی کاروبار کرتا ہے اور اس کے منافع سے کوئی بلڈنگ بنا کر کسی دینی ادارے میں وقف کرتا ہے تو اس عمارت میں دینی کام انجام دینا کیسا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نور محمد مائل رضوی چورو راجستھان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب سودی کاروبار تو یقیناً حرام وگناہ ہے رہ گیا اس کے منافع سے بلڈنگ بنانا تو عین حرام روپے بلڈنگ میں استعمال نہیں ہوتے ہاں ان سے اسباب خریدے جاتے ہیں مگر عام طور پر خریداری کے وقت عقد ونقد دونوں جمع نہیں ہوتے اس لئے حکم شرعی یہ ہے کہ بلڈنگ میں مال حرام کی نحوست اثر انداز نہ ہوگی

وہ بلڈنگ پاک ہے اور اس میں تعلیم دینا اور اسے مدرسہ بنانا جائز و روا ہے۔

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں "اگر مال حرام دکھا کر خریدیں اور قیمت دیتے وقت مال حلال دیا یا مال حلال دکھا کر خریدیں اور قیمت دیتے وقت مال حرام دیا یا خریدتے وقت کوئی مال نہ دکھایا تھا صرف مطلقاً خریداری کر لی مثلاً یوں کہا کہ ایک روپیہ کی یہ چیز دے دے جب اس نے دے دی تو اس کی قیمت مال حرام سے ادا کر دیں ان تینوں صورتوں میں اگرچہ علماء کا اختلاف ہے مگر فتویٰ امام کرخی کے قول پر دیا گیا ہے کہ ان صورتوں میں بھی وہ اشیاء اس رنڈی کے لئے حلال ہوں گی ان وجوہ پر خرید کر مسجد میں لوٹے چٹائی وغیرہ رکھے گی تو ان لوٹوں سے وضو اور اس چٹائی پر نماز کے جواز کا حکم دیں گے۔

ہاں اگر عقد و نقد دونوں مال حرام میں جمع ہوں یعنی حرام ہی روپیہ دکھا کر کہے کہ اس کے عوض دے دے اور قیمت میں دے بھی وہی حرام روپیہ تو اس قول مفتی بہ پر بھی وہ شی حرام و خبیث رہے گی اور اس میں تصرف ناجائز ہوگا مگر آج کل بیع و شراء میں غالباً یہ صورت واقع نہیں ہوتی تنویر الابصار میں ہے "تصدق اذا كان متعينا او شرى بدراهم الوديعة اوالغصب ونقدها وان اشار اليها ونقد غيرها اواطلق ونقدها لا وبه يفتى" اھ (فتاویٰ رضویہ ص ۲۳۳ ج ۸ کتاب الغصب) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — کتبہ: محمد سفیر الحق الرضوی النظامی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی، برکاتی — ۷ / شعبان المعظم ۱۴۳۲ھ

■❖■

بَابُ الْقَضَاءِ

قضا کا بیان

قضا کا مستحق کون ہے؟ کیا خاندانی قاضی قاضیٔ شرع ہیں یہ جمعہ وغیرہ کی امامت کر سکتے ہیں؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت اس مسئلہ میں:

قاضی شرع کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے اور اس کے کیا کیا شرائط ہیں؟ کچھ لوگ خاندانی قاضی ہونے کی وجہ سے اپنے آپ کو قاضی شرع کا مستحق سمجھتے ہیں اور عیدین کی نماز بھی پڑھاتے ہیں جب کہ یہ خاندانی قاضی عالم، حافظ، قاری بھی نہیں ہوتے۔ مسلمانوں کو ایسے قاضی کی اقتداء میں نماز عیدین پڑھنا کیسا ہے اور مسائل شرعیہ کے لیے رجوع کرنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد منظور عالم خان، روشن نگر (اے) کھجورانہ، اندور (ایم پی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب آج کے دور میں جب کہ بادشاہ اسلام نہیں تو ہر محلے اور علاقے کا قاضی شرع وہ سنی صحیح العقیدہ عالم دین وفقیہ ہے جو مرجع فتویٰ ہو اور اپنے علاقے میں مسائل فقہ کا سب سے بڑا عالم و ماہر ہو، مسلمانوں پر واجب ہے کہ اپنے کاموں میں اس کی طرف رجوع کریں اور اس کے حکم پر چلیں۔ الحدیقۃ الندیہ شرح الطریقۃ المحمدیہ میں ہے" اذا خلا الزمان من سلطان ذی کفایۃ فالامور موکلۃ الی العلماء ویلزم الامۃ الرجوع الیھم ویصیرون ولاۃ فاذا عسر جمعھم علی واحد استقل کل قطر باتباع علمائه فان کثروا فالمتبع اعلمھم فان استووا اقرع بینھم" (ص ۳۵۱) ایسا ہی فتاویٰ رضویہ ص ۳۲۹، ج ۷ میں بھی ہے۔

اور خاندانی قاضی جو کہ عالم دین نہیں ہوتے وہ قاضی شرع نہیں مسلمانوں کا مسائل شرعیہ میں ایسے قاضی کی طرف رجوع کرنا ناجائز وحرام ہے۔ اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر فرماتے

ہیں۔" جاہلوں کو حاکم شرع بنانا حرام ہے اور وہ جو خلاف شرع حکم دیتے ہیں اس کا ماننا حرام ہے۔"

(فتاوی رضویہ مترجم ص ۱۴۷، ج ۲۳)

حدیث پاک میں ہے "من افتی بغیر علم لعنته ملائکة السماء والارض" یعنی جو شخص بغیر علم کے لوگوں کو مسائل شرعیہ بتاتا ہے اس شخص پر زمین وآسمان کے فرشتے لعنت بھیجتے ہیں۔

(کنز العمال ص ۱۹۳، ج ۱۰)

اور رہا اس کی امامت کا مسئلہ تو اگر مسائل نماز وطہارت سے بخوبی واقف ہو اور بقدر واجب قرأت صحیح مخارج حروف کے ساتھ کر لیتا ہو ساتھ ہی اعلم علمائے بلد جو منصب قضا پر منجانب اللہ فائز ہے وہ اسے امام جمعہ وعیدین مقرر کر دے، اور جہاں ایسا قاضی نہ ہو وہاں بضرورت عام مومنین اسے امام جمعہ وعیدین مقرر کر لیں تو اس کی اقتدا میں نماز جمعہ وعیدین درست ہے ورنہ نہیں۔ درمختار میں ہے:

"والاحق بالامامة الاعلم باحكام الصلاة فقط صحة وفسادا بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة، وحفظه قدر فرض" (ص ۵۵، ج ۱، باب الامامة)

اسی میں ہے: "ويشترط لصحتها السلطان او مامورة باقامتها او نائبه، لو صلى احد بغير اذن الخطيب لا يجوز الا اذا اقتدى به من له ولاية الجمعة، وقالوا يقيمها امير البلد ثم الشرطي ثم القاضي ثم من ولاه قاضي القضاة ونصب العامة الخطيب غير معتبر مع وجود من ذكر اما مع عدمهم فيجوز للضرورة اھ ملخصا (ص ۱۳۷ تا ۱۴۳، ج ۲، باب الجمعۃ) واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہٗ: محمد غلام نبی نظامی علیمی
۲۵ / ربیع الغوث ۱۴۲۶ھ

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

قاضی کے انتخاب اور قاضی بورڈ کے قیام کا کیا طریقہ ہے؟ نیپال سے متصل ہندوستانی ضلعوں کے قاضی کا اعلان نیپال والوں کے لئے واجب العمل ہے یا نہیں؟ اگر ملک کا کوئی چیف قاضی نہ ہو تو کیا وہاں کے علما وعوام گنہگار رہوں گے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت اس مسئلہ میں:

(۱) قاضی کے انتخاب کا شرعی طریقہ کیا ہے؟ (۲) قاضی بورڈ کے قیام کا شرعی طریقہ کیا ہے؟

(۳) نیپال سے لگے ہوئے ہندوستان کے اضلاع کے قاضی کا لاؤڈ اسپیکر سے اعلان رمضان وعید کے تعلق سے مسلمانان نیپال کے لئے واجب العمل ہوگا یا نہیں جب کہ وہ قاضی اعلم علمائے نیپال سے علمی

برتری وفضیلت کا حامل ہے؟

(۴) پورے ملک کا کوئی چیف قاضی نہ ہو تو شریعت کے نزدیک وہاں کے تمام علما یا اہل اسلام کسی نوع کے گناہ مثلاً ترک واجب وغیرہ کے سبب مواخذۂ شرعی میں گرفتار ہوں گے؟ اگر ہاں تو اس کی وضاحت فرمائیں۔

المستفتی: غلام مصطفی قادری نزد جنت مسجد حبیب نگر، بیجاپور، کرناٹک

الجواب (۱) سنی صحیح العقیدہ اعلم علمائے بلد جس کی طرف لوگ دینی مسائل میں رجوع کرتے ہیں قاضی اسلام ہے یا ارباب حل وعقد سنی صحیح العقیدہ عالم دین کو قاضی منتخب کرلیں۔ مسلمانوں پر ضروری ہے کہ وہ اپنے معاملات میں ان کی طرف رجوع کریں اور ان کے حکم کے مطابق عمل کریں۔

الحدیقة الندیة شرح الطریقة المحمدیة میں عنابی سے ہے۔ "اذا خلا الزمان من سلطان ذی کفایة فالامور مؤکلة إلی العلماء و یلزم الامة الرجوع الیهم و یصیرون ولاة فاذا عسر جمعهم علی واحد استقل کل قطر باتباع علمائه فان کثروا فالمتبع اعلمهم فان استووا أقرع بینهم" (الجزء الاول ص ۳۵۱، مطبعۂ عامرہ دار الخلافة استانبول) واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) قاضی بورڈ کے قیام کا شرعی طریقہ یہ ہے کہ ایک بورڈ میں کم سے کم تین ایسے علما منتخب کئے جائیں جو سنی صحیح العقیدہ، باصلاحیت اور فقہ سے شغف رکھنے والے ہوں اور جن علاقوں میں مدارس اہل سنت ہیں وہاں ایسے مدرسہ میں یہ بورڈ قائم کیا جائے جہاں لوگ بہ آسانی پہنچ سکیں۔ (ماخوذ از مقالہ محقق مسائل جدیدہ، قضاۃ اور ان کے حدود ولایت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) نیپال سے متصل ہندوستان کے اضلاع کے قاضی کا بذریعہ لاؤڈ اسپیکر اعلان رمضان وعید نیپالی مسلمانوں کے لئے واجب العمل نہیں ہوگا کیوں کہ قاضی کے حکم کا نفاذ اس کے حدود قضا میں ہی ہوتا ہے اور نیپال ہندوستان کے قاضی کے حدود سے باہر ہے اس لئے اس قاضی کے اعلان پر نہ روزہ رکھیں اور نہ ہی عید منائیں۔

ردالمحتار میں ہے: "ثم القاضی تتقید ولایته بالزمان والمکان و الحوادث" اھ (ج۵، ص ۳۵۴، مطلب الحکم الفعلی) واللہ تعالیٰ أعلم۔

(۴) پورے ملک کا چیف قاضی نہ ہو تو شریعت اسلامیہ کے نزدیک وہاں کے علما یا دوسرے مسلمان کسی گناہ کے مرتکب نہیں ہوں گے اور نہ ہی ان سے شرعی مواخذہ ہوگا کہ جہاں کا کوئی قاضی نہ ہو تو وہاں کا جو عالم سب سے زیادہ علم دین اور فقہ کا حامل ہے وہ قاضی شرع کے قائم مقام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد وقار علی احسانی علیمی
۱۱/ ربیع الآخر ۱۴۲۸ھ

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

کِتَابُ الْهِبَةِ

ہبہ کا بیان

زید نے بکر کو مکان ہبہ کیا اس کے لڑکوں نے بھی جائز رکھا اب زید کے لڑکوں اور بکر کے انتقال کے بعد زید کے پوتے بکر کے لڑکوں سے زبردستی وہ مکان لے لیں تو ان کے لئے کیا حکم ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید نے اپنے مکان کا حصہ اپنی حیات ہی میں بکر کو زبانی بخشش کر دیا زید کے انتقال کے بعد اس کے لڑکے بھی اپنے والد محترم کی بخشش پر قائم رہتے ہوئے اسی بات پر قائم رہے اور وہی بات دہرائی پھر کچھ عرصہ بعد انکا بھی انتقال ہو گیا اس کے بعد بکر کا بھی انتقال ہو گیا۔

اب ۴۰-۵۰ سال بعد زید کے پوتے اپنے دادا اور والد کے انتقال کے بعد بکر کے لڑکوں سے اپنے دادا کا حصہ طلب کر رہے ہیں کیا یہ طلب کرنا جائز ہے اگر شریعت کے رو سے حکم نہ ہونے پر زور وزبردستی کر کے حاصل کرنا چاہیں تو عند الشرع ان کے لیے کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: زلیخہ بی زوجہ محمد قدرت اللہ مومن پورہ مسجد کے پیچھے آکولہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب زید کے ہبہ کیے ہوئے حصہ پر بکر نے اگر زید کی حیات ہی میں قبضہ کر لیا تھا تو اس صورت میں وہ ہبہ تام ہے اور اس کا مالک بکر ہے اور اس کی وفات کے بعد اس کے ورثہ ہیں اب اس پر زید کے ورثہ کا دعویٰ استحقاق باطل ہے۔ یہ حکم اس صورت میں ہے جب کہ مکان میں زید کا اپنا حصہ معلوم ومتعین ہوا اور اسی معین ومعلوم حصہ کو ہبہ کیا ہو۔ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ تحریر فرماتے ہیں کہ "تملیک عین بلا عوض ہبہ ہے بعد قبضہ تمام پھر بعد موت احد العاقدین مطلقاً لازم اگرچہ موہوب لہ اجنبی ہو وارثان واہب کا اس پر دعویٰ طلب باطل ہے" اھ (فتاویٰ رضویہ ج ۸ ص ۳۰۷، کتاب الھبۃ)

اورتنویر الابصار ودرمختار باب الھبہ میں ہے" الھبة هی تمکیك العین مجانا و تتم بالقبض ویمنع الرجوع فیها موت احد العاقدین بعد التسلیم "اھ ملخصا (ج ۵ ص ۶۸۷) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — کتبہٗ: محمد ارشد رضا مصباحی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۲۴/ذوالقعدہ ۱۴۲۴ھ

زید نے بھائی سے الگ ہوکر زمین خریدی کاغذات میں ماں کا نام لکھوایا مگر قبضہ زید ہی کا رہا اس نے وہ زمیں مہر میں دے دی تو کیا زید کے بھائی کے لڑکوں کا اس میں حق ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت اس مسئلہ میں:

دونوں بھائی بڑے صاحب اور سید شاہ حمید اپنی والدہ مسماۃ محی الدین بی کے ساتھ رہتے تھے۔ بڑے صاحب کچھ جائیداد دے کر اپنی والدہ سے الگ ہو گئے، اس کے بعد سید شاہ حمید نے اپنی کمائی سے والدہ کی پرورش کی اور اپنی الگ ایک جائیداد بشکل زمین خریدی، جس کا رقبہ ۱۱۲ ایکڑ ۱۷ گینٹہ ہے، مگر اپنے نام کے بجائے والدہ محی الدین بی کا نام رجسٹری میں لکھوایا، لیکن مالکانہ تصرفات سید شاہ حمید ہی کے ہاتھ میں رہے، یہاں تک کہ جب سید شاہ حمید کی شادی ہوئی تو پوری زمین ماں کے حکم سے سید شاہ حمید نے اپنی بیوی مسماۃ زبیدہ بی کو مہر میں دے دی۔ (تصدیق کے لئے نکاح نامہ ساتھ میں منسلک ہے) لیکن رجسٹری میں نام والدہ محی الدین بی کا ہی رہا۔

جب بڑے صاحب، سید شاہ حمید اور محی الدین بی کا انتقال ہو گیا تو زبیدہ بی نے رجسٹری آفس میں درخواست دے کر کہ مذکورہ زمین میرے مہر کی ہے، لہٰذا اسے محی الدین بی کے نام سے بدل کر میرے بیٹے عبدالرحیم کے نام سے کر دی جائے، زمین بیٹے کے نام رجسٹری کرادی۔

اب دریافت طلب امور یہ ہیں کہ بڑے صاحب کی بیوی، بچے دعویٰ کرتے ہیں کہ چونکہ زمین محی الدین بی کے نام تھی، لہٰذا ہم لوگوں کو بھی حصہ ملنا چاہئے۔ آیا یہ دعویٰ جائز ہے یا باطل؟ زبیدہ بی کہتی ہے: پوری زمین میرے شوہر نے میرے مہر میں لکھ دی ہے، لہٰذا پوری زمین کی مالکہ میں ہوں، اس میں کسی کا حصہ نہیں تو سوال یہ ہے کہ اس پوری زمین کی مالکہ صرف زبیدہ بی ہے یا اور کوئی بھی؟

المستفتی: عبدالرحیم گنگاوتی، ضلع کپل، کرناٹک

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب سوال میں جو تفصیلات درج ہیں، اگر وہ سب صحیح ہیں، کوئی تفصیل واقعہ کے خلاف اور

فرضی نہیں ہے، تو حکم یہ ہے کہ جو جائیداد سید شاہ حمید نے اپنے ذاتی روپے سے خریدی، اس کے مالک صرف وہی ہیں اور جب انہوں نے رجسٹری میں اپنے نام کے بجائے اپنی والدہ محی الدین بی کا نام لکھوایا، لیکن مالکانہ تصرفات اور قبضہ سید شاہ حمید ہی کے ہاتھ میں رہے، والدہ اس زمین کی مالک نہ ہوئیں، اگرچہ ماں کے نام لکھا دینا دلیل تملیک ہے اور یہ تملیک ہبہ ہے، مگر ہبہ بغیر قبضہ کے تام نہیں ہوتا۔ اس لیے جب والدہ کا قبضہ نہ ہوا تو وہ زمین والدہ کی ملکیت میں نہیں آئی، بلکہ سید شاہ حمید ہی اس زمین کے مالک رہے اور ہر شخص کو اپنی ملک میں تصرف کا اختیار ہے، جسے چاہے دے لہٰذا جب سید شاہ حمید نے اپنی شادی میں وہ زمین اپنی بیوی زبیدہ بی کے مہر میں دے دی تو اس زمین کی مالکہ زبیدہ ہوگئی۔ اس میں کسی کا کوئی حصہ نہیں، پھر زبیدہ بی نے وہ زمین اپنے بیٹے عبدالرحیم کے نام رجسٹری کرادی اور اپنی حیات میں قبضہ بھی دلا دیا تو اب بیٹا مالک ہوگیا۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے: ''اور نام لکھا دینا، اگرچہ دلیل تملیک ہے اور یہ تملیک ہبہ ہے، مگر ہبہ بے قبضہ کے تام نہیں ہوتا، نہ بغیر اس کے موہوب لہ کو ملک حاصل ہو۔ ایسی صورت میں کہ زید نے اپنے بھتیجے کو قبضہ نہ دلایا وہ پٹی بھی بدستور زید کی ملک ہے، عمرو اس سے جبراً نہیں لے سکتا۔'' (ج ۸، ص ۵۵)

فتاویٰ ہندیہ، کتاب الہبہ میں ہے:

ومنها ان يكون الموهوب مقبوضاً حتى لا يثبت الملك للموهوب له قبل القبض. (ج ۴، ص ۳۷۴)

ہدایہ آخرین کتاب الھبۃ میں ہے:

والقبض لابد منه لثبوت الملك وفى اثبات الملك قبل القبض الزام المتبرع شيئاً لم يتبرع به وهو التسليم فلا يصح. اھ. (ج ۲، ص ۲۶۷، کتاب الھبۃ)

تنویر الابصار و درمختار میں ہے:

شرعاً تمليك العين مجاناً اى بلا عوض. اھ. (ج ۸، ص ۴۲۰، کتاب الھبۃ)

اسی میں چند صفحات بعد ہے: وتتم الهبة بالقبض الكامل. (ج ۸، ص ۴۳۵)

سوال کی صراحت کے لحاظ سے بڑے صاحب کی بیوی بچوں کا دعویٰ محض باطل ہے، اس زمین میں ان کا کوئی حصہ نہیں۔

واضح ہو کہ مفتی کا جواب سوال کی صراحت پر ہوتا ہے۔ اسے یہ نہیں معلوم کہ واقعہ کیا ہے، اس لیے یہ جواب مکمل طور پر سوال کی صراحت پر مبنی ہے۔ اگر یہی واقعہ ہے تو حکم بھی یہی ہے جو مذکور ہوا اور اگر واقعہ یہ نہ ہو تو حکم بدل جائے گا۔ دونوں فریق اللہ عزوجل کے قہر و غضب سے ڈریں اور اپنے حق کے لیے ہی کوشش

کریں، دوسرے کا حق دبانے اور غلط بیان دینے سے بچیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی

کتبہٗ: محمد ناصر علی مصباحی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

۱۴؍ رجب المرجب ۱۴۳۱ھ

حکومت نے کسی کو بطور انعام جائداد دیا تو اس کا مالک وہی ہے اسے بلا دلیل وقف کہہ کر لینا جائز نہیں؟ عمر نے کہا ’’اگر میں ایسا نہ کروں تو برادری سے الگ کردو‘‘ تو کیا یہ کفر ہے؟ جرمانہ لگانا کیسا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ زمانہ ماضی میں شاہی حکومت نے مسجد کی خدمت گزاری، قضائت، کفن دفن وغیرہا کام کرنے پر زید کو چند ایکڑ زمین یہ کہہ کر بطور انعام واکرام نوازا تھا کہ ’’ہم تمہیں مسجد کی خدمت گزاری وگاؤں کی قضاءت، کفن دفن وغیرہا کے صلے میں فلانی اتنی ایکڑ زمین بطور انعام واکرام نواز رہے ہیں تم اس کو لے لو اور مذکورہ خدمت انجام دیتے رہو۔ زید نے شاہی فرمان کے مطابق اس زمین کو لے لیا اور خدمت کرتا رہا زید کے انتقال کے بعد اس کا فرزند عمرو وہ کام انجام دیتا آرہا تھا۔ اب گاؤں کی ایک کمیٹی کے ارکان نے اس زمین کو مسجد پر وقف کردہ زمین کہہ کر لوگوں کے مابین۔ فتنہ و فساد بھڑکا دیا ہے اور عمرو واس کے گھر والوں کو طرح طرح سے ایذا دے رہے ہیں اور عمرو اور اس کے خاندان والوں کو مسجد سے باہر نکال دیا مسجد میں نماز پڑھنے اور اس کی خدمت کرنے پر پابندی لگادی نیز سماج سے الگ کردیا اور مساجد میں ان سے مقاطعہ کا اعلان کردیا گیا ہے۔

ایک دن اراکین کمیٹی نے عمرو سے کہا کہ اگر تمہارے پاس اس پر کوئی ثبوت ہے تو پیش کرو۔ عمرو نے کہا کہ انشاء اللہ ضرور پیش کروں گا لیکن چند دن کی ضرورت ہے تو اراکین کمیٹی نے کہا کہ فلاں تاریخ کو اپنا ثبوت لے کر حاضر ہوجاؤ۔ اور اگر اپنا ثبوت پیش نہیں کیا تو ہم کمیٹی والے تمہیں کون سی سزا دیں۔ اس پر عمرو نے کہا کہ آپ لوگوں نے ہمارے ساتھ ہر طرح کا ظلم کر ڈالا ہے پھر بھی اگر ہم اپنا ثبوت فلاں تاریخ کو نہ پیش کرسکے تو آپ لوگ ہمیں ذات سے بھی علیحدہ کردو۔ غرض کہ مقررہ تاریخ پر عمرو تمام تر سرکاری کاغذات وغیرہ لے کر بطور ثبوت اراکین کمیٹی کے سامنے حاضر کردیے۔ اب جب یہ ثابت ہوگیا کہ مذکورہ زمین کو حکومت نے زید کو ہی دی تھی۔ تو اب کمیٹی والے یہ کہنے لگے کہ عمرو نے جو یہ کہا کہ ہم کو ذات سے بھی علیحدہ کردو‘‘ اس میں ذات سے مراد دین ومذہب ہے لہٰذا عمرو اس کی وجہ سے کافر ہوگیا۔ اور جو بھی ایسا کہے گا وہ بھی کافر ہوجائے گا۔ جب کہ عمرو کا بیان ہے کہ ذات سے میری مراد شخصیت، قبیلہ، برادری، نسل تھی۔ اور یہاں عرف میں بھی ذات

سے مراد نسل و برادری و قبیلہ ہے۔

لہٰذا کمیٹی والوں نے عمرو اور اس کے گھر والوں کا بالکلیہ مقاطعہ کیا اور کہا کہ جب تک عمر کورٹ سے اپنا مقدمہ واپس نہ لے گا اس وقت تک عمرو کی توبہ، تجدید ایمان و نکاح وغیرہ قبول نہ کیا جائے گا۔ نیز عمرو سے جو تعلق رکھے گا کمیٹی کی جانب سے اس پر پانچ سو روپے جرمانہ لگایا جائے گا۔ اور ایک شخص سے بطور جرمانہ ۵۰۰ روپیہ لیا بھی گیا۔ لہٰذا مذکورہ سوال میں اراکین کمیٹی و زید و عمرو پر کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نثار احمد رضوی بن دادا میاں محلہ پتھر مسجد، ہاویری، کرناٹک

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الجواب صورت مسئولہ میں زمین مذکور تنہا زید کی ملک ہے کہ شاہی حکومت نے اس کو وہ زمین مسجد، کفن و دفن وغیرہا کی خدمت کرنے کے صلہ میں بطور انعام دیا تھا۔ لہٰذا جب وہ زمین زید کی ہوئی تو اس کے انتقال کے بعد اس زمین کے مالک زید کے ورثہ ہوں گے نہ کہ وہ مسجد پر وقف سمجھی جائے گی۔ اور بے شہادت و ثبوت اراکین کمیٹی کا اس زمین کو مسجد کی وقفی زمین کہنا ناجائز و گناہ ہے۔ پھر اس بنا پر زید کے لڑکے عمرو اور اس کے خاندان والوں کو طرح طرح سے ستانا اور ان کا بائیکاٹ کرنا ظلم ہے نیز انہیں بلاوجہ شرعی مسجد میں نماز نہ پڑھنے دینا اور اس کی خدمت وغیرہ کرنے سے روک دینا بھی ظلم ہے۔ قرآن مجید میں ہے "وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ أَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ" یعنی اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو روکے ان میں نام خدا لئے جانے سے۔ (پ ۱ سورۃ بقرہ آیت ۱۱۴) اور حدیث شریف میں ہے "من اذی مسلما فقد اذانی و من اذانی فقد اذی اللہ" یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے کسی مسلمان کو ناحق ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ کو ایذا دی۔ اھ (کنز العمال ج ۱۶ ص ۱۰) — ہاں اگر یہ شرعاً اپنے کسی عمل یا اعمال کی وجہ سے موذی قرار پائیں تو انہیں مسجد سے روکنا جائز ہوگا چنانچہ درمختار مع شامی ج ۱ ص ۶۶۲ پر ہے "و یمنع منه کل موذ ولو بلسانه" اھ

اور عمرو کے قول "ہم کو ذات سے بھی علیحدہ کردو" سے کفر کا شائبہ تک نہیں ہوتا کہ ذات سے دین و مذہب قطعاً مراد نہیں ہوتا جس سے دین اسلام کا ترک کرنا لازم آئے۔ اور نہ ہی عرف اس کے موافق اور نہ ہی عمرو کی یہ مراد۔ لہٰذا اراکین کمیٹی کا اس کی بنا پر کفر کا فتویٰ دینا سخت حرام و گناہ بلکہ کفر کے اعتقاد سے ہو تو کفر ہے۔ حدیث شریف میں ہے "اجرا کم علی الفتیا اجرا کم علی النار" یعنی تم میں جو (بے علم) فتویٰ دینے پر زیادہ جرأت کرتا ہے وہ دوزخ کی آگ پر زیادہ دلیر ہے۔ (کنز العمال ج ۱۰ ص ۱۸۷) اور دوسری حدیث میں ہے "ایما امرئ قال لاخیه کافر فقد باء بها احدهما ان کان کما قال والا رجعت

علیہ۔ یعنی جو شخص کسی کلمہ گو کو کافر کہے تو ان دونوں میں سے ایک پر یہ بلا ضرور پڑے گی اگر جسے کہا وہ حقیقتا کافر تھا جب تو خیر ورنہ یہ کلمہ اسی کہنے والے پر پڑے گا۔(مسلم شریف جلد اول ص ۵۸)اور در مختار مع شامی ج ۴ ص ۶۹ پر ہے "عزر الشاتم بیاکافر وھل یکفران اعتقد المسلم کافرا۔ نعم والا لا اھ۔لہٰذا بریں تقدیر عمرو کو کافر قرار دینے والے خود توبہ،تجدید ایمان وتجدید نکاح کریں۔

اور اراکین کمیٹی کا سوال میں مذکورہ وجوہ کی بنا پر عمرو اور اس کے خاندان والوں کا بائیکاٹ کرنا اور جو ان سے تعلق رکھے اس کا بھی بائیکاٹ کرنا اور یہ کہنا کہ جب تک عمرو کورٹ سے اپنا مقدمہ واپس نہ لے گا اس کی توبہ تجدید ایمان ونکاح قبول نہ کیا جائے گا یہ سب بڑی زیادتی ہے اور ظلم بھی۔صورت مسئولہ میں نہ عمرو اور اس کے خاندان کا بائیکاٹ جائز اور نہ تکفیر جائز جیسا کہ گزرا۔

اور جرمانہ لگانا حرام ہے۔ بحر الرائق ج ۵ ص ۴۱ پر ہے والعمل علی المنسوخ حرام۔ لہٰذا جرمانے کا جو روپیہ لیا گیا ہے اس کا واپس کرنا ضروری ہے اور اراکین کمیٹی والوں پر لازم کہ وہ اپنے مذکورہ تمام افعال واقوال سے علانیہ توبہ واستغفار کریں اور جن جن کو ایذا دی ہے ان سے معافی طلب کریں،قرآن مجید میں ہے "فَمَنْ تَابَ مِنْۢ بَعْدِ ظُلْمِهٖ وَاَصْلَحَ فَاِنَّ اللّٰهَ یَتُوْبُ عَلَیْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۝"(پ ۶ سورہ مائدہ آیت ۳۹)واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ:محمد عبد المقتدر نظامی مصباحی
۱۲ر جمادی الاولی ۱۴۲۳ھ

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

■◆■

کِتَابُ الْاِجَارَةِ

اُجرت کا بیان

ڈاکٹروں کا میڈیکل اسٹور والوں سے کمیشن لینا کیسا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں

آج کل بہت سے ڈاکٹر حضرات میڈیکل والوں سے سمجھوتہ کیے رہتے ہیں کہ ہم اپنے پاس آئے ہوئے مریضوں کو دوا خریدنے کے لیے تمہارا میڈیکل پر بھیجیں گے اور میڈیکل سے اپنے مریض کے ذریعہ دوا کی خریداری کی وجہ سے ۵ رفیصد یا کم وبیش روپیہ چارج لیں گے۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ ڈاکٹروں کا میڈیکل والوں سے اس طرح کا فائدہ لینا کیسا ہے؟ جب کہ ڈاکٹر حضرات مریض سے اپنی فیس پوری وصول کر لیتے ہیں اور دوا خریدنے کے لیے مریض بھیجنے کی وجہ سے دو چار روپے پرسنیٹ کے حساب سے چارج لیتے ہیں ان کا یہ چارج کا روپیہ کھانا جائز ہے یا ناجائز؟ بینوا توجروا۔

المستفتی: مرزا رئیس احمد بیگ مقام آموتلاب پوسٹ نچلول بازار ضلع مہراج گنج (یوپی)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الجواب ڈاکٹروں کا دوا خریدنے کے لیے مریض بھیجنے کی وجہ سے میڈیکل والوں سے اس طرح کا کمیشن لینا جائز نہیں کہ یہ بیٹھے بیٹھے کسی میڈیکل کی رہنمائی کرنا اور صلاح دینا اور مشورہ دینا ہے جو ایسا عمل نہیں جس پر اجرت لی جائے۔

ایسے ہی ایک سوال کے جواب میں اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر فرماتے ہیں کہ ”اگر کارندہ نے اس بارے میں جو محنت و کوشش کی وہ اپنے آقا کی طرف سے تھی بائع کے لیے کوئی دوا دوش نہ کی اگر چہ بعض زبانی باتیں اس کی طرف سے بھی کی ہوں مثلاً آقا کو مشورہ دیا کہ یہ چیز اچھی ہے خرید لینی چاہیے یا اس میں آپ کا نقصان نہیں اور مجھے اتنے روپے مل جائیں گے اس نے خرید لی جب تو یہ بائع سے کسی اجرت کا مستحق نہیں کہ اجرت آنے جانے محنت کرنے کی ہوتی ہے نہ کہ بیٹھے بیٹھے دو چار باتیں کہنے، صلاح دینے، مشورہ

دینے کی۔" (فتاوی رضویہ ج ۸ ص ۱۴۶)

ردالمحتار میں ہے: الدلالة والاشارة ليست بعمل يستحق به الاجر وان قال لرجل بعينه ان دللتني على كذا فلك كذا ان مشى له فدله فله اجر المثل للمشي لاجله لان ذلك عمل يستحق بعقد الاجارة اھ (ج ۶ ص ۹۵) اس مسئلے کا ایسا ہی حکم محقق عصر مفتی محمد نظام الدین صاحب قبلہ رضوی صدر شعبہ افتا جامعہ اشرفیہ مبارک پور نے بھی تحریر فرمایا ہے (ماہنامہ اشرفیہ شمارہ اکتوبر ۲۰۰۳ء ص ۱۷) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — **کتبہ:** فیاض احمد برکاتی مصباحی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۱۱ر جمادی الآخرہ ۱۴۲۹ھ

مدرس نے تعطیل معہودہ ہوتے ہی استعفا دیا تو تعطیل کی تنخواہ پائے گا؟ مدرس چھٹی کی تنخواہ لے کر چلا گیا اور چھٹی بعد نہیں آیا تو؟ یہ شرط لگانا کہ "مدرس چھٹی بعد مدرسہ نہیں آئے گا تو چھٹی کی تنخواہ نہیں ملے گی" جائز ہے یا نہیں؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) زید ایک مدرسہ میں پڑھا رہا تھا شعبہ پرائمری کے سالانہ امتحان کے بعد ۲۲ر جون کو دس دن کے لیے مدرسہ میں چھٹی ہوگئی خیال رہے کہ زید نے قبل از تعطیل (۲۲ر جون) ۱۷ر جون ہی کو یکم جولائی سے کام کرنے کے لیے دوسرے مدرسہ میں بات پختہ کرلی (جس کا ثبوت ذمہ داران مدرسہ کے پاس موجود ہے) اور پورے ماہ کی تنخواہ لے کر چلا گیا بعدہ یکم جولائی سے ذمہ داران مدرسہ کو بغیر کسی اطلاع کے معہود مدرسہ میں کام کرنے لگا، زید کا ۲۲ر جون یعنی چھٹی والے دن ذمہ داران مدرسہ کو مطلع نہ کرنا صرف وجہ یہ تھی پورے ماہ کی تنخواہ نہ ملیگی صرف ۲۲ر جون تک ہی تنخواہ ملے گی۔ ذمہ داران مدرسہ نے زید کو ۵ر جولائی کو بلا کر کہا کہ آپ نے اصول ملازمت کے خلاف کیا ہے اگر آپ کو نہیں رہنا تھا تو بتا کر جانا چاہیے ہم لوگ جبراً آپ کو نہ روکتے اور آپ رہتے تو نہ بھگاتے بلکہ یہاں تک بات ہونے کے بعد کہا کہ آپ استعفیٰ نہیں دیے ہیں آیئے پڑھایئے مگر راضی نہ ہوئے تب ارکان وذمہ داران نے کہا کہ اگر آپ کو نہیں رہنا ہے تو استعفیٰ نامہ لکھ دیں تو زید نے ۲۲ر جون کا استعفیٰ نامہ لکھ کر ذمہ داران مدرسہ کے سپرد کیا جو کہ حاضرین کے دستخطوں کے ساتھ موجود ہے جس کی فوٹو کاپی استعفیٰ کے ساتھ منسلک ہے اب سوال طلب امر یہ ہے کہ مذکورہ بالا چھٹی کے بعد ایک لمحہ کی بھی حاضری نہیں ہے ایسی صورت میں پورے ماہ کی تنخواہ پانے کے حقدار ہیں یا فقط ۲۲ر دن کی ہی؟

(۲) تعطیل کلاں ہو یا خرد اگر کوئی مدرس تعطیلات کی تنخواہ لے کر چلا جائے پھر واپس نہ آئے دوسرے مدرسہ میں پڑھانے لگے یا کوئی دوسرا کام کرنے لگے تو اس پر تنخواہ واپس کرنا لازم ہے کہ نہیں؟

(۳) سوال نمبر ۲ کی صورت میں مدرس گھر جا کر اطلاع یا استعفاء دے کر چھٹی کے بعد یا مطلق لکھے کہ اب آپ کے مدرسہ میں پڑھانے نہیں آؤں گا تو اس پر تنخواہ کے تعلق سے حکم شرع کیا ہے؟

(۴) اگر مدرس بروقت استعفیٰ یا اطلاع دیتا ہے کہ چھٹی کے بعد پڑھانے نہیں آؤں گا (خواہ تعطیل کلاں ہو یا خرد) مجھے چھٹی کی تنخواہ ملنی چاہیے تو کیا ذمہ داران مدرسہ کو حق پہنچتا ہے کہ وہ چھٹیوں کی تنخواہ دیں؟

(۵) کسی مدرس کی تقرری کے وقت ہی یہ بات کرلی گئی کہ چھٹی کے بعد مدرسہ چھوڑنے یا استعفیٰ دینے کی صورت میں چھٹی کی تنخواہ نہیں ملے گی (خواہ تعطیل کلاں ہو یا خرد) تو ایسا کرنا اور اس پر عمل کرنا درست ہے یا نہیں؟

المستفتی: بہاء الدین خاں نوری نئی بستی پیری کوٹھری داری چورہ، بلرام پور، یوپی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب (۱) جو تعطیلات مدارس دینیہ میں رائج ہیں جیسے جمعہ، جمعرات، ششماہی و سالانہ امتحان کے بعد رمضان المبارک وغیرہ کی تعطیلات مدرسین ان کی تنخواہ پانے کے مستحق ہیں فتاویٰ رضویہ میں ہے ”تعطیلات معہودہ میں مثل تعطیل ماہ مبارک رمضان وعیدین وغیرہا کی تنخواہ مدرسین کو بے شک دی جائیں گی۔

فان المعهود عرفا كالمشروط مطلقا اھ (ج ۸ ص ۱۴۱، مصارف وقف)

پھر اسی میں ہے ”اصل کلی شرعی یہ ہے کہ اجیر خاص پر حاضر ہونا اور اپنے نفس کو کار مقرر کے لیے سپرد کرنا لازم ہے جس دن غیر حاضر ہوگا اگر چہ مرض سے اگر چہ کسی ضرورت سے اس دن کے اجر کا مستحق نہیں مگر معمولی قلیل تعطیل جس قدر اس صیغہ میں معروف و مروج ہو عادۃ معاف رکھی گئی ہے اور یہ امر باختلاف حاجت مختلف ہوتا ہے۔ اھ (ج ۶ ص ۳۶۹)

الاشباہ والنظائر میں ہے البطالة فی المدارس کایام الاعیاد و یوم عاشورة وشهر رمضان فی درس الفقه علی وجهین فان کانت مشروطة لم یسقط من المعلوم شیء والا فینبغی ان یلحق ببطالة القاضی وقیل لا وفی المنیة یستحق فی الاصح واختاره فی منظومة ابن وهبان وقال انه الاظهر اه ملخصا اقول هذه الترجیحات حیث لم یشترط فکیف اذا شرط هذا لیس محل نزاع وقد علمت ان المعروف کالمشروط اه

(من الفن الاول القاعدة السادسة ص ۱۰۴)

درج بالا عبارات سے معلوم ہوا کہ تعطیلات معہودہ خواہ ششماہی و سالانہ امتحان بعد کی تعطیل ہو یا ماہ

رمضان المبارک کی تنخواہ پانے کے لیے ان دنوں یا ان کے بعد حاضر رہنا ضروری نہیں۔ مگر یہاں کا عرف یہ بھی ہے کہ جو اساتذہ مستقل ہو جاتے ہیں انہیں کو تعطیل کلاں کی تنخواہ دی جاتی ہے اور جو مستقل نہیں ہوتے عارضی رہتے ہیں انہیں تعطیل کلاں کی تنخواہ نہیں دی جاتی اس لیے اس عرف کے پیش نظر حکم یہ ہے کہ جو اساتذہ مستقل ہو چکے ہوں انہیں تعطیل کلاں کی تنخواہ دی جائے اور جو مستقل نہ ہوئے ہوں وہ اس کے مستحق نہیں لیکن ایسا ہرگز ہرگز نہ کیا جائے کہ جو اساتذہ مستقل کیے جانے کے اہل ہوں انہیں تعطیل کلاں کی تنخواہ سے محروم رکھنے کے لیے مستقل نہ کیا جائے، بعض مدارس کا اصول یہ ہے کہ جس مدرس نے چھ ماہ سے زائد سال کے اکثر حصے میں کام کیا ہو اسے تعطیل کلاں کی تنخواہ دیتے ہیں تو ایسے مدارس کا حکم یہ ہے کہ وہاں کے جس مدرس نے پورے سال یا سال کے اکثر ایام میں تدریس کے فرائض انجام دیے ہوں وہ تعطیل کلاں کی تنخواہ پانے کا حقدار ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲، ۳، ۴) ان صورتوں میں بھی مدرس اجرت کا مستحق ہے اس پر تنخواہ کا واپس کرنا لازم نہیں۔ البتہ چاہئے یہ تھا کہ وقت سے پہلے انتظامیہ کو اطلاع کر دیتے تاکہ وہ اس جگہ پر وقت سے دوسرے کا انتظام کر لیتے۔ انہوں نے ایسا نہ کیا اور بغیر کسی اطلاع کے گھر بیٹھ گئے یہ نہ چاہئے تھا اور بہر حال وہ اجرت کا مستحق ہے فتاویٰ رضویہ میں ہے کہ کسی شخص کو اصلاً اختیار نہیں کہ بے اطلاع اجیر جب چاہے بطور خود عقد اجارہ فسخ کر دے مگر جب کوئی عذر بین واضح ظاہر پیدا ہو جس میں اصلاً محل اشتباہ نہ ہو تو جب تک ایسا نہ ہوا جیر بیشک مستحق تنخواہ ہوگا۔ في الدر المختار الاجارة تفسخ بالقضاء و الرضاء وفي ردالمحتار الاصح ان العذر ان كان ظاهرا ينفرد وان مشتبها لا ينفرد اھ (ج ۸ ص ۱۴۱) واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۵) جب عرف و عادت یہ ہے کہ جو اساتذہ مستقل ہو جاتے ہیں وہ تعطیل کلاں وغیرہ کی تنخواہ پانے کے مستحق ہیں تو اساتذہ کو محض تعطیل کلاں کی تنخواہ سے محروم رکھنے کے لیے تقرری کے وقت یہ شرط کر لینا کہ چھٹی کے بعد مدرسہ چھوڑنے کی صورت میں چھٹی کی تنخواہ نہیں ملے گی بے جا و نا جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی **کتبہ: محمد شاہد رضا حشانی**

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

مدرس نے رمضان کا چندہ کیا اور ڈبل تنخواہ کا مستحق ہوا مگر ۱۰ رشوال کو استعفیٰ دینے کی وجہ سے ذمہ داران ایک تنخواہ بھی دینے سے انکار کر رہے ہیں تو ان کیلئے کیا حکم ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں:

میں تقریباً سال بھر سے نیپال کے ایک عظیم ادارے میں پوری ذمہ داری کے ساتھ درس و تدریس کا کام

انجام دے رہا تھا گیارہویں مہینے میں رمضان شریف کا مبارک مہینہ آیا اور اس میں تعطیل کلاں ہوئی چونکہ میں حافظ قرآن تھا اس لیے لوگوں نے مجھے تراویح کے لیے روک لیا اور بقیہ مدرسین چندے کے لیے ممبئی وغیرہ نکل گئے اور مجھ کو بھی رسید دیے گئے خدا کے فضل و کرم سے میں نے تراویح بھی سنائی اور تقریبا ۱۸۰۰۰ ہزار روپے نیپالی چندہ بھی کیا جب کہ اس ادارے کے پرنسپل اور صدر کے بتانے سے مجھے معلوم ہوا کہ جو حضرات چندہ کرتے ہیں ان کو ڈبل تنخواہ دی جاتی ہے وہاں کے عوام نے مجھے تراویح کے نذرانے سے نوازا جب میں پرنسپل کے پاس رمضان کی تنخواہ طلب کرنے گیا تو انہوں نے کہا کہ آپ نے جو چندہ کیا ہے جب اس کا حساب ہو جائے گا تو آپ کو تنخواہ دی جائے گی اس کے بعد میں نے حساب دے دیا اور چندے کا پورا روپیہ بھی جمع کر دیا۔

دس شوال کو مجھے ایک اہم ضرورت کے تحت مدرسے سے استعفیٰ دینے کی نوبت آ گئی اس کے بعد میں نے دس شوال کو استعفیٰ دیا اور پانچ دن کا ٹائم بھی دیا کہ کسی استاذ کو تلاش کر لیں پانچ دن کے اندر انہوں نے ایک استاذ کو تلاش کر لیا اور پندرہ شوال کو میں جب صدر سے تنخواہ طلب کرنے گیا تو انہوں نے کہا آپ کی تنخواہ کے بارے میں پرنسپل صاحب جانیں لیکن میری ملاقات ان سے نہیں ہوئی اور میں چلا آیا جب میں اپنی تنخواہ کے بارے میں فون سے رابطہ کیا تو انہوں نے مجھے جواب دیا کہ آپ کے مدرسہ چھوڑنے کی وجہ سے لوگ آپ سے ناراض ہیں اس لیے ہم آپ کو ڈبل تنخواہ تو کیا ایک تنخواہ بھی نہیں دیں گے اور مجھے رمضان کی کوئی تنخواہ نہیں دی گئی تو ایسے پرنسپل جو ایک عالم دین ہیں ان کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب دے کر عند اللہ ماجور ہوں۔ **المستفتی:** حافظ حیدر علی امجدی، جامعہ اسلامیہ نعیمیہ، کرشا نگر نیپال

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الجواب جو تعطیلات مدارس دینیہ میں رائج ہیں مثلاً جمعہ جمعرات اور رمضان المبارک وغیرہ کی تعطیلات، مدرسین ان کی تنخواہ پانے کے مستحق ہیں جیسا کہ فتاویٰ رضویہ میں ہے۔

”تعطیلات معہودہ مثل تعطیل ماہ مبارک رمضان وعیدین وغیرہا کی تنخواہ مدرسین کو بے شک دی جائیں گی۔ فان المعهود كالمشروط مطلقاً“ اھ (ص ۱۴۱ ج ۸)

جب اس دار العلوم کا یہ دستور ہے یا معمول ہے کہ جو چندہ کرے گا اسے ڈبل تنخواہ دی جائے گی تو جب سائل نے تراویح سنانے کے ساتھ ساتھ تقریباً اٹھارہ ہزار روپے چندہ بھی کیا تو یہ ڈبل تنخواہ کا ضرور مستحق ہے اگر بالفرض سائل چندہ نہ بھی کرتا تب بھی ایام تعطیل کی تنخواہ پانے کا حقدار ہوتا یہ اور بات ہے کہ اس صورت میں ڈبل تنخواہ نہیں بلکہ ایک تنخواہ کا مستحق ہوتا۔

لہٰذا پرنسپل کا یہ کہہ کر تنخواہ سے انکار کر جانا کہ ”آپ کے استعفیٰ دینے کے سبب لوگ آپ سے ناراض

ہیں" یہ کوئی معنی نہیں رکھتا بلکہ اس دار العلوم کے ارکان پر اپنے وعدہ کے مطابق ڈبل تنخواہ دینا لازم ہے ورنہ اس دار العلوم کے تمام ارکان حق اللہ وحق العبد میں گرفتار ہوکر مستحق عذاب نار ہوں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — **کتبہٗ:** محمد سفیر الحق رضوی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۷ رجمادی الآخرہ ۱۴۳۲ھ

ٹی وی ویڈیو بنانے کی اجرت لینا کیسا ہے؟

مسئلہ ٹی وی اور ریڈیو میکانکر جو ٹی وی اور ریڈیو درست کرنے کی اجرت لیتے ہیں اس کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ اور اس قسم کے ہنر کو مسلمان ذریعہ معاش بنا سکتے ہیں یا نہیں؟

المستفتی: آفرین بنت شفیع الدین، مدرسہ قادریہ جامع مسجد، کھوڑاری، کرناٹک

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب ٹی وی اور ریڈیو کے میکانکر کے لیے ٹی وی اور ریڈیو سازی کی اجرت لینا جائز ہے بشرطے کہ نیت یہ رکھے کہ یہ ایک مشین ہے جسے اس نے درست کر دیا اور اس کی اجرت لے رہا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — **کتبہٗ:** غلام احمد رضا قادری

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۱۰ ربیع الغوث ۱۴۲۹ھ

اجارہ سے متعلق ایک سوال

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین ذیل کے مسئلے کے بارے میں کہ:

زید نمبر ا نے سرکاری ایک اراضی چند سالوں کے لیے قرار نامے کے رو سے لی اس سرکاری اراضی میں ایک مکان بھی تھا اس مکان کو زید نمبر ایک نے زید نمبر ۲ اور اس کے پانچ جوان لڑکوں کو ماہانہ کرایہ پر دے دیا۔ زید نمبر ایک اور زید نمبر ۲ دونوں سنی مسلمان ہیں اور آپس میں رشتے دار بھی ہیں چند سال گزر جانے کے بعد زید نمبر ایک نے مکان خالی کرنے کو کہا کیوں کہ زید نمبر ۲ کی بہت ساری جائداد اس شہر میں موجود ہے لیکن زید نمبر ۲ کے دل میں وہ جگہ ہضم کرنے کا ناجائز خیال آیا اور اس نے وہ مکان خالی کرنے سے انکار کر دیا تو زید نمبر ایک نے عدالت میں کیس دائر کر دیا کیس کورٹ میں چل ہی رہا تھا کہ زید نمبر ایک کا سرکاری زمین کا قرار نامہ ختم ہو گیا اس کا فائدہ اٹھاتے ہوئے زید نمبر ۲ اور اس کے لڑکوں نے سرکاری محکمے میں زید نمبر ایک کو اطلاع نہ دیتے ہوئے امانت میں خیانت کر کے سرکاری افسروں کو رشوت دے کر وہ قرار نامہ اپنے نام کر لیا۔ زید نمبر ۲ کا

انتقال ہو گیا اب اس کے لڑکے اس اراضی پر پختہ مکان تعمیر کر رہے ہیں۔ کیا یہ درست ہے کہ ایک سنی مسلمان کی اراضی دھوکے سے امانت میں خیانت کر کے اپنے نام کر لے قرآن وحدیث کی روشنی میں یہ صحیح ہے یا غلط ؟ شریعت کی رو سے اظہار فرمائیں نوازش ہوگی۔

کیا زید نمبر ۲ کے لڑکے کسی مسجد کے متولی یا کسی مسلم فلاحی اداروں کے ٹرسٹ بن سکتے ہیں یا نہیں ایسے لوگوں کے لیے قرآن وحدیث کی روشنی میں کیا حکم صادر ہوتا ہے؟

المستفتی: سید محسن علی، امام شاہی، سارڈا سرکل، ناسک (مہاراشٹر)

تنقیح طلب امور! (۱) قرار نامہ کیا ہوتا ہے اور اس کا مضمون کیا ہوتا ہے؟ (۲) اگر زمین کا قرار نامہ ختم ہو جائے تو صاحب قرار کے لیے اس کے تعلق سے کچھ حقوق باقی رہتے ہیں یا ختم ہو جاتے ہیں؟

توضیح سوالات! (۱) گورنمنٹ کی طرف سے ایک متعینہ مدت کے لیے دیا جاتا ہے۔

مضمون! یہ جگہ ہم نے آپ کو مثلاً دس ہزار روپے میں پانچ سال کے لیے دیا مدت ختم ہونے پر بڑھا بھی سکتے ہیں اگر مدت ختم ہونے پر اس نے ٹائم نہیں بڑھوایا تو دوسرا لے سکتا ہے۔

(۲) صاحب قرار کے سارے حقوق ختم ہو جاتے ہیں صرف مدت بڑھانے کا حق باقی رہتا ہے جس کے لیے گورنمنٹ سے نوٹس جاری ہوتی ہے مگر مسئلہ دائرہ میں کوئی نوٹس جاری نہ ہوئی اور مدت ختم ہونے پر دوسرے نے اپنے نام کرالیا۔

ہاں نوٹس نہ جاری ہونے کی وجہ سے وہ کورٹ میٹر ہو جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ اب بھی اس پر مقدمہ کورٹ میں زیر سماعت ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب زید نمبر ۱ نے زید نمبر ۲ اور اس کے پانچوں لڑکوں کو جو مکان کرایے پر دیا تھا وہ اگر ایک مدت مقررہ کے لیے تھا وہ مدت پوری ہونے کے بعد ان پر وہ مکان خالی کرنا واجب تھا اور اگر کوئی مدت نہ مقرر تھی تو اجارہ فاسد تھا اور اجارہ کا ماہ رواں پورا ہونے پر بعد طلب اسے خالی کرنا واجب تھا مگر زید نمبر ۲ اور اس کے لڑکوں نے اس کی خلاف ورزی کر کے دراصل حکم شریعت کی خلاف ورزی کی اور گنہگار ہوئے۔

جب زمین پہلے سے زید نمبر ۱ کے اجارے میں تھی اور اسے قانوناً یہ حق بھی حاصل تھا کہ وہ چاہے تو اجارے کی مدت میں اضافہ کرالے مگر زید نمبر ۲ نے اسے یہ موقع نہ دیا اور خاموشی کے ساتھ اس نے زید نمبر ۱ کا یہ حق دبالیا۔ اس لیے وہ گنہگار ہوا، اس میں اگر اس کے بیٹے بھی شریک کار رہے ہوں یا کم از کم اس پر راضی ہوں تو وہ بھی گنہگار ہوئے۔ خود اجارہ پر دینے والے عملہ کو بھی یہ جائز نہیں کہ ایسی خاموشی کے ساتھ بغیر زید کو

بتائے اور بغیر اس کی رضا وانکار معلوم کیے دوسرے کو اجارے پر دیدیں۔ ردالمحتار میں ہے:

"وان کان بنی فیھا او غرس، فان فرغت المدۃ کما لو استأجرھا مشاھرۃ و فرغ الشھر فسخھا وآجرھا لغیرہ ان لم یقبل الزیادۃ" (کتاب الاجارۃ ج۶ ص ۲۴)

زید نمبر ۲ کے لڑکے تفصیل بالا کے مطابق اگر گناہ کے کام میں شریک اور خائن ہوں تو انہیں کوئی دینی منصب بالخصوص وقف کی تولیت نہ دینی چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
کتبہ: محمد آصف ملک علیمی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی
۱۶ رجب المرجب ۱۴۳۱ھ

اجرت پر پیسہ ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچانا کیسا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ زید اپنی والدہ کو سرکاری ڈاک سے بمبئی سے اپنے وطن خرچ بھیجتا ہے اکثر خرچ پہنچنے میں تاخیر ہو جاتی ہے بکر زید سے کہتا ہے کہ اگر یہ پیسہ وقت سے تمہاری والدہ کے پاس کسی ذریعہ سے پہنچا دوں اور ڈاک کا خرچ مجھے مل جائے تو بکر کے لیے اس کام میں ڈاک کا خرچ لینا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: سید فیروز اشرف مقام وپوسٹ صالح پور، ضلع سنت کبیر نگر (یوپی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب مذکورہ صورت میں بکر کا بطور اجرت ڈاک خرچ لینا جائز ہے کہ یہ حقیقت میں اجارہ ہے، ہنڈی نہیں، جو عندالشرع ناجائز وحرام ہے جس طرح کہ آج کل کچھ پرائیویٹ کمپنیاں اسی طرح کا کام کرتی ہیں۔ اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ لوگوں سے ایک ملک کا نوٹ حاصل کر کے دوسرے ملک اپنے آدمی کے ذریعہ ادا کر دیتی ہیں جس پر وہ لوگوں سے متعینہ فیس بھی وصول کرتی ہیں۔ اس لحاظ سے اس کی حیثیت اجیر مشترک کی ہوتی ہے جو ایک وقت میں مختلف لوگوں کے کام کرتا ہے اور اپنے کام کے لحاظ سے مزدوری پاتا ہے جیسے دھوبی، درزی وغیرہ۔

ہدایہ کتاب الاجارات میں ہے: "الاجارۃ قد تکون علی العمل کاستیجار القصار والخیاط وذلک فی اجیر المشترک" اھ (ج ۳ ص ۲۷۸)

نیز بنایہ کتاب الاجارات میں ہے" اما الاجارۃ علی الاعمال فکاستئجار الاسکاف والقصار والصباغ وسائر من یشترط علیہ العمل فی سائر الاعمال من حمل الاشیاء من

موضح و نحوہ ۱۰ھ (ج ۱۰ ص ۲۳۰) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — کتبہٗ: محمد شاہد عالم قادری جونپوری

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۲۲ ر ذی القعدہ ۱۴۲۳ھ

وعظ و امامت کی اجرت لینا کیسا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت اس مسئلہ میں:

ہمارے یہاں پر ایک مولانا صاحب ہیں جو نذرانہ، مانگ کر لیتے ہیں اور اگر حق کی بات کہو تو مانتے بھی نہیں اور عمل بھی نہیں ہے۔ دین کی فکر بھی نہیں ہے اور ہمارے گاؤں کے کئی لوگ جانتے بھی ہیں کہ مولانا صاحب غلط ہیں پھر بھی کوئی حق بات کہتا نہیں ہے دو تین بار میں نے قوم کے ممبر کو بھی کہا مگر انہوں نے کوئی بات نہیں کی اور بولے نذرانہ بھی مولانا مانگ کر لیتے ہیں اس میں آپ سے گزارش کرتا ہوں۔ اس کا اللہ کے واسطہ کوئی راستہ نکالیے۔ اللہ حافظ۔ بینوا و توجروا۔ المستفتی: محمد اکرم ویاس متی روڈ کونڈا چھاونی کنڈی اودی پور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب دور حاضر میں وعظ، امامت، اذان، تعلیم قرآن مجید اور تعلیم فقہ پر اجرت لینا جائز ہے۔

فتاوی رضویہ کتاب الاجارہ میں ہے:

اصل حکم یہ ہے کہ وعظ پر اجرت لینی حرام ہے، درمختار میں اسے یہود ونصاریٰ کی ضلالتوں میں سے گنا مگر کم من حکم یختلف باختلاف الزمان کما فی العالمگیریۃ۔ کلیہ غیر مخصوصہ کہ طاعات پر اجرت لینا ناجائز ہے ائمہ نے حالات زمانہ دیکھ کر اس میں سے چند چیزیں بضرورت مستثنیٰ کیں امامت، اذان، تعلیم قرآن مجید، تعلیم فقہ کہ اب مسلمانوں میں یہ اعمال بلانکیر معاوضہ کے ساتھ جاری ہیں، مجمع البحرین وغیرہ میں ان کا پانچواں وعظ گنا وبس فقیہ ابو اللیث سمرقندی فرماتے ہیں میں چند چیزوں پر فتویٰ دیتا تھا اب ان سے رجوع کی از اں جملہ میں فتویٰ دیتا تھا کہ عالم کو جائز نہیں کہ دیہات میں دورہ کرے اور وعظ کے عوض تحصیل کرے مگر اب اجازت دیتا ہوں لہٰذا یہ ایسی بات نہیں جس پر نکیر لازم ہو۔“ (ج: ۸، ص ۱۸۵)

لہٰذا اگر مولانا صاحب نے مذکورہ چیزوں میں سے کسی چیز پر اجرت مقرر کی ہے یا وعظ پر اجرت مقرر کرکے لیتے ہیں تو یہ جائز ہے اس پر اعتراض جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — کتبہٗ: محمد حسن خان رضوی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۱۹ ر جمادی الاولی ۱۴۳۰ھ

رمضان کی تنخواہ پانے کے لئے کتنی حاضری ضروری ہے؟

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت اس مسئلہ میں:
دینی مدارس کا معمول ہے کہ تعلیم صرف دس مہینے ہوتی ہے اور مدرسین حضرات کو تنخواہ بارہ مہینے کی دی جاتی ہے۔
دریافت طلب امر یہ ہے کہ تعطیل کلاں (رمضان المبارک) کی تنخواہ پانے کے لیے کتنی حاضری ضروری ہے؟
المستفتی: محمد صابر حسین فیضی دار العلوم مسکینیہ دھوراجی گجرات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب: جو تعطیلات مدارس دینیہ میں رائج ہیں جیسے جمعہ، جمعرات اور رمضان المبارک کی تعطیلات مدرسین ان کی تنخواہ پانے کے مستحق ہیں۔

فتاویٰ رضویہ میں ہے "تعطیلات معہودہ میں مثل تعطیل ماہ مبارک رمضان وعیدین وغیرہا کی تنخواہ مدرسین کو بے شک دی جائیں گی فان المعہود عرفا کالمشروط مطلقا۔" اھ (ج:۸، ص:۱۴۱)

الاشباہ والنظائر میں ہے: البطالة فی المدارس کایام الاعیاد ویوم عاشوراء وشهر رمضان فی درس الفقه علی وجهین فان كانت مشروطة لم یسقط من المعلوم شئ والا فینبغی ان یلحق ببطالة القاضی ففی المحیط انه یاخذ یوم البطالة وقیل لا وفی المنیة یستحق فی الاصح واختاره فی منظومة ابن وهبان وقال انه الاظهر۔" اھ ملخصاً
اقول: هذه الترجیحات حیث لم یشترط فکیف اذا شرط هذا لیس محل نزاع وقد علمت ان المعروف کالمشروط۔" اھ (من الفن الاول القاعدة السادسة ص:۱۰۴)

مذکورہ بالا عبارت سے معلوم ہوا کہ تعطیل ماہ رمضان المبارک کی تنخواہ پانے کے لیے حاضری کی کوئی خاص مقدار شرط نہیں ہے مگر یہاں کا ایک عرف یہ بھی ہے کہ جو اساتذہ مستقل ہوجاتے ہیں انہیں کو تعطیل کلاں کی تنخواہ دی جاتی ہے اور جو مستقل نہیں ہوتے عارضی رہتے ہیں تعطیل کلاں کی تنخواہ نہیں دی جاتی اس لیے اس عرف کے پیش نظر حکم یہ ہے کہ جو اساتذہ مستقل ہوچکے ہوں انہیں تعطیل کلاں کی تنخواہ دی جائے اور جو مستقل نہ ہوئے ہوں وہ اس کے مستحق نہیں۔ ایسا ہرگز نہ کیا جائے کہ جو اساتذہ مستقل کیے جانے کے اہل ہوں انہیں تعطیل کلاں کی تنخواہ سے محروم رکھنے کے لیے مستقل نہ کیا جائے بعض مدارس کا اصول یہ ہے کہ جس مدرس نے چھ ماہ سے زائد سال کے اکثر حصے میں کام کیا ہو اسے تعطیل کلاں کی تنخواہ دیتے ہیں تو ایسے مدارس کا حکم ہے کہ

وہاں کے جس مدرس نے پورے سال یا سال کے اکثر ایام میں تعلیمی کام کے فرائض انجام دیا ہو وہ تعطیل کلاں کی تنخواہ پانے کا حق دار ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی　　**کتبہ:** زبیر احمد مصباحی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی　　۱۵؍رجب المرجب ۱۴۳۰ھ

ڈرافٹ کا طریقہ ہنڈی ہے یا حوالہ اور اس کا حکم کیا ہے؟ کمپنیاں ایک ملک سے نوٹ لے کر دوسرے ملک بھیجتی ہیں یہ ہنڈی ہے یا حوالہ یا کچھ اور؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت اس مسئلہ میں:

بینکوں کے ڈرافٹ کے ذریعہ جو روپے ایک جگہ سے دوسری جگہ بھیجے جاتے ہیں اس میں سقوط خطر طریق کا فائدہ ہوتا ہے یہ ہنڈی ہے یا حوالہ؟ اور اس کا حکم کیا ہے؟

نیز آج کل پرائیویٹ کمپنیاں ایک ملک سے دوسرے ملک لوگوں سے نوٹ حاصل کر کے بھیجتی ہیں اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ ایک ملک کا نوٹ عوام سے لیتی ہیں اور اس کا طے شدہ زر مبادلہ دوسرے ممالک میں اپنے آدمی کے ذریعہ ادا کر دیتی ہیں یہ ہنڈی ہے یا حوالہ؟ یا کچھ اور؟ اور بہر حال یہ جائز ہے یا نہیں؟ واضح ہو کہ وہ عوام سے کچھ فیس بھی وصول کرتی ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بینکوں کے ڈرافٹ کے ذریعہ جو روپے ایک جگہ سے دوسری جگہ بھیجے جاتے ہیں یہ نہ ہنڈی ہے نہ حوالہ بلکہ اجارہ ہے اور یہ عند الشرع جائز ہے۔ اگر چہ اس میں سقوط خطر طریق کا فائدہ ہوتا ہے لیکن یہ عوض سے خالی نہیں ہوتا۔ بلکہ بینک اپنے اصول کے مطابق لوگوں سے اس کی اجرت لیتا ہے۔ اس لحاظ سے اس کی حیثیت ایک اجیر مشترک کی ہے جو ایک وقت میں مختلف لوگوں کے کام کرتا ہے۔ اور اپنے کام کے لحاظ سے مزدوری پاتا ہے۔ جیسے دھوبی، درزی وغیرہ۔

ہدایہ کتاب الاجارہ ج ۳ ص ۲۹۴ میں ہے:

"الاجارة قد تکون عقدا علی العمل کاستئجار القصار والخیاط وذلک فی اجیر المشترك اھ ملخصاً۔ اور بنایہ کتاب الاجارۃ ج ۱۰ ص ۲۳۰ میں ہے: "اما الاجارة علی الأعمال فکاستئجار الاسکاف والقصار والصباغ وسائر من یشترط علیه العمل فی سائر الأعمال من حمل الاشیاء من موضع ونحوه اھ

یہی حکم پرائیویٹ کمپنیوں کا بھی ہے جو لوگوں سے نوٹ لے کر اس کا طے شدہ زر مبادلہ اپنے آدمی کے ذریعہ ایک ملک سے دوسرے ملک بھیجتی ہیں یہ بھی نہ ہنڈی ہے نہ حوالہ بلکہ اجارہ ہے جو عند الشرع جائز و مباح ہے اس لیے کہ یہ بھی عوض سے خالی نہیں بلکہ کمپنیاں لوگوں سے اس کی اجرت وصول کرتی ہیں۔ البتہ ناجائز اس وقت ہوتا جب کہ کمپنیاں فیس نہ وصول کرتیں کہ یہ قرض دے کر نفع حاصل کرنا ہوتا جو عند الشرع حرام ہے۔ اور اگر کوئی کمپنی بغیر فیس لیے کاروبار کرتی ہے تو وہ حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — **کتبہٗ:** محمد شاہ عالم قادری

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۴؍ محرم الحرام ۱۴۲۳ھ

پگڑی کا لین دین کیسا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت اس مسئلہ میں:

آج کل عام بات ہے۔ دکان کو کرایہ پر دینے کے واسطے پگڑی کے نام سے لاکھوں روپے لیتے ہیں۔ پگڑی لینا دینا کیسا ہے۔ لینے والے کے لے کیا حکم ہے اور دینے والے کے لیے کیا حکم ہے؟

المستفتی: محمد نبیہ قصاب ابن نصر اللہ قریشی۔ شاہجہاں پور، (یو، پی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب دکان کو کرایہ پر دیتے وقت جو رقم پگڑی کے نام پر لیتے یا دیتے ہیں یہ ناجائز و حرام ہے کہ یہ نہ تو تحفہ و ہدیہ ہے نہ کسی چیز کا معاوضہ بلکہ اپنا کام نکالنے اور اپنی غرض پوری کرنے کے لیے ایک فاضل رقم کی پیش کش ہے ایسی فاضل رقم کو رشوت کہا جاتا ہے جو حرام ہے۔ فتاویٰ فیض الرسول میں ہے: کرایہ پر مکان لینے کے لیے کچھ روپیہ کرایہ کے علاوہ پگڑی کے نام پر دینا لینا حرام وناجائز ہے۔ "لانہ لزوم مال مبتدأ فیکون بطریق الرشوۃ وھو حرام۔" (ج:۲ص:۴۱۶)

دینے والا اگر مجبوری دے رہا ہے تو اس کے لیے دینے میں حرج نہیں۔ مگر لینے والے کے لیے کسی حالت میں جائز نہیں مطلقاً گناہ کبیرہ کا مرتکب اور مستحق عذاب نار ہے۔

اعلیٰ حضرت محدث بریلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں رشوت لینا مطلقاً گناہ کبیرہ ہے لینے والا حرام خوار ہے مستحق عذاب نار ہے۔ دینا اگر بمجبوری اپنے اوپر سے دفع ظلم کے لیے ہو تو حرج نہیں اور اپنا آتا وصول کرنے کو ہو تو حرام ہے لینے دینے والا دونوں جہنمی ہیں۔ فی وصایا الھندیۃ عن فتاوی قاضی خان ان بذل المال لاستخراج حق لہ علی غیرہ رشوۃ و ان بذل لدفع ظلم عن نفسہ او مالہ لم یکن

رشوۃ۔ (فتاویٰ رضویہ، ج:۷، ص:۱۷۷)ایسے ہی بہار شریعت، ح:۱۶، ص:۲۵۶ میں ہے۔

لیکن آج کل لوگ بڑے شہروں میں عام طور پر پگڑی کے لین دین میں مبتلا ہو چکے ہیں اور اسے چھوڑنا ان کے لیے بہت ہی دشوار ہے لہٰذا ان کے لیے حل کی راہ یہ ہے کہ معاملہ پگڑی کا نہ کریں بلکہ پگڑی پر جتنی رقم لینی دینی منظور ہو وہ دکان کی زمین کا کرایہ طے کریں۔ اور جو کرایا ماہانہ عام طور پر ہوتا ہے وہ عمارت کا مقرر کر لیں اگر معاملہ ایسا ہو سکے تو ٹھیک ہے ورنہ مطلقاً کرایا کے علاوہ پگڑی کے نام پر لاکھوں روپے لینا حلال نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہٗ: محمد انوار الحق قادری
الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی

۱۹/ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۰ھ
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

تنخواہ دار امام و عالم کو نوکر سمجھنا کیسا ہے؟

امام کو جو اجرت دی جاتی ہے اسے تنخواہ کہہ سکتے ہیں؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت اس مسئلہ میں:

(۱) زید کی جماعت کے لوگ علما کو نوکر مانتے ہیں اور عمرو کا قول ہے کہ علما کو نوکر ماننا یا جاننا وارثین رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی ہے کیونکہ علما وارث انبیاء ہیں اور اب مصلائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مستحقین بھی، کیا صحیح ہے؟

(۲) اور ان کا کہنا ہے کہ ہم تنخواہ یعنی جو نماز کی اجرت جیسی ہوتی ہے ہم امام کو دیتے ہیں جبکہ عمرو کا کہنا ہے کہ وہ تنخواہ ہو ہی نہیں سکتی اور اس کو لفظ تنخواہ سے نسبت دینا مصلائے رسول کی بے ادبی ہے اور یہ گستاخیٔ مصطفیٰ ہے بلکہ حق تو یہ ہے کہ مصلائے رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے جو بھی خرچ کیا جائے وہ سب ہدیہ اور سرکار دو جہاں عالم سرخفاء صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے وہ بھی قبول ہو جائے تو ورنہ وہ بھی نہیں، کیا یہ صحیح ہے؟ **المستفتی:** از محمد شفیع گاندھی نگر، و بمکو تھیر وراتر پور چنئی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب (۱) کسی بھی عالم دین یا امام کو اگر چہ وہ تنخواہ دار ہو نوکر سمجھنا اور نوکر کہنا بے ادبی ہے۔ جس طرح ماں، باپ کی بیوی ضرور ہے مگر اسے اس لفظ کے ساتھ یاد کرنا ماں کی توہین ہے ایسے ہی تنخواہ دار عالم دین اجیر ضرور ہے مگر اسے نوکر کہنا یا اس کے ساتھ نوکر جیسا برتاؤ کرنا اس کی توہین ہے۔ لہٰذا زید کی جماعت کے لوگوں پر ضروری ہے کہ اس جملے سے رجوع کریں اور آئندہ ایسے الفاظ علمائے کرام کی شان میں ہرگز استعمال نہ کریں۔ فتاویٰ رضویہ میں

ہے"امام اگر کسی قوم کا تنخواہ دار ہے تو وہ ان کا نوکر ضرور ہے مگر نہ خدمت گار بلکہ مخدوم جیسے علما وقضاۃ وسلاطین کہ بیت المال سے وظیفہ پاتے ہیں مگر وہ رعایا کے خدمت گار نہیں ہوسکتے۔" اھ (ص ۵۱۶ ج ۶) واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) امام کو جو وظیفہ دیا جاتا ہے وہ تنخواہ ہی ہے جو اس کے کام کے عوض میں دیا جاتا ہے یہ اور بات ہے کہ تعظیماً اس تنخواہ کو ہدیہ کا نام دے دیا جائے مگر حقیقت میں وہ اجرت ہی ہے جو نماز پڑھانے کے عوض میں دی جاتی ہے۔ عمرو کا یہ کہنا کہ اس کو لفظ تنخواہ سے نسبت دینا مصلائے رسول کی بے ادبی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی ہے صحیح نہیں اس لئے کہ تعلیم قرآن یا امامت پر اجرت لینا شرعاً جائز ہے اور کسی جائز کام میں نہ منصب امامت کی سوئے ادبی ہوسکتی ہے اور نہ حضور علیہ السلام کی گستاخی۔ فتاوی رضویہ میں ہے"فی الواقع اخذ اجرت بر تعلیم قرآن عظیم ودیگر علوم واذان وامامت جائز ست علی ما افتی بہ الائمۃ المتاخرون نظرا الی الزمان حفظا علی شعائر الدین والایمان" اھ (ص ۱۶۳ ج ۸) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — **کتبہ:** محمد سفیر الحق رضوی نظامی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۲۰ رمحرم الحرام ۱۴۳۲ھ

آڑھتی کا خریدار سے اضافی رقم لینا کیسا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت اس مسئلہ میں:

خریدار اور بکری دار کے درمیان ایک آڑھتی ہوتا ہے جو مال کے بکوانے اور خریدوانے میں مدد دیتا ہے قیمت طے ہوجانے کے بعد رقم آڑھتی ادا کرتا ہے اور مال خریدار لے جاتا ہے اس پر کچھ اضافی رقم طے یعنی مقرر رہتی ہے جو خریدار کو ادا کرنی ہوتی ہے رقم دینے میں وقت کی کوئی قید نہیں ہوتی اور کبھی کچھ خریداروں سے آڑھتی کو رقم کے ڈوب جانے کا اندیشہ رہتا ہے اور اگر خدانخواستہ خریدار کا انتقال ہوجائے تو مکمل طور پر رقم ڈوب جانے کا اندیشہ رہتا ہے تو آڑھتی دار کا مناسب رقم لینا جائز ہے کہ نہیں؟ مع حوالہ کتب فقہ جواب مرحمت فرمائیں۔ حوالہ فتاویٰ رضویہ اور بہار شریعت سے جلد نمبر کے ساتھ عنایت فرمائیں۔ کرم ہوگا؟

المستفتی: شوکت علی، بابا ماربل، مکرانہ ضلع ناگور (راجستھان)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب آڑھتی کا اضافی رقم خریدار سے لینا جائز ہے کہ یہ اضافی رقم فی الواقع اس کے کام کی اجرت ہے اور اجرت لینا جائز وحلال ہے۔ ہاں یہ شرط لگائی جائے کہ اجرت فیصد کے لحاظ سے نہ ہو کہ فیصد سے اجرت لینا حرام وگناہ ہے اور نہ ہی اجر مثل سے زیادہ ہو یعنی ایسے کام میں اتنی کوشش پر جو مزدوری ہوتی

ہے آڑھتی اس سے زائد نہ پائے گا اگر چہ فروخت کرنے والے سے کتنا ہی زیادہ کیوں نہ طے ہو کہ یہاں آڑھتی کی حیثیت اجرت پر کام کرنے والے کی ہے تو کام کے مطابق ہی ملے گا بہر حال اجر مثل سے زیادہ نہ دیں گے۔ ردالمحتار میں تاتارخانیہ سے ہے: "فی الدلال و السمسار یجب اجر المثل و ما تواضعوا علیہ ان فی کل عشرۃ دنانیر کذا فذلک حرام علیھم" اھ (مطلب اجرۃ الدلال، ج ۶، ص ۶۳)
ایسا ہی فتاویٰ رضویہ ج ۸، ص ۱۴۷ میں بھی ہے: واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — کتبہ: محمد ابوبکر مصباحی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۲۰ ذی الحجہ ۱۴۲۷ھ

پگڑی کے جواز کا حیلہ

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و ملت اس مسئلہ میں:
مسجد کی دوکان جس کا انتظام و انصرام سنی وقف کمیٹی ویس نگر کر رہی ہے آج سے لگ بھگ چالیس سال پہلے سنی وقف کمیٹی سے دو ہزار روپے پگڑی دے کر لیا تھا اور ہر ماہ بھاڑا یعنی کرایہ اس دوکان کا مبلغ سولہ روپئے طے ہوا تھا پھر کافی برسوں کے بعد سنی وقف کمیٹی نے دوکان کا کرایہ اکیاون روپئے کر دیا جواب تک ادا کر رہا ہوں اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ میں اس دوکان کو زیادہ پگڑی لے کر کسی اور کو دے سکتا ہوں یا نہیں اور پگڑی لینا یا دینا از روئے شرع جائز ہے یا ناجائز مہربانی فرما کر بحوالہ کتب شرعیہ بالتفصیل جواب عنایت فرمائیں۔
المستفتی: محسن بھائی حاجی عبدالرسول بھائی، ضلع مہسانہ، (گجرات)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب آج کل لوگ پگڑی کے لین دین میں اس قدر زیادہ مبتلا ہو گئے ہیں کہ اسے چھوڑنا ان کے لئے بہت ہی دشوار ہے اس لئے اب اس کے حل کی راہ یہ بتائی جاتی ہے کہ معاملہ پگڑی کا نہ کریں البتہ پگڑی کے طور پر جتنی رقم لینی منظور ہو اتنے کے بدلے میں دوکان کی زمین کرایہ پر دیدیں اور جو کرایہ ماہانہ عام طور پر ہوتا ہے وہ عمارت کا مقرر کر لیں اس طرح کی دوکانیں دوامی اجارہ پر ہوتی ہیں اگر سائل نے اس طور پر مسجد کی دوکان کرایہ پر لی ہے تو وہ دوسرے کو بھی درج بالا حل کے مطابق کرایہ پر دے سکتا ہے۔ البتہ اس سے احتراز کرے تو مناسب ہے اور دینا ہی ہے تو کسی مسلمان سنی صالح کو دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — کتبہ: محمد رئیس برکاتی مصباحی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۱۹ ذی الحجہ ۱۴۲۷ھ

مسجد کی دکان بنانے کے لئے اس شرط پر رقم دیا کہ وہ دکان اسے کرایہ پر ملے گی تو یہ جائز ہے یا نہیں؟ کرایہ کی دکان زیادہ کرایہ لے کر دوسرے کو دے سکتا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت اس مسئلہ میں:

مسجد کی دکانیں بنتے وقت پیسے کی کمی ہوئی لہٰذا مسجد کی کمیٹی نے زید سے کہا کہ تم دکان بنوادو مسجد کمیٹی تمہیں کرایہ پر دکان دے دے گی۔ زید نے دس ہزار روپے دے کر دکان بنوادی اور کرایہ پر استعمال کرتا رہا۔ اب زید دکان بکر کو دینا چاہتا ہے اور اس سے دولاکھ روپے لینا چاہتا ہے اور مسجد کمیٹی کرایہ دار کے نام ٹرانسفر کرنے کے لیے اس دولاکھ کا ۳۰ فیصد مانگ رہی ہے تو ایسا کرنا ازروئے شرع کیسا ہے؟

المستفتی: مولانا محمد احمد رضا، خواجہ مسجد ۲۵، غفور خان کی بزریا، اندور، ایم پی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب مسجد کمیٹی نے زید سے جو یہ کہا کہ "تم دکان بنوادو مسجد کمیٹی تمہیں کرایہ پر دکان دے دے گی۔" اور زید نے اسے منظور کیا یہ واقع میں رشوت کے لین دین کا معاہدہ ہے کیوں کہ کسی کا کام بنانے کے لیے بغیر کسی عوض اس سے جو رقم لی جاتی ہے وہ رشوت ہوتی ہے تو زید اور مسجد کی کمیٹی رشوت کے لین دین کا معاہدہ کرنے پھر اس کو برتنے کی وجہ سے دونوں گنہگار ہوئے۔ حدیث شریف ہے سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "الراشی والمرتشی کلاھما فی النار۔" رشوت لینے والا اور دینے والا دونوں جہنمی ہیں۔ (کنز العمال ج ۶، حدیث ۱۵۰۷۷) اس لیے دونوں فریق گنہگار اور عذاب نار کے سزاوار ہوئے۔

اس سے بچنے کا ذریعہ یہ ہے کہ زید علانیہ یہ کہہ دے کہ اس نے دس ہزار روپے جو دیئے اور تعمیر مسجد میں جو کچھ صرف ہوگا وہ سب مسجد کے لیے عطیہ ہے اور یہ صرف زبان سے نہ کہے بلکہ دل میں بھی اس پر یقین کرلے پھر زید اور مسجد کمیٹی دونوں مسلمانوں کے مجمع میں علانیہ توبہ کریں۔

اجارہ صحیح ہونے کے لیے ضروری ہے کہ اجارہ کی مدت معلوم ہو، صورت مسئولہ میں چونکہ اجارہ کی مدت مجہول ہے اس لیے وہ اجارہ ابتداء صرف ایک ماہ کے لیے منعقد ہوا تھا پھر ایک ماہ کے ختم ہوتے ہی یہ معاہدہ بھی ختم ہوگیا تھا مگر چونکہ ہر ماہ کے اختتام کے بعد بھی فریقین عملی طور پر اجارہ کو باقی رکھتے ہیں اس لیے بطور تعاطی ہر نئے ماہ میں اجارہ منعقد ہوتا ہے اور اس کے اختتام پر ختم ہوجاتا ہے۔

بہار شریعت میں ہے: "یوں اجارہ پر لیا کہ ہر ماہ ایک روپیہ کرایہ اور یہ نہیں ٹھہرا کہ کتنے مہینوں کے لیے کرایہ پر لینا دینا ہوا تو صرف پہلے مہینہ کا اجارہ صحیح ہے اور باقی مہینوں کا فاسد، پہلا مہینہ ختم ہوتے ہی پہلی ہی

تاریخ میں ہر ایک اجارہ کو فسخ کر سکتا ہے اور پہلی تاریخ میں فسخ نہیں کیا تو اب اس مہینہ میں خالی نہیں کرا سکتا۔"
(ج ۱۴، ص ۱۳۲، بیان اجارہ فاسدہ)

فتاویٰ ہندیہ میں ہے: "وان اجر دارا کل شهر بدرهم صح العقد فی شهر واحد وفسد فی بقية الشهور واذا تم الشهر الاول فلكل واحد منهما ان ينقض الاجارة لانتهاء العقد الصحيح ولو سمى جملة الشهور جاز۔" (ج ۴، ص ۴۱۶، الباب الثالث فی الاوقات التی یقع علیها عقد الاجارۃ)

کوئی بھی کرایہ دار اپنی مدت اجارہ میں اپنی دکان دوسرے کو کرایہ پر دے سکتا ہے لہٰذا زید بھی ایک ماہ کے اندر میعاد مقررہ کے لیے کرایہ پر دے سکتا ہے مگر کرایہ کے علاوہ کچھ بھی رقم لینا رشوت ہے اس لیے زید اور انتظامیہ دونوں وہ فاضل رقم لینے سے بچیں اور خدا سے ڈریں۔ ہاں کرایہ لے سکتا ہے مگر اس کی مقدار اس سے زیادہ نہیں ہو سکتی جتنی یہ خود دیتا ہے۔ درمختار میں مستاجر کے تعلق سے ہے۔ "وله السكنى بنفسه واسكان غيره لو آجر باكثر تصدق بالفضل۔" (فوق ردالمحتار، ج ۶، ص ۲۹، باب ما یجوز من الاجارۃ وما لا یجوز) واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

کتبہ: محمد وقار علی احسانی علیمی
۱۷ محرم الحرام ۱۴۲۹ھ

ٹیوشن پڑھانے کے لئے اسکول میں مکمل نصاب نہ پڑھانا کیسا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت اس مسئلہ میں:

آج کل اسکولوں اور کالجوں میں ٹیچر حضرات مکمل کورس کی کتابیں نہیں پڑھاتے اور بچوں کو ٹیوشن لینے پر زور دیتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ اساتذہ کی تنخواہ فکس رہتی ہے مزید پیسے کے لیے ٹیوشن لینے کی بھی کوشش کرتے ہیں۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایسے اساتذہ کی تنخواہ حلال ہے یا حرام؟ بینوا وتوجروا۔

المستفتی: حکیم ابوبکر خاں برکاتی سک رفیق ملت ناسک نمبرا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب سبق کی مقدار پوری کیوں نہیں ہوتی؟ اگر اس کی وجہ یہ ہے کہ اساتذہ غیر حاضری زیادہ کرتے ہیں یا پوری گھنٹی نہیں پڑھاتے یا حاضر رہتے ہوئے بھی کبھی پڑھاتے ہیں کبھی نہیں پڑھاتے یا جان بوجھ کر تھوڑا تھوڑا پڑھاتے ہیں تاکہ تکمیل کے لیے انہیں ٹیوشن کرانے کا موقع ملے۔ اور تنخواہ پوری وصول کرتے

ہیں تو ان تمام صورتوں میں وہ گنہگار ہیں پوری تنخواہ کے وہ حقدار نہیں جس قدر کام کیا اتنے کی ہی تنخواہ کے حقدار ہیں باقی تنخواہ لینا اور لے لیے ہوں تو واپس نہ کرنا ناجائز وگناہ ہے اور اگر یہ صورتیں نہیں ہیں بلکہ طلبہ از خود مزید معلومات کے لیے مزید وقت دے کر ٹیوشن لیتے ہیں تو انہیں ٹیوشن پڑھانا جائز ہے اور اس کی تنخواہ بھی جائز وحلال ہے۔

درمختار میں ہے "الاجیر الخاص ویسمی اجیر واحد من یعمل لواحد عملا موقتا بالتخصیص ویستحق الاجر بتسلیم نفسہ فی المدۃ وان لم یعمل کمن استوجر شھرا للخدمۃ ولیس للخاص ان یعمل لغیرہ۔ اھ ملخصا (ج۶،ص۶۹)

فتاویٰ رضویہ میں ہے "مدرسین وامثالھم اجیر خاص ہیں اور اجیر خاص پر وقت مقررہ معہودہ میں تسلیم نفس لازم ہے اور اسی سے وہ اجرت کا مستحق ہوتا ہے اگرچہ کام نہ ہو مثلاً مدرس وقت معہود پر مہینہ بھر برابر حاضر رہا اور طالب علم کوئی نہ تھا کہ سبق پڑھتا مدرس کی تنخواہ واجب ہوگئی ہاں اگر تسلیم نفس میں کمی کرے مثلاً بلا رخصت چلا جائے یا رخصت سے زیادہ دن لگائے یا مدرسہ کا وقت چھ گھنٹے تھا اس نے پانچ گھنٹے دیئے یا حاضر تو آیا لیکن وقت مقرر خدمت مفوضہ کے سوا اور کسی اپنے ذاتی کام میں اگرچہ نماز نفل یا دوسرے شخص کے کام میں صرف کیا کہ اس سے بھی تسلیم نفس منتقض ہوگی یوں ہی اگر آتا اور خالی باتیں کرتا چلا جاتا ہے طلبہ حاضر ہیں اور پڑھاتا نہیں کہ اگرچہ اجرت کام کی نہیں تسلیم نفس کی ہے مگر یہ منع نفس ہے نہ کہ تسلیم بہرحال جس قدر تسلیم نفس میں کمی کی ہے اتنی تنخواہ وضع ہوگی۔" اھ (ج۸،ص۱۶۹)

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — **کتبہٗ:** فیاض احمد برکاتی مصباحی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۲۷ ربیع النور ۱۴۲۹ھ

وعظ پر اجرت لینا کیسا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ

کسی عالم دین کو زید نے جلسے میں خطاب کے لئے دعوت دی عالم دین نے نذرانہ کا مطالبہ کیا۔ زید نے کہا حضرت خطاب کا نذرانہ کرنا جائز نہیں تو انہوں نے کہا ہم خطاب کا نہیں اپنے وقت کی قیمت طلب کرتے ہیں تو اس کے بارے میں شرع کا کیا حکم ہے؟ المستفتی: نور محمد مائل رضوی چورو، راجستھان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اس زمانہ میں وعظ، امامت، اذان، تعلیم قرآن وحدیث اور تعلیم فقہ پر اجرت لینا جائز

ہے فتاویٰ رضویہ کتاب الاجارہ میں ہے ''بلکہ بعض علماء نے وعظ کو بھی ان امور مستثناۃ میں داخل کیا جن پر اس زمانہ میں اخذ اجرت مشائخ متاخرین نے بحکم ضرورت جائز رکھا'' اھ (ج ۸ ص ۱۳۹)

نیز اسی میں ہے ''اصل حکم یہ ہے کہ وعظ پر اجرت لینی حرام ہے در مختار میں اسے یہود و نصاریٰ کی ضلالتوں میں گنا ہے، مگر کم من حکم یختلف باختلاف الزمان کما فی العالمگیریۃ کلیہ غیر مخصوصہ کہ طاعت پر اجرت لینا ناجائز ہے ائمہ نے حالات زمانہ دیکھ کر اس میں سے چند چیزیں بضرورت مستثنیٰ کیں، امامت، اذان، تعلیم قرآن مجید، تعلیم فقہ کہ اب مسلمانوں میں یہ اعمال بلا نکیر معاوضہ کے ساتھ جاری ہیں مجمع البحرین وغیرہ میں ان کا پانچواں وعظ گنا وبس، فقیہ ابو اللیث سمرقندی فرماتے ہیں، میں چند چیزوں پر فتویٰ دیتا تھا اب ان سے رجوع کی ازاں جملہ میں فتویٰ دیتا تھا کہ عالم کو جائز نہیں کہ دیہات میں دورہ کرے اور وعظ کے عوض تحصیل کرے مگر اب اجازت دیتا ہوں، لہٰذا یہ ایسی بات نہیں جس پر نکیر لازم ہو'' اھ (ج ۸ ص ۱۸۵) لہٰذا کسی عالم نے مذکورہ چیزوں میں سے کسی چیز پر اجرت مقرر کی یا وعظ پر اجرت کا مطالبہ کیا یا کوئی وعظ پر اجرت مقرر کر کے لیتا ہے تو یہ شرعاً جائز و درست ہے کسی کا اس پر اعتراض جائز نہیں۔

در مختار میں ہے۔ والثانی الخاص وھو من یعمل لواحد عملا مؤقتا۔ بالتخصیص ویستحق الاجر بتسلیم نفسہ فی المدۃ'' اھ کہ اجیر کی دوسری قسم اجیر خاص ہے اور وہ یہ ہے کہ کسی خاص وقت میں خاص آدمی کے لئے عمل کرنا اور اس مدت میں وہ تسلیم نفس کر دے تو اجرت کا مستحق ہوتا ہے۔ (ج ۹ ص ۹۴/۹۵)

اور ردالمحتار میں ہے: قال فی الھدایۃ و بعض مشائخنا رحمہ اللہ تعالیٰ استحسنوا الاستئجار علی تعلیم القرآن الیوم لظھور التوانی فی الامور الدینیۃ۔ ففی الامتناع تضییع حفظ القرآن وعلیہ الفتویٰ اھ وقد اقتصر علی استثناء تعلیم القرآن ایضاً فی متن الکنز و متن مواھب الرحمن و کثیر من الکتب وزاد فی مختصر الوقایۃ و متن الاصلاح تعلیم الفقہ وزاد فی متن المجمع الامامۃ ومثلہ فی متن الملتقی ودرر البحار وزاد بعضھم الاذان والاقامۃ والوعظ''۔ اھ (ج ۹ ص ۷۶)

لیکن خطبا کو اجرت طے کرتے وقت ایک تو اجارہ کے اصولوں کی پابندی ضرور کرنی چاہیے دوسرے ایسا طریقہ نہ اختیار کرنا چاہیے جس سے ان کی اور علما کی وقعت مجروح ہو۔ آج کچھ خطبا اس طور پر معاملہ طے کرتے ہیں جیسے کسی جنس بازار کا دام طے کیا جاتا ہے وہ اس سے بچیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی، برکاتی

کتبہ: محمد اظہر الدین برکاتی
۵ رشعبان المعظم ۱۴۳۲ھ

کِتَابُ الذَّبَائِح

ذبح کا بیان

بحری جانوروں میں کون حلال ہیں کون حرام؟ اوراس کی وجہ کیا ہے؟

نیز ان میں کون مکروہ تنزیہی کون تحریمی؟

مسئلہ کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان عظام مسئلہ ذیل میں:

(۱) بحری جانوروں میں کون سے حلال ہیں اورکون سے حرام؟ اورکیوں حلال ہوئے اورکیوں حرام؟ واضح فرمائیں۔

(۲) اوربحری جانوروں میں کون مکروہ تحریمی اورمکروہ تنزیہی ہیں؟ اورکیوں ہیں واضح فرمائیں۔عین نوازش ہوگی۔فقط والسلام المستفتی:ابوایمن محمد شمشاد خاں محلہ گڑگوڑیا شہر بستی (یوپی)

یکم رذی الحجہ ۱۴۲۳ھ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الجواب (۱۔۲) بحری جانوروں میں صرف اورصرف مچھلی حلال ہے، اس کے علاوہ جتنے جانور ہیں سب کے سب ناجائز وحرام ہیں،— ہاں جومچھلی پانی میں مرکر تیرگئی یعنی جوبغیر مارے اپنے آپ مرکر پانی کی سطح پرالٹ گئی تووہ حرام ہے، درمختار کتاب الذبائح میں ہے "ولا یحل حیوان مائی إلا السمک" اھ (ج۶ص۳۰۶)—اورفتاوی عالمگیری کتاب الذبائح میں ہے "اما الذی یعیش فی البحر فجمیع ما فی البحر من الحیوان یحرم اکلہ الا السمک خاصۃ فانہ یحل أکلہ" اھ (ج۵ص۲۸۹)

البتہ جھینگے کے متعلق اختلاف ہے کہ یہ مچھلی ہے کہ نہیں اس بناپراس کی حلت وحرمت میں بھی اختلاف ہے، لہٰذا اس سے بچنا ہی بہتر ہے، اعلیٰ حضرت رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں کہ جھینگے کو حمادیہ میں دودیعنی کیڑا کہا اور کیڑے حرام ہیں اوراہل حلت کی طرف سے دلیل میں یہ نہ کہا کہ وہ مچھلی ہے بلکہ یہ کہ اس پر مچھلی کا

نام بولا جاتا ہے۔

تحقیق مقام یہ ہے کہ ہمارے مذہب میں مچھلی کے سوا تمام دریائی جانور مطلقاً حرام ہیں تو جن کے خیال میں جھینگا مچھلی کی قسم سے نہیں ان کے نزدیک حرام ہونا ہی چاہیے، مگر کتب لغت وطب وکتب علم حیوان میں بالاتفاق اسی کی تصریح ہے کہ وہ مچھلی ہے قاموس میں ہے "الا ربیان بالکسر سمك کالدود" اھ اور ایسے شبہ واختلاف سے بے ضرورت بچنا ہی چاہیے" اھ (فتاویٰ رضویہ ج ۸ ص ۳۷۶) — بعض جانوروں کے حرام ہونے کی حکمت کے بارے میں فقیہ اعظم ہند صدر الشریعہ علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ گوشت یا جو کچھ غذا کھائی جاتی ہے وہ جزو بدن ہوجاتی ہے اور اس کے اثرات ظاہر ہوتے ہیں اور چونکہ بعض جانوروں میں مذموم صفات پائے جاتے ہیں ان جانوروں کے کھانے میں اندیشہ ہے کہ انسان بھی ان بری صفتوں کے ساتھ متصف ہوجائے، لہٰذا انسان کو ان کے کھانے سے منع کیا گیا، (بہار شریعت ح ۱۵ ص ۱۲۵) — مستفتی کو کسی چیز کے بارے میں یہ سوال کرنے کا حق نہیں کہ یہ کیوں حرام ہے اور کیوں حلال ہے، فتاویٰ رضویہ میں ہے "ان الحکم یکون لحکمة ولکن العباد مامورون باتباع الحکم دون الحکمة" اھ یعنی حکم حکمت کے لیے ہوتا ہے مگر حکمت پر اس کا مدار نہیں رہتا بندہ کو حکم کا اتباع چاہیے حکمت جو اسے معلوم ہے۔ موجود ہو یا نہیں" اھ (ج ۱ ص ۲۴۴) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — کتبہ: محمد نیاز برکاتی مصباحی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۲ ربیع الاول ۱۴۲۲ھ

مسلم نے غیر مسلم کے یہاں جانور ذبح کیا غیر مسلم نے اسے پکایا تو وہ حلال ہے یا نہیں؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

زید ہندو کے یہاں دعوت پر گیا بسم اللہ اللہ اکبر پڑھ کر جانور ذبح کر دیا پھر، ہندوؤں نے کھانا پکایا اور اس نے کھایا دریافت طلب امر یہ ہے کہ وہ ذبیحہ حلال ہوا کہ نہیں؟ بینوا توجروا۔

المستفتی: حافظ محمد جعفر بیتال پور ضلع دیوریا، یوپی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب زید اگر سنی صحیح العقیدہ ہے اور اس نے بسم اللہ اللہ اکبر پڑھ کر حلال جانور ذبح کر دیا تو وہ جانور حلال ہوگیا اگرچہ غیر مسلم کا جانور تھا۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے: مسلم ذبح شاة المجوسی لبیت نارهم او الکافر لآلهتهم

توکل لانہ سمی اللہ تعالٰی ویکرہ للمسلم کذا فی التتارخانیۃ" اھ (ج ۵ ص ۲۸۶)
رہ گیا اس گوشت کا کھانا تو اگر وہ گوشت ذبح کے وقت سے کھانے کے وقت تک برابر مسلم کے سامنے رہا بھی اس کی نگاہ سے اوجھل نہ ہوا تو مسلمان اسے کھا سکتا ہے زید بھی کھا سکتا ہے اور اگر کچھ دیر کے لئے بھی مسلمان کی نگاہ سے اوجھل ہو گیا تو اسے زید یا کسی بھی مسلمان کے لیے کھانا حرام ہے اس کی تفصیل محقق عصر مفتی محمد نظام الدین صاحب رضوی کی کتاب "مشینی ذبیحہ، میں موجود ہے نیز صدر الشریعہ علیہ الرحمہ فتاوی امجدیہ میں بھی یہ ارشاد فرماتے ہیں کہ "جس گوشت کو کفار نے پکایا اور نظر مسلم سے غائب ہو گیا تو اس کا کھانا حرام ہے اگر چہ قرائن سے ایسا معلوم ہوتا ہو کہ یہ گوشت مسلم کا ذبیحہ ہے" اھ (ج ۴ ص ۲۹۲) واللہ تعالٰی اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — **کتبہ: فیاض احمد برکاتی مصباحی**
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۲۹ / ذو القعدۃ الحرام ۱۴۲۸ھ

مرغی کا چمڑا کھانا کیسا ہے؟

مسئلہ مرغی کا چمڑہ کھانا کیسا ہے؟ یہاں کچھ لوگ کہتے ہیں کہ مرغی کا چمڑہ نکالنا ضروری ہے اور کچھ کہتے ہیں چمڑہ نکالنا نا جائز ہے؟ المستفتی: محمد الیاس آئی قاضی، قصبہ جھابود ضلع داہود، گجرات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب مرغی کا چمڑہ کھانا جائز ہے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا القدر رضی المولی عنہ ایسے ہی ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں "مذبوح حلال جانور کی کھال بیشک حلال ہے شرعا اس کا کھانا ممنوع نہیں اگر چہ گائے، بھینس، بکری کی کھال کھانے کے قابل نہیں ہوتی۔ فی الدر المختار اذا ماذکیت شاۃ فکلھا سوی سبع ففیھن الوبال فحاء ثم خاء ثم غین ودال ثم میمان وذال، انتھی فالحاء الحیاء وھو الفرج والخاء الخصیۃ والغین الغدۃ والدال الدم المسفوح والمیمان المرارۃ والمثانۃ والذال الذکر اھ (فتاوی رضویہ، ج: ۸، ص: ۳۲۴) واللہ تعالٰی اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — **کتبہ: محمد صابر حسین فیضی**
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۲۸ / شوال ۱۴۲۵ھ

مشین کا ذبیحہ جائز ہے یا نہیں؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت اس مسئلہ میں:

مشین کا ذبیحہ جائز ہے یا نہ جائز؟ المستفتی: محمد سمیع انصاری رضوی، گورکھپور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب مشین کے ذریعہ جو جانور ذبح کیے جاتے ہیں وہ سب کے سب حرام ہیں، ان کا حکم شرعاً وہی ہے جو مردار کا ہے اس لیے کہ جانور کے حلال ہونے کے لیے بالاتفاق یہ شرط ہے کہ ذابح عقل وشعور والا ہو، نیز مسلم، یا کتابی ہو، اور مشین کے ذریعہ ذبح کرنے میں ذابح نہ عقل وشعور والا ہے اور نہ ہی مسلم یا کتابی ہے بلکہ محض ایک ''بجلی'' ہے جو یقیناً ان اوصاف سے خالی ہے۔

ہدایہ ''کتاب الذبائح'' میں ہے "ومن شرطه ان يكون الذابح صاحب ملة التوحيد اما اعتقادا كالمسلم اودعوى كالكتابي. وذبيحة المسلم والكتابي حلال" اھ ملخصا (ج ۴ ص ۴۱۸) تفصیل کے لیے محقق مسائل جدیدہ حضور مفتی محمد نظام الدین صاحب قبلہ رضوی برکاتی کی تصنیف کردہ کتاب ''مشینی ذبیحہ'' کا مطالعہ کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — **کتبہ:** محمد صابر حسین فیضی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۱۴ ذی القعدہ ۱۴۲۵ھ

اوجھڑی کا کیا حکم ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت اس مسئلہ میں:

حلال جانوروں کی اوجھڑی کا کیا حکم ہے؟ زید کہتا ہے کہ اوجھڑی کی کراہت تحریمی یا حرمت پر کوئی نص قطعی نہیں ہے اس لئے اوجھڑی حلال ہے۔ جب کہ بکر کہتا ہے کہ اوجھڑی سے طبیعت سلیمہ نفرت کرتی ہے اس لئے اوجھڑی "وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ" میں داخل ہے دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید اور بکر میں کون صحیح ہے؟ نیز دیوبندیوں نے وادیٔ کشمیر میں ۱۰ مارچ ۲۰۰۶ء روزنامہ آفتاب ص ۴ پر حلت کا فتویٰ شائع کیا ہے۔ امید کہ مدلل اور مفصل جواب دے کر مشکور فرمائیں گے۔ بینوا توجروا۔

المستفتی: اسد اللہ نظامی مصباحی صدر المدرسین ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد، اننت ناگ کشمیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب حلال جانوروں کے جن اعضا کا کھانا مکروہ ونا جائز ہے ان میں ایک عضو اوجھڑی بھی ہے تحقیق یہ ہے کہ اوجھڑی کھانا مکروہ تحریمی ہے، لہٰذا بکر کا قول درست ہے کہ یہ "وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ" میں داخل ہے کیونکہ اوجھڑی اگر مثانہ، فرج وذکر سے خباثت میں زائد نہیں تو کسی طرح کم بھی نہیں کہ یہ سب اگر

معدن بول وگزرگاہ بول ومنی ہیں تو اوجھڑی مخزن فرث ہے جو کسی طرح نجاست میں ان سے کم نہیں لھذا بطور اجرائے علت منصوصہ یہ بھی حکم کراہت میں داخل ہوگی۔ اور یہ طیب کو حرام ٹھہرانا نہیں خبیث کو مکروہ ٹھہرانا ہے۔ البتہ دیوبندی علما اسے طیب اور مرغوب سمجھتے ہیں تو یہ ان کے اپنے ذوق کی بات ہے ان کے نزدیک تو بکرے کے کپورے اور کالے کوے بھی حلال ہیں۔ ان کا مذہب الگ ہے اور ہمارا مذہب الگ۔

اور اکثر فقہا کا محض سات پر اقتصار یہ محض باتباع نظم حدیث ونص امام ہے اس سے استیعاب مقصود نہیں جس طرح کتب فقہ میں لفظ شاۃ کی قید صرف باتباع نظم حدیث ہے حالانکہ سب کے نزدیک مسلم ہے کہ یہ حکم بکری کے ساتھ خاص نہیں دوسرے حلال جانوروں کا بھی یہی حکم ہے۔ یہی وجہ ہے بعض فقہا نے ان سات پر اضافہ بھی فرمایا ہے، علامہ قاضی بدیع خوارزمی علامہ شمس الدین قہستانی، علامہ سید احمد مصری وغیرہم نے حرام مغز اور گردن کے دو پٹھے جو شانوں تک ممتد ہوتے ہیں انہیں بھی اسی میں شمار کیا ہے بلکہ آخر کے دونوں حضرات نے خون جگر، خون طحال اور خون گوشت کو بھی اسی خانہ میں رکھا ہے۔

فتاویٰ رضویہ میں بحر محیط سے ہے: "الغدد والذکر والانثیان والمثانۃ والعصبان اللذان فی العنق والمرارۃ والقصیب مکروہ" اھ ملخصاً جامع الرموز میں اس کے بعد ہے: "وکذا الدم الذی یخرج من اللحم والکبد والطحال" اھ (ص ۳۲۵ ج ۸)

اسی میں ذبائح طحاوی سے ہے: "الذکر والانثیان والمثانۃ والعصبان اللذان فی العنق والمرارۃ تحل مع الکراھۃ، وکذا الدم الذی یخرج من اللحم والکبد والطحال دون الدم المسفوح وھل الکراھۃ تحریمیۃ او تنزیھیۃ قولان" اھ (ایضاً)

پھر ان فقہائے کرام نے بھی اس زیادت سے استیعاب کا قصد نہیں فرمایا اس کی واضح دلیل یہ ہے انہوں نے خون جگر، خون طحال اور خون گوشت کو شمار کرایا اور خون قلب کو چھوڑ دیا حالانکہ وہ انہیں کی مثل ہے بلکہ بہت سے فقہاء نے اس کی نجاست پر جزم فرمایا ہے۔

فتاویٰ رضویہ میں حلیہ سے ہے: "فی القنیۃ دم قلب الشاۃ نجس والیہ مال کلام صاحب الھدایۃ فی التجنیس، وفی خزانۃ الفتاوی دم القلب نجس ودم الکبد والطحال لا۔" اھ (ص ۳۲۵، ج ۸)

اسی میں رحمانیہ سے ہے: "فی العتابیۃ دم القلب نجس ودم الکبد والطحال لا" اھ (ایضاً)

اور جب ان چیزوں کے ذکر سے حصر مقصود نہیں تو حکم کراہت انہیں کے ساتھ خاص نہ ہوگا بلکہ جہاں بھی علت خبث موجود ہوگی حکم کراہت ثابت ہوگا۔ اور یقیناً یہ علت اوجھڑی میں موجود ہے۔ لہٰذا اس میں بھی بلاشبہ حکم

کراہت ثابت ہوگا۔ مزید تحقیق وتفصیل کے لئے فتاویٰ رضویہ ج ۸، کتاب الذبائح کا مطالعہ مفید ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — **کتبہٗ:** فیض محمد قادری مصباحی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۳۰؍رجب المرجب ۱۴۲۷ھ

وہابی دیوبندی کے ذبیحہ کا کیا حکم ہے

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت اس مسئلہ میں کہ وہابی دیوبندی کے ذبیحہ کا کیا حکم ہے؟

المستفتی: شبیر احمد مدرسہ حنفیہ محلہ عالم خان نواب یوسف روڈ جون پور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب وہابی، دیوبندی وہ ہے جو گستاخ رسول ہو، ضروریات دین کا منکر ہو یا پیشوایان وہابیہ مولوی اشرف علی تھانوی، رشید احمد گنگوہی وغیرہ کے عقائد کفریہ پر مطلع ہوکر بھی انہیں کافر ومرتد نہ مانے بلکہ مسلمان سمجھے اور جو شخص وہابی دیوبندی ہو وہ کافر ومرتد ہے اور کافر کا ذبیحہ حرام ومردار ہے اور وہ گوشت فروخت کرے تو اس کا خریدنا حرام اور کھانا بھی حرام ہے۔

لیکن اگر کوئی وہابی اس معنی کر ہو کہ وہ نیاز وفاتحہ کو ناجائز جانتا ہے یوں ہی دیگر معمولات اہلسنت کو بدعت سمجھتا ہے وہابی مولویوں کو سنی عالموں کی طرح اپنا دینی عالم سمجھتا ہو مگر ان کے عقائد کفریہ سے مطلقاً باخبر نہ ہو تو گمراہ بدمذہب ہے کافر نہیں لہٰذا اگر اس طرح کا وہابی ہے تو اس کا ذبیحہ حلال ہے اور اس سے گوشت خریدنا اور اس کا کھانا حلال ہے۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے "جو بدمذہب ضروریات دین اسلام میں سے کسی عقیدہ کا منکر ہو یا اس میں شک کرے یا تاویلیں گڑھے باجماع تمام علمائے اسلام وہ سب کے سب کافر ومرتد ہیں غرض ایسے لوگوں کے کفر میں ہرگز نہ شک کیا جائے کہ جو ان کے عقیدہ پر مطلع ہوکر پھر سمجھ بوجھ کر ان کے عقیدہ میں شک کرے وہ خود کافر ہو جاتا ہے، ہاں جو بدمذہب دین اسلام کی ضروری باتوں میں سے کسی بات میں شک نہ کرتا ہو، صرف ان کے نیچے درجے کے عقیدوں میں مخالف ہو وہ اگرچہ گمراہ ہے کافر نہیں اس کے ہاتھ کا ذبیحہ حلال ہے۔ اھ (ج ۸، ص ۳۳۰) درمختار میں ہے "لا تحل ذبیحة غیر کتابی من وثنی ومجوس ومرتد" (ج ۶، ص ۲۹۸) اور اسی میں دوسری جگہ ہے "وشرط کون الذابح مسلما حلالاً" (ج ۶، ص ۲۶۹) فتاویٰ ہندیہ میں ہے "لا توکل ذبیحة اهل الشرك والمرتد" (ج ۵، ص ۲۸۵) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — **کتبہٗ:** محمد احمد قادری مصباحی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۹؍صفر المظفر ۱۴۲۹ھ

چھٹروا اور چڑھاوے کا بکرا ذبح کر کے کھانا کیسا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت اس مسئلہ میں:
بچھڑا چھٹروا یا غیر چھٹروا یا چڑھاوا کا بکرا کسی قصائی مسلمان سے ذبح کرا کر کھانا جائز ہے یا نہیں؟ جو کوئی جان بوجھ کر کبھی کبھار کھاتا رہے اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟
المستفتی: محمد عمار رضا مدرسہ حنفیہ محلہ عالم خان، نواب یوسف روڈ، جونپور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب چھٹروا بچھڑا چھوڑنے کی وجہ سے حرام نہیں ہو جاتا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْۢ بَحِیْرَةٍ وَّلَا سَآىٕبَةٍ وَّلَا وَصِیْلَةٍ وَّلَا حَامٍ ۙ وَّلٰكِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا یَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ وَاَكْثَرُهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ ۝ اللہ نے مقرر نہیں کیا ہے کان چرا ہوا اور نہ بجار (سانڈ) اور نہ وصیلہ اور نہ حامی ہاں کافر لوگ اللہ پر جھوٹ افترا باندھتے ہیں اور ان میں اکثر نرے بے عقل ہیں۔ (سورۂ مائدہ/۱۰۳)
زمانہ جاہلیت میں کفار کان چرے ہوئے اور سانڈ وغیرہ کو حرام سمجھتے تھے اس آیت کریمہ میں ان کے اس اعتقاد کو باطل کر دیا گیا ہے اور یہ واضح کر دیا گیا ہے کہ کافر لوگ اللہ پر جھوٹا افترا باندھتے ہیں۔ خزائن العرفان میں اس کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ "اللہ تعالیٰ نے ان جانوروں کو حرام نہیں کیا اس کی طرف اس کی نسبت غلط ہے۔" اور ان کو نرا بے عقل کہنے کی توجیہ خزائن العرفان میں یہ فرمائی کہ "یہ اپنے سرداروں کے کہنے سے ان چیزوں کو حرام سمجھتے ہیں اتنا شعور نہیں رکھتے کہ جو چیز اللہ اور اس کے رسول نے حرام نہ کی اس کو کوئی حرام نہیں کر سکتا۔" اور آج کل انہیں کی روش پر وہابی، دیوبندی بدمذہب بھی چل رہے ہیں خدائے پاک انہیں عقل سلیم اور ہدایت اسلام دے۔
اور چھوڑنے کی وجہ سے وہ چھوڑنے والے کی ملک سے نکلتا بھی نہیں بلکہ اس کی ملکیت باقی رہتی ہے کیونکہ چھوڑتے وقت کوئی یہ نہیں کہتا کہ جو اسے پکڑ لے وہ اس کا مالک ہو جائے گا۔ اس کی نیت تو صرف یہی رہتی ہے کہ یہ بچھڑا ہمیشہ آزاد پھرتا رہے۔ لہٰذا یہ چھوڑنے والے کی ملکیت میں بدستور باقی رہتا ہے۔ فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے: "لو سیب دابته وقال لاحاجة لی الیها ولم یقل هی لمن أخذها فاخذها انسان لاتکون له۔" (ج۴، ۳۸۲، الباب الثالث فیما یتعلق بالتحلیل)
اس تفصیل کی روشنی میں اس کا حکم یہ ہوا کہ اگر خود مالک اسے کسی سے ذبح کرائے تو وہ جانور بھی حلال ہوگا اور اس سے خرید کر اس کو کھانا بھی حلال ہوگا۔ اور اگر کسی اجنبی نے مالک کی اجازت کے بغیر اسے پکڑ کر کسی

مسلمان سے ذبح کرایا تو جانور ذبح سے حلال تو ہو جائے گا مگر مالک کی اجازت کے بغیر دوسروں کو اس کا گوشت خریدنا، بیچنا اور کھانا حلال نہ ہوگا کہ یہ ملک غیر میں ناحق تصرف ہے جیسے کوئی آدمی کسی کا چاول غصب کرلے تو اسے پکا کر کھانا حرام ہوتا ہے ویسے ہی یہ بھی حرام ہوگا کہ ذبیحہ حلال ہے۔ یہی حکم اس جانور کا بھی ہے جو چھوڑا ہوا نہ ہو کہ اس پر تو بدرجہ اولیٰ مالک کی ملکیت باقی ہے۔

اور چڑھاوے کا بکرا جسے ہندو مندروں میں بتوں پر چڑھانے کے لیے لے جاتے ہیں اگر کسی مسلمان نے اللہ عزوجل کے لیے اس کا نام پاک لے کر اس کے مالک کی اجازت سے ذبح کیا تو وہ جانور حلال تو ہو جائے گا مگر مسلمان کے لیے ایسا کرنا مکروہ ہے اور اس کا گوشت نہ لینا چاہئے کیونکہ اس میں کافر کے زعم کے مطابق اس کے مقصد باطل کو پورا کرنا ہے۔

فتاویٰ رضویہ میں ہے: ”ذبح میں ذابح کی نیت شرعاً معتبر ہے، اگر کافر اپنے معبودوں کے لیے ذبح کرائے اور مسلمان اللہ عزوجل کے لیے اس کا نام پاک لے کر ذبح کرے جانور حلال ہو جائے گا مگر یہ فعل مسلمان کے لیے مکروہ ہے اور اس کا گوشت اس سے لینا بھی نہ چاہئے کہ اس میں کافر کے زعم میں اس کے مقصد باطل کا پورا کرنا ہے اور یہ گوشت اس کی طرف سے تصدق لینا ہے۔ والید العلیا خیر من الید السفلیٰ ولا ینبغی لید کافر ان تکون اعلیٰ من ید مسلم۔ والمسئلة منصوصة علیها فی العالمگیریة والتاتارخانیة انه یحل ویکره للمسلم۔“ (ج۸،ص:۳۳۷/۳۳۸) واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

کتبہ: محمد وقار علی احسانی علیمی
۱۴ر جمادی الآخرہ ۱۴۲۹ھ

■❖■

بَابُ الْاُضْحِيَّةِ

قربانی کا بیان

کھیت کی قیمت نصاب سے فاضل ہے مگر پیداوار اتنی نہیں کہ خرچ کے لئے کافی ہو تو عشر و قربانی واجب ہے یا نہیں؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل مندرجہ ذیل سے متعلق

(۱) زید کے پاس ایک بیگھہ زمین کاشت والی ہے جس کی قیمت زکاۃ کے نصاب سے زائد ہے اور اس کی سالانہ پیداوار اتنی نہیں جو اس کے پورے پریوار کے لیے کافی ہو تو آیا ایسی صورت میں ہر فصل پر عشر اور ایام قربانی میں قربانی زید پر لازم ہے یا نہیں؟ المستفتی: نور محمد نوری کمہارہ ماکھپور، جریلی سیتا پور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اگر زید کے پاس زمین و جائداد کی آمدنی سے صرف اتنا حاصل ہوتا ہے کہ اس کا خرچ پورا ہوجاتا ہے یا اس سے بھی کم حاصل ہوتا ہے تو اس پر قربانی یا صدقہ فطر واجب نہیں۔ لیکن اگر اس کے پاس کسی طرح اتنی آمدنی ہوتی ہے کہ سال بھر کا خرچ پورا ہوجاتا ہے اور ساڑھے باون تولے چاندی کی قیمت کے برابر مال قربانی یا عید الفطر کے موقع پر موجود بھی ہے تو اس پر قربانی وصدقہ فطر واجب ہے۔ یہی فقہی سمینار بورڈ دہلی کا فیصلہ ہے۔

اور ہر فصل پر عشر تو ہر حال میں واجب ہے کہ عشر واجب ہونے کے لیے نصاب کی شرط نہیں اگر ایک من، یا دو چار کلو بھی پیداوار ہو تو اس میں بھی عشر واجب ہے۔ درمختار ''باب العشر'' میں ہے ''یجب بلا شرط نصاب'' اھ ملخصا۔ ردالمحتار میں اس کے تحت ہے ''فیجب فیما دون النصاب بشرط ان یبلغ صاعاً'' اھ (ص ۲۶ ج ۲) واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہٗ: محمد صدیق عالم منظری
۲۰ ربیع الغوث ۱۴۲۷ھ

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

گھیگھا والے جانور کی قربانی جائز ہے یا نہیں؟

مسئلہ گھیگھا والے جانور کی قربانی جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی: قاضی اطیعوالحق عثمانی، سعد اللہ نگر، بلرام پور (یوپی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب جس جانور کا گلا پھول آیا اگر وہ اس قدر پھولا ہے کہ اس کی وجہ سے اس کی قیمت میں کمی آتی ہے تو یہ عیب ہے اور اس جانور کی قربانی ناجائز ہے اور قیمت کم نہ ہو تو قربانی جائز ہے مگر کراہت کے ساتھ۔ اور عیب اس کو کہتے ہیں جس کے سبب تاجروں کی نگاہ میں جانور کی قیمت کم ہو جائے۔ ہدایہ میں ہے "کل ما اوجب نقصان الثمن فی عادۃ التجار فھو عیب۔" (باب خیار العیب ج۳ ص۲۳) ردالمحتار میں ہے "واعلم ان الکل لا یخلو عن عیب والمستحب ان یکون سلیما عن العیوب الظاھرۃ فما جوزہ ھھنا جوز مع الکراھۃ کما فی المضمرات۔

(کتاب الاضحیۃ ج۶ ص۳۲۳) واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد انوار الحق قادری — الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی

۱۰ ررجب المرجب ۱۴۳۱ھ — الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

کیا بٹائی کے جانور کی قربانی جائز ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ بٹائی کے جانور کی قربانی جائز ہے کہ نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: جابر علی، مقام جھنڈا پوسٹ بڑوا، ضلع سدھارتھ نگر، یوپی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بٹائی کے جانور کی قربانی بٹائی پر دینے والے کے لیے جائز ہے کہ وہ اس جانور کا مالک ہے اور بٹائی پر لینے والے کے لیے جائز نہیں کہ وہ اس جانور کا مالک نہیں بلکہ اپنی نگہداشت وغیرہ کا جو کام کیا ہے اس کی اجرت مثل کا حقدار ہے کہ جانور کو دوسرے کو پالنے کے لیے اس طور پر دینا کہ جو بچہ پیدا ہوگا نصف اجیر کا ہوگا اور نصف مالک کا یہ شرکت فاسدہ ہے۔ ہاں اگر جس جانور کو بٹائی پر لے گیا ہے اس کی آدھی قیمت مالک کو دے دے تو اب چونکہ اس جانور میں شرکت ہوگئی تو بچے بھی مشترک ہوں گے پھر اگر اس جانور کے دو بچے

پیدا ہوئے تو ایک کا یہ تنہا مالک ہو جائے گا اور خاص اس صورت میں اس کی قربانی بھی جائز ہوگی۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے: "وعلی ھذا اذا دفع البقرۃ الی انسان بالعلف لیکون الحادث بینھما نصفین فما حدث فھو لصاحب البقرۃ ولذلک الرجل مثل العلف الذی علفھا واجر مثلہ فیما قام علیھا فالحیلۃ فی ذلک ان یبیع نصف البقرۃ من ذلک الرجل بثمن معلوم حتی تصیر البقرۃ واجناسھا مشترکۃ بینھما فیکون الحادث منھا علی الشرکۃ کذا فی الظھیریۃ"۔اھ (ج ۲ ص ۳۳)

اب اگر بٹائی پر لینے والا اس بٹائی کے جانور کی قربانی کرنا چاہتا ہے تو اسے چاہئے کہ مالک جانور سے پہلے اپنی اجرت مثل لے لے پھر اس جانور کو اس سے خرید لے اور اس کی قربانی کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: فیاض احمد برکاتی مصباحی

۲۹ ر ذوالقعدۃ الحرام ۱۴۲۸ھ

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

قربانی کی کھال کسے دی جائے؟ مسجد میں دے سکتے ہیں؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت اس مسئلہ میں کہ قربانی کی کھال کس کو دینا چاہئے اور کس کو نہیں دینا چاہیے، مسجد کے کام میں کھال کا پیسہ لگانا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی: امتیاز احمد باندار رضوی، ادگاؤ بیس ڈھور گلی میرج شریف سانگلی، مہاراشٹر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب قربانی کی کھال یا کھال بیچ کر اس کا دام مسجد میں دینا جائز ہے۔ حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں "چرم قربانی کا صدقہ کرنا واجب نہیں بلکہ خود اپنے صرف میں بھی لا سکتا ہے مثلاً اس کی جانماز یا جلد، یا چلنی، ڈول وغیرہ بنوا کر استعمال کر سکتا ہے۔ یا اسے کسی باقی رہنے والی چیز کے ساتھ بدل سکتا ہے۔ درمختار میں ہے "یتصدق بجلدھا او یعمل منہ نحو غربال و جراب و قربۃ و سفرۃ ودلو، او یبدلہ بما ینتفع بہ باقیا کما مر" اھ (فتاوی امجدیہ، ج ۳، ص ۳۰۴) یوں ہی اسے ہر نیک کام میں لگا سکتا ہے خواہ مدرسہ و مسجد میں دے، یا کسی اور ثواب کے کام میں لگائے، فتاویٰ ہندیہ میں ہے "لو باعھا بالدراھم لیتصدق بھا جاز لانہ قربۃ کالتصدق کذا فی التبیین وھکذا فی الھدایۃ والکافی" اھ (ج ۵، ص ۳۰۱، باب السادس، فی بیان مایستحب فی الاضحیۃ)

اور بزازیہ میں ہے "له ان يبيعها بالدراهم ليتصدق بها" اھ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہٗ: شمس الدین احمد علیمی
۵ر محرم الحرام ۱۴۲۶ھ

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

میت کے نام قربانی کر سکتے ہیں؟ اس کے گوشت کا کیا حکم ہے؟

مسئلہ میت کے نام قربانی کر سکتے ہیں یا نہیں اگر کر سکتے ہیں تو اس کا گوشت کون کون کھا سکتے ہیں؟

المستفتی: یار محمد جموتی ڈیہہ، ایس نگر یوپی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب میت کے نام سے قربانی کرنا جائز و درست ہے اور اس گوشت کا بھی وہی حکم ہے کہ خود کھائے دوست و احباب کو دے اور فقیروں کو بھی دے یہ ضروری نہیں کہ سارا گوشت فقیروں ہی کو دے۔ ہاں اگر اس نے وصیت کی ہو تو اس میں سے نہ کھائے بلکہ کل گوشت صدقہ کر دے۔

حدیث شریف میں ہے: عن حنش قال: رايت عليا رضى الله تعالىٰ عنه يضحى بكبشين فقلت له ما هذا؟ قال: ان رسول الله صلى الله عليه وسلم اوصانى ان اضحى عنه فانا اضحى عنه" حضرت حنش سے مروی ہے وہ کہتے ہیں میں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ دو مینڈھے کی قربانی کرتے ہیں میں نے کہا یہ کیا؟ انہوں نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے وصیت فرمائی کہ میں حضور کی طرف سے قربانی کروں۔ لہٰذا میں حضور کی طرف سے قربانی کرتا ہوں۔ (السنن لابی داؤد ج ۲ ص ۳۸۵ "باب الاضحية عن الميت) رد المحتار "کتاب الاضحیۃ" میں ہے "قال فى البدائع لان الموت لا يمنع التقرب عن الميت بدليل انه يجوز ان يتصدق عنه ويحج عنه. وقد صح ان رسول الله صلى الله عليه وسلم ضحى بكبشين احدهما عن نفسه والآخر عمن لم يذبح من امته" اھ (ج ۶ ص ۳۲۶)

فتاویٰ بزازیہ "کتاب الاضحیۃ" میں ہے "المختار انه ان ضحى بامر الميت لا ياكل منها وان بغير امره ياكل" اھ (ج ۶ ص ۲۹۵) ایسا ہی بہار شریعت ح ۱۵ ص ۱۴۴ میں بھی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہٗ: زبیر احمد قادری
۲۴ر ذی الحجہ ۱۴۲۹ھ

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

پڑوسی کا حق کیا ہے؟ کیا کافر پڑوسی کو قربانی کا گوشت دے سکتے ہیں؟

مسئلہ پڑوسی کا حق کیا ہے کافر پڑوسی کو قربانی کا گوشت دے سکتے ہیں یا نہیں؟

المستفتی: یار محمد جوتی ڈیہہ ایس نگر یوپی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب پڑوسی کی تین قسمیں ہیں (۱) مسلم رشتہ دار (۲) مسلم (۳) کافر۔ ان میں سے ہر ایک کے حقوق مختلف ہیں، اگر پڑوسی مسلم رشتہ دار ہو تو اسے حق جوار، حق اسلام اور حق قرابت حاصل ہے اور اگر پڑوسی مسلم ہو رشتہ دار نہ ہو تو اس کو حق جوار اور حق اسلام حاصل ہے اور اگر پڑوسی کافر ہو تو اس کو صرف حق جوار حاصل ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔

"قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : الجیران ثلاثۃ فمنہم من لہ ثلاثۃ حقوق و منہم من لہ حقان و منہم من لہ حق، فاما الذی لہ ثلاثۃ حقوق فالجار المسلم القریب لہ حق الجوار و حق الاسلام و حق القربۃ واما الذی حقان فالجار المسلم لہ حق الجوار و حق الاسلام و اما الذی لہ حق واحد فالجار الکافر لہ حق الجوار قلنا! یارسول اللہ! افنطعمہم من نسکنا؛ فقال: لا تطعموا المشرکین شیئاً من النسک۔

ترجمہ: حضور نے فرمایا کہ پڑوسی تین قسم کے ہیں بعض کے تین حق ہیں بعض کے دو اور بعض کے ایک جو پڑوسی مسلم ہو اور رشتہ والا ہو تو اس کے تین حق ہیں حق جوار، حق اسلام اور حق قرابت، پڑوسی مسلم کے دو حق ہیں حق جوار، حق اسلام، اور پڑوسی کافر کا ایک حق ہے، حق جوار، ہم نے عرض کی یارسول اللہ ان کو اپنی قربانیوں کا گوشت دیں فرمایا مشرکین کو قربانیوں میں سے کچھ نہ دو (کنز العمال ج ۵ ص ۴۰، باب حقوق تعلق بصحبۃ الجار)

لہٰذا کافر کو قربانی کا گوشت دینا جائز نہیں خواہ وہ پڑوسی ہو یا نہ ہو۔ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر فرماتے ہیں "یہاں کے کافروں کو گوشت دینا جائز نہیں وہ خاص مسلمانوں کا حق ہے "والطیبٰت للطیبین والطیبون للطیبٰت" اھ (ج ۸ ص ۴۶۷) ایسا ہی فتاوی امجدیہ ج ۳ ص ۳۱۸ میں بھی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہٗ: زبیر احمد مصباحی
۲۴ ذی الحجہ ۱۴۲۹ھ

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

قربانی کا جانور چوری ہو گیا پھر دوسرا لیا اب پہلا مل گیا تو غنی کو اختیار ہے جس کی چاہے کرے اور فقیر پر دونوں کی واجب

مسئلہ صدر الشریعہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں اگر قربانی کا جانور گم ہو گیا یا چوری ہو گیا اور اس کی جگہ دوسرا جانور لیا اور اب وہ گم شدہ بھی مل گیا تو غنی کو اختیار ہے کہ دونوں میں جس ایک کی چاہے قربانی کرے اور فقیر پر واجب ہے کہ دونوں کی قربانی کرے اھ ملخصا (بہار شریعت ح ۱۵ ص ۱۴۲)

دریافت طلب امر یہ ہے کہ غنی کو اختیار ہے مگر فقیر پر واجب ہے کہ دونوں کی قربانی کرے ایسا کیوں؟

المستفتی: محمد عبد الرشید قادری پیلی بھیتی 9719703910

الجواب اگر وہ غنی یعنی مالک نصاب تھا تو اس جانور کے خریدنے سے اس پر قربانی واجب نہ ہوئی بلکہ شرعا اس پر کسی ایک جانور کی قربانی واجب تھی لہٰذا جب ان دونوں میں سے کسی بھی جانور کی قربانی کر دی تو اس کی قربانی ہو گئی اور وجوب ساقط ہو گیا، لیکن اگر دوسرا جانور پہلے والے سے کم قیمت کا ہو تو باقی روپے کو صدقہ کرے۔

اور اگر وہ فقیر تھا تو اس جانور کو بنیت قربانی خریدنے کی وجہ سے اس پر قربانی واجب ہو گئی اور اب یہی جانور متعین ہو گیا پھر جب گم ہو گیا یا چوری ہو گیا اور اس کی جگہ دوسرا جانور خرید لیا اور پہلا والا بھی مل گیا تو اس پر دونوں کی قربانی واجب ہے الغرض مالدار پر شروع ہی سے وجوب ہے شریعت کی وجہ سے نہ کہ خریدنے کی وجہ سے، اور فقیر پر وجوب قربانی کی نیت سے جانور خریدنے کی وجہ سے ہے اس لیے جب اس نے دوبارہ دو جانور خریدے تو دونوں کی قربانی واجب ہوئی۔ ہدایہ میں ہے لان الوجوب علی الغنی بالشرع ابتداء لا بالشراء فلم تتعین به وعلی الفقیر بشرائه بنیة الاضحیة فتعینت ولا یجب علیه ضمان نقصانه کما فی نصاب الزکوٰة وعن هذا الاصل قالوا اذا ماتت المشتراة للتضحیة علی الموسر مکانها اخری ولا شیٔ علی الفقیر ولو ضلت او سرقت فاشتری اخری ثم ظهرت الاولی فی ایام النحر علی الموسر ذبح احدهما وعلی الفقیر ذبحهما اھ (ج ۴ ص ۴۴۲، کتاب الاضحیة) واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہٗ شاہد رضا الہشامی
۲۷ / جمادی الاولیٰ ۱۴۳۱ھ

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

زید آمدنی کا اکثر حصہ والد کو دے دیتا ہے وہی مالک ہیں تو قربانی کس پر ہے؟ اگر دونوں مالک نصاب ہوں تو؟

مسئلہ خالد کی ماہانہ تنخواہ ۴؍ ہزار ہے اس کے والد باحیات ہیں وہ اپنی تنخواہ کا اکثر حصہ والد کو دے دیتا ہے وہی مالک ہیں تو قربانی کس کے ذمہ ہوگی اگر دونوں کے پاس نصاب کامل پایا جائے تو دونوں پر واجب ہے یا نہیں؟ المستفتی: اشرف جمال مدرسہ تبلیغیہ رسول آباد، سلطان پور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب وجوب قربانی کی شرطوں میں سے ایک شرط تونگری یعنی مالک نصاب ہونا ہے اور مالک نصاب ہر وہ شخص ہے جو حاجت اصلیہ کے سوا ساڑھے باون تولے چاندی (یعنی چھپن روپے بھر) یا ساڑھے سات تولے سونا یا اس کی قیمت یا کسی ایسی چیز کا مالک ہو جس کا دام مذکورہ نصاب کے برابر ہو تو وہ مالک نصاب ہے اس پر قربانی واجب ہے اور اس وقت چھپن روپے بھر کا دام چار ہزار چار سو اسی ہے۔ فتاوی عالمگیری کتاب الاضحیہ ج ۵ ص ۲۹۲ میں ہے "من له مائتا درهم او عشرون دینارا اوشئ یبلغ قدر مائتی درهم فصاعدا سوی مسکنه ومتاع مسکنه ومرکوبه فی حاجته التی لا یستغنی عنها فعلیه الاضحیة اھ ملخصاً۔

لہٰذا اگر خالد اور اس کے والد دونوں کے پاس کامل نصاب ہوں تو دونوں مالک نصاب ہیں جیسا کہ ظاہر یہی ہے اور دونوں پر قربانی واجب ہوگی۔ اور اگر مالک نصاب صرف اس کے والد ہیں تو فقط انہیں پر واجب ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد حبیب اللہ مصباحی
۱۸؍ رجب ۱۴۲۳ھ

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

کیا قربانی کے گوشت پر فاتحہ دینا جائز ہے؟ کیا بڑے جانور کی قربانی میں شرکا کا طاق ہونا ضروری ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرح متین مسائل ذیل میں کہ

(۱) یہاں کے سنی مسلمان قربانی کے گوشت پر فاتحہ دیئے بغیر تقسیم نہیں کرتے اور ایک سنی عالم دین نے جمعہ میں اعلان فرمایا کہ جو دنبہ قربانی کی نیت سے لیا گیا اس کے خون ٹپکنے سے قبل اللہ کی بارگاہ میں مقبول

ہوجاتا ہے۔ لہٰذا قربانی دے کر گوشت آپس میں تقسیم کرلو فاتحہ دینے کی کوئی ضرورت نہیں، لیکن عوام کا خیال کہ ہم لوگ ایک عرصہ دراز سے بغیر فاتحہ کے گوشت کو ہاتھ بھی نہیں لگاتے اور آپ کا مسئلہ ہم لوگ نہیں مانتے بلکہ وہ قربانی جائز نہیں، دیگر دنیاوی باتیں طرح طرح کی آپس میں مثال قائم کرنا۔

لہٰذا کیا قربانی کے گوشت پہ فاتحہ دینا جائز ہے؟

(۲) زید کہتا ہے کہ ایک گائے میں سات حصہ جائز ایک جائز دو جائز نہیں تین جائز ۵؍جائز، چار چھ جائز نہیں۔ مفتی صاحب قبلہ مدظلہ العالی سے مؤدبانہ اپیل ہے کہ جلد از جلد جوابات سے نوازیں تاکہ آپسی خلفشار کا حل ہو سکے۔ بینوا توا جروا۔

المستفتی: محمد زاہد حسین قادری، مولانا ریڈیمیڈ اسٹورس کڑچی ضلع بلگام، کرناٹک۔ ۵۹۱۳۱۱

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الجواب (۱) ہر پاک اور حلال چیز پر فاتحہ دینا جائز ہے، شرع مطہر نے اس کے لیے کسی معین چیز کی تخصیص نہیں فرمائی۔ لہٰذا قربانی کے گوشت پر فاتحہ دینا جائز و مستحسن ہے کہ اس سے قربانی کرنے والے کی طرف سے قربت تو ادا ہوگئی، ساتھ ہی اس کا ثواب اموات مسلمین کو بھی بوجہ فاتحہ پہنچ گیا۔ اس لیے عالم صاحب کو چاہیے تھا کہ عوام کو نرمی سے سمجھائیں، اور جب تک ان کی نگاہ میں معتمد نہ ہوجائیں نہ روکیں۔

عالم صاحب کا بیان کہ "قربانی کے جانور کا خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول ہوجاتا ہے" صحیح اور حدیث پاک کے موافق ہے، حدیث شریف میں ہے "وان الدم لیقع من اللہ بمکان قبل ان یقع من الارض فطیبوا بہا نفساً" اھ یعنی قربانی کا خون زمین پر گرنے سے قبل خدا کے نزدیک مقام مقبول میں پہنچ جاتا ہے، لہٰذا اس کو خوش دلی سے کرو" اھ (ترمذی شریف ج ۱ ص ۲۷۵) مگر اس کی وجہ سے فاتحہ کی ممانعت نہیں ہوجاتی، اور نہ ہی اتنے سے فاتحہ کی غرض پوری ہوتی ہے۔ فاتحہ کی غرض ہے اموات مسلمین کو ثواب پہنچانا، جب کہ قربانی مقبول ہو تو اس کا ثواب اسے ملتا ہے جس کی طرف سے قربانی کی گئی اور ان کا یہ بیان کہ "قربانی دے کر گوشت آپس میں تقسیم کرلو فاتحہ دینے کی کوئی ضرورت نہیں" یہ بھی درست ہے، اس لیے اگر فاتحہ نہ دیں تو شرعاً اس میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

اور عوام کا یہ خیال کہ بغیر فاتحہ کے گوشت تقسیم کردینے سے قربانی جائز نہیں ہوتی، اور جائز ہونے کے لیے فاتحہ دینے کو ضروری سمجھنا درست نہیں، ان کا یہ خیال فاسد ولغو ہے، اور ان کا یہ کہنا کہ "آپ کا مسئلہ ہم لوگ نہیں مانتے" یہ نہایت جرأت و بے باکی ہے ان پر لازم ہے کہ توبہ و استغفار کریں اور آئندہ اس طرح بے تحقیق شریعت کے مسئلے میں حلال و حرام بتانے سے احتراز کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) بڑے جانور مثلاً گائے، اونٹ، بھینس میں سات شخص شریک ہوسکتے ہیں، اور اگر شرکاء سات سے کم ہوں تو بھی جائز ہے۔ حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ "گائے، اونٹ میں سات شخص شریک ہوسکتے ہیں، سات حصے کرنا ضروری نہیں کہ سات سے کم ہوں تو قربانی ہی نہ ہو اگر دو یا تین یا پانچ یا چھ حصے کیے گئے جب بھی جائز ہے یعنی کوئی حصہ ساتویں سے کم نہ ہو اور زیادہ ہو تو حرج نہیں" اھ
(فتاوی امجدیہ ج ۳ ص ۳۱۳)

ہدایۃ کتاب الاضحیۃ" میں ہے:

"تجوز عن خمسة او ستة ذكره محمد فى الأصل لانه لما جاز عن سبعة فعمن دونهم اولى ولا تجوز عن ثمانية اخذا بالقياس فيما لانص فيه وكذا اذا كان نصيب احدهم اقل من السبع لا يجوز عن الكل لانعدام وصف القربة فى البعض، ولو كانت البدنة بين اثنين نصفين تجوز فى الاصح لانه لما جاز ثلثة الاسباع جاز نصف السبع تبعاله" اه ملخصاً
(ج ۴ ص ۴۲۸-۴۲۹)

اور در مختار کتاب الأضحیہ میں ہے:

"ولو لأحد هم اقل من سبع لم يجز عن احد وتجزى عما دون سبعة بالاولى" اه
(ج ۶ ص ۳۱۵)

اور رد المحتار میں ہے:

"وأطلقه فشمل ما اذا اتفقت الأنصباء قدرا أو لا لكن بعد أن لا ينقص عن السبع، ولو اشترك سبعة فى خمس بقرات أو اكثر صح لأن لكل منهم فى بقرة سبعها لا ثمانية فى سبع بقرات أو أكثر لأن كل بقرة على ثمانية أسهم فلكل منهم أقل من السبع" اه (ج ۶ ص ۳۱۶، کتاب الاضحیۃ)

لہٰذا زید کا کہنا ہے کہ "دو حصہ جائز نہیں" درست نہیں ہے اس پر لازم ہے کہ اپنے اس قول سے رجوع کرے اور آئندہ اس طرح بے علم غلط مسئلہ بتانے سے احتراز کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہٗ: محمد نیاز برکاتی مصباحی
۱۸ر محرم الحرام ۱۴۲۵ھ

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

امریکی نے ہندوستانی کو قربانی کا وکیل کیا
تو قربانی کب کرے یہاں کے وقت پر یا وہاں کے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں

ہمارے یہاں کے بہت سے لوگ امریکہ کناڈا، انگلینڈ اور افریقہ وغیرہ میں مقیم ہیں ان مقامات کے فاصلے طویل ہیں ٹائم بھی یہاں سے پیچھے چلتا ہے مثلاً امریکہ ۱۲ ر گھنٹے کناڈا ۱۱ ر گھنٹے اور افریقہ ساڑھے تین گھنٹے پیچھے ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ ان لوگوں کی قربانیاں یہاں ان کے رشتہ دار کو سونپ دیتے ہیں کہ ہمارے نام کی قربانی کردیں (وکیل بنادیتے ہیں) تو ان لوگوں کی قربانی یہاں کے مطابق ہوگی ۱۰ ر ذی الحجہ کو یا پھر ۱۱ ر ذی الحجہ کو ہوگی اس لیے کہ ان کا وقت پیچھے ہے۔

زید کا کہنا ہے کہ جب وکیل بنادیا گیا ہے تو وکیل اپنے حساب سے قربانی کردے تو قربانی ہوجائے گی۔ بکر کہتا ہے کہ قربانی نہیں ہوگی ان لوگوں کی کیوں کہ وقت سے پہلے ہے۔ اس لیے کہ ہندوستان میں دن ہوتا ہے تو امریکہ میں رات ہوتی ہے۔ اس لیے کہ امریکہ میں ۱۰ ر ۱۲ گھنٹے بعد عیدالاضحیٰ کی نماز پڑھی جائے گی کناڈا میں ۸ ر ۹ گھنٹے بعد اور انگلینڈ میں ۱۵ گھنٹے بعد (اور کبھی وہ لوگ آگے نماز پڑھ لیتے ہیں) سعودیہ کے مطابق، مجبوری یہ ہے کہ وہ لوگ چاند دیکھ نہیں پاتے اس لیے سعودیہ عربیہ ہندو پاک سے رابطہ قائم کرتے ہیں اس لیے آگے پیچھے ہوجاتے ہیں۔ وکالت سے ان کی قربانی ہوگی یا ۱۱ ر ذی الحجہ کو قربانی کریں۔ اس سال اس بات کو لے کر بہت چرچے ہورہے ہیں۔ برائے کرم مدلل ومفصل جواب مرحمت فرمائیں اور عنداللہ ماجور ہوں۔

المستفتی: محمد سلیم اختر برکاتی، خادم نورانی جامع مسجد دیارہ ضلع بھروچ، گجرات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب امریکہ، کناڈا وغیرہ میں جب قربانی کا وقت ہوجائے اور یہاں ہندوستان میں بھی قربانی کا وقت رہے تو وکیل اپنے موکل کی طرف سے قربانی کرے اس کے خلاف کرے گا تو قربانی نہ ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد حسین گجراتی
۱۳ ر ربیع الغوث ۱۴۲۷ھ

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

جانور کے تھن سے خون آتا ہو تو قربانی جائز ہے یا نہیں؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت اس مسئلہ میں:

اگر جانور کے تھن سے خون آتا ہو تو قربانی جائز ہے یا ناجائز؟ بینوا توجروا۔

المستفتی: قاضی اطیعوالحق صاحب عثمانی علاءالدین پور گونڈہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب اگر جانور بڑا ہے چار تھن والا جیسے بھینس اور اس کے صرف ایک تھن سے خون آرہا ہے اور باقی تین تھن درست ہیں ان سے دودھ ہی آتا ہے تو اس کی قربانی صحیح ہے اور اگر جانور چھوٹا ہے دو تھن والا جیسے بکری اور ایک تھن سے یا دونوں تھنوں سے خون آتا ہے تو اس کے سبب پر نظر کی جائے اگر کہیں کچھ کٹ گیا ہے اس لیے خون آتا ہے یا پھوڑے کی وجہ سے خون آتا ہے اور پھوڑا ایسا ہے جو بہہ کر ٹھیک ہو جائے گا اور تھن کا کام صحیح ہو جائے گا تو یہ عیب قربانی کے جواز سے مانع نہ ہونا چاہیے کہ اس سے تھن کی منفعت ختم نہیں ہوئی بلکہ ایک مرض کی وجہ سے عارضی شکایت پیدا ہو گئی ہے ہاں تھن سے خون آنے تک اس کی قربانی مکروہ ہوگی کہ جانور عیب دار ضرور ہے اس کا علاج کرائیں جب وہ شفایاب ہو جائے تب قربانی کریں۔

اور اگر وہ مرض لا علاج ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس کی منفعت بالکل ختم ہو چکی ہے اس صورت میں اس کی قربانی صحیح نہیں جیسا کہ ردالمحتار میں ہے: وقد یکون من انقطاع اللبن بان یصیب ضرعها شی فیکون فینقطع لبنها" اھ اور اسی میں خلاصہ کے حوالے سے ہے مقطوعة رؤوس ضروعها لا تجوز فان ذهب من واحدة اقل من النصف فعلی ما ذکرنا من الخلاف فی العین والاذن وفی الشاة والمعز اذا لم یکن لهما احدی حلمتيهما خلقة او ذهبت بآفة وبقيت واحدة لم تجز و فی الابل والبقر ان ذهبت واحدة تجوز او اثنتان لا" اھ وذکر فيها جواز التی لا ینزل لها لبن من غير علة وفی التاتر خانية والشطور لا تجزی وهی من الشاة ما قطع اللبن عن احدی ضرعيها ومن الابل والبقر ما قطع ضرعيها لان لكل واحدة منهما اربع اضرع." اھ (ج:۹، ص:۴۷۰ کتاب الاضحیۃ)

فتاویٰ ہندیہ میں ہے: ومن المشائخ من يذكر لهذا الفصل اصلا ويقول كل عيب يزيل المنفعة على الكمال او الجمال على الكمال يمنع الاضحية وما لا يكون بهذه الصفة لا يمنع." اھ (ج:۵، ص:۲۹۹) واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: سرفراز احمد فیضی
۱۹ ربیع الثانی ۱۴۳۰ھ

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

خصی کی قربانی درست ہے یا نہیں؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت اس مسئلہ میں:
خصی کی قربانی درست ہے یا نہیں زید کا کہنا ہے کہ صرف بکرے کی قربانی درست ہے خصی کی نہیں کیونکہ خصی کروانے سے جانور عیب دار ہوجاتا ہے اور عیب دار جانور کی قربانی درست نہیں جب کہ عمرو کا کہنا ہے کہ بکرے اور خصی دونوں کی قربانی جائز ہے آیا زید کا کہنا درست ہے یا عمرو کا؟ بینوا توجروا۔
المستفتی: محمد شبیر مقام بھنیا پوسٹ منڈف ضلع بستی (یو، پی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب زید غلط کہتا ہے اور عمرو صحیح۔ شرعی نقطہ نظر سے خصی کی قربانی بھی صحیح ہے اور بکرے کی بھی فرق یہ ہے کہ بکرے کی قربانی صرف جائز ہے اور خصی کی قربانی جائز بھی ہے اور افضل بھی اس لیے کہ خصی کروانے سے اس کا گوشت پوست عمدہ اور جانور خوبصورت وفربہ ہوجاتا ہے لہٰذا زید کا یہ کہنا کہ صرف بکرے ہی کی قربانی درست ہے خصی کی نہیں اس لیے کہ خصی کروانے سے جانور عیب دار ہوجاتا ہے اور عیب دار جانور کی قربانی جائز نہیں، بالکل غلط ہے اس لیے کہ عیب اس چیز کو کہتے ہیں جس کے سبب تاجروں کی نگاہ میں جانور کی قیمت کم ہوجائے اور خصی جانور کی قیمت کم نہیں ہوتی بلکہ بڑھ جاتی ہے جیسا کہ فتاویٰ ہندیہ میں ہے: **والخصی افضل من الفحل لانہ اطیب لحما کذا فی المحیط۔** "اھ (ج:۵، ص:۲۹۹، کتاب الاضحیۃ) اور جوہرہ نیرہ میں ہے: **یجوز ان یضحی بالخصی لانہ اطیب لحما من غیر الخصی قال ابو حنیفۃ ما زاد فی لحمہ انفع مما ذھب من خصیتہ۔** "اھ ملخصاً (ج:۲، ص:۲۸۵، کتاب الاضحیۃ)
ہدایہ میں ہے: **کل ما اوجب نقصان الثمن فی عادۃ التجار فھو عیب۔** "اھ (ج:۳، ص:۲۳، باب خیار العیب) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی
کتبہ: محمد سرفراز احمد فیضی
۹ر ذی الحجۃ الحرام ۱۴۲۹ھ

مرحوم کے نام قربانی کی تو گوشت کیا کرے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت اس مسئلہ میں:
اگر ماں باپ انتقال کر گئے اور ان کی اولاد والدین میں سے کسی کے نام قربانی کریں تو کیا سب

گوشت صدقہ کرنا واجب ہے۔زید کا کہنا ہے کہ واجب ہے گھر والے نہیں کھا سکتے کیا یہ درست ہے؟

المستفتی: مولانا تاج محمد مدرسہ گلشن شعیب الاولیاء پکورہ بھمن جوت ضلع گونڈہ،(یو،پی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اگر والدین یا ان میں سے کسی ایک نے اپنی طرف سے قربانی کرنے کی وصیت نہ کی تھی اور اولاد نے اپنے طور پر ان کی طرف سے قربانی کی تو اس قربانی کے گوشت کے وہی احکام ہیں جو اپنے نام قربانی کے گوشت کے ہیں کہ خود کھائے دوست واحباب میں تقسیم کرے فقیروں کو دے سب کا اختیار ہے مسئلہ شرعیہ یہ ہے کہ مستحب تین حصے ہیں ایک اپنا، ایک اقارب کا، ایک مساکین کا۔یہ ضروری نہیں کہ سب گوشت فقیروں ہی کو دے کیونکہ گوشت اس کی ملک ہے یہ سب کچھ کر سکتا ہے۔

لیکن اگر والدین یا کسی اور میت کی وصیت سے قربانی کی جائے تو اس میں سے کچھ نہ کھائیں اور سب گوشت صدقہ کردیں جیسا کہ ردالمحتار میں ہے: من ضحی عن المیت کما یصنع فی اضحیۃ نفسہ من التصدق والاکل والاجر للمیت والملک للذابح قال الصدر: والمختار انہ ان بامر المیت لا یاکل منہا والا یاکل۔"اھ(ج:۹،ص:۴۷۲،کتاب الاضحیہ) ایسا ہی فتاوی رضویہ اور بہار شریعت میں بھی ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی	کتبہ: محمد سرفراز فیضی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی	۲۹/ذی الحجۃ الحرام ۱۴۲۹ھ

چند سال کی قربانی باقی ہے تو جانور صدقہ کرے یا قیمت؟ اگر بعد میں فقیر ہو گیا تو؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت اس مسئلہ میں:

ایک شخص مالک نصاب ہے اور چند سال کی قربانی نہیں کیا آیا وہ جانور صدقہ کرے یا اس کی قیمت صدقہ کرے؟ اور اگر بعد میں تنگ دست ہو گیا تو کیا حکم ہے؟ بہار شریعت میں صرف ایک سال کے متعلق بتایا گیا چند سال کا کیا حکم ہے؟

المستفتی: محمد عادل برکاتی سورت گجرات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب مالک نصاب نے چند سال کی قربانی نہیں کی تو اگر اس نے ہر سال کی قربانی کے لیے جانور خریدا تھا تو ان تمام جانوروں کو صدقہ کرے اور اگر جانور نہیں خریدا تھا تو اس پر لازم ہے کہ ہر سال کی قربانی کے بدلے ایک ایک بکری یا خصی کی قیمت ادا کرے اور قیمت ایسے خصی یا بکری کی دے جو فربہ ہو اور

اس کی عمر کم از کم ایک سال ہو۔

ردالمحتار میں غایۃ البیان کے حوالے سے ہے:

اذا اوجب شاۃ بعینہا او اشتراہا لیضحی بہا فمضت ایام النحر قبل ان یذبحہا تصدق بہا حیۃ ولا یاکل من لحمہا، لانہ انتقل الواجب من اراقۃ الدم الی التصدق و ان لم یوجب ولم یشتر وہو موسر وقد مضت ایامہا تصدق بقیمۃ شاۃ تجزی للاضحیۃ۔" (ج:٦،ص:۳۲۱)

اور اگر مالک نصاب ہونے کے باوجود اس نے قربانی نہ کی اور بعد میں تنگ دست یا فقیر ہو گیا تو بھی اس پر یک سالہ بکری یا خصی کی قیمت کا صدقہ کرنا واجب ہے یعنی وقت گزرنے کے بعد قربانی ساقط نہیں ہوگی۔

درمختار میں ہے: ولو ترکت التضحیۃ و مضت ایامہا تصدق بہا حیۃ ناذر لمعینۃ وتصدق بقیمتہا غنی شراہا اولا لتعلقہا بذمتہ بشراءہا اولا فالمراد بالقیمۃ قیمۃ شاۃ تجزی فیہا۔ (ج:٦،ص:۳۲۰، کتاب الاضحیۃ) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — کتبہٗ: غلام مرتضیٰ رضوی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۲۰۰۸/۱۲/۱٦

قربانی کے جانور میں وہابی وغیرہ شریک ہوں تو؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت اس مسئلہ میں:

قربانی کے بڑے جانور جیسے اونٹ، بھینس وغیرہ میں سات حصے ہوتے ہیں، تو ان سات حصوں میں سنی مسلک اعلیٰ حضرت کے ہمراہ وہابی و دیوبندی وغیر مقلد ورافضی وغیرہ بھی شریک ہو سکتے ہیں؟ اگر وہ شریک ہوں تو کیا مسلک اعلیٰ حضرت کی پیروی کرنے والوں کی قربانی جائز ہوگی؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں اس کا جواب مدلل ومفصل عنایت فرمائیں۔ بینوا توجروا۔ المستفتی: فاروق احمد خاں، ڈرائیور، کپتان گنج، ضلع بستی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب دیوبندی مذہب کے مولوی اشرف علی تھانوی، قاسم نانوتوی، رشید احمد گنگوہی اور خلیل احمد انبیٹھوی کو ان کے کفریات قطعیہ مندرجہ حفظ الایمان ص ۸ تحذیر الناس ص ۱۳، ۱۴، ۲۸ اور براہین قاطعہ ص ۵۱ کی بنا پر مکہ معظمہ، مدینہ منورہ، ہندو پاک، بنگلہ دیش اور برما کے سینکڑوں علمائے کرام ومفتیان عظام نے کافر ومرتد قرار دیا ہے۔ جس کی تفصیل فتاویٰ حسام الحرمین اور الصوارم الہندیہ میں ہے۔ اور سارے دیوبندی ان کو اپنا پیشوا اور مسلمان مانتے ہیں اور ان کے حامی ہیں تو وہ بھی مرتد کے حکم میں ہیں۔ اور رافضی بھی کئی وجوہ سے کافر ومرتد ہیں

جس کی تفصیل "تحفۂ اثنا عشریہ" میں موجود ہے۔ اس لیے ان میں سے کوئی بھی قربانی کے جانور میں ایک یا چند حصے لیتا ہے تو کسی کی بھی قربانی نہ ہوگی بلکہ اگر صرف گوشت کی نیت سے کوئی شریک ہو تو بھی قربانی نہیں ہوگی۔

حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ: "شرکاء میں سے ایک کافر ہے یا ان میں ایک شخص کا مقصود قربانی نہیں ہے بلکہ گوشت حاصل کرنا ہے تو کسی کی قربانی نہ ہوئی۔" اھ مختصراً۔

(بہار شریعت ح ۱۵، ص ۱۴۲)

درمختار "کتاب الأضحیۃ" میں ہے: "وان کان الشریك الستۃ نصرانیا او مریدا اللحم لم یجز عن واحد منھم" اھ (ج ۶، ص ۳۲۶)

اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے: "ولو کان أحد الشرکاء ذمیا کتابیا أو غیر کتابي وھو یرید اللحم أو یرید القربۃ في دینہ لم یجزئھم عندنا لأن الکافر لا یتحقق منہ القربۃ فکانت نیتہ ملحقۃ بالعدم فکان یرید اللحم." اھ (ج ۵، ص ۳۰۴، باب فیما یتعلق بالشرکۃ فی الضحایا)

لہٰذا اگر بڑے جانوروں کی قربانی میں وہابی، دیوبندی، تبلیغی، رافضی وغیرہ ان میں کا کوئی بھی شریک ہوگا تو ہرگز کسی کی قربانی نہ ہوگی اور واجب ان کے ذمہ سے ساقط نہ ہوگا۔ اس لیے ہر شخص پر لازم ہے کہ پوری تحقیق سے معلوم کرے کہ کوئی بدمذہب حصے میں شریک تو نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — **کتبہٗ:** محمد نیاز برکاتی مصباحی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۱۸ محرم الحرام ۱۴۲۵ھ

قربانی کا جانور بیمار ہے یا مرنے کا خوف ہے تو ذبح کر کے کھا سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر مر جائے تو اس کا فدیہ کیا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت اس مسئلہ میں:

قربانی کا جانور بیمار ہے یا یہ خوف ہے کہ مر جائے گا تو اس کو ذبح کر کے کھا سکتے ہیں یا نہیں؟ مر گیا ہے تو اس کا فدیہ کیا ہوگا؟ وبینوا وتوجروا۔ **المستفتی:** مولانا محمد ابراہیم القادری، مقام وپوسٹ پیرا گوتم، بستی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب ایسا بیمار جانور جس کی بیماری ظاہر ہو اس کی قربانی ناجائز ہے۔ فتاوی عالمگیری میں ہے:

لا تجوز المریضۃ البین مرضھا" اھ ملخصا (ج ۵ ص ۲۹۷، باب فی بیان محل اقامۃ الواجب)

اور اگر اندیشہ قوی ہے کہ مر جائے گا تو اسے ذبح کر کے کھا سکتے ہیں جب کہ مالک غنی، مالک نصاب

ہو کہ اس کے لیے خاص اسی جانور کی قربانی لازم نہیں، جیسا کہ اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں: ''سائل جب کہ غنی مالک نصاب ہے تو بہ نیت قربانی بکرا خریدنے سے خاص اسی کی قربانی اس پر لازم نہیں'' ملخصا(فتاوی رضویہ ج ۸،ص ۴۹۳، کتاب الاضحیۃ)

یونہی اگر قربانی کا جانور مر گیا ہے۔ تو مذکورہ دونوں صورتوں میں اس پر دوسرے جانور کی قربانی واجب ہے۔ بشرطیکہ وہ غنی مالک نصاب ہو ورنہ فقیر پر دوسرے جانور کی قربانی واجب نہیں۔ درمختار کتاب الاضحیۃ میں ہے: ''لو ماتت فعلی الغنی غیرھا لا الفقیر اھ'' (ج۹،ص ۴۷۱) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — کتبہ: شمس الدین احمد علیمی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۲۷/ذی القعدہ ۱۴۲۵ھ

نماز سے پہلے قربانی کی تو ہوگی یا نہیں؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت اس مسئلہ میں:

بقر عید کے دن نماز سے پہلے قربانی کر دی تو قربانی ہوئی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

المستفتی: محمد رفیق چودھری، سرسیا، سدھارتھ نگر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب اگر شہر میں کسی نے قربانی نماز سے پہلے کر دی تو اس کی قربانی نہ ہوئی اس لیے کہ شہر میں قربانی کے لیے عید کی نماز کا ہو جانا شرط ہے البتہ اگر دیہات میں کی تو ہوگئی کہ دیہات میں دسویں ذی الحجہ کی طلوع فجر سے قربانی کا وقت ہو جاتا ہے جیسا کہ حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ شہر میں قربانی کی جائے تو شرط یہ ہے کہ نماز ہو چکے لہٰذا نماز عید سے پہلے شہر میں قربانی نہیں ہو سکتی ہے اور دیہات میں چونکہ نماز عید نہیں ہے یہاں طلوع فجر کے بعد سے ہی قربانی ہو سکتی ہے'' (بہار شریعت ج:۱۵،ص:۱۳۷،قربانی کا بیان)۔ اور درمختار مع شامی ج۶ ص ۳۱۸، کتاب الاضحیۃ پر ہے:

''واول وقتھا بعد الصلاۃ ان ذبح فی مصر و بعد طلوع فجر ان ذبح فی غیرہ اھ اور ردالمحتار میں ہے: اول وقتھا فی حق المصری والقروی طلوع الفجر الا انہ شرط للمصری تقدیم الصلاۃ علیھا فعدم الجواز لفقد الشرط لا لعدم الوقت اھ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — کتبہ: محمد اجمل حسین بلرام پوری

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۱۵/محرم الحرام ۱۴۲۳ھ

قربانی کی کھال مسجد یا تکیہ دار کو دینا کیسا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت اس مسئلہ میں کہ قربانی کا چمڑہ مسجد اور تکیہ دار کو دینا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔ المستفتی: حافظ غفران احمد صاحب۔ سبزی فروشان، اندور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب قربانی کی کھال مسجد میں دینا جائز ہے یوں ہی چمڑہ بیچ کر اس کا دام بھی مسجد میں دینا مسجد کی مرمت کرانا اور دیگر سامان مسجد خریدنا جائز ہے حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ فتاوی امجدیہ جلد سوم ص ۳۱۱ پر تحریر فرماتے ہیں کہ چرم قربانی اپنے مصرف میں لا سکتے ہیں اور یہ بھی جائز ہے کہ کھال کسی اور کو دے دیں۔ اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ فتاوی رضویہ جلد ۸ ص ۴۷۵ پر تحریر فرماتے ہیں کہ چرم قربانی ہر اس کام میں صرف کر سکتے ہیں جو قربت و کار خیر و باعث ثواب ہو۔ اور تکیہ دار کو چرم قربانی اس صورت میں دے سکتے ہیں کہ سال بھر جو اس نے کام کیا ہے اس کی اجرت کے طور پر نہ ہو اور مسجد میں صرف کرنا بھی کار خیر ہے البتہ اگر اپنی ذات پر خرچ کرنے کے لیے بیچا ہے تو فقیر کو صدقہ کر دے اب اگر وہ فقیر اپنی طرف سے مسجد میں دے دے تو اس کا لگانا جائز ہے۔ فتاوی ہندیہ ج:۵ ص:۳۰۱ میں ہے "لو باعها بالدراهم ليتصدق بها جاز لانه قربة كالتصدق كذا في التبيين" اھ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
کتبہ: محمد اجمل حسین بلرام پوری
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی
۲۵ ذی القعدہ ۱۴۲۲ھ

کیا کمانے والا گھر کے دوسرے فرد کے نام قربانی کر سکتا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت اس مسئلہ میں:
گھر کا کوئی فرد جو کماتا ہے کیا وہ اپنے علاوہ گھر کے کسی فرد کے نام سے قربانی کر سکتا ہے؟ بینوا توجروا
المستفتی: شیخ بابا صمد علی اومریڈ ضلع ناگپور مہاراشٹر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب جو شخص انگریزی روپے سے چھپن روپے بھر چاندی کا مالک ہو یا حاجت اصلیہ کے علاوہ کسی ایسی چیز کا مالک ہو جس کی قیمت چھپن روپے بھر ہو تو وہ غنی یعنی مالک نصاب ہے اس پر قربانی واجب ہے اور حاجت اصلیہ سے مراد رہنے کا مکان، خانہ داری کے سامان جن کی حاجت ہو سواری کا جانور، خادم اور

پہننے کے کپڑے اس کے سوا جو چیزیں ہوں وہ حاجت سے زائد ہیں ایسا ہی بہار شریعت حصہ پانزدہم ص ۱۳۲ پر ہے اور فتاوی قاضی خاں "فصل فی صفة الاضحیة وقت وجوبها من تجب علیها" میں ہے "والغنی فیها من له مائتا درهم او عرض یساوی مائتی درهم سوی مسکنه وخادمه وثیابه التی یلبسها واثاث البیت فالغنی فی الاضحیة" ماهو الغنی فی صدقة الفطر. اھ

(فتاوی قاضی خاں علی ہامش عالم گیری ج ۳ ص: ۳۴۴)

لہٰذا گھر کا جو فرد کماتا ہے اگر وہ شخص مذکورہ بالا نصاب کا مالک ہے تو اس پر اپنی طرف سے قربانی کرنا واجب ہے اور اگر گھر کے دوسرے افراد بھی مالک نصاب ہیں تو ان پر اپنی طرف سے الگ الگ قربانی کرنا واجب ہے۔ جیسا کہ اعلی حضرت مجدد اعظم امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں "ایک قربانی نہ سب کی طرف سے ہوسکتی ہے نہ سوا مالک نصاب کے کسی پر واجب ہے، اگر کوئی صاحب نصاب ہو تو وہ اپنی قربانی جدا کرے" اھ (فتاویٰ رضویہ ج ۸ ص ۳۹۲)۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — کتبہٗ: محمد عبدالقادر رضوی ناگوری

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۲ رمحرم الحرام ۱۴۲۳ھ

کیا بکرے و مرغے کی قربانی سات آدمی کی طرف سے صحیح ہے؟ مرغی و بطخ کی قربانی ہوسکتی ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت اس مسئلہ میں:

یہاں ایک فرقہ ایسا ہے جو یہ کہتا ہے کہ ایک بکرا کی قربانی سات آدمی کی طرف سے ہوسکتی ہے کیوں کہ جتنے جاندار ہیں سب کی جان برابر ہے تو صرف گائے یا اونٹ ہی میں سات قربانی نہ ہوگی بلکہ بکرے، بھیڑ اور مرغی میں بھی سات قربانی ہوگی یہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔ اس فرقہ کا سرغنہ کلکتہ میں رہتا ہے اور اپنے مریدوں کو جنت کا ٹکٹ بھی دیتا ہے کہ بلا روک ٹوک جنت میں جاسکتے ہیں۔ دریافت طلب امر یہ کہ کیا ایک بکرے کی قربانی سات آدمی کی طرف سے ہوسکتی ہے اور کیا مرغ یا بطخ کی قربانی شرعاً جائز ہے؟ جو فرقہ یہ کہتا ہے کہ مرغ اور بکرا کی قربانی سات آدمی کی طرف سے جائز ہے اس فرقہ کے سرغنہ سے مرید ہونا جائز ہے یا نہیں؟ اور جو لوگ مرید ہوچکے ہیں ان کے لیے شریعت کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

المستفتی: ڈاکٹر علی احمد انصاری، میاں ٹولہ، سلیم گڈھ، کشی نگر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بکرے اور مرغے کی قربانی سات آدمی کی طرف سے قرآن کریم اور حدیث سے ثابت بتانے والے جھوٹے اور مفتری کذاب ہیں۔ اور شریعت اسلامیہ کو کھیل بنا رہے ہیں۔ ان سے مسلمان مطالبہ کریں کہ تم اپنے دعویٰ کے مطابق قرآن مجید کی آیت اور حدیث شریف پیش کرو۔ اور وہ ہرگز ہرگز پیش نہ کرسکیں گے۔ تو ان سے علانیہ توبہ کا مطالبہ کیا جائے اگر توبہ سے انکار کریں تو سارے مسلمان ان کا سماجی بائیکاٹ کریں۔

اور بکرے کی قربانی صرف ایک ہی آدمی کی طرف سے جائز ہے چاہے کتنا ہی فربہ ہو۔ فتاوی عالمگیری جلد:۵، صفحہ ۲۹۷ میں ہے "لا تجوز الشاة والمعز الاعن واحد وان كانت عظيمة سمينة تساوى شاتين۔"اھ۔ اور بدائع الصنائع ج:۴، صفحہ ۲۰۶ میں ہے:

"لا يجوز الشاة والمعز الاعن واحد وان كانت عظيمة سمينة تساوى شاتين مما يجوزان يضحى بهما لان القياس فى الابل والبقر ان لا يجوز فيهما الاشتراك لان القربة فى هذا الباب اراقة الدم وانها لا تحتمل التجزئة لانها ذبح واحد وانما عرفنا جواز ذلك بالخبر فبقى الامر فى الغنم على اصل القياس فان قيل اليس انه روى ان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ضحى بكبشين املحين احدهما عن نفسه والاخر عمن لا يذبح من امته فكيف ضحى بشاة واحدة عن امته عليه الصلاة والسلام فالجواب انه عليه الصلاة والسلام انما فعل ذلك لاجل الثواب وهو انه جعل ثواب تضحيته بشاة واحدة لأمته لا للاجزاء وسقوط التعبد عنهم۔"اھ۔

اور مرغ، مرغی اور بطخ کی قربانی ہرگز جائز نہیں اس لیے کہ غیر وحشی چوپایہ کا ہونا قربانی کے ارکان میں سے ہے۔ درمختار ج:۶، صفحہ ۳۱۳ میں ہے "رکنها ذبح ما يجوز ذبحه من النعم لا غير۔"اھ

لہٰذا جو فرقہ مرغ اور بکرا کی قربانی سات آدمی کی طرف سے جائز مانتا ہے اس فرقہ والے بدمذہب گمراہ گمراہ گر ہیں۔ اس کے سرغنہ سے مرید ہونا ہرگز جائز نہیں جو لوگ مرید ہو چکے ہیں ان پر واجب ہے کہ فوراً بیعت توڑ دیں اور اس سے دور ونفور ہوں۔

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

کتبہ: محمد ہارون رشید قادری کمبولوی
۲۳ / جمادی الاولیٰ ۱۴۲۳ھ

قربانی کا انکار کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت اس مسئلہ میں:

ایک شخص مالک نصاب ہونے کے باوجود بھی قربانی نہیں کراتا اگر قربانی کرنے کو کہا جائے تو کہتا ہے کہ قرآن میں اس کا کہیں ثبوت نہیں ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی نہیں کی ہے اس طرح کی باتیں کر کے بھولے بھالے لوگوں کو گمراہ کرتا ہے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ:

قربانی کا ثبوت آیات واحادیث سے پیش کریں اور اس کے منکر کا حکم بتائیں۔ اس کا یہ کہنا کہ قرآن حدیث میں اس کا کہیں ثبوت نہیں آیا صحیح ہے یا غلط؟

المستفتی: محمد ماہتاب عالم صدر المدرسین مدرسہ دار الاشاعت تمکوہی روڈ ضلع کشی نگر یوپی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الجواب شخص مذکور شریعت سے ناواقف گمراہ بددین ہے اس کا یہ کہنا کہ قربانی کا حکم قرآن و حدیث سے ثابت نہیں سراسر غلط اور بے بنیاد ہے۔ اس لئے کہ کثیر آیات واحادیث میں قربانی کا ذکر صراحت کے ساتھ ہے وہ آیات واحادیث یہ ہیں:

خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ" یعنی تم اپنے رب کے لئے نماز پڑھو اور قربانی کرو۔" اھ (پ ۳۰ سورہ کوثر آیت ۲)

اور رب کا فرمان ہے: "وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ" اھ۔ اور قربانی کے ڈیل دار جانور اونٹ اور گائے ہم نے تمہارے لئے اللہ کے نشانیوں سے کئے۔ (پ ۱۷ سورہ حج آیت ۳۶)

ارشاد ربانی ہے: "قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ تم فرماؤ بیشک میری نماز اور میری قربانیاں اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ کے لئے ہے جو رب سارے جہان کا۔" اھ (پ ۸ سورہ انعام آیت ۱۶۲)

رب تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَلِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِّیَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلٰی مَا رَزَقَهُمْ مِّنْ بَهِیْمَةِ الْاَنْعَامِ۔" اور ہر امت کے لئے ہم نے ایک قربانی مقرر فرمائی کہ اللہ کا نام لیں اس کے دیے ہوئے بے زبان چوپایوں پر۔ اھ (پ ۱۷ سورہ حج آیت ۳۴)

اور جن احادیث سے قربانی کا ثبوت ہوتا ہے وہ یہ ہیں:

مشکوٰۃ شریف میں ہے: "عن زید بن ارقم قال قال اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم یارسول اللہ ماھذہ الاضاحی قال سنۃ ابیکم ابراھیم علیہ السلام۔ اھ

ترجمہ: حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ! یہ قربانیاں کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا یہ تمہارے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔" اھ (ص ۱۲۹)

ابوداؤد شریف میں ہے:

"عن جابر بن عبداللہ قال ذبح النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یوم الذبح کبشین اقرنین املحین موجوئین فلما وجههما قال اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ عَلٰی مِلَّةِ اِبْرَاهِیْمَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ اللهم منك ولك عن محمد و امته بسم اللہ واللہ اکبر ثم ذبح۔" اھ

ترجمہ: روایت ہے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو چتکبرے سینگ والے بکرے قربانی کے دن ذبح کئے جب انہوں نے قبلہ رو لٹایا تو فرمایا کہ میں نے اپنے کو اس کی طرف متوجہ کیا جس نے زمین و آسمان پیدا کئے دین ابراہیمی پر ہوں ہر بے دینی سے الگ مشرکوں میں سے نہیں ہوں یقیناً میری نماز میری قربانی میری زندگی اور میری موت رب العلمین کے لئے ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں مجھے اسی کا حکم ملا اور میں مطیعین سے ہوں الٰہی یہ تجھ سے ہے اور تیرے لئے محمد مصطفیٰ اور ان کی امت کی طرف سے بسم اللہ اللہ اکبر پھر ذبح فرمایا۔" اھ (حصہ دوم ص ۳۸۶)

ابوداؤد شریف میں ہے:

"عن ابی سعید قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یضحی بکبش اقرن فحیل ینظر فی سواد یاکل فی سواد و یمشی فی سواد۔" اھ

ترجمہ: روایت ہے حضرت ابوسعید سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سینگ والے بکرے کی قربانی کرتے تھے جو سیاہی میں دیکھے اور سیاہی میں کھائے اور سیاہی میں چلے۔" اھ (حصہ دوم ص ۳۸۶)

اور فتاویٰ رضویہ میں ہے "قربانی کا انکار ضلالت ہے۔" اھ (ج ٦ ص ۵۳)

لہٰذا شخص مذکور گمراہ ہے علانیہ توبہ واستغفار کرے اور آئندہ اس سے باز رہے اگر وہ ایسا نہ کرے تو مسلمان اس سے دور و نفور رہیں ورنہ دوسروں کو بھی گمراہ کردے گا رب تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَاِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ۞" اھ یعنی اگر شیطان تمہیں بھلا دے تو یاد

آنے کے بعد ظالموں کے پاس نہ بیٹھو۔" اھ (پ ۷ سورہ انعام آیت ۶۸)

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

کتبہ: محمد ابراہیم مصباحی
۲۰ ر محرم الحرام ۱۴۳۲ھ

جانور خرید ا بعد میں معلوم ہوا کہ چوری کا ہے تو اس کی قربانی کرسکتا ہے یا نہیں؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت اس مسئلہ میں:

زید نے بکر سے قربانی کا ایک جانور خریدا کچھ دنوں کے بعد زید کو معلوم ہوا کہ بکر چور ہے اور بکرا بھی چوری کا ہے۔ ایام قربانی سے قبل زید کو معلوم بھی ہوگیا پھر بھی قربانی کردیا تو کیا اس کی قربانی جائز ہے؟ جواز وعدم جواز کی صورت بیان فرماکر عند اللہ ماجور ہوں۔

المستفتی: محمد اقلیم رضا قادری الجامعۃ الرضویہ شمس العلوم منگول پوری، دہلی ۸۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب اس چوری کے بکرے کو خرید کر اپنے تصرف میں لانا حرام اور اس کی قربانی ناجائز ہے۔
کیونکہ اگر چہ اس کو خریدتے وقت یہ معلوم نہ تھا کہ بکرا چوری کا ہے لیکن قربانی سے پہلے جب معلوم ہوگیا کہ بکر چور ہے اور بکرا بھی چوری کا ہے تو اسے اپنے تصرف میں لانا حرام تھا اس پر واجب یہ تھا کہ وہ بکرا اصل مالک کے سپرد کردیتا اور اگر وہ نہیں تھا تو اس کے ورثہ کو دے دیتا اور ان کا بھی پتہ نہ ہونے کی صورت میں کسی فقیر کو دے دیتا اور بکر سے اپنا ثمن واپس لے لیتا۔ لیکن اس نے واپس کرنے کے بجائے اس کی قربانی کردی لہٰذا وہ قربانی ناجائز وحرام ہوئی۔

فتاوی رضویہ میں ہے چوری کا مال دانستہ خریدنا حرام ہے اور اگر نہ معلوم ہے نہ کوئی واضح قرینہ تو خریداری جائز ہے پھر اگر ثابت ہوجائے کہ یہ چوری کا مال ہے تو اس کا استعمال حرام ہے بلکہ مالک کو دے دیا جائے اور وہ نہ ہو تو اس کے ورثہ کو اور اگر ان کا بھی پتہ نہ چل سکے تو فقراء کو (ج ۷ ص ۳۸ کتاب البیوع)

اب زید کو چاہئے کہ بکر سے اس کے اصل مالک کے بارے میں دریافت کرکے اس کو بکرے کی قیمت کا ضمان دے اور بکر سے اپنا ثمن واپس لے لے۔

بدائع الصنائع میں ہے لو باع السارق المسروق من انسان وان کان استھلکہ القابض کان للمالک ان یضمنہ القیمۃ لانہ قبض مالہ بغیر اذنہ وھلک فی یدہ وللمشتری ان یرجع علی السارق بالثمن۔ ملخصا اگر سارق نے مال مسروق کو کسی سے بیچ دیا اور مشتری نے اسے ہلاک کردیا تو

مالک مشتری سے اس کی قیمت کا ضمان لے گا اس لئے کہ اس نے اس کے مال پر بغیر اس کی اجازت کے قبضہ کیا تھا اور اسی کے پاس سے ہلاک ہوا اور مشتری سارق سے ثمن واپس لے لے گا۔

(ج ٦ ص ٣٤٧-٣٤٨ کتاب السرقۃ)

اب اگر وہ اصل مالک کو اس زندہ بکرے کی قیمت کا ضمان دے دے تو قربانی ادا ہو جائے گی۔ درمختار میں ہے یصح لو ضحی بشاۃ الغصب ان ضمنہ قیمتہا حیۃ ای قیمتہا لو کان حیۃ (ج ٧ ص ٤٧٨ کتاب الاضحیۃ) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — کتبہٗ: عبدالرحیم فیضی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ٢ ربیع الغوث ١٤٣٢ھ

کیا عقیقہ میں پورا بال اُتروانا ضروری ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت اس مسئلہ میں:

ایک شخص کی شادی بہت قریب ہے اور وہ اپنا عقیقہ کرنا چاہتا ہے مگر پورا بال نہیں کٹوانا چاہتا ہے بلکہ صرف تھوڑا ہی بال کٹوانا چاہتا ہے تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ پورا بال اتروانا ضروری ہے یا صرف تھوڑا ہی اتروائے تو بھی درست ہے شرعاً کیا حکم ہے؟ المستفتی: محمد انیس میرٹھی خطیب وامام مسجد ہدیٰ رحمت نگر پوسٹ سڈام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب عقیقہ کرنا مستحب ومباح ہے اس میں پورا بال اتروانا ضروری نہیں بلکہ مستحب ہے ایسا ہی بہار شریعت حصہ ١٥ صفحہ ١٥٣ پر ہے۔

بخاری شریف: "باب العقیقۃ" میں ہے: "عن محمد بن سیرین قال حدثنا سلمان بن عامر الضبی قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول مع الغلام عقیقۃ فأهرقوا عنہ دما وأمیطوا عنہ الأذی" (ج ٢، ص ٨٢٢)

یعنی حضرت سلمان بن عامر ضبی کہتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ بچے کے لئے عقیقہ ہے کہ اس کی طرف سے جانور ذبح کرو اور اس کا سر منڈاؤ۔

ایسا ہی مشکوۃ شریف باب العقیقہ صفحہ ٣٦٢ پر بھی ہے اور اسی کے تحت شرح الطیبی علی مشکوۃ المصابیح "باب العقیقہ" میں ہے: "لأنہا تذبح حین یحلق عقیقۃ، وهو الشعر الذی یکون علی المولود حین یولد من العق وهو القطع، لأنہ یحلق ولا یترک. أراد بإماطۃ الأذی

عنه حلق شعره وقيل تطهيره عن الأوساخ والأوضار التي تلطخ به عند الولادة"۔
(ج۹،ص۲۸۳۱)

یعنی اماطة الأذی سے مقصود بچوں کے پیدائشی بالوں کا ازالہ ہے لہٰذا یہ مسئلہ بچوں کے لئے ہے مگر جو شخص جوان ہو چکا ہو وہ بارہا سر بھی منڈا چکا ہوگا تو اس کے لئے یہ بھی کافی ہے چاہے تو کچھ بال کٹوا لے چاہے تو سب منڈا لے۔ واللہ تعالیٰ أعلم۔

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

کتبہ: محمد رئیس برکاتی مصباحی
۱۴؍ ربیع الآخر ۱۴۲۷ھ

■❖■

كِتَابُ الْحَظْرِ وَالْاِبَاحَةِ

حظر واباحت کا بیان

امام حالت جنابت میں نماز پڑھادے تو؟

مسئلہ امام انتہائی مجبوری کے عالم میں کئی نمازیں حالت جنابت میں پڑھادیں۔ تو ایسی صورت میں ان نمازوں کا کیا کرے۔ مجبوری سے مراد یہ ہے کہ ایسے وقت میں اٹھا کہ جماعت کا وقت ہو چکا تھا۔ غسل کرنے کی صورت میں دیر ہوجانا لازمی ہے جس سے مقتدی پریشان ہوں گے اور امام کو جلی کٹی سنادیں گے۔ اس صورت حال سے اکثر سامنا ہوتا رہتا ہے۔ اگر دہرانے کا مسئلہ ہو تو جماعت میں کچھ نامعلوم افراد ایسے بھی تھے جن کو امام نہیں جانتا لہٰذا ان کی نمازوں کا کیا ہوگا۔ المستفتی: عبدالوحید قادری، گورکھپور

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الجواب امام مذکور سخت گنہگار مستحق عذاب نار اور شریعت پر جری ہے اس پر لازم ہے کہ توبہ کرے اور حتی الامکان مقتدیوں کو اکٹھا کر کے بتائے کہ فلاں فلاں دن کی فلاں فلاں وقت کی نمازیں نہیں ہوئیں سب پر ان کی قضا لازم ہے یہ اس صوت میں ہے جب کہ حالت جنابت میں نماز کے جائز ہونے کا عقیدہ نہ رکھے۔ اور اگر جائز ہونے کا اعتقاد رکھتا ہو یا استخفاف نماز کے طور پر یہ حرکت کی ہے تب تو کھلا کفر ہے اس پر تجدید ایمان و تجدید بیعت لازم ہے اور بیوی والا ہو تو تجدید نکاح بھی کرے فتاوی ہندیہ میں ہے:

"واختلف المشائخ رحمهم الله تعالى فى كفر قال شمس الائمة الحلوانى الا ظهر له اذا صلى الى غير القبلة على وجه الاستهزاء والا ستخفاف يصير كافرا ولو ابتلى انسان بذلك لضرورة بان كان يصلى مع قوم فاحدث واستحياء ان يظهر واكتم ذلك وصلى هكذا او كان بقرب من العلم فقال وصلى وهو غير طاهر قال بعض مشائخنا رحمهم الله تعالى لا يصير كافرا لانه غير مستهزئ اه والله تعالى اعلم

كتبہ زبیر احمد المصباحی
۵ ربیع الآخر ۱۴۳۰ھ

الجواب صحیح: محمد نظام الدین الرضوی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

مسئلہ زید غیر مسلم میت کے ساتھ اس کے مرگھٹ تک جاتا ہے اس کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔
المستفتی: الحاج محمد اسمٰعیل مقام اندولی ضلع بستی

الجواب زید کا غیر مسلم میت کے ساتھ اس کے مرگھٹ تک جانا نا جائز و گناہ ہے۔ فتاویٰ امجدیہ میں ہے۔ جب کہ ہندو موجود تو مسلمان کی شرکت کی کوئی حاجت نہیں بلکہ اس کی شرکت سے لوگوں کی کثرت ہوگی اور اس سے جنازۂ کافر کی شان نمایاں ہوگی جس کی ہر گز اجازت نہیں ' اھ (ج ۱ ص ۳۱۶) اور اگر زید پر کافی دباؤ ہو جس سے بچنے کی کوئی صورت نہ ہو تو میت سے دور، دور چلے جس سے یہ نہ معلوم ہو کہ کافر میت کے ساتھ ہے۔ حاشیہ طحطاوی میں ہے۔ "وان کان لکافر قریب مسلم دفعه القریب الی اهل ملته و یتبع جنازته من بعید" ملخصاً (ص ۳۳۰) واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — کتبہ: محمد معراج احمد المصباحی القادری
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۸ ررجب المرجب ۱۴۲۸ھ

غیر مسلم کی شیرینی پر فاتحہ دینا کیسا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماء دین مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید جو فاضل اشرفیہ ہے اس نے ہندو کی شیرینی پر فاتحہ پڑھا دریافت طلب امر یہ ہے کہ ہندو کی شیرینی پر فاتحہ پڑھنا کیسا ہے اور زید پر کون سا حکم شرع عائد ہوتا ہے؟ بینوا توجروا
المستفتی: محمد فاروق مصباحی برواں پردل پوسٹ سرپتی خرد، ضلع کشی نگر یوپی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب غیر مسلم کی شیرینی پر فاتحہ دینا اور اس کے ثواب پہنچنے کا اعتقاد کرنا جائز نہیں کہ اس کی کوئی نیاز کوئی عمل قبول نہیں۔ فتاوی رضویہ میں ہے کافر و مشرک کا کوئی عمل للہ نہیں "فان الکفر هو الجهل بالله فاذا جهله فکیف یعمل له" اھ (ج ۹ ص ۶۵)
زید اس کام سے توبہ کرے اور آئندہ ہر گز ایسا نہ کرے ہاں اگر ہندو نے زید کو دے دیا کہ اس پر فاتحہ دے کر باہم تقسیم کرلیں اور زید نے غیر مسلم سے شیرینی لے کر اپنی کر کے اپنے آپ فاتحہ دے کر اپنی سمجھ کر تقسیم کر دیا تو اس میں کوئی حرج نہیں ایسا ہی فتاوی مصطفویہ میں ۴۵۳ میں بھی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — کتبہ: فیاض احمد برکاتی مصباحی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۳۰ ررجب المرجب ۱۴۲۸ھ

صدقہ کا بکرا بیچ کر اس کی قیمت کا گوشت منگا کر طلبہ کو کھلا سکتے ہیں یا نہیں؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

کسی نے مدرسہ میں ایک بکرا صدقہ کیا اور وہ وزن میں بہت کم ہے اور بچوں کی تعداد بہت زیادہ ہے اس لیے بکرا پورے بچوں کے لیے ناکافی ہے کیا وہ بکرا بیچ کر بڑے کا گوشت منگا کر بچوں کو کھلا سکتے ہیں یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب صدقہ کے بکرے سے یہ مقصود ہوتا ہے کہ اسے ذبح کرکے غریب طلبہ کو اس کا گوشت کھلا دیا جائے تاکہ وہ اس کے مریض وغیرہ کے لیے فدیہ بنے ظاہر ہے کہ صدقہ کرنے والے کا یہ مقصد بکرے کو بیچنے سے نہ پورا ہوگا اس لیے اسے ذبح کرکے تھوڑا تھوڑا طلبہ کو کھلا دیں۔ واللہ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی | **کتبہ: فیاض احمد برکاتی مصباحی**

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی | ۳۰؍رجب المرجب ۱۴۲۸ھ

نکاح خوانی سے متعلق سوالات

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین درج ذیل مسائل کے بارے میں:

(۱) فی زمانہ نکاح اکثر ائمہ مساجد ہی پڑھاتے ہیں تو نکاح پڑھانے کے بدلے، یا عوض میں ملنے والے نذرانے، یا اجرت کا حقدار، یا مالک صرف امام یعنی قاضی نکاح ہوتا ہے یا کوئی اور بھی؟

(۲) اگر صرف امام یعنی قاضی نکاح ہی اس کا حقدار۔ یا مالک ہے تو متولی مسجد، یا کسی کو بھی کیا یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ امام یعنی قاضی نکاح سے یہ طے کرے، یا اس کو مجبور کرے اس اجرت نکاح خوانی میں سے قبرستان کو دینا ہوگا، اتنا ہندوستان کو، یا اتنا مجاور کو دینا ہوگا اور اتنا مسافر کو، اتنا فلاں کو اور اتنا فلاں کو؟

(۳) یا کسی کی ملکیت میں کسی کو مداخلت کا شرعاً اختیار ہے۔ اگر نہیں تو امام کی اجرت نکاح خوانی میں سے کسی کو مداخلت کا کیا حق ہے؟

(۴) اگر اجرت نکاح خوانی میں سے امام کسی کو کچھ نہ دے تو امامت وخطابت سے معزول کرنے کی بات کرنا ناانصافی وزیادتی ہے، یا نہیں؟ اگر ہے تو فعل مذکور کے مرتکب افراد مجرم وخطاکار ہوئے یا نہیں؟ اگر نہیں تو کیوں؟ بینوا بالدلیل توجروا من الجلیل۔

المستفتی: محمد عبد الرشید قادری، مدرسہ اہل سنت فیضان العلوم جوکھنپور ضلع بریلی، یوپی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب (۱ تا ۳) نکاح پڑھانے کی وجہ سے جو رقم پڑھانے والے کو دی جاتی ہے وہ خالص اسی کا حق ہے جو اس کو نذر کیا گیا ہے اس میں مسجد و مدرسہ، قبرستان و مجاور کسی کا حق نہیں نکاح پڑھانے والے سے اس کے نذرانے میں سے جبراً کچھ لینا ظلم ہے۔ جو لوگ ایسا کرتے ہیں وہ سخت مجرم و گنہگار ہیں۔ حدیث شریف میں ہے: "الا لا تظلموا الا لا یحل مال امری الا بطیب نفس منه" حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: خبردار تم لوگ ظلم نہ کرنا، سن لو کسی کا مال بغیر اس کے خوشی کے حلال نہیں۔
(مشکوٰۃ ص ۲۵۵، باب الغصب والعارية الفصل الثاني)

دوسری حدیث میں ہے: "انه لا يقتطع رجل مالا الا لقي الله عزوجل يوم القيمة وهو اجزم" سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص پرایا مال لے گا وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے کوڑھی ہو کر ملے گا۔ (طبرانی حدیث ۶۳۷ ج ۱ ص ۲۳۳)

البتہ اگر وہاں رواج ہو کہ لڑکے والے سے مسجد و مدرسہ کے لیے کچھ لیتے ہیں تو اسکے لیے اس کی رضا سے نکاح خوانی کے علاوہ الگ سے بطور چندہ کچھ لے سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) اگر امام نکاح خوانی کے نذرانے سے کسی کو کچھ نہ دے تو اس کی وجہ سے امامت و خطابت سے معزول کرنا ناجائز و گناہ ہے کہ بلاوجہ ایذائے مسلم حرام ہے۔ حدیث شریف میں ہے: "من اذى مسلما فقد اذاني ومن اذاني فقد اذى الله" (کنز العمال ص ۱۰ ج ۱۶)

فتاویٰ رضویہ میں ہے: ''اگر صحت مذہب، قرأت و طہارت میں بقدر جواز نماز ہیں اور امام وظیفہ پاتا ہے تو بلا قصور پہلے کو معزول کرنا گناہ ہوا کہ بلاوجہ ایذائے مسلم کہ لا يعزل صاحب وظيفة بغير جنحة" اھ (ص ۲۶۲ ج ۳) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — **کتبہٗ:** محمد صابر عالم قادری مصباحی امجدی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی، برکاتی — ۷ رشعبان المعظم ۱۴۲۸ھ

زندہ شاہ مدار علیہ الرحمہ نے کسی کو اجازت وخلافت دیا تھا یا نہیں ''اللہ وارث'' یا ''حق وارث'' کہنا، گلے میں لوہا پہننا، داڑھی منڈانے والے اور عورتوں سے اختلاط رکھنے والے پیر سلسلہ اشرفیہ اور اعلیٰ حضرت سے چڑھنے والوں سے مرید ہونا کیسا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے شریعت طاہرہ مسائل ذیل میں کہ

(۱) سیدنا زندہ شاہ مدار علیہ الرحمہ نے کسی کو اپنی خلافت واجازت سے نوازا تھا یا نہیں اگر نہیں تو خود ان کے اہل خانہ اور معتقدین کو سلسلہ مداریہ میں بیعت ہونا یا کرنا درست ہے یا نہیں؟

(۲) حضور وارث پاک علیہ الرحمہ نے کسی کو اپنا خلیفہ بنایا تھا یا نہیں اس سلسلے میں مرید ہونا یا کرنا درست ہے یا نہیں؟

(۳) حضرت وارث پاک کے معتقدین جو اپنے کو ہی سچا وارثی کہتے ہیں اکثر حق وارث یا وارث، اللہ وارث بولا کرتے ہیں نیز گلے میں لوہے کی کوئی چیز پہنتے ہیں اور لمبے لمبے بال رکھتے ہیں اور مخصوص قسم کا زرد لباس بغیر سلا ہوا پہنتے ہیں اور بتاتے ہیں یہ ساری چیزیں سرکار وارث پاک کی سنت ہیں اس کے بارے میں عندالشرع کیا حکم ہے؟

(۴) جس کا لباس مخصوص پٹھانی شوٹ ہے داڑھی بالکل نہیں رکھتا ہے عورتوں کے ساتھ خلط ملط ہونے میں کوئی شرعی عار ہرگز محسوس نہیں کرتا ایسے شخص سے مرید ہونا جائز یا نہیں؟ جبکہ ان کے مریدین کا کہنا ہے کہ ہمارے حضرت ظاہر میں ایسے ہیں کبھی کبھی ان کی داڑھی بوقت ضرورت ظاہر ہوتی ہے وغیرہ وغیرہ۔

(۵) اس وقت جبکہ اشرفی رضوی اختلاف نے نہ جانے کیسے کیسے گل کھلائے ہیں سلسلہ اشرفیہ سے مرید ہونا درست ہے یا نہیں؟

(۶) کچھ ایسے حضرات جو اعلیٰ حضرت سے چڑھتے ہیں مسلک اعلیٰ حضرت کا نعرہ بھی ان کے حلق سے نیچے نہیں اترتا وہ اپنے کو سنی کہتے ہیں کیا فی زمانہ ایسے کو سنی کہا جاسکتا ہے اور اگر ان میں سے کوئی پیر ہو تو ان سے مرید ہوا جاسکتا ہے؟ بینوا توجروا المستفتی: محبوب رضا علیمی

مدینۃ البرکات، امجد نگر، اگیا چوراہا نانپارہ، ضلع بہرائچ شریف، یوپی پن ۲۷۱۸۶۵

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الجواب (۱) حضرت شاہ مدار صاحب علیہ الرحمہ نے کسی کو اپنی خلافت واجازت نہیں دیا۔ بلکہ انہوں نے خود ہی اپنے سلسلے کو ختم کر دیا ہے۔ لہٰذا اس سلسلہ میں مرید ہونا جائز نہیں بلکہ گمراہی ہے۔

جیسا کہ سید میر عبدالواحد صاحب بلگرامی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب سبع سنابل شریف میں تحریر فرمایا ہے کہ ”خانوادۂ شاہ مدار کا سلسلہ درست نہیں ہے اس لئے کہ انہوں نے اپنے سلسلے کو سوخت کر دیا ہے۔ اس کا مختصر قصہ یوں ہے کہ ”حضرت شاہ مدار صاحب کا قیام کالپی شریف میں ایک مدت تک رہا اس وقت اس ولایت کا والی ایک نیک مرد تھا جس کا نام قادر بخش تھا جو درویشوں کی خدمت کرتا اور فقیروں سے محبت رکھتا تھا۔ اکثر اوقات حضرت شاہ مدار کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا مگر آپ کچھ توجہ نہ فرماتے اور نہ اس کو اپنے حضور

حاضری کی اجازت دیتے وہ والی ہر بار لوٹ جاتا۔ ایک روز قادر بخش ملاقات کے لئے حاضر ہوا تو دیکھا کہ دو شخص شاہ مدار کے مکان میں گفتگو کررہے ہیں یہ اونچے گھوڑے پر سوار تھا گردن اٹھا کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ شاہ مدار صاحب اور ایک جوگی باہم بات چیت کررہے ہیں۔ کہنے لگا یہ عجیب درویش ہیں کہ میں دین کی طلب میں ان کے پاس بار بار آتا ہوں مجھ سے ملاقات نہیں کرتے اور ایک جوگی سے کلام میں مشغول ہیں۔ یہ کہا اور لوٹ آیا۔ یہ سن کر اس جوگی نے کچھ ایسی حرکت کی کہ قادر بخش کے بدن میں جگہ جگہ سفید دھبے پڑ گئے۔ قادر بخش اپنے پیر کی خدمت میں جن کا نام شیخ سراج تھا حاضر ہوا اور ان سے تمام ماجرا بیان کیا اور وہ سفید داغ دکھائے۔ شیخ سراج قدس سرہ نے اپنا لعاب دہن ان داغوں پر مل دیا وہ داغ دور ہو گئے اور قادر بخش تندرست ہو گیا۔ جب رات ہوئی تو شاہ مدار تلوار لئے ہوئے نمودار ہوئے اور آپ نے چاہا کہ قادر بخش کو ختم کر دیں، حضرت شیخ سراج آڑے آئے کہ یہ تو ہمارا مرید ہے بے گناہ کو کیوں مارتے ہو؟ شاہ مدار نے فرمایا کہ اس نے مجھے تکلیف پہنچائی ہے۔ شیخ سراج نے جواب دیا کہ یہ تو دین کی طلب کے لئے حاضر ہوا تھا اس نے کوئی تکلیف نہیں پہنچائی۔ دونوں حضرات میں تکرار بڑھ گئی کہ اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور شاہ مدار کو منع فرمایا کہ اس بے گناہ کو مارنا چاہتے ہو یہ کون سی درویشی ہے۔ حضرت شاہ مدار نے عرض کیا یا رسول اللہ درویش جب اپنی تلوار نیام سے نکال لیتا ہے تو کسی نہ کسی پر ضرور چلاتا ہے اور اب میں تلوار کھینچ چکا ہوں تو کس پر چلاؤں؟ شیخ سراج نے فرمایا تمہارے اس وار کو میں اپنے اوپر لیتا ہوں لیکن اپنے مرید کو کوئی تکلیف پہنچانا مجھے پسند نہیں۔ شاہ مدار نے فرمایا تو اچھا ہم نے تمہیں سوخت کر دیا۔ شیخ سراج نے فرمایا ہم نے تمہارے مریدوں کو گمراہ کیا۔ شاہ مدار نے فرمایا میں نے گنتی کے چند آدمی مرید کیے ہیں اور آج کی تاریخ سے کسی کو مرید بھی نہیں کروں گا۔ رہی خلافت تو وہ میں نے نہ کسی کو دی ہے اور نہ اب دوں گا۔

لیکن شاہ مدار صاحب کے وہ چند مرید بغیر اجازت وخلافت کے مرید کرتے تھے اور سلسلہ بڑھاتے تھے اور اپنا خلیفہ بناتے تھے یہی ان کی گمراہی ہے اور یہ سب شاہ مدار صاحب کی وفات کے بعد ہوا۔ آپ کی حیات ظاہری میں مرید کچھ نہ کر سکے اور جب حضرت شاہ مدار کی رحلت کا وقت قریب آیا تو آپ نے اپنی فراست باطنی سے جان لیا کہ میرے مرید ایک عارف کے گمراہ کئے ہوئے ہیں ان سے یقیناً بددیانتی ظاہر ہوگی، لہٰذا آپ نے دست مبارک سے کثیر خطوط لکھے اور چاروں اطراف میں روانہ فرمایا جس میں تحریر تھا کہ ہم نے کسی کو خلافت نہیں بخشی۔" اھ ملخصاً (ص ۱۱۲-۱۱۳) واللہ تعالیٰ اعلم

(۲-۳) اللہ وارث کا لفظ اگر اللہ عزوجل کے لئے بولتے ہیں تو حق ہے اور اگر حاجی وارث علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے لئے بولتے ہیں تو کفر وشرک ہے، یوں ہی حق کا لفظ اگر کلمہ جلالت "اللہ" کی جگہ بول کر لفظ

"وارث" سے حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو مراد لیتے ہیں تو بھی کفر وشرک ہے، اور غیر مسلم سادھوؤں سے تشبیہ حرام ہے اور گلے میں لوہے کی چیز پہننا ناجائز ہے اور اگر لوہے کی چیز لٹکائے تو بھی ممنوع ہے باقی اور کی فی الحال تحقیق نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۴) داڑھی منڈوانا حرام وگناہ ہے اس کا مرتکب فاسق و فاجر ہے۔ جیسا کہ درمختار کتاب الحظر والاباحۃ میں ہے "یحرم علی الرجل قطع لحیتہ۔ یعنی مرد کو اپنی داڑھی منڈوانا حرام ہے۔" اھ

(ج۹،ص:۵۸۳، باب الاستبراد وغیرہ)

اور حدیث شریف میں ہے "ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امر باحفاء الشوارب واعفاء اللحی" "بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مونچھیں خوب پست کرنے اور داڑھیاں بڑھانے کا حکم دیا۔" اھ(سنن البیہقی، ج۱،ص ۲۳۵)

اور غیر محرم عورتوں سے اختلاط حرام ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے "قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا لا یخلون رجل بامراۃ الا کان ثالثھما الشیطان" یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا خبردار کوئی مرد کسی اجنبی عورت کے ساتھ خلوت میں نہیں ہوتا مگر وہاں تیسرا شیطان ہوتا ہے۔" اھ

(ترمذی شریف، ج۱،ص ۱۴۰)

لہٰذا زید جب داڑھی بالکل نہیں رکھتا یعنی منڈایا کرتا ہے اور اجنبی عورتوں سے اختلاط میں کوئی شرعی عار نہیں سمجھتا تو وہ فاسق وفاجر، مرتکب حرام وگناہ کبیرہ ہے اس سے مرید ہونا جائز نہیں کیونکہ شرائط پیری سے یہ بھی ہے کہ پیر فاسق معلن نہ ہو۔ لہٰذا کسی سنی صحیح العقیدہ غیر فاسق ایسے شخص سے جو اپنی ضرورت کے مسائل جانتا اور کتابوں سے نکال سکتا ہو اور جس کا سلسلہ متصل اور صاحب اجازت ہو مرید ہو۔

اور زید کے مریدوں کا یہ کہنا کہ "ہمارے حضرت ظاہر میں ایسے ہیں کبھی کبھی ان کی داڑھی بوقت ضرورت ظاہر ہوتی ہے" سراسر حماقت اور گمراہ گری ہے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ایسے لوگوں سے محفوظ رکھے۔ آمین۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۵) پیر کے لئے چار شرطیں ہیں (۱) پیر کا سلسلہ باتصال صحیح حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک پہنچتا ہو بیچ میں منقطع نہ ہو (۲) پیر سنی صحیح العقیدہ ہو بدمذہب گمراہ نہ ہو (۳) عالم ہو کہ اپنی ضرورت کے مسائل جانتا اور یاد نہ ہونے پر کتابوں سے نکال سکتا ہو (۴) فاسق معلن نہ ہو جیسا کہ فتاویٰ رضویہ ص ۱۴۷ میں ہے۔ لہٰذا جس بندۂ مومن میں یہ چاروں شرطیں پائی جائیں اس سے مرید ہونا درست ہے خواہ وہ رضوی ہو یا اشرفی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۶) صورت مسئولہ میں ان لوگوں کو مولوی اشرف علی تھانوی، قاسم نانوتوی، رشید احمد گنگوہی اور خلیل

احمد انبیٹھی کی عبارات کفریہ مندرجہ حفظ الایمان ص ۸، تحذیر الناس ص ۳، ۴، ۲۸ اور براہین قاطعہ ص ۵۱ اُن کے سامنے پیش کیا جائے کہ وہ ان کتابوں اور ان کے مصنفین کے بارے میں کیا کہتے ہیں اگر یہ لوگ بھی وہی کہیں جو علمائے حرمین شریفین نے کہا کہ "من شك فى كفره وعذابه فقد كفر" تو وہ سنی ہیں ورنہ وہ پکے مکار، وہابی، دیوبندی ہیں اور ان سے کسی قسم کا تعلق رکھنا حرام و گناہ اور دین کے لئے زہر قاتل ہے۔ جیسا کہ حسام الحرمین اور الصوارم الہندیہ میں تفصیلاً مذکور ہے۔

اگر تحقیق سے یہ ثابت ہو کہ پیر سنی صحیح العقیدہ ہے اور درج بالا پیر کی چاروں شرطیں اس میں کامل طور پر پائی جائیں تو اس سے مرید ہونا جائز ہے ورنہ ہرگز ہرگز جائز نہیں کہ دنیا و آخرت برباد ہونے کا خوف ہے۔

الجواب صحيح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — **كتبهٔ:** محمد ارشد رضا مصباحی

الجواب صحيح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۱۱ / جمادی الاولیٰ ۱۴۲۵ھ

عورت کا اتنی بلند آواز سے قرآن یا نعت پڑھنا یا تقریر کرنا کہ غیر محرم سنیں کیسا ہے؟

مسئلہ ہمارے یہاں احمد نگر میں ربیع الاول کے مہینے میں بعض گھروں میں قرآن خوانی اور نعت خوانی کا اہتمام کیا جاتا ہے اور جگہ جگہ خواتین کا سنی اجتماع رکھا جاتا ہے گلی کے نکڑ پر باقاعدہ پردے کا انتظام کیا جاتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ لاؤڈ اسپیکر بھی لگایا جاتا ہے جس میں مقررہ عالمہ کی آواز دور تک پہنچتی ہے اور باہر بیٹھے ہوئے مرد بیان اور درود و سلام کی آواز سنتے ہیں اس کے لئے کیا حکم ہے؟

میں خود ان کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی ہوں چونکہ میں یہاں بزم خواتین کمیٹی کی صدر ہوں اور مدرسہ عائشہ تعلیم البنات کی بھی صدر معلمہ ہوں اس لئے اکثر و بیشتر خواتین کو مجھے جواب دہ ہونا پڑتا ہے۔ اس لئے برائے مہربانی قرآن و سنت کی روشنی میں مندرجہ بالا سوالات کے جوابات مکمل طور پر تفصیل سے دیں:

المستفتی: صغریٰ بشیر قادری، C/13، دربار کالونی، سکندر نگر، (احمد نگر ۴۱۴۰۰۱، ایم ایس)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الجواب خواتین کا اتنی بلند آواز سے قرآن خوانی، نعت خوانی یا عالمہ کا تقریر کرنا جس کو غیر محرم سنیں، خواہ وہ آواز بنا لاؤڈ اسپیکر کے ہو یا لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ ناجائز و حرام ہے کیونکہ عورت کی آواز بھی عورت ہے۔ اسی لئے عورتوں کو اذان و اقامت کہنا مکروہ تحریمی ہے اور جب اذان و اقامت کہنا جائز نہیں تو ان کا باآواز بلند قرآن خوانی، نعت خوانی اور تقریر کرنا جس کو مرد بھی سنتے ہوں کیوں کر جائز ہوگا۔ ایسا کریں گی تو وہ ضرور گناہ گار ہوں گی۔

ہاں اگر خالص خواتین کا سنی اجتماع ہو پردے کا معقول انتظام ہو اور ہارن ایسے ہوں جن کی آواز اس احاطہ سے باہر نہ جاتی ہو جس کو صرف عورتیں ہی سنتی ہوں، مردوں کو نہ سنائی دیتی ہو تو جائز ہے۔ ردالمحتار میں ہے: "اما النساء فیکرہ لهن الاذان و کذا الاقامة لماروی عن انس و ابن عمر من کراهتهما لهن، ولان مبنی حالهن علی الستر ورفع صوتهن حرام۔"

(کتاب الصلوٰۃ، باب الاذان، ج ۲، ص ۴۸، مطبع زکریا)

اسی میں ہے "نغمة المراة عورة" (باب شروط الصلوٰۃ مطلب فی ستر العورة ج ۲، ص ۷۸)

ردالمحتار میں ایک دوسری جگہ پر ہے "ان صوت المراة عورة علی الراجح۔" (کتاب الحظر والاباحة فصل فی النظر والمس" ج ۹، ص ۵۳۱)

فتاویٰ مصطفویہ میں ہے:

"عورت کی آواز بھی عورت ہے یہاں تک کہ اگر جماعت میں شامل ہو اور امام کو سہو ہو تو سبحان اللہ نہیں کہہ سکتی امام کو سہو سے یوں آگاہ کرے کہ پشت دست پر ہاتھ مارے جیسا سیدنا محبوب الٰہی قدس سرہ العزیز کے ملفوظات طیبات سیر الاولیاء شریف میں ہے نماز میں تکبیر وقرأت کچھ بآواز بلند نہیں پڑھ سکتی۔ فتاویٰ عزیزیہ رسالہ "نماز زناں" میں ہے "بآواز بلند نہ کنند تا سلام ہمیں طور آہستہ ہر وقت ہر چیز را گفتہ باشند" (ص ۵۲۰) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — کتبہٗ: محمد آصف ملک علیمی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۴؍ شعبان ۱۴۳۱ھ

بہار شریعت میں ہے کہ حرام چیزوں کو بطور دواء استعمال کرنا بھی ناجائز ہے اور مفتی احمد یار خاں جائز لکھتے ہیں دونوں میں تطبیق کی کیا صورت ہے؟

مسئلہ مفتی شمس الدین احمد جونپوری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں "حرام چیزوں کو دواء کے طور پر استعمال کرنا بھی ناجائز ہے (قانون شریعت دوم ص ۳۶۲) اور مفتی احمد یار خاں نعیمی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں "دواء" حرام چیزوں کا استعمال جائز ہے (مرأت جلد اول ص ۳۳۴) تنقیح طلب امر یہ ہے کہ مذکورہ بالا دونوں عبارتوں میں تضاد ہے یا نہیں اگر ہے تو کونسی عبارت درست اور لائق عمل ہے؟ (واضح رہے کہ دوا وعلاج کو حالت اضطرار پر قیاس نہ کیا جائے)

المستفتی: عبدالرشید قادری پیلی بھیتی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب شمس العلماء حضرت علامہ مفتی شمس الدین احمد جعفری علیہ الرحمۃ والرضوان کی کتاب

قانون شریعت میں جو یہ ہے کہ ”حرام چیزوں کو دوا کے طور پر استعمال کرنا ناجائز ہے۔ اھ اور حکیم الامت حضرت علامہ مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ والرضوان کی کتاب مرأۃ المناجیح میں ہے جو یہ ہے کہ ”دواءً حرام چیز کا استعمال جائز ہے۔ اھ

بظاہر ان دونوں عبارتوں میں تضاد ہے۔ مگر حقیقت میں کوئی تضاد نہیں مراۃ المناجیح کی پوری عبارت یوں ہے کہ ”سخت ضرورت کے موقع پر دواءً حرام چیز کا استعمال جائز ہے (ج ا،ص ۳۴۴) تو معلوم یہ ہوا کہ قانون شریعت میں بلا ضرورت حرام چیز کو دوا کے طور پر استعمال ناجائز بتایا گیا ہے۔ حکیم الامت علیہ الرحمہ نے اس کی صراحت اسی کتاب میں ج ۶،ص ۲۲۸ پر فرمائی ہے ملاحظہ فرمائیں۔ درمختار میں ہے کل تداو لا یجوز الا بطاهر وجوزه فی النهاية بمحرم اذا اخبره طبيب مسلم ان فيه الشفاء ولم يجد مباحا يقوم مقامه قلت و فی البزازية ومعنى قوله عليه الصلاة والسلام ان الله لم يجعل شفائكم فيما حرم عليكم نفى الحرمة عند العلم بالشفاء دل عليه جواز شربه لازالة العطش" اھ (ج۹،ص ۵۵۸، کتاب الخطر والاباحۃ) واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — **کتبہٗ:** محمد شاہد رضا ہشامی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۲۷ر جمادی الاولیٰ ۱۴۳۱ھ

صلاۃ وسلام اور شجرہ کی ایک عبارت پر اعتراض اور اس کا جواب

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت مسائل ذیل میں کہ

(۱) زید ایک معتبر عالم دین اور پیر بھی ہے اور زید کا لڑکا بھی عالم دین ہے اور زید ہی کے ساتھ رہ کر زید کے پروگرام کی تاریخیں معین کرنے کی ذمہ داری سنبھالتا ہے۔ پس بکر نے ایک پروگرام کے تحت زید کے دعوت طعام کا اہتمام کیا اور زید کے لڑکے نے دعوت بھی قبول کر لیا مگر دعوت کی تاریخ آنے پر زید کے لڑکے نے زید کو دوسری جگہ کھانا کھلوا دیا اور رات کے گیارہ بجے خبر بھیجا کہ اب حضرت آپ کے یہاں نہیں آسکیں گے دوسری جگہ آرام کر رہے ہیں۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کا لڑکا دعوت قبول کر کے زید کو دعوت کے لئے نہیں لے گیا اس کا گناہ زید کے سر ہوگا یا زید کے لڑکے کے سر؟

(۲) زید ہی نے اپنے شجرہ میں لکھا ہے کہ ”اسی عقیدہ پر قائم رہیں جس پر علمائے حرمین شریفین ہیں“ تو لفظ ہیں یہ دلالت کرتا ہے زمانہ حال پر اس لئے کچھ لوگوں کو اس لفظ نے دھوکہ میں ڈال دیا ہے کہ موجودہ علمائے حرمین شریفین تو محمد بن عبدالوہاب نجدی کے پیروکار ہیں تو کیا ہم معاذ اللہ نجدیوں کے عقیدہ پر قائم رہیں

بلکہ بکر تو یہاں تک کہہ گیا کہ موجودہ عقیدہ جو علمائے حرمین کا ہے ہم اب اسی پر قائم رہیں گے اس لئے کہ شجرہ میں بھی ظاہر ہے جبکہ بکر سنی صحیح العقیدہ مسلمان ہے دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کو یہ جملہ اپنے شجرہ سے نکال کر اس کا تدارک کرنا چاہئے یا یونہی لفظی تشریح سے کہ اس سے مراد فلاں دور کے علماء ہیں خاموش ہونا چاہئے جبکہ اس جملے سے عوام کے لئے گمراہی کا دروازہ کھل سکتا ہے۔ اس معاملہ میں زید کے لئے کیا حکم ہوسکتا ہے؟

(۳) محض ایک بار ''مصطفی جان رحمت پہ لاکھوں سلام'' اور ''کعبے کے بدرالدجی تم پہ کروڑوں درود'' کہنے سے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر لاکھوں سلام اور کروڑوں درود پہنچ جاتا ہے؟ اگر پہنچ جاتا ہے تو بار بار درود وسلام پڑھنے کی کیا ضرورت ایک ہی بار پوری زندگی میں جتنا درود وسلام پڑھ سکتا تھا نیت کرکے ایک ہی لفظ میں پڑھ دے اور پھر پوری زندگی کے لئے فرصت اور اگر نہیں پہنچ سکتا ہے تو لاکھوں سلام اور کروڑوں درود کہنے کے کیا معنی؟

(۴) اللہ تعالی اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتا ہے اس کے فرشتے بھی بھیجتے ہیں جیسا کہ قرآن سے ثابت ہے تو اب معلوم یہ کرنا ہے کہ اللہ عزوجل وفرشتے کن صیغوں سے درود بھیجتے ہیں نیز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کن صیغوں کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پاک کا ورد فرماتے تھے؟

المستفتی: الحاج محمد رفیق مستری صاحب

مستری کمپاؤنڈ، صلاح الدین اسکول کے پیچھے، بلڈنگ نمبر ۱۴۰۷ شانتی نگر روڈ، مہاراشٹر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب (۱): جب زید ایک معتبر عالم دین ہے اور اس کا لڑکا بھی عالم دین ہے تو کسی عذر شرعی کی وجہ سے بکر کے یہاں دعوت طعام میں نہیں جاسکے ہوں گے اس لئے فون پر اطلاع دے دی اور اگر کوئی عذر شرعی نہ ہو تو ان کو ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا لیکن عوام کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ اتنی بات کے لئے ایک معتبر عالم دین کی گرفت کریں کہ عوام کو عالم دین کی خطا گیری اور اس پر اعتراض حرام ہے۔ جیسا کہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ تحریر فرماتے ہیں کہ ''عالم دین کی خطا گیری اور اس پر اعتراض حرام ہے اور اس کے سبب رہنمائے دین سے کنارہ کش ہو'' عوام کے حق میں زہر قاتل ہے'' اھ ملخصاً (فتاویٰ رضویہ، ج۹، نصف آخر، ص ۱۷۲) واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) ہمیں بڑا افسوس ہے کہ اب علماء کے کلام صحیح سے اس طرح کے غلط بے معنی مطلب نکالے جاتے ہیں اگر علماء سے قریب ہوتے تو صحیح مطلب خود سمجھ لیتے۔ علماء اہل سنت شروع سے ہی فرقہ وہابیہ کے پیشواؤں کو 'نجدی، وہابی' کے لفظ سے تعبیر کرتے آئے ہیں اور ہم اہل سنت کے عرف میں نجدیوں، وہابیوں کو ''علمائے حرمین شریفین'' نہ کبھی کہا گیا نہ کہا جاتا ہے پھر حیرت کہ ایک عالم اہل سنت کے شجرہ کے اس لفظ کو نجدیوں،

وہابیوں پر کیوں ڈھالا گیا۔

علاوہ ازیں زید کے شجرہ سے جو عبارت نقل کی گئی ہے کہ "اسی عقیدہ پر قائم رہیں جن پر علمائے حرمین شریفین ہیں" اس کا مطلب اس کے سیاق و سباق کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ علمائے اہل سنت کے شجروں میں پوری عبارت یوں ہوتی ہے کہ "مذہب اہل سنت و جماعت پر قائم رہیں جس پر علمائے حرمین شریفین ہیں، سنیوں کے جتنے مخالف مثلاً وہابی، رافضی، ندوی، دیوبندی، نیچری، غیر مقلد اور قادیانی وغیرہ ہیں سب سے جدا رہیں اور سب کو اپنا دشمن مخالف جانیں، ان کی بات نہ سنیں، ان کے پاس نہ بیٹھیں، ان کی کوئی تحریر نہ دیکھیں کہ شیطان کو معاذ اللہ دل میں وسوسہ ڈالتے میں دیر نہیں لگتی آدمی کو جہاں مال یا آبرو کا اندیشہ ہو ہرگز نہ جائے۔ دین و ایمان سب سے زیادہ عزیز چیز ہیں ان کی محافظت میں حد سے زیادہ کوشش فرض ہے" تو یہاں لفظ "ہیں" ہرگز اس بات پر دلالت نہیں کرتا ہے کہ موجودہ دور کے نجدی وہابی جو محمد بن عبدالوہاب نجدی کے پیروکار ہیں ان کے عقیدہ پر قائم رہنے کی تلقین کی گئی ہے۔

وجہ یہ ہے کہ اس میں مذہب اہل سنت و جماعت کے ساتھ علماء حرمین شریفین لکھا گیا ہے جو اس بات کی کھلی ہوئی دلیل ہے اس سے مراد وہ علمائے حرمین شریفین ہیں جو مذہب اہل سنت پر قائم تھے۔ نیز بکر کا یہ قول کہ "موجودہ عقیدہ جو علمائے حرمین کا ہے اب ہم اسی پر قائم رہیں گے اس لئے کہ شجرہ سے یہی بات ظاہر ہے" سراسر حماقت ہے کیونکہ شجرہ میں جن کو اپنا دشمن، مخالف جاننے کی تلقین کی گئی ہے ان میں سب سے پہلے وہابی ہی کا نام ہے (جیسا کہ ضروری ہدایت سے ظاہر ہے) اور موجودہ دور میں جو حرم شریف میں علماء ہیں وہ بھی وہابی، نجدی ہیں تو ان کے عقیدہ پر رہنا شجرہ سے جو بات ظاہر ہو رہی ہے اس پر عمل کرنا نہیں ہے بلکہ یہ تو اپنی خواہش نفس پر عمل کرنا ہے۔

لہٰذا بکر پر لازم ہے کہ اپنے اس قول سے رجوع کرے اور مذہب اہل سنت و جماعت کا جو عقیدہ ہے اس پر قائم رہے اسی میں اس کے لئے دین و دنیا کی بھلائی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) پہلے تو سائل غور کرے کہ اس پر کوئی نص وارد ہوگئی ہے کہ "حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بس اتنی ہی مقدار میں پڑھنی ہے" اگر ایسی کوئی نص اس نے دریافت کرلی ہے تو لکھنا چاہیے تھا۔ ظاہر ہے کہ جب تک درود کو کسی مقدار میں محدود نہ کریں گے اس طرح کا سوال پیدا ہی نہ ہوگا۔

حق یہ ہے کہ قرآن و حدیث و نصوص فقہا و ارشادات علماء سلفاء و خلفاء میں کبھی اس کی تعداد محدود نہ کی گئی بلکہ یہ تو ایسا وظیفہ ہے جس میں کثرت مطلوب ہے اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بے پایاں انعامات کے مقابل ہماری زندگی بھر کے ہزار ہا ہزار درود بھی اس کے مکافات نہیں ہوسکتے۔

محض ایک بار "مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام" اور "کعبے کے بدرالدجی تم پہ کروڑوں درود" کہنے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر لاکھوں سلام اور کروڑوں درود پہنچ جاتا ہے۔

رہی یہ بات کہ بار بار درود وسلام پڑھنے کی کیا ضرورت؟ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ امتی اپنے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم پر جتنا زیادہ درود وسلام پڑھے گا اس کے حق میں اتنا ہی زیادہ مفید ہوگا، نیکیاں ملیں گی اور درجات بلند ہوں گے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے "عن الطفیل بن ابی کعب عن ابیه قال یارسول اللہ انی اکثر الصلاۃ علیك فکم اجعل لك من صلاتی؟ قال ماشئت قلت الربع، قال ماشئت فان زدت فهو خیر لك، قلت فالنصف؟ قال ماشئت فان زدت فهو خیر لك، قلت فالثلثین؟ قال ماشئت فان زدت فهو خیر لك قلت اجعل لك صلاتی کلها؟ قال: اذن تکفی همك ویغفر لك ذنبك" اھ (تفسیر ابن کثیر، ج ۳، ص ۵۶۱، سورہ احزاب۔ ایسے ہی مسند احمد بن حنبل ج ۷، ص ۱۶۴ میں بھی ہے)

اور حضرت واسطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف نہایت نیازمندانہ طریقے سے پڑھا جائے اس میں گنتی کو دخل نہ دیا جائے اس لئے کہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حساب کیسا۔ اور ساتھ ہی یہ بھی یاد رہے کہ دل میں کبھی تصور نہ لایا جائے کہ اس طرح میں اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا حق ادا کر رہا ہوں بلکہ یوں تصور ہو کہ اس کے صدقے میں رحمت سے مالامال ہو رہا ہوں" اھ

(تفسیر روح البیان ج ۷، ص ۲۲۴، سورۂ احزاب)

اور سائل کا یہ کہنا کہ "بار بار پڑھنے کی کیا ضرورت ایک ہی لفظ میں پوری زندگی کی نیت کرکے پڑھ لے تاکہ پوری زندگی کے لئے فرصت" اس سے تو یہ سمجھ میں آ رہا ہے کہ وہابیوں، دیوبندیوں کی طرح اس پر بھی درود شریف پڑھنا بار پڑ رہا ہے۔ جبکہ حکم یہ ہے کہ جونہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی زبان پر آئے یا کسی سے سنا جائے تو درود شریف پڑھنا واجب ہے۔ تفسیر روح البیان میں ہے قال الطحطاوی تجب الصلاۃ علیه کلما جری ذکرہ علی لسانه او سمعه من غیر قال فی بحر العلوم و هو الاصح" اھ (ج ۷، ص ۲۲۷، سورہ احزاب)

دلائل الخیرات شریف میں اس طرح درود پڑھنے کی تعلیم دی گئی ہے کہ "اللهم صل وسلم علی سیدنا محمد عدد ما شاهدته الابصار وسمعته الاذان وصل وسلم کما تحب وترضی ان یصل علیه وصل وسلم علیه کما امرتنا ان نصل علیه وصل وسلم علیه کما ینبغی ان یصل علیه۔ یعنی اے اللہ صلاۃ وسلام بھیج ہمارے آقا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اتنی تعداد میں جتنی آنکھوں نے

آپ کے رخ انور کو دیکھا اور جتنے کانوں نے آپ کا کلام سنا، آپ پر صلاۃ وسلام بھیج اتنی تعداد میں جتنے لوگوں نے آپ پر درود بھیجا آپ پر صلاۃ وسلام بھیج جس طرح تو پسند کرتا ہے اور راضی ہوتا ہے کہ آپ پر درود بھیجا جائے۔ آپ پر درود وسلام بھیج جس طرح تو نے حکم دیا کہ ہم آپ پر درود بھیجیں۔ آپ پر صلاۃ وسلام بھیج جس طرح آپ پر درود بھیجنا آپ کی شایان شان ہے۔" اھ (ص ۱۴۵)

اللهم صل علی سیدنا محمد عدد الرمل والحصی فی مستقر الارضین وسهلها وجبالها من یوم خلقت الدنیا الی یوم القیمة فی کل یوم الف مرة۔ وصل علی سیدنا محمد عدد ما خلقته علی جدید ارضك فی مستقر الارضین شرقها وغربها وجبالها واودیتها وطریقها وعامرها وغامرها الی سائر ما خلقته علیها وما فیه من حصاة ومدر وحجر من یوم خلقت الدنیا الی یوم القیمة فی کل یوم الف مرة۔ یعنی اے اللہ درود وسلام بھیج ہمارے آقا پر ریت کے ذروں اور کنکریوں کی تعداد کے مطابق جو زمینوں کی قرارگاہ، ہموار میدانوں اور پہاڑوں میں ہیں اس روز سے جب سے تو نے دنیا کو پیدا کیا روز قیامت تک ہر دن ہزار ہزار بار۔ اے اللہ درود بھیج ہمارے آقا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بے شمار اس کے کہ پیدا فرمایا ہے تو نے اس روئے زمین پر زمینوں کی قرارگاہوں میں ان کے مشرق میں ان کے مغرب میں ہموار میدانوں میں اور پہاڑوں میں اور وادیوں اور راستوں میں اور آبادیوں میں اور ویرانوں میں تمام وہ چیزیں جو تو نے اس پر پیدا کی ہیں اور جو اس میں پیدا کی ہیں کنکریاں، ڈھیلے، پتھر روز تخلیق دنیا سے یوم قیامت تک ہر دن میں ہزار ہزار مرتبہ۔" اھ (ص ۳۲۹) واللہ تعالیٰ اعلم

(۴) اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر لفظ صلاۃ سے درود بھیجتے ہیں جیسا کہ آیت "ان الله وملائکته یصلون علی النبی" سے ظاہر ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی صلاۃ بمعنی رحمت اور فرشتوں کی صلاۃ بمعنی دعا و استغفار ہے جیسا کہ تفسیر روح البیان میں ہے "قال القهستانی: الصلاة من الله الرحمة ومن الملائکة الاستغفار" اھ (ج ۷، ص ۲۲۰ اور ایسا ہی شفا شریف ج ۲، ص ۶۰ پر بھی ہے)

اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مختلف الفاظ میں درود شریف کی تعلیم فرمائی ہے جس کی تفصیل دلائل الخیرات شریف میں ہے۔ درود ابراہیمی بھی انہیں درودوں میں سے ہے اور انہیں میں سے یہ درود بھی ہے: "اللهم اجعل صلاتك ورحمتك وبركتك علی سید المرسلین وامام المتقین وخاتم النبیین محمد عبدك ورسولك امام الخیر وقائد الخیر ورسول الرحمة اللهم ابعثه مقاما محمودا یغبطه به الاولون والاخرون اللهم بارك

علی محمد و علی ال محمد کما بارکت علی ابراھیم و علی ال ابراھیم انک حمید مجید۔" اھ

(تفسیر ابن کثیر، ج ۳، ص ۵۶۰ سورہ احزاب) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی **کتبہٗ: محمد ارشد رضا مصباحی**

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی **۲۴ محرم الحرام ۱۴۲۵ھ**

کوئی اپنے کو سید کہے جب کہ وہ فقیر ہے تو؟ قربانی وعقیقہ کے گوشت سے شادی کی دعوت کرنا کیسا ہے؟ حضور کتنے کپڑے استعمال کرتے تھے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت ان مسائل میں

(۱) زید عمرو بکرو غیرہ اپنے خاص خاندان سمیت اپنے آپ کو سید کہتے ہیں اور ان کے رشتہ دار خواہ لڑکی کی طرف سے ہوں یا لڑکے کی طرف سے جو کہ اسی اطراف و جوانب یا دوسرے علاقہ میں ہیں سب کے سب شاہ (سائیں فقیر) ذات کے نام سے جانے پہچانے جاتے ہیں اور جس محلہ میں آباد ہوتے ہیں اس محلہ کو تکیہ کہا جاتا ہے۔ پس ایسی صورت میں زید، عمرو، بکر وغیرہ کو ان کے قول پر اعتماد کرکے سید سمجھا جائے یا کہ ان کے جیسے رشتہ داروں کو مدنظر رکھتے ہوئے سائیں فقیر برادری سے سمجھا جائے جبکہ مذکورہ لوگوں کو اطراف و جوانب کے لوگ شاہ (سائیں فقیر) برادری سے ہی جانتے پہچانتے ہیں؟

(۲) بعض لوگ ۱۱ر ۱۲ر ذی الحجہ یعنی بقرعید کی تاریخوں میں شادی یا عقیقہ یا کوئی اور تقریب رکھ دیتے ہیں اور یہ خیال کرتے ہیں کہ قربانی یا عقیقہ کریں گے اسی کے ساتھ کم خرچ میں شادی بھی نمٹ جائے گی اور قربانی وعقیقہ بھی ہو جائے گا ایسے لوگوں کا اس طرح کا فعل درست ہے یا نہیں؟

(۳) حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جسم اطہر پر کتنے کپڑے استعمال فرمائے تھے؟ دور حاضر میں عوام وصلحا کے مابین استعمال ہونے والے کپڑے عمامہ، ٹوپی، کرتا، تہبند، بنیائن، گلے کا رومال، جیب دستی، نیکر، جبہ، شیروانی، صدری، سوئٹر، مفلر، چادر، جوتا، چپل، موزہ ہاتھ کے، موزہ پیر کے دریافت طلب امر یہ ہے کہ ان میں سے کون کون سی چیزیں سنت ہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: نور محمد نوری، کھمارہ، ماکھپور جریلی، سیتا پور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب (۱) نسب بدلنا اور جو لوگ سید نہ ہوں ان کا اپنے آپ کو سید کہنا سخت ناجائز وحرام، خدائے تعالیٰ اور فرشتوں وغیرہ کی لعنت کا سبب ہے۔ حدیث شریف میں ہے "من ادعی الی غیر ابیہ

فعليه لعنة الله والملائكة والناس اجمعين لا يقبل الله منه يوم القيمة صرفا ولا عدلا۔ هذا مختصر۔ یعنی جو اپنے باپ کے سوا کسی دوسرے کی طرف اپنے کو منسوب کرے اس پر خدائے تعالیٰ، تمام فرشتوں اور انسانوں کی لعنت ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کا نہ فرض قبول کرے گا نہ نفل۔

(ترمذی شریف، ج ۲، ص ۳۳)

اور سوال مذکور کے مضمون سے ظاہر یہی ہے کہ جب زید، عمرو، بکر کے جملہ اقربا ورشتہ داران شاہ برادری سے ہی تعلق رکھتے ہیں تو یہ لوگ بھی اپنے جملہ خاندان سمیت شاہ یعنی سائیں، فقیر ہی ہوں گے اگر واقعہ ایسا ہی ہو تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ ان کی سید جیسی تعظیم ہرگز نہ بجالائیں اور ان لوگوں پر بھی لازم ہے کہ اپنا نسب بدل کر اللہ تعالیٰ، تمام فرشتوں اور انسانوں کی لعنت کے مستحق نہ بنیں اور توبہ کریں اپنے سائیں فقیر ہونے کا ہی اعلان کریں۔

اور اگر وہ واقع میں سائیں نہ ہوں بلکہ سید ہوں تو وہاں کے ذمہ دار علماء کے سامنے اپنا سید ہونا ثابت کریں تاکہ مسلمانوں کا خلجان دور ہو اور ان کی تعظیم وتکریم سیدوں جیسی کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) جائز ودرست ہے بشرطے کہ اصل مقصود تقرب الی اللہ ہو اس لئے کہ قربانی میں مطلقاً تقرب کی نیت سے خون بہانا مقصود ہے صدقہ کرنا نہیں اور جب بہ نیت تقرب مخصوص دن میں مخصوص جانور کا ذبح ہونا متحقق ہو گیا تو قربانی پائی گئی۔

اب رہا اس کے گوشت کا مسئلہ تو اراقتہ دم کے بعد اس سے ہر قسم کا انتفاع جائز ہے خواہ وہ خود کھائے یا دوسرے مسلمانوں کو کھلائے۔ فتاویٰ رضویہ ج ۸ ص ۴۹۴ میں ہے "ان اصل القربة في الاضحية انما تقوم باراقة الدم لوجه الله تعالى فاذا اقيمت وحصل المقصود ساغ الانتفاع على جميع الوجوه۔" اھ ملخصا۔ یوں ہی عقیقہ بچے کی پیدائش کی خوشی میں کیا جاتا ہے۔ جب عقیقہ ہو گیا تو اس کا گوشت خود بھی کھا سکتا ہے دوسروں کو بھی کھلا سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے چند کپڑوں کے استعمال فرمانے کا ثبوت احادیث کریمہ سے ملتا ہے جن میں قمیص، تہبند، عمامہ، ٹوپی، چادر، حلہ جس میں جامہ، چادر، جبہ، چغہ سب شامل ہیں (فیروز اللغات ص ۵۵۷) یوں ہی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جوتے بھی پہنے اور پاجامہ پہننا آپ سے ثابت نہیں البتہ خریدنے کا ثبوت ملتا ہے لیکن آپ نے پاجامہ کو پسند فرمایا بایں وجہ اسے لباس سنت سے شمار کیا جاتا ہے۔

مگر خاص انہیں لباس کا پہننا فرض وواجب نہیں یہ سب سنن زوائد ہیں اگر کوئی شخص اتباع کی نیت سے پہنے تو ثواب کا مستحق ٹھہرے گا ایسا قطعاً نہیں کہ ان کے علاوہ جتنے کپڑے استعمال ہوتے ہیں ناجائز ہیں۔ اعلیٰ

حضرت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی طرح کے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں ''یہ سب سنن زوائد ہیں بہ نیت اتباع اجر ہے ورنہ "مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ" ہاں یہ ضرور ہے کہ کفار یا بدمذہبوں یا فساق کی وضع نہ ہو (فتاویٰ رضویہ ج ۹ نصف آخر، ص ۹۲) واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد حبیب اللہ مصباحی
۱۹؍رجب المرجب، ۲۳ھ

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

کسی مدرسہ میں چندہ لکھوا کر اس میں نہ دے کر دوسرے میں دے دینا کیسا ہے؟

مسئلہ بروز عید، عیدگاہ میں تمام لوگوں کی موجودگی میں دارالعلوم سرکار غریب نواز کے لئے چندہ کا اعلان خالد نے کیا۔ اکثر لوگوں نے چندہ لکھوایا اور کچھ نقد رقم بھی ملی۔ لکھوایا ہوا چندہ جب کچھ دنوں کے بعد مانگا گیا تو کچھ لوگوں نے بلا عذر شرعی دینے سے انکار کر دیا اور کہا کہ اب ہم دوسرے ادارہ میں چندہ دیں گے تو کیا دوسرے ادارہ میں چندہ دینا از روئے شرع جائز ہے؟ زید کا کہنا ہے کہ ان کے اس انکار کو وعدہ خلافی پر محمول کرتے ہوئے جو کہ عیدگاہ اللہ کے گھر میں کئے تھے عدم جواز کا حکم دیں گے کیونکہ کوئی عذر شرعی موجود نہیں دلیل کے ساتھ جواب عنایت کرنے کی مہربانی کریں۔ بینوا توجروا

المستفتی: محمد کلام اشرفی، مقام میرہا، ضلع شہڈول، ایم پی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الجواب وعدہ خلافی گناہ ہے مگر جب عذر شرعی ہو اور انسان اس کے پورا کرنے کی نیت رکھتا ہو اور عذر کے سبب پورا نہ کر سکے تو عند الشرع وہ مورد الزام نہیں۔ حدیث پاک میں ہے "اذا وعد الرجل اخاه ومن نيته ان يفي ولم يجئ للميعاد فلا اثم عليه" (مشکوۃ المصابیح ص ۴۱۶) اس کے تحت ملا علی قاری علیہ الرحمۃ الباری فرماتے ہیں "قال الاشراف هذا دليل على ان النية الصالحة يثاب الرجل عليها، ومفهومه ان من وعد و ليس من نيته ان يفي فعليه الاثم سواء وفى به اولم يف فانه من اخلاق المنافقين. اھ (مرقاۃ المفاتیح، ص ۱۷۰، ج ۹) لہٰذا جن لوگوں نے چندہ لکھوایا کہ فلاں مدرسہ میں دیں گے اگر کوئی مانع نہ ہو تو انہیں اسی ادارہ میں دینا چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: شمس الدین احمد علیمی

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

جنگل سے چرائی لکڑی خرید کر مسجد میں لگانا کیسا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین

خالد جنگل سے لکڑی چوری کر کے لایا تو زید نے جو کہ صدر مسجد ہے اس لکڑی کو خرید کر مسجد کی کھڑکیاں بنوایا، بکر نے صدر کو اس طرح کرنے سے روکا تو جواب ملا کہ ہم تو خرید کر لگا رہے ہیں جبکہ وہ لکڑی چوری کی ہے بالیقین صدر کو معلوم ہے اور ذاکر نے اسے کچھ اور سہارا یہ کہہ کر دلایا کہ یہاں کے جنگلوں کی چوری کی ہوئی لکڑی لگا سکتے ہیں کہ وہ کافر حربی کا مال ہے اور بکر کا کہنا تھا کہ وہ چوری کا مال غیر طیب وغیر پاک ہے لہٰذا اللہ کے مقدس گھر میں اس کا لگانا ناجائز وحرام ہے اور یہ بھی کہ چوری بنام چوری چاہے کسی کی بھی ہو وہ حکومت کی ہو یا رعایا کی مسلم کی ہو یا غیر مسلم کی ناجائز وحرام ہے کیونکہ وہ سب ہلاکت وبربادی ہے۔ کیا زید (صدر مسجد) اپنے فعل میں اور ذاکر اپنے فعل میں درست ہیں یا نہیں؟ اگر ہیں تو دلیل کے ساتھ جواب عنایت کریں اور نادرست ہونے کی صورت میں کھڑکیاں جو کہ مسجد میں لگائی گئی ہیں ان کو کیا کیا جائے لگی رہنے دیں یا پھر نکال دیں، اور بکر کے قول کے بارے میں بھی کچھ ارشاد کریں؟ المستفتی: محمد کلام اشرفی، مقام میرہا، ضلع شہڈول، ایم پی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بکر کا کہنا درست ہے دھوکا وفریب کسی کے ساتھ جائز نہیں، خواہ مسلم ہو یا کافر، اور گورنمنٹ جنگلوں سے چوری چھپے لکڑی حاصل کرنا گورنمنٹ کے ساتھ دھوکا وفریب ہے۔ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فتح القدیر کے حوالہ سے تحریر فرماتے ہیں "انما یحرم علی المسلم اذا کان بطریق الغدر" اھ (فتاوی رضویہ ص ۸۸، ج ۷) اور ہدایہ اخیرین "باب الربا" میں ہے لان مالھم مباح فی دارھم فبای طریق اخذہ المسلم اخذ مالا مباحا اذا لم یکن فیہ غدر" اھ (ص ۷۰، ج ۲، باب الربوا) لہٰذا صدر مسجد نے اگر یہ جانتے ہوئے کہ یہ چوری اور فریب کاری کا مال ہے لیا تو گنہ گار ہوا اس پر لازم ہے کہ اس سے توبہ کرے اور خالد پر بھی فرض ہے کہ چوری سے توبہ کرے اور ذاکر بلا تحقیق غلط مسئلہ بتانے سے باز آئے نیز توبہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: شمس الدین احمد علیمی

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

نسبندی سے متعلق چند سوالات کے جوابات

مسئلہ کیا فرماتے ہیں مفتیان شرع متین ذیل میں کہ

(۱) ہندہ نے بغیر کسی عذر کے نسبندی کروایا ہے اس کے ہاتھ کا کھانا پینا کیسا ہے؟ اور نسبندی کرانے والے مرد یا عورت کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی یا نہیں؟

(۲) کیا کوئی ایسا عذر ہے جس میں نسبندی کرانے میں شریعت سے پکڑ نہیں ہوگی؟

(۳) کیا نسبندی کرانے والے کے گھر نمازی آدمی کھا پی سکتا ہے؟

(۴) ہندہ کی شادی کو ایک عرصہ ہو گیا اور اس سے دو بچے پیدا ہوئے۔ کسی بات پر ہندہ کا شوہر سے جھگڑا ہوا، ہندہ کا شوہر ہندہ کو اس کے ماں کے گھر کر دیا تقریباً چھ سال ہندہ اپنے ماں کے گھر رہی انہیں چھ سال کے اندر ہندہ کے باپ نے ہندہ کی نسبندی کرادیا اور نسبندی یہ سوچ کر کرایا کہ اگر ہندہ غلطی کرے گی تو ظاہر نہیں ہوگا اور ہماری عزت بچی رہے گی ہندہ بھی راضی ہوگئی اور ہندہ کے شوہر کو اس بات کی جانکاری نہیں ہوئی نسبندی ہو جانے کے بعد اس کے شوہر کو جانکاری ہوئی۔ بیان فرمائیں کیا حکم ہے؟ ہندہ کا شوہر ہندہ کو اب کیا کرے طلاق دے یا رکھے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نور محمد رشیدی، مدرسہ رحیمیہ نور العلوم مہراج گنج (یوپی)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الجواب (۱-۲-۳): ضبط تولید کے لئے مرد یا عورت کی نسبندی کئی وجوہ سے ناجائز و حرام ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی چیز کو بدلنا ہے جو قرآن و حدیث کی نص سے ناجائز و حرام ہے، قرآن پاک میں ہے "وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ" اھ (یعنی شیطان بولا کہ) میں ضرور انہیں (اللہ کے بندوں کو) حکم دوں گا تو وہ ضرور اللہ کی بنائی چیز بدل ڈالیں گے۔"

اس آیت کریمہ کے تحت تفسیر صاوی میں ہے "من ذلك تغيير الجسم" اھ (ج۱، ص ۲۳۱) اور تفسیر کبیر میں ہے "ان معنى تغيير خلق الله ههنا هو الاخصاء" اھ (ج۴، ص ۲۲۳) اور حدیث پاک میں ہے "لعن الله المغيرات خلق الله" اھ ملخصاً یعنی اللہ کی لعنت ان عورتوں پر جو اللہ کی پیدا کی ہوئی چیز (جسم کی قدرتی بناوٹ) کو بدلنے والی ہیں۔

نیز اس میں بے وجہ شرعی ایک نس اور عضو کاٹا جاتا ہے وہ بھی ایسی نس جو توالد و تناسل کا ذریعہ ہے اور بے ضرورت شرعی دوسرے کے سامنے وہ بھی ستر غلیظ کھولا جاتا ہے اور ڈاکٹر اس کو چھوتا بھی ہے اور یہ تینوں امور بھی حرام ہیں۔ لہٰذا نسبندی شریعت اسلامیہ میں ہرگز جائز نہیں اس سے نفرت و احتراز لازم ہے۔

اس لئے ہندہ قانون شرع کی رو سے نسبندی کرانے کی وجہ سے سخت گنہگار مستحق عذاب نار و غضب جبار ہے اس پر لازم ہے کہ توبہ و استغفار کرے، نماز کی پابندی کرے، ساتھ ہی اسے چاہیے کہ مقبولیت توبہ کے لئے قرآن خوانی و میلاد پاک کرائے، غربا و مساکین کو کھانا کھلائے، مسجد مدرسہ میں امداد کرے کہ یہ چیزیں

قبول توبہ میں معاون ہوں گی، قرآن پاک میں ہے: "مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ؕ" اھ (پ۱۹، سورۃ الفرقان ۷۰)
ہندہ اگر توبہ کر لیتی ہے تو اس کے یہاں کھانا پینا درست ہے، حدیث پاک میں ہے "التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ" اھ اور حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں کہ "معصیت سے توبہ کرنے والے کے یہاں کھانا باعث الزام نہیں" اھ (فتاویٰ امجدیہ، ج ۴، ص ۴۱۰)
اور جو مرد یا عورت نسبندی کرائے ہوں اور ایمان کی حالت میں مرے ہوں تو ان کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی، فتاویٰ امجدیہ میں ہے "نماز جنازہ کے لئے میت کا مسلم ہونا شرط ہے، متقی وصالح ہونا شرط نہیں، ہاں علماء ومشائخ ایسے لوگوں کے جنازے میں بغرض عبرت شریک نہ ہوں۔" اھ (ج ۴ ص ۹۵) اور شرح عقائد میں ہے "ویصلی علی کل بر وفاجر اذا مات علی الایمان للاجماع" اھ (ص ۱۱۵) ایسا ہی فتاویٰ مصطفویہ ص ۵۳۱ میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۴) نسبندی کرانا حرام واشد درجہ گناہ ہے جیسا کہ مذکورہ جواب سے واضح ہے اور ہندہ کے والد کا یہ خیال کرنا کہ "اگر ہندہ غلطی کرے گی تو ظاہر نہیں ہوگا اور ہماری عزت بچی رہے گی اور ہندہ بھی راضی ہوگئی" اسی سے ظاہر ہے کہ ہندہ بدچلن ہے اور اس کا باپ اس کی بدچلنی پر شہ دے رہا ہے جب تو وہ دیوث ہے اس پر لازم تھا کہ وہ ہندہ اور اس کے شوہر کے درمیان صلح ومصالحت کرا کے اس کے گھر پہنچا دیتا مگر وہ ایسا نہ کر کے اس کو اپنے گھر چھ سال تک رو کے رہا اور اسی درمیان اس کی نسبندی کروا کر اس کے بدکاری کا راستہ ہموار کیا جس کی وجہ سے ہندہ اور اس کے والدین دونوں سخت گنہگار لائق غضب جبار مستحق عذاب نار قابل ملامت ہیں۔ ہندہ کا والد اس کی صحیح نگرانی نہ کر کے بلکہ گناہ پر شہ دے کر مواخذۂ خداوندی میں گرفتار ہے۔
خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا ." اھ یعنی اے ایمان والو بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنی اولاد کو جہنم کی آگ سے" اھ (پ ۲۸ سورۂ تحریم آیت ۶) اور حدیث پاک میں ہے "کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ" اھ یعنی تم میں کا ہر ایک اپنے ماتحت کا ذمہ دار ہے اور ہر ذمہ دار سے اس کے ماتحت کے بارے میں سوال ہوگا۔" اھ (بخاری شریف، ج ۱، ص ۱۷۱)
لہٰذا ہندہ اور اس کے والد پر لازم ہے کہ دونوں علانیہ توبہ واستغفار کریں اگر وہ ایسا نہ کریں تو تمام مسلمان ان دونوں کا سختی سے بائیکاٹ کریں ورنہ سب لوگ گنہگار ہوں گے، خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۞" اھ (پ ۷، سورۂ انعام ع ۱۴)
اور شوہر کا بیوی سے جھگڑا کر کے میکے میں عرصہ دراز تک معلق چھوڑے رکھنا ہندہ کے گناہ کا سبب بنا

اس لیے شوہر بھی گنہگار ہوا، وہ حاکم تھا چاہئے تھا کہ وہ تادیب نیز صلح و مصالحت کر کے اس کو رکھتا یا بھلائی کے ساتھ طلاق دے دیتا تو ہندہ اس گناہ عظیم کا ارتکاب نہ کرتی، قرآن پاک میں ہے "اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ" اھ یعنی مرد افسر ہیں عورتوں پر۔" اھ (پ ۵، سورۂ نساء ع ۳ آیت ۳۴)

لہٰذا ہندہ کے شوہر پر بھی لازم ہے کہ وہ توبہ واستغفار کرے اور ہندہ اب بھی بدستور سابق اس کے نکاح میں باقی ہے، چاہے تو اسے رکھے یا طلاق دے دے اسے اس کا اختیار ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ اھ یعنی یہ طلاق دو بار تک ہے پھر بھلائی کے ساتھ روک لینا ہے یا نکوئی کے ساتھ چھوڑ دینا ہے۔" اھ (پ ۲، سورۃ البقرۃ ع ۱۳، آیت ۲۲۹) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — **کتبہ:** محمد نیاز برکاتی مصباحی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۱۸ ر صفر المظفر ۱۴۲۵ھ

مسلمان کی قبر منہدم کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ عمرو سنی صحیح العقیدہ شخص ہے، عمرو نے قدیمی قبر جو حضرت جھکی شاہ بابا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تھی، دو بھائیوں کے ساتھ مل کر زمین کی لالچ میں منہدم کر دیا ایسی صورت میں عمرو اور دونوں بھائیوں کے لئے کیا حکم ہے؟ جواب دلائل سے مطلع فرمائیں بڑا کرم ہوگا اور کیا عمرو کا قطع تعلق کیا جا سکتا ہے، عمر سے سلام وکلام و پیام رکھنا، عمرو کو مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا کیسا؟ المستفتی: ڈاکٹر محمد شریف، منگل بازار، چکوا ٹولہ، بستی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب مسلمان کی قبر کو منہدم کرنا یعنی گرانا اور اس زمین کو اپنے کام میں لانا، اس پر چلنا، بیٹھنا سب ناجائز و گناہ ہے کہ اس سے میت کو اذیت پہنچتی ہے اسی وجہ سے قبر پر بیٹھنے کی ممانعت آئی، عمارہ بن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں "رانی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جالسا علی قبر فقال یاصاحب القبر انزل من علی القبر لا توذ صاحب القبر ولا یوذیک" مجھے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک قبر پر بیٹھے دیکھا، ارشاد فرمایا اے قبر پر بیٹھنے والے قبر سے اتر، صاحب قبر کو ایذا نہ دے اور نہ وہ تجھے ایذا دے۔ رواہ الطحاوی فی معانی الآثار۔

مسلمانوں کی قبریں منہدم کرنا وہابیوں کا طریقہ ہے اس لئے تحقیق کی جائے کہ یہ تینوں وہابی تو نہیں، اگر تحقیق سے یہ ثابت ہو کہ وہابی ہیں تب تو حکم کفر بھی ہوگا، اور اگر وہابی ہونا نہ ثابت ہو تو حکم کفر نہ ہوگا۔

حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ''مسلمانوں کا قبرستان ہے جس میں قبر کے نشان بھی مٹ چکے ہیں، ہڈیوں کا بھی پتہ نہیں جب بھی اس کو کھیت بنانا، اس میں مکان بنانا جائز نہیں، اب بھی وہ قبرستان ہی ہے قبرستان کے تمام آداب بجالائے جائیں۔'' (بہار شریعت، ج ۴، ص ۸۷، قبرستان وغیرہ کا بیان)

اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے "سئل هو (ای القاضی الامام شمس الائمة محمود الاوزجندی) عن المقبرة فی القری اذا اندرست ولم یبق فیها اثر الموتی لا العظم ولا غیره هل یجوز زرعها واستغلالها قال لا ولها حکم المقبرة کذا فی المحیط۔ (ج ۲، ص ۴۷۰)

لہٰذا عمر اور اس کے بھائی توبہ کریں اور قبر کو پہلے کی طرح دوبارہ صحیح کریں اور اگر وہ ایسا نہ کریں تو مسلمان ان کا بائیکاٹ کریں۔ وَاِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ۝ "اھ (پ ۷، سورۂ انعام ع ۱۴) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی	کتبہٗ: شمس الدین احمد علیمی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی	۲۶ رذی القعدہ ۱۴۲۵ھ

زید ایک مدرسہ میں مدرس ہے دوسری جگہ بھی اس کا نام چل رہا ہے کیا یہ درست ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ

زید ہماری آبادی کے مدرسہ میں باتنخواہ مدرس ہے، ساتھ ہی اس کا نام ایک دوسرے مدرسہ میں بھی نائب صدر المدرسین کی جگہ پر چل رہا ہے جو جلد ہی گورنمنٹ ہونے والا ہے آبادی کے لوگوں کو اس معاملہ کا علم ابھی جلد ہی ہوا ہے۔ کیا شرعاً ان کا ایسا کرنا درست ہے؟ جواب باصواب سے نوازیں۔ بینوا توجروا

المستفتی: محمد حسن، سکریٹری، دارالعلوم جامعہ عربیہ اشرفیہ گائے گھاٹ، بستی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب زید کا ایسا کرنا شرعاً جائز نہیں کہ یہ غدر وفریب ہے اور غدر وفریب مطلقاً سب سے حرام ہے۔ کیونکہ جب زید کا نام اس مدرسہ میں بھی چل رہا ہے جو گورنمنٹ کی جانب سے منظور شدہ ہے تو گورنمنٹ یہی جان رہی ہے کہ یہ شخص اس مدرسہ میں پڑھا رہا ہے حالانکہ معاملہ اس کے برعکس ہے تو زید گورنمنٹ کو دھوکا وفریب دے رہا ہے۔ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر فرماتے ہیں ''غدر و بدعہدی مطلقاً ہر کافر سے بھی حرام ہے'' (فتاویٰ رضویہ، ص ۱۰۵، ج ۷)

فتح القدیر میں ہے "انما یحرم علی المسلم اذا کان بطریق الغدر" اھ (ص ۳۸، ج ۷) ہدایہ

آخریں باب الربا میں ہے "لان مالهم مباح بای طریق اخذ المسلم اخذ مالا مباحا اذا لم یکن فیه غدر۔" اھ (ص ۷۰، ج ۳) لہٰذا زید پر لازم ہے کہ کسی ایک مدرسہ میں پڑھائے اور دوسرے مدرسہ سے فوراً استعفیٰ دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — کتبہٗ: غلام نبی نظامی علیمی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۱۰ر جمادی الآخر ۲۶ھ

ٹی وی، ریڈیو اور کیمرہ کا استعمال ان کی تجارت و مرمت درست ہے یا نہیں؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

ٹی وی، ریڈیو اور فوٹو کیمرہ کا استعمال کرنا کیسا ہے؟ نیز ان چیزوں کی تجارت اور مرمت کا کام کرنا، اس کا پیشہ اختیار کرنا شرعاً درست ہے کہ نہیں؟ تفصیلی جواب مرحمت فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

المستفتی: عبد اللہ رضوی واصف القادری، رکن سنی اکیڈمی، رمول، کھتول، دربھنگہ بہار

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الجواب ریڈیو کا استعمال اگر جائز چیزوں کے لئے ہو تو درست ہے اور اس کی تجارت و مرمت کا کام، اس کا پیشہ اختیار کرنا بھی درست ہے کہ یہ معصیت کے لئے متعین نہیں کہ اس کے ذریعے خبریں، نعت و منقبت، تلاوت کلام پاک سب سنی جاتی ہیں۔ یوں ہی ٹی وی اور کیمرہ بھی معصیت کے لئے متعین نہیں۔ اس لئے ان کی بھی تجارت و مرمت جائز و درست ہے، فتاویٰ رضویہ میں ہے "نفس اجرت کہ کسی فعل حرام کے مقابل نہ ہو حرام نہیں یہی معنی اس قول حنفیہ کے کہ "یطیب الاجر ان کان السبب حراما کما فی الاشباه وغیرہ" اھ (ج ۸، ص ۱۶۶) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — کتبہٗ: محمد صابر حسین فیضی نظامی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۹ر ربیع الغوث ۲۶ھ

اولیاء اللہ سے مدد مانگنا جائز ہے

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید کہتا ہے کہ اولیاء اللہ سے مدد مانگنا جائز ہے اور بکر کہتا ہے کہ اللہ کے علاوہ کسی سے مدد مانگنا جائز نہیں، بکر دلیل پیش کرتا ہے ایاك نعبد و ایاك نستعین برائے کرام قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں؟

المستفتی: محمد عمر، موضع کھرہواں، پوسٹ برہواں بنکٹی، ضلع بستی، یوپی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الجواب زید کا قول حق ہے، اولیا اللہ سے مدد مانگنا جائز و مستحسن ہے جبکہ اس کا عقیدہ یہ ہو کہ حقیقی مددگار اللہ تعالیٰ ہی ہے اور اس کے بندوں سے مدد مانگنا وہ محض واسطہ فیض الٰہی سمجھ کر ہے اور مسلمان ایسا ہی عقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو مستقل بالذات اور قادر مطلق سمجھتے ہیں اور اولیاء کو مظہر شان الٰہی اور واسطہ فیض جان کر ان سے مدد طلب کرتے ہیں اور آیت کریمہ "اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ" کا یہی مفہوم ہے کہ حقیقی امداد اللہ ہی کی ہے اور یہ حضرات اس کے مظہر ہیں، جیسے قرآن مجید میں ہے: اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ" نہیں ہے حکم مگر اللہ کا (پ ۱۲، س یوسف) اور فرمایا گیا "لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ" اللہ ہی کی ہیں تمام آسمان وزمین کی چیزیں" (پ ۳، س بقرہ) پھر بندے حکام کا بھی حکم مانتے ہیں اور اپنی چیز پر ملکیت کا دعویٰ بھی کرتے ہیں یعنی آیت سے مراد یہ ہے کہ حقیقی حکم اللہ ہی کا ہے اور حقیقی ملکیت اللہ ہی کی ہے مگر بندوں کے لئے بھی بعطاء الٰہی حکم ہے اور ملک بھی، ایسے ہی حقیقی و بالذات مستعان اللہ تعالیٰ ہی ہے اور بندوں سے استعانت بالعرض و بالواسطہ ہے اور ایسی استعانت، قرآن وحدیث اور اقوال سلف وخلف سے ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "وَابْتَغُوْا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ" اللہ کی طرف وسیلہ طلب کرو۔ (پ ٦، س مائدہ) اور فرماتا ہے "وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى" نیکی اور تقوی پر آپس میں ایک دوسرے کی مدد کرو (ایضاً) اور فرماتا ہے کہ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ اے ایمان والو صبر اور نماز سے مدد چاہو (پ ۲، س بقرہ) اور فرماتا ہے فَاَعِيْنُوْنِيْ بِقُوَّةٍ مدد کرو میری ساتھ قوت کے (پ ١٦، س کہف) اور حدیث شریف میں ہے استعینوا بطعام السحر علی صیام النهار وبالقیلولة علی قیام اللیل، یعنی دن کے روزہ پر سحری کھانے سے مدد چاہو اور رات کے قیام پر دوپہر کے لیٹنے سے مدد چاہو (جامع صغیر، ج ۱، ص ۳۴) اور حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے استعینوا علی الرزق بالصدقة یعنی رزق کے لئے صدقہ سے مدد چاہو (ایضاً) اور نیز حدیث میں ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اذا ضل احد کم شیئا واراد عونا و هو بارض لیس بها انیس فلیقل یا عباداللہ اعینونی یا عباداللہ اعینونی یا عباداللہ اعینونی فان للہ عباداً لا یراهم" جب تم میں کوئی شخص سنسان جگہ میں بہکے بھولے یا کوئی چیز گم کرے اور مدد مانگنی چاہے تو یوں کہے اے اللہ کے بندو میری مدد کرو اے اللہ کے بندو میری مدد کرو۔ اے اللہ کے بندو میری مدد کرو کہ اللہ کے کچھ بندے ہیں جنہیں یہ نہیں دیکھتا (فتاویٰ رضویہ ج ۳، ص ۵۳۱) الخیرات الحسان میں ہے: "اعلم انه لم یزل العلماء وذو الحاجات یزرون قبره ویتوسلون عنده فی قضاء حوائجهم ویرون نجح ذلك منهم الامام الشافعی

رحمه الله لما كان ببغداد فانه قال انی لا تبرك بابي حنيفة واجئ الى قبره فاذا عرضت لی حاجة صليت ركعتين وجئت الى قبره سالت الله عنده فتقضى لی سريعا۔ یعنی جان لو کہ ہمیشہ سے علماء اور اہل حاجات امام اعظم کی قبر کی زیارت کرتے رہے ہیں اور وہاں اپنی حاجتوں کے پورا ہونے میں توسل کرتے ہیں اور اس کو کامیابی جانتے ہیں انہیں میں سے امام شافعی ہیں کہ جب وہ بغداد میں تھے تو ان سے یہ منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں ابوحنیفہ سے برکت حاصل کرتا ہوں اور ان کے مزار پر حاضر ہوتا ہوں، اور جب مجھے کوئی حاجت پیش آتی ہے تو میں دو رکعت نماز پڑھتا اور امام اعظم کی قبر پر حاضر ہوتا ہوں اور وہاں اللہ سے سوال کرتا ہوں تو وہ حاجت پوری ہو جاتی ہے" اور اشعۃ اللمعات ج۱، ص ۷۱۵ میں ہے "وحجۃ الاسلام امام محمد غزالی گفتہ ہر کہ استمداد کردہ شود بوے در حیات استمداد کردہ می شود بوے بعد از وفات و یکے از مشائخ عظام گفتہ است دیدم چہار کس را از مشائخ کہ تصرف می کنند در قبور خود مانند تصرف ہائے ایشاں در حیات خود یا بیشتر وشیخ معروف کرخی وشیخ عبدالقادر جیلانی و دو کس دیگر را از اولیاء شمردہ ومقصود حصر نیست و سیدی احمد بن مرزوق کہ از اعاظم فقہا وعلماء ومشائخ دیار مغرب است گفت کہ روزے شیخ ابوالعباس حضرمی از من پرسید کہ امداد حی اقوی است یا امداد میت من گفتم قومے می گویند کہ امداد حی قوی تر است ومن می گویم کہ امداد میت قوی تر است پس شیخ گفت نعم زیرا کہ وے در بساط حق است و در حضرت اوست" ان آیات قرآنی اور احادیث مبارکہ واقوال فقہا سے استعانت کا جواز ثابت ہو گیا اور بکر کا قول غلط ٹھہرا، اللہ اسے ہدایت کی توفیق عطا فرمائے آمین۔ ایسا ہی فتاویٰ امجدیہ ج ۴، ص ۳۶، فتاویٰ فیض الرسول ج ۲، ص ۴۸۲، فتاویٰ رضویہ ج ۱۱ ص ۱۰۳ اور بہار شریعت ح اول ص ۷۹ میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — **کتبہ:** محمد ذوالفقار احمد قادری مصباحی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۱۰ ربیع الاول ۲۶ھ

مسجد میں ممبر یا کرسی پر بیٹھ کر تقریر کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارے میں کہ مسجد میں منبر پر بیٹھ کر یا مسجد کے اندر کرسی رکھ کر دینی تقاریر کرنا جائز ہے یا نہیں جبکہ تقریر کرنے والا عالم دین یا مفتی دین نہ ہو صرف تقریر کرنا سیکھ گیا ہو۔ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالرشید نوری قادری، بھوپال

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب مسجد میں منبر یا کرسی پر بیٹھ کر تقریر کرنا جائز ہے کہ تقریر میں اللہ عزوجل اور اس کے

رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر پاک ہوتا ہے، کتاب اللہ کی آیات اور سرکار کی احادیث پڑھی جاتی ہیں اور اللہ و رسول کے ذکر کے لئے کسی اونچی چیز پر بیٹھنا جائز و مستحسن ہے جس سے اللہ ورسول کے ذکر کی تعظیم ہو۔ اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں "میلاد شریف منبر پر پڑھنا بلا شبہ جائز ہے اور یہ فرق کہ میلاد شریف تخت پر ہو، منبر پر صرف خطبہ و وعظ ہو محض نادانی ہے" (فتاویٰ رضویہ، ص ۳۰۶، ج ۹) نیز اسی میں ہے "واعظ کا کرسی پر مسجد میں بیٹھنا جائز ہے جبکہ نماز اور نمازیوں کا حرج نہ ہو۔" (ص ۶۰۰، ج ۳)

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خود مسجد مدینہ منورہ میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے منبر بچھاتے اور وہ اس پر قیام کرکے آپ کی نعت سناتے۔ البتہ جاہل کو وعظ کہنے کی اجازت نہیں، اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں "اگر عالم ہے تو اس کا یہ منصب ہے اور جاہل کو وعظ کہنے کی اجازت نہیں، وہ جتنا سنوارے گا اس سے زیادہ بگاڑے گا۔" (فتاویٰ رضویہ، ص ۳۰۸، ج ۹)

اسی میں ہے "ہاں اگر جاہل اردو خواں اپنی طرف سے کچھ نہ کہے بلکہ عالم کی تصنیف پڑھ کر سنائے تو اس میں حرج نہیں جبکہ وہ فاسق مثلاً داڑھی منڈا نہ ہو کہ اس وقت وہ سفیر محض ہے اور حقیقتاً وعظ اس عالم کا ہے جس کی کتاب پڑھی جائے اور اگر ایسا نہیں ہے بلکہ جاہل خود بیان کرنے بیٹھے تو اسے وعظ کہنا حرام ہے اور اس کا سننا بھی حرام، مسلمانوں کو چاہئے کہ اسے منبر سے اتار دیں۔" (ج ۹ ص ۳۰۸) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی　　　　**کتبہٗ:** شمس الدین احمد علیمی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی　　　　۲۰ رمحرم الحرام ۱۴۲۶ھ

داڑھی منڈانے والے سے قطع تعلق کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) زید صرف اپنے بھائی سے داڑھی نہ رکھنے کی وجہ سے قطع تعلق اختیار کر رہا ہے تو کیا زید کا یہ عمل چاہے بطور اصلاح ہو یا بغیر اصلاح درست ہے یا نہیں؟ شریعت کا کیا حکم ہے؟ زید نے اپنے بھائی کو کئی مرتبہ تنبیہ بھی کیا لیکن اس کا بھائی برابر داڑھی چھلا رہا ہے۔ کیا اس زمانے میں علمائے دین نے داڑھی نہ رکھنے والے پر نرمی اختیار کرنے کا حکم صادر فرمایا ہے؟　　**المستفتی:** محمد عمار رضا، مدرسہ حنفیہ محلہ عالم خان، جون پور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب جب زید نے اپنے بھائی کو کئی مرتبہ تنبیہ کی مگر اس کے باوجود وہ داڑھی چھلانے سے باز نہیں آتا اور برابر داڑھی چھلا رہا ہے تو اب زید کو چاہئے کہ وہ علمائے ذوی الکرام کے ذریعے اپنے بھائی کے

اصلاح کی کوشش کرے۔ ہوسکتا ہے کہ وہ باز آجائے۔ لیکن اب بھی وہ داڑھی چھلانے سے باز نہیں آتا تو اس کی وجہ سے زید کا اپنے بھائی سے قطع تعلق جائز ودرست ہے کیونکہ زید بار بار داڑھی منڈانے کی وجہ سے فاسق معلن مردود الشہادت ہے کہ داڑھی رکھنا واجب ہے اور اس کا منڈانا حرام وگناہ ہے۔ درمختار فوق ردالمحتار "کتاب الصوم" میں ہے "واما الاخذ منها وهي دون ذلك فلم يبحه احد" اھ ملخصاً (ج ۲، ص ۴۱۸) ہدایہ میں ہے "يودب على ارتكابه مالا يحل" اھ (ج ۴، ص ۵۷۲) یعنی منڈانے والے کو سزا دی جائے گی کہ وہ فعل حرام کا مرتکب ہوا اور فتاویٰ رضویہ "کتاب الحظر والاباحت" میں "فتح المعین بشرح قرۃ العین" سے ہے۔ "يحرم حلق لحيته" اھ (ج ۹، ص ۱۳۰ نصف اول)

لہٰذا فاسق معلن ہونے کی وجہ سے زید کا اپنے بھائی سے مقاطعہ کرنا جائز ودرست ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — کتبہٗ: غلام احمد رضا قادری

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۱۳ر جمادی الآخر ۲۸ھ

مسجد کی بجلی دوسرے گھروں میں اجرت پر دے سکتے ہیں یا نہیں؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ مسجد سے چار گھر میں بجلی دی گئی ہے اور چاروں گھر والے بجلی کا کرایہ دیتے ہیں اور وہی کرایہ کا پیسہ اور کچھ چندہ کا پیسہ ملا کر امام صاحب کی تنخواہ اور دیگر کاموں میں خرچ کیا جاتا ہے جبکہ اس کے علاوہ آمدنی کا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ اور کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ مسجد سے دوسرے گھروں میں بجلی دینا ناجائز ہے جبکہ اور جگہ مسجد کی طرف سے کمرہ یا دوکان وغیرہ کرایہ پر دیا جاتا ہے اور ساتھ بجلی کا کنکشن بھی دیا جاتا ہے اور یہاں مسجد کی لائٹ کا بل بھی دیا جاتا ہے اس کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

المستفتی: سکریٹری محمد اسحاق صاحب، رضا مسجد انجمن اسکول کے پیچھے، منگل بازار، پرانی بستی، یوپی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب محکمہ بجلی سے جو کنکشن خاص مسجد ہی کے لئے جاری کروایا گیا ہو اس سے دوسرے گھروں میں بجلی کی سپلائی کرنا حکومت ہند کے ساتھ چوری وفریب ہے اور چوری وفریب کسی کے ساتھ جائز نہیں خواہ وہ مسلم ہو یا کافر۔ ہدایہ میں ہے "لان مالهم مباح في دارهم باي طريق اخذه المسلم اخذ مالا مباحا اذا لم يكن فيه غدر۔" اھ (کتاب البیوع ج ۳، ص ۷۰) نیز اس میں خود کو ذلت ورسوائی کے لئے پیش کرنا ہے جو کہ ناجائز وگناہ ہے کیونکہ یہ فعل جرم ہے اگر بجلی بورڈ کے لوگوں کو معلوم ہو جائے گا تو وہ پولیس کے حوالے کر دیں گے۔ لہٰذا اس سے بچنا واجب ہے۔ فتاویٰ رضویہ میں فتح القدیر کے حوالے سے ہے......

"اطلاق النصوص فی المال المحظور وانما یحرم علی المسلم اذا کان بطریق الغدر" اھ (ج ۷، ص ۸۸) نیز اسی میں ہے "والثانیۃ ان من الصور المباحۃ ما یکون جرما فی القانون ففی اقتحامہ تعریض النفس للاذی و الاذلال و ھو لا یجوز فیجب التحرز عن مثلہ" اھ (ج ۷، ص ۱۱۵) رہ گیا مسجد کا کمرہ اور دوکان کو کرائے پر دینا اور کرایہ دار کو بجلی استعمال کرنا تو اس سے استدلال لغو ہے کیونکہ یہاں بجلی مسجد ہی کے کمرے و دکان میں استعمال ہو رہی ہے تو وہ مسجد میں ہی استعمال ہے اس کے برخلاف دوسروں کے گھروں میں بجلی دینا یقیناً مسجد میں استعمال نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — **کتبہٗ:** محمد ابوبکر مصباحی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۱۸ ربیع الغوث ۱۴۲۸ھ

شرعی فتووں کو جعلی بتانا اس کا غلط مفہوم بتانا اس پر عمل سے روکنا اور لوگوں کو مسجد کی امداد سے روکنا کیسا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت مندرجہ ذیل مسائل کے بارے میں

سوروپ نگر ایک نئی آبادی ہے جس میں چند مسلمانوں نے مل کر ایک کمیٹی کی شکل دے کر مدینہ مسجد کی بنیاد رکھی جو وقتاً فوقتاً لوگوں کو یکجا کر کے مدینہ مسجد کی فلاح وبہبود کے لئے مشورہ لیتے رہتے ہیں مگر ایک مشورہ میں کچھ ایسے مسائل الجھ گئے کہ قرآن وحدیث کے بالکل خلاف معاملہ تھا زید جو پابند شرع ہے اس نے الجھے ہوئے مسائل بغور سن کر ذہن میں بٹھالیا اور اپنے دل میں ارادہ کیا کہ ان مسائل کو علمائے کرام سے سمجھوں گا یہاں کے باشندوں میں سے چند معتبر لوگوں نے یہ مشورہ دیا کہ اس مسئلہ کو سمجھنے کے لئے مرکز تربیت افتا ایک استفتا لکھیں۔

زید نے اپنے الجھے ہوئے مسائل کو روانہ کیا جو کچھ دنوں بعد جواب موصول ہوا زید نے ان مسائل کو فوٹو کرا کر مسلمانوں میں تقسیم کر دیا۔ تمامی حضرات بے چوں چرا جواب کو قبول کرتے ہوئے عمل پیرا ہو گئے مگر خالد نے ماننے سے انکار کر دیا اور کہا کہ سوال تو درست ہے مگر جواب دار الافتا سے نہیں بلکہ زید نے اپنے محلہ کے امام سے لکھوا کر سب کو کافر بنا دیا ہے۔ جبکہ فتویٰ پر کاتب کا نام مفتی صاحب کا مہر اور دار الافتا کا مہر لگا ہوا ہے ان مہروں کو دیکھ کر خالد نے کہا کہ یہ سارے مہر زید نے جعلی بنوا کر امام صاحب کے لکھے ہوئے جوابی تحریر پر لگا دیا ہے اس لئے اس جعلی فتوی کو میں نہیں مانتا ہوں اور اے لوگو تم بھی اس جعلی فتوی کو مت مانو۔ خالد نے یہ فتنہ محلہ میں ہر جگہ ہر ایک کے پاس پھیلا رکھا ہے اور اس نے مسجد میں آ کر امام صاحب سے کہا کہ امام صاحب میرا نام مسجد کے ممبر سے کاٹ دیجئے آج کی تاریخ سے ہم مسجد میں کسی طرح کا ساتھ نہیں دے سکتے ہیں۔ حتیٰ کہ جو لوگ

مسجد کی حمایت کرنے والے ہیں ان کو بھی یہ روکنے کی کوشش کرتا ہے جس کی وجہ سے مسجد کو کافی نقصان ہوا اور آمدنی کے کئی دروازے بھی بند ہو گئے قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل ومفصل جواب تحریر فرمائیں کہ

(الف) خالد جو کہ جواب فتوی کو اپنے محلہ کے امام صاحب کی طرف منسوب کیا اور جواب فتوی کو غلط ثابت کیا اور جواب فتوی میں کافر کسی کو نہ بنایا گیا تھا مگر ناا ہلوں میں یہ کہہ کر لوگوں کو مسجد سے الگ کرا دیا کہ ہم لوگوں کو زید نے کافر بنا دیا ایسی صورت میں خالد پر شریعت کا کیا حکم ہے؟

(ب) فتوی کا جواب کئی علمائے کرام نے دیکھا اور درست ثابت کیا مگر خالد کا دل اس فتوی کی طرف رجوع نہ ہوا۔ خالد کا دل فتوی کی طرف رجوع نہ ہونے پر خالد پر کسی طرح کا شریعت کا کوئی مواخذہ ہے کہ نہیں؟

(ج) خالد کے فتنہ کی وجہ سے مسجد کی آمدنی کے کئی دروازے بند ہو چکے اس کے لئے خالد پر کوئی کفارہ وغیرہ کا حکم ہے کہ نہیں؟

المستفتی: محمد ریاض الدین رضوی، سوروپ نگر، دہلی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب صورت مسئولہ میں خالد کا شرعی فتوی کو جعلی بتا کر اس کو نہ ماننا اور لوگوں کو اس کا غلط مفہوم بیان کر کے اس پر عمل پیرا ہونے سے روکنا نیز انہیں مسجد کی امداد سے روکنا شریعت پر جری ہونا اور خدائے قہار کے غضب کا سزاوار ہونا ہے۔ لہٰذا لازم ہے کہ وہ فتوی کسی معتبر عالم دین سے پڑھا کر خالد کو سنایا جائے اور لوگوں کے سامنے اس کا صحیح مفہوم بیان کیا جائے۔ اگر خالد توبہ کر لے اور اپنی اس حرکت سے باز آجائے تو ٹھیک ہے ورنہ اس کا سماجی بائیکاٹ کر دیا جائے۔ حدیث شریف میں ہے "الفتنة نائمة لعن الله من ایقظها (کنز العمال، حدیث نمبر ۳۰۸۹۱، ص ۱۲۷، ج ۱۱) یعنی فتنہ سو رہا ہے اس کے جگانے والے پر اللہ کی لعنت ہے۔ اور جو لوگ بھی خالد کے اس فتنہ میں اس کا ساتھ دیں گے وہ بھی اس گناہ میں برابر کے شریک اور لائق غضب جبار ہوں گے۔ حدیث شریف میں ہے "من اعان علی خصومة بظلم لم یزل فی سخط الله حتی ینزع (ابن ماجہ، ابواب الاحکام، ص ۱۶۸، ج ۲) یعنی جو کسی جھگڑے میں ناحق والوں کی مدد کرے ہمیشہ خدا کے غضب میں رہے گا جب تک کہ اس سے باز نہ آجائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

کتبہ: محمد حسین رضوی
۲۹ر صفر ۲۸ھ

تعویذ جس پر فرشتوں کا نام لکھا ہو دروازہ پر گاڑنا کیسا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت اس مسئلہ میں کہ

زید نے بکر کو ایک تعویذ لکھ کر دی جس میں حضرت جبرئیل، حضرت اسرافیل، حضرت میکائیل اور حضرت عزرائیل علیہم السلام کے نام مبارک لکھے ہوئے ہیں دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس تعویذ کو گھر کے بیچ دروازہ میں ایک بالشت کھود کر گاڑنا کیسا ہے جبکہ اس پر لوگوں کے پاؤں پڑتے ہیں کیا یہ فرشتوں کے نام کی اہانت نہیں ہے؟ **المستفتی:** حافظ نور جمال، مقام علی نگر، اسلامپور، ضلع اتر دیناج پور، بنگال

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الجواب تعویذ اگر اس طور پر دفن کریں کہ زمین کھود کر اسے قبر نما جگہ میں رکھیں اور اوپر تختہ لگا کر اس کے اوپر مٹی ڈال دیں تو یہ جائز ہے یہ ایسے ہی ہے جیسے نیچے کے کمرے میں قرآن پاک ہو اور اوپر چھت پر چلا جائے اور اگر زمین کھود کر تعویذ رکھ دیں اور تعویذ پر مٹی بھی ڈال دیں تو یہ ناجائز ہے اس میں آیات قرآنیہ، اسمائے ملائکہ اور کلمات مبارکہ کی کھلی ہوئی توہین اور بے ادبی ہے۔ مفاتیح الجنان شرح شرعۃ الاسلام میں ہے "اذا بلی المصحف واندرس مافیه فانه یلف فی خرقة طاهرة ویدفن فی مکان طیب بعد ان یحفر له حفیرة ویلحد ولایشق الا اذا جعل علیه سقفا و حینئذ لاباس بالشق ولایصیبه قذر ولایطاوه احد و فی شرح النقایة ورقة کتب فیها اسم الله و کذلك اسماء الانبیاء والملائکة ویستغنی عنها تلقی فی الماء الجاری او تدفن فی ارض طاهرة" اھ (ص ۸۱) واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد رئیس محبوبی

۱۳ ربیع الغوث ۱۴۲۸ھ

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

فتویٰ کو بے دم کہنا کیسا ہے؟ کسی گناہ سے توبہ کے لئے مطلق توبہ کافی ہے یا خاص اس گناہ سے توبہ ضروری ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

ہمارے یہاں ایک نوجوان عالم ہیں ان کے اوپر ۳ سوالوں کے جواب میں مفتی شبیر حسن رضوی الجامعۃ الاسلامیہ رونا ہی فیض آباد قبلہ نے یہ فتویٰ دیا ہے جو کہ ذیل میں تحریر ہے:

صورت مذکورہ میں مذکورہ عالم صاحب بہت سے فسوق سے متصف ہیں جیسا کہ سوال کی تفصیل سے معلوم ہوا لہٰذا ان کی اقتدا میں نماز جائز نہیں کیونکہ فاسق کی اقتدا میں نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہوتی ہے پھر ایک حدیث پاک کا حوالہ دے کر لکھتے ہیں کہ مذکورہ امام پر توبہ واجب ولازم ہے پھر ایک حدیث پاک کا حوالہ دے کر لکھتے ہیں کہ امام مذکور جب توبہ کرلے اور اپنے حالات کو اچھا بنالے تو اس کے پیچھے نماز جائز

ودرست ہوگی جبکہ وہ قرأت وغیرہ صحت کے ساتھ کرلیتا ہو عالم صاحب گاؤں کے اپنے ایک خاص آدمی کو بھیج کر دوسری جگہ سے ایک عالم دین کو بلالائے تو انہوں نے یہ فتویٰ پڑھا تو کہا کہ اس فتوے میں کچھ دم نہیں ہے تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایک عالم دین کا مفتی شبیر حسن رضوی روناہی قبلہ کے اس فتوے کے بارے میں یہ جملہ استعمال کرنا کہ فتویٰ میں کچھ دم نہیں ہے ایک مفتی کی شان میں درست ہے؟ اگر نہیں تو اس عالم دین کے لئے کیا حکم ہے؟

توبہ کرنے کے لئے جب کہا گیا تو گاؤں کے عالم صاحب نے کہا کہ سب لوگ توبہ کریں گے تو میں بھی توبہ کروں گا تو باہر سے آئے عالم دین صاحب نے سب لوگوں کو کھڑا کیا اور سب لوگوں سے کہا کہ جو کچھ میں کہوں گا سب لوگ کہتے جانا تقریباً پچاس آدمی گاؤں کے اور باہر کے موجود تھے۔ سب لوگوں سے توبہ کرایا تو دریافت یہ کرنا ہے کہ گاؤں کے عالم صاحب سے توبہ کرانا تھا جن کے اوپر توبہ کرنے کا فتویٰ ہے باہر سے آئے ہوئے لوگ اور گاؤں والوں کا کیا جرم ہے کہ سب سے توبہ کرایا گیا کیا عالم دین کا یہ فیصلہ کرنا جائز ودرست ہے کہ چوری یا گناہ ایک آدمی پر ثابت ہے اور سارے لوگوں کو سزا دی جائے۔ اگر یہ فیصلہ درست نہیں تو فیصلہ کرنے والے صاحب کے لئے کیا حکم ہے ایسا توبہ کرنے والے کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے؟ چند گواہوں کے دستخط ذیل میں ہیں جو کہ توبہ میں حاضر تھے۔ گواہوں کے دستخط، مستقیم احمد، شبراتی، سراج الدین، محمد حسین، احمد حسین، محمد یلسین، لال محمد، رئیس احمد۔

یہی گاؤں کے عالم صاحب نے ایک مولوی صاحب سے یہ مسئلہ بتایا کہ خودکشی کرنے والے کی نماز جنازہ پڑھنا جائز ودرست نہیں ہے۔ مولوی صاحب نے کسی کتاب کا حوالہ دینے کے لئے کہا تو بھی عالم صاحب نے کہا کہ تم کو کچھ معلوم نہیں ہے جبکہ مفتی جلال الدین صاحب قبلہ کا یہ فتویٰ ہے کہ خودکشی کرنے والا سنی صحیح العقیدہ مسلمان ہے تو اس کی نماز جنازہ پڑھنا اور تجہیز وتکفین کرنا جائز ہی نہیں بلکہ فرض کفایہ ہے۔ اگر کسی نے نماز جنازہ نہ پڑھی اور تجہیز وتکفین نہ کی تو وہاں کے جتنے لوگوں کو موت کی اطلاع ملی تھی سب گنہگار ہوں گے۔ فتاویٰ مرکز تربیت افتا میں ہے اور ہمارے یہاں کے عالم صاحب کہتے ہیں خودکشی کرنے والے کی نماز جنازہ پڑھنا جائز ودرست نہیں ہے تو ایسا مسئلہ بتا کر مسلمانوں کو گمراہ کرنے والے عالم کے لئے کیا حکم ہے؟ گواہ کے دستخط: محمد یلسین، مختار احمد۔

المستفتی: محمد یونس، مقام آڑھن پور، پوسٹ صدا بہاری، ضلع امبیڈکر نگر، ضلع یوپی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب مذکورہ فتویٰ بلاشبہ حق ودرست ہے اور حکم شرع کے مطابق ہے کسی سنی مفتی کے فتویٰ کو دیکھ

کر یہ کہنا کہ "اس میں کوئی دم نہیں" بہت سخت بات ہے قائل اس سے توبہ ورجوع کرے اور بلاشبہ جس عالم نے غلط مسئلہ بتایا، رشوت لیا اس نے ناجائز وگناہ کا کام کیا، حدیث شریف میں ہے "من افتی بغیر علم لعنته ملائکة السماء والارض" اھ (کنز العمال ص ۱۹۳، ج ۱۰) ایک دوسری حدیث میں ہے "الراشی والمرتشی فی النار" اھ

اس پر خاص ان گناہوں سے توبہ واستغفار لازم تھا۔ عالم مذکور کا اپنے ان گناہوں سے توبہ کرنے کے بجائے گاؤں کے دوسرے لوگوں کے ساتھ مطلقاً اپنے گناہوں سے توبہ کرنا بے معنی اور حکم شرع کے خلاف ہے کہ یہ حقیقت میں ان گناہوں سے توبہ نہ ہوئی اس لئے کہ خاص اس گناہ سے توبہ رجوع لازم ہے گناہ پوشیدہ ہو تو توبہ پوشیدہ ہوگی اور علانیہ کی علی الاعلان۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے "وہ گناہ جو خلق پر ظاہر ہو جس طرح خود اس کے لئے دو تعلق ہیں ایک بندے اور خدا میں کہ اللہ عزوجل کی نافرمانی کی، دوسرا بندے اور خلق میں کہ مسلمانوں کے نزدیک وہ آثم وظالم یا گمراہ یا کافر بحسب حیثیت گناہ ٹھہرے، یونہی اس سے توبہ کرنے کے لئے بھی دورخ ہیں ایک جانب خدا اس کا رکن اعظم بصدق دل اس گناہ سے ندامت ہے فی الحال اس کا ترک اور اس کے آثار کا مٹانا اور آئندہ کبھی نہ کرنے کا صحیح عزم، دوسرا جانب خلق کہ جس طرح ان پر گناہ ظاہر ہوا اور ان کے قلوب میں اس کی طرف سے کشیدگی پیدا ہوئی اور معاملات میں اس کے ساتھ اس کے گناہ کے لائق انہیں احکام دیے گئے اسی طرح ان پر اس کی توبہ ورجوع ظاہر ہو کہ ان کے دل اس سے صاف ہوں اور احکامات حالت برات کی طرف مراجعت کریں" اھ (ص ۲۵۴، ج ۹ نصف اول)

لہٰذا عالم مذکور از سرنو دوبارہ خاص اپنے مذکورہ گناہوں سے توبہ کرے اور بے علم مسئلہ بتانے سے باز آئے اگر وہ ایسا کرے تو ٹھیک ورنہ مسلمان اس سے الگ رہیں اور اس کی اقتدا میں نماز نہ پڑھیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — **کتبہ:** فیض محمد قادری مصباحی امجدی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۳۰ رشوال ۱۴۲۷ھ

شفیع الرحمان اور آفریں جہاں نام رکھنا کیسا ہے؟
مسجد میں دن کو چراغ جلانا کیسا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت اس مسئلہ میں کہ

(۱) بکر نے اپنے ایک لڑکا کا نام شفیع الرحمن اور اپنی ایک لڑکی کا نام آفرین جہاں رکھا ہے زید نے کہا کہ یہ نام درست نہیں ہے اور ان دونوں ناموں کو بدل کر کوئی دوسرا نام رکھو کیونکہ یہ دونوں نام مکلف بندہ کے

لئے درست نہیں ہیں اور ایسے نام رکھنے والے والدین تازندگی گناہوں میں ملوث رہیں گے اور اندیشہ ہے کہ ایسے نام رکھنے کی وجہ سے بکر کا ایمان زائل نہ ہوجائے اور بکر کے لڑکا لڑکی شعور کے دہلیز پر قدم رکھتے ہی اگر خود اپنا نام نہیں بدلے تو دونوں تازندگی گنہگار ہوتے رہیں گے۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں واضح فرمائیں کہ کیا زید کا قول درست ہے؟ اگر درست ہے تو پھر بکر کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ نیز وضاحت فرمائیں کہ شفیع الرحمن جو بلوغیت کی دہلیز پر پہنچ چکا ہے ذی شعور بھی ہے اور پڑھا لکھا قابل شخص بھی ہے تو کیا شریعت کے اعتبار سے شفیع الرحمن بھی گنہگار ہے جبکہ آفرین جہاں ابھی نابالغہ ہے۔ مدلل جواب تحریر فرمائیں۔

(۲) خالد ایک نمازی ہے مگر مسائل سے بالکل ناواقف ہے ابھی حال ہی میں ایک بوتل سرسوں کا تیل مسجد میں رکھ دیا ہے اور یوں اظہار خیال کیا کہ میری جانب سے پورے سال مسجد کے لئے سرسوں کا تیل وقف ہے لہٰذا تم لوگ دن ورات ہر وقت جلائے رکھنا اس لئے کہ خدا کا گھر ہمیشہ روشن رہے گا اور مخلوق خدا اس تیل اور روشنی سے برکتیں حاصل کرے گی اور اپنی بیماریوں سے شفاء پائے گی۔ زید نے کہا کہ یہ فضول خرچی ہے اس لئے کہ ہماری مسجد میں ہر وقت بجلی کا انتظام ہے البتہ وقتاً فوقتاً بجلی چلی جائے تو چراغ جلالو ورنہ نہیں۔ نیز زید یہ بھی کہتا ہے کہ دن میں چراغ روشن کرنا فضول خرچی ہے اور فضول خرچی کرنے والا شیطان کا بھائی ہے۔ سوال طلب یہ ہے کہ از روئے شرع ہمہ وقت مسجد میں سرسوں کے تیل سے چراغ روشن رکھنا کیسا ہے؟ کیا خالد کا یہ فعل قرآن وحدیث کی روشنی میں جائز ہے؟

زید کو خالد کے اس فعل وحرکت پر ہدایت کرنا اور بجلی کا انتظام رہتے ہوئے چراغ روشن کرنے کے لئے منع کرنا کیسا ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں فیصلہ صادر فرمائیں۔

المستفتی: محمد ریاض الدین رضوی، مکان نمبر ۱۲۳۱، گلی نمبر ۹، سوروپ نگر، دہلی-۴۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب (۱): شفیع الرحمن یا شفیع اللہ نام حرام وگناہ نہیں مگر ایسے ناموں سے بچنا چاہئے جن سے خودستائی ہو علماء وحفاظ بارگاہ الٰہی میں شفاعت کریں گے جوان کے لئے بڑے اعزاز کی بات ہے اس لئے کسی بچے کا نام شفیع رکھنے میں اس کی تعریف ضرور ہے البتہ آفرین جہاں نام رکھنا حرام وگناہ ہے کہ اس کا معنی "دنیا کا پیدا کرنے والا، دنیا کا خالق" اور وہ محض اللہ عزوجل ہے لہٰذا جس نے یہ نام رکھا ہے فوراً توبہ کرے اور یہ نام بدل کر دوسرا جائز نام رکھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) خالد کا یہ کہنا کہ ہر وقت سرسوں کے تیل سے مسجد میں چراغ روشن کرنا خواہ وہ دن ہو یا رات شرعاً جائز نہیں ہے اس لئے کہ یہ فضول خرچی میں سے ہے۔ قرآن مجید میں ہے: "كُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا إِنَّهُ

لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ" یعنی فضول نہ اڑائیے بے شک اڑانے والے شیطانوں کے بھائی ہیں (سورہ بنی اسرائیل، پارہ ۱۵، آیت ۲۶-۲۷) ہاں جب رات میں لائٹ نہ رہے اور نماز وغیرہ پڑھنے کی حاجت ہو تو سرسوں کے تیل سے مسجد میں چراغ جلانا جائز ہے۔

اور خالد کے فعل وحرکت پر زید کا اس کو ہدایت کرنا اور بجلی کے رہتے ہوئے چراغ روشن کرنے کے لئے منع کرنا بالکل درست ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
کتبہ: محمد رئیس برکاتی مصباحی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی
۱۹ ذی الحجہ ۱۴۲۷ھ

مدرسہ کو الحاق کرانا کیسا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت مسئلہ ذیل میں کہ

زید نے اپنی ایک قطعہ زمین ایک دینی مدرسہ کے لئے وقف کی جس پر عام چندہ سے تعمیر ہو چکی ہے اب سننے میں آیا ہے کہ مدرسہ کی کمیٹی والے مدرسہ کو گورنمنٹ کے حوالہ کرنے والے ہیں یعنی الحاق کرانے والے ہیں۔ زید واقف جو کمیٹی کا ایک رکن بھی ہے بہ چندیں وجوہ اس بات سے راضی نہیں ہے کہ مدرسہ گورنمنٹ کے حوالہ کیا جائے کیونکہ اس طرح مدرسہ خالص دینی نہیں رہے گا مسلک اہل سنت وجماعت سے بھی نکلنے کا خطرہ ہے کیونکہ دیکھنے میں یہی آ رہا ہے کہ کوئی بدمذہب بھی اگر الحاق مدرسہ میں جگہ پا لیتا ہے تو اس کو کوئی بھی نہیں نکال پاتا کئی مدرسوں میں ایسا دیکھنے میں آ رہا ہے اور بہت سے غلط کام رشوت اور غلط خانہ پروری اور فرضی نام کے ذریعہ تنخواہ لینے کا کام عام طور سے مدارس میں کیا جا رہا ہے۔ لہٰذا زید کو اس سلسلے میں اعتراض کا یا اپنی زمین کو ایسے مدرسہ سے ہٹا کر کسی دوسرے مدرسہ کو دینے کا حق ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد بشیر حبیبی، ۱۹۶/۳۵ اے، جلالی پورہ، وارانسی، یوپی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الجواب غیر شرعی امور کے ارتکاب سے بچتے ہوئے مدارس اسلامیہ کا الحاق کرانا جائز ودرست ہے اس سے بہت سے فائدے ہیں۔ جہاں اس سے مدرسہ کا بوجھ ہلکا ہوگا وہیں مدرسین فارغ البال ہو کر بہتر طریقے سے خدمت دین کر سکیں گے، نیز الحاق نہ کرانے میں نقصان یہ ہے کہ حکومت اس کی جگہ بدمذہبوں کے اداروں کو جگہ دے گی، اس طرح جو پیسہ مذہب اہل سنت کی اشاعت میں خرچ ہوتا بدمذہبیت کو فروغ دینے میں صرف ہوگا اور اہل سنت وجماعت کے خسران کا باعث ہوگا۔ لہٰذا زید کو چاہئے کہ اس کی مخالفت نہ کرے بلکہ

مفاسد کو دور کرنے کی کوشش کرے۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ''جو مدارس ہر طرح سے خالص اسلامی ہوں تو ایسے مدارس کے لئے گورنمنٹ اگر اپنے پاس سے امداد کرتی بلاشبہ اس کا لینا جائز تھا اور اس کا قطع کرنا حماقت، خصوصاً جبکہ اس کے قطع سے مدرسہ نہ چلے کہ اب یہ سد باب خیر تھا اور مناع للخیر پر وعید شدید وارد ہے اور جب وہ مدارس اسلامیہ میں نہ لیا گیا گورنمنٹ اپنے قانون کے مطابق اسے دوسرے مدارس غیر اسلامیہ میں دے گی تو حاصل یہ ہوا کہ ہمارا مال ہمارے دین کی اشاعت میں صرف نہ ہو بلکہ کسی اور دین باطل کی تائید میں خرچ ہو کیا کوئی مسلم عاقل اسے گوارہ کر سکتا ہے۔'' اھ ملخصاً (فتاویٰ رضویہ ص ۲۷۷، ج ۹ نصف آخر)

آج کثیر مدارس اہل سنت گورنمنٹ کے شعبہ تعلیم یا ادارہ اقلیتی فلاح و بہبود سے ملحق ہیں انہیں میں اہل سنت و جماعت کی عظیم ترین درس گاہ دار العلوم اشرفیہ بھی ہے اور یہ سب مدارس وقفی ہیں سائل کے اطمینان قلب کے لئے علمائے اہل سنت کا یہ تعامل کافی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — **کتبہ:** فیض محمد قادری مصباحی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۴ر شعبان المعظم ۱۴۲۷ھ

کربلا، امام باڑہ اور فرضی روضہ بنانا پھر اصل سا برتاؤ کرنا کیسا ہے؟ مذکورہ چیزوں کو توڑنے کا حکم دینے والے کو کافر کہنا کیسا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

ہندوستان میں بعض جگہ چبوترہ کی طرح بنا کر اسے امام باڑہ اور بعض جگہ چند گنبد و چند مینار بنا کر اسے کہیں کربلا اور کہیں روضہ کہتے ہیں اور اسے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روضہ کی طرف منسوب کرتے ہیں اور لوگ اس کی عزت کرتے ہیں اس کو سلام کرتے ہیں، اس کی تعظیم کرتے ہیں، وہاں جوتا چپل پہن کر جانا برا جانتے ہیں، وہاں دعائیں مانگتے ہیں، وہاں فاتحہ کرواتے ہیں، اسے بوسہ دیتے ہیں اور بعض جگہ جاہل عورتیں اس طرف رخ کر کے نماز بھی پڑھتی ہیں، محرم الحرام شریف کے موقع پر اسے رنگ وروغن کرتے ہیں، خاص کر محرم الحرام شریف کے موقع پر دس دنوں تک اس کا بہت زیادہ اہتمام کیا جاتا ہے۔ پہلی محرم سے دسویں محرم تک اسی جگہ جنگ نامہ یا شہادت نامہ، قرآن شریف پڑھتے اور پڑھواتے ہیں اسی جگہ ذکر واذکار کی محفل بھی ہوتی ہے ہمیشہ وہاں اگربتیاں جلاتے ہیں، تعظیم کا سلسلہ ماہ محرم تک ہی محدود رہتا ہے اور بعض جگہ ہمیشہ رہتا ہے، بعض جگہ اس کی اس قدر بے حرمتی ہوتی ہے جس کی کوئی انتہا نہیں۔ کتا، بکری، مرغی، بطخ اور دیگر جانور اس پر پیشاب، پاخانہ، بیٹ، گوبر وغیرہ کر کے اسے غلیظ کر دیتے ہیں، انسانوں سے بھی کئی طرح کی

بے حرمتی ہوتی ہے۔ ماہ محرم الحرام کے علاوہ ان تمام بے حرمتی سے کسی کے دل کو کوئی تکلیف نہیں ہوتی ہے اگر یہ بے ادبی محرم کے مہینے میں ہو جائے تو کچھ لوگوں کے دل پر بے حد گراں گزرتا ہے۔ ان تمام باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے زید عالم کہتا ہے کہ مصنوعی کربلا وروضہ بنانا اس کی تعظیم کرنا ناجائز ہے اس کو توڑ دینا چاہئے تاکہ لوگ گمراہی سے بچ جائیں۔ عمرو عالم کہتا ہے کہ مصنوعی کربلا روضہ بنانا اور اس کی تعظیم کرنا مذکورہ اہتمام کرنا جائز ہے اور توڑنے والے اور توڑنے کا حکم دینے والے کے اوپر کفر عاید ہوتا ہے۔ اس پر توبہ وتجدید ایمان لازم ہے۔

لہٰذا اب قرآن وحدیث واقوال ائمہ دین وبزرگان دین کی روشنی میں یہ بتایا جائے کہ کیا اس طرح مصنوعی کربلا، امام باڑہ وروضہ بنانا اور اس کی تعظیم ودیگر چیزوں کا اہتمام جو اوپر بیان ہوا جائز ہے یا ناجائز؟ اگر جائز ہے تو اس کی تعظیم وتکریم ہمیشہ کرنا چاہئے یا صرف خاص دنوں میں اور اگر ناجائز ہے تو اسے توڑ دینا چاہئے یا رکھنا چاہئے۔ زید کے لئے کیا حکم ہے؟ عمرو کے لئے کیا حکم ہے؟ مفصل جواب تحریر فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو بہتر اجر عظیم سے نوازے۔ **المستفتی:** محمد شمشاد عالم رضوی، مدرسہ صالحیہ سینٹ، بالاسور، اڑیسہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الجواب مصنوعی کربلا، امام باڑہ اور فرضی روضہ بنا کر اسے سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا روضہ سمجھنا پھر اس کے ساتھ حضرت امام کے روضہ مبارکہ کی طرح برتاؤ کرنا حرام وگناہ ہے۔ صاحب عقل بخوبی یہ جانتا ہے کہ فرضی روضہ ہرگز ہرگز حضرت امام کا روضہ نہیں، نہ ہی وہ کربلا، نہ ہی امام کی بارگاہ یا آرام گاہ ہے، پھر اس کے ساتھ اصل روضہ امام کا سا برتاؤ کرنا کیونکر جائز ہو سکتا ہے۔ اسلام فرضی ومصنوعی چیز کو حقیقی اور سچی ماننے کی تعلیم نہیں دیتا، عوام کا یہ طریقہ بالکل غلط ہے اور اسے حضرت امام کا روضہ سمجھ کر وہاں فاتحہ پڑھنے والے اور اس طرح کے دوسرے امور انجام دینے والے گنہگار ہیں۔ لیکن جب جاہلوں کے دلوں میں اس فرضی کربلا اور فرضی روضہ کی عظمت پہلے سے رچی بسی ہوئی ہے تو انہیں نرمی کے ساتھ سمجھانا چاہئے نہ کہ ابتداءً ہی اسے توڑ دینے کا اعلان کر دینا چاہئے۔ زید نے حکم صحیح بتایا مگر امر بالمعروف ونہی عن المنکر حکمت کے ساتھ کرنے کا حکم ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ یعنی اپنے رب کے راہ کی طرف بلاؤ پکی تدبیر اور اچھی نصیحت سے (سورہ نحل ۱۶ آیت ۱۲۵) اس کی خلاف ورزی کی جس کے نتیجے میں عمرو نے وہ بکواس کی جو یقیناً سخت حرام وگناہ ہے اور اس کی وجہ سے وہ گنہگار مستحق غضب جبار ہے۔ ایک مسلمان کو بغیر ثبوت کفر کے کافر کہنا حرام ہے اور اگر کافر اعتقاد کر کے کہے تو کفر ہے مگر اس کو مجرم بنانے میں زید عالم کی ناسمجھی کا بھی دخل ہے۔ زید کو امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے آداب وشرائط کا بغور مطالعہ کرنا چاہئے تاکہ اس کے مطابق ہی وہ کوئی حکم صادر کرے۔ بعض جگہوں پہ مروجہ تعزیہ داری کو بھی روضہ سے

تعبیر کرتے ہیں اگر یہاں روضہ سے مراد سائل کی یہی ہے تو اس کا حکم بھی واضح ہے کہ مروجہ تعزیہ داری باتفاق علمائے اہل سنت ناجائز وگناہ ہے۔ سراج الہند حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: ''تعزیہ داری عشرۂ محرم وساختن ضرائح وصورت وغیرہ درست نیست'' اھ پھر چند سطر بعد اور تحریر فرماتے ہیں ''تعزیہ داری کہ ہمچوں مبتدعاں می کنند بدعت است وہمچنیں ضرائح وصورت قبور وعلم وغیرہ ایں ہم بدعت است وظاہر است کہ بدعت سیہ است'' اور تحریر فرماتے ہیں: ''ایں چوبہا کہ ساختہ اوست قابل زیارت نیستند بلکہ قابل ازالہ اند، چنانچہ درحدیث شریف آمدہ، من رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ وذلک اضعف الایمان رواہ مسلم'' اھ یعنی عشرہ محرم میں تعزیہ داری اور قبر کی صورت وغیرہ بنانا جائز نہیں۔ تعزیہ داری جیسا کہ بدمذہب کرتے ہیں بدعت ہے اور ایسے ہی تابوت، قبروں کی صورت اور علم وغیرہ یہ بھی بدعت ہے اور ظاہر ہے کہ بدعت سیہ ہے۔ یہ تعزیہ جو بنایا جاتا ہے زیارت کے قابل نہیں بلکہ اس قابل ہے کہ اسے نیست ونابود کیا جائے جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ تم میں جو شخص کوئی بات خلاف شرع دیکھے تو اسے اپنے ہاتھ سے ختم کردے اور اگر ہاتھ سے ختم کرنے کی قدرت نہ ہو تو زبان سے منع کرے اور اگر زبان سے بھی منع کرنے کی قدرت نہ ہو تو دل میں براجانے اور یہ سب سے کمزور ایمان ہے۔ (فتاوی عزیزیہ ص ۷۵، ۷۶، ج ۱)

کتابوں کے بارے میں اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر فرماتے ہیں ''شہادت نامے نظم یا نثر جو آج کل عوام میں رائج ہیں اکثر روایت باطلہ وبے سروپا سے مملو اور اکاذیب موضوعہ پر مشتمل ہیں، ایسے بیان کا پڑھنا، سننا وہ شہادت نامہ ہو خواہ کچھ اور مجلس میلاد مبارک میں ہو خواہ کہیں اور مطلقاً حرام وناجائز ہے'' (فتاوی رضویہ ص ۶۲، ج ۹ نصف اول) ہاں ایسی مجلس منعقد کرنا جس میں واقعات کربلامع دیگر واقعات صحیح روایات کے ساتھ بیان کئے جاتے ہوں اور قرآن شریف پڑھنا پڑھوانا اور حضرات حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے نام ایصال ثواب کرنا یہ سب جائز بلکہ مستحسن وکار ثواب ہیں۔ اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر فرماتے ہیں: ''اگر صحیح روایات بیان کی جائیں اور کوئی کلمہ کسی نبی یا ملک یا اہل بیت یا صحابی کی توہین شان کا مبالغۂ مدح وغیرہ میں مذکور نہ ہو، نہ وہاں نوحہ یا سینہ کوبی، یا گریبان دری یا ماتم یا تصنع یا تجدید غم وغیرہ ممنوعات شرعیہ ہوں تو ذکر شریف فضائل مناقب حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا بلاشبہ موجب ثواب ونزول رحمت ہے، "عند ذکر الصلحین تنزل الرحمۃ" اھ (فتاوی رضویہ ص ۸۸، ج ۹ نصف اول)

زید عالم اگر وہابی یا دیوبندی نہیں ہے اور عمرو نے اسے کافر اعتقاد کر کے کافر کہا تو عمر پر لازم ہے کہ توبہ وتجدید ایمان کرلے اور اگر بیوی والا ہے تو تجدید نکاح بھی اور اگر گالی کی نیت سے کہا تو صرف توبہ کافی

ہے۔ہاں حکم صرف توبہ کا ہو یا تجدید ایمان کا بہر حال زید سے معافی بھی مانگے۔واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی کتبہٗ: غلام علی نظامی علیمی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی ۲۰ محرم الحرام ۲۷ھ

نیم کے درخت کو غوث پاک کی طرف منسوب کرنا وہاں نیاز فاتحہ دلانا سلام کرنا نذر ماننا کیسا ہے؟فرضی قبر بنا کر اس کی زیارت کرنا،قبروں کو مسمار کر کے چبوترہ بنا کر بیٹھنا کیسا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماء و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل باتوں کے بارے میں اور ان باتوں پر عمل کرنے اور کرانے والے پر شریعت کا کیا حکم ہے کہ ہمارے گاؤں میں ایک پرانا قبرستان ہے جو سڑک کے کنارے ہے۔اس قبرستان کے بیچ میں ایک نیم کا درخت ہے اس درخت کو غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت کر کے اس درخت کے چاروں طرف مزار کی طرح دیوار بنائی گئی ہے اور ان دیواروں میں چاروں طرف چھوٹے چھوٹے گنبد بنائے گئے ہیں اور مشرقی دیوار پر بیچ میں باہر جانب ایک محراب نما طاق بنایا گیا ہے اور اس طاق میں چراغ و اگر بتی جلایا جاتا ہے اور طاق کے اوپر پھولوں کا ہار بھی پہنایا جاتا ہے اور دیوار میں چار بلب بھی فٹ کیا گیا ہے مشرقی و مغربی دیواروں میں دو دو بلب جلایا جاتا ہے دیواروں کے بیچ میں جو درخت ہے اس پر جھنڈا چڑھایا جاتا ہے اور اس جھنڈے کو غوث پاک کا جھنڈا کہا جاتا ہے اور اس کی بڑی تعظیم کی جاتی ہے اور مشرقی دیوار کے مشرقی جانب بالکل متصل چند قبروں کو زمین کے برابر کر کے اس کے اوپر سیمنٹیڈ کر کے چبوترہ صحن بنایا گیا ہے۔قبروں کے اوپر بنائے گئے سیمنٹیڈ چبوترے پر مسلم،ہندو،مرد،عورت سب کھڑے ہو کر فاتحہ دلاتے ہیں،غوث پاک کی طرف نسبت ہونے کی وجہ سے اس جگہ کی بڑی تعظیم کرتے ہیں مثلاً سلام کرتے ہیں،دیواروں کو چومتے ہیں،جھنڈوں اور طاق کو چومتے ہیں وہاں جا کر نذر مانتے ہیں،نذرانے چڑھاتے ہیں،کچھ دن قبل صوبہ بنگال کے ایک مولانا صاحب گاؤں کی مسجد میں امامت کرتے تھے۔امام صاحب روزانہ صبح و شام اس جھنڈے کے سامنے قبروں پر بنائے گئے سیمنٹیڈ پر کھڑے ہو کر نعت پاک اور صلاۃ و سلام پڑھا کرتے تھے اور اس مقام کی بڑی تعظیم کرتے اور بڑی فضیلت بیان کیا کرتے تھے۔ان کی دیکھا دیکھی عام مسلمانوں نے بھی ویسا ہی کرنا شروع کر دیا جو آج بھی چل رہا ہے۔گاؤں کے تمام حضرات سنی بریلوی ہیں۔گاؤں کے موذن اور نئے امام صاحب نے کہا کہ اس درخت اور ان جھنڈوں سے غوث پاک کی نسبت نہیں ہے بلکہ غوث پاک کو بدنام کرنے کے اسباب ہیں اور قبروں کے اوپر بنائے گئے سیمنٹیڈ کے بارے میں بتائے تو لوگ ان کے خلاف ہو گئے۔

(۱) لہذا اس درخت کو غوث پاک کی طرف نسبت کر کے اس پر جھنڈا چڑھانا، اس کی تعظیم کرنا کیا جائز ہے؟

(۲) اس نیم کے درخت کے چاروں طرف مزار نما دیواریں بنانا اور ان دیواروں پر گنبد بنانا، محراب و طاق بنانا، اس میں چراغ واگربتی جلانا، رات بھر بلب جلانا، طاق کے اوپر پھولوں کا ہار پہنانا، چومنا سلام کرنا، نذر چڑھانا اور وہاں جا کر نذر مانگنا، کیا اس مقام پر مذکورہ باتیں جائز ہیں یا نہیں؟

(۳) قبروں کو مسمار کر کے سیمینٹیڈ کرنا اور اس پر ہندو مسلم مرد و عورت کا کھڑا ہونا اور اس پر کھڑے ہو کر نعت پاک اور صلوٰۃ وسلام پڑھنا، فاتحہ دلانا کیا مذکورہ باتیں اس مقام پر کرنا اور کرانا جائز ہیں یا نہیں؟

(۴) جس مولانا کی دیکھا دیکھی لوگوں نے ویسا ہی کرنا شروع کر دیا اور مولانا ہی تعمیر دیوار، مسمار قبر و سیمینٹڈ کے بانی و سبب تھے تو ایسے مولانا کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ ان باتوں سے مسلمانوں میں ایک تنازع پیدا ہو گیا ہے اس لئے برائے کرم قرآن و حدیث کی روشنی میں حق و باطل کی پہچان کرائیں اور جائز و ناجائز کا حکم صادر فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرما کر مہربانی کریں۔ نوازش ہوگی۔

المستفتی: عبدالواحد، موذن جامع مسجد، رام پور، تعلقہ ہونالی، ضلع داونگر، کرناٹک۔ ۵۷۷۲۲۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب (۱ تا ۴): صورت مسئولہ میں اس درخت کو سیدنا غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف منسوب کر کے وہاں نیاز و فاتحہ دلانا، اس کو سلام کرنا، نذر ماننا وغیرہ محض خرافات ہیں۔ اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی ایسے ہی ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ”یہ عقیدہ رکھنا کہ فلاں درخت پر شہید مرد رہتے ہیں اور اس عقیدہ کے تحت وہاں فاتحہ دلانا، مرادیں مانگنا وغیرہ محض واہیات، خرافات اور جاہلانہ حماقات ہیں“ (احکام شریعت، ج ۱، ص ۳۲) یونہی قبروں پر عمارت بنانا بھی ناجائز ہے۔ حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں ”مسلمانوں کا قبرستان ہے جس میں قبر کے نشان بھی مٹ چکے ہیں ہڈیوں کا بھی پتہ نہیں جب بھی اس کو کھیت بنانا یا اس میں مکان بنانا جائز نہیں۔ اب بھی وہ قبرستان ہی ہے، قبرستان کے تمام آداب بجالائے جائیں۔“ (بہار شریعت، ح ۱۰، ص ۸۷)

اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے ”سئل ھو (ای القاضی الامام شمس الائمۃ محمود الاوزجندی) عن المقبرۃ فی القری اذا اندرست ولم یبق فیھا اثر الموتی لا العظم ولا غیرہ ھل یجوز زرعھا واستغلالھا قال لا ولھا حکم المقبرۃ کذا فی المحیط“۔ (ج ۲، ص ۴۷۰)

یونہی قبروں پر چلنا پھرنا، اٹھنا بیٹھنا بھی ناجائز ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے ”ویکرہ ان یبنی علی القبر او یقعد او ینام علیہ او یوطأ علیہ“ اھ (ج ۱، ص ۱۶۶)

اورفرضی قبر بنا کراس کی زیارت کرنے والے پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔ حدیث شریف میں ہے "لعن اللہ من زار بلامزار" اورفرضی قبر بنا کراس کی زیارت کے لئے لوگوں کو بلانا گناہ پر مدد کرنا ہے۔ قال اللہ تعالی وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ" یعنی ظلم وگناہ پرمدد نہ کرو۔

یوں ہی قبروں کومسمار کرکے چبوترہ بنانا پھراس پر بیٹھنا سخت ناجائز ہے کہ اس سے میت کوتکلیف پہنچتی ہے۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے کہ علامہ طحطاوی وعلامہ شامی نے فرمایا "لان المیت یتاذی بما یتاذی منه الحی" (ج ۴، ص ۱۰۳) لہٰذا تمام مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ ایسی خرافات سے بچیں اور اس چبوترہ اور دیوار کو ڈھادیں جوقبروں کے اوپر بنائی گئی ہیں۔

اوراس نام نہاد مولوی پر ضروری ہے کہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرے اور لوگوں کو وہاں جانے سے روکے ورنہ تمام لوگوں کا گناہ اسی کے سرہوگا۔ حدیث شریف میں ہے:

"من سن فی الاسلام سنة حسنة فله اجرها واجر من عمل بها من بعده من غیران ینقص من اجورهم شیء ومن سن فی الاسلام سنة سیئة فعلیه وزرها ووزر من عمل بها من غیران ینقص من اوزارهم شیء"

یعنی جوکوئی اسلام میں اچھا طریقہ جاری کرے اس کو اس کا ثواب ملے گا اوران کا بھی جو اس پرعمل کریں گے اوران کے ثواب سے کچھ کم نہ ہوگا اور جو شخص کہ اسلام میں برا طریقہ جاری کرے اس پراس کا گناہ ہے اوران کا بھی جو اس پرعمل کریں گے اوران کے گناہ میں بھی کچھ کمی نہ ہوگی۔" (مشکوٰۃ باب العلم، ص ۳۳) واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: شمس الدین احمد علیمی
۷؍رجب المرجب، ۲۵ھ

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابراراحمد امجدی برکاتی

شادی میں ڈھول بجانا گلے میں نوٹوں کا ہار ڈالنا کیسا ہے؟ مذکورہ چیزوں کے ہوتے ہوئے نکاح صحیح ہے یا نہیں؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ ہمارے یہاں مسلمانوں کی شادی اپنے پرانے رواج کے مطابق ہی ہوتی ہے جیسے دولہا میاں کے سہرہ باندھ کر گلے میں نوٹوں کے ہار ڈال دیے، ہاتھ میں تلوار دے دی۔ دولہا میاں کو گھوڑے پالکی یا گاڑی میں بٹھا دیا ساتھ میں براتیوں کا بڑا ہجوم برات کے آگے ڈھول شہنائیاں بجاتے ہوئے دلہن کے گھر پہنچتے ہیں وہاں دلہن والے دلہن کو سونے چاندی کے زیورات پہناتے ہیں۔ اس کے بعد حق مہر مقرر کرکے امام صاحب اور دوسرے بزرگ لوگ شرع کے مطابق

نکاح خوانی کرتے ہیں کیا پرانے رواج کے مطابق ہوئی شادی میں دولہا دلہن کا نکاح شرعا درست اور جائز ہوا؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی محمد یعقوب ملک

گاؤں وڈاک خانہ سنگھنی وایا سلونی، ضلع چمبہ، ہماچل پردیس۔ ۱۷۶۳۲۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب صورت مسئولہ میں ڈھول بجانا ناجائز وگناہ ہے صرف بغرض اعلان نکاح نابالغہ بچیوں کو دف بجانے کی اجازت ہے جبکہ قواعد موسیقی پر نہ ہوں اور نہ اس کے بجانے والے مرد ہوں کہ مردوں کے لئے مطلقاً ممنوع ہے۔ اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رضی اللہ عنہ تحریر فرماتے ہیں کہ ''شرع مطہر نے شادی میں بغرض اعلان نکاح صرف دف کی اجازت دی ہے جبکہ مقصود شرع سے تجاوز کرکے لہو مکروہ وتحصیل لذت شیطانی کی حدود تک نہ پہنچے ولہذا علماء شرط لگاتے ہیں کہ قواعد موسیقی پر نہ بجایا جائے تال سم کی رعایت نہ ہو نہ اس میں جھانج ہوں پھر اس کا بجانا بھی مردوں کو ہر طرح مکروہ ہے نہ شرف والی بیویوں کا مناسب بلکہ نابالغہ چھوٹی بچیاں بجائیں۔ اھ (فتاویٰ رضویہ، ج نہم، ص ۷۷) نوشہ کو پالکی یا گھوڑے نیز گاڑی میں سوار کرنا جائز و درست ہے ایسا ہی فتاویٰ رضویہ ج نہم نصف اول ص ۷۷ پر ہے۔

سہرہ باندھنا جائز ودرست ہے مگر وہ سہرہ جو خاص ہندوؤں میں رائج ہے ناجائز ہے، ایسا ہی فتاویٰ امجدیہ ج ۴، ص ۱۲ پر ہے اور نوٹوں کا ہار بھی ناجائز ہے کہ ہار صرف پھول ہی کا جائز ہے اور جہاں تک نکاح کی بات ہے تو نکاح بہر حال ہو گیا اس میں کوئی خلل ان ناجائز کاموں کے سبب نہیں پڑ سکتا اور جہاں تک رسم کا تعلق ہے تو اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں کہ ''رسم کا اعتبار جب تک کسی فساد عقیدہ پر مشتمل نہ ہو اصل رسم کے حکم میں ہے اگر رسم محمود ہو تو محمود ہے مذموم ہو تو مذموم ہے مباح ہو تو مباح ہے۔ اھ (فتاویٰ رضویہ، ج نہم، نصف اول ص ۲۸۹) مسئلہ مسئولہ میں ڈھول شہنائی بجانے اور نوٹوں کا ہار پہنانے کی رسم ناجائز ہے اس لئے ان سے بچیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد اجمل حسین امجدی
یکم رجب المرجب ۱۴۲۴ھ

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

ہولی پر رنگ کو برا جانتے ہوئے تھوڑا سا لگوالینا کیسا ہے؟

کافر کی میت میں جانا کیسا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت ان مسائل میں کہ

(۱) زید ایک کاروبار والا آدمی ہے اس لئے مسلمانوں کے ساتھ ساتھ کافروں سے بھی اس کی اچھی خاصی جان پہچان ہے، اس لئے ہولی کے موقع پر کچھ کافروں نے زید کے اوپر رنگ پھینکنا چاہا تو زید نے منع کردیا کہ ہمارے اوپر رنگ مت پھینکئے۔ لیکن کافروں کے بہت اصرار کرنے پر زید نے اس کو برا جانتے ہوئے کہا کہ ’’لو میرے ہاتھ پر تھوڑا سا رنگ لگا دو‘‘ تو زید کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

(۲) زید کا مکان کافروں کے محلہ میں ہے اس لئے میت وغیرہ ہونے پر کافر اس کے یہاں آتے ہیں تو زید بھی ان کے یہاں میت ہونے پر جاتا ہے لیکن زید کا کہنا ہے کہ میں ان کے غم میں شریک ہونے نہیں جاتا ہوں بلکہ مجبوراً دکھاوے کے لئے چلا جاتا ہوں۔ تو کیا زید کا یہ فعل شرعاً درست ہے آگاہ فرمائیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: سلامت حسین، کرانہ اسٹور، مقام، کلشہرہ بازار، گورکھپور، یوپی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب (۱): کافروں سے جان پہچان اور ان سے میل جول صرف دنیوی معاملات میں کی جاسکتی ہے لیکن مذہبی امور میں ان سے میل جول ہرگز جائز نہیں کہ ہمارا دین الگ ہے ان کا دین الگ ہے۔ قرآن حکیم میں ہے: ”لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ“

اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر فرماتے ہیں: ’’کفار سے امور دنیوی مثلاً تجارت وغیرہا میں موافقت کی جاسکتی ہے جہاں تک مخالفت شرع نہ ہو مگر ان کے امور مذہبی میں موافقت ضرور لعنت الٰہی اترنے کی باعث ہے۔‘‘ اھ (فتاویٰ رضویہ ص ۱۲۳، ج ۹ نصف آخر)

اور زید کا غیر مسلموں کے اس فعل کو برا جانتے ہوئے بھی یہ کہنا کہ ’’لو میرے ہاتھ پر تھوڑا سا رنگ لگا دو‘‘ ناجائز ہے۔ اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ربہ القوی خاص اسی مسئلے کے تعلق سے تحریر فرماتے ہیں: ’’جنہوں نے ان افعال ملعونہ کو ملعون وشنیع ہی جانا اور انہیں برا جان کر اپنی شیطانی مصلحت کے خیال سے شرکت کی ان کے قلب کا حال اللہ عز وجل جانتا ہے۔ مرتکب کبائر ہوئے سزاوار لعنت جبار ہوئے، مگر عند اللہ کافر نہ ہوئے۔‘‘ اھ (فتاویٰ رضویہ، ص ۱۲۳، ج ۹ نصف آخر) لہٰذا زید پر لازم ہے کہ توبہ واستغفار کرے اور یہ عہد کرے کہ آئندہ کفار کے کسی بھی مذہبی تقریب میں شرکت نہیں کرے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) اس کے تعلق سے حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: ’’جبکہ ہندو موجود تو مسلمانوں کے شرکت کی کوئی حاجت نہیں، بلکہ اس کی شرکت سے لوگوں کی کثرت ہوگی اور اس جنازہ کافر کی شان نمایاں ہوگی جس کی ہرگز اجازت نہیں۔‘‘ اھ (فتاویٰ امجدیہ، ص ۳۱۶، ج ۱) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

کتبہٗ: غلام نبی نظامی علیمی
۲۲/ ذی الحجہ ۱۴۲۶ھ

مدرسہ کے کنکشن سے دوسروں کو بجلی دینا کیسا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں مفتیان شرع محمدی مسئلہ ذیل میں کہ ہم لوگ کول انڈیا کمپنی میں کام کرتے ہیں اور ہم لوگوں نے گورنمنٹ (کول انڈیا) کی زمین پر حکومت کی اجازت سے مدرسہ بنوایا ہے۔ اسی میں نماز بھی پڑھتے ہیں کمپنی نے مدرسہ کو بجلی اور پانی مفت میں دیا ہے۔

مدرسہ کی زمین پر کچھ لوگوں نے مدرسہ کمیٹی کی اجازت سے مکان بنوایا ہے انہیں بجلی اور پانی کی ضرورت ہوتی ہے، کمیٹی نے مدرسہ سے ہی مکان میں رہنے والوں کو بجلی دیا ہے۔ مکان والے اس کے عوض میں کرائے کے طور پر نہیں بلکہ امداد کے طور پر مدرسہ کو ہر ماہ کچھ رقم دیتے ہیں۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ کمیٹی نے مکان والوں کو جو بجلی دی ہے اور مکان والے بطور امداد مدرسہ میں جو رقم دیتے ہیں وہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ حکم شرع بیان فرمائیں۔ بینوا توجروا

المستفتی: محمد معین الدین حبیبی، صدر مدرسہ حبیبیہ کسمنڈہ کوریا، چھتیس گڑھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب سوال سے ظاہر یہ ہے کہ حکومت نے صرف مدرسہ کے لئے بجلی دی ہے نہ کہ مکان والوں کو، اگر حکومت کو معلوم ہو جائے تو ضرور مکان والوں پر جرمانہ عائد کرے گی نیز جیل بھی بھیج سکتی ہے، مدرسہ کی بجلی کو مکان والوں کا استعمال کرنا چوری و بدعہدی ہے نیز یہ اپنی اہانت کا باعث بھی ہوسکتا ہے کہ یہ قانونی جرم ہے، جیسے کوئی شخص بغیر ٹکٹ ریلوے سے سفر کرے اور اپنے آپ کو ذلت و رسوائی میں ڈالے جو بلاشبہ ناجائز ہے۔

حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ "اور یہاں (دیار ہند میں) بلاٹکٹ سفر کرنا اپنے کو اہانت کے لئے پیش کرنا ہے اپنی عزت کو خطرہ میں ڈالنا ہے کہ خلاف قانون ہے۔ مستوجب سزا ہوگا۔ لہٰذا ایسی حرکت سے احتراز لازم جو موجب ذلت و رسوائی ہو۔" اھ (فتاویٰ مصطفویہ، ص ۴۲۶)

لہٰذا بجلی جو حکومت نے مدرسہ کو دی ہے اس کو مدرسہ ہی میں صرف کیا جائے اور اگر مکان والے استعمال کرنا چاہیں تو ان پر لازم ہے کہ وہ حکومت سے اجازت لے لیں تو یہ جائز ورنہ ناجائز۔

اور مکان والوں کو ہر ماہ مدرسہ کو کچھ رقم دینا جائز و باعث اجر و ثواب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

کتبہٗ: محمد نیاز برکاتی مصباحی

۲۳/ ذی قعدہ ۱۴۲۴ھ

چند اشعار کے بارے میں سوال

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ کچھ نوجوان مسلم مندرجہ ذیل اشعار کو بڑے شوق سے پڑھتے ہیں اور گاتے ہیں وہ اشعار یہ ہیں:

(۱) اللہ کرم کرنا اللہ کرم کرنا، پروردگار عالم بے کس پہ رحم کرنا
(۲) میری جان چلی دشمن کے گھر انجانے ڈگر رب خیر کرے
(۳) مجھے پیار ہوا اللہ میاں رات بھری اقرار ہوا اللہ میاں
(۴) بنو گی سہیلی ریشم کی ڈوری چھپ چھپ سرمائے دیکھے چوری چوری
(۵) چھوٹے میاں بڑے میاں سبحان اللہ
(۶) چلی کر لمبے بال ہائے رے اللہ اس پہ میری عمر سولہ سال
(۷) اگر بے وفا تجھ کو پہچان لیتی خدا کی قسم تجھ سے محبت نہ کرتی
(۸) کہ ہائے میرے ربا دیوانی کڑی دل لے گئی
(۹) لڑکی کمال ہے اللہ اللہ ہائے ہائے اے اللہ بکرا حلال ہے اللہ
(۱۰) اجنبی مجھ کو اتنا بتا دل میرا کیوں پریشان ہے؟

المستفتی: عبدالحمید قادری

دارالعلوم بہادر شاہ، فیض آباد، مقام پور بندیوا اکبر پور بستی (یوپی)، انڈیا

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الجواب یہ اور اس طرح کے دوسرے گانے عموماً مخرب اخلاق ہیں بے حیائی، بدتہذیبی، اسلامی روایات سے کنارہ کشی وغیرہ قبائح پر مشتمل پھر ان میں اللہ عزوجل کا ذکر اس کی عظمت وتقدس پر ضرب کاری ہے ان وجوہ کے باعث یہ گانے پڑھنا سخت حرام وگناہ ہے۔ اس طرح کے گانا گانے والے گنہگار مستحق عذاب نار ہیں اور یہ حکم صرف پڑھنے وگنگنانے کا ہی نہیں ہے بلکہ سینما گھروں میں اور ٹی وی پر گانے والوں اور گانے والیوں کے سننے کا بھی ہے بلکہ اس کا حکم تو اور سخت ہے جیسا کہ درمختار میں ہے۔

قال ابن مسعود صوت اللهو والغناء ينبت النفاق فى القلب كما ينبت الماء النبات قلت وفى البزازية استماع صوت الملاهى حرام لقوله عليه الصلاة والسلام استماع الملاهى معصية والجلوس عليها فسق والتلذذ بها كفر اى بالنعمة. اھ (ج۵،ص۲۲۵)

مسلمانوں کا جذبہ عقیدت واحترام بالکل سرد ہو چکا ہے ورنہ ان کے لڑکے آوارگی کی حالت میں اس طرح گانا نہ گاتے اگر یہی حال رہا اور جذبہ ایمانی بیدار نہ ہوا اور روک ٹوک نہ لگائی گئی تو ان کا دین ودنیا برباد ہو سکتا ہے بلکہ برباد ہو رہا ہے لہٰذا ان پر لازم ہے کہ اس سے بچیں اور اپنے بال بچوں، نیز دوست واحباب عزیز واقارب سب کو بچائیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد اجمل حسین امجدی
۳؍رجب المرجب ۱۴۲۴ھ

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

لے پالک بنانا کیسا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت ان مسائل میں کہ گود کا بیٹا (لے پالک) بنانا عمل حرام ہے تو کیا اصل باپ کے نام کی بجائے اس شخص کو نقلی باپ کے نام سے کہا جانا بھی گناہ ہے؟

المستفتی: اقبال احمد، کلکتہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب دوسرے کے لڑکے کو اپنا لے پالک بنا لینا جائز ہے اس کا ثبوت قرآن وحدیث سے ہے اس کو حرام کہنا شریعت پر افترا ہے۔ ہاں لے پالک بنا لینے سے بچے کا نسب اپنے باپ سے ختم نہیں ہوگا اس لئے اسے اس کے باپ کی طرف ہی منسوب کریں گے نہ کہ اسے پالنے والے کی طرف۔

قرآن مجید میں ہے "اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآىٕهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْۤا اٰبَآءَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِی الدِّیْنِ وَ مَوَالِیْكُمْ" یعنی انہیں ان کے باپ ہی کا کہہ کر پکارو۔ یہ اللہ کے نزدیک زیادہ ٹھیک ہے پھر اگر تمہیں ان کے باپ نہ معلوم ہوں تو دین میں تمہارے بھائی ہیں اور بشریت میں چچازاد۔" اھ (پ ۲۱، سورۂ احزاب ۳۳ آیت ۵) واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد شاہ عالم قادری
۱۰؍ربیع النور، ۲۴ھ

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

شادی کے موقع پر پنچایت کا کسی کو دعوت کھلانے پر مجبور کرنا کیسا ہے؟ جو لباس ورواج غیر مسلموں کے ساتھ خاص اور ان کا شعار ہیں انہیں اپنانا کیسا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت ان مسائل میں

(۱) بعض قبیلے کے لوگوں نے اپنی سرداری کی بقا کے لئے الگ الگ جماعتیں بنا رکھی ہیں اس جماعتی دستور کے تحت شادی و دیگر تقریبات میں جماعت کے ہر چھوٹے بڑے مرد و عورت اور بچوں کو مدعو کرنا لازم ہوتا ہے اگر داعی کسی فرد کو دعوت دینا بھول گیا تو اسے اس شخص سے معافی مانگنا ضروری ہوتا ہے اور داعی اپنی مرضی سے جماعت سے خارج کسی شخص کو مدعو کرتا ہے تو بھی مجرم قرار پاتا ہے۔ ان امور کی پابندی جماعت کے ہر امیر و غریب افراد کو کرنی پڑتی ہے خواہ ان کی تکمیل مال قرض سے ہی کیوں نہ ہو۔ تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ عند الشرع اتحاد کی برقراری کے لئے ان پابندیوں کو پورا کرنا درست ہے؟

اور اگر معلوم ہو کہ اس میں قرض کا پیسہ لگا ہے تو اس تقریب میں شرکت درست ہے یا نہیں؟

(۲) مسلمانوں کے اندر آج بھی ان کے آبا و اجداد کے زمانے سے پہلے سے چلے آرہے کچھ رسم و رواج و لباس اور تہذیب و ثقافت شامل ہیں جو آج بھی ہندو ثقافت کی علامت ہے۔ تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا مسلمانوں کو ایسی تہذیب و تمدن کو اپنائے رکھنا درست ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: اقبال احمد، کلکتہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب (۱) شادی بیاہ کے موقع سے دعوت صرف مسنون و مندوب ہے فرض یا واجب نہیں۔ ردالمحتار باب الحظر والاباحۃ میں ہے "فی الاختیار ولیمۃ العرس سنۃ قدیمۃ" اھ (ج۶، ص ۳۴۷) اور جب یہ فرض یا واجب نہیں تو اس کے لئے امیر، غریب کسی کو مجبور کرنا جائز نہیں، یہ شرائط خلاف شرع ہونے کی وجہ سے باطل ہیں اس لئے جماعت کا دستور یہ بنائیں کہ جو صاحب استطاعت ہو وہ چاہے تو سب کو مدعو کرے اور جو غریب ہے وہ صرف اپنی حیثیت کے مطابق ولیمہ کرے تاکہ ولیمہ کی سنت ادا ہو جائے۔ حدیث شریف میں ہے "اولم ولو بشاۃ" اھ (ترمذی، ج۱، ص ۲۰۸) واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) جو رسم و رواج اور لباس غیر مسلموں کے ساتھ خاص ہیں، ان کا شعار ہیں انہیں اپنانا ناجائز و گناہ ہے۔ مسلمانوں پر ایسے خلاف شرع رسوم کو چھوڑنا واجب ہے قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من تشبہ بقوم فھو منھم۔ یعنی جو کسی قوم سے مشابہت اختیار کرے وہ اسی میں سے ہے۔" (رواہ احمد وابوداؤد) واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد شاہ عالم قادری
۱۹؍ ربیع الغوث ۲۴ھ

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

کیا عورت کی آواز بھی عورت ہے؟
فون موبائل اور انٹرنیٹ سے کسی اجنبی تک آواز پہنچانے کا کیا حکم ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ

کیا عورت کی آواز بھی عورت ہے؟ کیا عورت کو اپنی آواز چھپانا اور پردہ میں رکھنا چاہئے؟ اگر ہاں تو ٹیلی فون، موبائل، ریڈیو اور ٹیلی ویژن سے عورت کی اجنبی مرد کے کان میں پہنچنے والی آواز کا کیا حکم ہے؟ ٹیلی فون، موبائل اور ٹیلی ویژن پر عورت کو غیر مرد سے بات کرنا اپنی آواز سنانا نیز مرد کو اجنبی عورت کی آواز ٹیلی فون، موبائل وغیرہ آلۂ جدیدہ سے سننا کیسا ہے؟ بینوا بالدلیل و توجروا من الجلیل۔

المستفتی: محمد عبد الرشید قادری، پیلی بھیت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب عورت کی آواز بھی عورت ہے لہٰذا عورت اتنا تیز نہ بولے کہ اس کی آواز اجنبی مرد سنے الا یہ کہ کوئی حاجت شرعیہ پائی جائے، ردالمحتار میں نوازل سے ہے "نغمة العورة عورة" اھ اسی میں کافی سے ہے ولا تلبی جهراً لان صوتها عورة" اھ (مطلب فی ستر العورة، ص ۴۰۶، ج ۱) لیکن عورت کی آواز مطلقاً عورت نہیں ہے۔ کیونکہ اگر مطلق آواز عورت ہوتی تو اس کی نہی شرع شریف میں وارد ہوتی بلکہ وہ آواز عورت ہے جس میں لچک ہو اس کی تائید باری تعالیٰ کے اس قول سے ہوتی ہے: "اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ۔" یعنی اللہ سے ڈرو تو بات میں ایسی نرمی نہ کرو کہ دل کا روگی کچھ لالچ کرے (الاحزاب الآیۃ ۳۲) اس کی تفسیر میں شیخ اسماعیل حقی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ان التقيتن فلا تخضعن بالقول عند مخاطبة الناس ای لا تجبن بقولكن خاضعاً لينا مثل قول المطمعات والمراة مندوبة الى الغلظة فی المقالة اذا خاطبت الاجانب لقطع الاطماع فاذا اتى الرجل باب انسان وهو غائب فلا يجوز للمراة ان تلين بالقول معه و ترقق الكلام له فانه يهيج الشهوة ويورث الطمع كما قال فيطمع الذی فی قلبه مرض ای محبة فجور۔ والخطاب وان كان لنساء النبی صلی الله عليه وسلم فقد دخل فيه غيرهن مخلصا (تفسیر روح البیان سورہ احزاب ص ۱۶۹، ج ۷) اس کو امام ابو العباس قرطبی نے اختیار کیا ہے۔ ردالمحتار میں ہے نقل عن خط العلامة المقدسی ذكر الامام ابو العباس القرطبی فی كتابه فی سماع ولا يظن من لا فطنة عنده انا اذا قلنا صوت المراة عورة انا نريد بذلك كلامها لان ذلك ليس بصحيح فانا نجيز الكلام مع النساء

للاجانب ومحاورتهن عند الحاجة الى ذلك وتجويز لهن رفع اصواتهن لا تمطيطها ولا تليينها وتقطيعها لما فی ذلك من استمالة الرجال اليهن وتحريك الشهوات منهم (مطلب فی ستر العورة ص ٦، ج ا) اس طرح کا ایک سوال اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی سے ہوا کہ کتنے شخص ایسے ہیں جس سے عورتوں کی گفتگو کرنا اوران کو اپنی آواز سنانا جائز ہے؟ جواباً تحریر فرماتے ہیں ''تمام محرمات اور حاجت ہو، اوراندیشہ فتنہ نہ ہو، نہ خلوت ہو تو پردے کے اندر سے بعض محرم سے بھی''۔اھ

(فتاویٰ رضویہ ص ۱۶۱، ج ۹ نصف آخر)

لہٰذا اجنبی مردعورت کا ٹیلی فون، موبائل اور بغیر کیمرہ انٹرنیٹ کے ذریعہ یا عورت کی آواز سنتا جو موبائل میں کارڈری چارج کرنے یا دوسرے مواقع پر سنائی دیتی ہیں ضرورت وحاجت کی حد تک جائز ہے۔ رہا ریڈیو سے عورت کی آواز سننا تو صرف خبر سننے کی حد تک جائز ہوگا اس سے زیادہ کی اجازت نہ ہوگی اور ٹیلی ویژن سے عورت کی آواز سننا تو چونکہ اس میں آواز کے ساتھ ساتھ عورت کی تصویر بھی پردے پر چھپتی ہے ساتھ ہی بہت سے فحش مناظر بھی اس کے ذریعہ دکھائے جاتے ہیں جو کسی صورت میں جائز نہیں ہے، اس ٹیلی ویژن سے عورت کی آواز سننا یونہی اس کا دیکھنا بھی جائز نہ ہوگا۔ رہا عورت کا غیر محرم سے بات کرنا تو اگر پردہ ہو اور اندیشہ فتنہ نہ ہو اور نہ خلوت ہو تو ضرورت وحاجت کی حد تک جائز ہوگا چاہے یہ باتیں ریڈیو پر ہوں یا ٹیلی ویژن پر مگر ٹیلی ویژن پر پردہ ہونا بہت مشکل ہے کیونکہ ٹیلی ویژن کا پردہ خود پردے کے منافی ہے۔ لہٰذا ٹیلی ویژن کے علاوہ ہر باتیں مذکورہ شرائط کے ساتھ جائز ہوں گی جیسا کہ گزرا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — کتبہ: محمد حسین رضوی امجدی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۲۴ رشعبان ۲۸ھ

مردہ، افطاری اور داڑھی سے متعلق چند سوالات

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام مسائل ذیل کے بارے میں کہ

(۱) اگر کوئی باشرع مسلمان مرض الموت میں تکلیف اٹھا کر انتقال کرے تو لوگ کہتے ہیں کہ بظاہر نیک تھا مگر خدائے تعالیٰ کے نزدیک گنہگار ضرور تھا جس کی سزا ملی۔ اوراگر کوئی بدکار بغیر تکلیف اٹھائے مرجائے تو لوگ کہتے ہیں کہ بظاہر غلط تھا مگر حقیقت میں نیک تھا جس کی وجہ سے اچھی موت ملی لوگوں کا یہ عقیدہ صحیح ہے یا غلط؟

(۲) اکثر لوگ منگل کو سفر کرنا معیوب سمجھتے ہیں یونہی بدھ کے روز بھائی، بہن کے یہاں جانے سے گریز کرتے ہیں تو یہ بڑی محسوس کرتا ہےلوگوں کا یہ عقیدہ صحیح ہے یا غلط؟

(۳) شب جمعرات لوگ آنکھوں میں سرمہ نہیں لگاتے اور منگل کے دن حجامت نہیں بناتے لوگوں کا یہ عقیدہ صحیح ہے یا غلط؟

(۴) افطار کے وقت غیر روزہ دار بھی ثواب کی نیت سے شریک ہوجاتے ہیں لوگوں کا یہ عقیدہ صحیح ہے یا غلط؟

(۵) حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی انگلی شریف پر کپڑا لپیٹ کر بھینس کے گوشت کے شوربے میں اپنا دست مبارک ڈالا اور گوشت کا ذائقہ چکھا اس وقت سے بھینس حلال ہوئی یہ روایت صحیح ہے یا غلط؟

(۶) داڑھی رکھنے کی دعوت دینے پر لوگوں کا یہ عذر پیش کرنا کہ اگر داڑھی رکھنے کے بعد گناہ کریں گے تو داڑھی اور داڑھی رکھنے والے علمائے کرام کی توہین ہوگی۔ بڑھاپے میں رکھ لیں گے۔ یہ عقیدہ صحیح ہے یا غلط؟

(۷) کسی کے مرجانے کے بعد جو عید آئے اسے عید غمی سے موسوم کرنا اس میں ہر ایک رشتہ دار کا شریک ہونا ضروری سمجھنا اور جو نہ شریک ہوسکیں اسے نفاق کی علامت گردانا کیسا ہے؟

(۸) کوئی کسی سے کسی کو سلام بھیجے تو اس کا جواب کس طرح دے۔ بینوا توجروا!

المستفتی: علی حسن، ۶۸، سیکٹر ۱۰، نوئیڈا، یوپی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب (۱) اگر کوئی باشرع مسلمان مرض الموت میں مبتلا ہوکر بہت زیادہ تکلیف اٹھا کر انتقال کرے تو اس پر کسی کا یہ کہنا کہ یہ بہت بڑا گنہگار تھا جس کی وجہ سے قبل مرگ اسے اتنی تکلیف پہنچی۔ یہ عقیدہ باطل محض ہے یونہی اس کے برخلاف کسی بدکار شخص کی بغیر کسی تکلیف کے موت ہوجائے تو یہ کہنا کہ بظاہر تو برا تھا مگر حقیقت میں کوئی ایسا نیک عمل کیا ہوگا جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اسے اچھی موت عطا فرمائی یہ عقیدہ بھی باطل محض اور خلاف شرع ہے۔

اچھی اور بری موت کا دارومدار بیماری اور اس کی تکلیف پر نہیں بلکہ اچھے برے خاتمہ پر ہے جس کا خاتمہ ایمان پر ہوا اس کی موت اچھی ہے اور جس کا خاتمہ ایمان پر نہیں ہوا وہ بری موت مرا۔

بیماری بندۂ مسلم کے لئے خدا کی جانب سے رحمت و نعمت ہے نیز یہ گناہوں کا کفارہ ہے جس کے منافع بے شمار ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ”آدمی دین میں جتنا قوی ہوتا ہے بلا بھی اس پر سخت ہوتی ہے اور جو دین میں ضعیف ہوتا ہے اس پر آسانی کی جاتی ہے۔ دوسری حدیث پاک میں ہے جب اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے دنیا ہی میں سزا دے دیتا ہے اور جب شر کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے گناہ کا بدلہ نہیں دیتا اور قیامت کے دن اسے پورا بدلہ دے گا۔ تیسری حدیث پاک میں ہے کہ جب قیامت کے دن اہل بلا کو ثواب دیا جائے گا تو عافیت والے تمنا کریں گے کہ کاش دنیا میں قینچیوں سے ان کی کھالیں کاٹی جاتیں۔

حدیث پاک کے الفاظ یہ ہیں: عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من یرد اللہ بہ خیرا یصب منہ۔ وعن ابی سعید عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال مایصیب المسلم من نصب ولاوصب ولاھم ولاحزن ولااذی ولاغم حتی الشوکۃ یشا کھا الا کفر اللہ بہا من خطایاہ متفق علیہ۔" (مشکوۃ شریف، ج۱، ص ۱۳۴) واللہ تعالیٰ اعلم

(۲-۳) شریعت مطہرہ میں منگل، بدھ یا کسی بھی خاص دن سفر کرنے سے ممانعت وارد نہیں اور نہ ہی بروز منگل حجامت بنانے سے ممانعت وارد ہے اور نہ ہی شریعت مطہرہ میں کوئی دن یا کوئی بھی تاریخ منحوس ہے لوگوں کا بعض ایام وتواریخ کا منحوس سمجھنا غلط اور بے اصل ہے۔

بہار شریعت میں ہے ماہ صفر کو لوگ منحوس جانتے ہیں اس میں شادی بیاہ نہیں کرتے لڑکیوں کو رخصت نہیں کرتے اور بھی اس قسم کے کام کرنے سے پرہیز کرتے ہیں اور سفر کرنے سے گریز کرتے ہیں۔ خصوصاً ماہ صفر کی ابتدائی ۱۳ تاریخیں بہت زیادہ نحس مانی جاتی ہیں اور ان کو تیرہ تیزی کہتے ہیں۔ یہ سب جہالت کی باتیں ہیں۔ حدیث میں فرمایا گیا کہ صفر کوئی چیز نہیں یعنی لوگوں کا اسے منحوس سمجھنا غلط ہے اسی طرح ذیقعدہ کے مہینہ کو بھی بہت لوگ برا جانتے ہیں اور اس کو خالی کا مہینہ کہتے ہیں یہ بھی غلط ہے اور ہر ماہ میں ۳، ۱۳، ۲۳، ۸، ۱۸، ۲۸ کو منحوس جانتے ہیں یہ بھی لغویات ہے۔" اھ (ج ۱۶، ص ۲۵۷)

البتہ جمعرات ہفتہ اور پیر کے دن سفر کرنے کی فضیلت آئی ہے اور اہل جمعہ کو روز جمعہ قبل جمعہ سفر کرنا ممنوع ہے۔ بہار شریعت میں ہے۔ جدھر سفر کو جائے، جمعرات، ہفتہ یا پیر کا دن ہو اور صبح کا وقت مبارک ہو اور اہل جمعہ کو روز جمعہ قبل جمعہ سفر اچھا نہیں۔ (ج ۶ ص ۲۰)

جمعرات کی رات یا کسی بھی رات سرمہ لگانا ممنوع نہیں بلکہ ہر رات رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سرمہ لگانا حدیث پاک سے ثابت ہے۔ بہار شریعت میں ہے حدیث پاک میں ہے کہ رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس سرمہ دانی تھی جس سے ہر شب میں سرمہ لگاتے تھے تین سلائیاں اس آنکھ میں اور تین سلائیاں اس آنکھ میں۔" اھ (ج ۱۶، ص ۲۰۳) واللہ تعالیٰ اعلم

(۴) غیر روزہ دار کا افطاری میں شامل ہو جانا اور ثواب کی امید رکھنا سراسر غلط اور بے اصل ہے اسے افطار کا کچھ ثواب حاصل نہیں کہ جب اس نے روزہ ہی نہ رکھا تو اسے ثواب کس چیز کا ملے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۵) یہ روایت کہ حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی انگلی مبارک پر کپڑا لپیٹ کر بھینس کے گوشت کے شوربے میں ہاتھ ڈالا اور اس گوشت کا ذائقہ چکھا اس وقت سے بھینس حلال ہوئی غلط ہے اور کسی جاہل مطلق کی گڑھی ہوئی ہے۔ گائے حلال ہے اور بھینس بھی گائے کی ایک قسم ہے اس وجہ سے بھینس بھی

حلال ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۶) داڑھی رکھنے کی ترغیب دینے پر یہ عذر لنگ پیش کرنا کہ اگر داڑھی رکھنے کے بعد بھی گناہ سرزد ہوگیا تو داڑھی اور داڑھی رکھنے والے علمائے کرام کی توہین ہوگی۔ یہ ایک شیطانی فریب ہے اور داڑھی رکھنے کو بڑھاپے تک موخر کرنا بھی خطوات شیطان کی پیروی ہے شریعت میں داڑھی منڈانا حرام ہے۔

ردالمحتار میں ہے "یحرم علی الرجل قطع لحیتہ" اھ (ج۶ ص۴۰۷)

داڑھی رکھنا واجب ہے جس کی مقدار ایک مشت ہے اور کٹا کر اس سے کم کرنا ناجائز ہے۔ شیطان لوگوں کو لمبی زندگی کی غلط امیدیں دلا کر نیکی سے مسلسل روکتا ہے جبکہ ہر انسان جانتا ہے کہ ایک دن مرنا ہے لہٰذا اس سے پہلے کہ اچانک موت آجائے ہر انسان کو چاہئے کہ جلد از جلد اپنی اصلاح کرے اور شریعت پر قائم ہوجائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۷) کسی کے مرجانے کے بعد جو عید آتی ہے اسے عید غمی کے ساتھ موسوم کرنا اور اس میں ہر ایک کی شرکت ضروری سمجھنا اور عید میں اس میت کے گھر نہ جانے کو نفاق کی علامت قرار دینا جہالت و بے اصل ہے۔ یہ رسم ختم کریں یوں ہمدردی کے لئے جانا اور ان سے ملنا جلنا اچھی بات ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۸) پہلے سلام پہنچانے والے کو جواب دے اس کے بعد اس کو جس نے سلام بھیجا ہے یعنی یہ کہے وعلیک وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے، ذکر محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فی باب الجعائل من السیر حدیثا یدل علی ان من بلغ انسانا سلاما من غائب کان علیہ ان یرد الجواب علی المبلغ اولا ثم علی ذلک الغائب کذا فی الذخیرۃ" اھ (ج۵ ص۳۲۶) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — کتبہٗ: فیاض احمد برکاتی مصباحی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۱۱؍ جمادی الآخرہ ۱۴۲۹ھ

جس شادی میں ناچ گانا اور بدمذہبوں کی شرکت ہو اس میں شریک ہونا کیسا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت جو شخص دیوبندیوں، وہابیوں کو شادی میں دعوت دے کر بلائے اور ناچ گانا یا باجا بجائے یا پھر اس میں جو لوگ شریک ہوں تو ان کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟ اور جو عالم دین ہونے کے باوجود ایسی بارات میں شرکت کرے اس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟

المستفتی: عبداللطیف، دارالعلوم غوث الوریٰ عثمان پورہ اورنگ آباد، مہاراشٹر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب دیوبندی وہابی ضروریات دین کے منکر ہیں اور ضروریات دین کا منکر کافر ہے۔ردالمحتار باب الامامۃ میں ہے "لاخلاف فی کفر المخالف فی ضروریات الاسلام و ان کان من اهل القبلة المواظب طول عمره علی الطاعات کما فی شرح التحریر۔ اھ(ردالمحتار علی الدرالمختار ج ا ص ۵۶۱) انہیں شادی وغیرہ میں دعوت دینا ناجائز وگناہ ہے۔مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر فرماتے ہیں کہ وہابیہ، غیر مقلدین اور دیوبندی وغیرہم سب کفار ومرتدین ہیں ان کے پاس نشست برخاست حرام ہے اور ان سے میل جول حرام ہے۔" (فتاویٰ رضویہ جلد نہم نصف آخر ص ۳۱۱)

اور گانا، باجا بجانا اس کا سننا سب حرام وفسق ہے۔درمختار کتاب الحظر والاباحۃ میں ہے "قال ابن مسعود صوت اللهو والغناء ینبت النفاق فی القلب کما ینبت الماء النبات قلت و فی البزازیة استماع صوت الملاهی کضرب قصب ونحوه حرام لقوله علیه الصلاة والسلام استماع الملاهی معصیة والجلوس علیها فسق والتلذذ بها کفر ای بالنعمة۔" اھ(درمختار ج ۵، ص ۲۴۵) اور فاسق کو امام بنانا گناہ اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے۔غنیۃ شرح منیہ ص ۵۱۳ میں ہے "لو قدموا فاسقا یاثمون بناء علی ان کراهة تقدیمه کراهة تحریم۔اھ

لہٰذا جن لوگوں نے ایسی برات میں شرکت کی جس میں دیوبندی شریک تھے، رنڈیاں ناچنے کے لے آئیں اور دوسرے خرافات ہوئے۔وہ سب فاسق وفاجر، گنہگار، مستحق عذاب نار ہیں۔خواہ وہ شرکت کرنے والے عالم ہوں یا جاہل۔عالم ہوں تو ان پر حکم اور سخت ہو جاتا ہے کہ ان کو دیکھ کر دوسرے لوگ بھی گمراہ ہوں گے۔ایسے لوگوں کا بائیکاٹ کر دیا جائے۔واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

کتبہ: محمد ہارون رشید قادری کمبولوی گجراتی
۷ رجمادی الاولیٰ ۲۳ھ

نسبندی کرانا کیسا ہے؟ کرانے والے کا کیا حکم ہے؟

کورٹ میرج کیا شرعاً نکاح ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع درج ذیل مسائل میں

(۱) نسبندی کروانا کیسا ہے؟ اس کے مرتکب کا کیا حکم ہے؟

(۲) کورٹ میرج کرنا کیسا ہے؟ کیا اس کے ذریعہ کیا ہوا نکاح شرعاً منعقد ہو جاتا ہے یا نہیں؟

بینوا توجروا۔ المستفتی: محمد افضل حسین، گورکھپوری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب نسبندی کروانا شرعاً ناجائز و حرام ہے کہ اس میں اللہ کی بنائی ہوئی چیز کو بدلنا ہے جس کی حرمت نص قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے "ولامرنهم فليغيرن خلق الله۔" اھ یعنی شیطان بولا کہ میں ضرور انہیں کہوں گا کہ وہ اللہ کی پیدا کی ہوئی چیز بدل دیں گے۔ (سورۂ نساء آیت ۱۱۹) تفسیر صاوی میں ہے "من ذلك تغيير الجسم" اور اسی میں سے جسم کا بدلنا ہے (ج ۱، ص ۲۳۱) بخاری و مسلم "کتاب اللباس" میں ہے "لعن الله المغيرات خلق الله" یعنی اللہ کی لعنت ان عورتوں پر جو اللہ کی پیدا کی ہوئی چیز کو بدلنے والی ہیں۔ لہٰذا نسبندی کرانے والا سخت گنہگار مستحق عذاب نار ہے ایسا شخص جب تک توبہ نہ کرلے اس سے قطع تعلق رکھا جائے البتہ بعد موت اس کی تجہیز و تکفین اور نماز جنازہ مسلمانوں پر فرض کفایہ ہے اگر کوئی نہ پڑھے گا تو جتنے لوگوں کو اس کے موت کی خبر ہوئی سب گنہگار ہوں گے ہاں علماء جو مقتدا کی حیثیت رکھتے ہیں زجراً و توبیخاً نہ پڑھیں۔ صرف عوام پڑھیں تاکہ دوسرے اس سے عبرت حاصل کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) کورٹ میرج کے ذریعہ کیا ہوا نکاح شرعاً منعقد نہیں ہوتا کہ اس میں ایجاب و قبول کرایا ہی نہیں جاتا بلکہ لڑکا لڑکی کورٹ میں اپنے بالغ ہونے کا ثبوت دیتے ہوئے حاکم سے اس بات کی اجازت چاہتے ہیں کہ ہم بالغ اور خود مختار ہیں بغیر کسی دباؤ کے اپنی مرضی سے میاں بیوی بن کر رہنا چاہتے ہیں حاکم قانونی کارروائی اور جانچ کے بعد انہیں میاں بیوی تسلیم کرتے ہوئے میرج سرٹیفکیٹ دے دیتا ہے۔ حالانکہ ایجاب و قبول نکاح کا خاص رکن ہے۔ تنویر الابصار کتاب النکاح میں ہے "ينعقد بايجاب و قبول" اھ (ص ۹، ج ۳) فتاوی ہندیہ "کتاب النکاح" میں ہے "واما ركنه فالايجاب والقبول كذا في الكافي" اھ (ص ۲۶۷، ج ۱)

ہاں اگر لڑکا لڑکی دو گواہوں کی موجودگی میں باہم مسنون طریقے پر ایجاب و قبول کرلیں ساتھ ہی لڑکا لڑکی کا کفو بھی ہو تو نکاح منعقد و صحیح ہوگا پھر وہ قانونی بچاؤ کے لئے کورٹ میرج بھی کر سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — **کتبہ:** فیض محمد قادری مصباحی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۱۹ ر رجب المرجب ۱۴۲۶ھ

کیا جن انسان کے اندر حلول کرسکتا ہے؟ مذکورہ آدمی سے دُعا تعویذ کرانا اسے تحفہ دینا اس کی باتوں کو صحیح مان کر عمل کرنا کیسا ہے؟ کیا انبیا و اولیا بدن انسانی میں حلول کرسکتے ہیں؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ کیا جن انسانی جسم میں سرایت کرسکتا ہے؟ اس کی کوئی مثال اسلام کی تاریخ میں ہے یا نہیں؟ ہمارے علاقہ میں اکثر ایسے واقعات ہوتے ہیں کہ انسان پر کوئی جن حلول کرتا ہے تو وہ انسان اگر عالم نہیں ہوتا تو بھی علم کی باتیں کرتا ہے اور بڑا بڑا بوجھ اٹھاتا ہے، اور دل کی بات بتاتا اور عوام وقت مقررہ پر اس کے پاس جاتے ہیں اور اپنی پریشانیاں بیان کرتے ہیں تو وہ انسان جس پر جن رہتا ہے دوا یا وظیفہ کا کوئی طریقہ بتاتا ہے یا کوئی شرکیہ کام بتاتا ہے اور عوام اسے کرتے ہیں اور شفا پاتے ہیں اور بعض اپنا نام کسی ولی اللہ یا پیغمبر کا بتاتے ہیں اور آنے والوں کو آیت قرآن وحدیث شریف وغیرہ سناتے ہیں تو لوگ اس کا ادب بھی کرتے ہیں اور روپیہ وتحائف بھی دیتے ہیں۔ دریافت طلب امر یہ ہے۔

''کیا جن انسان کے اندر حلول کرسکتا ہے؟ کیا اولیا وانبیاء کا نام بتانے پر اس کا ادب کرنا ضروری ہے؟ کیا اولیاء وانبیاء اس طرح انسان کے جسم کے اندر حلول کرکے تصرف کرسکتے ہیں؟ **بینوا توجروا**

المستفتی: غلام محمد فضل الرحیم قادری، کول پیٹھ، مومن مسجد ڈاکخانہ ہوسپیٹ ضلع بلاری، کرناٹک

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں ''جن وشیاطین بعض وقت آدمی پر دخل کرتے ہیں کبھی بیہوش کردیتے ہیں اور کبھی اس کی زبان سے بولتے ہیں اور طرح طرح کے حرکات کرتے ہیں۔ (فتاوی رضویہ، ج۱۱، ص۱۹)

لہٰذا ایسا شخص جس پر جن یا شیطان سوار ہو اس سے دعا تعویذ کرانا اسے روپے، پیسے، تحائف پیش کرنا، اس کی باتوں کو سچ ماننا اور اس پر عمل کرنا ناجائز وحرام وگناہ ہے اور اگر اس کے کہنے پر کوئی شرکیہ کام کیا تو یہ کفر وشرک ہے ایسا کرنے والوں پر علانیہ توبہ واستغفار وتجدید ایمان لازم ہے اور بیوی والے ہوں تو تجدید نکاح بھی ضروری ہے۔

بے شک انبیاء اولیا تصرف کرسکتے ہیں اور کرتے ہیں لیکن ان کی یہ شان نہیں کہ وہ کسی کے اندر حلول وسرایت کریں اور اسے مخبوط الحواس بنائیں وہ ایسا ہرگز نہیں کرتے ہیں۔ لہٰذا انبیاء واولیاء کا نام بتانے یا کوئی آیت وحدیث سنانے کی بنا پر اس کا ادب واحترام کرنا ہرگز جائز نہیں کہ جن وشیاطین بہت مکار ہوتے ہیں وہ بکثرت

امر یہ ہے کہ مندرجہ بالا افعال درست ہیں کہ نہیں؟ اور اس کے مرتکب کا حکم کیا ہے؟
(۳) رہن اور ادھیا کا کیا مسئلہ ہے اور اس میں مومن اور کافر سے لینے دینے میں کچھ فرق ہے یا نہیں؟
(۴) حضرت ایوب علیہ السلام کو کس طرح کا مرض ہوا تھا اور اس میں کیڑے پڑے تھے یا نہیں؟
بینوا توجروا المستفتی: محمد نیاز رضا حشمتی، مدرسہ اشرفیہ ہدایت الاسلام اوسیا بازار جونپور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب (۱): زید نجاست میں ملوث رہنے اور نماز چھوڑنے کی وجہ سے سخت گنہگار، مستحق غضب جبار ہے فقہ کی اصطلاح کے مطابق یہ شخص فاسق معلن ہے جس کی گواہی بھی شرعا مردود ہوتی ہے۔ اس لئے یہ شخص جو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اس پر حضرت سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کی سواری آتی ہے جھوٹ ہے کہ اولاً یہ فاسق کی بات ہے، ثانیاً ایسے فاسق سے اولیاء اللہ دور رہتے ہیں، ثالثاً ان حضرات کی یہ شان نہیں کہ کسی پر سواری کریں اور اسے مخبوط الحواس بنائیں ممکن ہے یہ شخص شیطان کی پیروی کرتا ہو تو اس پر شیطان کی سواری آتی ہو اور لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے جھوٹ بول کر سید سالار مسعود غازی بتاتا ہو۔

لہٰذا ایسا شخص مرشد ہرگز نہیں ہوسکتا اس کے پاس سیکڑوں مرد وعورت کا اکٹھا ہو کر میلہ لگانا، سر ٹیکنا اور اس سے دعا وتعویذ کرانا سب ناجائز وحرام ہے۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ ایسے بے نمازی فاسق کا بائیکاٹ کریں اور اس سے خود بھی دور رہیں اور مسلمانوں کو بھی اس سے دور رکھنے کی کوشش کریں۔ قرآن حکیم میں ہے: وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ۝

(پ ۷، سورۂ انعام آیت ۶۸) واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) لکڑی میں کپڑا باندھ کر اس کے اوپر کسی چیز کا بال لٹکا لینا اور اسے غازی میاں کا نشان کہنا اس پر اناج پھینکنا سب خرافات اور جاہلانہ رسم ہیں۔ شرع میں اس کی کچھ اصل نہیں بلکہ یہ ساری خرافات شرعاً ناجائز و گناہ ہیں۔ ایسا ہی فتاویٰ رضویہ ج ۹، نصف اول ص ۱۸۹ پر ہے۔

اور ڈھول بجانا غول میں ناچتے ہوئے چکر لگانا، گانا سب معصیت کے کام ہیں اور عورتوں کا نامحرموں کے سامنے بے پردہ ہونا ان کے ساتھ گھومنا، پھرنا سب خرافات اور حرام ہیں۔ حدیث شریف میں ہے "المراۃ عورۃ فاذا خرجت استشرفها الشیطان۔ یعنی عورت پردہ میں رکھنے کی چیز ہے جب وہ باہر نکلتی ہے تو شیطان اسے گھورتا ہے" اھ (ترمذی شریف، ص ۲۲۲) اور عورتوں کا جھومنا کھیلنا قسم قسم کی حرکتیں کرنا اور ادھر ادھر کی باتیں کرنا اکثر ان کی مکاریاں ہوتی ہیں۔

لہٰذا جو لوگ ایسا کرتے ہیں حرام کے مرتکب ہیں۔ ان پر احتراز لازم ہے اگر وہ لوگ ایسا کرنے سے

باز نہ آئیں تو مسلمان ان کا اوران کے جلوس کا سماجی بائیکاٹ کریں۔خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے "وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ" (پ ۱۲، سورۂ ہود آیت ۱۱۳) واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) رہن ہوخواہ ادھیا ہرایک اگراپنے جملہ شرائط کے ساتھ کئے جائیں تو جائز ہیں اور مومن وکافر کے ساتھ یکساں حکم رکھتے ہیں۔ درمختار کتاب المزارعت میں ہے "هي عقد على الزرع ببعض الخارج عندهما يصح وبه يفتي للحاجة یعنی ادھیا پر کھیت لینا دینا صاحبین رحمہا اللہ تعالیٰ کے نزدیک جائز ہے اور حاجت شرعیہ کے تحت فتویٰ اسی پر ہے اور حدیث شریف میں ہے "عن رسول الله صلى الله عليه وسلم انه دفع الى يهود خيبر نخل خيبر وارضها على ان يعتملوها من اموالهم ولرسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم شطر ثمرها (مسلم شریف، ج ۲، ص ۱۵)

اور ہدایہ ج ۴، ص ۵۱۶ پر ہے "الرهن في الشريعة جعل الشي محبوسا بحق يمكن استيفاؤه من الرهن كالديون وهو مشروع بقوله تعالى فرهان مقبوضة. ولما روى انه عليه السلام اشترى من يهودي طعاما ورهنه بها درعه وقد انعقد على ذلك الاجماع۔"

مذکورہ عبارتوں سے یہ بات ظاہر ہوگئی کہ جب رہن ومزارعت اپنے جملہ شرائط جواز کے ساتھ کئے جائیں گے تو سب کے ساتھ جائز رہیں گے لیکن جب اس میں فاسد شرطیں لگادی جائیں تو اب مومن وکافر کے درمیان فرق ہوگا کہ عقود فاسدہ کے ذریعہ مسلمانوں کا مال لینا جائز نہیں ہے جبکہ کافر کا مال جس میں غدر ودھوکہ نہ ہواس کو عقود فاسدہ کے ذریعہ حاصل کیا جاسکتا ہے۔ مثلاً مسلمان کا کھیت اس شرط پر روپیہ دے کرلیا کہ ہم تمہارے کھیت سے فائدہ اٹھاتے رہیں گے اور جب روپیہ واپس کردو گے تو کھیت واپس کردیں گے۔ مذکورہ شرط کے ساتھ کھیت کا لینا حرام ہے کہ یہ قرض دے کر نفع حاصل کرنا ہے جو سود ہے۔ حدیث شریف میں ہے "كل قرض جر منفعة فهو ربا (نصب الرایۃ" ج ۴، ص ۶۰)

مگر غیر مسلم کا کھیت اس طرح لے سکتا ہے کہ عقود فاسدہ کے ذریعہ ان کا مال لینا جائز ہے۔ ہدایہ میں ہے "ومالهم مباح فباي طريق اخذه المسلم اخذ مالا مباحا اذا لم يكن فيه غدر" اھ (ج ۳، ص ۸۶) واللہ تعالیٰ اعلم

(۴) حضرت ایوب علیہ السلام کی آزمائش سے متعلق جو واقعات مشہور ہیں انہیں جھٹلایا نہیں جاسکتا۔ جس طرح حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ سے متعلق واقعات۔ البتہ احادیث صحیحہ میں کیڑے پڑنے کا ذکر کہیں نہیں ملتا۔ بیشک اللہ رب العزت نے حضرت ایوب علیہ السلام کو آزمائش میں ڈالا اس کے بعد آپ کے مقام

جھوٹ بولتے ہیں اورانسان کواپنے دام فریب میں لانے کے لئے طرح طرح کے حیلے کرتے ہیں اس لئے مسلمانوں پرلازم ہے کہ ایسے شخص سے دوررہیں اور مسلمانوں کوبھی اس سے دوررکھیں۔قرآن مجید میں ہے:

وَإِمَّا يُنسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ○

(پ:۷،سورۂ الانعام،آیت:۶۸)

ہاں اگروہ فاسق نہ ہواس کا صلاح ونیکی ثابت ہواورمردنے کسی عمل کے ذریعہ خدمت کے لئے اسے اسی طورپرتابع کیا ہوتواس کا ادب ہوناچاہئے، پھربھی بلاوجہ اس کے قریب جانے سے بچے تاکہ وہ متکبرنہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — **کتبہٗ:** عبدالمقتدرنظامی

الجواب صحیح: محمد ابراراحمد امجدی برکاتی — ۱۶؍رجب المرجب ۲۳ھ

زیدکادعویٰ ہے کہ اس پرسیدسالارمسعودی غازی علیہ الرحمہ کی سواری آتی ہے؟ نشان اٹھاناکیساہے؟رہن اورادھیاکاکیاحکم ہے؟حضرت ایوب علیہ السلام کو کون سامرض تھا؟اس میں کیڑے پڑے تھے یانہیں؟

مسئلہ کیافرماتے ہیں مفتیان دین وملت مسائل میں

(۱)زیدجوبے نمازی، فاسق ہروقت نجاست میں شرابوررہتاہے اس کا دعویٰ ہے کہ اس کے اوپر حضرت سیدسالارمسعودغازی علیہ الرحمہ کی سواری آتی ہے ہرایک شنبہ کولوگوں کوجمع کرکے میلہ لگاتاہے اور سیکڑوں زن ومرداس کے پاس سرٹیکتے ہیں اوراس کواپناپیرومرشدمانتے ہیں اورکبھی کبھی ایساہوتاہے کہ جوبات زیدسے پوچھی جاتی ہے سچ سچ بتادیتاہے۔اس لئے لوگ اس کے معتقدہیں توزیدکادعویٰ درست ہے یانہیں؟ اوراس سے دعاوتعویذکراناکیساہے؟

(۲)اس زمانے میں بہت سے لوگ میلے کے موقع پرکسی لکڑی میں کپڑالگالیتے ہیں اوراس کے اوپر کسی چیزکابال بھی لگادیتے ہیں جس کونشان کہتے ہیں اس کولےکرڈھول باجے کے ساتھ بلکہ بعض کے ساتھ ناچنے والے بھی رہتے ہیں ناچتے کودتے پورے میلہ میں چکرلگاتے ہیں ان کے ساتھ عورتوں،مردوں کاغول رہتاہے جوبے پردگی کے ساتھ گھومتے ہیں اس میں شریعت کاکوئی لحاظ نہیں رہ جاتاجس میں مسلم اورغیرمسلم عورتیں اورآدمی میلہ پہنچاتے ہوئے اس نشان پرگیہوں وغیرہ کے اناج بھی پھینکتے ہیں اورسب لوگ اس کوچھلتے رہتے ہیں اوربعض عورتیں تواسی بھیڑمیں کھیلناشروع کردیتی ہیں اورادھرادھرکی باتیں بولتی رہتی ہیں۔غورطلب

رفعت میں بلندی عطا فرمائی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
کتبہٗ: محمد حبیب اللہ مصباحی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی
۷ ربیع الغوث، ۲۳ھ

دودھ بخشوانا کیسا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ اکثر جگہوں میں رائج ہے کہ ماں کو کچھ دے کر اسے خوش کر کے اس کا دودھ بخشواتے ہیں کیا ایسا کرنا درست ہے اور اس طرح سے معاف ہو جاتا ہے؟ بینوا توجروا
المستفتی: محمد اشرف رضا، ندی ناکہ بھیونڈی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب دودھ بخشوانا شرعاً بے اصل چیز ہے اس کی قطعی کوئی حاجت نہیں ماں پر یہ بچے کا حق ہے کہ وہ بچے کو دودھ پلائے تو ماں نے اپنا حق ادا کیا ہے نہ کہ بچے کے ذمہ قرض کا بوجھ لادا ہے۔ ہاں ماں کے احسانات اولاد پر کثیر ہیں ان سے اولاد ماں کی بہت کچھ خدمت کر کے بھی سبکدوش نہیں ہو سکتی۔
بلکہ والدین کی اطاعت اور ان کے ساتھ حسن سلوک تا عمر ہر شخص پر لازم ہے، جہاں تک ہو سکے ہر شخص اپنے والدین کی خوشنودی حاصل کرے۔ اس لئے کہ رب کی رضا والدین کی رضا میں ہے۔ حدیث شریف میں ہے "رضا الرب فی رضا الوالدین" یعنی رب کی رضا والدین کی رضا میں ہے۔ (الترغیب والترہیب، ج۳، ص۲۲۱) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
کتبہٗ: محمد عبد القادر رضوی ناگوری

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

کافر کی ارتھی کے ساتھ اور تیرہویں میں جانا کیسا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت ان مسائل میں کہ
(۱) کسی سنی مسلمان کا کافر کی ارتھی کے ساتھ یہ سوچ کر جانا کہ یہ ہمارا دوست تھا یا ہمارا محلہ دار تھا کیسا ہے؟
(۲) اور کافروں کے مذہب کے مطابق مرنے والے کے ۱۳ دن کے بعد تیرہویں ہوتی ہے جس میں پاٹھ (وظیفہ) پڑھا جاتا ہے ہندو کا کہنا ہے کہ مرنے والے کی آتما (روح) کو شانتی پہنچتی ہے اور باقاعدہ دعوتیں کی جاتی ہیں۔ اس میں مسلمان کی شرکت کرنا اور اس تیرہویں کا کھانا کھانا کیسا ہے؟ جن لوگوں نے شرکت کی

کھانا کھایا ان اشخاص کے لئے قانون شریعت میں کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: تصور حسین، سنگم انڈا اسٹور سبزی منڈی رام نگر، نینی تال

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب (۱-۲): سنی مسلمان کو کافر کی ارتھی کے ساتھ اور تیرہویں میں جانا ہرگز جائز نہیں۔ حدیث شریف میں ہے "من کثر سواد قوم فھو منھم" یعنی جو کسی قوم کی جماعت بڑھائے وہ انہیں میں سے ہے۔" اھ (کنز العمال، ج۹، ص ۲۲) اور فتاویٰ رضویہ، ج۹ نصف آخر ص ۶۴ میں ہے "دلی انس کافر سے کرنا حرام ہے اور ظاہری میل جس میں نہ کافر کی تعظیم ہو نہ مسلمان کی ذلت نہ کوئی طریقہ ناجائز برتا جائے کسی جائز کام کے سبب ہندو سے کر لینے میں حرج نہیں۔ بلاضرورت اس سے بھی بچے کہ آپس میں راہ ورسم بڑھا کر اکثر ناجائز باتوں تک پہنچا کرتے ہیں۔" اھ نیز فتاویٰ رضویہ ج۹ نصف آخر ص ۱۲۳ میں ہے "کفار سے امور دنیوی وغیرہا مثل تجارت وغیرہا میں موافقت کی جا سکتی ہے جہاں تک مخالفت شرع نہ ہو مگر ان کے امور مذہبی میں موافقت اور وہ بھی معاذ اللہ اس حد تک ضرور لعنت الٰہی اترنے کی باعث ہے۔" مرتکب کبائر ہوئے، مستحق عذاب نار ہوئے، سزاوار لعنت جبار ہوئے۔" اھ ملخصاً، اور کافروں کی کوئی نیاز کوئی عمل قبول نہیں نہ ہرگز اس پر ثواب ممکن جسے پہنچایا جائے ایسا ہی فتاویٰ رضویہ، ج۹ نصف آخر، ص ۶۵ میں ہے۔

لہٰذا جو شخص غیر مسلم کی ارتھی کے ساتھ گیا گنہگار ہوا توبہ کرے اور تیرہویں بھی کافروں کی مذہبی تقریب ہے جن لوگوں نے اس میں شرکت کی اور کھانا کھایا وہ بھی گنہگار ہوئے توبہ کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — کتبہ: محمد عبد القادر رضوی ناگوری

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۱۵/رجب ۱۴۲۳ھ

ربیع النور کا چاند دیکھ کر جھنڈا لگانا، ۱۲/تاریخ کو جلوس نکالنا کیسا ہے؟

مسئلہ (۱): ماہ ربیع النور کا چاند دیکھنے کے بعد بعض علاقوں میں سبز رنگ کا جھنڈا اپنے مکانوں پر لگاتے ہیں یہ جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو مع دلیل وحوالہ تحریر فرمائیں؟

(۲) ماہ ربیع النور کی بارہ تاریخ کو جلوس نکالنا جائز ہے یا نہیں اگر جائز ہے تو مع دلیل وحوالہ نقل فرمائیں؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب ماہ ربیع النور کا چاند دیکھنے کے بعد جو جھنڈا لگاتے ہیں یہ جائز ہے کہ اس سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تشریف آوری پر مسرت کا اظہار مقصود ہوتا ہے اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی

ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں ”کہ اگر کسی اور غرض سے جھنڈا بنایا جاتا ہو تو اس کا حال معلوم ہونا چاہئے اگر غرض محمودہ اور اس میں شہرت اور علامت کی حاجت ہو تو حرج نہیں۔“ اھ (فتاوی رضویہ نہم نصف اول ص ۱۸۸) واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) ماہ ربیع النور کی بارہ تاریخ کو جلوس نکالنا جائز ہے خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے "تعزروہ و توقروہ" اور یہ حکم مطلق ہے اور بارہ ربیع الاول کا جلوس اس مطلق کا ایک فرد ہے اور حدیث شریف میں ہے "ما راہ المومنون حسنا فھو عند اللہ حسن۔" اھ یعنی جس کو مومنین اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے اور جلوس بارہ ربیع الاول کو مومنین اچھا سمجھتے ہیں اور تعظیم و توقیر کا دارومدار عرف پر ہوتا ہے یعنی کوئی قول یا فعل ہو اگر کسی کے عرف میں وہ تعظیم کے لئے مانا جاتا ہے تو وہ قول یا فعل اس کے یہاں تعظیم ہی قرار دیا جائے گا اور وہی قول و فعل اگر کسی دوسرے ملک یا قوم میں توہین سمجھا جاتا ہے تو وہاں اس قول و فعل کو توہین ہی سمجھا جائے گا۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے "وَلَا تَقُلْ لَّهُمَا أُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا" یعنی ماں باپ کو اُف نہ کہنا نہ ان کو جھڑکنا اور ان سے تعظیم کی بات کہنا، حضرت امام قاضی ابوزید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا "لو ان قوما یعدون التافیف کرامۃ لا یحرم علیھم تافیف الابوین۔" اھ یعنی اگر کوئی قوم اف کہنے کو تعظیم سمجھتی ہے تو انہیں ماں باپ کو اُف کہنا حرام نہیں۔ (اصول الشاسی ص ۳۱)

یعنی آیت کریمہ میں اگرچہ ماں باپ کو اف کہنے سے روکا گیا ہے مگر تعظیم و توہین کا دارومدار عرف پر ہوتا ہے کہ اگر کسی کے عرف میں اف کہنے کو تعظیم شمار کیا جائے تو وہ تکریم ہی ہوگا لہذا یہ بات ثابت ہوگئی کہ تعظیم و توہین کا دارومدار عرف پر ہوتا ہے اور ہمارے عرف میں کسی کا یوم ولادت منانا اس کی تعظیم ہے لہذا ربیع الاول شریف کی بارہویں تاریخ کو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا جشن منانا اس تاریخ میں چھٹی کرنا گھروں کو آراستہ کرنا نعروں کے ساتھ جلوس نکالنا اور میلاد شریف کی محفلیں منعقد کرنا سب جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

كتبهٔ: محمد اجمل حسین امجدی
۲۷ ربیع الغوث ۲۴ھ

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

مزار سے متعلق چند سوالات

مسئلہ کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت ان مسائل میں

(۱) زید کسی بھی ولی کے چادر کے اوپر داہنے یا بائیں سرہانے اپنا سر اور دونوں ہاتھ رکھ کر آنکھ اور منہ سے دس منٹ یا پانچ منٹ بوسہ لیتا اور پانی اور تیل کو مزار شریف کی دیوار سے لگا کر دم کرتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ

سرکار(صاحب مزار) کا دم کیا ہوا ہے نیز لوگوں سے یہ بھی کہتا ہے کہ آج چلے جاؤ سرکار نے آپ کو دو یا تین ہفتہ کے بعد بلوایا ہے اس کے بارے میں حکم شرع سے آگاہ فرمائیں۔

(۲) زید مزار شریف پر نعت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، عارفانہ اشعار اور صلاۃ وسلام جھوم جھوم کر پڑھتا ہے اور ہاتھ پھیلا پھیلا کر پڑھتا ہے۔

(۳) زید نے مزار شریف کی دیوار پر خانہ کعبہ کی تصویر لگایا ہے اور اس میں دو چار انسانوں کی تصویریں بھی ہیں تو اس کا لگانا جائز ہے یا نہیں؟

(۴) زید لوگوں سے کہتا ہے کہ سرکار ہی کا کرم ہے کہ اب بنادیں یا بگاڑ دیں اور جو کچھ کرتے ہیں سرکار ہی کرتے ہیں اس طرح کہنا صحیح ہے یا نہیں؟

(۵) زید مزار شریف کے پاس ہاتھ اٹھا کر دعا کرتا ہے یا ہاتھ باندھے؟

(۶) مزار شریف پر گلاب کا پھول ڈالنا یا چادر پوشی کرنا کیسا ہے؟ اور اس کا اذن کہاں سے ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد الیاس القادری، مقام و پوسٹ گدراہی، رضانگر، منگا سیہول، بہار

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب (۱): بوسہ قبر میں علماء کا اختلاف ہے احوط یہ ہے کہ عوام کو اس سے روکا جائے۔ اعلیٰ حضرت مجدد اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں ''فی الواقع بوسہ قبر میں علماء کا اختلاف ہے اور تحقیق یہ ہے کہ وہ ایک امر ہے دو چیزوں داعی و مانع کے درمیان دائر۔ داعی محبت ہے اور مانع ادب تو جسے غلبہ محبت ہو اس سے مواخذہ نہیں کہ اکابر صحابہ کرام سے ثابت ہے اور عوام کے لئے منع ہی احوط ہے۔ ہمارے علماء تصریح فرماتے ہیں کہ مزار اکابر سے کم از کم چار ہاتھ کے فاصلے سے کھڑا ہو پھر تقبیل کی کیا سبیل'' اھ (فتاویٰ رضویہ جلد نہم نصف آخر ص ۸۵) نیز مفاتیح الجنان شرح شرعۃ الاسلام ص ۵۸۰ میں ہے "لا یمسح القبر ولا یقبله ولا یمسه فان ذلك من عادة النصارى. اھ

زید کا پانی اور تیل مزار شریف کی دیوار سے لگا کر دم کرنا اور یہ کہنا کہ سرکار (صاحب مزار) کا دم کیا ہوا ہے۔ نیز یہ کہنا کہ آج چلے جاؤ سرکار (صاحب مزار) نے ایک دو دن یا ہفتہ کے بعد بلوایا ہے یہ جھوٹ معلوم ہوتا ہے اور جھوٹ گناہ ہے۔ الا یہ کہ صاحب کشف ہو اور بطور کشف دم کرکے اور مرضی معلوم کرکے یہ بتائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) مزار شریف پر نعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم، عارفانہ اشعار اور صلاۃ وسلام پڑھنا جائز ہے کہ پڑھنے والے کو ثواب اور روح کو سرور ملتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) مزار شریف کی دیوار پر خانہ کعبہ کی تصویر لگانا جائز ہے اس میں حرج نہیں ہاں اگر اس میں جاندار کی تصویر ہو جس میں اس کا چہرہ موجود ہو اور اتنی بڑی ہو کہ اگر زمین پر رکھ کر کھڑے ہو کر دیکھیں تو اعضا کی تفصیل ظاہر ہو تو لگانا جائز نہیں۔ ایسا ہی فتاویٰ رضویہ جلد نہم نصف اول، ص ۱۸۶ میں ہے۔ نیز حدیث شریف میں ہے "لاتدخل الملائکۃ بیتا فیہ کلب ولا تصاویر۔ یعنی اس گھر میں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے جس میں کتے اور جانور کی تصویریں ہوں۔" اھ (ترمذی شریف جلد اول ص ۲۲۲)

لیکن خانہ کعبہ کی تصویر میں جو انسانوں کی چھوٹی چھوٹی تصویریں ہوتی ہیں ان کو اگر زمین پہ رکھ کر کھڑے ہو کر دیکھا جائے تو اعضا صاف ظاہر نہیں ہوتے اگر وہ تصویر ایسی ہی ہوں تو حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۴) اولیاء کرام بعطاء رب تبارک وتعالیٰ مالک نفع وضرر ہیں اور لوگوں کی حاجت روائی کرتے ہیں۔ جیسا کہ محدث عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب اشعۃ اللمعات باب زیارۃ القبور ج ۱ ص ۷۱۶ میں تحریر فرماتے ہیں:

"بتحقیق ثابت شدہ است بآیات واحادیث کہ روح باقی ست واورا علم وشعور زائراں واحوال ایشاں ثابت ست۔ وارواح کاملاں را قربے ومکانتے در جناب حق ثابت ست چنانکہ در حیات بود یا بیشتر ازاں۔ واولیاء را کرامات وتصرف در اکوان حاصل ست۔ وآں نیست مگر ارواح ایشاں را وارواح باقی ست۔ ومتصرف حقیقی نیست مگر خدائے عز شانہ وہمہ بقدرت اوست۔ یعنی آیات واحادیث سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ روح باقی ہے اور اسے زائرین اور ان کے حالات کا علم ہوتا ہے۔ اور یہ کہ ارواح کاملین کو جناب حق سبحانہ وتعالیٰ میں قرب ومرتبہ حاصل ہے جس طرح زندگی میں انہیں حاصل تھا بلکہ اس سے بڑھ کر۔ اور اولیاء کرام کی کرامات برحق ہیں اور انہیں کائنات میں تصرف کی طاقت وقوت حاصل ہے یہ سب کچھ ان کی ارواح کرتی ہیں اور وہ باقی ہیں اور متصرف حقیقی تو اللہ عز شانہ ہے۔ یہ سب کچھ حقیقتاً اسی کی قدرت کا کرشمہ ہے۔" اھ

نیز فتاویٰ رضویہ جلد یازدہم ص ۱۲۰ میں بحوالہ تفسیر عزیزی ہے "استغراق آنہا بجہت کمال وسعت و تدارک آنہا مانع توجہ بایں سمت نمی شود وارباب مطالب وحاجات خود را از آنہا می طلبند ومی یابند" یہ ہر وقت سنتے اور حاجت روائی فرماتے ہیں کہ باذنہ تعالیٰ اسم قاضی الحاجات کے مظہر ہیں۔" اھ

لہٰذا زید کا اولیاء کرام کے بارے میں تصرف کا عقیدہ رکھنا درست ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عطا سے یہ محبوب بندے جو چاہیں بنا دیں یا بگاڑ دیں۔

البتہ اس کا یہ کہنا کہ جو کچھ کرتے ہیں سرکار (صاحب مزار) ہی کرتے ہیں صحیح نہیں اس طرح کی بولی سے احتراز چاہئے۔ بلکہ یوں کہے جو کچھ اولیا کرام کرتے ہیں وہ اللہ کی عطا اور توفیق ہی سے کرتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۵) دعا کی سنت سے یہ ہے کہ جس وقت دعا کی جائے یعنی ایصال ثواب کیا جائے اس وقت ہاتھ

اٹھاتے باندھے نہ رکھے البتہ قرآن مجید کی تلاوت کے وقت ہاتھ باندھے رکھے۔

فتاویٰ رضویہ جلد چہارم ص ۲۱۷ میں ہے فاتحہ پڑھ کر جب ایصال ثواب کا وقت جس میں دعا کی جاتی ہے کہ الٰہی یہ ثواب فلاں کو پہنچا اس وقت ہاتھ اٹھانا چاہئے کہ دعا کی سنت ہے۔ جس وقت تک قرآن مجید کی تلاوت کر رہا ہے ہاتھ اٹھانے کی حاجت نہیں۔" اھ

نیز مفاتیح الجنان شرح شرعۃ الاسلام ص ۱۶۸ میں ہے "یرفع یدیه الی المنکبین بحیث یری بیاض ابطیه" اھ واللہ تعالیٰ اعلم

(۶) اولیاء کرام کے مزارات پر گلاب کا پھول ڈالنا جائز ہے کہ جب تک تر رہیں گے تسبیح پڑھیں گے۔ فتاویٰ عالمگیری جلد پنجم، ص ۳۵۱ میں ہے: وضع الورود والریاحین علی القبور حسن" اھ نیز رد المحتار کتاب الجنائز ج ۲، ص ۲۴۵ میں ہے "یکرہ قطع النبات الرطب والحشیش من المقبرۃ دون الیابس بانه مادام رطبا یسبح اللہ تعالیٰ فیؤنس المیت و تنزل بذکرہ الرحمۃ۔" اھ

یونہی اولیا کرام کے مزارات پر چادر ڈالنا بھی جائز ہے کہ اس سے مقصود عوام کی قبروں سے ممتاز کرنا ہے کہ لوگ وہاں حاضری دیں اور ان کے فیوض و برکات سے متمتع ہوں اور ایصال ثواب کا خاص اہتمام کریں اور نادانستگی کے سبب ان کی اہانت سے بچیں۔ لہٰذا جب یہ نیت ہو تو ضرور مستحسن اور کار ثواب ہے۔ شامی جلد ششم کتاب الحظر والاباحۃ ص ۳۶۳ میں ہے "اذا قصدبه التعظیم فی عیون العامة حتی لا یحتقروا صاحب القبر ولجلب الخشوع والادب للغافلین الزائرین فهو جائز لان الاعمال بالنیات و ان کان بدعة فهو کقولهم بعدطواف الوداع یرجع القهقری حتی یخرج من المسجد اجلالا للبیت حتی قال فی منهاج السالکین انه لیس فیه سنة مرویة ولا اثر محکی وقد فعله اصحابنا۔" اھ و هکذا فی الجزء الرابع من الفتاوی الرضویة ص ۱۸ وایضاً فی الفتاوی المصطفویه ص ۱۷۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

کتبہٗ: محمد شاہ عالم قادری جونفوری
۱۳ رجب المرجب ۲۳ ۱۴ھ

خون کا عطیہ دینا کیسا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں کہ علمائے کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

آج کل ہندوستان میں جو بلڈ بینک قائم ہے وہ تمام تر بجرنگ دل اور آر ایس ایس جیسے اسلام مخالف اشخاص کے قبضے میں ہے جو مسلمانوں کو دھوکہ دے کر یہ خون نیک کام میں خرچ ہوگا اور "رکت دان سرو شدہ

دان" کا نعرہ لگا کر خون حاصل کر لیتے ہیں پھر اس کے منافع مسلمانوں کی پامالی میں خرچ کرتے ہیں۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ خون کا عطیہ دینا جائز ہے یا ناجائز؟ اور اسلام کی مخالفت کرنے والی جماعت کی مدد کرنا کیسا ہے؟ بینوا و توجروا

المستفتی: ڈاکٹر ابوبکر احمد خان

فلیٹ نمبر ۹، تانیش پاروتی سوکیٹی واڈالا یا تھارڈی روڈ و نے نگر، ناسک ۶، پن کوڈ ۴۲۲۰۰۶

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب کسی بھی انسان کا اپنے خون کا عطیہ کرنا ناجائز و گناہ ہے کہ انسان اپنے جسم کے کسی جزء کا مالک نہیں اس لئے اپنے جسم کے کسی عضو کا عطیہ نہیں کر سکتا۔

قرآن مجید میں ہے اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ الدَّمَ (النحل ر ۱۵۵) البتہ اگر خون کی سخت کمی یا فساد کی وجہ سے ہلاک ہو جانے کا ظن غالب ہو تو ایسی صورت میں بقدر ضرورت صالح خون چڑھانا جائز ہے جبکہ خون چڑھانے پر جان بچ جانے کا غالب گمان ہو اور ایسے وقت میں خون دینا بھی جائز ہے۔

الاشباہ والنظائر میں ہے "الضرورات تبیح المحظورات" اھ (ص ۹۴) کسی بھی اسلام مخالف جماعت کی مدد کرنا حرام سخت حرام ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے "وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ" (المائدۃ: ۲) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

کتبہ: فیاض احمد برکاتی مصباحی
۲۵ ر جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ

غیر مسلم امیدوار نے شادی خانہ کے لئے روپیہ دیا اس کی تعمیر کے بعد روپیوں سے مسجد کے مکانوں کی تعمیر جائز ہے یا نہیں؟

مسئلہ حال ہی میں الیکشن کے دوران ایک غیر اسلامی سیاسی امیدوار نے مسجد کمیٹی کو شادی محل کی تعمیر کے لئے ایک کثیر رقم عنایت کیا ہے، وہ مسجد کے بینک کھاتے میں جمع ہے۔ کیا اس رقم سے شادی محل کی تعمیر کی جاسکتی ہے اور اس رقم سے مسجد کی ملکیت والے بوسیدہ مکانوں کی از سر نو تعمیر کی جاسکتی ہے؟

المستفتی: حافظ حبیب اللہ صدیقی اشرفی، بلہاری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب صورت مسئولہ میں غیر مسلم کے ذریعہ دی گئی رقم اگر حکومت کے فنڈ سے ہے تو اس سے شادی محل تعمیر ہو سکتا ہے اور اسی رقم سے مسجد کی ملکیت والے بوسیدہ مکانوں کی از سر نو تعمیر بھی ہو سکتی ہے۔ اعلیٰ

حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں ’’خزانہ والی کی ملک ذاتی نہیں ہوتا تو اس کے لینے میں حرج نہیں، جبکہ کسی مصلحت شرعیہ کے خلاف نہ ہو۔‘‘ (فتاویٰ رضویہ، ج ۶، ص ۴۶۰) یعنی وہ رقم عوام کی ہے جو ان کو مل رہی ہے، اس لئے اسے لے کر اپنی قومی، ملی، رفاہی کاموں میں خرچ کر سکتے ہیں۔ ہاں یہ لحاظ رکھنا چاہیے کہ جس مقصد کے لیے ملے اسی میں صرف کریں اور کچھ بچ جائے تو دوسرے مصرف میں بھی استعمال کر سکتے ہیں کہ یہ اپنا حق اپنے ہی کام میں لانا ہے اور بہتر یہ ہے کہ اسے بتا دیا جائے کہ کچھ بچ جانے پر کسی اور قومی، ملی مصرف میں صرف کر لیا جائے گا۔

اور اگر اس نے اپنے پاس سے دیا ہے اور یہ صراحت کر دی ہے کہ اس رقم سے شادی محل تعمیر کر دیا جائے اور جو بچے اسے دوسرے مصرف میں صرف کیا جا سکتا ہے تو بھی شادی محل اور مسجد کی ملکیت والے بوسیدہ مکانوں میں اس کا استعمال جائز ہے اور اگر اس نے صرف شادی محل کے لئے روپیہ دیا ہے، اب مسلمان یہ چاہتے ہیں کہ اسے مسجد کی ملکیت والے بوسیدہ مکانوں کی تعمیر میں بھی صرف کریں تو اس صورت میں اجازت درکار ہے۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے کہ ’’زر چندہ، چندہ دہندگان کی ملکیت رہتا ہے اور ان کی اجازت سے صرف ہوتا ہے۔‘‘ (ج ۶، ص ۳۰۷) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

کتبہ: محمد شمیم مصباحی
۴؍ ذی الحجہ ۱۴۳۰ھ

مجنونہ کی بچہ دانی نکال کر دوسری عورت کو دینا کیسا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

نسیمہ بانو بنت محمد قاسم دماغی اعتبار سے بہت ہی کمزور ہے۔ اب نسیمہ بانو حد بلوغت کو پہنچنے والی ہے۔ امید ہے کہ بہت ہی قریب وقتوں میں وہ حائضہ ہوگی۔ مگر عزیزہ نسیمہ بانو کے اندر اتنی عقلمندی اور فہم وفراست نہیں ہے کہ وہ طہارت وغیر طہارت کی تمیز کر سکے اور نہ ہی حالت حیض میں وہ از خود کرسف لے سکتی ہے۔ اگر عزیزہ حائضہ ہوئی تو اس کے سارے کام نسیمہ بانو کی والدہ ماجدہ کو انجام دینا ہوگا اور نہ ہی عزیزہ کی شادی ہو سکتی ہے کیونکہ وہ دماغ سے ماؤف ہے، اسے اتنی تمیز ہی نہیں ہے کہ مجھے اس صورت میں کیا کرنا ہے اور کیا نہیں کرنا ہے کیونکہ یہ ساری باتیں وہ سمجھنے کی اپنے اندر صلاحیت نہیں رکھتی ہے تو کیا مندرجہ بالا صورتوں میں اگر بچہ دانی نکال دیا جائے اور بچہ دانی نکال کر کسی خواہشمند عوت کے اندر سیٹ کر دیا جائے تو کیا ایسا کرنا از روئے شریعت جائز ہے یا نہیں؟ اگر نسیمہ بانو کی بچہ دانی نکال لیتے ہیں تو وہ ہمیشہ اس قسم کی آلائش وناپاکی سے

دور رہے گی تو کیا بچہ دانی نکال کر کسی دوسری عورت میں سیٹ کر سکتے ہیں یا نہیں۔

المستفتی: محمد قاسم بن ابوبکر بیلاڑی والا
مقام و پوسٹ ویس نگر، ضلع مہسانہ، اتر گجرات، ۳۸۴۳۱۵

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب مذکورہ لڑکی دائمی جنون طاری ہونے کی وجہ سے شریعت کے خطابات کی مکلف ہی نہیں، لہٰذا اس پر طہارت وغیرہ کے احکام جاری نہیں ہوں گے۔ حدیث شریف میں ہے "رفع القلم عن ثلاثۃ: عن المجنون المغلوب علی عقلہ حتی یبرأ و عن النائم حتی یستیقظ وعن الصبی حتی یحتلم" اھ (کنز العمال، ج ۴، ص ۲۳۳)

اور پیشاب پاخانہ جس کی حاجت انسان کو ایک دن میں کئی بار پیش آتی ہے جو دائمی ہے اس کے برخلاف حیض دائمی نہیں ہے، حیض کا خون ایک ماہ میں چند دن آتا ہے بلکہ بعض عورتوں کو دو، تین یا چھ ماہ پر آتا ہے تو جس طرح عزیزہ کو اس کی ماں وغیرہ کے ذریعہ پیشاب پاخانہ سے طہارت دلائی جاتی ہے، یوں ہی اس کی والدہ یا کوئی عورت حیض کے ایام میں اس کی دیکھ بھال کرے اور غسل دلائے۔ محض اس عذر کے باعث شرعاً اس کی بچہ دانی نکالنے کی اجازت نہیں کہ بلا وجہ شرعی بچہ دانی نکالنا حرام و گناہ ہے اور نہ ہی کسی عورت کے اندر سیٹ کرنا جائز ہے کیونکہ بدن انسان اللہ تعالیٰ کی امانت ہے اور امانت میں خیانت ناجائز ہے۔ علاوہ ازیں انسانی اعضا کی بے حرمتی اور خلق اللہ میں تغیر و تبدیلی ہے جو نص قرآنی کے خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا" (سورۂ بنی اسرائیل آیت ۷۰) ترجمہ: اور بیشک ہم نے اولاد آدم کو عزت دی اور ان کو خشکی اور تری میں سوار کیا اور ستھری چیزیں روزی دیں اور ان کو اپنی بہت مخلوق سے افضل کیا (کنز الایمان) نیز دوسری جگہ ہے "ولأمرنهم فليغيرن خلق الله" (سورۂ نساء آیت ۱۱۹) اور ضرور انہیں کہوں گا کہ وہ اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزیں بدل دیں گے۔ (کنز الایمان) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی
کتبہ: زبیر احمد قادری

بزرگان دین کے نام کا چراغ جلانا کیسا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت درج ذیل مسئلہ میں کہ

حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام یا دیگر بزرگان دین کے نام کا چراغ اپنے گھروں میں جلانا کیسا ہے؟ بعض لوگ تو سالہا سال روزانہ بلا ناغہ اپنے گھروں میں جلاتے ہیں اس مسئلہ کو وضاحت کے ساتھ بیان کریں کہ کس صورت میں اور کہاں چراغ جلانا درست ہے؟ بینوا و توجروا

المستفتی: بلال احمد، تاجیہ آباد، ناگپور، مہاراشٹر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اولیاء اللہ کے نام پر گھروں میں چراغ جلانے سے مقصود اگر یہ ہو کہ اہل خانہ کو یا راہ چلنے والوں کو روشنی ملے اور اندھیرے کی وحشت و تکلیف سے محفوظ رہیں اور اس کا ثواب اولیاء اللہ کو ملے تو جائز و درست ہے بلکہ نیت مستحسن ہونے کی وجہ سے مستحسن بھی ہے اور اگر ان میں سے کوئی بات بھی نہیں، کوئی حاجت نہیں تو چراغ جلانا فضول خرچی اور اسراف ہے جو ممنوع ہے قرآن مجید میں ہے "وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ" (سورہ اعراف آیت ۳۱)

فتاوی رضویہ میں ہے:

"یہ وجہ (اسراف و اتلاف مال) صرف قبور عوام میں پائی جاتی ہے جبکہ وہاں نہ مسجد نہ قبر سر راہ نہ کوئی تلاوت وغیرہ میں مشغول بخلاف مزار کرام کہ وہاں قبر یعنی خشت وگل کی تعظیم نہیں بلکہ ان کی روح کریم کی تعظیم ہے۔ جیسا کہ امام نابلسی نے فرمایا کہ "تعظیما لروحه المشرفة" الخ تلخیصاً

(باب الجنازہ ج ۴، ص ۱۵۸) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

کتبہ: محمد آصف ملک العلیمی
۲۵ / جمادی الاولیٰ ۱۴۳۱ھ

ہزاروں لوگوں کے سامنے گناہ کیا اور ۱۰۰ لوگوں کے سامنے توبہ کیا تو کافی ہے یا نہیں؟

مسئلہ ایک ڈاکٹر زید نے اپنی بیٹی کی شادی میں ویڈیو فلم بنائی کھڑے ہو کر عورت مرد مخلوط کافر مسلمان سب کھانا کھائے دولہا دلہن کو اسٹیج پر بٹھا کر فلم سازی کی گئی، فلمی دھن کے کیسٹ بجے، اس شادی کی بزم میں ایک ہزار کے قریب لوگ شریک ہوئے۔ علمائے کرام نے زید کو بلا کر سمجھایا تو زید نے مان لیا ۱۵ شعبان کو مسجد میں میلاد کے دوران زید کا توبہ نامہ پڑھا گیا۔ زید نے توبہ کیا کلمہ پڑھا ایک عالم کا کہنا ہے کہ یہ کافی نہیں ہے۔ علانیہ گناہ کی توبہ علانیہ ہونا چاہئے مجمع میں یہ توبہ نامہ پڑھا جانا چاہئے ہزار کے مقابل مگر تعداد بہت کم ہے اور بڑے

۱۰۰ یا ۱۵۰ کم ہیں جواب عنایت کرکے مشکور کریں۔ المستفتی: ہارون عثمانی، گول بازار، عثمانیہ دھمتری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب سو یا ڈیڑھ سو کے مجمع میں توبہ کرنا بھی علانیہ توبہ میں شامل ہے اس لئے جب زید نے مسجد میں سو یا اس سے زیادہ نمازیوں کے سامنے توبہ کرلی تو اس کی توبہ ہوگئی۔ اور علانیہ توبہ کے لئے لوگوں کی کوئی معین تعداد شرع نے مقرر نہیں فرمائی بلکہ حکم یہ ہے کہ جن لوگوں کے سامنے گناہ کیا ہے پھر جن لوگوں کے علم میں وہ بات آئی ان کے سامنے توبہ کرلے اور ظاہر ہے کہ اس کے یہاں شادی میں جتنے لوگ آئے تھے پھر بعد میں جتنے لوگوں کو اس گناہ کا علم ہوا ان سب کو اکٹھا کرکے ان کے سامنے توبہ کرنا حرج شدید سے خالی نہیں۔ یہ تو بہت ہی مشکل امر ہے اس لئے اسے سو، ڈیڑھ سو لوگوں کے سامنے توبہ کرلینا بھی کافی ہے۔ فتاوی رضویہ میں ہے جن جن لوگوں کے سامنے گناہ کیا ہے ان سب کے مواجہ میں توبہ کرے مگر یہ کثرت مجمع کی حالت میں مطلقاً اور بعض صورت میں ویسے بھی حرج سے خالی نہیں اور حرج مدفوع بالنص ہے۔ تاہم اس قدر ضرور چاہئے کہ مجمع توبہ، مجمع گناہ کے مشابہ ہو۔" (ج۹، ص۲۵۵) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

کتبہٗ: محمد حسن خان رضوی
۱۹ / جمادی الاولیٰ ۱۴۳۰ھ

کنڈوم ونرودھ کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ کنڈوم، نرودھ کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟ المستفتی: حافظ محمد اکرام الحسن، اہرولی مصر، سیورہی، کشی نگر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اگر نرودھ کے استعمال کی حاجت ہو مثلاً عورت کی صحت وغیرہ کا لحاظ مقصود ہو تو کنڈوم، نرودھ کا استعمال جائز ہے کیونکہ اس سے صرف منی کو عورت کے رحم میں جانے سے روکنا مقصود ہوتا ہے۔ اس میں نہ تو اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی چیز کو بگاڑنا ہے نہ کسی دوسرے محظور شرعی کا ارتکاب ہے اور نہ اس سے عورت کی صحت پر ہی کوئی مضر اثر پڑتا ہے لہٰذا اس کا استعمال جائز ہے۔ ردالمحتار "کتاب النکاح مطلب فی حکم اسقاط الحمل" میں ہے۔ "یجوز لها سد فم رحمها كما تفعله النساء" اھ (ج۴، ص۱۷۶) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

کتبہٗ: غلام احمد رضا قادری
یکم شعبان المعظم ۱۴۲۸ھ

عذر و بیماری کی وجہ سے نسبندی کرا سکتے ہیں یا نہیں؟

نسبندی شدہ عورت سے نکاح کر سکتے ہیں یا نہیں؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ان مسائل میں کہ

(۱) آج کے دور میں عورتوں کی نس بندی کے بارے میں عرض یہ ہے کہ آج کل دور حاضر میں مسلم عورتیں ہم دو ہمارے دو والی پالیسی پر بھروسہ کر رہی ہیں اور آج کل تو سرکاری اسپتالوں میں اس کا مفت انتظام ہے۔ میں خود بھی ایک معالج ہوں لہٰذا میری روزمرہ کی پریکٹس میں ان عورتوں سے سابقہ ہوتا ہے جو کہ دو یا تین بچے رکھ کر نس بندی کروا دیتی ہیں کچھ تو غرض کچھ بے غرض۔

غرض کی صورت یہ ہے کہ جیسے بچہ دانی چھوٹی ہے اور دو بچے آپریشن کے ذریعہ نکالے گئے اور تیسرے بچے میں چونکہ بچہ دانی پر اس سے قبل دو بار نشتر دے کر بچہ نکالا گیا ہے اس صورت حال میں بچہ دانی کمزور ہوگئی ہے اور چوتھے بچے میں پریشانی ماں اور بچے دونوں کو خطرہ ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ بچے دانی کا سرطان جو کہ عورتوں میں عام ہے اس صورت میں۔

تیسری صورت یہ ہے کہ بچے دانی میں رسولی، گانٹھ ہونے کی صورت میں جبکہ بچہ دانی بچائی جا سکتی ہے مگر پھر بھی نس بندی کا آپریشن کر دیا جاتا ہے۔ اور ایک صورت یہ بھی ہے کہ زوجین میں ایک کا بلڈ گروپ مثبت اور دوسرے کا منفی اس صورت میں جبکہ بہت زیادہ یا بار بار اسقاط حمل ہو جاتا ہے یا بچہ پیدا ہوتے وقت ماں یا بچہ یا پھر دونوں کو بھی خطرہ ہے ویسے آج کل سائنس کی ترقی نے اس کو ختم کر دیا ہے اب بہت سارے انجکشن بازار میں موجود ہیں۔

ایک صورت یہ ہے کہ مسلسل دو یا دو سے زائد بچے پیدائشی نقص لے کر پیدا ہوتے ہیں۔ خواہ نقص مرد میں ہو یا عورت میں اس صورت میں۔ آخری صورت یہ ہے کہ بہت ساری عورتوں کو فشار دم قوی High blood) pressure) یا پھر کوئی غدودی بیماری لاحق ہو جاتی ہے جس میں عورت یا بچے کو خطرہ ہو جاتا ہے۔ کچھ بیماریاں ایسی ہیں کہ جن میں اگر عورت کو بچہ پیدا ہوتا ہے ویسے تو وہ نارمل ہے مگر بچہ اس نارمل سے ہٹ کر ہوتا ہے جیسے مثال کے طور پر لیکیمیہ (Leukemia) مرض میں یہ مرض عورتوں پر غالب نہ آ کر مرد یا بچے پر غالب آتا ہے اس صورت میں ہر ۱۰ دن یا ۳۰ دن یا دو ماہ کے بعد اس بچے کو باہر سے خون دینا پڑتا ہے اس صورت میں بھی نس بندی کرنا یا کروانا کس صورت میں جائز ہے۔ ایک صورت اور بھی ہے عموماً عورتوں کی بچہ پیدا کرنے کی عمر ۴۰، ۴۵ سال اوسطاً پکڑی جاتی ہے اس سے تجاوز بھی کر سکتی ہے اس عمر تک پہنچتے پہنچتے عورتوں کی ماہواری

بند ہوجاتی ہے۔ اس حالت میں جبکہ بچہ پیدا نہیں ہوسکتا اور عورتوں میں سفید پانی کی کثرت جو کہ دواؤں سے کنٹرول میں نہ آتی ہو تو ایسی صورت میں بچہ دانی باہر نکال دی جاتی ہے۔

دوسری قسم جیسے غرض کے بغیر نس بندی کروانے والی عورتیں وہ جن کے شوہر فوت ہوجاتے ہیں اور کثرت اولاد ہونے کی صورت میں یا پھر سسرال یا میاں کے دباؤ کے چلتے، بچوں سے نفرت کی وجہ سے، کثرت سے لڑکیوں کی پیدائش کی وجہ سے، معاشی حالت کی بدحالی کی وجہ سے۔

(۲) اگر عورت نس بندی کرتی ہے اور اس کا شوہر اس کو طلاق دے جیسا کہ وہ عورت اس قابل نہیں کہ بچہ پیدا کر سکے مگر صرف اس سے جنسی آسودگی حاصل کی جاسکتی ہے اس صورت میں کیا ایسی عورتوں سے نکاح کیا جاسکتا ہے؟

(۳) میں نے یہ سنا ہے کہ جو عورت نس بندی کرادیتی ہے اس کی نماز جنازہ نہ پڑھی جائے یہ بات کہاں تک صحیح ہے۔ تفصیلا جواب عنایت فرمائیں۔ ان عورتوں کے لئے جن میں نس بندی ضروری یا کسی عارضے کے تحت ہو اور دوسری ان عورتوں کے لئے جن میں غیر ضروری یا بغیر عارضے کے ہو۔

المستفتی: ڈاکٹر ابوبکر خان برکاتی قادری

فلیٹ نمبر ۹، گنیش پاروتی سوسائٹی، وِنے نگر، واڈل یا تھرڈی اوڈ ناسک۔ ۶، پن نمبر ۴۲۲۰۰۶

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب (۱): پیدائش کو روکنے کے لئے نس بندی کرنا کرانا خواہ مرد کی ہو یا عورت کی ہرگز جائز نہیں بلکہ حرام و گناہ ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی چیز کو بگاڑنا ہے جس کی حرمت نص قطعی سے ثابت ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے "ولامرنھم فلیغیرن خلق اللہ" یعنی شیطان بولا میں ان کو بہکا دوں گا تو وہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی چیزوں کو بدلیں گے۔" (النساء ۱۱۹)

اسی آیت کریمہ کے تحت تفسیر صاوی میں ہے

"و من ذلک تغییر الجسم" یعنی اسی سے جسم کی تبدیلی ہے۔ (ج۱، ص ۲۲۳) اور تفسیر کبیر میں ہے "ان معنی تغییر خلق اللہ ھٰھنا ھو الاخصاء" اھ (ج ۴، ص ۲۲۳) اور حدیث شریف میں ہے "فقلنا الا نستخصی فنھانا عن ذلک" یعنی ہم نے رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ کیا ہم خصی ہونے کی خواہش ظاہر نہ کریں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو اس سے منع فرمایا۔" (بخاری شریف، ج ۲، ص ۷۵۹)

فتح الباری میں ہے "ھو نھی تحریم بلاخوف فی بنی آدم لما تقدم وفیہ ایضا من المفاسد تعذیب النفس والتشویہ مع ادخال الضرر الذی قد یفضی الی الھلاک و فیہ

ابطال معنى الرجولية وتغيير خلق الله و كفر النعمة لان خلق الشخص رجلا من النعم العظيمة فاذا ازال ذلك فقد تشبه بالمراة واختار النقص على الكمال۔" اھ (ج ۹، ص ۱۴۷)

اور فتاویٰ ہندیہ میں ہے "اخصاء بنی آدم حرام بالاتفاق" اھ (ج ۵، ص ۳۵۷)

اور جب نس بندی کرنا یا کرانا جائز نہیں تو بچہ دانی چھوٹی اور کمزور ہونے، اس میں گانٹھ پڑنے، حمل ساقط کرانے، بچوں کے اندر نقص ہونے، غدودی بیماری لاحق ہونے وغیرہ کے احتمال کی صورت میں بھی جائز نہ ہوگا۔

ہاں اگر واقعی عورت یا بچے کی جان کو خطرہ یا مہلک مرض میں مبتلا ہونے کا گمان غالب ہو تو اس کی وجہ سے عورت کو منع حمل کی جائز تدابیر مثلاً کاپرٹی کی اجازت دی جاسکتی ہے۔ الاشباہ النظائر میں ہے "الضرورات تبیح المحظورات" اھ (ج ۱، ص ۹۴) تفصیل و تحقیق کے لئے مقالہ "ضبط تولید" شائع شدہ ماہنامہ اشرفیہ کا مطالعہ کریں۔

رہا کثرت اولاد، معاشی حالت کی ابتری کے باعث نس بندی کرانا تو وہ حرام و گناہ ہے جیسا کہ مذکور ہوا۔ اور یہ خام خیالی کہ معاشی حالت کی ابتری کثرت اولاد میں دخیل ہے یعنی ان کے کھانے پینے کا انتظام کرنا دشوار ہے بالکل نامسموع ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "نحن نرزقکم وایاھم" (سورۃ الانعام آیت ۱۵۱)

نیز نس بندی کرانا، امت مسلمہ کی کثرت کو روکنا ہے۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی کثرت کو پسند فرمایا۔ حدیث شریف میں ہے "تزوجوا الودود الولود فانی مکاثر بکم الامم۔" اھ (مشکوۃ شریف، ص ۲۶۷) واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) ایسی نس بندی شدہ عورت جس سے افزائش نسل کی کوئی امید نہ ہو صرف تسکین خاطر کا سامان ہو اور شہوت نفسانی کو توڑنے والی ہو اس سے شادی کرنا جائز ہے۔ کیونکہ اگرچہ بظاہر اس سے کسی اولاد کی پیدائش کی سبیل نظر نہیں آتی مگر اس سے دوسرے مقاصد نکاح مثلاً حفظ فرج، غض بصر وغیرہ کا حصول ہوتا ہے۔ حدیث پاک میں ہے "قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يا معشر الشباب من استطاع منكم الباءة فليتزوج فانه اغض للبصر واحصن للفرج" اھ (مشکوۃ شریف، ص ۲۶۷)

نیز یہ بھی کوئی بعید نہیں کہ نس بندی کے باوجود خدائے قادر و قیوم کی قدرت سے اس عورت سے اولاد بھی پیدا ہو کیونکہ عورت کو بانجھ کرنا، نہ کرنا اللہ عزوجل کے اختیار میں ہے۔ بشر کی طاقت نہیں کہ جسے چاہے بانجھ کردے۔

فتاویٰ رضویہ میں ہے "بانجھ کرنا نہ کرنا اللہ عزوجل کے اختیار ہے بشر کی طاقت نہیں۔ "یجعل من یشاء عقیما" اھ (ج ۹، ص ۲۹۸ نصف آخر) واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) جس عورت کی نس بندی ہو چکی ہو اور وہ مرجائے تو اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: غلام احمد رضا
۱۲ / جمادی الآخر ۱۴۲۹ھ

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

محرم میں رُلانے والی تقریر کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ محرم کی دسویں تاریخ کو رلانے کی تقریر کے بارے میں کیا حکم ہے؟

المستفتی: فاروق احمد تجوری والے، اندور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب ایسی تقریر جس سے مقصود سامعین کو رلانا ہو یعنی تجدید حزن وغم ہو شرعاً ناجائز ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فتاویٰ رضویہ جلد نہم نصف اول، ص ۶۲ پر تحریر فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ وعلی آلہ کا ماہ ولادت وماہ وفات وہی ماہ مبارک ربیع الاول شریف ہے پھر بھی علمائے امت وحامیان سنت نے اسے ماتم وفات نہ ٹھہرایا۔ شرع مطہر نے غم میں صبر وتسلیم اور غم موجود کو حتی المقدور دل سے دور کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ لہٰذا تقریر کے دوران خود رونا سامعین کو رلانا اور اسے باعث قربت اور ثواب ٹھہرانا یہ سب بدعات شنیعۂ روافض ہیں جن سے سنی کو احتراز لازم ہے اور اگر اس میں کوئی خوبی ہوتی تو حضور پرنور سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات اقدس پر غم پروری سب سے زیادہ اہم اور ضروری ہوتی پھر اسی میں ہے:

"ایاہ ثم ایاہ ان یشغلہ ای یوم عاشورہ ببدع الرافضۃ ونحوھم من الندب والنیاحۃ والحزن اذلیس ذلک من اخلاق المومنین والالکان یوم وفاتہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اولی بذلک" اھ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہٗ: محمد اجمل حسین بلرام پوری
۱۷ر محرم الحرام ۱۴۲۳ھ

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

مزارات وغیرہ کے طغروں پر ہار پھول چڑھانا اگربتی سلگانا اور اولیاء اللہ کا گھروں میں چراغ جلانا کیسا ہے؟

مسئلہ کعبہ شریف اور گنبد خضرا ومزارات اولیا کے طغروں (تصاویر) پر ہار چڑھانا اور روزانہ اگربتی سلگانا اور اولیاء اللہ کے نام پر گھروں میں چراغ جلانا کیسا ہے؟ بینوا توجروا!

المستفتی: مولانا عبد الحلیم، جنرل سکریٹری نوری اکیڈمی اندور (ایم پی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب کعبہ شریف، گنبد خضری اور مزارات اولیا کے طغروں پر ہار چڑھانا اوران کے قریب اگربتی سلگانا مقامات مقدسہ کی تعظیم وتوقیر کے لئے ہے تو جائز و درست ہے کیونکہ علمائے دین نے ان نقوش کا اعزاز واحترام وہی رکھا ہے جو اصل کا ہے ورنہ فضول کام اور تضییع مال ہے۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے" علامہ تاج فاکہانی فجر منیر میں فرماتے ہیں "من فوائد ذلك ان من لم یمکنه زیارة روضة فلیبرز مثالها و لیلثمه مشتاقا لانه ناب مناب الاصل کما قد ناب مثال نعله الشریفة مناب عینها فی المنافع والخواص شهادة التجربة الصحیحة ولذا جعلوا له من الاکرام والاحترام مایجعلون للمنوب عنه" الخ۔ نقشہ روضہ مبارک کے لکھنے میں ایک فائدہ یہ ہے کہ جسے اصل روضۂ اقدس کی زیارت نہ ملی وہ اس کی زیارت کرے اور شوق دل کے ساتھ اسے بوسہ دے کہ یہ مثال اسی اصل کے قائم مقام ہے جس پر صحیح تجربہ شاہد عدل ہے ولہٰذا علمائے دین نے نقشے کا اعزاز واعظام وہی رکھا جو اصل کا رکھتے ہیں۔ (ص ١٥٠، ج ٩، نصف اوّل رسالہ شفاء الوالہ)

اور اولیاء اللہ کے نام پر گھروں میں چراغ جلانا اگر اس سے مقصود یہ ہو کہ اہل خانہ کو یا راہ چلنے والوں کو روشنی ملے اور اندھیرے کی وحشت وتکلیف سے محفوظ رہیں اور اس کا ثواب اولیاء اللہ کو ملے تو جائز و درست ہے بلکہ نیت مستحسن ہونے کی وجہ سے مستحسن بھی ہے اور اگر ایسا کچھ مقصود نہ ہو لیکن وہاں چراغ کی حاجت ہے تو بھی درست ہے۔ اور اگر وہاں کوئی حاجت نہیں تو یہ ایک طرح سے فضول خرچی ہے جو ممنوع ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — **کتبہٗ:** غلام نبی نظامی علیمی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ٢٦ ربیع الغوث ١٤٢٦ھ

یا نبی سلام علیک کی رِنگ ٹون موبائل میں سیٹ کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ موبائل فون کی گھنٹی کی جگہ "یا نبی سلام علیک" کی بیل استعمال کرنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: قاری محمد رئیس، استاذ دار العلوم اہلسنت ناسک

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب موبائل فون میں "یا نبی سلام علیک" کی بیل کا استعمال جائز و درست ہے، کہ یہ ایک غرض صحیح یعنی اطلاع دینے کے لئے ہے اور گھنٹی یا سیٹی بجانا جبکہ اس سے خبردار کرنا مقصود ہو تو جائز ہے جیسے کہ حمام میں بگل بجانا لوگوں کو بیدار کرنے اور حمام کے کھلنے کی اطلاع کے لئے ہوتا ہے۔ یوں ہی رمضان شریف میں سحری کے

وقت نقارہ بجانا بھی اسی غرض صحیح کے لئے ہوتا ہے۔ یہ سب صورتیں جائز ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ یہ بذات خود حرام نہیں بلکہ ان کی حلت وحرمت استعمال کرنے والے کی نیت پر موقوف ہے۔ اگر اس کی نیت لہو ولعب کی ہے تو یہ بلاشبہ ناجائز وحرام ہے اور اگر مقصود اس سے لہو ولعب نہیں بلکہ کوئی دوسری غرض صحیح ہے تو ان کا استعمال جائز ودرست ہے۔

جیسا کہ درمختار " کتاب الحظر والاباحة" میں ہے "و من ذلك (اى من الملاهى) ضرب النوبة للتفاخر، فلوللتنبيه فلابأس به كما اذا ضرب فى ثلاثة اوقات لتذكير ثلاث نفخات الصور۔" اھ

ردالمحتار میں ہے "اقول: وهذا يفيدان الة اللهو ليست محرمة لعينها بل لقصد اللهو منها اما من سامعها او من المشتغل بها وبه تشعر الاضافة، الاترى ان ضرب تلك الالة بعينها حل تارة وحرم اخرى باختلاف النية بسماعها الامور بمقاصدها۔"

پھر اسی میں چند سطر بعد ہے "وينبغى ان يكون بوق الحمام يجوز كضرب النوبة وعن الحسن لابأس بالدف فى العرس ليشتهر" اھ اقول: وينبغى ان يكون طبل المسحر فى رمضان لايقاظ النائمين للسحور كبوق الحمام تأمل" اھ (ص ۳۵۰، ج۶)

پھر فقہ کی انہیں تصریحات کی روشنی میں حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں" کارخانوں میں کام شروع ہونے کے وقت اور ختم کے وقت سیٹی بجا کرتی ہے یہ جائز ہے کہ لہو مقصود نہیں بلکہ اطلاع دینے کے لئے یہ سیٹی بجائی جاتی ہے۔ اسی طرح ریل گاڑی کی سیٹی سے بھی مقصود یہی ہوتا ہے کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ گاڑی چھوٹ رہی ہے۔ یا اس قسم کے دوسرے صحیح مقصد کے لئے سیٹی دی جاتی ہے یہ بھی جائز ہے۔" اھ
(بہار شریعت، ص ۱۳۰، ح۱۶)

حاصل کلام یہ کہ اگر اس سے لہو مقصود ہو تو ناجائز اور اگر لہو مقصود نہیں تو جائز ہے اور مسئلہ دائرہ میں موبائل فون کی گھنٹی سے بھی اطلاع ہی مقصود ہوتی ہے لہو نہیں۔ لہٰذا موبائل فون کی گھنٹی کا استعمال بھی جائز ہے اور جب اس گھنٹی کا سننا اور موبائل میں سیٹ کرنا جائز ہے تو" یا نبی سلام علیک" یا" مدنی مدینے والے" یا" السلام علیکم" یا اس طرح کے اچھے کلمات پر مشتمل نغمہ کی آواز سیٹ کرنا اور اسے سننا بھی جائز ہے کہ یہ نعت شریف وغیرہ کے کلمات منہ بند کر کے گنگنانے کی طرح ہے۔ ساتھ ہی اس سے اعلام بھی مقصود ہے۔ لہٰذا یہ مباح ہے اور اس میں شرعاً کوئی حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

کتبہ: فیض محمد قادری مصباحی
۲ر جمادی الاولیٰ ۱۴۲۶ھ

کیا شہدا وغیرہ کسی پر سوار ہوتے ہیں؟

کوئی کہے فلاں جگہ شہید رہتے ہیں مزار بناؤ تو کیا حکم ہے؟

مسئلہ زید کہتا ہے کہ میرے اوپر شہیدوں اور جناتوں کی سواری آتی ہے اور اس کے ساتھیوں کا کہنا ہے کہ جب زید پر جناتوں کی سواری ہوتی ہے تو زید کہتا ہے کہ فلاں زمین پر مزار پاک بناؤ وہاں شہید بابا رہتے ہیں اور اگر نہیں بناؤ گے تو ہم سب کو تہس نہس کر دیں گے۔ تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا شہداء یا پیر و مرشد کسی کے سر آتے ہیں۔ زید کے کہنے سے وہاں مزار پاک بنا دیا جائے؟ بینوا وتوجروا

المستفتی: ابو ایمن محمد، شمشاد خاں، بستی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب زید کا یہ کہنا سراسر غلط ہے کہ "میرے اوپر شہیدوں کی سواری آتی ہے، ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ البتہ شیطان اور اس کے چیلوں کا تسلط اس پر ضرور ہے ورنہ وہ ایسی بکواس نہ کرتا، شہدا اور اولیاء اللہ تو خدائے تعالیٰ کے محبوب بندے ہیں ان کا یہ کام ہرگز نہیں کہ وہ کسی پر سوار ہو کر اسے مخبوط الحواس کریں اور اس کی زبان سے شریعت کے خلاف احکام صادر کریں اور خلاف ورزی کرنے پر تباہی مچائیں۔ زید کا یہ کہنا غلط اور جھوٹ ہے کہ "فلاں جگہ شہید بابا رہتے ہیں اس جگہ ان کا مزار بناؤ ورنہ تہس نہس کر دوں گا۔" وہ کچھ نہیں کر سکتا۔ موثر حقیقت میں اللہ تعالیٰ ہے انسان کو اسی کی ذات پر بھروسہ کرنا چاہئے۔

لہٰذا مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس مکار فریبی سے دور رہیں اس کے کہنے پر ہرگز فرضی مزار نہ بنائیں ورنہ اسے صحیح مزار سمجھ کر لوگ زیارت کریں گے اور مستحق لعنت ہوں گے اور سارے لوگوں کا گناہ فرضی مزار بنانے والوں کے سر ہوگا۔ حدیث شریف میں ہے "لعن اللہ من زار قبرا بلا مقبور" یعنی قبر بلا مقبور کی زیارت کرنے والے پر اللہ کی لعنت ہے" اھ (فتاویٰ فیض الرسول، ج ۲، ص ۵۴۳ بحوالہ فتاویٰ عزیزیہ ج ۱، ص ۱۴۴)

اور اعلیٰ حضرت مجدد اعظم امام احمد رضا رضی اللہ عنہ تحریر فرماتے ہیں کہ "قبر بلا مقبور کی زیارت کی طرف بلانا اور اس کے لئے وہ افعال کرانا گناہ ہے (فتاویٰ رضویہ، ج ۴، ص ۱۱۵)

زید پر لازم ہے کہ وہ اسطرح کی بکواس سے باز آئے۔ اگر وہ ایسا نہ کرے تو تمام مسلمان اس کا سماجی بائیکاٹ کریں۔ خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے "وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ" (پ ۱۲، سورۂ ہود آیت ۱۱۳) واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد حبیب اللہ مصباحی
۲۱ / شوال المکرم ۲۲ھ

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

عورتوں کو بے پردہ سامنے بیٹھانا ہاتھ چوما نا کیسا ہے؟ علما کا فرقۂ باطلہ کی مجلس میں شریک ہونا، بازاروں میں بیٹھ کر ہنسی مذاق کرنا، جین دھرم کے جلوس میں شریک ہونا کیسا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ

(۱) ایک شہر میں ایک قاضی ہیں جو عالم بھی ہیں تعویذات بھی بناتے ہیں اور بیان وغیرہ بھی بہت اچھا کر لیتے ہیں اور عورتوں کو بے پردہ اپنے سامنے بٹھا کر تعویذ بناتے ہیں اور عورتیں ان کا ہاتھ چومتی ہیں اور ظاہر مجمع میں بھی عورتیں ہاتھ چومتی ہیں۔ شہر کے دیگر علمائے کرام ان کے رعب و دبدبہ کی وجہ سے کچھ بول نہیں پاتے اور وہ بھی ایسی محفلوں میں شرکت کرتے ہیں؟

(۲) سنی عالم کو باطل فرقوں کی محفل میں حاضری دینا کیسا ہے؟

(۳) اور بازاروں میں بیٹھ کر عام لوگوں سے ہنسی مذاق کرنا کیسا ہے؟ جو ایسے کام کرے وہ فاسق ہے کہ نہیں؟ اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟ ایسے کو پیر بنانا کیسا ہے؟

(۴) جین دھرم والوں کا مذہبی جلوس نکلا تو شہر کے ہر محلہ والے مسلمانوں نے ان کے دھرم گرو کا پھول ہار پہنا کر سواگت کیا تو ایسا کرنے والوں پر از روئے شرع کیا حکم ہے؟ صاف صاف جواب صرف اسلام کی حفاظت کی نیت سے جلد عنایت فرمائیں۔ المستفتی: محمود بھائی، مدینہ ہوٹل، دھولکا، گجرات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب (۱): عورتوں کو بے پردہ غیر محرم کے سامنے جانا حرام ہے خواہ وہ عالم ہو یا غیر عالم۔ حدیث شریف میں ہے "المراۃ عورۃ فاذا خرجت استشرفھا الشیطان" یعنی حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عورت عورت ہے یعنی پردہ میں رکھنے کی چیز ہے جب وہ باہر نکلتی ہے تو شیطان اسے گھورتا ہے (ترمذی شریف، ص ۲۲۲، ج ۱) یونہی عورتوں کو بے پردہ اپنے سامنے بٹھانا اور ان سے مصافحہ کرنا، ان سے ہاتھ چوموانا نیز عورتوں کا کسی اجنبی شخص سے مصافحہ کرنا اور ان کا ہاتھ چومنا حرام و گناہ ہے۔ حضور سیدی اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر فرماتے ہیں: "اجنبی جوان عورت کو جوان مرد کے ہاتھ پاؤں چھونا جائز نہیں" (فتاویٰ رضویہ، ص ۱۶۹، ج ۹ نصف آخر) ایک صحابیہ عفت مآب نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حصول برکت کے لئے مصافحہ کرنا چاہا اور اپنا ہاتھ بڑھایا تو سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "انی لا اصافح النساء" یعنی میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا" اور حدیث شریف میں ہے: "واللہ ما مست ید رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ید امراۃ قط ما کان یبایعھن الا بالکلام" حضرت عائشہ

صدیقہ سے روایت ہے کہ خدا کی قسم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دست گرامی نے کبھی بھی کسی غیر محرم کا ہاتھ نہیں چھوا، آپ ان سے صرف کلام کے ذریعہ بیعت لیتے تھے۔

لہٰذا شخص مذکور حرام کام کرنے کی وجہ سے سخت گنہگار، فاسق وفاجر ہے۔ اس پر لازم ہے کہ اپنے پاس عورتوں کو بے پردہ آنے اور ہاتھ وغیرہ چومنے کو سختی سے منع کرے اور صدق دل سے تائب ہو۔ اگر ایسا کر لیتا ہے تو ٹھیک ورنہ اس کے پاس آنا جانا، سلام وکلام، میل جول ترک کر دیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲،۳) باطل فرقوں مثلاً دیوبندیوں، وہابیوں، رافضیوں وغیرہم کے اجلاس یا محفل میں شریک ہونا حرام وگناہ ہے، یونہی ان بدمذہبوں کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا میل جول سب حرام وگناہ ہے اور یہ حکم عوام وخواص سب کے لئے عام ہے کیونکہ احادیث نبویہ میں مطلقاً ان سے دور رہنے اور ان کو اپنے سے دور رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد رسالت ہے: "ایاکم وایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم" یعنی بدمذہبوں سے دور رہو، اور ان کو اپنے پاس سے دور رکھو، کہیں وہ تم کو گمراہ نہ کر دیں اور کہیں وہ تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دیں۔

(مسلم شریف، ص ۱۰، ج ۱)

اور حدیث شریف میں ہے: "ان مرضوا فلا تعودوھم وان ماتوا فلا تشھدوھم وان لقیتموھم فلا تسلموا علیھم ولا تجالسوھم ولا تشاربوھم ولا تواکلوھم ولا تناکحوھم ولا تصلوا علیھم ولا تصلوا معھم" یعنی اگر بدمذہب بیمار پڑیں تو ان کی عیادت نہ کرو، اگر مر جائیں تو ان کی جنازہ میں شریک نہ ہو، ان سے ملاقات ہو تو انہیں سلام نہ کرو، ان کے پاس نہ بیٹھو، ان کے ساتھ پانی نہ پیو، ان کے ساتھ کھانا نہ کھاؤ، ان کے ساتھ شادی بیاہ نہ کرو، ان کی نماز جنازہ نہ پڑھو اور نہ ان کے ساتھ نماز پڑھو (یہ حدیث ابوداؤد، ابن ماجہ عقیلی اور ابن حبان کی روایات کا مجموعہ ہے) لہٰذا علماء پر لازم ہے کہ ان سے میل جول فوراً ختم کریں اور ان کی محفل وغیرہ میں حاضر نہ ہوں۔ الا یہ کہ کوئی ضرورت شرعیہ پائی جائے یعنی ایسی مجبوری آجائے کہ وہاں جائے بغیر کوئی چارہ نہ رہے مثلاً احقاق حق، ابطال باطل کی ضرورت پیش آجائے یا اس طرح کی کوئی اور صورت، اور بلا ضرورت شرعیہ جو تقصیر ہو چکی ہے اس سے علانیہ مسلمانوں کے مجمع میں توبہ کریں، توبہ سے عار نہیں کرنا چاہئے کہ یہ سعادت بھی اللہ عزوجل کے توفیق سے ہی حاصل ہوتی ہے اور فضول باتوں اور بازار وغیرہ میں بیٹھ کر عام لوگوں کے ساتھ ہنسی مذاق کرنے سے احتراز کریں کہ یہ بات عالم کی شایان شان نہیں۔

اگر یہ لوگ علانیہ توبہ کر لیتے ہیں تو ٹھیک، ورنہ ان کی اقتدا میں نماز درست نہیں اور انہیں پیر بنانا بھی درست نہیں کیونکہ پیر کے لئے چار شرطیں ہیں ان میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ وہ فاسق معلن نہ ہو یعنی علانیہ کسی کبیرہ کا مرتکب یا کسی صغیرہ پر مصر نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۴) مذاہب باطلہ کے مذہبی جلوس میں شریک ہونا، اس کا اعزاز بڑھانا اور ان کے مذہبی پیشواؤں پر پھول ہار چڑھانا کفر ہے کہ یہ تعظیم کفر ہے۔ الاشباہ والنظائر میں ہے "تبجیل الکافر کفر" اھ فتاوی ہندیہ میں ہے: "یکفر بخروجہ الی نیروز المجوس لموافقتہ معھم فیما یفعلون فی ذلک الیوم وبتحسین امر الکفار اتفاقا" اھ ملخصاً (ص ۲۷۶، ج ۲)

لہٰذا جن لوگوں نے جین دھرم والوں کے مذہبی پیشواؤں پر پھول ہار چڑھائے اور ان کے مذہبی جلوس میں شرکت کی ان سب پر لازم ہے کہ مسلمانوں کے مجمع میں علانیہ توبہ کریں، ساتھ ہی تجدید ایمان بھی کریں اور بیوی والے ہوں تو تجدید نکاح بھی، مرید ہو چکے ہیں تو تجدید بیعت بھی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہٗ: غلام نبی نظامی علیمی امجدی
۱۲؍ جمادی الآخرہ ۱۴۲۷ھ

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

یہ خیال کہ "اگر عورت عصر و مغرب کے درمیان کچھ کھائے گی تو فوت شدہ بچہ بھوکا رہے گا۔" درست ہے یا نہیں؟

مسئلہ مسلمان کی بعض وہ عورتیں جن کے چھوٹے بچے مرجاتے ہیں عصر کی اذان کے وقت سے کچھ کھاتی پیتی نہیں ہیں کہ اگر ہم عصر سے مغرب کے پہلے کھا پی لیں تو ہمارے بچے جو اللہ کے یہاں دن بھر پھول بن بن کر جمع کرتے ہیں وہ سمٹ کر تھوڑے سے رہ جائیں گے اب آج کے دن شام کو ان کو کھانا نہیں ملے گا بھوکے سو جائیں گے ان بچوں کے بھوکے رہنے کا اور صبر کرنے کا گناہ ہم پر ہوگا۔ اسی طرح کچھ آدمی بھی طرح طرح کے خیال رکھتے ہیں لہٰذا حضرت مفتی صاحب قبلہ جواب سے نوازیں کہ ان لوگوں کے خیالات از روئے شرع شریف درست ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد جمیل اختر رضوی، تحریک تلاش کتب رضویہ، قصبہ بارا، کان پور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب یہ خیال کہ عصر اور مغرب کے درمیان اگر ماں کچھ کھا پی لے تو اس کا فوت شدہ بچہ کچھ نہ پائے گا اور بے کھائے پیے سو جائے گا خالص جاہلانہ خیال ہے شریعت اسلامیہ میں اس کی کوئی اصل نہیں۔ یہ کچھ جاہل عورتوں نے اپنے جی سے گڑھ لیا ہے، ان پر لازم ہے کہ فوراً فوراً ایسے باطل اور جاہلانہ خیال سے توبہ و رجوع کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہٗ: محمد صدیق عالم قادری منظری
۱۹؍ ربیع الآخر شریف ۱۴۲۷ھ

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

بجنے والی گھڑی کو مسجد میں لگانا کیسا ہے؟

مسئلہ جن گھڑیوں میں ہر آدھے گھنٹے پر ٹن ٹن کی آواز ہوتی ہے ان کو مسجدوں میں لگانا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد جمیل اختر رضوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب جن گھڑیوں میں ہر آدھا گھنٹہ یا ہر گھنٹہ پر ٹن ٹن کی آواز ہوتی ہے ان گھڑیوں کو گھروں اور مسجدوں کے اندر لگانے میں کوئی مضائقہ نہیں کہ یہ ایک غرض صحیح یعنی اطلاع دینے کے لئے ہے، البتہ بہتر یہ ہے کہ مسجدوں میں ایسی گھڑیاں نہ لگائی جائیں کہ اس سے نمازیوں کا دل بٹ سکتا ہے اور خشوع وخضوع میں خلل آسکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — **کتبہ: صدیق عالم قادری**

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

کیا غریب نواز بندہ نواز دستگیر اللہ کے نام ہیں؟ بزرگوں کیلئے ان کا استعمال کیسا ہے؟

مسئلہ سوال یہ ہے کہ ہر ہفتہ ہم سنی اجتماع کرتے ہیں پچھلے ہفتہ ایک خاتون نے سوال کیا کہ غریب نواز، بندہ نواز، دستگیر یہ اللہ کے صفاتی نام ہیں کیونکہ اس کے اندر یہ خصلتیں موجود ہیں لیکن تم حضرت خواجہ غریب نواز حضرت غوث پاک کو دستگیر کہتے ہو یہ سب تمہارے دیئے ہوئے القاب ہیں کیا قرآن وحدیث سے ثابت ہے کوئی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں یہ القاب عطا ہوئے۔ اچھے برے کام تو من جانب اللہ ہوتے ہیں اس کی قدرت میں کسی کو دخل نہیں۔ اس وقت تو میں نے ٹال مٹول سے جواب دے دیا مگر پھر بھی اطمینان نہیں ہوا برائے مہربانی اطمینان بخش جواب تفصیل سے مرحمت فرمائیں؟ **المستفتی: صغری قادری، دربار کالونی، احمد نگر**

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب یہ غلط ہے کہ غریب نواز، بندہ نواز، دستگیر اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام ہیں اس کا ذکر نہ کتاب اللہ میں ہے نہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں نہ اجماع امت میں اللہ عزوجل کے اسمائے حسنیٰ توقیفی ہیں جو شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توقیف سے ہی معلوم ہو سکتے ہیں۔ ممکن ہے اللہ کو یہ نام کسی وہابی نے دیا ہو یا دیوبندی نے دیا ہو یا کسی غیر مقلد یا نجدی نے دیا ہو خود اللہ تعالیٰ نے تو اپنے لئے یہ نام نہیں رکھے نہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بتایا۔

ہاں اللہ عزوجل کی عطا سے حضرت محبوب سبحانی، دستگیر ہیں حضرت خواجہ غریب نواز ہیں اور بعض اولیاء اللہ بندہ نواز۔ اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ اپنے بندوں کو یہ اوصاف عطا فرمائے۔ حدیث ''تقرب عبد'' اس پر دال ہے وہابی دیوبندی جہالت کی باتیں کرتے ہیں اس لئے آپ لوگ ان سے نہ الجھیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

کتبہٗ: غلام مرتضیٰ رضوی
۱۶ رر جب المرجب ۱۴۳۰ھ

''جو اللہ کو دینا تھا قسمت میں لکھ دیا پھر ہم کیوں کہتے ہیں مال دے اولاد دے''

مسئلہ جو شخص یہ کہے کہ جو رب کو دینا تھا وہ قسمت میں لکھ دیا تو پھر ہم رب قدیر سے یہ کیوں کہتے ہیں کہ ہمیں مال دے، اولاد دے تو قائل کا اس طرح کہنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد خلیل احمد، مقام عیدگاہ، پوسٹ بہادر پور، ضلع بستی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب تقدیر کی تین قسمیں ہیں (۱) مبرم حقیقی (۲) معلق محض (۳) معلق شبیہ بہ مبرم۔ ان میں سے مبرم حقیقی کا بدلنا ناممکن ہے اور معلق محض اکثر اولیائے کرام کی دعاؤں سے ٹل جاتی ہے اور معلق شبیہ بہ مبرم تک صرف خاص اکابر کی رسائی ہوتی ہے۔

اگر ایک چیز کسی انسان کے لئے نہ ملنا مبرم حقیقی میں سے ہے تو کوشش کرنے پر بھی نہیں مل سکتی اور اگر قضائے مبرم حقیقی نہ ہو تو ذکر واذکار یا بزرگوں کی دعاؤں سے مل سکتی ہے اور آنے والی بلا ٹل سکتی ہے۔ حدیث پاک میں ہے ''ان الدعاء یرد القضاء'' یعنی بے شک دعا قضا (تقدیر) کو ٹال دیتی ہے۔ لہٰذا اللہ رب العزت سے مال واولاد کی دعا مانگنی چاہئے کہ معلوم نہیں تقدیر کی کس قسم میں ہے۔ ممکن ہے مبرم حقیقی کے علاوہ میں ہو جو دعاء سے مل جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

کتبہٗ: شمس الدین احمد علیمی
۲ رمحرم الحرام ۱۴۲۶ھ

اوگڑھ سے جھاڑ پھونک کرانا اور اس کے یہاں کھانا پینا کیسا ہے؟

مسئلہ زید کافی روز سے بیمار تھا علاج کے بعد فائدہ نہ ہونے پر اس نے ایک اوگڑھ کو بلایا کافروں میں ایک طبقہ اوگڑھ ہوتا ہے جو بالکل برہنہ رہتا ہے۔ اس اوگڑھ نے بتایا کہ آپ کے یہاں کرتب کیا

گیا ہے اس کو ٹھیک کرنے کے لئے اس نے یہ ترکیب استعمال کی کہ رات میں گھر کی عورتوں کو نکلوادیا اور خود زید کے پیشاب میں شراب ملا کر پیا اس کے بعد گھر میں چکر لگایا ایک جگہ ٹھہر کر اس نے بتایا کہ یہاں زمین کھودو زمین کھودی گئی تو اس میں ایک ڈبہ نکلا پھر وہ رات میں اس سامان کو لے جا کر پھینک آیا بعد میں زید کا کہنا ہے مجھے آرام بھی ہو گیا لوگوں نے کہا کہ ایسا کرنا ٹھیک نہیں تھا۔ تو زید نے کہا کہ یہ مولویوں کا کام نہیں تھا۔ پھر زید نے مکان کی صفائی کروائی میلاد شریف اور قرآن خوانی کروایا۔ غور طلب امر یہ ہے کہ زید کا ایسا کرنا شرعاً کیسا ہے؟ اور جن لوگوں نے دعوت کھایا قرآن خوانی میں شرکت کی اور پڑھنے والے مولانا پر شرعی حکم کیا ہے؟ جو لوگ شرکت کیے وہ سب قصداً گئے زید کے اس طرح کروانے پر گاؤں کے کئی لوگ موجود تھے۔ گاؤں میں اس بات کا چرچہ بھی تھا۔ مولانا کا کہنا ہے کہ سنی ہو اور ایمان والا ہو اگر نماز نہ پڑھتا ہو ایسا کہنا شرعاً کیسا ہے؟ اور باقاعدہ جا کر میلاد پڑھے دعوت کھائے لیکن اس فعل پر کچھ نہیں کہا جواب عنایت فرمائیں عین کرم ہوگا۔

بینوا توجروا۔ المستفتی: مقیم احمد خان، گرام پردھان، سعید پور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اوگڑھ شیاطین کی پرستش کرتے اور اپنے کرتب اور دیگر امور میں ان سے مدد طلب کرتے ہیں اور ان کے حکم پر چلتے ہیں یونہی وہ اپنے جھاڑ پھونک اور منتر میں بت اور دیوی، دیوتاؤں سے استعانت کرتے ہیں جو کھلا ہوا شرک ہے۔ یہ باتیں عوام بھی جانتے ہیں اگر زید کو بھی اس کا علم تھا پھر بھی اس نے اوگڑھ سے وہ کرتب کرائے جو سوال میں مذکور ہیں تو اس پر کفر لازم ہے اور اگر نہیں جانتا تھا تب بھی گنہگار ضرور ہے۔

اس طرح کے ایک جواب میں حضرت شارح بخاری مفتی شریف الحق امجدی صاحب علیہ الرحمہ فرماتے ہیں غیر مذہب والوں سے جھاڑ پھونک کرانا حرام اور منجر الی الکفر ہے۔ ہندو جھاڑ پھونک کرنے والے اپنے منتروں میں بتوں دیوی دیوتاؤں سے استعانت کرتے ہیں پھر بھی ان سے جھاڑ پھونک کراتا ہے تو یہ شخص قطعی طور پر کافر اور اگر یہ نہیں جانتا تھا تو بھی گناہ گار ضرور ہے۔ (ص ۸، ستمبر ۲۰۰۰، ماہنامہ اشرفیہ)

لہٰذا زید اگر اس بات کو جانتے ہوئے کہ غیر مسلم اپنے منتر و کرتب میں شیاطین اور دیوتاؤں سے استعانت کرتے ہیں اس سے علاج کرایا تو اس پر لازم ہے کہ وہ تجدید ایمان کرے، شادی شدہ ہے تو تجدید نکاح اور اگر کسی سے مرید ہے تو تجدید بیعت بھی کرے اور جو لوگ زید کی اس قبیح حرکت پر مطلع ہونے کے باوجود اس کی دعوت کو گئے وہ بھی علانیہ توبہ کریں اور آئندہ ایسی حرکت سے اجتناب کریں اور اگر زید یہ نہیں جانتا تھا کہ غیر مسلم اپنے کرتبوں اور منتروں اور جھاڑ پھونک میں شیاطین اور اپنے دیوتاؤں سے استعانت

کرتے ہیں تو بھی گناہ گار ضرور ہوا اس سے علانیہ توبہ کرے اور آئندہ بچے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

کتبہٗ: غلام مرتضیٰ رضوی
۱۴ر جمادی الآخرہ ۱۴۳۰ھ

دوران تلاوت وقفہ میں سبحان اللہ ماشاء اللہ بلند آواز سے کہنا کیسا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت اس مسئلہ میں:

ہمارے یہاں جلسہ وغیرہ میں قاری قرآن کی تلاوت کرتا ہے اور جب وقفہ کرتا ہے تو اس وقت کچھ لوگ سبحان اللہ، ماشاء اللہ بلند آواز میں کہتے ہیں، یہ از روئے شرع جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد حسین ریلوے اسٹیشن ہلدابستی، اسلام پور ضلع اتر دیناجپور (بنگال)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب جلسہ وغیرہ میں قرآن کی تلاوت کے درمیان جب قاری وقفہ کرتا ہے تو اس وقت بلند آواز سے سبحان اللہ، ماشاء اللہ کہہ کر داد دینا ناجائز و گناہ ہے کہ یہ دوران قرأت بولنے کے حکم میں ہے۔ بلکہ تلاوت قرآن کریم ہمہ تن گوش ہو کر سنیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ"

یعنی جب قرآن پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سنو اور خاموش رہو کہ تم پر رحم ہو۔

(کنز الایمان، آیت ۲۰۴، الاعراف-۷)

خزائن العرفان میں اسی آیت کے تحت ہے۔ اس آیت سے ثابت ہوا کہ جس وقت قرآن پڑھا جائے خواہ نماز میں ہو یا خارج نماز اس وقت خاموش رہنا واجب ہے۔ فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

"رفع الصوت عند سماع القرآن و الوعظ مکروہ و ما یفعله الذین یدعون الوجد و المحبة لا اصل له و یمنع الصوفیة من رفع الصوت و تخریق الثیاب" اھ

(کتاب الکراهیة، ج ۵، ص ۳۱۹)

لہٰذا سامعین کو چاہئے کہ ہمہ تن گوش ہو کر تلاوت قرآن کریم سنیں اور کوئی ایسی حرکت نہ کریں جو تلاوت کے آداب کے خلاف ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

کتبہٗ: محمد ابوبکر مصباحی
۱۸ر ربیع الغوث ۱۴۲۸ھ

طالب علم سے لیٹ فیس وصول کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ بعض مدارس میں جب کوئی طالب علم رخصت معینہ کے بعد دو تین یوم کی تاخیر سے مدرسہ واپس آتا ہے تو اس سے فی یوم ۵۰ روپے کے حساب سے لیٹ فیس وصول کی جاتی ہے اور فیس کی جملہ رقم مدرسہ میں خرچ کردی جاتی ہے تو بغرض اصلاح عادت اس طرح کی فیس وصول کرنا کیسا ہے؟ بینوا وتوجروا۔

المستفتی: حافظ وقاری محمد ثاقب رضا، متعلم درجۂ اولیٰ جامعہ اشرفیہ مبارک پور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعض مدارس میں رخصت معینہ پر تاخیر کرنے والے طالب علم سے فی یوم ۵۰ روپے کے حساب سے یا کم وبیش جو لیٹ فیس وصول کی جاتی ہے وہ جائز و درست ہے کہ یہ مدرسے کی جانب سے طالب علم کو ملنے والی قیام وطعام کی سہولت کا معاوضہ ہے اور یہ تعزیر بالمال نہیں جو منسوخ و ناجائز ہے بلکہ یہ مدرسے کے قانون کی خلاف ورزی کرنے والے طلبہ سے مفت سہولیات کو چند دنوں کے لیے بند کردینا ہے تاکہ وہ بلاوجہ ناغہ نہ کرے اور محنت سے پڑھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — کتبہ: فیاض احمد برکاتی مصباحی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۹ رمحرم الحرام ۱۴۲۹ھ

اسمائے الٰہیہ کو عبد لگائے بغیر بندے کے لئے بولنا حرام ہے تو داروغۂ جہنم کو مالک کیوں کہتے ہیں؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت اس مسئلہ میں:

خدا کا صفتی نام جیسے مالک یا خالق وغیرہ میں عبد لگا کر پکارا جاتا ہے، بغیر عبد کے مالک یا خالق یا رحمن بولنا حرام ہے تو امام مالک اور داروغۂ جہنم کا نام مالک ہے، انھیں صرف مالک پکاریں یا عبد المالک پکاریں، کیا کہنا جائز ہے؟ شرعی حکم سے آگاہ کیجئے۔ المستفتی: شیخ منور الدین، حبیبی سنی لائبریری (اڑیسہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب مخلوق پر لفظ خالق اور رحمن کا اطلاق حرام بلکہ بسا اوقات کفر ہے، کیوں کہ یہ کلمات اللہ تعالیٰ کے ایسے اسماء حسنیٰ سے ہیں جو اس کے ساتھ خاص ہیں، جیسا کہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ اپنے حاشیہ میں تحریر فرماتے ہیں:

وكذلك التسمي باسماء الله تعالىٰ المختصة به (حرام) كالرحمن والقدوس والمهيمن وخالق الخلق۔ اھ (ج۲،ص۲۰۸)

اور فتاویٰ مصطفویہ میں ہے "ایسے ناموں سے لفظ عبد کا حذف برا ہے اور کبھی ناجائز و گناہ ہوتا ہے اور کبھی سرحد کفر تک پہنچتا ہے اور اگر کسی کا نام عبد القدوس، عبد الرحمن، عبد القیوم ہے تو اسے قدوس، رحمن، قیوم کہنا ایسا ہی ہے جیسے اسے جس کا نام عبد اللہ ہو، اللہ کہنا بہت سخت بات ہے۔ والعیاذ باللہ۔

عبد القدوس کو عبد القدوس اور عبد الرحمن کو عبد الرحمن اور عبد القیوم کو عبد القیوم ہی کہنا فرض ہے۔ یہاں عبد کا حذف اشد درجہ حرام و کفر ہوگا۔ والعیاذ باللہ۔ فتاویٰ ظہیریہ پھر شرح فقہ اکبر میں فرمایا:

من قال بمخلوق یاقدوس أو القیوم أو الرحمن كفر۔ اھ مختصراً۔

بلکہ فتاویٰ ظہیریہ میں یہاں تک فرمایا گیا کہ "او قال اسماء من اسماء الخالق كفر۔"

مگر بات یہی ہے کہ بعض اسمائے الٰہیہ جو اللہ عزوجل کے لئے مخصوص ہیں جیسے اللہ، قدوس، رحمن، قیوم وغیرہ انھیں کا اطلاق غیر پر کفر ہے، ان اسماء کا نہیں جو اس کے ساتھ مخصوص نہیں، جیسے عزیز، رحیم، کریم، عظیم، علیم، حی وغیرہ۔ اسی لئے اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے شرح فقہ اکبر کی درج بالا عبارت پر اپنے حاشیہ میں فرمایا:

اقول لیس من هذه الافادة فی شیء انما اراد باسماء الخالق المختصة به۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے ارشاد کی تائید مجمع الانھر کی یہ عبارت فرماتی ہے:

اطلق علی المخلوق من اسماء المختصة بالخالق نحو القدوس والقیوم والرحمن وغیرها یكفر۔

نیز حدیقہ ندیہ میں ہے:

واعلم ان تسمی بهذا الاسم حرام وكذا التسمی باسماء الله تعالىٰ المختصة به كالرحمن والقدوس والمهيمن وخالق الخلق ونحوها۔ (فتاویٰ مصطفویہ ج۱، ص۸۹-۹۰)

جو اسماء اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہیں، صرف انھیں کے ساتھ عبد لگانا ضروری و لازم ہے اور جو اسماء اللہ عزوجل کے ساتھ خاص نہیں ان کا اطلاق بندہ پر بغیر عبد لگائے جائز ہے، لفظ مالک ایسے ہی اسماء سے ہے۔

بہار شریعت میں ہے "بعض اسماء الٰہیہ جن کا اطلاق غیر اللہ پر جائز ہے، ان کے ساتھ نام رکھنا جائز ہے، جیسے علی، رشید، کبیر، بدیع، کیونکہ بندوں کے ناموں میں وہ معنی مراد نہیں جن کا ارادہ اللہ تعالیٰ پر اطلاق کرنے میں ہوتا ہے۔ ہاں اس زمانہ میں چونکہ عوام میں ناموں کی تصغیر کرنے کا بکثرت رواج ہوگیا ہے، لہٰذا جہاں ایسا گمان ہو ایسے نام سے بچنا مناسب ہے، خصوصاً جب اسماء الٰہیہ کے ساتھ عبد کا لفظ ملا کر نام رکھا گیا۔

مثلاً عبدالکریم، عبدالرحیم، عبدالعزیز کہ یہاں مضاف الیہ سے مراد اللہ تعالیٰ ہے اور ایسی صورت میں تصغیر اگر قصداً ہوتی تو معاذ اللہ کفر ہوتی، کیونکہ اس شخص کی تصغیر نہیں بلکہ معبود برحق کی تصغیر ہے، مگر عوام اور ناواقفوں کا یہ مقصد یقیناً نہیں ہے، اس لئے وہ حکم نہیں دیا جائے گا۔ ان کو سمجھایا بتایا جائے اور ایسے موقع پر ایسے نام ہی نہ رکھے جائیں جہاں یہ احتمال ہو۔ (حصہ شانزدھم، ص ۲۱۲)

لہٰذا امام مالک اور داروغہ جہنم کو مالک کہنے میں کوئی مضائقہ نہیں، ایسا کہنا جائز و درست ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

کتبہٗ: سید نعمان احمد

۲۳؍ ربیع الثانی ۱۴۲۱ھ

زید کہتا ہے کہ ’’نظام اسلام قانون کمیٹی پر منحصر ہے اسے مولوی ملا نہیں چلا سکتے جب کہ عمر و ان کمیٹیوں کو عیسائیوں کا فتنہ بتاتا ہے حق پر کون ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت اس مسئلہ میں:

(۱) زید کہتا ہے کہ نظام اسلام قانون کمیٹی پر منحصر ہے ورنہ اور کوئی ملا مولوی نہیں چلا سکتے اور عمرو کہتا ہے کہ یہ کمیٹیاں عیسائیوں کا دیا ہوا خوبصورت فتنہ ہے کیونکہ آج علماء محققین کا منہ بند کرنے والے یہی کمیٹی والے ہیں اور حق یہ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طریقہ کو نافذ نہیں فرمایا بلکہ جس عالم صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو روانہ فرمایا اس کو امام اور حاکم اور سپہ سالار بنا کر روانہ فرمایا کیا یہ صحیح ہے؟

(۲) بہ نسبت شمال ہند کے جنوب ہند میں زیادہ بگاڑ ہے یہاں کی کمیٹیاں شادی، طلاق اور خلع وغیرہ اور میراث وغیرہ کے مسائل چٹکی بجاتے ہی حل فرما دیتی ہیں اور خود ان کو لفظ میراث کی میم تک نہیں معلوم ہوتی، اللہ امت مظلومہ کی رہنمائی فرمایئے۔

المستفتی: محمد شفیع گاندھی نگر، ویکوتھیرور اتر پور چننئ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب (۱) زید کوئی جاہل اور علما کا معاند ہے، نظام اسلام سے علما واقف ہیں اور وہی جس طور پر بھی ہوسکے اس نظام کو چلا رہے ہیں۔ احکام اسلام دو طرح کے ہیں بعض احکام ایسے ہیں جن کے نفاذ کے لئے اسلامی حکومت کا ہونا ضروری ہے۔ مثلاً حد قائم کرنا جو بادشاہ اسلام یا اس کے نائب کا کام ہے جیسا کہ فتاویٰ ہندیہ میں ہے ’’رکنہ اقامۃ الامام او نائبہ فی الاقامۃ‘‘ اھ (ص ۱۴۳ ج ۲) لیکن جب یہاں ہندوستان میں اسلامی حکومت نہیں تو اس طرح کے احکام کا نفاذ بھی ممکن نہیں۔

اور بعض احکام ایسے ہیں جن کے نفاذ کے لئے اسلامی حکومت ضروری نہیں مثلاً جمعہ وعیدین قائم کرنا، اس طرح کے احکام کونافذ کرنے کا اختیار قاضی شرع اوراس کی عدم موجودگی میں اعلم علمائے بلد کو ہے۔ فتاوی رضویہ میں جامع الفصولین کے حوالے سے ہے "واما فی بلاد علیها ولاة کفار فیجوز للمسلمین اقامة الجمع والاعیاد ویصیر القاضی قاضیا بتراضی المسلمین" اھ (ص ۳۲۸ ج ۷) حدیقہ ندیہ میں ہے "اذا خلا الزمان من سلطان ذی کفایة فالامور موکلة الی العلماء ویلزم الامة الرجوع الیهم ویصیرون ولاة فاذا عسر جمعهم علی واحد استقل کل قطر باتباع علمائه فان کثروا فالمتبع اعلمهم فان استووا اقرع بینهم" اھ (ص ۳۵۱ ج ۱) لہٰذا زید کا یہ کہنا کہ ''نظام اسلام قانون کمیٹی پر منحصر ہے ورنہ کوئی ملا مولوی نہیں چلا سکتے ہیں'' بہت بیجا بات ہے اس کلام میں علما کی توہین بھی ہے، زید پر لازم ہے کہ علما کی شان میں بے ادبی سے بچے، موجودہ دور میں اس طرح کا اختیار اعلم علمائے بلد ہی کو ہے۔

اور عمرو کا یہ کہنا کہ ''یہ کمیٹیاں عیسائیوں کا دیا ہوا خوبصورت فتنہ ہیں'' درست نہیں اس لئے کہ کمیٹی بنانے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ کسی خاص کام کو باہم مشورہ سے حل کیا جائے۔ یہی مفہوم مجلس شوریٰ کا بھی ہے اور مجلس شوریٰ کا اہتمام ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی فرماتے تھے، حضور علیہ السلام کی یہ عادت کریمہ تھی کہ جب کوئی اہم مرحلہ پیش آتا تو اپنے اصحاب کو بلا کر مشورہ فرماتے، حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک شوریٰ کی حیثیت بنیادی نظام کی تھی یہی وجہ ہے کہ آپ کے دور خلافت میں بھی مجلس شوریٰ قائم تھی اور جب بھی کوئی انتظامی مسئلہ پیش آتا تھا تو اصحاب رائے سے مشورہ فرماتے۔ قرآن حکیم میں ہے "وامرهم شوری بینهم" اھ اور ان کا کام ان کے باہمی مشورے سے ہے (۳۸/الشوریٰ ۴۲) حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جو قوم مشورہ کرتی ہے وہ صحیح راہ پر پہنچتی ہے۔

لہٰذا جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کرام کا یہ معمول رہا ہے کہ وہ ہر خاص موقع پر مشورہ کرتے تو عمرو کا یہ کہنا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طریقہ کو نافذ نہیں فرمایا صحیح نہیں بلکہ بیجا جرأت ہے وہ اس سے رجوع کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) اگر واقعی جنوبی ہند کی کمیٹیوں کے ارکان احکام شرعیہ سے نابلد ہوتے ہیں اور شرعی مسائل کا حل شریعت کے برخلاف اپنی رائے سے نکالنے کی کوشش کرتے ہیں تو وہ لوگ سخت گنہگار مستحق عذاب نار ہیں ان پر توبہ واستغفار لازم ہے۔ حدیث شریف میں ہے جو بغیر علم کے فتویٰ دے اس پر آسمان وزمین کے فرشتوں کی لعنت ہے (کنز العمال ص ۱۱۱ ج ۱۰) نیز دوسری حدیث میں ہے "یخرج فی آخر الزمان قوم رؤوسا

جہالا یفتون الناس فیضللون ویضلون" اھ یعنی آخری زمانے میں کچھ لوگ پیدا ہوں گے جو سردار اور جاہل ہوں گے وہ لوگوں کو فتوی دیں گے خود گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو گمراہ کریں گے۔ (کنز العمال ص ۲۰۷ ج ۱۰) واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
۲۰ محرم الحرام ۱۴۳۲ھ

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

اعلیٰ حضرت نے نوشیرواں کے عادل کہنے کو حرام و کفر لکھا ہے اور شیخ سعدی نے اسے عادل لکھا ہے۔ دونوں میں تطبیق کیا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت اس مسئلہ میں:

ایک دیوبندی مسلک کے مولوی سے سوء اتفاق ملاقات ہوئی تو اس نے دوران بحث مجھ سے یہ سوال کیا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی سے کسی نے نوشیرواں کے متعلق سوال کیا کہ اس کو ہم عادل کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟ تو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے ارشاد فرمایا "نہیں اگر اس کے احکام کو حق جان کر کہے تو کفر ورنہ حرام" (الملفوظ ج ۴ ص ۶) جبکہ حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب بوستاں میں اس کے عدل وانصاف کے متعلق ایک مکمل باب ہی باندھا ہے تو آپ کے پاس ان دونوں میں تطبیق کی کیا صورت ہے؟

میں نے دیابنہ مولوی کو اپنی استطاعت کے مطابق فی الوقت الزامی جواب دے کر خاموش تو کر دیا لیکن علمی تہی دستی کی بنا پر مجھے خود تشفی نہیں ہوئی۔ اس وقت جبکہ کچھ دنوں بعد کتاب (ضیاء النبی حصہ اول مصنف علامہ پیر کرم شاہ ازہری ص ۹۹) کا مطالعہ کرنے کا موقع ملا تو انہوں نے بھی نوشیرواں کو عادل کہا ہے۔ عبارت ملاحظہ فرمائیں "نوشیرواں جس کا عدل وانصاف ضرب المثل ہے جس نے اپنے محل کے صحن کو ٹیڑھا رکھنا تو گوارا کر لیا لیکن غریب عورت کی جھونپڑی کو اس کی مرضی کے خلاف وہاں سے اٹھانا گوارا نہ کیا۔ عدل وانصاف کے اس پیکر نوشیرواں نے اپنے تمام سگے بھائیوں کو اس لئے تہہ تیغ کر دیا کہ مبادا ان میں سے کوئی اس کے خلاف علم بغاوت بلند کر دے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ علامہ پیر کرم شاہ ازہری اور دیگر علماء نے نوشیرواں کو عادل کہا اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں علیہ الرحمہ نے عادل کہنے سے منع فرمایا ہے تو اب ایسی صورت میں عادل کہیں یا نہیں؟ مکمل جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی: محمد معصوم ارشد رشیدی، تارا باڑی، پوسٹ آسجہ موبیہ، ضلع پورنیہ۔ بہار

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بلاشبہ نوشیرواں کے احکام کو حق جان کر اسے عادل کہنا کفر ورنہ حرام ہے اس لئے کہ

نوشیرواں مشرک تھا اور شرک عند اللہ سب سے بڑا ظلم ہے تو سب سے بڑے ظالم کو ہم عادل کیسے کہہ سکتے ہیں، رہا حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمۃ والرضوان یا بعض دوسرے علماء کا نوشیرواں کو عادل کہنا تو یہ صرف رعایا کی دیکھ بھال فریاد رسی اور دادرسی کے لحاظ سے ہے۔ چنانچہ محدث علی الاطلاق حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ والرضوان "مدارج النبوۃ" میں تحریر فرماتے ہیں "مورخین کہتے ہیں کہ اس زمانے میں نوشیرواں بادشاہ تھا (حالانکہ یہ غلط ہے) اس لئے کہ نوشیرواں حضور اکرم سید البشر صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ ولادت کے وقت تھا جیسا کہ زبانوں پر مشہور ہے کہ "ولدت فی زمن الملك العادل" میں بادشاہ انصاف پسند کے زمانہ میں پیدا ہوا" مگر محدثین کے نزدیک یہ صحیح نہیں ہے اور یہ کیسے درست ہوسکتا ہے کہ شرک کی صفت کے ساتھ عدل کی صفت کی جائے۔ حالانکہ شرک بذات خود ظلم عظیم ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ" بے شک شرک بہت بڑا ظلم ہے۔ مورخین کہتے ہیں کہ عدل سے مراد رعایا کی دیکھ بھال۔ فریادرسی اور دادرسی ہے جسے محاورہ میں عدل کہتے ہیں لیکن اسم عادل کی ادائیگی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے ہو بہت بعید ہے۔ (مدارج النبوۃ مترجم ج ۲ ص ۳۸۳) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — **کتبہ:** محمد محسن مصباحی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۱۷ / جمادی الاخر ۱۴۳۲ھ

جانوروں کو تکلیف دینا گناہ ہے تو ذبح کیوں گناہ نہیں؟ بلا وجہ کسی جانور کو ایذا دینا ممنوع ہے تو موذی جانوروں کو ایذا سے پہلے قتل کا حکم کیوں دیا گیا؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت اس مسئلہ میں:

(۱) اسلام ایک رحمت والا دین ہے اور اسلام ہی واحد مذہب ہے جس میں انسانی حقوق کے ساتھ ساتھ جانوروں کے بھی حقوق ہیں۔ مثلاً جو پالتو جانور کام کرتے ہیں ان کو گھاس چارہ اور پانی دینا فرض ہے اور ان کی طاقت سے زیادہ ان سے کام لینا یا بھوکا پیاسا رکھنا اور بلاضرورت خصوصاً ان کے چہروں پر مارنا گناہ اور ناجائز ہے تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ گوشت کھانے کے لئے جن جانوروں کو ذبح کیا جاتا ہے مذکورہ تکلیف دہ صورت کے علاوہ ذبح کرنے میں زیادہ ایذا دینا ہے تو پھر ذبح کرنا ناجائز وگناہ کیوں نہیں؟

(۲) اسلام میں بے قصور اور بلاوجہ کسی انسان یا جانور کو ایذا دینا ممنوع ہے اور حدیث مبارکہ میں آیا ہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "اقتلوا الموذی قبل الایذا" یعنی ضرر رساں چیزوں کو ختم کردو اس سے قبل کہ وہ تمہیں ضرر پہنچائیں۔ حالانکہ ضرر پہنچانے سے قبل تو موذی بھی بے قصور ہے

اور بلا قصور کے کسی کو مارنا اسلام میں روا نہیں تو پھر مذکورہ حدیث کا کیا جواب ہے؟

المستفتی: محمد معصوم ارشد رشیدی، تارا باڑی پوسٹ آسجہ موبیہ ضلع پورنیہ بہار

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب (۱) مفتی شریف الحق صاحب امجدی رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک فتوی میں تحریر فرماتے ہیں

"جانوروں کو ذبح کر کے کھانا ظلم نہیں ان پر رحم ہے یقیناً ذبح میں تکلیف ہوتی ہے مگر وہ تکلیف چند سکنڈ کی ہے اگر جانوروں کو ذبح نہ کیا جائے چھوڑ دیا جائے تو وہ کس اذیت کے ساتھ اپنی زندگی کے دن پورے کریں گے یہ سوچنے کی بات ہے کیا کھائیں گے، بیمار ہو گئے تو کتنی تکلیف اٹھائیں گے ہاتھ پیر ٹوٹ گئے، آنکھیں چلی گئیں تو ان کے لئے سوائے اس کے کوئی راستہ نہیں کہ ایک جگہ پڑے پڑے بھوکے پیاسے گھٹ گھٹ کر تڑپ تڑپ کر دم توڑ دیں۔ یہ مسلسل تکلیفوں اور اذیتوں کے مقابلہ میں ذبح میں چند سکنڈ کی تکلیف کیا حیثیت رکھتی ہے بخلاف انسان، انسان چونکہ سمجھدار ہے بولنے پر قادر ہے اس کا خاندان ہے کنبہ ہے علاج کے لئے ڈاکٹر ہیں دوا ہے معذور ہونے کے بعد خدمت کے لئے بیٹے پوتے وغیرہ ہیں۔ غریب جانوروں کا کون پرسان حال ہے۔ میں نے خود ایک ایسی گائے کا حال دیکھا جس کے ہاتھ پاؤں ٹوٹ گئے تھے نہ اٹھ سکتی تھی نہ چل پھر سکتی تھی کہ اسے کتے نوچ رہے تھے اور کتے ہٹ جائیں تو کوے اس کے زخم کو نوچیں سوچئے اس گائے کا کیا حال ہوگا۔ (ماہنامہ اشرفیہ، جون ۱۹۹۹)

لیکن اب یہ سوال ذہن میں آئے گا کہ پھر دوسرے حرام جانوروں کو ذبح کر کے کیوں نہیں کھاتے تو شریعت میں جتنے احکام ہیں سب انسان کی بھلائی کے لئے ہیں ان کا گوشت کھانے میں انسان کا ضرور کوئی نقصان ہوگا اور شریعت نے جن جانوروں کا گوشت حرام قرار دیا ضرور اس میں کچھ مصلحت رہی ہوگی آپ کتوں کو دیکھ لیجئے کہ ان کے کئی بچے ہوتے ہیں لیکن بڑے ہونے سے پہلے ان میں سے کئی مر جاتے ہیں۔ دنیا میں ان کی تعداد بہت کم ہے جبکہ حلال جانوروں کی تعداد کا آپ خود اندازہ لگا سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) حدیث پاک "اقتلوا المؤذی قبل الایذاء" کا ذکر آپ نے سوال میں کیا۔ کثرت تلاش کے باوجود یہ حدیث مجھے صحاح ستہ وغیرہ کتب حدیث میں نہ مل سکی آپ کو اس کا حوالہ نقل کرنا چاہئے تھا۔ البتہ ایک دوسری حدیث مبارک میں جن جانوروں کو مارنے کا حکم دیا گیا ہے یہ وہ جانور ہیں جو انسان کو بلا کسی قصور کے نقصان پہنچاتے ہیں۔

بدائع الصنائع میں ہے "وروی عن عائشة رضی الله عنها قالت امر رسول الله صلی الله علیه وسلم بقتل خمس فواسق فی الحل والحرم الحداة والفارة والغراب والعقرب

والکلب العقور وعلۃ الاباحۃ فیہا ھی الابتداء بالاذی والعدو علی الناس غالبا" یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ موذی جانوروں کو حل وحرم میں قتل کرنے کا حکم دیا۔ چیل، چوہا، کوا، بچھو، کٹکھنا کتا اور ہاس میں علت اباحت ان کا انسان پر سرکشی اور تکلیف دینے کی ابتدا کرنا ہے۔ (ج۲ص۴۲۸)

عمدۃ القاری میں ہے "اصحابنا اقتصروا علی الخمس الا انہم الحقوا بہا الحیۃ لثبوت الخبر والذئب لمشارکتہ للکلب فی الکلیۃ والحقوا بذلک ما ابتداء بالعدوان والاذی من غیرھا"۔ یعنی ہمارے اصحاب نے پانچ موذی جانوروں کے قتل پر اقتصار کیا ہے مگر انہوں نے ان کے ساتھ سانپ کو بھی شامل کیا ہے۔ حدیث کے ثبوت کی وجہ سے اور بھیڑیے کو بھی بالکلیہ کتے سے مشابہت کی وجہ سے اور ہر اس جانور کو شامل کیا ہے جو اپنے غیر پر سرکشی اور تکلیف دینے کی ابتدا کرتا ہے۔ (ج۱۰ص۱۸۲)

لہٰذا جو جانور نقصان نہیں پہنچاتے ان کو قتل کرنا جائز نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی کتبہٗ: محمد محسن مصباحی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی ۱۷ر جمادی الاخرہ ۱۴۳۲ھ

پندرہویں صدی کا مجدد کون ہے؟ حضور مفتی اعظم ہند ۱۵رویں صدی کے مجدد ہوسکتے ہیں جب کہ آپ چودھویں صدی میں پیدا ہوئے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت اس مسئلہ میں:

(۱) حدیث شریف میں آیا ہے: "ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علی راس کل مأۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا"۔ یعنی صدی کے ختم ہونے پر اس امت کے لئے اللہ تعالیٰ ایک مجدد ضرور بھیجے گا جو امت کے لئے اس کا دین تازہ کرے گا تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ پندرہویں صدی کے تیس سال گزر چکے ابھی تک مجدد کا کچھ پتہ نہیں تو آیا مجدد ابھی تک پیدا ہوئے ہیں یا نہیں اگر ہوئے ہیں تو وہ کون شخصیت ہے؟ نہیں تو پھر مذکورہ حدیث کا جواب کیا ہوگا؟ یا صدی کے آخر تک بھی پیدا ہوسکتے ہیں۔ تفصیلاً جواب عنایت فرمائیں۔

(۲) کچھ لوگ کہتے ہیں کہ پندرہویں صدی کے مجدد شہزادۂ اعلیٰ حضرت حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ ہیں تو معترض کا کہنا یہ ہے کہ حضور مفتی اعظم ہند چودھویں صدی میں پیدا ہوئے۔ اگر وہ مجدد ہیں بھی تو وہ چودھویں صدی کے مجدد قرار پائیں گے۔ پندرہ صدی کے نہیں امید قوی ہے کہ معترض کے اعتراض تشفی بخش دفع فرمائیں گے۔ المستفتی: محمد معصوم ارشد رشیدی، تاراباڑی، پوسٹ آسجہ موبیہ، ضلع پورنیہ بہار

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب (۱) بے شک صدی کے شروع یا ختم ہونے پر اس امت کے لئے اللہ تعالیٰ مجدد ضرور بھیجے گا جو امت کے لئے ان کا دین تازہ کرے گا، لیکن یہ سوال کہ اس صدی کا مجدد کون ہے، اس تعلق سے ہماری کوئی تحقیق نہیں ہے۔ ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی مجدد بھیج دیا ہو اور وہ ہمارے علم میں نہ ہو اور ہوسکتا ہے کہ اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ اس صدی کے آخر میں کوئی ایک مجدد یا مجددین کی ایک جماعت بھی بھیجے۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے مرقات شرح مشکوۃ میں رأس کی تصریح کرتے ہوئے فرمایا ہے "ای انتهائه اوابتدائه اذا قل العلم والسنة و كثر الجهل والبدعة" یعنی جب علم وسنت کی قلت ہوجائے گی اور جہالت وبدعت کی کثرت ہوجائے گی تو اس صدی کے آخر یا شروع میں اللہ تعالیٰ مجدد بھیجے گا۔"

پھر اسی میں چند سطر بعد ہے۔

ان المراد بمن يجدد ليس شخصا واحدا بل المراد به جماعة يجدد كل احد في بلد في فن اوفنون من العلوم الشرعية ما تيسر له من الامور التقريرية اوالتحريرية ويكون سببا لبقائه وعدم اندراسه وانقضائه الى ان ياتي امر الله یعنی من یجدد سے مراد ایک شخص نہیں ہے بلکہ اس سے مراد ایک ایسی جماعت ہے کہ ان میں سے ہر ایک کسی ایک شہر میں علوم شرعیہ کا کوئی ایک فن یا کئی فنون کے ذریعہ جو تقریری یا تحریری امور میں سے ان کو میسر آئے تجدید دین کریں گے اور اس کی بقا اور اس کے نہ مٹنے اور ختم نہ ہونے کے سبب ہوں گے۔ (ج ۱ ص ۳۰۱ تا ۳۰۲ ملخصا) واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) امام احمد رضا خان فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز کی ولادت ۱۲۷۲ ہجری اور وفات ۱۳۴۰ ہجری ہے تو آپ تیرہویں صدی میں پیدا ہوئے اور چودہویں صدی میں آپ کی وفات ہوئی اور تمام علمائے اہل سنت کا اس پر اتفاق ہے کہ آپ چودہویں صدی کے مجدد ہیں۔

مجدد ہونے میں اعتبار اس کا ہے کہ صدی کے شروع یا آخر میں عالم دین علم وفضل میں یکتا اور احیائے سنت وتجدید دین کے لئے مشہور ہو جو ان اوصاف کا جامع ہوگا مجدد ہوگا خواہ اس کی پیدائش کسی بھی صدی میں ہوئی ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد محسن مصباحی
۱۷ر جمادی الآخر ۱۴۳۲ھ

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

چیٹی بی سی یا بی سی رکھنا جائز ہے یا نہیں؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت اس مسئلہ میں:

چیٹی بی، سی رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ زید کہتا ہے صحیح نہیں ہے اور بکر کہتا ہے صحیح ہے اسی طرح سوال ہے کہ بی، سی رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں۔

المستفتی: محمد قاسم باگوائے اسلام پور، ہبلی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب آج کل بی سی کے مختلف جائز وناجائز طریقے رائج ہیں لہٰذا حکم جاننے کے لئے خاص بی سی کا طریقہ لکھنا ضروری ہے اگر بی سی کا طریقہ یہ ہو کہ مثلاً اس کے ممبران پچاس ہیں، پانچ لاکھ کی بی سی ہے۔ جس کی مدت پچاس مہینے کی ہے۔ ہر مہینہ ہر ممبر دس دس ہزار روپئے جمع کرتا ہے، اور کسی ایک ممبر کے نام چیٹی نکال کر (قرعہ اندازی کرکے) ہر ماہ ایک ایک ممبر کو پانچ پانچ لاکھ روپئے دیتے ہیں مگر ہر ممبر کو پچاس مہینے تک دس دس ہزار روپئے دینے پڑتے ہیں۔ بی، سی کا یہ طریقہ جائز ودرست ہے اور ایسی بی، سی رکھنا اٹھانا بھی جائز کہ ہر ایک ممبر کو پانچ لاکھ روپئے یک مشت ملے، اس میں اپنے پیسوں کے علاوہ بقیہ جو رقم ہے وہ انچاس ممبروں کی طرف سے دیا گیا ایک قرض ہے جسے وہ ممبر بی، سی کی بقیہ مدت میں ادا کردیتا ہے اور قرض لینا، دینا بلاشبہ جائز ہے کہ وہ نیکی کا کام ہے اور ایک دوسرے کی مدد۔ حدیث شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "و الله في عون العبد ما كان العبد في عون أخيه" (مسلم شریف ج ۲، ص ۳۴۵) مگر یہ معاملہ بہت ہی دیانت دار لوگوں کے درمیان ہونا ضروری ہے تاکہ کوئی قرض لے کر بھاگ نہ جائے۔

بی، سی کا دوسرا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ ہر ماہ وہ رقم کسی ایک ممبر کو اس کی طلب پر دی جاتی ہے مگر وہ پورے پانچ لاکھ روپئے نہیں ہوتے بلکہ ۲۰/ ہزار، ۳۰ ہزار اور ۵۰ ہزار کم ہوتے ہیں۔ اس ۲۰/ ہزار، ۳۰ ہزار، ۵۰ ہزار کو بقیہ ممبر آپس میں بانٹ لیتے ہیں یا پھر تین چار مہینوں کی بقیہ رقم ملا کر ایک نئی بی، سی بناتے ہیں اور کسی ممبر کی طلب پر اسے دیتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ ممبر مقروض ہوتا ہے مثلاً پانچ لاکھ روپئے کا جب کہ اسے پورے پانچ لاکھ روپئے نہیں دیئے جاتے، بلکہ اس میں سے ۲۰، ۳۰، ۵۰ ہزار رکھ لئے جاتے ہیں یعنی قرض دینے کے ساتھ ہی اس کا سود بھی وصول کرلیا جاتا ہے۔ بی، سی کی یہ صورت جائز نہیں کہ اس میں رقم اٹھانے والے ممبران نقصان اٹھاتے ہیں جب کہ بعد کے ممبران پہلے دیئے گئے قرض کا نفع حاصل کرتے ہیں اور قرض دے کر نفع حاصل کرنا سود ہے جو حرام ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔ "كل قرض جر نفعا فهو ربا" (کنز العمال،

ج:۲،ص:۲۴۸) دوسری حدیث شریف میں ہے: "لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آکل الربوا وموکلہ وکاتبہ وشاھدیہ وقال ھم سواء" یعنی اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی سود کھانے والے اور کھلانے والے اور اس کا کاغذ لکھنے والے اور اس پر گواہی کرنے والے پر اور فرمایا کہ یہ سب کے سب اصل گناہ میں برابر ہیں۔ (مشکوٰۃ شریف باب الربواص ۲۴۴) لہٰذا ایسی بی، سی رکھنا، اٹھانا اس میں شامل ہونا سب ناجائز وحرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — کتبہٗ: محمد سجاد عالم رضوی ثقافی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — خادم شمس تبریز عربی درسگاہ، ہبلی، کرناٹک

مسجد ومزار پر چراغ جلانا کیسا ہے؟ لائٹ رہتے جلائے تو؟

مسجد کے چراغ کا تیل بدن پر لگانا کیسا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت اس مسئلہ میں:

ہمارے یہاں شہر ہمت نگر واطراف کی مسجد اور درگاہ میں چراغ جلاتے ہیں یہ چراغ سرسوں تیل وغیرہ سے جلاتے ہیں۔ لوگ آتے ہیں اور وہ تیل ہاتھ میں لے کر چراغ کی آگ پر گرم کرتے ہیں پھر وہ تیل سینہ وپیشانی وغیرہ پر لگاتے ہیں۔ زید کا کہنا ہے کہ جاء الحق میں جو لکھا ہے کہ بزرگوں کے مزارات پر بغرض تعظیم چراغ جلانا جائز ہے یہ اس دور کی بات ہے جب بجلی کا انتظام نہ تھا اب جب بجلی کا انتظام ہے تو چراغ جلا کر اس کا تیل سینہ وغیرہ پر لگانا یہ مجوسیوں کا طریقہ ہے اس لئے ناجائز ہے۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا مسجد ودرگاہ میں چراغ جلانا اور چراغ کا تیل گرم کرکے پیشانی و سینہ وغیرہ میں لگانا جائز ہے؟ جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی: محمد نور بابا بھائی نائب سکریٹری دار العلوم حسینیہ، ہمت نگر، گجرات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب مسجد میں روشنی کے لئے چراغ میں سرسوں کا تیل یا کوئی بھی تیل جس میں بدبو نہ ہو ڈال کر جلانا جائز ودرست ہے جب کہ اس وقت نمازی کو روشنی کی حاجت ہو۔ فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

"لو وقف علی دھن السراج للمسجد لا یجوز وضعہ جمیع اللیل بل بقدر حاجۃ المصلین" (ج۲،ص۴۵۹، الباب الحادی عشر فی المسجد وما یتعلق بہ)

اسی طرح بزرگان دین کے مزارات میں بھی چراغ جلانا جائز ہے جب کہ اس سے صاحب مزار کی

عظمت شان کا اظہار اور زائرین کے لئے روشنی مقصود ہو۔ تفسیر روح البیان میں ہے:

"إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ" کے تحت ہے: "ایقاد القنادیل و الشمع عند قبور الاولیاء و الصلحاء من باب التعظیم و الاجلال ایضاً للاولیاء فالمقصد فیہا مقصد حسن" (ج ۳، ص ۴۰۰، دار احیاء التراث العربی بیروت)

مگر جہاں بجلی کا مکمل انتظام ہے اور بجلی برابر رہتی ہو بار بار آتی جاتی نہیں تو وہاں کی مساجد ودرگاہ میں لائٹ رہتے ہوئے چراغ جلانا فضول خرچی ہے جو ناجائز ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے:

"وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ" (سورۂ بنی اسرائیل، ۲۶)

یعنی فضول خرچ نہ کرو بے شک فضول خرچ کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں۔ اور اگر لائٹ بار بار آتی جاتی ہو جس کے باعث بار بار چراغ جلانے بجھانے میں حرج ہو تو چراغ کو وقت حاجت تک جلائے رکھنے کی اجازت ہے۔

مسجد میں جلنے والے چراغ کا تیل ہاتھ میں لے کر اور اسے چراغ پر گرم کر کے پیشانی وسینہ یا کسی دوسرے عضو میں لگانا ناجائز ہے کہ یہ تیل چراغ جلانے کے لئے ہوتا ہے نہ کہ کسی دوسرے مقصد کے لئے الا یہ کہ وہاں کا عرف عام ایسا ہی ہو تو اجازت ہوگی۔ یہی حکم درگاہ کے چراغ کا بھی ہے۔

اور زید کا یہ کہنا کہ یہ مجوسیوں کا طریقہ ہے بڑی زیادتی ہے مجوسی آگ کی پرستش کرتے ہیں اور یہ ہرگز پرستش نہیں تیل کو گرم کرنا الگ چیز ہے اور پرستش الگ چیز۔ زید نے مسلمانوں پر بہت سخت حکم لگایا اس کی وجہ سے اس پر توبہ ضروری ہے بلکہ تحقیق کی جائے کہ کہیں وہ وہابی تو نہیں اگر ایسا ہو تو اس کا بائیکاٹ کریں اور اس کی بکواس پر کان نہ دھریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — **کتبہ:** محمد وقار علی احسانی علیمی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۱۱ر ربیع الآخر ۱۴۲۸ھ

بالغہ بچیوں کا مردوں سے یا بالغ لڑکوں کا عورتوں سے تعلیم حاصل کرنا کیسا ہے؟ اگر عالم ایسا کرے تو اس کا کیا حکم ہے؟ اس سے مرید ہونا اس کی اقتدا میں نماز پڑھنا کیسا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت اس مسئلہ میں:

ہمارے علاقے کے گلزار ہائی اسکولوں میں جو اساتذہ پڑھاتے ہیں ان میں مرد بھی ہیں اور خواتین

بھی۔لیکن ان اسکولوں میں طالبات ہی پڑھتی ہیں جن میں بعض بالغہ ہیں اور بعض نابالغہ اسی قسم کے ایک اسکول میں چند مرد اساتذہ کے ساتھ ایک صحیح العقیدہ سنی حافظ وقاری عالم دین بھی مدرس ہیں وہ بھی طالبات کو پڑھاتے ہیں۔اس کے علاوہ یہاں کے ہر ہائی اسکول اور کالج میں خواتین ٹیچر یا لکچرر ہیں جہاں مسلم نوجوان لڑکے پڑھتے ہیں یہاں تک کہ ایک پیر صاحب ہیں جو ایک کالج میں اُردو پروفیسر ہیں جو جوان لڑکیوں کو بھی کلاس میں پڑھاتے ہیں۔لہٰذا مذکورہ صورتوں میں جواب طلب یہ ہے کہ

(۱) مسلم طالبات ''جو بالغہ ہوں'' کا مرد اساتذہ سے پڑھنا اور نوجوان مسلم طلبہ کا خواتین اساتذہ سے پڑھنا ازروئے شرع کیسا ہے؟ اوران کے مربیوں پر کیا حکم ہے؟

(۲) مذکورہ عالم دین پر شرعاً کیا حکم ہے؟ اوران کی اقتدا میں نماز جائز ہے یا نہیں؟

(۳) مذکورہ پیر صاحب پر بھی شرعاً کیا حکم ہے؟ اوران کی اقتدا میں نماز پڑھنا اوران سے بیعت ہونا ازروئے شرع کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔ المستفتی: سید فضل رسول حبیبی، انسپکٹینگ بالاسور، سرکل اڑیسہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب مخلوط تعلیم کا جو طریقہ اسکولوں اور کالجوں میں انگریزوں کی اندھی تقلید میں رائج ہے حرام وگناہ ہے کیوں کہ جوان لڑکے جوان لڑکیاں ایک کلاس روم میں بیٹھتے ہیں بے حجاب ایک دوسرے کو دیکھتے اور بات چیت بھی کرتے ہیں یوہیں اساتذہ بلا حجاب ایک دوسرے کو دیکھتے رہتے ہیں یہ سب ناجائز وگناہ ہے کہ اجنبی مرد وعورت کا ایک دوسرے کو بے حجاب قصداً دیکھنا شرعاً ممنوع ہے اس کی وجہ سے فتنے بھی پیدا ہوتے ہیں، کبھی کبھی عشق بازی کے واقعات بھی ہوجاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ الخ۔ اور اپنا سنگار ظاہر نہ کریں مگر اپنے شوہروں پر الخ (سورۃ النور/۳۱) حدیث شریف ہے: "لاتتبع النظرۃ النظرۃ فانھا لك الاولی ولیست لك الآخرۃ۔ یعنی اجنبی عورت پر ایک نگاہ پڑ جانے کے بعد دوسری نگاہ نہ ڈالو کہ اچانک پڑ جانے والی پہلی نگاہ تمہارے لیے معاف ہے دوبارہ دیکھنا جائز نہیں۔(مسند امام احمد بن حنبل ج۶،ص:۴۸۲)

درمختار وردالمحتار میں ہے۔ "امتنع نظرہ إلی وجهها فحل النظر مقید بعدم الشهوۃ والا فحرام وهذا فی زمانهم، واما فی زماننا فمنع من الشابة اسی کے تحت ردالمحتار میں ہے :لا لانه عورۃ بل لخوف الفتنة۔" (ج۶،ص۳۷۰،فصل فی النظر والمس)

ہاں اگر کوئی استاذ لڑکیوں پر نظر نہ ڈالے ان سے اپنی نظر جھکائے رکھے نیز انہیں ہدایت دے کہ وہ نقاب میں رہیں اور وہ بھی اپنی نگاہیں جھکائے رکھیں تو استاذ پر کوئی الزام نہ ہوگا نہ اس کی امامت وبیعت پر کوئی

اثر آئے گا۔ قرآن شریف میں ہے: "لَا يَضُرُّكُمْ مَنْ ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ۔" تمہارا کچھ نہ بگاڑے گا جو گمراہ ہوا جب کہ تم راہ پر ہو۔ (سورۃ المائدہ/ ۱۰۵) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — کتبہٗ: محمد وقار علی احسانی علیمی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۱۷؍ محرم الحرام ۱۴۲۹ھ

مسجد و مدرسے کے لئے گورنمنٹ امداد لینا کیسا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و ملت اس مسئلہ میں:

اسلامی مدرسے اور مسجد کے لئے گورنمنٹ کی امداد لینا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد توحید الحق، امام اشرفی مسجد، نرملی گلی، دھرم تلا، کولکاتہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اسلامی مدرسے کے لئے گورنمنٹ کی امداد لینا جائز و درست ہے۔ بلکہ اگر اس کے نہ لینے سے مدرسے کا خسارہ ہو تو اس کا نہ لینا نادانی ہے۔ کیوں کہ مدارس اسلامیہ میں نہ لینے کی صورت میں گورنمنٹ اسے کسی غیر اسلامی ادارے میں دے دے گی تو نہ لینے میں جہاں مدارس کا خسارہ ہے وہیں ایک طرح غیر اسلامی ادارے کی اعانت بھی ہے۔

فتاویٰ رضویہ میں رد المحتار سے ہے: "في البزازية السلطان إذا أعطى غير المستحق فقد ظلم مرتين بمنع المستحق وإعطاء غيره، ففي توجيهه هذه الوظائف لأبناء هولاء الجهلة ضياع العلم والدين وإعانتهم على ضرار المسلمين۔" اھ (ج۹، ص۲۷۷ نصف آخر)

اور مساجد کے لئے امداد لینا اس شرط کے ساتھ جائز ہے کہ کسی دیوبندی، وہابی کے واسطے سے وہ رقم نہ ملے ورنہ وہ مسجد میں مداخلت کر کے کبھی بھی وہابی بدمذہب امام مقرر کر سکتا ہے۔ مدارس کو آج کل جس طور پر امداد مل رہی ہے اگر اسی طور پر مساجد کو بھی امداد ملے مگر مساجد اور ائمۂ مساجد پر حکومت کوئی ایذا دباؤ نہ رکھے کہ کبھی بھی ان کو اپنے کام کے لئے استعمال کر سکے تو اجازت ہوگی۔ واللہ تعالیٰ أعلم۔

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — کتبہٗ: غلام احمد رضا قادری

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۱۲؍ ربیع الغوث ۱۴۲۸ھ

فاسق میلاد پڑھ سکتا ہے؟ اللہ کو "دلبر" اور حضور کی ردائے اقدس کو "کملیا" کہنا کیسا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و ملت اس مسئلہ میں:

زید کے یہاں میلاد خواں پارٹی ہے، جو کبھی کبھی جمعہ کی نماز پڑھ لیتے ہیں اور داڑھی مبارک ایک مشت سے پہلے ہی کٹوادیتے ہیں اور کچھ تو چہرے پر داڑھی کے بال آتے ہی صاف کر لیتے ہیں اور نہ ہی ان کا شرعی لباس ہے، جن کا اکثر وقت شطرنج، تاش وغیرہ کھیلنے میں نکلتا ہے۔ فاسق معلن اگر اذان دے تو حکم ہے کہ لوٹائی جائے اگر چہ عالم ہی کیوں نہ ہو۔ تو پھر ایسے لوگ میلاد پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

میلاد خواں پارٹی میلاد اکبر، میلاد گوہر، میلاد خلیل کتابوں سے پڑھتے ہیں جب کہ ان کتابوں میں جگہ جگہ لفظ غزل لکھا ہے۔ اور غزل کے لغوی معنی عورتوں سے بات چیت کرنا، ان کے حسن و جمال کی تعریف کرنا ہے۔ زید کا کہنا ہے کہ یہ کتابیں غیر معتبر ہیں البتہ کچھ روایتیں معتبر کتابوں کی ہیں مگر اس میں بھی اضافہ کیا گیا ہے۔ لہذا ایسی کتابوں سے میلاد پاک نہ پڑھیں اور نہ ہی اس طرح کے اشعار پڑھیں۔ جو مندرجہ ذیل ہیں۔ غزل:

غوث اعظم پیر ہمارے شاہ جیلانی رب کے جانی
آپ محبوب سبحانی ہیں رب کے دل بر جانی
کالی کملیا والے توری یاد ستائے
یاد ستائے مورا جیا تڑپائے

غزل:

تیرے خاص مکاں کا پتہ میری جاں نہ ملا نہ ملا نہ ملا نہ ملا
کہیں دونوں جہاں میں تیرا نشاں نہ ملا نہ ملا نہ ملا نہ ملا
نہ فلک پہ پتہ نہ زمیں پہ نشاں نہ ادھر نہ ادھر نہ یہاں نہ وہاں
کہیں نام کو تیرے نشاں میری جان نہ ملا نہ ملا نہ ملا نہ ملا

المستفتی: مولانا حکیم اللہ نظامی بستوی، مقام مجھوا میر اسلام پورہ، بستی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب جو لوگ داڑھی منڈاتے یا کتا کر حد شرع سے کم کراتے، یا ایک مشت ہونے سے پہلے ہی کٹاتے ہیں نیز اس کے عادی ہیں وہ فاسق معلن ہیں، ان کو عزت کی جگہ بٹھا کر ان سے میلاد شریف پڑھوانے کی اجازت نہیں، انہیں حکم دیا جائے کہ وہ توبہ کر کے داڑھیاں بڑھالیں۔ حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: ''ذاکرین میں بعض جماعتیں فساق و فجار پر بھی مشتمل ہوتی ہیں، ان فواسق کو منبر نہ دیا جائے کہ تعظیم ذکر کے ساتھ ان کی بھی تعظیم ہوگی اور فاسق کی تعظیم ناجائز و گناہ ہے۔'' اھ (فتاویٰ مصطفویہ ص ۴۳۷)

نیز اسی میں ہے: ''وہ ذاکرین جو سنی صحیح العقیدہ غیر فاسق معلن ہوں اور کتب معتبرہ مستندہ سے روایات

صحیحہ مقبولہ ومعتمدہ پڑھیں وہ علماء کے اس وقت نائب ہیں انہیں منبر پر بٹھانے میں حرج نہیں" اھ (ص ۴۳۷)

اور میلاد اکبر و میلاد گوہر وغیرہ ہمارے دار الافتاء میں موجود نہیں اس لئے ان کے بارے میں مجھے معلوم نہیں کہ ان کا مصنف کون ہے اور ان میں کیسی روائتیں ہیں۔ نعتیہ غزل پڑھ سکتے ہیں اور منقبتیہ غزل کوئی میلاد شریف میں نہیں پڑھتا۔

اللہ تعالیٰ کو دلبر کہنا حرام و گناہ ہے اور اس کا معنی حقیقی کفر ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ردائے اقدس کے لئے "کملیا" کا لفظ استعمال کرنا بھی ناجائز ہے۔ اس لئے ایسے کلمات پر مشتمل نظم یا نعت ہرگز نہ پڑھیں۔ میلاد خواں حضرات کو چاہئے کہ معتمد علما کے اشعار پڑھیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — **کتبہٗ:** غلام نبی نظامی علیمی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۲۰ / محرم الحرام ۱۴۲۷ھ

مزارات کا دھاگا ہاتھوں میں باندھنا کیسا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت اس مسئلہ میں:

زائرین مزارات سے دھاگہ لاکر پہنتے ہیں بالخصوص اجمیر شریف کا دھاگہ کیا اس طرح کسی مزار کا دھاگہ باندھنا جائز ہے؟

المستفتی: محمد رئیس نوری

خادم جامعہ اہلسنّت صادق العلوم، شاہی مسجد گھاس بازار ناسک سٹی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اجمیر شریف یا کسی بھی جگہ کا دھاگہ ہاتھ میں باندھنا جائز نہیں کہ اس میں مشرکین سے مشابہت ہے وہ بھی اپنے تیرتھ استھانوں سے اسی قسم کے دھاگے لاکر باندھتے ہیں۔ نیز ان کا ایک تہوار رکشا بندھن ہے جس میں اسی قسم کے دھاگے باندھے جاتے ہیں۔ اور تشبہ بالغیر ناجائز و گناہ ہے۔ حضور شارح بخاری مفتی محمد شریف الحق صاحب امجدی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ "مسلمانوں کو یہ جائز نہیں کہ دھاگہ ہاتھ میں باندھیں اس میں مشرکین کے ساتھ تشبہ ہے اور حدیث میں ہے: "من تشبہ بقوم فھو منھم" اھ

(ماہنامہ اشرفیہ اپریل ۱۹۹۸) واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — **کتبہ:** محمد ابوبکر مصباحی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۲۸ / شوال المکرم ۱۴۲۷ھ

بَابُ الْاَکْلِ وَالشُّرْبِ

کھانے پینے کا بیان

جرسی، فیجیشین گائے کا دودھ پینا کیسا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ
جرسی یا فیجیشین گائے کا دودھ پینا شرعا کیسا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد اسلام، مقام و پوسٹ چھاؤنی ضلع بستی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب جرسی اور فیجیشین گائے جب گائے کے پیٹ سے پیدا ہوتی ہے تو اس کا دودھ پینا جائز و درست ہے۔ اس لیے کہ جانوروں میں نسب کا اعتبار ماں سے ہوتا ہے۔ ماں حلال تو بچہ بھی حلال، ماں حرام تو بچہ بھی حرام ردالمحتار میں ہے: "لان المعتبر فی الحل والحرمة الام فیما تولد من ماکول أو غیر ماکول" اھ (ص ۳۰۵، ج ۶)

اور فتاوی ہندیہ میں ہے:

"فان کان متولدا من الوحشی والانسی فالعبرة للام" اھ (ص ۲۹۷ ج ۵)

اور اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر فرماتے ہیں: "مادہ جب حلال ہے تو بچہ حلال ہے کہ جانور میں نسب ماں سے ہے نہ کہ باپ سے" اھ (فتاویٰ رضویہ ص ۷ ج ۹ نصف آخر) واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: غلام نبی نظامی علیمی
۵ رمحرم الحرام ۱۴۲۷ھ

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

غیر مسلم کمپنی کی بنی باٹل کا پانی پینا کیسا ہے؟

مسئلہ ہندو کی کمپنی میں بنی ہوئی باٹل کا پانی پینا کیسا ہے جب کہ اس کمپنی میں شراب وغیرہ کا بھی کاروبار ہوتا ہے۔ بینوا توجروا۔

المستفتی: محمد جلال الدین الجامعة النظامیہ، شکرولی، سنولی بازار

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب جائز ہے جب تک کہ وقوع نجاست کا یقین نہ ہو بحکم قاعدہ الاصل فی الاشیاء الاباحة" "الا اصل فی الاشیاء الطهارة" اور ضابطہ عام "الیقین لا یزول بالشك" بچنا اولی ہے، اس دور میں تو اکثر اشیاء ہنود و کفار ہی کی کمپنیوں سے تیار ہوتی ہیں مثلاً پیپسی، کوکا کولا، تھمس اپ وغیرہ مگر عوام و خواص سب ہی اس کو پیتے ہیں۔ لہٰذا اس باٹلی کا پانی بھی جائز ہے جب تک کہ نجاست کا یقین نہ ہو جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
کتبہٗ: محمد شمس الدین علیمی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی
۳ ربیع النور ۱۴۲۴ھ

مدرسہ میں لگے گورنمنٹ نل کا پانی باہر والے لے سکتے ہیں؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس بارے میں کہ

گرام پردھان نے مدرسہ کے گراونڈ میں گورنمنٹی ہینڈ پائپ (نل) لگوایا ہے کیا اس کا پانی مدرسہ کے اساتذہ وطلبہ کے علاوہ دوسرے لوگ پی سکتے ہیں۔ زید جو مدرسہ کا مدرس ہے نہ طالب علم وہ تقریباً ۵ رسال سے اس کا پانی پی رہا ہے تو اس کے لیے کیا حکم ہے؟ **المستفتی:** محمد حسن کنڈکٹر، مقام ٹیما پوسٹ نگر بازار، ضلع بستی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب پردھان نے مدرسہ کے گراؤنڈ میں جو گورنمنٹی ہینڈ پائپ لگوایا ہے اس کے پانی کا استعمال کرنا سب کے لیے جائز ہے خواہ وہ مدرسہ کے اساتذہ ہوں یا طلبہ یا دوسرے لوگ اس لیے کہ یہ کسی خاص آدمی کے لیے نہیں ہوتا حکومت کی طرف سے عوام الناس کے لیے لگایا جاتا ہے کہ جس سے عوام وخواص سب استفادہ کریں اسی وجہ سے اسے عوامی جگہوں پر لگایا جاتا ہے بلکہ کسی گھر کے اندر یا ایسی جگہ لگانا جہاں عام لوگ نہ پہنچ سکیں قانوناً غلط ہے لہٰذا اس کو مدرسہ کے مدرس اور طلبہ کے لیے مخصوص کرنا روا نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
کتبہٗ: محمد احمد قادری مصباحی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی
۶ رجمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ

تعویذ پہن کر پاخانہ پیشاب خانہ میں جانا جائز ہے یا نہیں؟ غیر مسلم کو تعویذ دینا کیسا ہے؟ تعویذی سائز کا قرآن چھاپنا کیسا ہے؟

مسئلہ (۱) کیا تعویذ پہن کر پاخانہ پیشاب خانہ میں جانا جائز ہے؟

(۲) غیر مسلم کو تعویذ لکھ کر دینا کیسا ہے؟

(۳) چھوٹے سائز کا قرآن شریف جو گلے میں تعویذ بنا کر پہنا جاتا ہے اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

المستفتی: صوفی محمد صدیق اندور، ایم پی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب تعویذ اگر غلاف کے اندر نہ ہو بلکہ ظاہر ہو تو اس کو لے کر بیت الخلاء میں جانا منع ہے لیکن اگر غلاف کے اندر ہو اور ظاہر نہ ہو تو اس کو پہن کر بیت الخلاء میں جانا جائز تو ہے مگر اتار کر جانا بہتر ہے۔ درمختار میں ہے:

"رقیۃ فی غلاف متجاف لم یکرہ دخول الخلاء بہ والاحتراز افضل" اھ (ج ۱ ص ۲۸۸)

ردالمحتار میں ہے: "لا بأس بان یشد الجنب والحائض التعاویذ علی العضد اذا کانت ملفوفۃ" اھ (ج ۹ ص ۴۴۳)

حضرت علامہ مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ اپنے ایک فتوی میں تحریر فرماتے ہیں "جب نقوش و تعویذات موم جامے یا واٹر پروف کاغذ یا پنی میں لپیٹ کر گلے میں ڈالے گئے ہوں یا بازو پر باندھے گئے ہوں تو انہیں پہن کر بیت الخلاء میں جاسکتے ہیں۔ جنبی مرد و عورت حائضہ ونفساء بھی پہنے رہ سکتی ہیں۔ اھ (ماہنامہ اشرفیہ جون ۱۹۹۷ ص ۶) واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) غیر مسلم کو آیات قرآنیہ و اسمائے الٰہیہ و کلمات طیبہ لکھ کر بطور تعویذ دینا جائز نہیں کہ وہ اس کا ادب ملحوظ نہ رکھیں گے ہاں اگر اس کے اعداد لکھ کر دیں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں "غیر مسلم کو آیات قرآنی لکھ کر ہرگز نہ دی جائیں کہ اساءت ادب کا مظنہ ہے بلکہ مطلقاً اسمائے الٰہیہ و نقوش مطہرہ نہ دیں کہ ان کی بھی تعظیم واجب ہے بلکہ دیں تو ان کے اعداد لکھ دیں" اھ (فتاویٰ رضویہ ج ۹ ص ۲۰۹ نصف آخر) اور ایک غیر مسلم ہی نہیں بلکہ بہت سے ایسے لوگ ہیں جن کو تعویذ دینا ممنوع ہے فتاویٰ رضویہ میں اس کی تفصیل یہ ہے۔

(۱) جس طرح عورتیں اکثر تسخیر شوہر چاہتی آتی ہیں ہمارے کہنے میں ہو جائے جو ہم کہیں وہی کرے یہ حرام ہے حدیث میں اسے شرک فرمایا اللہ عزوجل نے شوہر کو حاکم بنایا نہ کہ محکوم۔

(۲) یا یہ چاہتی ہیں کہ اپنی ماں، بہن سے جدا ہو جائے۔

(۳) یا ان کو کچھ نہ دے ہمیں کو دے یہ سب مردود خواہشیں ہیں۔

(۴) مقدمات فوجداری میں مسلمانوں کو نقوش حفاظت دیے جائیں۔

(۵) دیوانی و مالی کے مقدمات میں جب تک معلوم نہ ہو کہ یہ حق پر ہے نہ دیں کہ ظالم کی اعانت حرام ہے۔

(۶) حب وتسخیر عورت کے لئے نقش وعمل کسی کو نہ دیا جائے کہ اس میں اکثر مقاصد فاسد بھی ہوتے ہیں اگر فی الواقع نکاح ہی کا طالب ہو جب بھی صریح اندیشۂ معصیت ہے کہ اجنبی کی محبت دل عورت میں پیدا ہونا سم قاتل ہے ممکن کہ نکاح میں تعویق ہو یا اولیائے زن نہ مانیں اور محبت طرفین سے پیدا ہو چکی تو اس کا نتیجہ برا ہو۔

(۷) یوہی اگر تسخیر زن نہ چاہے بلکہ اولیائے زن کی تسخیر کہ وہ اس سے نکاح کر دیں اور یہ ان کا کفو نہ ہو یعنی ایسا کم ہو کہ اس سے اس کا نکاح اولیائے زن کے لئے باعث مطعونی یا معصیت شرعی ہو جب بھی ہرگز نہ دیں کہ یہ مسلمانوں کو مضرت رسانی ہے۔

(۸) بلکہ بہتر یہ ہے کہ اس مقصد کے لئے مطلقاً دیا ہی نہ جائے نکاح خصوصاً ہندوستان میں عمر بھر کا ساتھ ہوتا ہے اور انجام کا علم اللہ عزوجل کو، ممکن کہ یہ رشتہ طرفین میں کسی کے لئے شر ہو تو شر کا سبب بنانہ چاہیے یہاں ایسوں کو ہمیشہ یہی ہدایت کی جاتی ہے کہ استخارہ شرعی کریں اور دعا کہ اللہ عزوجل وہ کرے جو بہتر ہو۔

(۹) نہ خود کسی مسلمان کی ضرر رسانی کا کوئی عمل کیا جائے نہ کسی کو بتایا جائے اگر چہ وہ اپنی کتنی ہی مظلومی اور اس کا ظالم و موذی ہونا ظاہر کرے ہاں اگر ثبوت شرعی سے ثابت ہو جائے کہ وہ عام طور پر ظالم و موذی ہے تو اس کے لئے اسی قدر ضرر کی خواہش روا ہے جس قدر کا شرعاً اسے استحقاق ہے اس سے زیادہ حرام ہے اور اس کا صحیح معیار پر اندازہ خصوصاً اپنے معاملے میں بہت دشوار ہوتا ہے لہٰذا ہمیشہ یہاں سپر ہی ہاتھ میں رکھی تلوار کام میں نہ لائی گئی اسی پر عمل رہے۔

(۱۰) مسلمانوں کو لوجہ اللہ تعویذات واعمال دئے جائیں دنیوی نفع کی طمع نہ ہو جیسا کہ آج تک بحمد اللہ تعالیٰ یہاں کا دستور ہے۔

(۱۱) کفار کو اگر نقوش دیے جائیں تو مضر، انہیں مظہر کی اجازت نہیں اور وہ بھی اس امر میں ہو جس سے کسی مسلمان کا نقصان نہ ہو اور ان سے معاوضہ لینے میں مضائقہ نہیں بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے۔

(۱۲) جو کافر خصوصاً مرتد جیسے قادیانی، نیچری، وہابی، رافضی، چکڑالوی غیر مقلد مسلمانوں کو ایذا دیا کرتا ہو اگر چہ رسائل کی تحریر یا مذہبی تقریر سے اس پر دفع بلا خواہ رفع مرض کا بھی نقش نہ دیا جائے اور ایسا نہ ہو اور اس کام میں کسی مسلمان کا ذاتی نقصان بھی نہ ہو جب بھی مرتدوں کا مبتلائے بلا ہی رہنا بھلا اور اگر دیں تو ضرور یہ معاوضہ کہ اس میں دینی نفع تو تھا ہی نہیں دنیوی بھی نہ ہو تو آخر کس لئے۔ یہ بارہ باتیں بطور نمونہ ہیں ہر طرح مصلحت شرعیہ ملحوظ رہے" اھ (ج ۱۲ ص ۲۰۹-۲۱۰)

مذکورہ فتاویٰ کی روشنی میں حضرت مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ اپنے ایک فتویٰ میں یوں تحریر فرماتے ہیں: "احتیاط اسی میں ہے کہ کفار کو آیات کریمہ دعاؤں کے مظہر نقوش نہ دیے جائیں اعدادی نقوش

دیے جائیں لیکن اگر مظہر نقوش دیے جائیں تو ان کو موم جامہ کر کے واٹر پروف کاغذ میں لپیٹ کر دیے جائیں ایسی تعویذات جس میں قرآن مجید کی آیات لکھی ہوں کفار کو دینا جائز نہیں اگر چہ موم جامہ یا واٹر پروف کاغذ میں لپیٹ کر دیے جائیں" اھ (ماہنامہ اشرفیہ جون ۱۹۹۷) واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) قرآن مجید کو بہت چھوٹے سائز میں کرنا مکروہ ہے اور اگر لوگوں میں اس کا بطور تعویذ پہننا رائج ہو تو مطبع والے ایسا کریں گے تو یہ ایک طرح تصغیر قرآن میں تعاون ہوگا لہٰذا اس سے بھی بچا جائے۔

غنیہ میں ہے: ویکرہ تصغیر المصحف و کتابته بقلم دقیق لان فیه شبهة التحقیر ومظنته فی اللفظ او المرئی" ا ھ (ص ۴۹۸)

درمختار مع شامی میں ہے:" ویکرہ تصغیر مصحف ای تصغیر حجمه و کتابته بقلم دقیق" اھ (ج ۹ ص ۴۷۱، فصل فی البیع)

مفاتیح الجنان شرح شرعۃ الاسلام میں ہے:" ومن السنة فی تعظیم المصحف ان لا یکتب بخط دقیق فی تقطیع صغیر فانه مکروہ عن ابی حنیفة وابی یوسف رحمهما الله قال الحسن وبه ناخذ وقال لعله اراد کراهة التنزیه وذکر فی القنیة" (ص ۷)

فتاویٰ رضویہ باب الاستنجاء میں ہے:" قرآن عظیم چھوٹی تقطیع پر لکھنا حمائل بنانا شرعا مکروہ و ناپسند ہے امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کے پاس قرآن مجید باریک لکھا ہوا دیکھا اسے مکروہ رکھا اور اس شخص کو مارا اور فرمایا عظموا کتاب الله کتاب اللہ کی عظمت کرو رواہ ابو عبید فی فضائل القرآن امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ الکریم مصحف کو چھوٹا بنانا مکروہ رکھتے رواہ عبد الرزاق فی مصنفه و بمعناہ ابو عبید فی فضائله اسی طرح ابراہیم نخعی نے اسے مکروہ فرمایا رواہ ابی داؤد فی المصاحف درمختار میں ہے یکرہ تصغیر مصحف ردالمحتار میں ہے ای تصغیر حجمه تو اس قدر چھوٹا بنانا کہ معاذ اللہ ایک کھلونا اور تماشہ ہو کس طرح مقبول ہو سکتا ہے" اھ (ج ۲ ص ۱۶۱) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی، برکاتی

کتبہٗ: محمد ابراہیم مصباحی
۶ ر شعبان المعظم ۱۴۳۲ھ

سونے چاندی یا دوسری دھاتوں کا دانت لگوانا کیسا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں
دانت بنوانے میں چاندی، سونا اور دوسری دھات کا استعمال کرنا کیسا ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اگر کوئی دانت گر گیا اس کی جگہ دوسرا دانت لگوانا چاہتا ہے تو چاندی کا لگوانا جائز ہے اور امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک ہلتے ہوئے دانتوں کو سونے کے تار سے بندھوانا یوں ہی سونے کے دانت لگوانا دونوں جائز ہے فتاویٰ رضویہ میں ہے۔ ''افادہ دانت کی جگہ چاندی کا دانت لگانا جائز ہے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سونے کے تار اور دانت بھی روا۔ فی الدر المختار لا یشد سنه المتحرك بذهب بل بفضة وجوزهما محمد اھ وفی ردالمحتار عن التاتارخانية جدع اذنه اوسقط سنه فعند الامام يتخذ ذلك من الفضة فقط و عند محمد من الذهب ايضاً اھ ملخصاً'' (ج ۹ ص ۴۳ نصف اوّل) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی

کتبہٗ: محمد اظہر الدین برکاتی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

۵ رشعبان اعظم، ۱۴۳۲ھ

زید نے تقریر میں کہا ''اللہ نے سب کو عبادت کے لئے بنایا عبادت نہ کروگے جہنم میں جاؤ گے جیسے کوئی بھینس لائے اور اسے فائدہ نہ ہو تو اسے بیچ یا کاٹ دے گا۔'' تو کیا ایسا کہنا کفر ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

زید نے دوران تقریر یہ بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے جن وانسان کو عبادت کے لئے پیدا فرمایا ہے تو عبادت نہیں کروگے تو اللہ تعالیٰ جہنم میں داخل فرمائے گا۔ مثال کے طور پر آپ یوں سمجھئے کہ آپ بھینس لے کر آئیں اور آپ کو فائدہ نہ حاصل ہو تو اسے آپ بیچ ڈالو گے یا کٹنے کے مقام پر بھیج دو گے۔ تو بکر نے کہا کہ اس طریقہ سے نماز کے لئے مثال دینا جانور سے کفر ہے۔ پھر جب زید نے دو آدمیوں کو ان کے پاس وجہ کفر پوچھنے بھیجا تو بکر نے کہا کہ میں نے یہ نہیں کہا بلکہ یہ کہا جانور سے تشبیہ دینا نماز کے لئے کفر ہے۔ تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ ان دونوں میں کس کی بات صحیح ہے؟ کیا زید پر حکم کفر عائد ہوتا ہے؟

المستفتی: ماجد رضا خاں حشمتی مقام گورہ پانڈے، مسجد کا پوروہ، ضلع بستی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب صورت مسئولہ میں زید کا یہ قول تشبیہ ہے نہ مثال اور نہ اس میں تحقیر نماز کی بو، یہ تو لوگوں کو

زجر وتوبیخ ہے کہ جس طرح جانور جس مقصد کے لئے خریدا جائے اور اس سے وہ مقصد پورا نہ ہوتو ہم اس کو بیچ دیتے ہیں یا ذبح کر دیتے ہیں۔اسی طرح ہمارا دنیا میں آنے کا مقصد اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا ہے اگر ہم اس کی عبادت نہ کریں گےتو وہ ہم کو جہنم میں ڈال دے گا۔

اسی طرح کا ایک سوال اعلیٰ حضرت قدس سرہ سے ہوا۔سوال کے الفاظ یہ ہیں۔ایک عالم سنی حنفی المذہب نے اپنے وعظ میں کہا کہ اللہ جل جلالہ نے ایک سو چار کتاب نازل فرمائی۔اس کی تفصیل یہ ہے کہ کہ سب میں پروردگار نے فرمایا ہے: اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ الخ اے مسلمانوں! آپ لوگوں کو سمجھانے کے لئے ایک مثال دیتا ہوں اس کے بعد آپ لوگ خیال کریں کہ قوت ایمانی میں کہاں تک ضعف ہوگیا ہے دیکھو کسی حاکم کا چپراسی سمن لے کرآتا ہےتو اس کا کس قدر خوف ہوتا ہے حالانکہ حاکم ایک بندہ مثل ماوشا سمن آدھے پیسہ کا کاغذ جس میں معمولی مضمون ہوتا ہے چپراسی پانچ چھ روپے کا ملازم ہوتا ہے۔مگر یہ حالت ہوتی ہے کہ اس کے خوف کے مارے لوگ روپوش ہو جاتے ہیں لاچاری سے لینا ہی پڑتا ہے بعدہ وکیل کی تلاش اور روپے کا صرف کرنا اور اللہ تعالیٰ احکم الحاکمین کہ دم بھر میں تہ وبالا کرسکتا ہے اس کا حکمنامہ یعنی قرآن پاک ومقدس کہ جس کے ایک ایک حرف پر دس بیس تیس نیکی کا وعدہ ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لائے کہ جن کی خاطر زمین وآسمان پیدا ہوا اب بتاؤ کہ اس احکم الحاکمین اور اس قرآن مجید اور اس کے رسول پاک کا فرمان ہم مسلمان لوگ کہاں تک بجالاتے ہیں ہمیشہ وعظ سنتے ہیں عمل نہیں کرتے۔اس پر دوسرے ایک عالم نے کہا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو چپراسی کہنا دین کا یا اس سے مثال دینا یا اس سے تشبیہ تینوں صورت میں کفر ہے۔

اس سوال کے جواب میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں ”حاشا اللہ اس میں نہ تشبیہ ہے نہ تمثیل نہ اصلا معاذ اللہ توہین کی بو۔یہ تو لوگوں کو زجر وتوبیخ ہے کہ ایک ذلیل حاکم کا ذلیل فرمان ذلیل تر چپراسی لائے اس پر تو تمہاری یہ حالت ہوتی ہے اور ملک الملوک واحد قہار جل وعلا کا عزیز وعظیم وجلیل وکریم فرمان اعز المرسلین اکرم المحبوبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لے کر تشریف لائے اس کی پرواہ نہیں کرتے اس سے اپنی قوت ایمانی کے حال کا اندازہ کرسکتے ہو۔اس کی نظیر حضور بشیر ونذیر صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ صحیح بخاری میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے۔والذی نفسی بیدہ لو یعلم احدھم انہ یجد عرقا سمینا او مرماتین حسنتین لشھد العشاء قسم اس کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر ان میں کسی کو یہ معلوم ہوتا کہ کوئی فربہ ہڈی جس پر گوشت کا خفیف حصہ لپٹا رہ گیا ہو یا بکری کے اچھے دو کھر ملیں گے توضرور نماز عشا میں حاضر آتا اور طبرانی نے معجم اوسط میں بسند صحیح انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ حضور

اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا لو ان رجلا دعا الناس الیٰ عرق او مرماتین لا جابوہ وھم یدعون الی ھذہ الصلاۃ فی جماعۃ فلا یاتونھا. اگر کوئی شخص لوگوں کو پتلا گوشت لپٹی ہوئی ہڈی یا دو کھروں کی دعوت دے تو ضرور جائیں گے اور اس نماز کی جماعت کو بلائے جاتے ہیں تو نہیں آتے۔ کیا معاذ اللہ یہ ثواب ورضائے الٰہی کو دو کوڑی کی ہڈی یا دو کھروں سے تشبیہ ہے۔ حاشا بلکہ ان کے حال کی تقبیح اور ان پر زجر وتوبیخ وتنبیہ ہے کہ ایسی حقیر چیز کے لئے تو دوڑتے ہیں اور ایسی عظیم شئے کی پرواہ نہیں کرتے۔
(فتاویٰ الرضویہ ج ۶ ص ۱۷۶)

لہٰذا زید کا قول درست ہے، اس پر حکم کفر عائد نہیں ہوتا اور بکر کا قول غلط اور بے بنیاد ہے تو بہ کرے اور آئندہ اس طرح بے سمجھے غلط اور بے بنیاد باتیں کرنے سے اجتناب کرے۔ اور زید جسے لوگوں کے سامنے رسوا کیا اور ایذا دی اس سے معافی مانگے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہٗ: محمد محسن مصباحی

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی ۱۲/ ذی القعدہ ۱۴۳۲ھ

کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم قبر پر انگلی رکھ کر فاتحہ پڑھتے تھے؟ حضور نے کسی وقت کی اذان دی ہے؟ اوجھڑی کھانا کیسا ہے؟ کیا قبر پر اذان دینا غلط ہے؟ معراج کی رات حضور نے انبیاء کو کون سی نماز پڑھائی تھی؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل میں کہ

(۱) سرکار دو عالم کے زمانہ میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم مردے کی قبر پر انگلی رکھتے تھے یا فاتحہ پڑھ کر مردے کو ایصال ثواب کرتے تھے۔ ہمارے اجین میں ہمارے محلہ میں جب کسی مردے کو سپرد خاک کر دیا جاتا ہے تو فاتحہ نہیں پڑھتے ایک امام مردے کی قبر پر انگلی رکھ کر کہہ دیتا ہے کہ فاتحہ ہو گیا، کیا انگلی رکھنے سے فاتحہ ہو جاتا ہے؟

(۲) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے زمانہ میں مسجد میں پانچوں وقت کی اذان میں سے کسی بھی وقت کی اذان دی یا نہیں۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر، ظہر، عصر، مغرب، وعشاء کی اذان دی یا نہیں؟

(۳) بکرے کی اوجھڑی کھانا جائز ہے یا نہیں؟

(۴) ایک صاحب قبر پر اذان دینا غلط بتار ہے ہیں۔ ان صاحب کا کہنا ہے کہ بچے کے پیدا ہونے پر اس کے کان میں اذان دی جاتی ہے اب یہ قبر پر اذان پڑھنا غلط ہے۔ ان کا کہنا صحیح ہے یا غلط؟

(۵) شب معراج کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نبیوں کو کونسی نماز پڑھائی تھی؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب (۱) سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے بعد دفن مردے کے لئے فاتحہ و ایصال ثواب ثابت ہے۔ ردالمحتار "مطلب فی زیارۃ القبور" میں ہے "انہ علیہ السلام قرأ اول سورۃ البقرۃ عند راس میت و آخرھا عند رجلیہ" اھ یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مردے کے سرہانے سورۂ بقرہ کا اولی حصہ اور اس کی پائنتی پر سورۂ بقرہ کا آخری حصہ پڑھتے تھے (ج ۳ ص ۱۵۱) البتہ قبر پر انگلی رکھ کر پڑھنا ثابت نہیں۔ اور وہ امام جو قبر پر انگلی رکھ کر کہہ دیتا ہے کہ فاتحہ ہو گیا جاہل ہے اور شریعت پر دلیری کرتا ہے اس لئے کہ فاتحہ کا مطلب کوئی نیک عمل کر کے اس کا ثواب میت کو پہنچانا ہے اور قبر پر صرف انگلی رکھ دینا کونسا ثواب کا کام ہے جب کہ علماء کرام نے قبر کو چھونے سے منع فرمایا ہے۔ اشعۃ اللمعات جلد اول ص ۷۱۶، باب زیارۃ القبور میں ہے "مسح نکند قبر را بدست" اھ یعنی قبر کو ہاتھ سے نہ چھوئے۔ طحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۳۴۰ میں ہے "لا یمس القبر" اھ یعنی قبر کو نہ چھوئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار سفر میں ظہر کی اذان دی ہے اور اشھد ان محمداً رسول اللہ کے بجائے آپ نے اشھد انی رسول اللہ پڑھا۔

درمختار میں ہے فی الضیاء انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اذن فی سفر بنفسہ واقام وصلی الظھر وقد حققناہ فی الخزائن (ج ۲ ص ۱۷، باب الاذان)

"ردالمحتار" میں ہے عن التحفۃ لامام ابن حجر مکی انہ صلی اللہ علیہ وسلم اذن مرۃ فی سفر فقال فی تشھدہ اشھد انی رسول اللہ وقد اشار ابن حجر الی صحتہ وھذا نص مفسر لا یقبل التاویل" (ج ۲ ص ۶۱)

(۳) اوجھڑی کھانا جائز نہیں تفصیل کے لئے حضور فقیہ ملت مفتی جلال الدین امجدی علیہ الرحمۃ والرضوان کا رسالہ "اوجھڑی کا مسئلہ" دیکھیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) ان صاحب کا کہنا غلط ہے۔ قبر پر بعد دفن میت اذان دینا جائز و مستحب ہے جیسا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی نے اپنے رسالہ مبارکہ ایذان الاجر فی اذان القبر میں پندرہ دلیلوں سے ثابت فرمایا کہ قبر پر اذان دینا مستحب ہے۔ حدیث شریف میں ہے "اذا اذن المؤذن ادبر الشیطان ولہ حصاص"۔ یعنی جب موذن اذان کہتا ہے تو شیطان پیٹھ پھیر کر گوز مارتا ہوا بھاگتا ہے (مسلم شریف ج ۱ ص ۱۶۷) اور حضرت امام ترمذی فرماتے ہیں۔ ویؤیدہ من الاخبار قول النبی صلی

الله عليه وسلم عند دفن الميت اللهم اجره من الشيطن فلو لم يكن للشيطان هناك سبيل مادعا صلى الله عليه وسلم بذلك "یعنی وہ حدیثیں اس بات کی تائید کرتی ہیں جن میں یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میت کو دفن کرنے کے وقت دعا فرماتے اے اللہ! اسے شیطان سے بچا۔ اگر وہاں شیطان کا کچھ دخل نہ ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایسی دعا نہ فرماتے۔

(نوادر الاصول ماخوذ از فتاوی رضویہ مترجم ج ۵ ص ۶۵۵)

جب یہ بات ثابت ہے کہ دفن کے بعد شیطان مردے کو بہکانے کی کوشش کرتا ہے اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ شیطان اذان سے بھاگتا ہے اور اس میں حکم ہے کہ اسے اذان سے دفع کرو تو میت کو دفن کرنے کے بعد اس کی قبر کے پاس اذان کہنا جائز و مستحسن ہوا۔ پھر یہ اذان واقع میں تلقین میت ہے اور تلقین میت کا حکم خود حدیث نبوی میں وارد ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے اذان قبر کے سات فائدے شمار فرمائے ہیں (۱) بحوالہ تعالیٰ شیطان رجیم کے شر سے پناہ (۲) بدولت تکبیر عذاب قبر سے امان (۳) جواب سوالات یاد آجانا (۴) ذکر اذان کے باعث عذاب قبر سے نجات پانا (۵) بہ برکت ذکر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نزول رحمت (۶) بدولت اذان دفع وحشت (۷) زوال غم وحصول سرور وفرحت۔

(فتاوی رضویہ ج ۲ ص ۵۵۶) واللہ تعالیٰ اعلم

(۵) اس میں علماء کا اختلاف ہے لیکن حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی تحقیق کے مطابق وہ نماز فجر تھی جیسا کہ مدارج النبوۃ مترجم ج ۱ ص ۲۹۵ پر ہے "اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ یہ نماز نفل تھی یا فرض اگر فرض تھی تو نماز عشاء یا نماز فجر؟ سیاق حدیث سے ظاہر ہے کہ بیت المقدس میں تشریف آوری آسمانی عروج سے پہلے ہے تو یہ نماز عشاء ہوگی۔ اور اس قول کے بموجب جس نے یہ کہا کہ یہ قضیہ بعد از نزول معراج ہے تو یہ نماز صبح ہوگی اور بعض نے اس کو ترجیح دی ہے۔ کیونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم جب تمام کمالات وبرکات لے کر اترے تو انبیاء علیہم السلام پر اپنے فضل وشرف کے اظہار کے لئے یہ نماز پڑھی۔

اس مسکین (یعنی شیخ محقق رحمہ اللہ) کے دل میں یہ خیال گزرا تھا کیوں کہ نہ دونوں حالتوں میں ہوا ہو یعنی قبل از عروج بھی اور بعد از عروج بھی۔ لیکن بغیر ذکر علماء حدیث اس خیال کے لکھنے کی جرأت نہ ہوئی مگر جب ان روایتوں کے دیکھنے کا وقت آیا تو میری نظر سے شیخ کبیر عماد الدین بن کثیر جو کہ اعاظم علماء حدیث و تفسیر سے ہیں ان کا قول گزرا۔ انہوں نے ذکر کیا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے قبل از عروج اور بعد از عروج دونوں حالتوں میں انبیاء علیہم السلام کے ساتھ نماز ادا کی ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حدیث میں ایسے

اشارے موجود ہیں جو اس پر دلالت کرتے ہیں اور اس کی کوئی مخالفت بھی نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہٗ: محمد محسن مصباحی
۱۵/ ذی الحجہ ۱۴۳۲ھ

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی، برکاتی

کیا اُردو اخبار سے قابل احترام چیزوں کو نکال کر بیچ سکتے ہیں؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ اردو اخبار میں قرآن پاک کا ترجمہ اور حدیث پاک، بزرگان دین کے اقوال آتے ہیں اس کے بعد حالات ملک وشہر اس کے بعد فلموں کی خبریں، تصویریں، ہیرو وغیرہ کے فوٹو آتے ہیں۔

اب اس اردو اخبار کا احترام کیسے کریں کیا ترجمہ اور حدیث کاٹ کر دفن کر دیں اور باقی ردی میں بیچ دیں یا سب دفن کر دیں؟ بینوا توجروا   المستفتی حسن علی، چوڑی والا، جواہر مارگ، اندور (ایم پی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب قرآن پاک کا ترجمہ، حدیث پاک، اسمائے معظمہ، مسائل فقہ، بزرگان دین کے اقوال کو اخبار سے الگ کر کے دفن کر دیں اور باقی جو فلموں کی خبریں، تصویریں، اور مورتی وغیرہ کے فوٹو ہیں وہ بیچ سکتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی اردو اخبار بیچنے کے متعلق تحریر فرماتے ہیں: ”جب کہ ان میں آیت یا حدیث یا اسماء معظمہ یا مسائل فقہ ہو تو جائز نہیں ورنہ حرج نہیں ان اوراق کو دیکھ کر اشیائے مذکورہ ان میں سے علیحدہ کر لیں پھر بیچ سکتے ہیں“ اھ (فتاویٰ رضویہ ج ۹ ص ۲۵۱ نصف آخر)

مفاتیح الجنان شرح شرعۃ الاسلام میں ہے:

”اذا بلی المصحف واندرس مافیہ فانہ یلف فی خرقۃ طاھرۃ ویدفن فی مکان طیب بعد ان یحفر لہ حفیرۃ ویلحد ولا یشق الا اذا جعل علیہ سقفا وحینئذ لا باس بالشق ولا یصیبہ قذر ولا یطأوہ أحد وفی شرح النقایۃ ورقۃ کتب فیھا اسم اللہ و کذلک اسماء الانبیاء والملائکۃ ویستغنی عنھا تلقی فی الماء الجاری او تدفن فی ارض طاھرۃ۔“ اھ (ص ۸۱)

درمختار میں ہے: ”المصحف اذا صار بحال لا یقرأ فیہ یدفن کالمسلم“ اھ

ردالمحتار میں ہے: ”ای یجعل فی خرقۃ طاھرۃ ویدفن فی محل غیر ممتھن لا یطأ وفی الذخیرۃ وینبغی ان یلحد لہ ولا یشق لہ لانہ یحتاج الی اھالۃ التراب علیہ و فی ذلک نوع تحقیر الا اذا جعل فوقہ سقفًا بحیث لا یصل التراب الیہ فھو حسن ایضاً“ اھ (ج ۱ ص ۲۸۷

کتاب الطہارۃ مطلب یطلق الدعاء علی ما یشمل الثناء)

فتاویٰ ہندیہ میں ہے:" المصحف اذا صار خلقا لا یقرأ منه ویخاف ان یضیع یجعل فی خرقة طاهرة ویدفن ودفنه اولی من وضعه موضعا یخاف أن یقع علیه النجاسة أو نحو ذلك ویلحد له لانه لو شق ودفن یحتاج الی اهالة التراب علیه وفی ذلك نوع تحقیر الا اذا جعل فوقه سقف بحیث لا یصل التراب الیه فهو حسن ایضا کذا فی الغرائب" اھ (ج ۵ ص ۳۲۳)

واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی، برکاتی

کتبہٗ: محمد ابراہیم مصباحی

۲۴/ ذی الحجہ ۱۴۳۲ھ

مرد عورت کی کمائی کا محتاج نہ بنے خود کسب کر کے بیوی بچوں کی پرورش کرے۔

ترش و بد مزاج عورت سے کیسا سلوک کیا جائے؟ اگر اصلاح کی صورت نہ ہو تو؟

مسئلہ (۱) میں چوالیس سال کا آدمی ہوں کچھ سال پہلے تک میں معمولی کمائی کر کے زندگی بسر کر رہا تھا فی الحال میں اپنے دو بچوں کا باپ ہوں اور میری بیوی سرکاری نوکری کر رہی ہے بچوں کی پرورش کی وجہ سے دو سال سے میرا چھوٹا سا روزگار بھی ختم ہو گیا اور آج کل میں بیوی کی کمائی سے ہی پورا دن گھر میں رہ کر بچوں کی پرورش کرتے ہوئے زندگی بسر کر رہا ہوں کسی بات کو لے کر بیوی سے جب کہا سنی ہوتی ہے تو وہ کہتی ہے کہ میری کمائی پر پل کر مزے لے رہا ہے اور مجھی کو آنکھیں دکھا رہا ہے آپ سے جاننا چاہتا ہوں ان حالاتوں میں میں بیوی کی کمائی کھا کر اور بچوں کو کھلا کر میں انسانیت، مذہب اور فطرت کے تحت صحیح کام کر رہا ہوں؟

(۲) ڈیوٹی پر جاتے وقت یعنی ڈیوٹی کے دوران کیا بیوی ساڑی بلاوز یا کسی طرح کے بے پردہ کپڑے (باریک کپڑے) جو مجھ کو پسند نہیں وہ اسے پہن کر ڈیوٹی کر سکتی ہے یا نہیں جب کہ ڈیوٹی کے دوران کسی بھی طرح کے لباس کی پابندی نہیں ہے؟

(۳) بیوی بلا شوہر کو بتائے بازار میں جا کر اپنے سر کے بال (باب کٹ) کٹوا کر آئے اور جب میں نے اس سے پوچھا ایسا کیوں کیا تو جواب میں کہے مجھ سے غلطی ہوگئی ہے اور زندگی میں ایسا نہیں ہوگا۔

(۴) میں بیوی اور بچوں کے ساتھ اپنے گھر سے دور دوسرے شہر میں بیوی کی نوکری کے خاطر اور حقوق کے تحت اس کے ساتھ رہتا ہوں اوپر لکھی باتوں کے تحت جب کسی بات کو لے کر کہا سنی ہوتی ہے تو بیوی کہتی ہے کہ میرے ساتھ رہنا چاہو تو رہو ورنہ اپنے گھر چلے جاؤ بچوں کی خاطر میرے سمجھانے کے باوجود وہ

میری بات ماننے کو تیار نہیں ہوتی آپ سے درخواست ہے کہ میری اس بات کا صحیح فتویٰ دیں کہ ان حالات میں میں بیوی کے ساتھ رہوں یا چھوڑ کر گھر چلا جاؤں۔

(۵) بیوی جب ڈیوٹی سے دیر سے واپس آتی ہے اس وقت جب میں اس سے پوچھتا ہوں کہ اتنی دیر کیوں لگ گئی تب وہ کہتی ہے کہ میں ستر لوگوں سے بدفعلی کراؤں تمہیں کیا مطلب کبھی ہاتھ چلانے پر بھی آمادہ ہوجاتی ہے ایسے میں کیا رخ اختیار کروں۔

(۶) آخری سوال یہ ہے کہ ابھی حال ہی کے دنوں میں جب میں بیوی کے ساتھ سسرال گیا تب وہاں پر کسی بات کو لے کر کہاسنی ہونے لگی اتنے میں میری طلاق شدہ بڑی سالی کے کہنے پر میرے بڑے سالے صاحب ہم دونوں کی پنچایت کرانے آگئے پنچایت کے آخر میں میری بیوی اپنے بھائی سے بولی کہ یہ مجھ کو بدچلن کہتے ہیں سالے نے مجھ سے پوچھا ایسی کیا بات ہے تو میں نے ان سے کہا ہاں میں نے ان سے اپنے چال چلن کو سنبھال کر رکھنے کو کہا ہے تاکہ کہیں کوئی بدنامی نہ ہو یہ سب باتیں میں نے ان کے بال کٹوانے اور بے پردہ لباس پہن کر ڈیوٹی پر جانے کی وجہ سے کہی تھی اتنے میں میرا سالہ مجھ پر حملہ آور ہوگیا اور مجھ کو دھکے مارتے ہوئے کمرے سے باہر کردیا اور بولا ابھی اسی وقت یہاں سے چلا جا میں اسی وقت سسرال سے گھر واپس آگیا اس سے پہلے بھی میرے دونوں سالے مجھ سے بیہودہ اور ناجائز بیوہار کر چکے ہیں یہ سب میری بیوی کے سامنے ہوتا ہے لیکن وہ اپنے بھائیوں سے کچھ نہیں کہتی اور نہ ہی ان کا ہاتھ پکڑتی ہے ساس سسر کا انتقال ہوگیا ہے اور بیوی کہاسنی کے دوران جب غصے میں ہوتی ہے تو وہ مجھ سے کہتی ہے کہ جب تمہارے ہاتھ میں طاقت ہے تو اس کا استعمال کیوں نہیں کرتے اگر میں تمہاری جگہ مرد ہوتی تو کبھی کا حساب کردیا ہوتا آخر ان حالتوں میں میں کیا کروں؟

المستفتی: آصف اقبال کیراف کے بی میڈیکل اسٹور پرانا ایٹاوہ روڈ، ضلع فیروز آباد (یوپی)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الجواب (۱) جب عورت طرح طرح سے تم پر طعن وتشنیع کرتی ہے اور بدخلقی کے ساتھ پیش آتی ہے تو تمہیں چاہئے کہ اس کی کمائی کے محتاج نہ بنو بلکہ خود کسب کے ذرائع پیدا کرو اور اپنی کمائی سے خود کھاؤ اور بچوں کی پرورش کرو بلکہ عورت کا نفقہ بھی تم پر ہی واجب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) عورت کو نوکری کرنے کے لئے پانچ شرطوں کی پابندی ضروری ہے ان میں ایک بھی شرط مفقود ہو تو غیر محارم کے ساتھ نوکری کرنا حرام وگناہ ہے وہ شرطیں فتاویٰ رضویہ کے الفاظ میں یہ ہیں۔

(۱) کپڑے باریک نہ ہوں جن سے سر کے بال یا کلائی وغیرہ ستر کا کوئی حصہ چمکے (۲) کپڑے تنگ و

چست نہ ہوں جو بدن کی ہیئات ظاہر کریں (۳) بالوں یا گلے یا پیٹ یا کلائی یا پنڈلی کا کوئی حصہ ظاہر نہ ہوتا ہو (۴) کبھی غیر محارم کے ساتھ خفیف دیر کے لئے بھی تنہائی نہ ہوتی ہو (۵) اس کے وہاں رہنے یا باہر آنے جانے میں کوئی مظنۂ فتنہ نہ ہو پانچوں شرطیں اگر جمع ہیں تو حرج نہیں اوران میں ایک بھی کم ہے تو حرام ہے پھر اگر زید اس پر راضی ہے یا بقدر قدرت بند و بست نہیں کرتا تو ضرور اس پر بھی الزام ہے ورنہ نہیں قال تعالیٰ ولا تزروازۃ وزر اخری، اھ (ج۹ ص ۲۵۲ نصف آخر)

لہٰذا ساڑی بلاوز یا باریک بے پردہ کپڑے پہن کر غیر محارم کے ساتھ ڈیوٹی کرنا سخت حرام وگناہ ہے۔

آپ پر لازم ہے کہ اسے ایسے کپڑے پہننے سے بقدر قدرت روکیں ورنہ خود بھی گنہگار ہوں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) عورت کے لئے مردوں کی طرح بال کتروانا سخت حرام و گناہ ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایسی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے حدیث پاک میں ہے:

"لعن النبی صلی اللہ عیہ وسلم المتشبہین من الرجال بالنساء والمتشبہات من النساء بالرجال"

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی لعنت ان مردوں پر ہے کہ کسی بات میں عورتوں سے مشابہت پیدا کریں اوران عورتوں پر کہ مردوں سے مشابہت پیدا کریں، (بخاری شریف ج ۲ ص ۸۷۴ کتاب اللباس)

درمختار میں ہے "قطعت شعر راسھا اثمت ولعنت والمعنی المؤثر التشبہ بالرجال" اھ (ج۹ ص ۵۸۳ باب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع)

لہٰذا وہ بال کتروانے کی وجہ سے سخت گنہگار مستحق عذاب جبار ہے اس پر لازم ہے کہ عورتوں کی مجلس میں علانیہ توبہ کرے اور آئندہ ایسے برے فعل سے باز رہنے کا عہد کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۴،۵،۶) حدیث شریف میں ہے کہ عورت ٹیڑھی پسلی سے بنائی گئی ہے ٹیڑھی ہی چلے گی اگر تو اس سے فائدہ حاصل کرنا چاہتا ہے تو اسی حال پر اس سے نفع اٹھا اور سیدھی کرنا چاہے تو ٹوٹ جائے گی (اور اس کا توڑنا اسے طلاق دینا ہے) حدیث کے اصل الفاظ یہ ہیں:

"قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان المراۃ کالضلع اذا ذھبت تقیمھا کسرتھا وان ترکتھا استمتعت بھا وفیھا عوج (مسلم شریف ج۱ ص ۴۷۵ باب الوصیۃ بالنساء)

اسی میں ایک دوسری حدیث میں ہے مسلمان عورتوں سے اچھا برتاؤ کرو کہ اگر تمہیں اس کی ایک عادت ناپسند ہوئی تو دوسری پسند ہوگی' اس حدیث کے اصل الفاظ یہ ہیں:

"قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لایفرك مومن مومنۃ ان کرہ منھا خلقا

رضی منها آخر او قال غیرہ" (ج ۱ ص ۴۷۵)

قرآن کریم میں ہے: "عَسٰی اَنْ تَکْرَهُوْا شَیْئًا وَّیَجْعَلَ اللّٰهُ فِیْهِ خَیْرًا کَثِیْرًا"۔
قریب ہے کہ تم ایک بات کو ناپسند کروگے اور اللہ تبارک وتعالیٰ اس میں بہت بھلائی رکھے گا"

(پ ۴ سورۂ نساء آیت نمبر ۲۹)

اس لئے حتی الامکان عورت کے ساتھ نیک برتاؤ اور اس کی دل جوئی کرنی چاہیے اور اسے خوش کر کے اپنی اطاعت پر لانا اور اس کی بدخلقی پر صبر کرنا چاہیے کیونکہ اگر اسے طلاق دے کر دوسری سے نکاح کرے تو کیا معلوم کہ دوسری اس سے بھی بری ملے۔

ہاں اگر وہ اپنی کج خلقی سے باز نہ آئے اور اصلاح کی کوئی صورت باقی نہ ہو تو اب اسے ایک طلاق رجعی دے سکتا ہے کہ اس سے زیادہ دینا گناہ ہے صرف ایک بار اس سے کہے کہ میں نے تجھے طلاق دی۔ پھر اگر اسے رکھنا چاہے تو عدت کے اندر رجوع کرے یعنی دو گواہوں کے سامنے زبان سے کہہ دے کہ میں نے تجھے اپنے نکاح میں پھیر لیا تو وہ بدستور اس کے نکاح میں رہے گی۔ ایسا ہی فتاویٰ رضویہ ج ۵ ص ۶۰۲ پر بھی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
کتبہٗ: عبدالرحیم فیضی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی، برکاتی
۱۰؍ ذی الحجہ ۱۴۳۲ھ

کیا ولیمہ میں بکرا ہونا ضروری ہے؟

مسئلہ کیا ولیمہ میں بکرا کرنا ضروری ہے یا پارٹی دے کر اپنے رشتہ دار اور غیر مسلم ویپاری کو دعوت دے کر کھلایا جائے ولیمہ ہو جائے گا؟ **المستفتی:** محمد نور چوری والا جواہر مارگ، اندور، ایم پی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب ولیمہ میں بکرا اور بکری ذبح کر کے کھلانا ضروری نہیں۔ بلکہ حسب استطاعت جس چیز سے بھی مہمانوں اور عزیز و اقارب کی ضیافت کی جائے اس سے ولیمہ ہو جائے گا اور سنت بھی ادا ہو جائے گی۔

بہار شریعت میں ہے "ولیمہ یہ ہے کہ شب زفاف کی صبح کو اپنے دوست واحباب عزیز و اقارب اور محلہ کے لوگوں کی حسب استطاعت ضیافت کرے۔ اس کے لئے جانور ذبح کرنا اور کھانا تیار کرانا جائز ہے" اھ (ح ۱۶، ص ۳۰) عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں ہے:

"وقال ابن بطال یعنی ان الزوج یندب الیها ویجب علیه وجوب سنة وفضیلة وهی علی قدر الامکان والوجوب لاعلان النکاح اھ" (ج ۲۰ ص ۱۵۴)

لہٰذا دعوت دے کر رشتہ دار وغیرہ کو کھلانے سے ولیمہ ہو جائے گا اگر چاہے تو بکرا اور بکری ذبح کر کے بھی کھلا سکتا ہے۔لیکن ایسے مواقع سے غیر مسلم کو دعوت نہ دینا چاہیے ہاں اگر کوئی مصلحت شرعیہ ہو تو روا ہے۔حدیث پاک میں ہے"محبت نہ رکھ مگر مسلمانوں سے اور تیرا کھانا صرف متقی کھائیں۔حدیث کے اصل الفاظ یہ ہیں "لا تصاحب الامؤمنا ولا یاکل طعامك الاتقی" (ابوداؤد شریف ج ۲ ص ۶۶۴) دوسری حدیث ہے: لاتواکلو هم ولا تشاربو هم نہ ان کے ساتھ کھاؤ نہ ان کے ساتھ پیو۔" (کنزالعمال حدیث نمبر ۲۹ ص ۳۲)

فتاویٰ رضویہ میں ہے" مرتد کی نہ دعوت کرے نہ اس کی دعوت میں جائے نہ اس سے کوئی معاملہ میل جول کار کھے۔یونہی کفار خصوصاً وہ جو ذمی یعنی سلطنت اسلامیہ میں رہ کر مطیع الاسلام نہ ہوں ان سے بھی کوئی برتاؤ محبت و دوستی کا نہ کرے ہاں مصلحت شرعیہ ہو تو اس کی دعوت کرے بھی اور کھائے بھی جس کی بدمذہبی حد کفر تک نہ پہنچی ہو اور بلا مصلحت اس سے کیا فاسق معلن بے باک سے بھی بچے خصوصاً مضرت دینی کا خوف ہو جب تو احتراز سخت لازم۔مثال یہ ہے کہ اس سے میل جول نرم، برتاؤ رکھنے میں امید ہے کہ یہ راہ پر آجائے اس کا دل نرم ہے حق قبول کرلے گا تو حد جائز تک آشتی برتے اور جانے کی میل جول میں مجھے اندیشہ ہے کہ اس کی محبت اثر کر جائے تو آگ سمجھے دور بھاگے۔عام لوگوں کو اسی آخیر صورت کا لحاظ چاہئے ولہٰذا حدیث میں صاف فرمایا ہے ایاکم وایاهم لا یضلونکم ولا یفتنونکم اھ" (فتاویٰ رضویہ ج ۹ ص ۳۹ نصف آخر)

واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہٗ: عبدالرحیم فیضی
۱۵/ ذی الحجہ ۱۴۳۲ھ

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی، برکاتی

آر، سی، ایم کا ممبر بننا کیسا ہے؟ اس سے حاصل شدہ پیسوں کا کیا حکم ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ

آر۔سی۔ایم نام کی ایک نٹ ورکنگ کمپنی ہے۔جس کا مالک ایک غیر مسلم ہے بنیادی طور پر یہ کپڑے کی کمپنی ہے۔اس نے کپڑے کے علاوہ دیگر جائز الاستعمال مصنوعات بھی تیار کی ہے۔اپنی مصنوعات کی فروختگی کے لئے اس نے یہ طریقہ نکالا کہ پورے ملک میں جابجا اپنے ڈسٹری بیوٹر (تقسیم کنندہ) بناتی ہے اور یہ تمام ڈسٹری بیوٹر ایک نٹ سے باہم مربوط ہیں۔ڈسٹری بیوٹر کی نامزدگی کمپنی کی جانب سے نہیں ہوتی بلکہ جو شخص بھی ڈسٹری بیوٹر بننا چاہے وہ فارم بھر کر کسی دوسرے ڈسٹری بیوٹر سے متصل ہو کر اور اپنا آئی ڈی نمبر (سیریل نمبر) لے کر کمپنی کی تقسیم کاری میں جڑ جائے اور اس نئے جڑنے والے شخص کا فارم کمپنی کے آفس پر بھیج دیا جاتا

ہے۔ کمپنی کی طرف سے ایک کارڈ پر ڈسٹری بیوٹر کو آئی ڈی نمبر کے ساتھ مل جاتا ہے۔

واضح رہے کہ اس نٹ ورکنگ میں جڑنے کے لئے اس کمپنی کی تیار کردہ ایک کٹ جس کی (M.R.P.) قیمت (3780) تین ہزار سات سواسی روپے ہیں۔ جس میں چار سیٹ کپڑے (ایک پینٹ کا، ایک سفاری سوٹ اور دو پینٹ شرٹ کے سیٹ) ہوتے ہیں خریدنا پڑتا ہے اب اگر یہ فرد اپنے نیچے اے لائن اور بی، لائن میں دو ڈسٹری بیوٹر بناتا ہے اور وہ ڈسٹری بیوٹر بھی دو دو ڈسٹری بیوٹر بناتے ہیں علی ہذا القیاس تو ماتحت لائن میں ہونے والے کاروبار سے کمپنی کو جو منافع ہوگا اس سے ڈسٹری بیوٹر کو کمیشن دیا جاتا ہے مثلاً زید تین ہزار سات سواسی روپے میں کٹ خرید کر ڈسٹری بیوٹر بن گیا۔ اب اس نے اپنے نیچے بکر اور خالد کو ڈسٹری بیوٹر بنایا تو زید کو تقریباً پانچ سو روپے کمیشن ملے گا۔ اب بکر اور خالد کی لائن میں مزید دو دو ڈسٹری بیوٹر بنے تو بکر اور خالد کو بھی پانچ، پانچ سو روپے کمیشن ملے گا اور زید کو بھی مزید کمیشن ملے گا اور یہ سلسلہ آگے بڑھتا رہا تو زید کو کمیشن ملتا رہے گا۔

واضح رہے کہ زید کو دو لائن تیار کرنی ہے اور جب دونوں لائن بڑھیں گی تو بھی زید کو کمیشن ملے گا۔ اس کے کمیشن کا سلیب کچھ اس طرح ہے زید کے نیچے دونوں لائن میں پچیس پچیس یعنی کل پچاس ڈسٹری بیوٹر بننے پر دو سو روپے فی ڈسٹری بیوٹر کے حساب سے دس ہزار روپے (۱۰۰۰۰=۲۰۰+۵۰×۲) کمیشن ملے گا اور ایک موبائل گفٹ۔ اسی طرح ایک سو ڈسٹری بیوٹر بننے پر بیس ہزار روپے (۲۰۰۰۰=۱۰۰×۲۰۰) کمیشن اور کمپنی کی طرف سے تاعمر ایک ہزار روپے تنخواہ مقرر ہو جائے گی۔ مزید آگے بڑھتے ہوئے آخری سلیب یہ ہے کہ کل چھ ہزار زید کے ماتحت لائن میں ڈسٹری بیوٹر بن گئے تو کل بارہ لاکھ روپے (۱۲۰۰۰۰۰=۶۰۰۰×۲۰۰) کمیشن ہوا اور تاعمر ستر ہزار روپے ماہانہ تنخواہ نیز ملک میں جس جس جگہ کمپنی کی ایجنسی ہے اس سے اس کے ڈسٹری بیوٹر کمپنی کی مصنوعات بیس فی صد سے تقریباً پچاس فی صد کی رعایت کے ساتھ خرید سکتے ہیں۔ کوئی بھی ڈسٹری بیوٹر تین ہزار سات سواسی روپے والا کٹ اب جتنی بار خریدنا چاہے تو اسے وہی کٹ صرف سترہ سواسی روپے میں یعنی دو ہزار کم کر کے مل جائے گا اور ہر مصنوعات پر الگ الگ رعایت ہے کسی پر بیس فیصد تو کسی پر تقریباً پچاس فی صد۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ از روئے شرع کمیشن کی یہ رقم، ماہانہ تنخواہ، کمپنی کی طرف سے گفٹ اور اس نیٹ ورکنگ میں ڈسٹری بیوٹر بننا جائز ہے یا ناجائز؟ اگر جائز ہو تو اس رقم کو اپنے مصرف اور دوسرے کار خیر مسجد وغیرہ میں صرف کیا جاسکتا ہے کہ نہیں؟ اور ایسے نیٹ ورکنگ میں ہمارے علمائے کرام وحفاظ عظام اگر جڑے ہوں تو ان کی امامت میں نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔ المستفتی: محمد سہیل، محلہ کوٹھا ٹولی

Prince Bag centre Khalid Hasan,Moh-Sahjuma(Power House) P.O.

Sasaram, Distt. Rohtas- Bihar-821115

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب آر۔سی۔ایم کی جو تفصیل سوال میں بیان کی گئی ہے اس میں خیر نہیں ہے یہ حقیقت میں ایک طرح کا قمار یعنی جوابازی ہے۔اصل مقصد کپڑوں کی خریداری نہیں ہے بلکہ ممبر سازی کا کمیشن حاصل کرنا ہے اور اس راہ میں ممبری کا قبول اپنے اختیار میں نہیں ہے۔ڈسٹری بیوٹر کا کام ہے ممبر بنانے کے لئے کوشش کرنا اور لوگوں کو سبز باغ دکھا کر اپنے دام میں پھنسنے کی ترغیب دینا ہے لیکن اس دام میں پھنسنا اور ممبری قبول کرنا اس کے بس سے باہر ہے تو ہوسکتا ہے کوئی شخص ممبر نہ بنے یا ممبر بن کر علیحدگی اختیار کرلے تو یہ اپنی بازی ہار جائے گا تو یہ جس مقصد کے لئے سب کچھ کیا تھا اس میں کامیاب نہ ہوا اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کامیاب ہو جائے جوابازی میں یہی سب ہوتا ہے۔یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کمپنی لمبی رقم بٹورنے کے بعد دوالیہ ہونے کا اعلان کردے تو ساری امیدوں پر پانی پھر جائے گا۔اس طرح کے دوسرے خطرات بھی ہیں اس لئے مسلمان اس کاروبار کے قریب نہ ہوں اور جو لوگ اس میں ملوث ہو چکے وہ جلد سے جلد اس سے کنارہ کشی اختیار کرلیں۔البتہ انہیں آر۔سی۔ایم کے ذریعہ جو کچھ نفع حاصل ہوا وہ حرام نہیں ہے اسے اپنی ضروریات میں صرف کرسکتے ہیں۔واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی، برکاتی

کتبہٗ: محمد حسین رضوی جام نگری
۱۳ ربیع الغوث ۱۴۲۸ھ

سیلس پرموشن اسکیم میں شمولیت کیسی ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

سیلس پرموشن اسکیم جو غیر مسلم کی کمپنی ہے اس کمپنی نے ایک اسکیم نکالا جس کا رول یہ ہے جس کا داخلہ فیس ممبر بننے کے لئے اکتیس سو روپے اور کمپنی کا قول یہ بھی ہے کہ ہر ممبر کو اپنے ماتحت دو ممبر کو شریک کرنا ہے یہ سلسلہ مکمل بتیس ممبر پورا ہونے پر اول ممبر کو ہیرو ہونڈا اسپلنڈر جو چوالیس ہزار کی گاڑی ہے دیتی ہے اور مکمل ممبر پورا نہ ہونے پر کچھ نقدی رقم دے کر آپ کمپنی سے گاڑی لے سکتے ہیں۔ہر ایک ممبر کو اسی بنیاد پر کمپنی گاڑی دیتی ہے۔

زید اسی اسکیم میں شریک ہوا اپنے ماتحت بتیس ممبر نہ ہونے پر چھتیس ہزار روپے نقدی کمپنی میں دیکر ہیرو ہونڈا اسپلنڈر لیا اور زید امامت بھی کرتا ہے آیا اس اعتبار سے گاڑی حاصل کرنا درست ہے یا نہیں اور زید کی امامت اس بنیاد پر کیسی ہے؟شرعی حکم بتائیں۔بینوا توجروا۔

المستفتی: انجمن گلشن رضا (بغداد نگر ٹانڈا) دھوریتا ہیرو ڈیہہ گریڈیہ جھارکھنڈ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب ایسی اسکیموں میں مسلمانوں کو شریک نہیں ہونا چاہیے۔اس میں مال اور وقت کے ضائع ہونے کا قوی اندیشہ ہے،ایسی کمپنیوں کے تاجر بڑے چالاک قسم کے ہوتے ہیں جو طرح طرح کے مال کو تیار کرتے ہیں اور لوگوں کو بیوقوف بنا کر اپنے گھر بیٹھے، بیٹھے ہی پیسے کمانے کے لئے نئے نئے طریقے ایجاد کرتے ہیں۔اور روپے کما لینے کے بعد یا تو کہیں بھاگ جاتے ہیں یا اپنے آپ کو دیوالیہ ہونے کا اعلان کر دیتے ہیں اسی میں سے سیلس پر موشن اسکیم بھی ہے،ایسی کمپنیوں میں کچھ خاص آدمی ہوتے ہیں جو لوگوں کو لالچ دے کر ممبر بناتے ہیں،ممبر بننے کے لئے کم از کم اکتیس سو روپے دینا ضروری ہوتا ہے۔

اب ممبر ہیرو ہونڈا اسپلنڈر کی لالچ میں اور اپنا روپیہ مفت ضائع ہونے کے خوف سے خواہی نخواہی دو لوگوں کو اور پھانسے گا،اب وہ نو گرفتار دو ہر ایک اسی گاڑی کی طمع اور اپنا روپیہ مفت مارے جانے کے خوف سے اور دو دو پر ڈورے ڈالے گا یونہی یہ سلسلہ بڑھتا جائے گا اور امید و بیم کا سلسلہ قمار ترقی پکڑے گا،اول کے دو چار تو گاڑی پا جائیں گے آخر میں بگڑے گا جس کا بگڑے گا، یہی اکل مال بالباطل ہے، جسے قرآن پاک نے حرام فرمایا ہے۔" یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَیْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ "اھ(سورہ نسا آیت ۲۹)

نیز یہی غرر و خطر و ضرار و ضرر میں پڑنا اور ڈالنا ہے جسے حدیث میں منع فرمایا گیا ہے،حدیث شریف میں ہے "لیس منا من غش مسلما او ضرہ او ماکرہ۔" ہم میں سے نہیں جو کسی مسلمان کی بد خواہی کرے یا اسے ضرر پہنچائے یا فریب دے، ایسا ہی فتاوی رضویہ جلد ہفتم ص ۹۶ پر ہے۔

امام نے اس جوا بازی میں شرکت کی اس کی باعث گنہگار و فاسق ہوا،اس پر واجب ہے کہ مسلمانوں کے مجمع میں علانیہ توبہ کرے،اور آئندہ ایسی کسی اسکیم میں حصہ نہ لینے کا عہد کرے اگر ایسا کرے تو ٹھیک،ورنہ مسلمان اسے امامت سے معزول کر دیں۔واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہٗ: محمد صابر حسین فیضی
۱۴ ربیع النور ۱۴۲۶ھ

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی، برکاتی

بَابُ النَّظَرِ وَالْمَسِّ

دیکھنے اور چھونے کا بیان

کالج و یونیورسٹی میں تبلیغ کا کام کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ کالج اور یونیورسٹیوں میں دعوت کا کام کرنا کیسا ہے؟ جب کہ وہاں لڑکیوں کا اختلاط رہتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: دارلعلوم امجدیہ عالمگیر روڈ محلہ سوداگران، سبزی منڈی، کراچی، پاکستان

الجواب کالج اور یونیورسٹیوں میں دعوت کا کام کرنا جائز ہے بشرطیکہ غیر محرم مشتہاۃ لڑکیوں کی طرف نظر سے بچے باہم اختلاط ان کا فعل ہے اس کا گناہ ان کے سر ہوگا۔ داعی کا اس میں کوئی دخل نہیں بلکہ وہ انہیں یہ بھی دعوت دے کہ وہ ممکنہ حد تک اختلاط سے بچیں اور لڑکیاں پردے کا بھی التزام کریں۔ اگر انہیں کالج کی تعلیم نہیں چھوڑنی ہے تو کم از اتنا ضرور کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد عبدالمقتدر نظامی مصباحی
۱۱ ر صفر المظفر ۱۴۲۳ھ

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

رشتہ دار مرد و عورت کا ایک دوسرے سے مصافحہ کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ بہت سالوں سے پورے دکن علاقے میں یہ رواج ہے کہ عورتیں آپس میں عیدالفطر و عیدالاضحی و شادی بیاہ کے موقع سے مصافحہ و معانقہ کرتی ہیں حتی کہ ماں بیٹے، باپ بیٹی، دیور بھابھی، نانی نواسہ، بھائی بہن، بڑے دیور بھاوج اور دوسرے قریبی رشتہ داروں سے مصافحہ و معانقہ کرتے ہیں۔ واضح رہے کہ جس طرح مرد آپس میں مصافحہ و معانقہ کرتے ہیں اسی طرح مرد و عورت اپنے قریبی رشتہ داروں سے مصافحہ و معانقہ کرتے ہیں۔ کیا اس طرح عورتوں اور مردوں کا یہ عمل درست ہے چاہے قریبی رشتہ دار ہوں یا دور کے رشتہ دار ہوں، کیا ماں اپنے بیٹے سے مصافحہ و معانقہ کرسکتی ہے یا گلے بھی لگا سکتی ہے یا یہ عمل ناجائز ہے؟ اگر ناجائز ہے تو کس سے ناجائز ہے اور کس سے نہیں؟ قرآن وسنت کی روشنی میں بالتفصیل حکم صادر فرمائیں تاکہ

اس عمل سے اجتناب کیا جاسکے کرم ہوگا۔

المستفتی: محمد مرزا خالد بیگ H.N.B-1-87/2 پنسال تعلیم، دقیا گلی، بیدر شریف، کرناٹک

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب مردوں کا عورتوں سے یا عورتوں کا مردوں سے معانقہ کرنا ناجائز وحرام ہے، ہاں بوڑھی عورت یا بوڑھا مرد کہ جس سے شہوت کا اندیشہ نہ ہوئے ایک دوسرے سے مصافحہ کرنے میں حرج نہیں، یونہی محارم یعنی جن کا آپس میں ہمیشہ کے لیے نکاح حرام ہے (مثلاً باپ بیٹی، ماں بیٹا، بھائی بہن، نانی نواسہ) ان سے اسی شرط کے ساتھ باہم ایک دوسرے سے مصافحہ کرنا جائز ہے جب کہ دونوں میں سے کسی کو شہوت کا اندیشہ نہ ہو، اس زمانہ میں احتیاطاً احتراز ہی چاہیے، ان کے سوا غیر محارم یعنی جن سے نکاح کبھی درست ہے اگرچہ فی الحال ناجائز ہو جیسے بہنوئی یا چچا، ماموں، خالہ پھوپھی کے بیٹے، یا جیٹھ دیور یہ سب اجنبی کے حکم میں ہیں کہ ان کے لیے عورت کے کسی بھی حصہ بدن کو چھونا حرام ہے چہ جائے کہ مصافحہ ومعانقہ ہو، اور جن سے نکاح رضاعت کے سبب یا صہریت کے سبب ہمیشہ کے لیے حرام ہے جیسے خسر، بہو، داماد وساس یہ بھی نظر ومس میں اجنبی کے حکم میں ہیں یعنی ان سے مصافحہ جائز نہیں۔

اعلیٰحضرت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "جہاں خوف فتنہ ہو مثلاً عورت یا مرد خوبصورت سے معانقہ کرنا خصوصاً جب کہ بنظر شہوت ہو تو اس صورت کی کراہت وعدم جواز میں کسی کو کلام نہیں" اھ (فتاویٰ رضویہ ص ۱۰ ج ۹ نصف اول)

اور حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں "اجنبیہ عورت کے چہرہ اور ہتھیلی کو دیکھنا اگرچہ جائز ہے مگر چھونا جائز نہیں اگرچہ شہوت کا اندیشہ نہ ہو، اس سے معلوم ہوا کہ ان سے مصافحہ جائز نہیں اس لیے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بوقت بیعت بھی عورتوں سے مصافحہ نہ فرماتے صرف زبان سے بیعت لیتے، ہاں اگر وہ بہت زیادہ بوڑھی ہو کہ محل شہوت نہ ہو تو اس سے مصافحہ میں حرج نہیں، یونہی اگر مرد بہت زیادہ بوڑھا ہو کہ فتنہ کا اندیشہ ہی نہ ہو تو مصافحہ کرسکتا ہے" اھ (بہار شریعت۔ ص ۸۷ ج ۱۶) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
کتبہ: شمس الدین احمد علیمی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی
۲۰ رجمادی الآخرہ ۱۴۲۶ھ

اجنبیہ سے بات کرنا اس کی طرف نظر کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت مسئلہ میں ذیل میں
کہ زید ہندہ سے محبت کرتا ہے اس سے اتنا عشق ہے کہ اسے دیکھے اور بغیر بات کیے سکون نہیں ملتا اس

سے باتیں کرنے اور دیکھنے میں انتہائی خوشی محسوس کرتا ہے اور دیوانہ رہتا ہے چوں کہ زید ہندہ سے شادی کا مکمل ارادہ رکھتا ہے مگر مجبوراً نکاح نہیں کرسکتا تو شرعاً کیا حکم ہے؟ کیا دوسرا لڑکا اس سے شادی کرسکتا ہے؟

المستفتی: ذوالفقار احمد دارالعلوم گلشن بغداد ناگ پور مہاراشٹر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب ہندہ جو کہ اجنبیہ ہے اس کی جانب زید نہ صرف یہ کہ بہ طیب خاطر نظر کرتا ہے بلکہ اس سے باتیں کرنے میں مسرت و شادمانی کا اظہار بھی کرتا ہے یہاں تک کہ اس کی عدم موجودگی اس پر شاق گزرتی ہے حالاں کہ شریعت مطہرہ نے غیر محرم اجنبیہ سے پردہ کرنا لازم اور اسے دیکھنا ناجائز و گناہ ٹھہرایا ہے۔ ہدایہ آخرین ''کتاب الکراہیت میں ہے۔ "ولا یجوز أن ینظر الرجل الی الاجنبیة الا الی وجھھا و کفیھا فإن کان لایامن الشھوة لا ینظر الی وجھھا الا لحاجة وقوله لایامن یدل علی انه لا یباح اذا شك فی الإشتھاء کما اذا علم او کان اکبر رائه ذلك" اھ (ج ۳ ص ۴۴۲) فتاویٰ ہندیہ میں ہے۔ "وأما النظر الی الأجنبیات فنقول یجوز النظر الی مواضع الزینة الظاھرة منھن و ذلك الوجه والکف وان غلب علی ظنه انه یشتھی فھو حرام و النظر إلی وجه الأجنبیة اذا لم یکن عن شھوة لیس بحرام لکن مکروه" اھ (ج ۵ ص ۳۲۹) لہٰذا زید پر لازم ہے کہ وہ اپنے اس قبیح و شنیع حرکت سے باز آئے اور اللہ عزوجل کے قہر وغضب سے ڈرے کہ اس کی پکڑ بہت سخت ہے۔ رہا دوسرے کا اس سے نکاح کرنا تو جائز ہے بشرطے کہ کوئی وجہ شرعی مانع نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — کتبہٗ: غلام احمد رضا

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۱۰ ربیع النور ۱۴۲۸ھ

عورت کا غیر محرموں کے ساتھ بے پردہ رہنا ان کے ساتھ خلوت اختیار کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ہٰذا میں کہ

ایک گاؤں میں ایک عورت باپو بنی ہوئی ہے، بے پردہ رہتی ہے اور غیر محرموں سے ملتی ہے اور مرد و عورت کو باری باری کمرہ میں بلاکر ان کی شکایت سن کر علاج کرتی ہے۔ پوچھنے پر اس کے شوہر نے بتایا کہ ان کا ایک لڑکا ہے جو ابھی ۱۴ رسال کا ہے اس کے پاس جنات ہے اس جن کا نام عبدالقادر ہے وہ آکر سب بتاتا ہے اور یہ لڑکا دینی، دنیوی دونوں تعلیم میں بہت کمزور ہے اور نہ اتنا شعور ابھی اس میں ہے، اس لڑکے کو ایک عورت باپو نے خلافت دی ہے۔ جب تک وہ لڑکا بڑا نہ ہوجائے اس کی ماں یعنی مذکورہ عورت لوگوں کا علاج

کرتی ہے اور کرے گی اور لڑکا بڑا ہونے پر وہ گدی پر بیٹھ کر علاج کرے گا ایسا بتایا جاتا ہے۔ اعتراض کرنے پر کچھ لوگوں نے کہا کہ کچھ بھی ہو لیکن اس عورت سے لوگوں کے کام بنتے ہیں تو از روئے شرع یہ صحیح ہے یا غلط؟ اور یہ سب کیا چیزیں ہیں؟ شریعت کا حکم کیا ہے؟ کچھ حافظ اور مولوی بھی اس عورت کے پاس علاج کے لیے جاتے ہیں تو ان پر کیا حکم ہے؟ المستفتی: پٹیل شبیر علی رضوی، دیادرہ، ضلع بھروچ، گجرات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب عورت کا غیر محرموں کے ساتھ بے پردہ ہونا اور ان سے خلوت ناجائز و حرام ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

"والا لا یخلون رجل بامراۃ الا کان ثالثھما الشیطان"

الاشباہ والنظائر میں ہے: "تحرم الخلوۃ بالاجنبیۃ ویکرہ الکلام معھا"

اور سوال سے ظاہر ہے کہ اس عورت کا شوہر بھی اپنی بیوی کی خلوت بیجا پر راضی ہے اور اس کو اس برے کام سے نہیں روکتا، لہٰذا اس کا شوہر بھی گنہ گار، مستحق عذاب نار، اور دیوث ہے۔ حدیث شریف میں ہے: "ثلاثۃ لا یدخلون الجنۃ ابداً الدیوث والرجلۃ من النساء و مدمن الخمر" اور در مختار میں ہے: "ان الدیوث ھو من لا یغار علی امراتہ او محرمہ وھو فاسق واجب التعزیر" ۔اھ (ص ۲۰۲ ج ۳، باب التعزیر)

لہٰذا اس عورت پر لازم ہے کہ اپنی ان تمام غلط حرکات سے باز آئے، اور اس کا شوہر بھی اپنی بیوی کو ان سب کاموں سے روکے اور دونوں صدق دل سے تائب ہوں۔ اگر یہ دونوں ان سب کاموں سے باز آجائیں تو ٹھیک ورنہ مسلمان ان سے قطع تعلق کرلیں۔ یعنی ان کے ساتھ کھانا، پینا، اٹھنا، بیٹھنا، سلام و کلام سب بند کردیں۔ اللہ عز وجل ارشاد فرماتا ہے: "وَاِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ" (پ ۷ سورہ انعام آیت ۶۸) واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہٗ: غلام نبی نظامی علیمی
۱۲ رجمادی الآخرہ ۱۴۲۷ھ

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

اجنبیہ کے ساتھ خلوت اور مسلم کو رسوا کرنے والے امام کا کیا حکم ہے؟

"یہاں قرآن و حدیث پر کون چلتا ہے" یہ جملہ کیسا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارے میں کہ ہماری کمیٹی میں کچھ اختلاف پیدا ہوگیا

ہے اور ہمارے موذن صاحب اس کمیٹی کے کواٹروں میں رہتے ہیں انہوں نے ہمارے قائد امام کے راتوں پر دیکھا کہ رشید صاحب کی بیوی لیٹی ہوئی تھی کیا ایسا امام امامت کے لائق ہے؟ (۲) امام مسجد کا کہنا ہے کہ یہاں قرآن وحدیث پر چلتا کون ہے (۳) امام اور موذن صاحبان پیشاب خانہ میں صفائی کرنے کے لیے ساتھ گئے تو امام نے وہاں پیشاب خانہ میں استنجاء کے ڈھیلے پڑے دیکھ کر کہا کہ یہاں پر اپنی ماں، بہن کے ساتھ غلط کام کرانے آتے ہیں اور انہیں گالیاں بکنے لگے۔ (۴) امام نے اتنی وارداتوں کے بعد موذن کو مسجد کے کمروں سے نکال دیا اور جب وہ کرایہ پر دوسری جگہ رہنے لگے تو امام نے وہاں بھی موذن کا رہنا دشوار کردیا، اس کی بیوی اور لڑکی کو بولتے تھے کہ انہیں مکان سے نکالو میں ان کے ساتھ زنا کروں گا اور بہت بے عزتی کرنے پر آمادہ ہوگئے کیا مسجد کے امام صاحب کو یہ سب کرنا روا ہے؟ المستفتی: عبدالغفور، بہار

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب (۱ تا ۴) اجنبیہ عورت کے ساتھ تنہائی حرام ہے، الاشباہ والنظائر میں ہے "الخلوۃ باجنبیۃ حرام" (ص ۲۸۸) اور حدیث پاک میں ہے لایخلون رجل بامراۃ الا کان ثالثھما الشیطان یعنی کوئی مرد اجنبیہ عورت کے ساتھ تنہائی میں جمع نہیں ہوتا ہے مگر وہاں دو کے علاوہ تیسرا شیطان ہوتا ہے۔

یونہی مسلمان کو رسوا کرنا گالیاں دینا بھی حرام ہے کہ اس میں ایذائے مسلم ہے: قال اللہ تعالی "وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا" یعنی جو لوگ مسلمان مردوں اور عورتوں کو نہ کی ہوئی باتوں سے ایذا دیتے ہیں تو انہوں نے بہتان اور کھلا ہوا گناہ اٹھایا (پ ۲۲، ع ۱) اور حدیث شریف میں ہے "سباب المسلم حرام" اور دوسری حدیث پاک میں ہے "من اذی مسلما فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ" (کنز العمال، ج ۱۶، ص: ۱۰)

لہذا صورت مسئولہ میں اگر فی الواقع امام میں وہ ساری باتیں پائی جاتی ہیں تو ایسا امام متعدد وجوہ سے مرتکب حرام اور فاسق معلن ہے، اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے۔ "غنیۃ" میں ہے "لو قدموا فاسقا یاثمون بناء علی ان کراھۃ تقدیمہ کراھۃ تحریم" اھ (ص ۵۱۳، فصل فی الامامۃ) اور در مختار میں ہے "کل صلاۃ ادیت مع کراھۃ التحریم تجب اعادتھا" (ج ۲ ص ۱۴۷)

اگر قرآن وحدیث پر چلتا کون ہے سے مراد اس کی توہین ہو تو یہ کفر ہے اس صورت میں بغیر توبہ، تجدید ایمان، تجدید نکاح، کے امام نہیں ہوسکتا، لیکن اگر اس کی مراد قرآن وحدیث کی توہین نہیں بلکہ لوگوں کی بے راہ

ردی بیان کرنا ہو پھر بھی توبہ کرے اور ایسا کلمہ استعمال کرنے سے بچے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — کتبہٗ: شمس الدین احمد علیمی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۷؍رجب المرجب ۱۴۲۵ھ

بالغہ کا بے پردہ اسکول جانا کیسا ہے؟ کن شرائط کے ساتھ جاسکتی ہے؟

غیر مسلم یا وہابی کے یہاں فاتحہ دینا اور اس چیز کا کھانا کیسا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت ان مسائل کے بارے میں (۱) زید وعمر دونوں بھائی ہیں۔ زید کی ایک لڑکی ہے جس کی عمر ۱۶ سال ہے اور عمرو عالم ہے، عمرو زید سے کہتا ہے کہ اپنی لڑکی کو بغیر نقاب اسکول میں پڑھنے نہ جانے دو کیونکہ بالغ لڑکیوں کو بے پردہ چلنا حرام ہے اور عمرو نے نقاب بھی لاکر دے دیا لیکن زید کی لڑکی اٹھارہ سال کی ہوگئی اب بھی بغیر نقاب اسکول جاتی ہے۔ لہٰذا حکم شرعی زید اور اس کی لڑکی پر کیا ہے؟

(۲) زید عالم ہے لیکن اس کی بیوی بی-اے کی تعلیم ایسے اسکول میں حاصل کررہی ہے جس میں پردے کی بڑی تاکید ہے یہاں تک کہ امتحان کا سینٹر بھی اسی اسکول میں پڑتا ہے۔ غیر محرم کا اس میں کچھ دخل نہیں ہاں ایک بوڑھا منیجر کبھی کبھی معائنہ کے لیے آتا ہے لہٰذا زید اور اس کی بیوی پر حکم شرعی کیا ہے؟

(۳) غیر مسلم اور وہابی کے یہاں فاتحہ دینا اور فاتحہ دے کر اس کی چیز کو کھانا چاہئے یا نہیں؟

المستفتی: قاری شبیر احمد چشتی مدرسہ حنفیہ عالم خاں شہر جونپور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب (۱) بالغہ لڑکیوں کو بے پردہ نکلنا جائز نہیں بلکہ حرام وگناہ ہے۔ خواہ اسکول میں جانے کے ارادے سے ہو یا کسی اور غرض سے کہ اس سے فتنے کا قوی اندیشہ ہے۔ حدیث شریف میں ہے "المرأة عورة فاذا خرجت استشرفها الشیطان"۔ یعنی عورت عورت ہے یعنی پردے میں رہنے کی چیز ہے جب وہ باہر نکلتی ہے تو شیطان اسے گھورتا ہے یعنی اسے دیکھنا شیطانی کام ہے" اھ (ترمذی شریف جلد اول ص ۲۲۲)

اسی فتنے ہی کی وجہ سے عورتوں کو مسجدوں میں جانے سے روک دیا گیا۔ فتح القدیر باب الامامة جلد ۱، ص ۳۷۶ میں ہے۔ "عمم المتاخرون المنع للعجائز و الشواب فی الصلوٰت کلها لغلبة الفساد فی سائر الأوقات اھ لہٰذا زید کی لڑکی پر فرض ہے کہ بے پردہ اسکول جانے سے باز رہے۔ اور زید اپنی لڑکی کو منع نہ کرنے کی وجہ سے دیوث ہے۔ درمختار میں ہے "دیوث من لا یغار علی امرأته أو محرمه" اھ (الدر المختار فوق رد المحتار ج ۶، ص: ۱۱۸، باب التعزیر)

زید پر لازم ہے کہ وہ اپنی لڑکی کو بے پردہ اسکول جانے سے روکے ورنہ سخت عذاب الٰہی میں مبتلا ہوگا۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے "یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْا اَنْفُسَکُمْ وَاَهْلِیْکُمْ نَارًا"۔ یعنی اپنی جانوں کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ۔ (پ ۲۸ سورۂ تحریم آیت ۶)

نیز حدیث شریف میں ہے "کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیته"۔ یعنی تم میں کا ہر ایک اپنے ماتحت کا ذمہ دار ہے اور ہر ذمہ دار سے اس کے ماتحت کے بارے میں پوچھا جائے گا" اھ (بخاری شریف جلد اول ص ۱۷۱) واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) پانچ شرطوں کے ساتھ اسے اسکول مذکور میں پڑھنے کی اجازت ہے جیسا کہ فتاویٰ رضویہ جلد نہم نصف آخر ۲۵۲ میں ہے (۱) کپڑے باریک نہ ہوں جن سے سر کے بال کلائی وغیرہ ستر کا کوئی حصہ چمکے (۲) کپڑے تنگ و چست نہ ہوں جو بدن کی ہیئت ظاہر کریں۔ (۳) بالوں یا گلے یا پیٹ یا کلائی یا پنڈلی کا کوئی حصہ ظاہر نہ ہوتا ہو (۴) کبھی غیر محرم کے ساتھ کسی خفیف دیر کے لیے بھی تنہائی نہ ہوتی ہو (۵) اس کے وہاں رہنے یا باہر آنے جانے میں کوئی مظنہ فتنہ نہ ہو۔ یہ پانچوں شرطیں اگر جمع ہوں تو حرج نہیں اور ان میں ایک بھی کم ہے تو حرام" اھ لہٰذا صورت مستفسرہ میں اگر یہ پانچوں شرطیں جمع ہوں اور آنے جانے میں کسی طرح کے فتنے کا اندیشہ نہ ہو ساتھ ہی بوڑھے منیجر سے بھی پردہ کرتی ہو تو حرج نہیں ورنہ حرام۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) غیر مسلم اور وہابی کے یہاں فاتحہ جائز نہیں کہ کافر کی چیز پر فاتحہ نہیں ہوسکتی۔ فتاویٰ رضویہ جلد نہم نصف آخر ص ۱۵ میں ہے "کافر کی کوئی نیاز کوئی عمل قبول نہیں نہ ہرگز اس پر ثواب ممکن جسے پہنچایا جائے۔ قال اللہ تعالیٰ وَقَدِمْنَا اِلٰی مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا" اس کے کھانے پر فاتحہ دینا اس کا ثواب پہنچنے کا اعتقاد ہے اور یہ قرآن عظیم کے خلاف ہے۔ زید پر توبہ فرض بلکہ تجدید اسلام و نکاح چاہیے" اھ

غیر مسلم اور وہابی کی چیز کو لے کر کھانا بھی نہ چاہیے حدیث شریف میں ہے "انی نهیت عن زبد المشرکین" اھ (ترمذی شریف جلد اول ص ۲۸۶) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — کتبہٗ: محمد شاہ عالم قادری جونپوری

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۳ / رجب المرجب ۱۴۲۳ھ

عورت ڈاکٹر نہ ہونے پر غیر مسلم غیر محرم مرد ڈاکٹروں سے خواتین کا علاج آپریشن اور وضع حمل کرانا کیسا ہے؟

مسئلہ جہاں پر نسوانی معالج اور دائی نہ ہوں ایسے مقامات پر غیر محرم، غیر مسلم طبیبوں، ڈاکٹروں

سے اپنی خواتین کا علاج آپریشن وضع حمل کروانا شرعاً درست ہے یا نہیں جب کہ بعض موقع پر آپریشن روم کے اندر ڈاکٹر اور نرس کے علاوہ کسی کو بھی داخل ہونے کی اجازت نہیں ملتی؟ بینوا توجروا

المستفتی: الحاج محمد عثمان غنی باپو

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب شریعت مطہرہ میں اجنبیہ عورت کے چہرہ قدم اور دونوں ہتھیلیوں کے سوا کسی عضو کو دیکھنا شرعاً جائز نہیں۔ ہدایہ میں ہے: "لا یجوز ان ینظر الرجل الی الاجنبیة الا الی وجهها و کفیها" اھ اور پھر اسی میں چند سطر بعد ہے: "وعن ابی حنیفة انه مباح لان فیه (ای النظر الی قدمیها) بعض الضرورة" اھ (ج ۴ ص ۴۴۲)

مگر چہرہ وغیرہ کا دیکھنا بھی اس صورت میں جائز ہے جب کہ شہوت نہ ہو ورنہ اگر خوف ہو تو حکم یہ ہے کہ بلاضرورت اجنبیہ کے چہرہ وغیرہ کی طرف بھی نظر جائز نہیں۔ اسی میں فان کان لا یامن الشهوة لا ینظر الی وجهها الا لحاجة" اھ (ج ۴ ص ۴۴۲)

البتہ اگر عورت کو وضع حمل وغیرہ کی ضرورت ملجۂ پیش آجائے اور اسے کوئی ماہر عورت میسر نہ ہو تو بوجہ ضرورت شرعیہ فقہاء نے طبیب و ڈاکٹر کے لیے عورت کے خاص مرض کی جگہ کو دیکھنا جائز قرار دیا ہے اگرچہ وہ ناف کے نیچے ہو۔ مگر ڈاکٹروں کو بھی اسی قدر دیکھنا جائز ہوگا جس سے ضرورت پوری ہو جائے۔

اس لیے خاص مقام مرض کے علاوہ ہر عضو کو چھپایا جائے کہ طبیب کے لیے بھی سوائے موضع مرض کے دوسری جگہ دیکھنا جائز نہ ہوگا وجہ یہ ہے کہ جو چیز بضرورت جائز ہوتی ہے وہ ضرورت ہی کے حد تک رہتی ہے۔ بنایہ شرح ہدایہ میں ہے:

"لا یحل النظر الی ما تحت السرة الی الرکبة من الرجل والمرأة لاحد من غیر عذر فاذا جاء العذر حل النظر —والاعذار منها حالة الولادة فلا بأس للقابلة ان تنظر الی فرجها، ومنها حالة الاختتان للرجل ان ینظر من الرجل موضع الاختتان منه عند الحاجة ومنها اذا اصابه قولنج واحتیج الی حقنة ومنها اذا اصاب أمراة قرحة فی موضع لا یحل للرجال ان ینظر الیها وعملت المراة ذلك لتداویها وان لم تعلم اولم یجدوا أمراة وخافوا علیها ان تهلك او یصیبها بلاء او دخل من ذلك وجع لا تتحمله ولم یکن للعلاج بد من الرجل یباح للرجل أن ینظر لکن یستر منها کل شئ الا موضع القرحة. لان الضرورة تندفع بها وسواء فیها ذات المحرم وغیرها" اھ

مردوعورت کسی کی ستر بلا عذر دیکھنا حلال نہیں۔البتہ عذر کی حالت میں دیکھنا حلال ہے۔وہ عذر یہ ہیں:
(۱) حالت پیدائش یعنی دایہ کے لیے بچہ کی پیدائش کے وقت عورت کی شرمگاہ کی جانب نظر کرنے میں کوئی قباحت نہیں (۲) حالت ختنہ میں موضع ختنہ کو ضرورۃً دیکھنا حلال۔(۳) قولنج کی شکایت ہو تو حقنہ کے لیے شرمگاہ دیکھنے میں کوئی حرج نہیں (۴) عورت کو کسی ایسی جگہ زخم کا عارضہ ہو جس کا دیکھنا مرد کے لیے حلال نہیں اور کسی ناتجربہ کار عورت نے اس کا علاج کیا اس کے لیے کوئی عورت نہ مل سکی جس کی بناء پر عورت کی ہلاکت یا کسی مصیبت کے پہنچنے کا خطرہ لاحق ہو گیا یا یہ کہ ایسی شدید تکلیف پہنچے گی جو برداشت کے قابل نہ ہوگی،مرد سے علاج کے علاوہ کوئی چارہ کار نہ ہو تو مرد کو عورت کی ستر پر نظر کرنا مباح ہے۔لیکن خاص مقام زخم کے علاوہ ہر عضو کو چھپایا جائے کیونکہ اسی قدر سے ضرورت پوری ہو جاتی ہے۔اور اس قسم کے علاج میں محرم اور غیر محرم سب مساوی ہیں''اھ (ج ۱۲ ص ۱۳۸)

لہٰذا جب کوئی لیڈیز ڈاکٹر یا ماہر دایہ نہ دستیاب ہو اور ضرورت شدیدہ ہو کہ مرد ڈاکٹر سے علاج نہ کروانے پر بڑے حرج وضرر اور مشقت میں مبتلا ہوگی تو خواتین کا علاج،آپریشن اور وضع حمل وغیرہ بوجہ مجبوری ڈاکٹروں سے کروانے کی اجازت ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

کتبہٗ: محمد نیاز برکاتی مصباحی
۹ر ربیع الاول ۱۴۲۴ھ

ڈرائیور ایکسیڈنٹ سے بچنے کے لئے عورتوں پر نظر کر سکتا ہے یا نہیں؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت اس مسئلہ میں:

زید فورویلر گاڑی کا ڈرائیور ہے اور یہاں عرب ممالک میں لڑکیاں بھی گاڑی ڈرائیو کرتی ہیں جب دو چار گاڑیاں ساتھ چلتی ہیں تو بغل کی گاڑی اور اس کے ڈرائیور پر بار بار نگاہیں پڑتی ہیں ورنہ ٹکر کا خدشہ رہتا ہے اب وہ لڑکی ہے تو اس طرح نگاہ ڈالنا کیسا ہے؟ یو ہیں زیبرہ کراسنگ جس میں گاڑی روڈ پر کھڑی ہو جاتی ہے پھر پیدل سامنے سے لوگ روڈ پار کرتے ہیں ان میں عورتیں بھی ہوتی ہیں اب انہیں دیکھنا ہوتا ہے کہ جب وہ پار ہو جائیں تو ہم آگے چلیں تو اس طرح عورتوں کو دیکھنا شرعاً گناہ ہوگا یا نہیں؟ یا کسی لڑکی نے ہماری گاڑی میں ٹکر ماردی تو ایسی صورت میں شرطہ کے ساتھ اس لڑکی سے بات کرنا ضروری ہوتا ہے تو اس کے لیے شرعاً کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

المستفتی: محمد اشرف،موہیات عجمان،یو،اے،ای

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اجنبیہ کی طرف نگاہ کرنا حرام وگناہ ہے کہ شریعت مطہرہ نے اجنبیہ کو بلا ضرورت قصداً دیکھنا ناجائز وگناہ ٹھہرایا ہے اور ناظر ومنظور الیہ دونوں پر اللہ کی لعنت کی وعید آئی ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے: "لعن الله الناظر والمنظور اليه" (ج۲،ص۲۷۰، مشکوۃ باب النظر الی المخطوبة) ہاں اگر کسی مرد کی نظر بلا شہوت کسی عورت پر پڑ جائے تو کوئی مضائقہ نہیں کہ پہلی نظر معاف ہے مگر دوسری مرتبہ اس کی طرف نگاہ قصداً نہ اٹھائے بلکہ اپنی نظر کو خوف خدا سے نیچی کرلے اسی میں عافیت ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے ما من مسلم ينظر الى محاسن امرأة اوّل مرة ثم يغض بصره۔

(مشکوٰۃ باب النظر الی المخطوبة، ج۲،ص۲۷۰)

ہاں گاڑیوں کے ایکسیڈینٹ (Accident) سے بچنے کے لیے اور خود عورتوں کے ساتھ اختلاط اور باہم ایک دوسرے کو دھکا لگنے سے محفوظ رہنے کے لیے بقدر ضرورت نظر اٹھا کر دیکھنا مباح ہے مگر یہ دیکھنا صرف ضرورت ہی کی حد تک ہو وبس۔ اگر کوئی سوال میں درج ضرورت کے پیش نظر عورت کی طرف بلاضرورت اس کو دیکھتا رہا تو یہ ناجائز ہے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی نیتوں سے باخبر ہے اگر غلط نیت سے اجنبیہ کی طرف دیکھا تو وہ ضرور عند اللہ گنہگار ہے اس لیے عورتوں کی طرف دیکھنے میں حد سے زیادہ تجاوز نہ کریں صرف ضرر سے بچنے کی حد تک دیکھیں اور آگے بڑھ جائیں حدیث شریف میں ہے "انما الاعمال بالنیات ولکل امری ما نوی۔" (بخاری، ج:۱،ص۲) واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہٗ: محمد احمد قادری مصباحی
۹ر محرم الحرام ۱۴۲۹ھ

الجواب صحیح: محمد نظام الدین الرضوی البرکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

■❖■

بَابُ السَّلَامِ

سلام ومصافحہ کا بیان

مصافحہ کا بہتر طریقہ کیا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل کے بارے میں

صوبہ کرناٹک کے ضلع شمالی کنارہ شہر ہوناور کے سنی جامع مسجد میں فی الوقت امامت کا کام انجام دینے والے عالم کا کہنا ہے کہ مصافحہ کا جو ایک طریقہ بہار شریعت میں ہے وہ یہ ہے کہ ہر ایک اپنا داہنا ہاتھ دوسرے کے دہنے ہاتھ سے اور بایاں ہاتھ بائیں ہاتھ سے ملائے یہ غیر سنت طریقہ ہے۔ میں نے جب ان سے مصافحہ کیا اسی طریقہ سے تو مجھ سے انہوں نے کہا کہ اس طرح مصافحہ نہیں کرنا چاہیے کیونکہ یہ غیر سنت طریقہ ہے میں نے ان سے یہ بات بار بار دہرایا کہ کیا یہ بات آپ کہہ رہے ہیں میرا بار بار اس بات کو دہرانے کا مطلب یہ تھا کہ آپ ایک سنی عالم ہونے کے باوجود اس طریقہ کو غیر سنت طریقہ بتا رہے ہیں تو جواب ہاں میں ملا تو میں نے کہا اگر کتاب بہار شریعت لاکر بتاؤں اور اگر سنت طریقہ ثابت ہو جائے تو آپ کو ماننا پڑے گا ان سے میں نے یہ بھی کہا کہ حضرت مفتی انور علی صاحب سے چند سال پہلے مصافحہ کے اس طریقہ کے بارے میں سوال کیا گیا تھا تو انہوں نے بتایا کہ یہ صحیح سنت طریقہ ہے پھر جب میں نے سوال کیا کہ آپ کہاں سے فارغ ہیں تو کہنے لگے میں بھی وہیں سے فارغ ہوں جہاں سے مفتی انور علی فارغ ہیں پھر انہوں نے کہا مفتی انور علی مفتی ہیں تو کیا ہوا وہ بھی تو عالم ہیں اور آج کل مفتی لوگ کچھ کا کچھ بول بیٹھتے ہیں مگر میں اس طریقہ کو غیر سنت طریقہ مانتا ہوں۔ جس وقت میں اس عالم سے بات چیت کر رہا تھا قریب میں بیٹھے ہوئے ایک شخص نے مجھ سے کہا کہ مولانا جو کہہ رہے ہیں وہ صحیح ہے اور کہا کہ کتاب بہار شریعت لاکر بتائیے پھر بات کیجئے اس شخص نے یہ بھی کہا کہ میں آپ کی بزرگی کو دیکھ کر خاموش ہوں ورنہ مجھے جو کرنا تھا کرتا اس سے یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ یہ عالم اپنے آپ کو سنی عالم بول کر اور سنت طریقہ کو غیر سنت طریقہ بتا کر عوام میں کسی طرح انتشار پھیلاتا ہے۔

جب میں نے کتاب بہار شریعت لاکر بتایا تو اس کتاب کا مضمون پڑھنے کے بعد بھی اس عالم نے کہا یہ غیر

سنت طریقہ ہے مصافحہ کا، تو میں نے کہا کہ کتاب میں تو سنت طریقہ بتایا گیا ہے مگر آپ کس بنا پر غیر سنت طریقہ بتاتے ہیں تو کہنے لگے اس طرح قینچی کی طرح ہاتھ ملانا مکروہ طریقہ ہے میں نے پوچھا آپ اس طریقہ کو غیر سنت طریقہ بتاتے ہیں اور مکروہ طریقہ بھی بتاتے ہیں مجھے بتائیے کہ آپ کس بنا پر اور کس کتاب کے حوالے سے یہ بات کہہ رہے ہیں تو اس عالم کا کہنا تھا کہ ہر بات کتاب میں لکھی نہیں ہوتی اور یہ بھی کہا میں عالم ہوں اس لیے میں اس طرح کہتا ہوں۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ عالم نہ مفتی انور علی صاحب کا کہنا مانتا ہے اور نہ کتاب بہار شریعت میں بیان کیے گئے مصافحہ کے طریقہ کو سنت طریقہ مانتا ہے بلکہ غیر سنت طریقہ بتا رہا۔ گویا وہ سنت سے انکار کرتا ہے اور دوسروں کو بھی مصافحہ کے معاملے میں سنت طریقہ کو غیر سنت طریقہ بتا کر سنت طریقہ پر عمل کرنے سے روکتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کا انکار کرنا گویا اللہ کے فرمان کا انکار ہے تو کیا ایسے عالم شخص کی امامت درست ہے؟ مہربانی فرما کر حکم شرعی سے آگاہ کریں۔

المستفتی: عباس خاں محمد خاں قادری، ملتانی، کوڑی باغ کاروار کرناٹک

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب مصافحہ کا سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ ہر ایک کا ایک ہاتھ دوسرے کے دونوں ہاتھوں کے درمیان ہو۔ رہا سوال میں مذکورہ طریقہ تو وہ بعض فقہا نے بیان فرمایا ہے خود مصنف بہار شریعت علیہ الرحمہ نے بھی اس کی سنیت پر جزم نہیں فرمایا بلکہ اسے بعض فقہا کی طرف منسوب فرمایا آپ فرماتے ہیں ''دوسرا طریقہ جس کو بعض فقہا نے بیان کیا اور اس کی نسبت بھی وہ کہتے ہیں کہ حدیث سے ثابت ہے وہ یہ کہ ہر ایک اپنا داہنا ہاتھ دوسرے کے داہنے سے اور بایاں بائیں سے ملائے اور انگوٹھے کو دبائے کہ انگوٹھے میں ایک رگ ہوتی ہے اس کے پکڑنے سے محبت پیدا ہوتی ہے۔ (بہار شریعت ص ۹۸، ح ۱۶)

اس طرح کے مسئلے پر اصرار وانکار نہ کرنا چاہیے نہ اس کی وجہ سے باہم اختلاف کا بازار گرم کرنا چاہیے جب وہ بعض کا مذہب ہے تو اس کے کرنے والے پر انکار نہ ہونا چاہیے اور کوئی اگر نہ کرے تو اس پر کچھ اعتراض بھی نہ کرنا چاہیے البتہ عالم کو چاہیے کہ عوام کو نرمی سے سمجھائیں نہ کہ نفرت دلائیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہٗ: فیض محمد قادری مصباحی امجدی
۱۲ ربیع النور ۱۴۲۸ھ

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

کیا نمازوں کے بعد مصافحہ کرنا مکروہ ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں مصافحہ بعد نماز فجر وعصر مسلک حنفی میں ہے

یانہیں زید کا قول ہے کہ مصافحہ بعد نماز خلاف شرع ومکروہ ہے حوالہ میں پیش کرتا ہے کہ ملاقات کے وقت مصافحہ کرنا سنت ہے مگر جدائی کے وقت مصافحہ کرنا حدیث سے ثابت نہیں۔ حوالہ نمبر ا مظاہر حق جلد اول ص ۹۹ باب کتاب الایمان۔ مباح ہے مصافحہ یعنی ہاتھ ملانا صبح کی نماز کے بعد بموجب مسلک شافعی کے اور مسلک حنفی میں مکروہ ہے۔ حوالہ نمبر ۲ مصافحہ تتمہ سلام ہے لہٰذا بعد نماز فجر یا عصر کے جو مصافحہ شافعیہ میں بالخصوص حرم محترم میں رائج ہے۔ شیخ ملا علی قاری نے ایک رسالہ خاص میں ممنوع لکھا ہے اور یہی صحیح ہے۔ عین الہدایہ جلد ۴ ص ۲۹۴ باب الکراہت۔

ہمارے حنفی مسلک میں ہر نماز کے بعد مصافحہ کرنا مکروہ ہے۔ چاہے عیدین کی نماز کے بعد ہو چاہے پنجگانہ نماز کے بعد ہو چاہے جمعہ کی نماز کے بعد ہو۔

حوالہ نمبر ۳۔ المصافحہ عند الملاقات۔ مصافحہ سنت ہے ملاقات کے وقت سلام کے بعد اور نماز کے بعد مصافحہ کرنے کی کوئی اصل وسند شریعت میں نہیں ہے بلکہ بعض فقہاء وعلماء نے اس کو بدعت اور مکروہ لکھا ہے۔

ابوداؤد جلد ۳ ص ۶۶۲ پارہ ۳۲۔ حدیث نمبر ۱۷۷۰ کی شرح میں مظاہر حق جلد ۴ ص ۵۹ باب المصافحہ۔

حوالہ نمبر ۴۔ محیط کے حوالے سے لکھا گیا ہے کہ مصافحہ کرنا بعد نماز کے ہر حال میں مکروہ ہے کیونکہ صحابۂ کرام نے اس کو نہیں کیا۔ اور یہ طریقہ رافضیوں کا ہے۔ غایۃ الاوتار اردو ترجمہ درمختار جلد ا ص ۸۸ ۳ باب العید

لہٰذا غور طلب بات یہ ہے کہ زید کا مذکورہ قول صحیح ہے یا نہیں؟ بحوالہ کتب حنفی مسئلہ کی وضاحت فرمائی جائے۔ بینوا توجروا۔

المستفتی: اکبر حسین، بیتیلوا۔ بکسر (بہار)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب مصافحہ کرنا مطلقاً سنت ہے حدیث شریف میں اس کی بہت فضیلت آئی ہے اور بعد نماز بھی مصافحہ کرنا جائز ہے خواہ وہ نماز پنجگانہ ہو یا جمعہ یا عیدین۔ درمختار میں ہے۔ "تجوز المصافحة لانها سنة قديمة متواترة لقوله عليه الصلوٰة والسلام" من صافح اخاه المسلم و حرك يده تناثرت ذنوبه" واطلاق المصنف تبعاللدر روالكنزوالوقاية والنقاية والمجمع والملتقى وغيرها يفيد جوازهامطلقاً ولوبعد العصر. وقولهم انه بدعة اى مباحة حسنة كما افاد النووى فى اذكاره وغيره فى غيره. یعنی مصافحہ کرنا جائز ہے کہ وہ سنت قدیمہ متواترہ ہے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے کہ جس نے اپنے مسلمان بھائی سے مصافحہ کیا اور اپنے ہاتھ کو حرکت دی تو اس کے گناہ جھڑتے ہیں اھ اور درر و کنز، وقایہ، نقایہ، مجمع، ملتقی وغیرہا کے اتباع میں مصنف نے بھی یہاں مصافحہ کا ذکر مطلق رکھا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مصافحہ مطلقاً جائز ہے خواہ بعد عصر ہی کیوں نہ ہو اور لوگوں کا یہ کہنا کہ وہ بدعت ہے تو اس سے مراد بدعت مباحہ حسنہ ہے جیسا کہ امام نووی نے اذکار میں اور دوسرے علماء

نے دوسری کتابوں میں افادہ فرمایا ہے اھ (الدر المختار فوق ردالمحتار باب الاستبراء (ج ۶ ص ۳۸۱) اور اسی کے تحت شامی میں ہے "لاباس به فان اصل المصافحة سنة وقال الشیخ ابوالحسن البکری" و تقییدہ بما بعد الصبح والعصر علی عادة کانت فی زمنه والا فعقب الصلوٰت کلها کذا فی رسالة الشرنبلالی فی المصافحة ونقل مثله عن الشمس الحانوتی وانه افتی به مستدلاً بعموم النصوص الواردة فی مشروعیتها وهوالموافق لما ذکره الشارح من اطلاق المتون اھ

لہٰذا ثابت ہوا کہ زید کا قول صحیح نہیں اور اس نے جو چار حوالے پیش کیے وہ قابل قبول ہی نہیں کہ وہ سب کے سب اقوال مرجوحہ وضعیفہ ہیں — نیز اس کا استدلالاً یہ کہنا کہ بعد نماز مصافحہ بموجب مسلک شافعی کے ہے اور مذہب حنفی میں مکروہ ہے، غلط ہے کہ مصافحہ بعد نماز جمہور حنفیہ کے نزدیک جائز و مستحسن ہے۔ ہاں علامہ ابن حجر شافعی نے مصافحہ بعد نماز کو بدعت مکروہہ کہا ہے اور فرمایا کہ اس کی شریعت میں کوئی اصل نہیں جیسا کہ ردالمحتار باب الاستبراء ج ۶ ص ۳۸۱ پر بالکل اسی عبارت سے متصلاً نیچے ہے جو زید نے حوالہ نمبر ۴ میں نقل کیا ہے کہ "نقل عن ابن حجر عن الشافعیة انها بدعة مکروهة لا اصل لها فی الشرع اھ

نیز چوتھا حوالہ جس کو زید نے درمختار سے بتایا ہے وہ درمختار کا نہیں بلکہ ردالمحتار کا ہے اور بحوالہ محیط نہیں بحوالہ ملتقط ہے اور وہ کئی وجوہ سے فاسدہ ہے۔

اول وہ قول ضعیف ومرجوح ہے اس لیے مصنف نے اسے اخیر میں صیغہ مجہول نُقِلَ سے بیان فرمایا ہے۔

دوم — اسی کے اوپر متصلاً قول راجح واضح موجود ہے جس کو ہم نے اوپر ذکر کیا۔

سوم — عبارت متن بھی اس کے مخالف ہے اور اختلاف فتوی کے وقت اسی قول پر عمل اولیٰ ہے جو اطلاق متون کے موافق ہو ردالمحتار مطلب اذا تعارض التصحیح میں ہے "اذا اختلف التصحیح والفتوی فالعمل بما وافق المتون اولی بحر اھ ملخصاً۔ (ردالمحتار جلد اول ص ۷۲) اور درمختار کے مقدمہ میں ہے "الحکم والفتیا بالقول المرجوح جهل وخرق للاجماع"۔ یعنی مرجوح قول پر حکم و فتوی دینا جہالت اور اجماع کی مخالفت ہے اھ (درمختار فوق ردالمحتار جلد اول ص ۷۴)

چہارم — اگر بالفرض ہم یہ تسلیم بھی کرلیں کہ یہ مصافحہ رافضیوں کا طریقہ ہے تو بھی کوئی امر جائز کسی بدمذہب کے کرنے سے ناجائز یا مکروہ نہیں ہوسکتا لاکھوں باتیں ایسی ہیں جن میں اہل سنت وروافض بلکہ مسلم وکفار سب شریک ہیں تو کیا وہ اس وجہ سے ممنوع ہوجائیں گی؟ نیز بدمذہبوں سے مشابہت اسی امر میں ممنوع ہے جو فی نفسہٖ شرعاً مذموم ہو یا اس قوم کا شعار خاص ہو یا خود فاعل کو ان سے مشابہت کرنی مقصود ہو اور

یہاں بعد نماز مصافحہ میں ان میں سے کوئی بات نہیں پائی جاتی ہے — اور کسی باطل گروہ کی سنت اسی وقت تک لائق احتراز رہتی ہے کہ وہ ان کی سنت رہے اور جب ان میں سے رواج اٹھ گیا تو ان کی سنت ہونا ہی جاتا رہا لہٰذا مصافحہ بعد نماز اگر سنت روافض تھا تو اب ان میں رواج نہیں نہ وہ جماعت سے نماز پڑھتے ہیں اور نہ بعد نماز مصافحہ کرتے ہیں تو اس سے احتراز کیوں؟

درمختار فصل فی اللبس میں ہے "یجعله لبطن کفه فی یده الیسری وقیل الیمنی الا انه من شعار الروافض فیجب التحرز عنه. قلت ولعله کان وبان فتبصر۔ یعنی مرد انگوٹھی بائیں ہاتھ میں ہتھیلی کی طرف پہنے اور کہا گیا ہے داہنے ہاتھ میں پہنے مگر یہ رافضیوں کا شعار ہے تو اس سے بچنا ضروری۔ میں نے کہا کسی زمانہ میں رہا ہوگا پھر ختم ہو گیا تو اس پر غور کر لو اھ (درمختار فوق ردالمحتار، ج ۶ ص ۳۶۱) اور شامی میں اس کے تحت ہے "ای کان ذلک من شعارهم فی الزمن السابق ثم انفصل وانقطع فی هذه الازمان فلا ینهی عنه کیفما کان اھ۔

پنجم — صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کا کسی کام کو نہ کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ ممنوع وناجائز ہو، بلکہ بہت سی چیزیں ایسی ہیں جن کو صحابہ کرام نے تو نہیں کیا مگر اس کا کرنا جائز و مستحسن ہے مثلاً فتاویٰ عالمگیری باب فی آداب المسجد والمصحف ج ۵ ص ۳۲۳ میں ہے "ولا بأس بکتابة أسامی السور وعدد الآی وهو وان کان احداثا فهو بدعة حسنة وکم من شیء کان احداثا وهو بدعة حسنة اھ اور مرقاۃ شرح مشکاۃ جلد اول ص ۲۱۵ پر ہے "احداث ما ینازع الکتاب والسنة کما سنقرره بعد لیس بمذموم اھ۔ لہٰذا ان تصریحات سے ثابت ہوا کہ بعد نماز مصافحہ خلاف سنت نہیں موافق سنت وجائز و مستحسن ومستحب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہٗ: عبد المقتدر نظامی مصباحی
۱۷ ر محرم الحرام ۱۴۲۳ھ

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

تسلیمات، سلام مسنون، تحیت، سلام وغیرہ الفاظ سے سلام کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ تسلیمات سلام مسنون، تحیۃ وسلام وغیرہ الفاظ کے ذریعہ سلام کیا جاتا ہے کیا یہ درست ہے؟

المستفتی: محمد آزاد حسین نقشبندی مقام رام پور، ضلع اتر دیناجپور، بنگال

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب تسلیمات، سلام مسنون، تحیۃ وسلام، وغیرہ الفاظ کے ذریعہ سلام کرنے یا لکھنے سے سلام

کی سنیت ادا نہ ہوگی اور اس طرح کے الفاظ سے سلام کرنا ولکھنا خلاف سنت بھی ہے بلکہ افضل وسنت طریقہ یہ ہے کہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ سلام علیکم وغیرہ الفاظ کے ذریعہ سلام کرے یا لکھے۔ فتاویٰ ہندہ میں ہے الا فضل للمسلم ان یقول السلام علیکم ورحمة الله و برکاته والمجیب کذلك (ج۵ ص۳۲۵) ردالمحتار میں ہے لفظ السلام فی مواضع حکمها السلام علیکم سلام علیکم بالتنوین بدون هذین کما یقول الجهال لا یکون سلاما۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — کتبہ: محمد احمد قادری، مصباحی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۹ر محرم الحرام ۱۴۲۹ھ

مرد کا عورت سے مصافحہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

مسئلہ مرد کا عورت سے مصافحہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی: منور محمد خان، چورو، راجستھان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب محرمات سے مصافحہ کرنا جائز ہے جب کہ اپنے اوپر اور اس عورت کے اوپر شہوت سے پورا اطمینان ہو اور اگر اطمینان نہ ہو یا شک ہو تو ان سے مصافحہ کرنا جائز نہیں اور جوان اجنبیہ سے مصافحہ کرنا بالکل جائز نہیں اگرچہ شہوت سے پورا اطمینان ہو کیونکہ یہ بہت دشوار ہے:

تنویر الابصار در مختار کتاب الحظر والاباحة فصل فی النظر والمس میں ہے "وما حل نظره حل لمسه اذا امن الشهوة علی نفسه وعلیها "لانه علیه السلام کان یقبل رأس فاطمة" وقال علیه السلام "من قبل رجل امه فکانما قبل عتبة الجنة" وان لم یامن ذلك اوشك فلا یحل له النظر والمس کشف الحقائق لابن سلطان والمجتبیٰ الامن اجنبیة فلا یحل مس وجهها و کفها وان امن الشهوة لانه اغلظ"۔ (ج۹ ص۵۲۸)

ہاں وہ بڑھیا جو مشتہات نہ ہو اور شہوت سے پورا اطمینان بھی ہو تو اس سے مصافحہ کرنے کی رخصت ہے در مختار کتاب الحظر والاباحة فصل فی النظر والمس میں ہے " اما العجوز التی لا تشتهی فلا باس بمصافحتها ومس یدها اذا امن"۔ (ج۹ ص۵۲۹) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — کتبہ: محمد فیضل علی مصباحی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۱۴ر ربیع الثانی ۱۴۳۲ھ

بلند آواز سے صلاۃ وسلام پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت اس مسئلہ میں کہ نماز اور میلاد کے وقت سلام جہری جائز ہے یا نہیں؟ زید کہتا ہے کہ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ ہمارے حضور حاضر وناظر اور رگ جان سے بھی قریب ہیں، لہٰذا بلند آواز سے حضور کی بارگاہ میں سلام پیش کرنا بے ادبی ہے اور بے ادبی حضور کی بارگاہ میں کفر تک پہنچا دیتی ہے، لہٰذا سلام جہری وسلام سری کیا درست ہے؟ المستفتی: قاری شبیر احمد جونپوری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب نماز یا میلاد شریف کے بعد بلند آواز سے صلاۃ وسلام پڑھنا بلا شبہ جائز ومستحسن ہے اور اسے بے ادبی کہنا اور کفر کی حد تک پہنچانا بڑی جرأت اور شریعت طاہرہ پر افترا ہے۔

زید اگر وہابی ہے تو اس سے کیا شکایت کہ وہابی کا کام ہے شان رسالت میں بے ادبی، گستاخی اور آپ کے ذکر پاک کو روکنا اور اگر وہابی نہیں تو سخت جاہل و بے وقوف ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مطلقاً ارشاد فرمایا:

إِنَّ اللهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا.

(ترجمہ) بیشک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں، اس غیب بتانے والے نبی پر، اے ایمان والو! ان پر درود اور خوب سلام بھیجو۔" (سورۃ الاحزاب، پارہ ۲۲، آیت ۵۶)

یہ حکم مطلق ہے، جس کے عموم میں بلند آواز سے صلاۃ وسلام پڑھنا بھی شامل ہے۔ امام شعرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ مساجد میں بلند آواز سے ذکر بالا جماع مستحب ہے۔ صلاۃ وسلام بھی ذکر ہے۔

فتاویٰ رضویہ شریف میں ہے "اجتماع ہو کر ذکر حسن ہے۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، رب عزوجل فرماتا ہے: وان ذکرنی فی ملاء ذکرته فی ملاء خیر منه" ذکر بجہر صحیح یہ ہے کہ جائز ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: اذا مررتم بریاض الجنة فارتعوا قالوا وما ریاض الجنة قال حلق الذکر۔ مگر ایسا جہر جس سے کسی کی نماز یا تلاوت یا نیند میں خلل آوے یا مریض کو تکلیف پہنچے ناجائز ہے اور یہ بھی ممنوع ہے کہ طاقت سے زیادہ جہر کیا جائے، جس سے اپنے دل ودماغ کو صدمہ پہنچے۔ اسی کا نام جہر مفرط ہے۔ اھ (ص ۱۲۶، ج ۹، نصف آخر) زید توبہ ورجوع کرے اور اجماع امت سے جدا راہ نہ چلے کہ اجماع امت سے انحراف جہنم میں جانے کا راستہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

کتبہ: سید نعمان احمد
۲ ر ذی الحجہ ۱۴۳۰ھ

بَابُ الْآدَابِ

آداب کا بیان

بوسیدہ قرآن کو بے حرمتی سے بچانے کے لئے مسجد میں رکھنا کیسا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ کسی مسلمان نے بوسیدہ قرآن مجید یا پارے بے حرمتی سے بچانے کے لیے مسجد میں لے جا کر رکھ دیا تو اس شخص کے لیے کیا حکم ہے؟

المستفتی: حافظ وقاری محمد اختر ٹانڈہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الجواب صورت مسئولہ میں اگر اس نے قرآن کریم کو بے حرمتی سے بچانے کے لیے مسجد میں کسی محفوظ جگہ رکھ دیا کہ اس کے بوسیدہ اوراق منتشر ہو کر ضائع نہ ہوں تو اس نے نیک کام کیا کیونکہ قرآن شریف کا ادب واحترام مسلمان پر ضروری ہے۔ ہاں اگر مسجد میں بھی اس کے بوسیدہ اوراق بکھرنے یا ضائع ہونے کا اندیشہ ہو تو اسے کسی پاک کپڑے میں لپیٹ کر احتیاط کی جگہ دفن کر دیا جائے۔ اور دفن کرنے میں اس کے لیے لحد بنائی جائے یا اس پر تختہ لگا کر چھت بنا کر مٹی ڈالیں کہ اس پر مٹی نہ پڑے۔ فتاویٰ ہندیہ میں ہے "المصحف اذا صار خلقا لا یقرأ منه ویخاف ان یضیع یجعل فی خرقة طاهرة ویدفن ودفنه اولیٰ من وضعه موضعا یخاف ان یقع علیه النجاسة او نحو ذلك ویلحد له لانه لو شق ودفن یحتاج الی اهالة التراب الیه وفی ذلك نوع تحقیر الا اذا جعل فوقه سقف بحیث لا یصل التراب الیه فهو حسن ایضاً کذا فی الغرائب" (ج ۵ ص ۳۲۳) واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: شمس الدین احمد علیمی
۱۸ / محرم الحرام ۱۴۲۵ھ

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

اخبارات ورسائل میں نام پاک یا قرآنی آیات اور کلمات مقدسہ ہوں تو کیا کرے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین کاغذ کے ایسے ٹکڑوں کے بارے میں یا حصوں کے بارے

میں جس پر قرآن کریم کی کوئی آیت کریمہ یا اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لکھا ہو۔جس کی تعظیم کرنا ایک مومن پر فرض ہے اگر وہ کہیں گر جائے یا کوڑے کرکٹ میں پڑا ہو نیز اخباروں میں بھی اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام وغیرہ لکھا ہوا آتا ہے کوئی اس اخبار سے لفافے بناتا ہے اور ہر طرح سے اس کی بے حرمتی ہوتی ہے تو ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟ یہ بھی رہنمائی فرمائیں کہ اخبار رسالے یا جریدے جس پر کہ یہ مقدس باتیں لکھیں ہوں کیا ان سب کو احترام اور حفاظت کے ساتھ رکھنا لازمی ہے؟ اگر ایسا کرنا لازم قرار آتا ہے تو اس پر بھی روشنی ڈالیں کہ ایسی صورت میں تو بے شمار اخبار یا رسالوں کے باقیات محفوظ کرنے میں عملی دشواریاں پیش آئیں گی۔پورے مسئلہ پر مکمل رہنمائی فرمائیں۔شکریہ

المستفتی: صلاح الدین، جونپور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب (۱) جن اخبارات و رسائل میں نام پاک لکھا ہو یا قرآنی آیات یا کچھ اور کلمات مقدسہ جن کی تعظیم و توقیر ضروری ہے۔اگر یہ مسلمانوں کے ہاتھ آئیں تو ان پر لازم ہے کہ انہیں حفاظت سے رکھیں اگر انہیں پھینک دیں گے تو گنہگار ہوں گے اور چھپوانے والوں پر لازم ہے کہ انہیں اس طرح نہ چھپوائیں ورنہ خود گنہگار ہوں گے۔واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — **کتبہٗ:** محمد شاہ عالم قادری جولفوری

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۸ / شعبان المعظم ۱۴۲۴ھ

بیت الخلا کی دیوار پر داخل ہونے اور نکلنے کی دعاؤں کا اسٹیکر لگانا کیسا ہے؟

مسئلہ بیت الخلاء کے باہر یا سامنے کی دیوار پر بیت الخلا میں داخل ہونے اور نکلنے کی دعاؤں کا اسٹیکر چسپاں کرنا کیسا ہے؟

المستفتی: رضوی بھورا، مالیگاؤں، عثمان آباد، مہاراشٹر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب ادعیہ و آیات کی تعظیم ضروری ہے ایسی جگہ لکھنا جہاں بے ادبی ہو جائز نہیں۔بیت الخلاء کی دیوار پر دعاؤں کے اسٹیکر نہ لگائے جائیں کہ یہ مظنہ بے حرمتی میں ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — **کتبہٗ:** محمد شاہ عالم قادری جولفوری

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۸ / شعبان المعظم ۱۴۲۴ھ

ایک دوسرے کو مدینہ کہہ کر بلانا کیسا ہے؟

مسئلہ ایک دوسرے کو مدینہ کہہ کر بلانا کیسا ہے؟ المستفتی: اقبال حسین خان، ساکی ناکہ، ممبئی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب کسی کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لیے مدینہ کہنا مباح ہے اس میں شرعاً کوئی مضائقہ نہیں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ''احتیاط یہ نہیں کہ بے تحقیق بالغ وثبوت کامل کسی شی کو حرام ومکروہ کہہ کر شریعت مطہرہ پر افتراء کیجئے بلکہ احتیاط اباحت ماننے میں ہے'' اھ (فتاویٰ رضویہ ج ۲ ص ۹۰) البتہ ایسے مقام پر مدینہ کہنا کہ جہاں اس کے باعث سنت کا ترک لازم آئے مثلاً ملاقات کے وقت پہلے مدینہ کہنا پھر سلام کرنا یا کسی کام کے شروع کرتے وقت پہلے مدینہ کہنا پھر بسم اللہ پڑھنا، اسلامی طریقے کے خلاف ہے اس لیے کہ اسلامی طریقہ تو یہ ہے کہ پہلے السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہا جائے ایسا ہی ماہنامہ اشرفیہ مئی ۹۹ء میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — **کتبہ:** عبد القادر رضوی، ناگوری

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۱۹ / جمادی الاولیٰ ۱۴۲۳ھ

جس جانماز پر مقدس مقامات کی تصویریں ہوں اس پر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

جانماز پر کعبہ شریف گنبد خضریٰ اور بیت المقدس وغیرہ معظم مقامات کی تصویریں بنی ہوتی ہیں انہیں مسجد میں نہ بچھانا چاہیے کہ ان معظم مقامات کی تصویروں پر نمازیوں کے پیر پڑتے ہیں جس سے ان کی بے حرمتی ہوتی ہے کیا یہ صحیح ہے؟ اس مسئلہ میں شرعی حکم بیان فرمائیں۔ المستفتی: نور محمد خان مائل چورو، راجستھان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب وہ مصلّی جس میں کعبہ شریف، گنبد خضریٰ، بیت المقدس وغیرہ معظم مقامات کے نقشے بنے ہوں وہ ضرور قابل تعظیم ہیں لیکن عرف میں اس پر نماز کے لیے کھڑا ہونا یا بیٹھنا توہین نہیں سمجھتے اس لیے ان کا مسجدوں میں بچھانا جائز ہے البتہ اگر یہ سب بعینہ اس جگہ ہوں جہاں نمازی پیر رکھتا ہے تو اس پر نماز نہ پڑھیں کہ اس میں ان معظمات کی بے ادبی ہے جو ہرگز جائز نہیں اس سے احتراز چاہیے کیونکہ علمائے دین نے نقشے کا اعزاز واحترام وہی رکھا ہے جو اصل کا رکھتے ہیں۔ فتاویٰ رضویہ میں علامہ تاج فاکہانی کی فجر منیر کے حوالہ سے ہے ''ولذا جعلوا لہ من الاکرام والاحترام ما یجعلون للمنوب عنہ'' اور اسی میں علامہ قمر بن احمد

بن علی فاسی قصری کی مطالع کے حوالے سے ہے، وقد استندوا مثال النعل عن النعل وجعلوا له من الاکرام والاحترام ماللمنوب عنه. (ج ۹ نصف اول ص ۱۵۰)

ہاں اگر یہ نقشے فرضی ہوں کسی خاص مسجد و معظمات کے نہ ہوں تو ان پر نماز پڑھنے اور پیر رکھنے میں کوئی حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

کتبہ: محمد فیضل علی مصباحی
۱۴ ربیع الآخر ۱۴۳۲ھ

غیر مسلم کو قرآن کی تعلیم دینا کیسا ہے؟

مسئلہ غیر مسلم کو قرآن کی تعلیم دینا کیسا ہے۔ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا شریف الحسن قادری، ہوڑہ، بنگال

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب قرآن پاک چھونے اور پڑھنے کے لیے خود مسلم کو بھی پاک وصاف اور باوضو ہونا شرط ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "لَا یَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ" اھ (پ ۲۷ سورہ واقعہ آیت ۷۹) اور اسی کے تحت تفسیرات احمدیہ ص ۴۵۹ پر ہے: "ای لا یمس هذا القرآن الا المطهرون من الاحداث فلا یمسه المحدث ولا الجنب ولا الحائض والنفساء" اھ

اور غیر مسلم غسل جنابت کا صحیح اہتمام نہ کرنے، نیز عدم اجتناب نجاست کی وجہ سے فقہی نقطۂ نظر کے مطابق پاک نہیں ہوتے جیسا کہ تفسیرات احمدیہ ص ۲۹۸ میں "انما المشرکون نجس کے تحت" "انما المشرکون ذو نجس لان النجس بفتحتین عین النجاسة ولا نهم لا یتطهرون ولا یغتسلون ولا یجتنبون النجاسات فهی ملابسة لهم" اھ

لہٰذا اگر وہ غسل وطہارت کامل کا اہتمام کریں یعنی شرعی طریقہ پر غسل، وضو کریں اور قرآن مقدس چھوتے اور پڑھتے وقت طہارت کاملہ کا التزام رکھیں تو ان کو قرآن کی تعلیم دی جا سکتی ہے ورنہ نہیں۔ جیسا کہ فتاویٰ ہندیہ کتاب الکراهیة میں ہے: "قال ابو حنیفة رحمة اللہ تعالیٰ اعلم النصرانی الفقه والقرآن لعله یهتدی ولا یمس المصحف وان اغتسل ثم مس لا باس کذا فی الملتقط" اھ (ج ۵ ص ۳۲۳) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

کتبہ: محمد ارشد رضا نظامی مصباحی
۱۲ صفر المظفر ۱۴۲۴ھ

ایک ساتھ کئی نعتوں کو ملا کر پڑھنے میں کوئی خرابی تو نہیں؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت اس مسئلہ میں کہ کچھ نعت خواں اعلیٰ حضرت کے نعتیہ اشعار اور دوسرے شعراء کی نعتیں اچھے انداز میں پڑھتے ہیں، لیکن ان کا انداز یہ ہے کہ ایک نعت کے کسی ایک مصرع میں کئی نعتیں ملا کر پڑھتے ہیں، جیسے اعلیٰ حضرت کی نعت کا ایک مصرع ہے "حیراں ہوں میرے شاہ میں کیا کیا کہوں تجھے" اس شعر کے ساتھ انہوں نے قصیدہ معراجیہ اور دوسری نعتیں ملا کر پڑھی ہیں، ان کی اکثر نعتوں میں کلمۂ جلالت کی تکرار ہے، شرعی نقطۂ نظر سے اس طرح نعت پڑھنے میں کوئی قباحت ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد مفیض الرحمن انڈگی، نزد بنواسی تعلقہ سرسی ضلع کاروار کرناٹک

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب نعت خواں حضرات کا نعت کے ایک مصرع کے ساتھ کئی نعتیں ملا کر پڑھنا جائز و درست ہے کیوں کہ سب میں اللہ عزوجل ورسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر جمیل ہوتا ہے جو مندوب و مستحسن ہے۔ البتہ جو نعت خواں ذکر کے ساتھ (یعنی اسم جلالت کی تکرار کے ساتھ) یوں پڑھتے ہیں کہ ایک شخص جو خاص طور پر ذکر کی مشق کیے ہوتا ہے وہ ذکر کی ادائیگی کے لیے اس طرح آواز نکالتا ہے کہ سننے والوں کو دف یا اس طرح کا کوئی اور باجا بجنے کا لطف وسرور حاصل ہوتا ہے وہ شریعت کے حدود سے تجاوز کرتے ہیں کہ یہ ایک بری بدعت ہے جو ناجائز و گناہ ہے۔ پھر ایسی آواز اور دھن پر دوسرے شخص کا نعت مصطفیٰ پڑھنا بھی بے ادبی و بدعت ہے کہ یہ طرفین کی رضا مندی سے ہوتا ہے۔ لہٰذا جو نعت خواں ایسا کر رہے ہیں ان پر لازم ہے کہ فوراً اس طریقۂ نامرضیہ سے باز آ کر بارگاہ الٰہی میں سچے دل سے توبہ کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — **کتبہ:** زبیر احمد مصباحی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۲۷ رذی الحجۃ الحرام ۱۴۲۹ھ

قرآن کے بوسیدہ اوراق پل کے اوپر سے دریا میں ڈالنا کیسا ہے؟

مسئلہ قرآن پاک کے بوسیدہ اوراق کو دریا میں پل کے اوپر سے ڈالنا کیسا ہے۔ کیونکہ دریا کے دونوں طرف جنگل ہی جنگل ہے جس کی وجہ سے پل کے اوپر سے ڈالنا پڑتا ہے؟ بینوا توجروا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب قرآن پاک کے بوسیدہ اوراق کو دریا میں پل کے اوپر سے نہ ڈالا جائے کہ اس میں بے

ادبی ہے بلکہ جہاں پاک زمین ہو وہاں لحد بنا کر پاک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیا جائے۔ خیال رہے کہ مصحف شریف پر مٹی وغیرہ نہ گرنے پائے اس کے لیے سب سے بہتر قبرستان ہے۔

فتاویٰ رضویہ کتاب الحظر والاباحۃ میں ہے: ”ایسے مصاحف کو پاک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کرنا چاہئے۔“ (ج۹ نصف اول ص۲۹) فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

"المصحف اذا صار خلقا لا یقرأ منه و یخاف ان یضیع یجعل فی خرقة طاهرة و یدفن و دفنه اولیٰ من وضعه موضعا یخاف ان یقع علیه النجاسة و نحو ذلك و یلحد له لانه لو شق و دفن یحتاج الی اهالة التراب علیه و فی ذٰلك نوع تحقیر الا اذا جعل فوقه سقف بحیث لا یصل التراب علیه فهو حسن ایضا كذا فی الغرائب۔" (ج۵ ص۳۲۳) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — کتبہ: محمد صابر حسین فیضی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۲؍رجادی الاولیٰ ۱۴۲۵ھ

دکان کا نام مثلاً مدینہ فٹ ویئر، غریب نواز گارمنٹ وغیرہ ہو تو اسے کارڈ، بلٹی وغیرہ پر چھپوا سکتے ہیں؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت اس مسئلہ میں کہ دکان، کارخانہ، کمپنی والے اپنی دکان وغیرہ کا نام متبرک رکھتے ہیں، جیسے غریب نواز گارمنٹ، داتا رسیل، مدینہ فٹ ویئر اور تھیلی، کارڈ، بلٹی میں ان کو چھپواتے ہیں اور ان کو نقصان کی وجہ سے بدل بھی نہیں سکتے تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ تھیلی، کارڈ وغیرہ پر ان کو چھپوانے میں کیا کوئی بے ادبی ہے؟ المستفتی: عبد القادر رضوی، جام نگر، گجرات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب تھیلی، کارڈ بلٹی وغیرہ پر اپنی پہچان کے لئے درج بالا نام لکھوا سکتے ہیں، لیکن عربی، فارسی، اردو رسم الخط میں نہ ہو، بلکہ ہندی، گجراتی، انگریزی رسم الخط میں ہو، تاکہ عربی، فارسی حروف کی بے حرمتی نہ ہو۔ فتاویٰ ہندیہ "کتاب الحظر والاباحۃ" میں ہے:

لان لتلك الحروف حرمة كذا فی السراجیة۔ اھ (ج۵، ص۳۲۳)

اور یہ لحاظ اشد ضروری ہے کہ متبرک ناموں میں اسم جلالت واسم رسالت نہ ہو کہ ان اسماء کا احترام ضروری ہے، یہی وجہ ہے کہ ہمارے علمائے کرام نے کارڈ پر تسمیہ کی جگہ ۷۸۶ اختیار کیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — کتبہ: محمد علی برکاتی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۲؍ربیع الآخر ۱۴۳۱ھ

قرآن پر یادداشت کے لئے قلم سے نشان لگانا یا تاریخ لکھنا کیسا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت اس مسئلہ میں:

طلبہ مکتب میں قرآن شریف پڑھتے ہیں اور اسباق کی یادداشت کے خاطر اساتذہ اپنے قلم سے نشان لگاتے ہیں یا تاریخ وغیرہ تحریر کرتے ہیں۔ زید وبکر دونوں مدرس ہیں زید بکر سے عرض کرتا ہے کہ یہ طریقہ ازروئے شرع ادب کے خلاف ہے مگر بکر بولتا ہے کہ چونکہ طلبہ مدرسین کے ذہن کو مغالطے میں ڈالتے ہیں اس لئے یہ ضرورت ہے اور یہ فعل جائز ہے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ کس کا قول صحیح ہے؟

المستفتی: اقلیم رضا قادری الجامعۃ الرضویہ شمس العلوم منگول پوری دہلی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب قرآن کریم کے حاشیہ پر قلم وغیرہ سے نشان بنانا اور یادداشت کے لئے تاریخ ڈالنا شرعاً جائز ہے اس میں کوئی قباحت نہیں جبکہ قرآن اپنا ہو اور اگر دوسرے کا ہو تو اس کی رضا سے جائز ہے۔

ہاں قرآن پاک کی عبارت پر قلم وغیرہ سے نشان بنانا اور لکھنا ادب کے خلاف ہے۔

فتاوی حدیثیہ میں ہے لایحشیہ شیئاً فی مغاضن فواتحہ و خواتمہ الا اذا اعلم رضا صاحبہ و لایسودہ لغیر ضرورۃ حیث یجوز شرعاً و لایمر بالقلم الممدود من الحبر فوق کتابتہ۔ قرآن کے ابتداء وانتہا میں کچھ بھی حاشیہ نہ لکھے مگر جبکہ صاحب کتاب کی رضا جان لے اور نہ ہی شرعاً جائز ہونے کی بنا پر بلاضرورت اس کا مسودہ بنائے اور نہ ہی اس کی کتابت پر قلم چلائے۔ (ص ۲۳۰)

لہٰذا اساتذہ جو اسباق کی یادداشت کے لئے نیز طالب علم کے مغالطے سے بچنے کے لئے اس کے نسخہ قرآن کے حاشیہ پر نشان لگا دیتے ہیں یا تاریخ وغیرہ ڈال دیتے ہیں یہ ضرورت کے پیش نظر شرعاً جائز ہے۔ خلاف ادب نہیں اس لئے کہ مدرسین کا طالب علم کے نسخہ قرآن پر نشان وغیرہ لگانا اس کی رضا ہی سے ہوتا ہے۔

البتہ اگر پنسل سے نشان لگائیں تو بہتر ہے۔ لہٰذا زید کا یہ کہنا کہ قرآن پر نشان لگانا شرعاً خلاف ادب ہے صحیح نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

کتبہ: عبدالرحیم فیضی

۱۸؍رجب المرجب، ۱۴۳۰ھ

■❖■

بَابُ التَّدَاوِی

علاج وغیرہ کا بیان

اعضا کی پیوندکاری جائز ہے یا نہیں؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ دور حاضر میں میڈیکل سائنسز کی ترقی کے باعث اعضا کی پیوندکاری ایک عام سی بات ہو چکی ہے مثلاً گردے، دل، جگر، پھیپھڑے، آنکھیں وغیرہ سرجن تبدیل کر دیتے ہیں اور اس طور پر ہزاروں مریضوں کو صحت مند وتندرست بنایا جاتا ہے لہٰذا یہ نوع انسانی کی خدمت عظیم بھی ہے اور سماجی فریضہ بھی ہے اور مرض مہلک سے نجات دلانا بھی لہٰذا آپ حضرات سے گزارش ہے کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل ومفصل جواب ماہنامہ کنزالایمان میں مشتہر فرمائیں۔

المستفتی: محمد جاوید احمد، پوکھر گونرمدھوبنی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الجواب کسی انسان کے عضو کو دوسرے انسان کے جسم میں منتقل کرنا ناجائز ہے اس مسئلہ سے متعلق الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ میں قائم مجلس شرعی کے چھٹے اور ساتویں سیمینار میں جلیل القدر علماء اہل سنت کثرہم اللہ تعالیٰ نے ایک طویل بحث کے بعد باتفاق رائے جو فیصلہ فرمایا وہ درج ذیل ہے:

سیمینار میں یہ بحث سامنے آئی کہ انسان کی جان یا عضو کی ہلاکت جب یقینی یا قریب بہ یقین ہو اور دوسرے انسان کا عضو لگانے سے اس شخص کا شفایاب ہونا متوقع ہے، جیسا کہ آج کل یہ طریقہ علاج جاری ہے تو شرعاً یہ جائز ہے یا نہیں؟

مندوبین نے اس پر اظہار خیال کیا کہ دوسرے زندہ انسان کا عضو کاٹ کر استعمال کرنا حالت اضطرار میں بھی جائز نہیں ہوتا۔ ہاں مضطر کو اس مقدار میں حرام یا مردار حتی کہ انسانی میت کا گوشت کھانے پینے کی اجازت ہے جب اس کھانے پینے سے اس کی نجات یقینی ہو۔

اس بنیاد پر یہ غور ہوا کہ آج کے تبدیلی عضو والے علاج سے شفا یقینی ہو گئی ہے یا نہیں؟ بعض حضرات

کی یہ رائے سامنے آئی کہ یقینی تو نہیں مگر مظنون بہ ظن غالب ہے۔ اس پر کلام ہوا کہ پھر یہ علاج واجب ہونا چاہیے کہ اگر نہ کرے تو گنہگار ہو جیسے حالت مخمصہ میں حرام نہ کھائے پئے اور مرجائے تو گنہگار ہوتا ہے حالانکہ علاج کا حکم یہ نہیں بلکہ کتابوں میں یہ حکم موجود ہے کہ علاج نہ کرے اور مرگیا تو گناہ گار نہ ہوگا اس لیے کہ علاج سے شفا یقینی نہیں۔

پیوند کاری سے کامیابی کی جو شرح دی گئی ہے وہ ہمارے حق میں اولاً یقینی نہیں۔ ثانیاً یہ شرط بحیثیت مجموعی ہے۔ آپریشن کے مرحلے سے شفا تک گزرنے میں اتنے مراحل ہیں کہ ہر ہر مرحلے پر ہلاکت کا خطرہ ہوتا ہے قطع ویقین کا نہیں۔ پھر بہت سے حریص دنیا طلب اور ظالم وخائن ڈاکٹروں کی زیادتیاں ہیں جن کے ظلم وخباثت اور بے اعتدالی وبے احتیاطی کے واقعات آئے دن سامنے آتے رہتے ہیں۔

دوسری طرف جو عضو عطا کرنے والا تندرست وتوانا انسان ہے۔ خاص اس کے حق میں کوئی حاجت واضطرار نہیں کہ وہ اپنا عضو دوسرے کو دے پھر اسے کیوں کر اجازت ہوگی کہ وہ اپنے عضو کی بے حرمتی یا اس کے خرید وفروخت کا معاملہ کرے، خصوصاً جب کہ وہ اپنے جسم وجان کا مالک بھی نہیں کہ اسے ہبہ کرنے یا بیچنے کا اختیار ہو۔

ان حالات کے پیش نظر عضو انسان سے عضو انسان کی پیوند کاری کے جواز کا حکم بہت مشکل ہے بلکہ بروقت عدم جواز ہی واضح ہے اور ہم اس کا حکم دیتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی　　**کتبہ:** غلام مرتضیٰ رضوی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی　　۲۱؍جمادی الآخر ۱۴۲۴ھ

ضرورت شدیدہ ہو تو خون دینا کیسا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں مفتیان شریعت اس مسئلہ میں کہ کسی مسلمان مرد وعورت کو اپنا خون دینا بضرورت شدیدہ جائز ہے یا نہیں؟ اور کیا جواز کی صورت میں خون دینے کی نشر واشاعت کرنا جائز ہے؟

بینوا توجروا　　**المستفتی:** محمد علی اشفاقی حاجی عبد اللہ بادروالے باسنی ناگور، راجستھان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب مذہب اسلام میں خون حرام اور ناپاک ونجس ہے خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے "إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ یعنی تم پر تو یہی حرام کیا ہے مردار اور خون (پ ۱۴ سورہ نحل آیت نمبر ۱۱۵) اور فتاوی عالمگیری ج ۱ ص ۴۶ میں ہے:

"کل ما یخرج من بدن الانسان مما یوجب خروجه الوضوء والغسل فهو مغلظ

وكذلك الخمر والدم المسفوح نجس نجاسة غليظة كذا في فتاوى قاضي خان" اھ ملخصاً

لہٰذا جب خون حرام ونجس ہے تو بلاضرورت شرعیہ کسی مسلمان مرد وعورت کو اپنا خون دینا حرام وناجائز ہے اور یہی ہمارے اکابر علمائے اہل سنت کا فتویٰ ہے۔ البتہ اگر ضرورت شدیدہ یعنی خون دیے بغیر ہلاک ہوجانے یا ہلاکت کے قریب پہنچ جانے کا یقینی خطرہ ہو تو مقدار ضرورت جائز ہے۔ الاشباہ میں ہے "فالضرورة بلوغه حدا ان لم يتناوله الممنوع هلك اوقارب وهذا يبيح تناول الحرام" اھ

نیز فقہ کا قاعدہ کلیہ ہے "الضرورات تبيح المحظورات" اھ (ص ۱۷۶ القاعدة الرابعة الضرر يزال)

یوں ہی اگر ضرورت شدیدہ تو نہ ہو لیکن خون چڑھائے بغیر بڑے حرج وضرر ومشقت کا سامنا کرنا پڑے گا تو بھی اجازت کی گنجائش ہے مگر اس کے لئے خون کی تجارت جائز نہیں نہ ہی اس کا اشتہار ونشر واشاعت کرنا جائز ہے۔ کوشش یہ کرے کہ کوئی صاحب خون مفت میں دے دے تو لے لے اور اگر بغیر دام دے نہ مل سکتا ہو تو بوجہ مجبوری صرف مریض کے حق میں اس کی اجازت ہے دینے والے کو بیچنا ناجائز ہی رہے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہٗ: عبدالقادر رضوی ناگوری
۷ر جمادی الاولیٰ ۱۴۲۳ھ

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابراراحمد امجدی برکاتی

آپریشن سے وضع حمل کرانا کیسا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت اس مسئلہ میں:

آج کل عموماً جب حاملہ عورت کے وضع حمل کی مدت قریب ہوتی ہے اور اس کی طبیعت خراب ہوتی ہے تو ڈاکٹر حاملہ کے آپریشن کا مشورہ دیتے ہیں کہ اگر آپریشن کر کے بچہ باہر نہ کیا گیا تو بچہ وعورت دونوں کو خطرہ ہے۔ اس کے کہنے پر آپریشن کے ذریعے بچہ باہر کیا جاتا ہے، لہٰذا آپریشن کے ذریعے بچہ خلاص کرنا کیسا ہے؟ اگر عورت قبل آپریشن انتقال کر جائے تو اس کے شکم میں جو بچہ موجود ہے، اس کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

المستفتی: محمد مطیع الرحمن حشمتی، مدرسہ افضل حسین، بزگاؤں، کانپور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اگر بغیر آپریشن کے بچہ کی پیدائش ممکن ہو اور عورت وبچہ میں سے کسی کی جان کو خطرہ لاحق نہ ہو تو ایسی صورت میں آپریشن کرانا ناجائز وحرام ہے کہ اس میں ستر غلیظ کو اجنبی کے سامنے کھولنا پڑتا ہے جو ازروئے شرع ناجائز ہے، جس کے دیکھنے اور دکھانے پر حدیث شریف میں لعنت آئی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ

وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

لعن الله الناظر والمنظور اليه. (مشكوة المصابيح، كتاب النكاح، ص ۲۷۰)

یعنی جو شرم کی جگہ کو دیکھے، اس پر بھی اللہ کی لعنت اور جو دکھائے اس پر بھی اللہ کی لعنت۔

البتہ اگر بغیر آپریشن بچہ کی پیدائش کی کوئی صورت نہ ہو اور عورت یا بچہ کی جان جانے کا خطرہ ہو تو ایسے موقع پر ان کی جان بچانے کے لئے تجربہ کار ماہر طبیب کے مشورہ سے آپریشن کرانا جائز ہے کہ اب ضرورت شرعیہ متحقق ہے اور ضرورت شرعی کے باعث محظورات مباح ہو جاتے ہیں۔ اشباہ میں ہے:

الضرورات تبيح المحظورات. (القاعدة الخامسة، ص ۳۰۷)

ہاں اگر عورت ڈاکٹر ملے تو اس سے آپریشن کرائے، عورت نہ ملے تو بدرجہ مجبوری مرد ڈاکٹر سے بھی اجازت ہے۔

اور عورت اگر قبل آپریشن انتقال کر جائے اور بچہ اس کے پیٹ میں زندہ ہو حرکت کر رہا ہو تو حکم شرعی یہ ہے کہ عورت کے شکم کو بائیں طرف سے چاک کر کے بچہ کو نکال لیں۔ درمختار میں ہے:

(حامل ماتت وولدها حي) يضطرب (شق بطنها) من الأيسر (ويخرج ولدها) ولو بالعكس و خيف على الأم قطع وأخرج لو ميتا وإلا لا كما في كراهة الاختيار. (كتاب الجنائز، ج ۲، ص ۲۳۸)

ایسا ہی فتاوی ہندیہ ج ۱، ص ۱۵۷ میں بھی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

کتبہ: محمد انوار الحق قادری
۳ ربیع الآخر ۱۴۳۱ھ

عورت مر گئی بچہ پیٹ میں زندہ ہے تو کیا کرے؟ آپریشن سے وضع حمل کب جائز ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت اس مسئلہ میں:

اکثر عورتیں تولد (بچہ پیدا) ہونے میں تھوڑی تکلیف میں ڈاکٹر کے کہنے پر آپریشن کرا کر پیٹ سے بچہ نکال لیتی ہیں، جبکہ بچہ زندہ ہوتا ہے اور ماں بھی زندہ ہوتی ہے۔ یہ آپریشن کرنا کروانا حرام ہے یا نہیں؟ بہار شریعت حصہ چہارم صفحہ ۱۰۷ میں لکھا ہے کہ ''عورت مر گئی اور اس کے پیٹ میں بچہ حرکت کر رہا ہے تو بائیں جانب سے پیٹ چاک کر کے بچہ نکالا جائے اور اگر عورت زندہ ہو اور اس کے پیٹ میں بچہ مر گیا اور عورت کی

جان پر بنی ہو تو بچہ کاٹ کر نکالا جائے اور بچہ بھی زندہ ہو تو کیسی ہی تکلیف ہو، بچہ کاٹ کر نکالنا جائز نہیں۔"

المستفتی: از شیخ منور الدین، حبیبی سنی لائبریری (اڑیسہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اگر بچہ رحم مادر میں پھنس جائے اور بغیر آپریشن کئے بچہ کے زندہ پیدا ہونے کی کوئی صورت نظر نہ آئے، نیز اس سلسلہ میں حاذق و ماہر ڈاکٹر اپنے تجربات کی روشنی میں آپریشن ہی کرانے کا مشورہ دے کہ بغیر آپریشن کئے بچہ زندہ پیدا نہیں ہو سکتا تو ایسی صورت میں آپریشن کرانا جائز و درست ہے کہ اس صورت میں بچہ کی جان بچانے کی ضرورت شرعیہ متحقق ہے اور ضرورت شرعیہ کے وقت ممنوعات بقدر ضرورت مباح ہو جاتے ہیں۔

جیسا کہ فقہ کا مشہور قاعدہ ہے

"الضرورات تبیح المحظورات۔"

(ترجمہ) شرعی ضرورتیں ممنوعات کو مباح بنا دیتی ہیں۔

اور اگر ایسی وقت و مجبوری کا سامنا نہ ہو بلکہ بچہ زندہ پیدا کرانا ممکن ہو، لیکن ڈاکٹر کچھ مشقت سے بچنے یا اپنی فیس بڑھانے کے لئے آپریشن کا مشورہ دے تو اس صورت میں آپریشن کرانا ناجائز و حرام ہے کہ بلا وجہ شرعی اپنی شرم گاہ کو اجنبی کے سامنے کھولنے پر رضا ہے، ساتھ ہی اس میں اذیت بھی ہے اور اضاعت مال بھی۔

سائل کے سوال سے پتہ چلتا ہے کہ سائل نے بہار شریعت کی منقولہ عبارت کی روشنی میں یہ سمجھ رکھا ہے کہ کسی بھی حال میں آپریشن کرانا جائز نہیں بلکہ حرام ہے، حالانکہ ایسا نہیں۔ حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان نے بہار شریعت میں جو تحریر فرمایا ہے "اگر بچہ زندہ ہو تو کیسی ہی تکلیف ہو بچہ کاٹ کر نکالنا جائز نہیں۔" اس کا مطلب یہ ہے کہ بچہ جب زندہ ہو تو بچہ کو کاٹ کر نہ نکالا جائے کہ یہ قتل نفس ہے، جس سے قرآن پاک میں سختی سے منع کیا گیا ہے۔

جیسا کہ رد المحتار میں ہے:

لو کان حیا لا یجوز تقطیعه لان موت الأم به موهوم فلا یجوز قتل آدمی حی لامر موهوم. اھ. (ج ۳، ص ۱۴۵، باب صلوۃ الجنائز)

اور آپریشن کے ذریعہ پیدائش کرانے میں بچہ کی جان کی حفاظت ہوتی ہے، جبکہ آپریشن کی شرعی ضرورت پائی جائے، اس میں نہ بچے کا قتل ہے نہ اسے اذیت، اس لئے یہ جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — **کتبہ:** سید نعمان احمد

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۱۹ر جمادی الاولیٰ ۱۴۳۰ھ

غیر کی منی رحم میں رکھنا، اس کا مشورہ دینا کیسا ہے؟ اس سے پیدا ہونے والے بچہ کا کیا حکم ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت اس مسئلہ میں:

زید کی شادی ہوئے تقریباً دسیوں برس ہوگئے۔ اس کی بیوی سے ابھی تک کوئی اولاد نہیں ہے۔ ڈاکٹر کے ذریعے معلوم ہوا کہ کمی زید کے اندر ہے، بعدہٗ انجینئرنگ سے تعلق رکھنے والے زید کے دوستوں نے اسے مشورہ دیا کہ آج کل سائنس اتنی ترقی کرچکی ہے کہ سائنس مشین کے ذریعے کسی دوسرے مرد کی منی کو عورت کے رحم میں ڈال دیتی ہے اور عورت کا بچہ پیدا ہوجاتا ہے، لہٰذا تم بھی اس طرح کرو۔ زید نے ایسا ہی کیا اور تقریباً دس ماہ بعد اس کی بیوی سے ایک لڑکا پیدا ہوا۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کا یہ فعل کہ دوسرے شخص کی منی کو اپنی عورت کے رحم میں رکھوانا کیسا ہے اور جو بچہ پیدا ہوا، اس کا کیا حکم ہے اور زید کے دوستوں کا اس طرح کا مشورہ دینا کہاں تک درست ہے؟ مدلل جواب تحریر فرمائیں۔ المستفتی: از محمد منظر قادری، متعلم دارالعلوم وارثیہ، گومتی نگر، لکھنؤ (یوپی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اپنی عورت کے رحم میں کسی دوسرے شخص کی منی کو رکھوانا بڑی بے حیائی و بے غیرتی کی بات ہے اور یہ مختلف وجوہ سے ناجائز و حرام ہے۔ **اولاً** اس کے لئے مرد کو ہاتھ سے منی نکالنا پڑتا ہے اور یہ حرام ہے۔ ہاتھ سے منی نکالنے کے متعلق سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ تحریر فرماتے ہیں: یہ فعل ناپاک حرام وناجائز ہے۔ اللہ جل وعلا نے اس حاجت کے پورا کرنے کو صرف زوجہ وکنیز شرعی بنائی ہیں اور صاف ارشاد فرمایا ہے کہ:

فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۝

یعنی جو اس کے سوا اور کوئی طریقہ ڈھونڈے تو وہی لوگ ہیں حد سے بڑھنے والے ہیں۔

حدیث شریف میں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ناکح الید ملعون۔ جلق لگانے والے پر اللہ کی لعنت ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، کتاب الحظر والاباحۃ، ج۹، ص۸۰ نصف اوّل)

ثانیاً سائنسی مشین (ٹیسٹ ٹیوب) کے ذریعہ مرد کی منی کو عورت کے رحم میں منتقل کرنے کا عام طریقہ یہی ہے کہ دوسرا کوئی مرد یا کوئی دوسری عورت استعمال کرتی ہے اور اس میں عورت کے ستر غلیظ کو کھولنا اور اندام نہانی کو دیکھنا اور چھونا پڑتا ہے اور بلا ضرورت شرعیہ کسی عورت کو بھی یہ جائز نہیں کہ کسی دوسری عورت کی شرم گاہ کو دیکھے یا چھوئے۔ حدیث شریف میں ہے:

لعن الله الناظر والمنظور اليه۔
یعنی جو شرم کی جگہ کو دیکھے، اس پر بھی اللہ کی لعنت اور جو دکھائے اس پر بھی اللہ کی لعنت۔ (مشکوۃ شریف، کتاب النکاح، ص ۲۷۰)
مسلم شریف میں ہے:
عن أبي سعيد الخدري عن أبيه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لا ينظر الرجل الى عورة الرجل ولا المرأة الى عورة المرأة۔
یعنی حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اپنے والد ماجد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کوئی مرد کسی مرد کی اور کوئی عورت کسی عورت کی شرم گاہ نہ دیکھے۔ (کتاب الطهارة، باب تحريم النظر الى العورات، ج ۱، ص ۱۵۴)
ثالثاً، اجنبی مرد کا مادۂ تولید اجنبی عورت کے رحم میں پرورش کے لئے رکھنا بھی جائز نہیں کہ عورت کا رحم اس کے شوہر کے لئے محل زرع ہے نہ کہ غیر کے لئے۔ حدیث شریف میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لا يحل لإمرى مؤمن يومن بالله وباليوم الأخر أن يسقى ماءه ذرع غيره
یعنی مسلمان جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے، اس کے لئے یہ حلال نہیں کہ اس کا پانی دوسری کی کاشت کو سیراب کرے۔ (مشکوۃ شریف، باب الاستبراء، ص ۲۹۰)
معلوم ہوا کہ اجنبی مرد کی منی کو اپنی عورت کے رحم میں رکھوانا شرعاً کسی بھی اعتبار سے جائز نہیں ہے کہ حرام وگناہ ہے۔ (ماخوذ از خاندانی منصوبہ بندی اور اسلام)
اور زید کے دوستوں کا یہ کہنا کہ سائنس مشین کے ذریعہ بچہ پیدا کرتی ہے، محض جہالت ہے۔ سائنس کی کیا مجال کہ بچہ پیدا کرے، تخلیق اللہ رب العزت کی صفت ہے اور وہی تخلیق کلی وجزوی کا مختار کل ہے۔ اس کے حکم کے بغیر کچھ نہیں ہوسکتا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:
قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ۔ (الرعد، پ ۱۳، آیت ۱۶)
(ترجمہ) تم فرماؤ اللہ (ہی) ہر چیز کا بنانے والا ہے اور وہ اکیلا سب پر غالب ہے۔
اور فرماتا ہے:
نَحْنُ خَلَقْنٰكُمْ فَلَوْلَا تُصَدِّقُوْنَ ○ اَفَرَاَيْتُمْ مَّا تُمْنُوْنَ ○ ءَاَنْتُمْ تَخْلُقُوْنَهٗ اَمْ نَحْنُ الْخٰلِقُوْنَ ○ (سورة الواقعة، پ ۲۷، آیت ۵۷، ۵۸، ۵۹)
(ترجمہ) ہم نے تمہیں پیدا کیا تو تم کیوں نہیں سچ مانتے تو بھلا دیکھو تو وہ منی جو گراتے ہو کیا تم اس کا

آدمی بناتے ہو یا ہم بنانے والے ہیں۔(کنز الایمان)

لہٰذا زید اس کی زوجہ اور زید کے وہ دوست جنھوں نے غلط مشورہ دیا سب گناہ گار ہوئے۔توبہ و استغفار کریں اور آئندہ ایسی حرکت سے باز رہیں۔اور جو بچہ پیدا ہوا وہ ثابت النسب ہوگا،اس کا مانا جائے گا، جس کی زوجیت میں یہ عورت ہے۔حدیث شریف میں ہے:

الولد للفراش وللعاهر الحجر۔(مسلم شریف،باب الولد للفراش،ج ۱،ص ۴۷۰،۴۷۱)واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

کتبہٗ: محمد انوار الحق قادری
۸ ربیع الآخر ۱۴۳۱ھ

پوسٹ مارٹم کرانا کیسا ہے؟

مسئلہ شریعت میں پوسٹ مارٹم کرانے کا کیا حکم ہے؟ بینوا تو جروا

المستفتی: عبدالستار خان، کرناٹک

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الجواب پوسٹ مارٹم کرانا ناجائز ہے کہ اس میں تکریم انسانی کے خلاف عمل ہے۔جب کہ انسان مخلوقات میں سب سے افضل واکرم ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:"وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا"۔یعنی اور بے شک ہم نے اولاد آدم کو عزت دی۔اور ان کو خشکی تری میں سوار کیا۔اور ان کو ستھری چیزیں روزی دیں اور انہیں بہت سی مخلوق پر فضیلت دی۔پ ۱۵ سورۂ بنی اسرائیل ۱۷ آیت ۷۰)پوسٹ مارٹم میں میت کے جسم کو تکلیف دینا اور اسے ایذا پہنچانا ہے اور اگر میت مسلم ہو تو یہ ایذائے مسلم کی وجہ سے حرام و گناہ ہے قال اللہ عزوجل: اَلَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا۔ یعنی جو لوگ مسلمان مردوں عورتوں کو ناحق تکلیف پہنچاتے ہیں انہوں نے بہتان اور واضح گناہ کا بوجھ اٹھایا" اھ(پ ۲۲ سورۂ احزاب ۳۳ آیت ۵۸)

اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:"من اذی مسلما فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ"۔(کنز العمال ص ۱۰،ج:۶،حدیث ۴۳۷۰۳)واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

کتبہٗ: محمد شاہ عالم قادری جونپوری
۱۰ ربیع النور ۱۴۲۴ھ

بَابُ اللّٰھوِ وَاللعب

کھیل کود کا بیان

کیا چشتی اور اشرفی سلسلہ میں مزامیر کے ساتھ قوالی جائز ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ہذا میں کہ
زید کہتا ہے کہ مزامیر کے ساتھ قوالی چشتی اور اشرفی سلسلہ میں کرنا اور سننا جائز ہے اور ان سلسلوں کے بڑے بڑے بزرگ بھی سنتے تھے تو سوال یہ ہے کہ شریعت میں مزامیر کے ساتھ قوالی سننا کس کس سلسلہ میں جائز ہے؟ کیا سب سلسلوں کی شریعت علیحدہ علیحدہ ہے اگر نہیں تو ایسا کہنے والے پر کیا حکم عائد ہوتا ہے؟ اور بزرگوں پر الزام لگانا کیسا ہے؟ بینوا توجروا المستفتی: پٹیل شبیر علی رضوی، دیادرہ، ضلع بھروچ، گجرات

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الجواب زید کا کہنا ہے کہ مزامیر کے ساتھ قوالی چشتی اور اشرفی سلسلہ میں کرنا اور سننا جائز ہے یہ اس کی سخت غلطی ہے اور محبوبان خدا و اکابر سلسلہ چشتیہ و اشرفیہ کے اقوال کو جھٹلانا اور ان پر تہمت لگانا ہے۔ فتاویٰ ہندیہ میں ہے: "قال رحمۃ اللہ تعالیٰ السماع والقول والرقص الذی یفعلہ المتصوفۃ فی زماننا حرام لا یجوز القصد الیہ والجلوس علیہ وھوالغناء والمزامیر سواء و جوزہ اھل التصوف واحتجو بفعل المشائخ من قبلھم قال و عندی ان ما یفعلونہ غیر ما یفعلہ ھولاء" اھ ملخصا (ص ۳۵۲ ج ۵)
سیدی اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر فرماتے ہیں " کاش آدمی گناہ کرے اور گناہ جانے، اقرار لائے، اصرار سے باز آئے، لیکن یہ تو اور بھی سخت ہے کہ ہوس بھی پالے اور الزام بھی ٹالے، اپنے لیے حلال کو حرام بنالے، پھر اس پر بس نہیں بلکہ معاذ اللہ اس کی تہمت محبوبان خدا اکابر سلسلہ عالیہ چشتیہ قدست اسرارہم کے سر دھرتے ہیں، نہ خدا سے خوف، نہ بندوں سے شرم کرتے ہیں۔ حالانکہ خود حضور محبوب الٰہی، سیدی و مولائی، نظام الحق والدین، سلطان الاولیاء رضی اللہ عنہ وعنہم وعنابہم "فوائد الفواد شریف" میں فرماتے ہیں"

مزامیر حرام است" (فتاوی رضویہ ص ۱۹۹ ج ۹ نصف اول)

اور شہزادۂ اعلیٰ حضرت امام الفقہاء مفتی اعظم حضرت علامہ شاہ مصطفی رضا قادری نوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر فرماتے ہیں: "مزامیر مطلقاً حرام ہیں نہ صوفی کو حلال نہ غیر صوفی کو" اھ ملخصا (فتاویٰ مصطفویہ ص ۱ ۴۳) اور تحریر فرماتے ہیں": بعض متصوفہ خصوصاً مریدان سلسلہ چشتیہ نے یہ ظلم ڈھایا اور نیا ستم برپا کیا ہے کہ زبردستی مزامیر کے جواز کا باطل دعویٰ کرلیا ہے اور ستم بالائے ستم یہ کہ جو چشتی ہو جائے اسے مزامیر حلال ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم گویا چشتیوں کی شریعت اور ہے اور سلاسل کی شریعت اور۔ والعیاذ باللہ۔

حضور پرنور سیدنا سلطان المشائخ نظام الحق والشریعۃ والطریقۃ والدین محبوب الٰہی قدس سرہ العزیز "سیر الاولیا" میں فرماتے ہیں:" کہ اباحت سماع کے لیے چند چیزیں درکار ہیں۔ مسمع، مستمع، مسموع و آلہ سماع یعنی قوال پورا مرد ہو، امرد نہ ہو، عورت نہ ہو، مستمع سننے والا یاد خدا سے خالی نہ ہو، مسموع وہ چیز جو گائی جائے فحش و مسخری نہ ہو، اور آلہ سماع مزامیر جیسے چنگ ورباب وغیرہ اس سے مجلس پاک ہو۔ صوفیوں کو خصوصاً چشتیوں کو حلت مزامیر کی باطل دستاویزیں دینے والے آنکھیں پھاڑ کر دیکھیں کہ حضور سلطان المشائخ، سید الصوفیہ، سردار چشتیاں نے کہیں صوفیوں چشتیوں کا حکم علیحدہ بیان کیا کہ سماع کے اباحت کی جو یہ شرطیں ہیں وہ غیر صوفیہ کے لیے ہیں اور چشتیوں صوفیوں کے لیے آزادی ہے ان کے لیے مطلقاً حلال ہے؟

اللہ اکبر! چشتیت کا دعویٰ اور حضور سلطان المشائخ کے خلاف فتویٰ" اھ ملخصا (فتاویٰ مصطفویہ ص ۴۳۳) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — کتبہٗ: غلام نبی نظامی علیمی امجدی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۱۲ رجمادی الآخرہ ۱۴۲۷ھ

کرکٹ میچ کھیلنا، دیکھنا اس میں دلچسپی رکھنا کیسا ہے؟ ورزش کے طور پر کھیلے تو؟

مسئلہ کرکٹ میچ کھیلنا دیکھنا اور اس سے دلچسپی رکھنا کیسا ہے؟ اور اگر ورزش کے طور پر کھیلتے ہیں تو؟

المستفتی: محمد فاروق، مقام و پوسٹ راوت سرہنومان گڑھ، راجستھان

الجواب کرکٹ یا اس طرح کا کوئی کھیل اگر لہو ولعب کے طور پر کھیلے تو حرام و گناہ ہے اور اس سے اجتناب واجب، چنانچہ قرآن حکیم فرماتا ہے "وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ يَّشۡتَرِىۡ لَهۡوَ الۡحَـدِيۡثِ لِيُضِلَّ عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ بِغَيۡرِ عِلۡمٍ ‌ۖ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا‌ ؕ اُولٰٓـئِكَ لَهُمۡ عَذَابٌ مُّهِيۡنٌ ۞ " (سورہ لقمان پ ۲۱ آیت ۶)

اس آیت کی تفسیر میں امام نسفی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں "عن ابن عباس انہ قال لھو الحدیث کل

لهو ولعب و ترنمات و فضول کلام قوله لیضل عن سبیل الله ای لیعرف الناس عن دین الله بغیر علم ای بلا حجة ولا برهان ویتخذها هزوا آولئك یعنی یستهزی بکتاب الله۔" اھ

جس طرح کھیلنا حرام ویسے ہی دیکھنا بھی حرام ہے۔ چنانچہ امام صدر شہید حسام الدین عمر سمرقندی ایک حدیث نقل فرماتے ہیں "عن رسول الله صلی الله علیه وسلم انه قال استماع الملاهی معصية والجلوس عندها فسق والتلذذ بها کفر" اھ ایسا ہی کافی میں ہے۔

ترمذی شریف میں ہے "کل ما یلهو به الرجل المسلم باطل الا بقوس و تأدیبه فرسه وملاعبته اهله فانهن من الحق اھ (ص ۲۹۳ ج ۱)

اور اگر ورزش کی نیت سے کھیلے تو چند شرائط کی پابندی کے ساتھ جائز ہے (۱) نماز کے اوقات میں نہ کھیلے (۲) اپنے دینی مشاغل نیز طلب علم سے غافل ہو کر کھیل میں ہی انہماک نہ ہو (۳) ٹورنامنٹ میں حصہ نہ لے (۴) ران اور دوسرے اعضا جن کو چھپانا واجب ہے نہ کھولے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — **کتبہ:** محمد رفیق احمد مصباحی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۱۳ ربیع الآخر ۱۴۲۷ھ

جو گانا سنے فلم دیکھے لڑکے لڑکیوں پر غلط نظر ڈالے اسے امام بنانا کیسا ہے؟ کیا کرکٹ کھیلنا حرام ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ

(۱) زید مولانا ہے مگر گانا سنتا ہے کبھی کبھی فلم دیکھتا ہے غلط نظر سے لڑکے لڑکی کی طرف دیکھتا ہے دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایسے آدمی کی امامت میں کیا نماز ہوتی ہے یا نہیں؟

(۲) عام طور سے مدارس اسلامیہ کے طلبہ تعطیل کے دنوں میں کرکٹ وغیرہ کھیلتے ہیں کیا یہ کھیل کھیلنا حرام ہے؟

المستفتی: محمد آزاد حسین شمیم انوری نقشبندی، جامعہ صادق العلوم شاہی مسجد ناسک سٹی مہاراشٹر (الہند)

بسم الله الرحمن الرحیم

الجواب (۱) جو گانے کے فحش اشعار اور مخرب اخلاق امور پر مشتمل ہوتے ہیں یا مزامیر پر گائے جاتے ہیں انہیں سننا اور جوان اجنبی عورتوں اور لڑکیوں کو دیکھنا اور فلم دیکھنا یہ سب افعال حرام و گناہ ہیں ان معاصی کا عادی فاسق معلن ہے اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے لہٰذا فسق کی حالت میں اس کی اقتدا میں جتنی نمازیں پڑھی

گئیں ان کا اعادہ کیا جائے۔ غنیۃ شرح منیہ میں ہے "ولو قدموا فاسقاً یاثمون. (ص ۵۱۳) درمختار میں ہے "کل صلاۃ اُدیت مع کراھۃ التحریم تجب إعادتہا" اھ (ص ۴۵۷ ج ۱) ہاں اگر وہ صدق دل سے توبہ کرلے اور اس پر قائم رہے اور اقوال قبیحہ اور افعال شنیعہ سے کلی طور پر پرہیز کرے تو پھر اس کی اقتدا میں نماز درست ہے: حدیث شریف میں ہے التائب من الذنب کمن لا ذنب له." (مشکوۃ شریف ص ۲۰۶)

(۲) رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین کھیلوں کو روا فرمایا ہے۔

(ا) کمان سے تیر چلانا (۲) گھوڑے کو ادب دینا۔ ۳۔ زوجہ کے ساتھ ملاعبت کرنا اور ان کے علاوہ سب کھیل حرام ہیں۔ درمختار میں ہے "و کرہ کل لھو لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام کل لھو المسلم حرام الا ثلاثۃ ملاعبتہ اھلہ و تادیبہ بفرسہ و مناضلتہ بقوسہ" اھ (ص ۳۹۵ ج ۶)

البتہ جس فعل و کھیل سے منفعت جائزہ وابستہ ہو وہ جائز ہے لہٰذا ریاضت بدنی کی نیت سے کرکٹ وغیرہ کھیل سکتے ہیں بشرطیکہ ناف سے لے کر گھٹنے تک بدن کا حصہ کپڑے سے ڈھکا رہے اور نماز ضائع نہ کریں مگر لہو و لعب، ہار، جیت کے طور پر نہ ہو بلکہ اس لیے ہو کہ جسم کو طاقت و قوت حاصل ہو جائے تو صحیح ہے۔ فتاوی رضویہ میں ہے: "ہر کھیل اور عبث فعل جس میں نہ کوئی غرض دین نہ کوئی منفعت جائزہ دنیوی ہو سب مکروہ و بے جا ہیں کوئی کم کوئی زیادہ" اھ (ص ۴۴ ج ۹ نصف اول) ردالمحتار میں ہے: "فی الجواھر قد جاء الاثر فی رخصۃ المسارعۃ لتحصیل القدرۃ علی المقاتلۃ دون التلھی فانہ مکروہ" اھ (ص ۳۹۵ ج ۶) ایسا ہی بہار شریعت ح ۱۶ ص ۲ ۱۳۲ میں بھی مرقوم ہے واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — کتبہٗ: محمد رئیس برکاتی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۵ رشعبان المعظم ۱۴۲۵ھ

شادی میں عورتوں کا گاتے ہوئے کلس بھرنے جانا کیسا ہے؟

مسئلہ شادی کی تقریب میں عورتیں گاتے ہوئے کنواں یا کسی نل وغیرہ پر پانی بھرنے جاتی ہیں جسے عرف میں کلس بھرنا کہتے ہیں۔ کچھ عورتیں پانی بھرنے گئیں تو زید نے کہا کہ مسجد کے نل سے پانی بھر لو تو وہ عورتیں مسجد میں گئیں اور اسی گانے بجانے کے ساتھ پانی بھر کر واپس آ گئیں۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ مسجد میں اس طرح سے پانی بھرنا کیسا ہے اور زید پر از روئے شرع کون سا حکم نافذ ہوگا؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا شاہ باقر علی قادری۔ درجن پور، ڈاکخانہ دھانے پور لوسی ضلع گونڈہ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب کلس بھرنا ناجائز ہے کہ ناجائز کام پر مشتمل ہے۔ عورتوں کا اس طرح گانا کہ آواز مردوں تک پہنچے حرام وبدانجام ہے اور اس کا قصداً سننا بھی حرام ہے۔ جب عورتوں کو زور سے زمین پر پاؤں رکھنے کی اجازت نہیں کہ اس سے زینت ظاہر ہوگی تو ان کا گھروں سے بے پردہ نکل کر مسجد تک گاتے ہوئے جانا کس قدر شنیع ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "لَا یَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِیُعْلَمَ مَا یُخْفِیْنَ مِنْ زِیْنَتِهِنَّ" یعنی عورتیں اپنے پاؤں زور سے نہ رکھیں جس سے زینت ظاہر ہوجائے یعنی ان کے پازیب وغیرہ کی آواز مردوں کے کان میں نہ پہنچے۔ رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: "المرأۃ عورۃ فاذا خرجت استشرفها الشیطان" اھ یعنی عورت چھپانے کی چیز ہے، وہ جب گھر سے نکلتی ہے تو شیطان اس کی طرف جھانکتا ہے (مشکوٰۃ ص ۲۶۹) فتاویٰ رضویہ میں نوازل امام فقیہ ابواللیث کے حوالے سے ہے: "نغمة المرأۃ عورۃ" پھر ردالمحتار میں ہے: لانجیز لهن رفع اصواتهن ولا تمطیطها ولا تلیینها وتقطیعها لما فی ذلك استمالة الرجال الیهن و تحریك الشهوات منهم و من هذا لم یجز أن توذن المرأۃ" اھ ملخصا (ج ۹ ص ۱۴۷ نصف آخر) باجا بجانا وہ بھی عورتوں کا حرام وگناہ ہے۔ حدیث شریف میں ہے: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "أمرنی ربی بمحق المعازف" اھ (مشکوٰۃ ص ۳۱۸) لہٰذا عورتوں پر لازم ہے کہ اپنے اس فعل حرام سے باز آئیں اور زید جس نے عورتوں کو مسجد کے نل سے کلس بھرنے کو کہا اس نے گناہ کیا کہ کلس بھرنا اپنی ہیئت کذائیہ کے ساتھ جیسا کہ اوپر مذکور ہوا ناجائز ہے اس پر لازم ہے کہ وہ توبہ کرے اور آئندہ غلط کام کی جانب رہنمائی کی جسارت نہ کرے۔ حدیث شریف میں ہے: "من سنّ فی الاسلام سنة سیئة کان علیه وزرها ووزر من عمل بها من بعد من غیر أن ینقص من اوزارهم شئ رواہ مسلم" اھ (مشکوٰۃ شریف ص ۳۳) واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہٗ: محمد معراج مصباحی قادری
۱۲ر جمادی الآخرہ ۱۴۲۸ھ

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

حدیث میں موجود تین کھیلوں کی جگہ کوئی دوسرا کھیل کھیلنا جائز ہے یا نہیں؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت اس مسئلہ میں:

ماہنامہ کنز الایمان اگست ۲۰۰۶ء میں ہے کہ "کھیل کی جتنی قسمیں ہیں تین کے علاوہ سب حرام ہیں" چونکہ حدیث شریف میں جن تین قسم کے کھیلوں کا ذکر ہے آج کل ایک کے علاوہ باقی دو قسم تقریباً پائے نہیں

جاتے تومسلمان لڑکے اس کے بدلے کوئی دوسرا کھیل کھیل سکتے ہیں یا نہیں؟ اور اگر کھیل سکتے ہیں تو کون سے؟
المستفتی: عبدالغفار روانی، ہمدانیہ مشن انسٹی ٹیوٹ، مونگھامہ، پلوامہ، کشمیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جن تین کھیلوں (یعنی کمان سے تیر چلانا، اور گھوڑے کو ادب دینا، اور بیوی کے ساتھ ملاعبت) کو جائز قرار دیا ہے بیشک ان کے علاوہ تمام کھیل حرام ہیں۔ اب یہ نہیں ہوسکتا کہ اس میں سے کچھ کھیل نہیں پائے جاتے تو ان کی جگہ دوسرے کھیل کھیلے جائیں۔ اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رضی اللہ عنہ تحریر فرماتے ہیں: ''ہر کھیل اور عبث فعل جس میں نہ کوئی غرض دین نہ کوئی منفعت جائزہ دنیوی ہو سب مکروہ و بیجا ہیں کوئی کم، کوئی زیادہ'' اھ ملخصاً (فتاویٰ رضویہ ص ۴۴، ج۹، نصف اول) یہاں سے معلوم ہوا کہ جس فعل سے کوئی غرض دین یا منفعت جائزہ وابستہ ہو وہ جائز ہے۔ لہٰذا ریاضت بدنی اور ورزش کی نیت سے فٹ بال کھیل سکتے ہیں کہ اب یہ صرف کہنے کو کھیل ہے حقیقت میں یہ ایک خاص قسم کی ورزش ہے۔ البتہ اس نیت کے ساتھ یہ لحاظ بھی ضروری ہے کہ ناف سے لے کر گھٹنے تک بدن کا حصہ کپڑے سے ڈھکا رہے اور نماز ضائع نہ کریں۔ یونہی کشتی لڑ سکتے ہیں، دوڑ لگا سکتے ہیں اور دیگر ورزش وغیرہ کر سکتے ہیں مگر لہو و لعب کے طور پر نہ ہوں بلکہ اس لئے ہوں کہ جسم میں قوت آئے اور ستر پوشی کے ساتھ ہو اور ہار جیت کے طور پر نہ ہو تو یہ جائز ہے۔ ردالمحتار میں ہے:

"فی الجواهر قد جاء الاثر فی رخصة المسارعة لتحصیل القدرة علی المقاتلة دون التلهی فانه مکروه" اھ (ص ۳۹۵، ج۶) ایسا ہی بہار شریعت ص ۱۳۲، حصہ ۱۶ میں بھی ہے۔ و اللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہٗ: غلام نبی نظامی علیمی
۲۲ر شوال المکرم ۱۴۲۶ھ

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

رنگ ٹون میں آیت قرآنی کا سیٹ کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت اس مسئلہ میں:
موبائل میں رنگ ٹون کی جگہ آیات قرآنیہ کا سیٹ کرنا کیسا ہے، جب کہ رنگ ہونے پر بعض دفعہ کئی افراد موجود ہوتے ہیں اور اپنے کاموں میں مشغول ہوتے ہیں۔ آیا سب پر آیات قرآنیہ سننا فرض ہے یا صرف صاحب موبائل پر یا اس کی کوئی اور صورت ہے؟ اسی طرح کالر ٹیون میں نعت اور آیات قرآنیہ کا اور

جس شادی میں لہو ولعب اور خرافات ہوں اس میں ائمہ وعلما کا جانا کیسا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت اس مسئلہ میں:

شادی بیاہ کی جس تقریب میں ناچ گانا لہو ولعب وغیرہ خرافات ہوں اس میں ائمہ مساجد اور علمائے دین ومشائخ کرام کا شرکت کرنا درست ہے یا نہیں؟ بالخصوص ایسی صورت میں کہ ائمہ وعلماء کے اس شادی میں جانے یعنی شریک ہونے سے بھی یہ چیزیں بند نہ ہوں گی۔ المستفتی: محمد عبد الرشید قادری پیلی بھیتی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الجواب شادی بیاہ کی جس تقریب میں ناچ گانا لہو ولعب وغیرہ خرافات ہوں اس میں اگر ائمہ مساجد وعلماء کرام اور مشائخ عظام کی شرکت سے یہ منکرات شرعیہ بند ہو جائیں گے تو جانا واجب اور موجب اجر وثواب ہے، رد المحتار میں ہے:

"اذا علم انهم يتركون ذلك احتراما له فعليه ان يذهب" اھ

یعنی اگر جانتا ہے کہ میری عزت وعظمت ان کی نگاہوں میں ایسی ہے کہ میں جاؤں گا تو وہ منکرات شرعیہ نہ کر سکیں گے تو اس پر جانا واجب ہے۔ (ص ۳۴۸ ج ۶) فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

"وان علم المقتدیٰ به بذلك قبل الدخول و هو محترم يعلم انه لو دخل يتركون ذلك فعليه ان يدخل والا لم يدخل كذا في التمرتاشي" اھ

یعنی اگر مقتدیٰ صاحب عظمت کو جانے سے پہلے یہ معلوم ہو کہ میں اگر جاؤں گا تو وہ ممنوعات شرعیہ سے باز رہیں گے تو اس پر لازم ہے کہ وہ شریک ہو اور اگر یہ صورت نہ ہو تو نہ جائے ایسا ہی تمرتاشی میں ہے۔ (ص ۳۴۳ ج ۵)

اور اگر یہ صورت نہ ہو یعنی علمائے کرام کی شرکت کے باوجود یہ سب خرافات بند نہ ہوں گے تو اگر یہ معلوم ہے کہ جہاں کھانا کھلایا جائے گا وہیں منکرات شرعیہ ہوں گے تو شرکت درست نہیں۔ اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے:

"وَاِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ﴿۶۸﴾" اھ

اگر تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آ جانے کے بعد ظالموں کے ساتھ نہ بیٹھو۔ (پ ۷ سورۂ انعام آیت ۶۸)

اور اگر دعوت کی جگہ منکرات شرعیہ سے خالی ہو اگر چہ دوسرے مکان میں لوگ گناہ میں مشغول ہوں تو شرکت کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ قرآن شریف میں ہے "لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی" اھ یعنی کوئی بوجھ

اٹھانے والی جان دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گی۔(پ ۱۵ سورۂ بنی اسرائیل آیت ۱۵) فتاوی ہندیہ میں ہے

"ان لم یکن الرجل بحال لولم یجب لایمنعھم عن الفسق لاباس بان یجیب ویطعم وینکر معصیتھم و فسقھم لانہ اجابۃ الدعوۃ واجابۃ الدعوۃ واجبۃ او مندوبۃ فلایمتنع بمعصیۃ اقترنت بھا"اھ

یعنی اگر کسی شخص کا حال ایسا نہ ہو کہ اگر یہ دعوت قبول نہ کرے تب بھی وہ گناہ اور نافرمانی سے باز نہیں آئیں گے، تو پھر دعوت کی قبولیت میں کوئی حرج نہیں البتہ ان کے گناہ اور نافرمانی کا انکار کرے کیونکہ اس نے تو دعوت قبول کی (یعنی خود کوئی خلاف ورزی نہیں کی) اور دعوت قبول کرنا واجب ہے یا مستحب لہٰذا ایسی دعوت جس سے گناہ مقترن ہو ممنوع نہیں۔(ص ۳۴۳ ج ۵)

ہاں اگر علمائے کرام و مشائخ عظام اور ائمہ مساجد کو یہ اندیشہ ہو کہ اتنی شرکت پر بھی عوام ہمیں متہم و مطعون کریں گے تو نہ جائیں کہ مواقع تہمت سے بچنا چاہئے اور مسلمانوں پر فتح باب غیبت ممنوع ہے کہ حدیث شریف میں ہے

"قد قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من کان یومن باللہ وبالیوم الاخر فلایقفن مواقف التھم"اھ

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو کوئی اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے تو وہ مواقع تہمت سے بچے۔(مراقی الفلاح کتاب الصلاۃ باب ادراک الفریضۃ ص ۲۴۹) ایسا ہی فتاوی رضویہ ص ۳۴ ج ۹ نصف اول میں بھی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — کتبہٗ: محمد سفیر الحق رضوی نظامی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۲۰ محرم الحرام ۱۴۳۲ھ

سجدۂ تلاوت کا جواب مطلوب ہے۔ العلم امانۃ فی اعناق العلماء۔

المستفتی: عبدالرؤف متعلم جامعہ عربیہ دوست پور، سلطان پور، یوپی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب جو آلات ایسے ہیں کہ نہ ان کی وضع لہو وطرب کے لئے ہے نہ ان کو عموماً آلات لہو وطرب سمجھا جاتا ہے، ایسے آلات پر قرآن کی تلاوت کا سیٹ کرنا اور اس کا سننا اس شرط کے ساتھ جائز ہے کہ آداب تلاوت کی پوری رعایت کی جائے۔ مثلاً جس مجلس میں تلاوت سنی جارہی ہو وہ مجلس لہو وطرب کی مجلس نہ ہو۔ نہ ہی عام ہوٹلوں اور بازاروں میں کہ ہر طرح کی خرافات ہوتی رہتی ہے۔ ایسی مجالس میں قرآن سننا وسنانا بے ادبی اور ناجائز ہے۔ فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

ومن حرمة القرآن ان لا يقرأ في الاسواق وفي موضع اللغو كذا في القنية۔

اسی میں ہے:

لا بأس بالقرأة راكبا و ماشيا اذا لم يكن ذلك الموضع معدا للنجاسة فان كان يكره كذا في القنية۔

اسی میں ہے:

يكره ان يقرأ القرآن في الحمام لانه موضع النجاسات ولا يقرأ في بيت الخلاء كذا في فتاوىٰ قاضي خاں. اھ (ج ۵، ص ۳۱۶ في كتاب الكراهية)

اور یہی حکم کالرٹیون میں نعت شریف اور آیات قرآنیہ کا بھی ہے اور موبائل کے ذریعہ سنی گئی آیت سجدہ پر سجدۂ تلاوت واجب نہیں۔ درمختار میں ہے:

"لا تجب بسماعه من الصدى والطير۔"

اور اسی کے تحت ردالمحتار میں ہے:

"(قوله من الصدى) هو ما يجيبك مثل صوتك في الجبال والصحاري ونحوهما كما في الصحاح (قوله والطير) هو الاصح زيلعي وغيره۔" (ج ۲، ص ۵۸۳ في باب سجود التلاوة)

ایسا ہی فتاویٰ رضویہ مترجم ج ۲۳، ص ۶۴۶، رسالۃ الکشف شافیاً حکم فونو جرافیا میں ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

کتبہٗ: محمد شاہد رضا حشامی

۱۶ ؍ رجب المرجب ۱۴۳۰ھ

بَابُ الزِّیْنَةِ

زینت کابیان

داڑھی کومہندی سے لال کرسکتے ہیں یانہیں؟

مسئلہ کیافرماتے ہیں مفتیان کرام مسئلہ ذیل میں

کہ داڑھی کومہندی لگا کرلال کرسکتے ہیں یانہیں وہ مہندی جو ہاتھوں پر لگائی جاتی ہے؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں مدلل جواب سے نوازیں۔ عنایت ہوگی''

المستفتی: الحاج تاج محمد، رحمت نگر آر بریج پوسٹ سیڈم ضلع گلبرگہ، کرناٹک، پن کوڈ: 545222

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الجواب مہندی سے داڑھی سرخ کرنا جائز ہی نہیں بلکہ مستحسن ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔ "غیرواھذا بشیٔ واجتنبوا السواد" اھ اسی کے تحت نووی میں ہے۔ "ومذھبنا استحباب خضاب الشیب للرجل والمرأۃ بصفرۃ اوحمرۃ ویحرم خضابہ بالسواد علی الأصح" اھ (مسلم جلددوم ص۱۹۹) فتاویٰ ہندیہ میں ہے۔ "وعن الامام أن الخضاب حسن لکن بالحناء والکتم والوسمۃ وأرادبہ اللحیۃ وشعر الرأس" اھ (کتاب الکراھیۃ الباب العشرون فی الزینۃ واتخاذ الخادم للخدمۃ ج۵ ص۳۵۹)

ایساہی فتاوی رضویہ ج۹ ص۱۲۶ نصف اول میں بھی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

کتبہٗ: محمد ابوبکر مصباحی
۱۰ ربیع النور ۱۴۲۸ھ

کیاحاملہ عورت مہندی لگاسکتی ہے؟

مسئلہ کیافرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین کہ حاملہ عورتیں مہندی لگاسکتی ہیں یانہیں؟

عام طور سے دیکھا اور سنا گیا ہے کہ حاملہ عورتوں کو مہندی لگانے سے منع کیا جاتا ہے۔
المستفتی: محمد عرفان ایڈوکیٹ، مالیگاؤں، مہاراشٹر

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الجواب ایام سوگ کے علاوہ عورت جب چاہے مہدی لگا سکتی ہے خواہ حاملہ ہو یا غیر حاملہ کوئی حرج نہیں بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو مہندی لگانے کا حکم فرمایا ہے تاکہ عورتوں کے ہاتھوں کا درندوں، مخنثوں اور مردوں کے ہاتھوں سے امتیاز ہو سکے حدیث شریف ہے:

"عن عائشة أنّ هندًا بنت عتبة قالت: يا نبی الله بايعني قال! لا أبايعك حتی تغيری كفيك كأنهما كفا سبع. (السنن لابی داؤد، ج ۲ ص ۵۷۴ باب فی الخضاب للنساء)

یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ہند بنت عقبہ نے عرض کیا یا نبی اللہ مجھے بیعت کر لیجیے فرمایا تجھے بیعت نہیں کروں گا جب تک تو اپنی ہتھیلیوں کو نہ بدل دے (یعنی مہندی لگا کر ان کا رنگ نہ بدلے) تیرے ہاتھ گویا درندہ کے ہاتھ معلوم ہو رہے ہیں (عورتوں کو چاہیے کہ ہاتھوں کو رنگین کر لیا کریں) اھ

دوسری حدیث ہے: "عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: أَوْمَأَتْ اِمْرَأَةٌ مِنْ وَّرَاءِ سِتْرٍ بِيَدِهَا كِتَابٌ إِلٰى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فقبض رسول الله صلى الله عليه وسلم يَدَهٗ فَقَالَ: مَا أَدْرِيْ أَيَدُ رَجُلٍ أم يَدُ امْرَأَةٍ؟ قَالَتْ: بل يَدُ امْرَأَةٍ قَالَ لَوْ كُنْتِ اِمْرَأَةً لَغَيَّرْتِ أَظْفَارَكِ يَعْنِي بِالْحِنَّاءِ" (السنن لابی داؤد ج ۲ ص ۵۷۴ باب الخضاب للنسائی)

یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ کہتی ہیں کہ ایک عورت کے ہاتھ میں کتاب تھی اس نے پردہ کے پیچھے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کیا یعنی حضور کو دینا چاہا۔ حضور نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا اور یہ فرمایا کہ معلوم نہیں کہ مرد کا ہاتھ ہے یا عورت کا ہاتھ ہے اس نے کہا عورت کا ہاتھ ہے۔ فرمایا کہ اگر عورت ہوتی تو ناخون کو مہندی سے رنگے ہوتی۔ اھ

مذکورہ بالا احادیث مبارکہ سے مہندی کے لگانے کا حکم مطلقاً ثابت ہے اور حالت حمل میں نہ لگانے پر کوئی دلیل شرعی نہیں ہے علاوہ سوگ والی عورت کے۔ لہٰذا حاملہ ہو یا غیر حاملہ دونوں کو مہندی لگانا جائز ہے بلکہ بنیت تکمیل حکم رسول اور برائے سنگار و زینت خاوند ہو تو مستحسن بلکہ باعث اجر و ثواب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — کتبہٗ: محمد آصف ملک علیمی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۱۶؍ رجب المرجب ۱۴۳۱ھ

مسئلہ سے لاعلمی میں دھات کا زیور پہنے تو گنہگار ہوگی یا نہیں؟

مسئلہ جن عورتوں کو علم نہ ہو کہ سونے چاندی کے علاوہ دوسری دھات کے زیورات پہننا منع ہے وہ پہنیں تو کیا گنہگار ہوں گی؟ **المستفتی:** صغریٰ بشیر قادری، سکندر نگر دربار کالونی احمد نگر جنید پورہ (مہاراشٹر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب (۱) شریعت میں جہالت عذر نہیں ہے، حدیث شریف میں ہے "طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم" اھ اور ایک روایت میں "مسلمۃ" کا لفظ بھی وارد ہے" یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے" اھ (سنن ابن ماجہ ص ۲۰)

اس حدیث شریف کے تحت علامہ مفتی احمد یار خاں رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "علم سے بقدر ضرورت مسائل شرعیہ مراد ہیں، لہٰذا روزے، نماز کے مسائل ضرور یہ سیکھنا ہر مسلمان پر فرض ہے، حیض ونفاس کے ضروری مسائل ہر عورت پر تجارت کے مسائل ہر تاجر پر حج کے مسائل حج کو جانے والے پر فرض عین ہیں" اھ (مراۃ المناجیح ج ۱ ص ۲۰۲)

لہٰذا ہر شخص کو اتنا علم ضروری ہے کہ کم از کم ضروریات زندگی میں پیش آنے والی ہر چیز کے بارے میں یہ جان سکے کہ کیا حلال ہے اور کیا حرام ہے اس لیے نہ جاننا عذر نہیں ہے۔

سونے، چاندی کے علاوہ دوسری دھاتوں کے زیورات پہن کر جو نمازیں پڑھی گئی ہیں وہ سب مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہوئیں ان کا دوبارہ پڑھنا واجب ہے۔ درمختار باب صفۃ الصلوٰۃ میں ہے "کل صلاۃ ادیت مع کراھۃ التحریم تجب اعادتھا" اھ (ج ۱ ص ۴۵۷)

لہٰذا سونے چاندی کے علاوہ دوسری دھاتوں کے زیورات استعمال کرنے والی عورتیں ضرور گنہگار ہیں وہ توبہ واستغفار کریں اور آئندہ اس قسم کے زیورات کے استعمال سے پرہیز کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — **کتبہ:** محمد نیاز احمد برکاتی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۲؍رجب المرجب ۱۴۲۴ھ

بالوں میں کلپ لگانا کیسا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت اس مسئلہ میں:

عورتوں کا اپنے بالوں میں کلپ لگانا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

المستفتی: سید شان محمد، متعلم مدینۃ العربیہ دوست پور، سلطان پور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب سونے چاندی کے علاوہ دوسری دھاتوں کے زیورات مثلاً لوہا، تانبا، پیتل، رانگا، جستہ وغیرہ عورتوں کے لئے بھی ناجائز وحرام ہے۔ درمختار میں ہے:

ولا یتختم الا بالفضۃ لحصول الاستغناء بها فیحرم بغیرها کحجر وذهب وحدید وصفر ورصاص وزجاج وغیرها. اھ ملخصاً۔ (ج۹، ص۵۱۷، فی کتاب الحظر والاباحة)

اور کلپ جس کو عورتیں اپنے بالوں میں لگاتی ہیں اس کا استعمال جائز ہے کہ کلپ خالص زیور نہیں اس کو صرف زینت کے لئے نہیں لگایا جاتا، بلکہ اس کا مقصد بالوں کو یکجا کرنا اور یکجا رکھنا ہے، پھر اسے بالوں میں لگانا لبس یعنی پہننا نہیں ہے اور لبس ہی ممنوع ہے۔ فتاویٰ امجدیہ میں ہے: سونے چاندی کے بٹن اس وجہ سے جائز ہیں کہ یہ ملبوس نہیں ہیں، بلکہ توابع لباس سے ہیں، لہٰذا دوسری دھات کے بٹن بھی اسی علت مشترکہ سے جائز ہیں کہ دوسری دھاتوں کا پہننا منع ہے، بلکہ ان کا حکم سونے چاندی سے اخف ہے کہ سونے چاندی کا استعمال صرف ایک مخصوص صورت کے علاوہ مطلقاً ناجائز ہے اور دوسری دھاتیں سوا پہننے کے ہر طرح استعمال کر سکتے ہیں۔ ان کے برتنوں میں کھا پی سکتے ہیں۔ سرمہ دانی، سلائی، تیل وغیرہ کی پیالیاں، قلم دوات وغیرہ تمام اشیاء کو استعمال کر سکتے ہیں۔ اھ (ج۴، ص۲۳۳) واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد شاہد رضا حشمتی
۱۶ / رجب المرجب ۱۴۳۰ھ

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

مرد وعورت کا بالوں میں کالی مہندی لگانا جائز ہے یا نہیں؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت اس مسئلہ میں:

بالوں میں مرد وعورت کو کالی مہندی لگانا کیسا ہے؟ زید جو کہ عالم دین ہے اس نے کہا کہ کالا خضاب لگانا جائز ہے تو زید کے لئے حکم شریعت کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

المستفتی: محمد آزاد، حیات گنج ٹانڈہ، ضلع امبیڈکر نگر یوپی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب جہاد کے علاوہ عام حالات میں بالوں کو سیاہ کرنا حرام وگناہ ہے خواہ کالی مہندی سے سیاہ کیا جائے یا کسی اور کیمکل وغیرہ سے۔ حدیث شریف میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"یکون قوم یخضبون فی آخر الزمان بالسواد کحواصل الحمام لا یریحون رائحة

الجنة۔ ۱ھ

آخر زمانہ میں کچھ لوگ ہوں گے کہ سیاہ خضاب کریں گے جیسے جنگلی کبوتروں کے پوٹے وہ جنت کی بو نہ سونگھیں گے (ابوداؤد شریف ص ۵۷۸، ج ۲۔ کتاب الترجل، باب ماجاء فی خضاب السواد) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "غیروا هذا بشئ و اجتنبوا السواد۔" اھ ان کو (بالوں کو) کسی چیز سے تبدیل کرو اور سیاہ رنگ سے بچو۔ (مسلم شریف ص ۱۹۹، ج ۲۔ کتاب اللباس و الزینة ابوداؤد شریف ص ۵۷۸، ج ۲ کتاب الترجل/ باب فی الخضاب) حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "ان الله لا ینظر الی من یخضب بالسواد یوم القیامة" اھ جو سیاہ خضاب کرے گا اللہ تعالیٰ روز قیامت اس کی طرف نظر رحمت نہ فرمائے گا۔ (کنز العمال ص ۶۷۱، ج ۶) آقائے دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "من خضب بالسواد سود الله وجهه یوم القیامة" جو سیاہ خضاب کرے گا اللہ عزوجل قیامت کے دن اس کا منہ کالا کرے گا۔ (کنز العمال ص ۶۷۱، ج ۶) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "الصفرة خضاب المؤمن و الحمرة خضاب المسلم والسواد خضاب الکافر" اھ زرد خضاب ایمان والوں کا ہے اور سرخ اسلام والوں کا اور سیاہ خضاب کافر کا۔ (کنز العمال ص ۶۶۸، ج ۶) اس کے متعلق بکثرت احادیث ہیں تفصیل کے لئے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمہ کا رسالہ مبارکہ: "حك العیب فی حرمة تسوید الشیب" کا مطالعہ کریں۔

ردالمحتار میں ہے:

"قوله و یکره بالسواد ای لغیر الحرب قال فی الذخیرة: اما الخضاب بالسواد للغزو لیکون اهیب فی عین العدو فهو محمود بالاتفاق و ان لیزین نفسه للنساء فمکروه و علیه عامة المشایخ" ۱ھ (ص ۴۲۲، ج ۶)

فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

"اتفق المشائخ رحمهم الله تعالیٰ ان الخضاب فی حق الرجال بالحمرة سنة و انه من سیماء المسلمین و علاماتهم و اما الخضاب بالسواد فمن فعل ذلك من الغزاة لیکون اهیب فی عین العدو فهو محمود منه اتفق علیه المشائخ رحمهم الله تعالیٰ و من فعل ذلك لیزین نفسه للنساء و لیحبب نفسه الیهن فذلك مکروه و علیه عامة المشائخ" ۱ھ (ص ۳۵۹، ج ۵)

فتاویٰ رضویہ میں ہے: "صحیح مذہب میں سیاہ خضاب حالت جہاد کے سوا مطلقاً حرام ہے جس کی

حرمت پر احادیث صحیحہ ومعتبرہ ناطق“ اھ (ص۳۰۰، ج۹ نصف اول) اسی میں ہے: ”سیاہ خضاب حرام ہے عورت زیادہ اس کی محتاج ہے کہ شوہر کی نگاہ میں آراستہ ہو جب اسے بیا امور تغیر خلق اللہ کے سبب حرام وموجب لعنت ہوئے تو مرد پر بدرجہ اولیٰ“ اھ ملخصاً (ص۱۹۱، ج۹ نصف آخر) واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

کتبہٗ: محمد صدیق عالم قادری منظری
۲۳ر ذوالحجہ ۱۴۲۶ھ

بَابُ الْعِلْمِ وَالتَّعْلِيْمِ

علم اور تعلیم کا بیان

کرسچن اسکول میں جس میں ٹائی شرط ہے انگریزی تعلیم دلانا

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ دور حاضر میں کرسچن اسکولوں میں انگریزی تعلیم دلانا کیسا ہے جب کہ ان اسکولوں میں ٹائی لگا کر تعلیم حاصل کرنا شرائط میں داخل ہے۔ لیکن اس اصول کو جاننے کے بعد اکثر مسلمان جو ذی ثروت ہیں ان میں اپنے بچوں کا داخلہ کراتے ہیں تو ان کے بارے میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

المستفتی: محمد انیس لطیفی ساکن رموا پور کلاں، ضلع بستی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بغیر حاجت شرعیہ کے برغبت نفس ٹائی لگانا ناجائز وگناہ ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا برکاتی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں کہ ”جو بات کفار یا بد مذہبان اشرار یا فساق فجار کا شعار ہو بغیر کسی حاجت صحیحہ شرعیہ کے برغبت نفس اس کا اختیار مطلقاً ممنوع وناجائز وگناہ ہے اگرچہ وہ ایک ہی چیز ہو کہ اس سے اس وجہ خاص میں ضرور ان سے تشبہ ہوگا اسی قدر منع کو کافی ہے“ اھ (فتاویٰ رضویہ ج ۹ ص ۱۴۸ نصف آخر)

اور حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ ”ٹائی لگانا اشد حرام ہے وہ شعار کفار بد انجام ہے نہایت بدکام ہے، وہ کھلا رد فرمان خداوند ذوالجلال والاکرام ہے۔ ٹائی نصاریٰ کے یہاں ان کے عقیدۂ باطلہ میں یادگار ہے حضرت سیدنا مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سولی دیئے جانے اور سارے نصاریٰ کا فدیہ ہو جانے کی والعیاذ باللہ“ اھ (فتاویٰ مصطفویہ ص ۵۲۶)

لہٰذا جن انگریزی اسکولوں میں ٹائی لگانا لازمی ہے ان میں بچوں کو تعلیم دلانا حرام ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا برکاتی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں کہ ”کالج ہو یا اسکول یا مدرسہ اگر اس میں دین اسلام یا

مذہب اہل سنت یا شریعت مطہرہ کے خلاف تعلیم دی جاتی، تلقین کی جاتی ہے تو اس کی امداد بھی حرام اور اس میں پڑھنا پڑھوانا بھی حرام ہے" اھ (فتاویٰ رضویہ ج۹ ص ۲۹۶ نصف آخر) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — کتبہٗ: محمد نیاز احمد برکاتی مصباحی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۲۱؍رمضان المبارک ۱۴۲۵ھ

عالم کی توہین کرنا، ایسے شخص کو شہ دینا کیسا ہے؟ وعدہ خلافی کرنا کیسا ہے؟ اگر جان کا خطرہ ہو تو جان بچائے یا وعدہ پورا کرے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل میں کہ

(۱) شکر اللہ موضع پکھولی اپنے آپ کو سنی صحیح العقیدہ مسلمان بیان کرتے ہیں اور علمائے کرام کو یہ کہتے ہیں کہ عالم عالم نہیں بلکہ ظالم ہوتے ہیں عالم مکار وعیار ہوتے ہیں ایسی صورت میں عالم کو ظالم کہنے والے شکر اللہ موضع پکھولی پر شرعی قانون کیا نافذ ہوتے ہیں؟ جواب عنایت فرمائیں۔

(۲) خلیل اللہ موضع جیتی پور نے اپنے دروازے پر جان بوجھ کر عالم کو بھی دعوت دیا اور عالم کو ظالم کہنے والے شکر اللہ کو بھی خلیل اللہ کے دروازے پر شکر اللہ نے اول فول بکنا شروع کر دیا جب کہ اور لوگ شکر اللہ کو منع کر رہے تھے خاموش رہیے۔ لیکن خلیل اللہ وممتاز علی نے شکر اللہ کو شہ دے کر کہا کہ جو کہنا چاہتے ہو کہو ایسی صورت میں شکر اللہ کو علمائے کرام کی شان میں گستاخ باتوں کو کہلوانے والے خلیل اللہ وممتاز علی پر شرعی قانون کیا نافذ ہوتے ہیں؟

برادری اپنے ساتھ خلیل اللہ وممتاز علی کو اپنے تقریبات میں شامل کر سکتی ہے کہ نہیں اور برادری ان کے تقریبات میں شامل ہو سکتی ہے یا نہیں؟

(۳) عالم کی شان میں گستاخی کے الفاظ سننے کے باوجود گاؤں کا امام وقت اگر خلیل اللہ، ممتاز علی کے یہاں کھائے پیے میل ملاپ رکھے تو ایسی صورت میں امام وقت کے اوپر شریعت مطہرہ کا کیا قانون نافذ ہوتا ہے، اور امام وقت کی اقتداء میں نماز درست ہے یا نہیں؟

(۴) وعدہ خلافی کرنے والے پر شرعی قانون کیا نافذ ہوتا ہے؟ جب کہ وعدہ کرنے والے کی طبیعت از حد زیادہ خراب ہے، جان وزندگی کا معاملہ ہے تو ایسی صورت میں وعدہ پر عمل کیا جائے گا یا جان بچانے پر؟ جواب عنایت فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

المستفتی: مولانا غلام زین العابدین ومولانا عبد الرحیم ومولانا محمد جمیل احمد موضع جیتی پور، ضلع بستی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب (۱۔۲۔۳) عالم دین کی توہین کرنا اس لیے کہ وہ عالم دین ہے جب تو صریح کفر ہے اور اگر بوجہ عالم دین اس کی تعظیم کو فرض جانتے ہوئے اپنے کسی دنیوی جھگڑے کے باعث گالی دیتا ہے اور تحقیر کرتا ہے تو سخت فسق وفجور ہے اور اگر بے وجہ علماء سے رنج رکھے جب تو ایسے شخص پر اندیشہ کفر ہے۔ عالم تو عالم کسی عام مسلمان کو ذلیل کرنا اور اس کی توہین کرنا حرام ہے، حدیث پاک ہے "من اذی مسلماً فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ" اھ یعنی جس نے کسی مسلم کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے اذیت پہنچائی اس نے اللہ عزوجل کو اذیت دی" اھ (کنز العمال، ص:۱۰، ج:۱۶)

حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ "یہ حکم عام مسلمانوں کے ذلیل ورسوا کرنے کا ہے، اور عالم دین چوں کہ مذہبی پیشوا ومقتدا ہے اس کو ذلیل کرنا اور زیادہ اشد ہوگا، بلکہ بعض علماء نے ایسے شخص کی تکفیر فرمائی ہے، حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں ہے "من قال لعالم عویلم یکفر" اھ یعنی جو کسی عالم کو ملاٹا یا مولویا کہے وہ کافر ہو جائے گا" اھ (فتاوٰی امجدیہ ج ۴ ص ۲)۔ جب صیغۂ تصغیر سے پکارنے کا یہ حکم ہے تو علمائے کرام کو ظالم، مکار، عیار کہنا اور زیادہ سخت حکم رکھتا ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا برکاتی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں کہ "عالم کو اس لیے برا کہتا ہے کہ وہ عالم ہے جب تو صریح کفر ہے اور اگر بوجہ علم اس کی تعظیم فرض جانتا ہے مگر اپنی کسی دنیوی خصومت کے باعث برا کہتا ہے گالی دیتا ہے تحقیر کرتا ہے تو فاسق وفاجر ہے اور اگر بے سبب رنج رکھتا ہے تو مریض القلب خبیث الباطن ہے اور اس کے کفر کا اندیشہ ہے، خلاصہ میں ہے "من ابغض عالماً من غیر سبب ظاھر خیف علیہ الکفر" اھ (فتاوٰی رضویہ ج ۹ ص ۱۴۰ نصف اول)

لہٰذا جس شخص نے بھی علمائے کرام کو ظالم، مکار، عیار کہا اور جس نے کہلوایا، یا اس پر راضی ہوا وہ گنہگار، مستحق غضب جبار وعذاب نار ہے، ان سب لوگوں پر اور جن لوگوں نے ان کی حمایت کی ہے ان سب پر لازم ہے کہ علانیہ توبہ واستغفار کریں اور یہ عہد کریں کہ آئندہ کبھی بھی علمائے دین کی شان میں گستاخی نہ کریں گے اور نہ ہی گستاخی کرنے والے سے ربط وضبط رکھیں گے، اور جن علمائے کرام کی شان میں گستاخی کی ہے ان سے بہت ہی عاجزی وانکساری کے ساتھ معافی مانگیں، اگر یہ لوگ ایسا نہ کریں تو تمام مسلمانوں پر لازم ہے کہ ان سب کا سماجی بائیکاٹ کریں۔

حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ "بیشک ایسے لوگ جنھوں نے عالم دین کی

توہین کی ہے ضرور ایسے ہیں کہ ان سے مقاطعہ کیا جائے اور جب تک توبہ نہ کریں اور اس عالم سے معافی نہ چاہیں اس وقت تک بدستور مقاطعہ جاری رکھا جائے، پھر ہمسائیگی وقرابت وغیرہ کے خیال سے ایسے فساق فجار کی اعانت کرنا اوران کے ساتھ مواکلت ومشاربت کرنا احکام شرعیہ سے بے پرواہی وسخت بے باکی وکبیرہ وفسق ہے۔" اھ (فتاویٰ امجدیہ ج ۴ ص ۲)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ ۔ اھ (پ ۱۲ سورۂ ہود آیت ۱۱۳)

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ" اھ یعنی گناہ اور زیادتی پر مدد نہ کرو۔" اھ

(پ ۶ سورہ مائدہ آیت ۲)

نیز فرمان باری تعالیٰ ہے:

"وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ" اھ

(پ ۷ سورہ انعام، آیت ۶۸) واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) وعدہ خلافی گناہ ہے مگر جب عذر شرعی ہو اور انسان اس کے پورا کرنے کی نیت رکھتا ہو اور عذر کے سبب پورا نہ کر سکے تو عند الشرع وہ شخص مورد الزام نہ ٹھہرایا جائے گا، حدیث پاک میں ہے:

"إذا وعد الرجل أخاه ومن نيته أن يفي له فلم يف ولم يجئ للميعاد فلا إثم عليه"

(مشکوٰۃ شریف، باب الوعد ص ۴۱۶)

اس حدیث پاک کے تحت ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری تحریر فرماتے ہیں کہ "قال الأشرف هذا دليل على ان النية الصالحة يثاب الرجل عليها، ومفهومه ان من وعد وليس من نيته ان يفي فعليه الاثم سواء وفى به اولم يف فانه من اخلاق المنافقين" اھ

(مرقاۃ المفاتیح ج ۹ ص ۱۷۰)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا برکاتی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں کہ "جو شخص کسی سے ایک امر کا وعدہ کرے اور اس وقت اس کی نیت میں فریب نہ ہو بعد کو اس میں کوئی حرج ظاہر ہو اور اس وجہ سے اس امر کو ترک کرے تو اس پر بھی خلاف وعدہ کا الزام نہیں" اھ (فتاویٰ رضویہ ج ۹ ص ۸۹ نصف اوّل)

لہٰذا جس کی طبیعت زیادہ خراب ہو اور جان جانے کا خطرہ ہو وہ اپنی جان کی حفاظت کرے، اور کہیں جانے کا وعدہ ہو تو نہ جائے۔ مگر یہ حکم ان صورتوں میں ہے جب کہ مثلاً کسی سے ملاقات وغیرہ کی غرض سے کہیں آنے جانے کا وعدہ ہو، ورنہ اگر کسی کا اس پر حق ہو اور اسے پورا کرنے کا وعدہ کیا ہو تو اب وہ حکم نہ ہوگا بلکہ وعدہ

پورا کرنا اس پر واجب ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
کتبہ: محمد نیاز برکاتی مصباحی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی
۱۷؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۵ھ

جاہل جو علما و مشائخ کی توہین کرتا ہو وہابی کو اسٹیج پر بیٹھاتا اور قراءت کراتا ہو اس سے تقریر کرانا کیسا ہے؟ علما کی توہین کرنا اور وہابی کو مسلمان سمجھنا کیسا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں:

کہ ہمارے شہر میں ایک کم لکھا پڑھا لڑکا ہے، وہ کوئی مولوی نہیں ہے اور نہ ہی کسی مدرسے میں پڑھنے گیا اس لڑکے نے اپنے ساتھ کچھ جاہل لڑکوں کو رکھا ہے اور وہ لڑکا عوام میں کہتا ہے کہ علمائے اہلسنّت نے کیا کام کیا ہے (دین کا کام تو ہم کرتے ہیں اور یہ بھی کہتا ہے کہ اولیائے کرام کی نیاز کم کرنی چاہیے یہ سب کام نہیں آئے گی۔ یہ لڑکا خاص طور پر علمائے اہل سنت اور پابند شریعت پیروں کی توہین برسر عام کرتے ہوئے کہتا ہے کہ خانقاہوں اور علماؤں نے کیا کیا ہے! صرف اہلسنّت و جماعت کو نقصان پہنچایا ہے دین کا کام تو صرف ہم کرتے ہیں۔ اور ابھی ابھی اس نے ایک اسٹیج پر پروگرام کیا جس میں اس نے ایک وہابی مولوی کو بھی اسٹیج پر بٹھایا اور وہابی سے قراءت بھی کرائی۔ اس لڑکے سے اس کا سبب پوچھا تو کہتا ہے کہ یہ سب مسجد پر قبضہ کرنے کے لیے کیا جب سنی عوام نے توبہ کرنے کے لیے کہا تو کہتا ہے تم سب سے جو ہو سکے کرلو چاہے فتویٰ منگوالو اور جس دن میرے لیے فتویٰ آئے گا دو رکعت نفل پڑھوں گا اور اس وہابی مولوی کو پھر سے دوسرے پروگرام میں اسٹیج پر بٹھاؤں گا اور ابھی ابھی ہمارے شہر میں سرکار صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عرس مبارک کے موقع پر اس لڑکے نے نیاز نہیں لی اور یہ لڑکا قربانی کی کھالیں بھی جمع کرتا ہے اور کہتا ہے کہ دین کے کاموں کے لیے کرتا ہوں مگر دین کے کاموں میں تو روپیہ نہیں لیے جاتے مگر دو۔ دو ہزار روپیہ کے کپڑے کہاں سے لاتا ہوگا کیا اسے قربانی کی کھال دینا جائز ہے کیا ایسے جاہل کو تقریر کرنا جائز ہے اس کی تقریر سننا اور تقریر کروانا جائز ہے؟ اس لڑکے کی تعظیم کرنا ہاتھ چومنا جائز ہے؟ جو اس کا ہاتھ چومے اس کے لیے شریعت کا کیا حکم ہے؟ جس نے وہابی کو اسٹیج پر بٹھایا اور علمائے اہل سنت کی پیروں کی، سیدوں کی توہین کی اس کے لیے شریعت کا کیا حکم ہے؟ برائے کرم قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی: میمن محمد صادق، دھنانی پارک ۳ میمن کالونی، بڑودہ، گجرات

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الجواب واعظ کے لئے پہلی شرط یہ ہے کہ وہ مسلمان ہو۔ دوسری یہ ہے کہ وہ سنی ہو اس لیے کہ غیر سنی کو واعظ بنانا حرام ہے اگر چہ بالفرض وہ بات ٹھیک ہی کہے تیسری شرط یہ ہے کہ وہ فاسق نہ ہو کہ واعظ بنانے میں اس کی تعظیم ہے جب کہ فاسق کی توہین واجب ہے تبیین الحقائق میں ہے:

"لان فی تقدیمہ تعظیمہ وقد وجب علیہم اھانتہ شرعاً" اھ چوتھی شرط یہ ہے کہ وہ عالم ہو یا ذمہ دار علمائے اہل سنت کی کتابوں سے پڑھ کر سنائے یا زبانی اس کا مضمون صحیح صحیح بیان کر دے اور جب یہ سب شرائط مجتمع ہوں تو اسے وعظ کہنے کی اجازت ہے۔

اور شخص مذکور جب عالم دین ہی نہیں بلکہ وہ علماء کی توہین کرتا ہے وہابی مولوی کو اسٹیج پر بٹھاتا ہے اس سے قراءت کراتا ہے اور آئندہ بھی اس کا ارادہ رکھتا ہے تو اسے مدعو کرنا اور اپنے منبر پر اس سے تقریر کرانا ہرگز جائز نہیں اسے قربانی کی کھال نہ دیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) شخص مذکور کا عالم دین کی توہین کرنا اگر اس لیے ہے کہ وہ عالم دین ہے جب تو صریح کفر ہے اور اگر بے وجہ انکی توہین کرے تو ایسے شخص پر اندیشہ کفر ہے۔

فتاویٰ رضویہ میں ہے کہ اگر عالم دین کو اس لیے برا کہتا ہے کہ وہ عالم دین ہے جب تو صریح کفر ہے اگر بوجہ علم اس کی تعظیم فرض جانتا ہے مگر اپنی کسی دنیوی خصومت کے باعث برا کہتا ہے۔ گالی دیتا ہے اور تحقیر کرتا ہے تو فاسق و فاجر ہے اور اگر بے سبب رنج رکھتا ہے تو مریض القلب خبیث الباطن ہے اور اسکے کفر کا اندیشہ ہے خلاصہ میں ہے مَنْ اَبْغَضَ عَالِمًا من غیر سبب ظاھر خیف علیہ الکفر. اھ منح الروض الازہر میں ہے الظاھرُ انہ یکفر اھ (ص ۱۴۰ ج ۹)

پھر ہر عالم کو برا وہی کہے گا جو خود نہایت برا اور بدتر ہوگا اس کا اپنے کو بہتر سمجھنا یہ تکبر ہے اور تکبر کا ٹھکانہ جہنم ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِيْنَ کیا نہیں ہے ٹھکانہ دوزخ میں تکبر کرنے والوں کا (یعنی ضرور ان کا ٹھکانہ جہنم ہے) اور اگر یہ خودنمائی اور خودستائی کے لیے ہے تو بھی گناہ ہے۔ اسے چاہئے کہ صدق دل سے توبہ کرے اور اس سے باز آئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ فَلَا تُزَكُّوْا اَنْفُسَكُمْ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى تو اپنی پاکیزگی بیان مت کرو، وہ خوب جانتا ہے جو پرہیز گار ہیں (سورہ نجم آیت ۳۲) واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) دیوبندی وہابی شان رسالت میں گستاخیاں کرنے کی وجہ سے کافر و مرتد اسلام سے خارج ہیں۔

علمائے حرمین شریفین اور ہندو پاک کے سیکڑوں مفتیان کرام نے انہیں کافر و مرتد قرار دیا ہے اور صاف فرمایا ہے من شك في كفره وعذابه فقد كفر۔ اس لیے جوان کے عقائد کفریہ پر مطلع ہو کرانہیں مسلمان جانے وہ کافر و مرتد ہے۔ یہ لڑکا جاہل ہے تو ایک دو علمائے اہل سنت کے ذریعہ اس کی تفہیم کرادی جائے اور دیوبندیوں، وہابیوں کے تعلق سے علمائے اہل سنت کے موقف میں اگر اسے شک ہے تو اسے دور کیا جائے امید ہے کہ حق کو قبول کرلے ورنہ قطع تعلق کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — کتبہ: محمد صابر عالم قادری مصباحی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۷ رذوالحجہ ۱۴۲۷ھ

علما کی توہین کرنے والے کا شرعی حکم کیا ہے؟

مسئلہ علمائے کرام کی توہین کرنے والے کے لیے شرعی حکم کیا ہے؟ المستفتی: شکر اللہ، مندوری، بستی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب عالم دین کی توہین کرنا اس لیے کہ وہ عالم دین ہے کفر ہے اور اگر بوجہ علم دین عالم دین کی تعظیم کو فرض جانتے ہوئے اپنے کسی دنیوی جھگڑے یا شامت نفس کے باعث توہین کرتا ہے تو فسق و فجور ہے اور اگر بے وجہ علمائے کرام سے رنج رکھتا ہے تو ایسے شخص پر اندیشہ کفر ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا برکاتی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں کہ "عالم دین کو اس لیے برا کہتا ہے کہ وہ عالم دین ہے جب تو صریح کفر ہے اور اگر بوجہ علم اس کی تعظیم فرض جانتا ہے مگر اپنی کسی دنیوی خصومت کے باعث برا کہتا ہے گالی دیتا ہے تحقیر کرتا ہے تو فاسق و فاجر ہے، خلاصہ میں ہے من ابغض عالماً من غير سبب ظاهر خيف عليه الكفر ۱ھ (فتاوی رضویہ ج ۹ ص ۱۴۰ نصف اول)

لہٰذا جس شخص نے بھی علمائے کرام کی توہین کی ہے اور جس نے یہ سب جانتے ہوئے بھی ایسے شخص سے ربط و ضبط رکھا وہ گنہگار مستحق غضب جبار و عذاب نار ہے، ایسے شخص پر لازم ہے کہ علانیہ توبہ و استغفار کرے اور یہ عہد کرے کہ آئندہ کبھی بھی علمائے دین کی توہین نہ کرے گا اور جن علمائے کرام کی توہین کی ہے ان سے بہت ہی عاجزی و انکساری کے ساتھ معافی مانگے، اگر وہ ایسا نہ کرے تو تمام مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس کا سماجی بائیکاٹ کریں۔ حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ "بیشک ایسے لوگ جنھوں نے عالم دین کی توہین کی یہ ضرور ایسے ہیں کہ ان سے مقاطعہ کیا جائے اور جب تک توبہ نہ کریں اور اس عالم سے معافی نہ چاہیں اس وقت تک بدستور مقاطعہ جاری رکھا جائے پھر ہمسائیگی و قرابت وغیرہ کے خیال

سے ایسے فساق وفجار کی اعانت کرنا اوران کے ساتھ مواکلت ومشاربت کرنا احکام شرعیہ سے بے پرواہی وسخت بے باکی وکبیرہ وفسق ہے" اھ (فتاوی امجدیہ ج ۴ ص ۲)

ارشاد باری تعالیٰ ہے "وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ" اھ یعنی گناہ اور زیادتی پر مدد نہ کرو" اھ (پ ۶ سورۂ مائدہ آیت ۲) نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے "وَلَا تَرْكَنُوْۤا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ" اھ (پ ۱۲ سورۂ ہود آیت ۱۱۳) نیز فرمان باری تعالیٰ ہے "وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ" اھ (پ ۷ سورۂ انعام، آیت ۶۸) یہ سب حکم اس وقت ہے جب عالم سنی ہو اور ظالم نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — کتبہٗ: محمد نیاز برکاتی مصباحی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۱۲؍رجب المرجب ۱۴۲۵ھ

سنی مدرسہ مٹانے کے درپے ہونا کیسا ہے؟

مسئلہ ایک دینی اسلامی سنی مذہبی ادارہ جو اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ کے مشن کو فروغ دے رہا ہو ساتھ ہی ناخواندہ طبقہ (جو دین شریعت سے بالکل ناآشنا ہوں) کو زیور علم دین سے آراستہ کر رہا ہے اس کی مخالفت اور اس کے مٹانے کے درپے ہونا مداہنت فی الدین اور ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان کا مصداق ہے یا نہیں؟

المستفتی: عبدالحی قادری، سدھارتھ نگر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الجواب علم دین اسلام کی زندگی ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور تمام انبیائے کرام کی میراث اور جنت میں جانے کا ذریعہ ہے کہ بغیر علم کوئی عمل فائدہ نہ دے گا۔ حدیث شریف میں ہے: "العلم حیاۃ الاسلام و عماد الدین" یعنی علم اسلام کی زندگی اور دین کا ستون ہے۔ (کنز العمال ص ۷۶ ج ۱۰) دوسری حدیث میں ہے کہ سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "العلم میراثی و میراث الانبیاء قبلی" یعنی علم دین میری اور مجھ سے پہلے جو انبیاء گزر چکے ہیں ان کی میراث ہے" (ایضاً) اور تیسری حدیث میں ہے: "افضل الاعمال العلم باللہ ان العلم ینفعک معہ قلیل العمل و کثیرہ وان الجہل لا ینفعک معہ قلیل العمل و کثیرہ" یعنی اللہ کی ذات وصفات کا علم بہتر عمل ہے۔ علم کے ساتھ تھوڑا اور زیادہ عمل فائدہ دے گا اور جہالت کے ساتھ نہ تھوڑا عمل فائدہ دے گا اور نہ زیادہ"

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ: "لکل شی طریق وطریق الجنۃ

العلم- یعنی ہر چیز کا ایک راستہ ہے اور جنت کا راستہ علم ہے۔ (ایضاص ۱۰۸ ج ۱)
لہٰذا ادارۂ مذکور اگر واقعی علم دین اور حامی سنت، ماحی بدعت، عاشق رسول اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے مشن کو فروغ دے رہا ہو، اور قوم کے ناخواندہ افراد کو زیور علم دین سے آراستہ کر رہا ہو، تو بلا وجہ شرعی اس کو مٹانے کے درپے رہنے والا، اور اس کی مخالفت کرنے والا ظالم و جفا کار اور سخت گنہگار ہے۔ وہ اس حرکت سے باز آئے اور علانیہ توبہ کرے ورنہ مسلمان اس سے قطع تعلق کر لیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:
"وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ" اور ظالموں کی طرف مائل نہ ہو کہ تمہیں جہنم کی آگ چھوئے گی۔" (پ ۱۲ ع ۱۰) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — **کتبہٗ: محمد صابر عالم قادری مصباحی**
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۱۰؍ ذوالحجہ ۱۴۲۷ھ

بدمذہبوں کے اداروں میں تعلیم حاصل کرنا جائز ہے یا نہیں؟

مسئلہ بکر جو کہ ایک سنی مسلمان ہے اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کا ماننے والا غلام ہے اور وہ سنی ادارہ کو چھوڑ کر غیر مسلک کے ادارہ میں پڑھنے کے لیے جاتا ہے جیسے کہ ادارہ کا نام اس طرح ہے "ندوہ" "فرقانیہ" وغیرہ میں علم حاصل کرنے کے لیے جاتا ہے اور جب کہ علما نے فرمایا ہے کہ دیوبندی، وہابی غیر مقلد یعنی غیر مسلک والوں سے ہاتھ نہیں ملانا چاہیے۔ جب بکر غیر مسلک کے ادارہ میں علم حاصل کرتا ہے تو اس کا استاذ غیر مسلک والا ہی ہوگا اور وہ استاذ کے طور پر عزت و آداب کے ساتھ ہاتھ بھی ملاتا ہے اور ہاتھ کو بوسہ بھی دیتا ہے تو کیا غیر مسلک کے اداروں میں علم حاصل کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور بکر کے لیے کیا حکم ہے؟ ضروری حوالہ کے ساتھ اس کا جواب تحریر کریں۔

المستفتی: محمد ایوب خان مقام بیر پور، پوسٹ متھرا بازار، ضلع بلرامپور

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الجواب دیوبندی، وہابی، ندوی مذہب، اسلام کے خلاف ایک نیا مذہب ہے، اس مذہب کی بنیاد اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی پر ہے، اس مذہب کے کثیر عقائد کفری ہیں جن کی تفصیل حسام الحرمین، "الکوکبۃ الشھابیۃ اور سل السیوف الوھابیۃ میں ہے۔ اس لیے دیوبندی، وہابی مذہب کے پیروکار، کافر، اسلام سے خارج ہیں، ان کے قریب جانا، ان کے ادارہ میں تعلیم حاصل کرنا اور انہیں اپنا استاذ بنانا حرام ہے کہ بدمذہب کو استاذ بنانے میں ان کی تعظیم وتوقیر ہے جو ناجائز و حرام ہے۔

حدیث شریف میں ہے: "من وقر صاحب بدعة اعان علی ھدم الاسلام۔" جو کسی بدمذہب کی توقیر کرے اس نے اسلام کے ڈھانے پر مدد دی (کنز العمال ۱/ ۲۱۹)

فتاویٰ امجدیہ میں شرح مقاصد سے ہے: "ان حکم المبتدع البغض والاھانة والرد والطرد" (ج ۴، ص ۱۷)

اعلیٰ حضرت قدس سرہ سے سوال ہوا کہ وہابیوں کے پاس اپنے لڑکے کو پڑھانا کیسا ہے؟ تو آپ تحریر فرماتے ہیں: "حرام، حرام، حرام اور جو ایسا کرے بد خواہ اطفال و مبتلائے آثام" (فتاویٰ رضویہ ج۹ ص ۲۰۷، نصف اول) لہٰذا بکر پر لازم ہے کہ طلب علم کے لیے کسی سنی صحیح المسلک ادارہ کا انتخاب کرے اور دوبارہ بدمذہبوں کے ادارہ میں تعلیم حاصل کرنے اور انہیں اپنا استاذ بنانے سے بارگاہ الٰہی میں صدق دل سے علانیہ توبہ واستغفار کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

کتبہٗ: محمد وقار علی احسانی
۱۷/ محرم الحرام ۱۴۲۹ھ

ایک موضوع روایت سے متعلق سوال

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں۔
زید نے بکر سے کہا کہ ایک دن چند صحابۂ کرام نے ایک ایسی چڑیا دیکھا جس کے پورے جسم پر کلمۂ اللہ اللہ لکھا تھا مگر وہ چڑیا پاخانہ کھا رہی تھی جس کو دیکھ کر صحابۂ کرام کو بڑا تعجب ہوا۔ بقول زید کے صحابۂ کرام نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت فرمایا تو حضور نے جواب دیا کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ علماء کرام بھی خلاف شرع حرکتیں کریں گے یہ اسی بات کی طرف اشارہ ہے۔
اس پر عمرو نے کہا زید، تمہارا یہ بیان کہ حضور نے ایسا جواب دیا یہ غلط ہے، ایسی کوئی حدیث نہیں اس لیے تم استغفار کرو اور تجدید اسلام ونکاح بھی، کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر افتراء کو بعض ائمہ نے کفر بتایا ہے۔ اور جس امر کے کفر ہونے میں فقہاء اور علماء کا اختلاف ہو اس کے متعلق فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ ایسے امر کا مرتکب استغفار کرے اور تجدید اسلام اور تجدید نکاح بھی تو زید اور عمرو کے قول میں درست کیا ہے؟ نیز اگر عمر کا قول درست ہے اور زید حدیث ثابت کرنے سے عاجز ہے تو جب تک زید استغفار، تجدید اسلام اور تجدید نکاح نہیں کر لیتا اس وقت تک زید سے مصافحہ معانقہ کرنا کیسا ہے؟ قرآن واحادیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔ بینوا توجروا۔ المستفتی: محمد شفیق خان قادری، مصطفیٰ خاں کی مسجد، قندھاری بازار لال باغ، لکھنؤ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب حدیث مذکور تلاش بسیار کے باوجود میری نظر سے نہ گزری، یہ حدیث موضوع معلوم ہوتی ہے۔ نزہۃ القاری ج۱ ص ۳۹۴۔و۔۳۹۵ میں ہے "اور جھوٹی حدیثیں وضع کرنی بہر حال حرام قطعی واشد کبیرہ ہے، خواہ وہ عقائد کی ہوں خواہ احکام کی خواہ وہ فضائل ومناقب کی ہوں، خواہ ترہیب کی یہ علم ہوتے ہوئے کہ یہ حدیث موضوع ہے اس کے موضوع ہونے کو ظاہر کیے بغیر اسے بیان کرنا بھی حرام ہے"۔

اور بعض ائمہ نے جو اسے کفر قرار دیا ہے تو یہ اس وقت ہے جب کوئی حلال سمجھ کر ایسا کرے، ورنہ صرف حرام وگناہ کبیرہ ہے اور یہی مذہب جمہور ہے اور یہ حقیقت میں اختلاف نہیں، بلکہ ایک شی کی دو صورتوں کا الگ الگ حکم ہے اس لیے زید پر توبہ واستغفار کا حکم تو ہوگا، لیکن اس کے باعث تجدید ایمان وتجدید نکاح کا حکم نہ ہوگا اس لیے عمر نے تجدید اسلام کا جو حکم کفر کی بنا پر جاری کیا وہ غلط ہے وہ بھی اس سے توبہ کرے۔

زید یہ ثابت کرے کہ یہ حدیث شریف کسی کتاب میں ہے اگر زید اپنی بیان کردہ حدیث کا ثبوت نہ دے سکے تو اس پر علانیہ توبہ واستغفار لازم ہے، ایسے شخص کے بارے میں بہت سخت وعید آئی ہے جیسا کہ حدیث پاک میں ہے "عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اتقوا الحدیث عنی الا ما علمتم فمن کذب علی متعمدا فلیتبوأ مقعدہ من النار" اھ یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ سے حدیث بیان کرتے ہوئے ڈرو ما سوائے اس کے جس کا تمہیں علم ہو کیوں کہ جس نے جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ بولا اسے اپنا ٹھکانہ جہنم بنانا چاہیے" اھ (ترمذی شریف ابواب التفسیر ج ۲ ص ۱۲۳) واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہٗ: محمد نیاز برکاتی مصباحی
۱۸؍محرم الحرام ۱۴۲۵ھ

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

عالم کسے کہتے ہیں؟ کیا مدارس کے سارے فضلا عالم دین کہلانے کے حقدار ہیں؟ اور علما کے مناقب ان کے لئے ہیں؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت اس مسئلہ میں:

(۱) عالم دین کسے کہتے ہیں یا یہ کہ عالم کی صحیح تعریف کیا ہے؟

(۲) فی زمانہ مدارس اسلامیہ کی جانب سے بکثرت طلبہ کو عالمیت وفضیلت کی دستار وسند سے نوازا جا رہا ہے۔ کیا یہ سب عالم دین کہلانے کے حقدار ہوتے ہیں؟ علمائے دین کے جو فضائل ومناقب قرآن و

حدیث میں آئے ہیں کیا وہ سب ان پر صادق آتے ہیں۔ اگر نہیں تو کیوں؟

المستفتی: محمد عبدالرشید قادری پیلی بھیتی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الجواب (۲،۱) عالم دین وہ ہے جو دین کے عقائد اور اعمال سے آگاہ ہو اور اپنی ضرورت کے مسائل خود کتابوں سے نکال سکے اب اس کے ساتھ ساتھ اگر وہ اپنے علم پر عامل بھی ہو تو وہ وارث نبی ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ والرضوان اس حدیث شریف کی شرح میں جس کا ایک جز ان العلماء ورثۃ الانبیاء ہے تحریر فرماتے ہیں کہ عالم دین سے وہ شخص مراد ہے جو علم حاصل کرنے کے بعد فرائض وسنن موکدہ کو بجالائے ضروری عبادتیں کرے یعنی بے عمل نہ ہو (اشعۃ اللمعات فارسی ج ۱ ص ۱۵۹) اور حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں حاصلہ ان العلم یورث الخشیۃ وھو تنتج التقوی و ھو موجب الا کرمیۃ والا فضلیۃ وفیہ اشارۃ الی ان من لم یکن علمہ کذلک فھو کالجاھل بل ھو جاھل۔" یعنی آیت مبارکہ انما یخشی اللہ من عبادہ العلمٰوء کا خلاصہ یہ ہے کہ علم دین خشیت الٰہی پیدا کرتا ہے جس سے تقویٰ حاصل ہوتا ہے اور وہی عالم کی اکرمیت وافضلیت کا سبب ہے اور آیت کریمہ میں اس بات کا اشارہ ہے کہ جس شخص کا علم ایسا نہ ہو وہ جاہل کے مثل ہے بلکہ وہ جاہل ہے۔ (مرقات شرح مشکوۃ ج ۱ ص ۲۳۱)

اس تفصیل سے اچھی طرح واضح ہو گیا کہ علمائے دین کے جو فضائل ومناقب قرآن وحدیث میں آئے ہیں وہ ان علمائے اہل سنت کے لئے ہیں جو اپنے دلوں میں خدا کا خوف وخشیت رکھتے ہوں اور فرائض وسنن موکدہ ادا کرتے ہوں بے عمل نہ ہوں۔ رہی یہ بات کہ مدارس اسلامیہ کے فارغین طلبہ عالم کہلانے کے مستحق ہیں یا نہیں تو فقہاء فرماتے ہیں کہ جو علوم دین کے لئے نفع بخش ہوں مثلاً تفسیر وحدیث اور فقہ وتصوف وغیرہ یا قرآن وحدیث سمجھنے کے لئے وسیلہ ہوں ان علوم کے جاننے والے عالم دین کہلانے کے حقدار ہیں مگر واضح رہے کہ صرف سند ودستار کوئی چیز نہیں علم ہونا چاہئے۔

فتاوی رضویہ میں ہے" ان کا ضابطہ یہ ہے کہ وہ علوم جو آدمی کو اس کے دین میں نافع ہوں خواہ اصالۃً جیسے فقہ وحدیث وتصوف بے تخلیط وتفسیر قرآن بے افراط وتفریط، خواہ وساطۃً مثلاً نحو وصرف ومعانی وبیان کہ فی حد ذاتہا امر دینی نہیں مگر فہم قرآن وحدیث کے لئے وسیلہ ہیں اور فقیر غفر اللہ تعالیٰ اس کے لئے عمدہ معیار عرض کرتا ہے مراد متکلم جو خود اس کے کلام سے ظاہر ہوتی ہے دوسرے کے بیان سے نہیں ہو سکتی۔ مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم جنہوں نے علم وعلماء کے فضائل عالیہ وجلائل غالیہ ارشاد فرمائے۔ انہیں کے حدیث میں وارد ہے کہ علماء

وارث انبیاء کے ہیں۔ انبیاء نے درہم و دینار ترکہ میں نہ چھوڑے علم اپنے ورثہ میں چھوڑا ہے جس نے علم پایا اس نے بڑا حصہ پایا۔

اخرج ابوداؤد والترمذی و ابن ماجۃ و ابن حبان والبیہقی عن ابی درداء رضی اللہ تعالٰی عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول۔ (فذکر الحدیث فی فضل العلم و فی آخرہ) ان العلماء ورثۃ الانبیاء و ان الانبیاء لم یورثوا دینارا و لادرھما و انما ورثوا العلم فمن اخذہ اخذ بحظ وافر۔"

بس ہر علم میں اسی قدر دیکھ لینا کافی کہ آیا یہ وہی عظیم دولت ، نفیس مال ہے جو انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام نے اپنے ترکہ میں چھوڑا جب تو بے شک محمود اور فضائل جلیلہ موعودہ کا مصداق اور اس کے جاننے والے کو لقب عالم ومولوی کا استحقاق ورنہ مذموم و بد ہے جیسے فلسفہ و نجوم یا لغو و فضول جیسے قافیہ و عروض یا کوئی دنیا کا کام جیسے نقشہ ومساحت بہر حال ان فضائل کا مورد نہیں نہ اس کے صاحب کو عالم کہہ سکیں۔ (ج ۹ نصف اول ص ۱۶)
واللہ تعالٰی اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

کتبہٗ: محمد محسن مصباحی
۲۹ / ربیع الغوث ۱۴۳۲ھ

■❖■

بَابُ الْکِذْبِ

جھوٹ کا بیان

جھوٹ بولنے غیبت کرنے والے کو امام مؤذن بنانا یا قدرت کے باوجود اسے نہ ہٹانا کیسا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت مسئلہ ذیل میں کہ

ایک اسلامی انتظامیہ کمیٹی کے چند عہدیداران اور ممبران ہیں ان پر مسجدوں مدرسوں عیدگاہ اور قبرستان وغیرہم کے انتظامات کی ذمہ داری ہے اسی انتظامیہ کمیٹی کے زیر اہتمام ایک مسجد میں زید مؤذن ہے اور امام مسجد کی غیر موجودگی میں وقتاً فوقتاً امامت کے فرائض بھی انجام دیتا ہے زید میں کچھ عیوب ہیں جیسے جھوٹ بولنا، غیبت کرنا چاپلوسی کرنا اور جماعت کے لوگوں سے جھگڑا کرنا بکر اس مسجد کا ایک مقتدی ہے جس میں زید مؤذن ہے وقتاً فوقتاً امامت کے فرائض بھی انجام دیتا ہے بکر زید کے مندرجہ بالا عیوب سے واقف ہے اور ان عیوب پر شرعی گواہ اور ثبوت بھی رکھتا ہے چونکہ معاملہ اذان وامامت واقامت سے تعلق رکھتا ہے اس لیے بکر نے اپنی ذمہ داری سمجھتے ہوئے انتظامیہ کمیٹی کی خدمت میں زید کے مذکورہ عیوب تحریری شکل میں پیش کردیئے تاکہ انتظامیہ کمیٹی زید کو مذکورہ عیوب سے پاک ہونے اور توبہ کرنے کی ہدایت کرے مگر انتظامیہ کمیٹی نے اس پر کوئی کارروائی نہیں کی اور اس معاملہ کو دبا کر زید کی غلطیوں پر پردہ ڈال دیا اور خموشی اختیار کرلی اب صورت مسئولہ میں دریافت طلب امر یہ ہے کہ (۱) وہ عہدیداران اور ممبران جو برسر اقتدار رہتے ہوئے شریعت کے خلاف کام کرنے والے زید کو مؤذن بنائے رکھے اور اس سے وقتاً فوقتاً امامت کا بھی کام لئے (جب کہ شریعت کے احکام کے خلاف زید ایسے کام کرتا ہے جس سے اذان اور نماز کی امامت پر فرق پڑتا ہے) تو وہ عہدیداران وممبران شریعت کی نظر میں کیا ہیں ان پر شریعت کا کیا حکم عائد ہوتا ہے؟

(۲) زید کے شرعی عیوب پر مشتمل شکایتی خط کو دبا کر رکھنا زید کی حمایت کرنا اس معاملہ میں کوئی فیصلہ نہ کرنا اور مدت پوری ہوجانے پر انتظامیہ کمیٹی کا چارج نئی انتظامیہ کمیٹی کو دیتے وقت شکایتی خط چارج میں نہیں

دینا ان تمام افعال کے مرتکب لوگ شرعی مجرم ہیں یا نہیں ایسے لوگوں پر شریعت مطہرہ کیا حکم کرتی ہے ایسے لوگوں کو مستقبل میں کسی اسلامی انتظامیہ کمیٹی کی ذمہ داری سونپنا چاہیے یا نہیں؟

المستفتی: محمد ایوب خان (آر، آئی) موتی تالاب پارہ جگدل پور، ضلع بستر (چھتیس گڑھ)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الجواب جھوٹ بولنا حرام و گناہ ہے یونہی غیبت کرنا بھی حرام و گناہ ہے۔ قرآن شریف میں ہے "لَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا" یعنی تم آپس میں ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے۔ (پارہ ۲۶ سورہ حجرات آیت ۱۲) حدیث شریف میں ہے: "ان الکذب فجور" جھوٹ بولنا فسق و فجور ہے۔ (مشکوۃ شریف ص ۴۱۲) جو ان معاصی کا علانیہ مرتکب ہو اسے امام و موذن بنانا گناہ ہے اور اس کی اقتدا میں نماز مکروہ تحریمی ہے کہ پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب ہے اس لیے مسجد کے عہدیداران و ممبران پر واجب تھا کہ وہ زید موذن کی اصلاح کرتے اگر وہ اصلاح کو قبول نہ کرتا تو اسے معزول کر دیتے لیکن انہوں نے باوصف قدرت اصلاح نہ کی اس لیے سب کے سب گنہگار مستحق قہر قہار ہوئے جب کہ امام کی طرف منسوب باتیں انھیں بھی معلوم ہوں قرآن کریم میں ہے: "وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ" (سورہ مائدہ آیت نمبر ۳) لہٰذا وہ سب توبہ استغفار کریں جب توبہ کرلیں اور دیانت داری سے کام انجام دیں تو ایسے لوگ آئندہ زمانہ میں کسی بھی اسلامی انتظامیہ کمیٹی کے ذمہ دار ہو سکتے ہیں اور انہیں ذمہ داری سونپنے میں کوئی حرج نہیں۔ مشکوۃ شریف میں ہے "التائب من الذنب کمن لا ذنب له" (ص ۲۰۶) واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — **کتبہٗ:** محمد رئیس برکاتی مصباحی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۱۳ ربیع الغوث ۱۴۲۸ھ

نقیب حضرات غیر متقی مقررین و شعرا کی تعریف وتوصیف کرتے ہیں یہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

آج کل کی مروجہ نقابت جو جلسوں میں کی جاتی ہے اکثر نقیب غیر متقی مقررین و شعراء کی تعریف میں رطب اللسان رہتے ہیں یہ نقابت شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ مدلل و مفصل جواب عنایت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں

المستفتی: عبداللہ رضوی واصف قادری رمول، کھتول، دربھنگہ، بہار

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب تعارف میں تو کوئی حرج نہیں، بلکہ تعارف کرا دینا چاہیے کہ سامعین کو خطیب کے بارے میں معلوم ہو جائے ورنہ وہ تقریر سننے کے بجائے باہم پوچھنے لگتے ہیں کہ کون ہیں، لیکن تعارف صحیح اور سچے اوصاف کے ذریعہ ہونا چاہیے، کسی وجہ سے اگر مبالغہ مناسب ہو تو اس کی اجازت ہو سکتی ہے، لیکن اگر تعارف مبالغہ کی بھی حد پار کر کے اغراق اور جھوٹ کی حد میں داخل ہو جائے تو یہ ناجائز ہے، بہرحال اناؤنسر کو محتاط رہ کر محتاط الفاظ میں ہی تعارف پر اقتصار کرنا چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

کتبہٗ: محمد صابر حسین فیضی
۲۱؍ذی القعدہ ۱۴۲۵ھ

یہ لکھنا کہ ''مسلمان کی غیبت نہ کرو اگر چہ وہ شرابی ہو یا امام کی خامی دیکھ کر بھی اعتراض نہ کرو'' کیسا ہے؟ جو عورتیں خلاف شرع کام کریں اگر مدد مانگنے آئیں تو ان کی مدد جائز ہے یا نہیں؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسائل ذیل میں

(۱) کسی سنی مصنف کی کتاب میں لکھا ہوا ہے کہ کسی مسلمان کی غیبت نہ کرو اگر چہ وہ شرابی ہو اس کے منھ سے شراب کی بو آتی ہو اس طرح کسی امام کی شرعی خامی دیکھو تو اعتراض نہ کرو تو اس مصنف کا اس طرح لکھنا شرعاً جائز ہے یا نہیں اور اس مصنف پر شرعاً کیا حکم ہے؟

(۲) اکثر غریب عورتیں شرع کے خلاف کام کرتی ہیں منع کرنے پر گناہ سے باز نہیں آتی ہیں مگر مصیبت پر مدد مانگنے آتی ہیں جیسے بیماری کے لئے دوائی یا لڑکی کی شادی کے لئے یا گھر بنوانے کے لیے وغیرہ ان عورتوں کی جانی یا مالی مدد کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ مدد کرنے والا گنہگار ہوگا یا نہیں؟

المستفتی: شیخ منور الدین حبیبی سنی لائبریری (اڑیسہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب غیبت کے معنی کسی شخص کے پوشیدہ عیب کو جس کو وہ دوسروں کے سامنے ظاہر ہونا پسند نہ کرتا ہو اس کی برائی کرنے کے طور پر ذکر کرنا، یہ سخت گناہ و حرام ہے۔

قرآن پاک میں ہے۔ "وَلَا یَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ؕ اَیُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ یَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِیْهِ

مَیْتًا فَکَرِھْتُمُوْہُ "ترجمہ: ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو کیا تم میں سے کوئی اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا پسند کرتا ہے۔ (سورہ حجرات پارہ نمبر ۲۶ آیت ۱۲)

حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ بہار شریعت میں تحریر فرماتے ہیں کہ "جو علانیہ برا کام کرتا ہے۔ اور اس کو اس کی کوئی پرواہ نہیں کہ لوگ اسے کیا کہیں گے اسکی اس بری حرکت کا بیان کرنا غیبت نہیں مگر اس کی دوسری باتیں جو ظاہر نہیں ہیں ان کو ذکر کرنا غیبت میں داخل ہے حدیث شریف میں ہے جس نے حیا کا حجاب اپنے چہرے سے ہٹا دیا اس کی غیبت نہیں (حصہ ۱۶ ص ۱۵۱)

اور ردالمحتار میں ہے:

"وھو الذی لایستتر عنہ ولا یوثر عندہ اذا قیل عنہ انہ یفعل کذا اھ ابن الشحنۃ" قال فی "تبیین المحارم" فیجوز ذکرہ بما یجاھر بہ لا غیرہ قال صلی اللہ علیہ وسلم "من القی جلباب الحیاء عن وجھہ فلا غیبۃ لہ واما اذا کان مستتراً فلا تجوز غیبتہ اھ (ج۹ ص۵۰۰ کتاب الحظر والاباحۃ۔ فصل فی البیع)

شرابی عموماً علانیہ شراب پیتے ہیں اور فاسق معلن ہوتے ہیں تو ایسے شرابی کی بری عادت بیان کرنا جائز ہے علاوہ ازیں وہ فاسق وفاجر ہے اور فاسق وفاجر کا عیب بیان کرنے کا حکم حدیث پاک میں موجود ہے جیسا کہ عنقریب ہم وہ حدیث بیان کریں گے۔

لہٰذا مصنف کتاب کا ایسا لکھنا قطعاً درست نہیں بلکہ یہ مسئلہ اس کی لاعلمی اور جہل کی دلیل ہے تو شرابی کو شرابی کہنے میں غیبت نہیں بلکہ ایسا ہو سکتا ہے کہ اگر اسے شرابی کہا جائے تو شراب پینا چھوڑ دے اور توبہ کرلے اور اگر ایسا نہ بھی ہو تو لوگ اس کے جرم عظیم اور فعل قبیح سے بچیں اور اس سے دور بھاگیں۔

امام کے اندر کوئی شرعی خامی ہے جس کے باعث نماز مکروہ ہوتی ہے تو اس کو امامت سے ضرور روکا جائے گا اور اس سے باز نہ آئے تو لوگوں سے بیان بھی کیا جائے گا تا کہ ان کی نمازیں خراب نہ ہوں۔

ہاں امام کی عیب جوئی نہ کرے جہاں تک بن پڑے چھپانا بہتر ہے کہ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے "لَا تَجَسَّسُوْا" کسی کی عیب جوئی نہ کرو (پارہ ۲۶ سورہ حجرات آیت ۱۲)

بہار شریعت میں ہے "ایک شخص نماز پڑھتا ہے اور روزہ رکھتا ہے مگر اپنی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمانوں کو ضرر پہنچاتا ہے اس کی اس ایذا رسانی کو لوگوں کے سامنے بیان کرنا غیبت نہیں کیونکہ اس ذکر کا مقصود یہ ہے کہ لوگ اس کی اس حرکت سے واقف ہو جائیں اور اس سے بچتے رہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کی نماز اور روزے سے دھوکہ کھا جائیں اور مصیبت میں مبتلا ہو جائیں حدیث میں ارشاد فرمایا کہ کیا تم فاجروں کے ذکر

سے ڈرتے ہو جو خرابی کی بات ان میں ہے بیان کردو تاکہ لوگ اس سے پرہیز کریں اور بچیں۔
(حصہ شانزدہم ص ۱۴۹)

درمختار میں ہے:

"اذا کان الرجل یصوم ویصلی و یضر الناس بیدہ ولسانہ فذکرہ بما فیہ لیس بغیبۃ اھ

اس کے تحت ردالمحتار میں ہے:

"ای لیحذر الناس ولایغتروا بصومہ وصلاتہ فقد اخرج الطبرانی والبیہقی و الترمذی والترعون فی غیبۃ عن ذکر الفاجر اذکروہ بما فیہ یحذرہ الناس" اھ (کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع ج۹ ص ۴۹۹)

(۲) مسلمان مرد ہو یا عورت اس کی مدد جائز و درست ہے بلکہ باعث اجر و ثواب ہے جب تک ان کا شر، حد کفر تک نہ پہنچ جائے۔

حدیث پاک میں ہے:

"من قضی لاخیہ المسلم حاجۃ من الحوائج الدنیا قضی اللہ تعالی لہ اثنین و سبعین حاجۃ اسہلہا المغفرۃ (الخطیب عن ابی دینار عن انس) (کنز العمال ص ۴۴۳ ج۶ قضاء الحوائج من الاکمال)

ترجمہ: جو شخص اپنے مسلم بھائی کی دنیاوی حاجتوں میں سے کسی ایک حاجت کو پوری کرے اللہ تعالی اس کی بہتر حاجتیں پوری فرمائے گا۔

حدیث پاک میں ہے "من قضی لاخیہ حاجۃ فی غیر معصیۃ کان کمن خدم اللہ عمرہ" (الدیلمی عن ابن عمر) ترجمہ جس شخص نے اپنے مسلم بھائی کی کسی ایک حاجت کو پوری کیا تو اس کے لیے ایسا ہی اجر ہے جیسا اس نے پوری عمر اللہ کی فرمابرداری میں گزاردی۔
(کنز العمال ص ۴۴۳ ج ۶ حدیث نمبر ۱۶۶۵۸)

لہذا ایسے لوگوں کی مدد کرنے میں کوئی گناہ نہیں بلکہ باعث اجر و ثواب ہے بلکہ اگر ان پر احسان کر کے ان کو خلاف شرع کام کرنے سے روک سکتا ہے تو ضرور ایسا کرے کہ نہی عن المنکر اور امر بالمعروف واجب ہے۔ واللہ تعالی اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

کتبہ: سید نعمان احمد
۲۵ رجمادالاولی ۱۴۳۱ھ

ڈرائیور کا جھوٹی بل بنوا کر مالک سے زیادہ رقم وصول کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ موٹر لائین وغیرہ میں اکثر غلط بل بنواتے ہیں، ڈرائیور نوکر وغیرہ کبھی پورے جھوٹے کبھی تھوڑا کام کراتے ہیں اور بل میں زیادہ لکھواتے ہیں وغیرہ لہٰذا اس طرح بل بنانا و بنوانا دونوں لوگوں پر کیا حکم ہے؟ کبھی کبھی بغیر لکھا پرچہ بھی دوکان دار روپیہ لے کر دیدیتے ہیں: دوکانداروں کا کہنا ہے کہ اگر ایسا نہ کریں تو کام نہیں چلے گا چونکہ ہم اکیلے نہ کریں تو دوسرے دوکاندار کے پاس گاہک چلا جائے گا یہ بھی واضح رہے کہ اگر مسلمان ہندو کو اس طرح کا بل بنا کر دے تو جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الجواب جھوٹی بل بنانا و بنوانا حرام و گناہ ہے لہٰذا دکانداروں پر فرض ہے کہ سامان کا جو صحیح دام ہو مرمت وغیرہ کی جو مناسب اجرت ہو اس کے مطابق بل بنائیں پھر چاہیں تو اپنی مرضی سے اس میں سے کچھ ڈرائیور وغیرہ کو دیدیں۔ لیکن مناسب دام یا اجرت سے زیادہ کی بل اس لیے ہرگز نہ بنائیں کہ زیادتی مالک پر آئے کہ یہ جھوٹ ہے اور مالک کا مال ناحق دوسرے کو دلائے کہ مدد بھی ہے۔ ارشاد باری ہے "وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ" پھر یہ دھوکا فریب ہے اور دھوکا فریب کسی کے ساتھ جائز نہیں چاہے مسلم ہو یا غیر مسلم۔

ہدایہ میں ہے "وان مالھم مباح فی دارھم فبای طریق اخذہ المسلم اخذ مالا مباحا اذا لم یکن فیہ غدر" اھ (ص ۷۰ ج ۳ کتاب البیوع باب الربوا) فتح القدیر میں ہے "انما یحرم علی المسلم اذا کان بطریق الغدر" اھ (ص ۳۸ ج ۷ کتاب البیوع باب الربوا) واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد صدیق عالم قادری

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

بَابُ الْبُغْضِ وَالْعِنَادِ

بغض وعناد کا بیان

دارالعلوم سے حسد رکھنا لوگوں کو اس کی امداد کرنے اور بچوں کو اس میں پڑھانے سے روکنا وہاں کے علما پر الزام لگانا کیسا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ہم گاؤں میں چند لوگ مل کر دارالعلوم فیضان رضا قائم کئے ہیں کچھ لوگ گاؤں میں ایسے ہیں جو اس درالعلوم سے حسد کرتے ہیں اور جلتے ہیں کہ دارالعلوم نہ ہو تو اچھا ہو اور عوام کو دارالعلوم کے کاموں میں شرکت فرمانے سے اور چندہ دینے سے اور بچوں کو پڑھوانے سے روکتے ہیں اور لوگوں کو یہ بھی دھمکیاں دیتے ہیں کہ جو بھی دارالعلوم فیضان رضا میں چندہ دے گا اور بچوں کو پڑھانے بھیجے گا تو اس پر طرح طرح سے ظلم وستم کیا جائے گا۔

ایک روز دارالعلوم فیضان رضا کے ایک مدرس نے میلاد شریف میں تقریر کے دوران کہا جو دارالعلوم سے حسد کرتے ہیں اور بچوں کو پڑھنے سے روکتے ہیں اور میلاد شریف کرنے سے خود انکار کرتے اور لوگوں کو بھی روکتے ہیں وہ شیطان کا کام ہے اور شیطان کا غلام ہوگا اور اللہ ورسول کا دشمن ہوگا۔ تو ان لوگوں نے مولانا پر یہ الزام لگا کر فتوی منگایا کہ مولانا نے ہم لوگوں کو تقریر کے دوران کافر ومشرک ومنافق کہا ہے حالانکہ جو لوگ میلاد شریف میں موجود تھے کسی نے بھی اس کو تسلیم نہیں کیا بلکہ وہی لوگ جو حسد کرتے ہیں غلط فتویٰ منگا کر تقسیم کر رہے ہیں دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایک عالم دین پر ایسے غلط الزام لگانا اور مذکورہ نیک کاموں سے روکنا عندالشرع کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔ المستفتی: اراکین دارالعلوم فیضان رضا ڈھوا باڑی لال گنج، ضلع اتر دینا جپور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب برتقدیر صدق مستفتی جو لوگ سنی صحیح العقیدہ عالم دین پر غلط الزام لگاتے ہیں اور ناحق ان کی مخالفت کرتے ہیں وہ حقیقت میں نائب رسول کی مخالفت کرتے ہیں اور یہ ان کی ہلاکت کا سبب بنے گا۔ حدیث شریف میں ہے "اغد عالما او متعلماً او مستمعا او محبا ولا تکن الخامس فتهلك. یعنی

عالم دین بنو یا طالب علم بنو یا عالم دین کی بات سننے والا بنو یا اس سے محبت کرنے والا بنو اور پانچواں مت بنو کہ ہلاک ہوجاؤ گے۔اھ (کنز العمال ج ۱۰ ص ۱۴۳ و تفسیر کبیر ج ۱ ص ۲۸۲)

اور اگر از راہ حسد بلا وجہ عالم دین سے بغض وعناد رکھتے اور اسکی توہین وتحقیر کرتے ہیں تو مریض القلب ہیں ان پر اندیشہ کفر ہے۔خلاصہ میں ہے "من ابغض عالما من غیر سبب ظاھر خیف علیه الکفر" اھ اور حضرت علامہ امام رازی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ "من استخف بالعالم اھلك دینه" اھ (تفسیر کبیر ج ۱ ص ۲۸۳)

نیز مدرسہ میں بچوں کو تعلیم سے اور لوگوں کو اس میں چندہ دینے سے اور نیک کام کرنے سے روکنا منع للخیر ہے جس پر وعید شدید وارد ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "مَنَّاعٍ لِّلْخَیْرِ مُعْتَدٍ اَثِیْمٍ. یعنی بھلائی سے روکنے والا حد سے بڑھنے والا سخت گنہگار ہے" اھ (پ ۲۹ سورہ قلم آیت ۱۲)

لہٰذا جو لوگ ایک عالم دین پر غلط الزام لگاتے ہیں بچوں کو پڑھنے سے روکتے اور لوگوں کو نیک کاموں سے روکتے ہیں وہ ظالم وجفا کار حق اللہ وحق العباد میں گرفتار اور مستحق عذاب نار ہیں مسلمانوں پر لازم ہے کہ ایسے لوگوں کا ساتھ نہ دیں بلکہ انہیں سمجھا کر راہ راست پر لانے کی کوشش کریں اگر مان جائیں تو ٹھیک ورنہ ان سے الگ تھلگ رہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "وَاِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ۝" (پ ۲ سورہ انعام آیت ۶۸) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

کتبہٗ: محمد ارشد رضا مصباحی

۶ رشعبان المعظم ۱۴۲۴ھ

علماء سے حسد رکھنے پر جو وعیدیں ہیں کیا وہ صرف عالم باعمل کے بارے میں ہیں یا سارے علما کے بارے میں؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ مندرجہ ذیل سے متعلق علماء سے حسد رکھنے والے کے لیے جو سخت وعیدیں وارد ہیں آیا وہ وعیدیں ہر عالم سے حسد رکھنے پر ہیں خواہ وہ علماء باعمل ہوں یا بےعمل یا صرف ان علماء کے لیے جو باعمل ہیں؟

المستفتی: نور محمد نوری، کمہارہ، ماکھپور، سیتاپور۔یوپی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب کسی شخص میں کوئی خوبی یا نعمت دیکھ کر یہ آرزو کرنا کہ وہ خوبی یا نعمت اس سے زائل ہوکر

مجھے مل جائے اسے حسد کہتے ہیں اور یہ حرام ہے اور جو شخص حسد کرے اس کے لیے احادیث نبویہ میں سخت وعید یں وارد ہیں یہاں تک کہ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کے بارے میں فرمایا کہ وہ مجھ سے نہیں اور یہ کہ ایمان وحسد یکجا نہیں ہوتے۔ الترغیب والترہیب" کتاب البر والصلة وغیرہا" میں ہے:

"عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال ولا یجتمع فی عبد الایمان والحسد"

اور ایک دوسری حدیث شریف میں ہے:

"عن عبد اللہ بن بسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لیس منی ذو حسد ولا نمیمة" (ج ۳ ص ۳۴۷)

یہ حدیثیں مطلق ہیں ان میں اس بات کی کوئی قید نہیں کہ متقی پرہیزگار یا عالم باعمل سے حسد رکھے تو ان وعیدوں کے مصداق ہوں گے ورنہ نہیں لہٰذا جو شخص کسی عالم دین سے اگرچہ بے عمل ہو حسد رکھے گا تو وہ ان وعیدوں کا مصداق ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد حسن رضا رضوی
۲۷ / جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

■❖■

بَابُ الْحُقُوْقِ وَالسُّلُوْكِ

حقوق اور حسن سلوک کا بیان

ماں باپ اور رشتہ داروں سے صلہ رحمی نہ کرنے والا کیسا ہے؟

مسئلہ کیسا ہے وہ شخص جو ماں باپ سے اور رشتہ داروں سے صلہ رحمی کے ساتھ پیش نہ آئے؟ بینوا توجروا۔

المستفتی: اقبال احمد کلکتہ، بنگال

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک اور ان کی رضا جوئی اور دل دہی لازم ہے اس کے برعکس ان کے ساتھ بدسلوکی اور ان کی دل آزاری ناجائز و گناہ ہے قرآن مجید میں ہے:

"فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا"

یعنی ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو انہیں اف تک نہ کہو انہیں نہ جھڑکو ان سے عزت کی بات کرو ان کے ساتھ رحم دلی اور عاجزی سے پیش آؤ ان کے لیے دعا کرو کہ اے میرے پروردگار ان دونوں پر رحم کر جیسا کہ انہوں نے بچپن میں مجھے پالا۔ (پ ۱۵ سورہ بنی اسرائیل ۲۴) اور اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں کہ آدمی اگر ماں باپ کو راضی کرے تو وہ اس کے لیے جنت ہیں اور اگر ناراض کرے تو وہی اس کے لیے دوزخ ہیں، جب تک ماں باپ کو راضی نہ کرے گا اس کا کوئی فرض، کوئی نفل، کوئی نیک عمل اصلا قبول نہ ہوگا عذاب آخرت کے علاوہ دنیا ہی میں جیتے جی سخت بلا نازل ہوگی اھ

(فتاویٰ رضویہ ج ۹، نصف اول ص ۵۸)

اور رشتہ داروں کے ساتھ صلۂ رحمی واجب ہے اور قطع رحم حرام۔ حدیث شریف میں ہے: "ان الصدقة وصلة الرحم يزيد الله بهما في العمر و يدفع بهما ميتة السوء و يدفع بهما المكروه والمحذور"۔ یعنی صدقہ اور صلۂ رحم ان دونوں سے اللہ تعالیٰ عمر بڑھاتا ہے اور بری موت کو دفع کرتا ہے اور

مکروہ واندیشہ کو دور فرماتا ہے"۔اھ (فتاوی رضویہ ج۹، نصف اول ص ۱۷۶)

اور حدیث شریف میں ہے کہ بہز بن حکیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی یارسول اللہ کس کے ساتھ احسان کروں فرمایا اپنی ماں کے ساتھ کہا پھر کس کے ساتھ فرمایا اپنی ماں کے ساتھ کہا پھر کس کے ساتھ فرمایا اپنی ماں کے ساتھ میں نے کہا پھر کس کے ساتھ فرمایا اپنے باپ کے ساتھ پھر اس کے ساتھ جو زیادہ قریب ہو پھر اس کے بعد جو زیادہ قریب ہو" (بہار شریعت ح ۱۶ ص ۱۶۷) دوسری حدیث میں ہے "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے نسب پہچانو تا کہ صلۂ رحم کرو کیونکہ اگر رشتہ کو کاٹا جائے تو اگر چہ قریب ہو وہ قریب نہیں اور اگر جوڑا جائے تو دور نہیں اگرچہ دور ہو" (بہار شریعت ج ۱۶ ص ۱۷۲)

صلہ رحمی اس کا نام نہیں کہ وہ تمہارے ساتھ سلوک کرے تو تم بھی کرو یہ تو بدلا کرنا ہوگا کہ اس نے تمہارے پاس کوئی چیز بھیج دی تم نے بھی بھیج دیا بلکہ حقیقت میں صلہ رحمی یہ ہے کہ وہ کاٹے اور تم جوڑو وہ تم سے جدا ہونا چاہتا ہے بے اعتنائی کرتا ہے تم اس کے ساتھ رشتہ کے حقوق کی مراعات کرو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — کتبہٗ: محمد اجمل حسین امجدی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۷؍ ربیع الاول ۱۴۲۴ھ

زوجین کا ایک دوسرے کا احترام نہ کرنا ایک کا نرم ہونا دوسرے کا پریشان کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ کیسے ہیں وہ بیوی اور شوہر جو تکرار کی زندگی بسر کرتے ہیں اور ایک دوسرے کا احترام نہیں کرتے اگر شوہر و بیوی میں سے ایک نرم ہو اور دوسرا اس کو پریشان کرتا ہو تو اس پر کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

المستفتی: اقبال احمد، کلکتہ، بنگال

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الجواب اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں کہ: "زن و شوہر میں ایک دوسرے پر حقوق کثیرہ واجب ہیں ان میں جو بجانہ لائے گا وہ گناہ میں گرفتار ہوگا ایک اگر ادائے حق نہ کرے تو دوسرا اسے دستاویز بنا کر اس کے حق ساقط نہیں کرسکتا"۔ (فتاوی رضویہ ج نہم نصف اول ص ۶۰)

ہاں شوہر کے حقوق عورت پر بکثرت ہیں قرآن مجید میں ہے: "اَلرِّجَالُ قَوّٰامُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ" یعنی مردوں کو عورتوں کا حاکم بنایا گیا ہے (پ ۵ سورۃ نساء آیت ۳۴)

اور حدیث میں ہے: "عن ابی ہریرۃ قال جاءت امرأۃ الی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

علیه وسلم فقالت یا رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم اخبرنی ما حق الزوج علی الزوجة؟ فقال لو کان ینبغی لبشر ان یسجد لبشر لامرت ان تسجد لزوجها اذا دخل علیها"

یعنی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ایک عورت حاضر ہوئی اور عرض کرنے لگی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عورت پر شوہر کا کیا حق ہے۔ آپ نے فرمایا اگر کسی کو لائق ہوتا کہ دوسرے کو سجدہ کرے تو میں عورت کو حکم فرماتا کہ جب شوہر گھر میں آئے اسے سجدہ کرے۔

مگر شوہروں پر بھی ضروری ہے کہ بیویوں سے نرمی کے ساتھ پیش آئیں ان کی بدخوئی پر صبر کریں ان کی دل جوئی کریں جو باتیں خلاف شرع نہ ہوں ان کی رعایت کریں حدیث شریف میں ہے: "اکمل المومنین ایمانا احسنهم خلقا خیارکم خیارکم لنسائهم" اھ یعنی کامل مومن وہ ہے جس کا اخلاق اچھا ہو اور تم میں بہتر وہ ہے جو تم میں اپنی بیویوں سے اچھے طریقے پر پیش آئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی　　کتبہ: محمد اجمل حسین امجدی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی　　۱۱ ربیع الاول ۱۴۲۴ھ

باپ کے ذمہ اولاد کے اور اولاد کے ذمہ باپ کے کون کون سے حقوق ہیں؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسائل ذیل میں کہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "باپ کے ذمہ بھی اولاد کے حقوق ہیں جس طرح کہ اولاد کے ذمہ باپ کے حقوق ہیں" ماں باپ کے حقوق تو علمائے اسلام تحریر و تقریر کے ذریعہ بیان فرماتے ہی رہتے ہیں مگر حقوق اولاد کیا کیا ہیں اور ان کی ادائیگی بھی ماں باپ پر لازم و ضروری ہے یا نہیں اور عدم ادائیگی کی صورت میں والدین سے بروز حشر مواخذہ ہوگا یا نہیں اور ایسی شکل میں وہ عند اللہ مجرم و گنہگار رہیں یا نہیں؟ اس طرح کے سوالات کے بارے میں کہیں کسی نے ضمناً ذکر کیا ہو تو کیا ہو ورنہ مستقل کتاب و رسالہ کی شکل میں کہیں اور کبھی نظر فقیر سے نہیں گزرا۔ اس لیے آپ کی خدمت میں مخلصانہ گزارش و اپیل ہے کہ مکمل وضاحت و صراحت کے ساتھ حقوق اولاد بھی بیان فرمائیں تاکہ آگاہی ہو اور اگر ان کو شائع کیا جائے تو والدین کے لیے عبرت و نصیحت کا ذریعہ بنیں؟

المستفتی: محمد عبد الرشید قادری پیلی بھیت پرنسپل مدرسہ اہلسنت فیضان العلوم جوکھن پور، بریلی یوپی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب "باپ کے ذمہ اولاد کے حقوق" کے تعلق سے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ

والرضوان نے ایک جامع رسالہ تصنیف فرمایا ہے، جس کا نام ہے "مشعلۃ الارشاد الی حقوق الاولاد" جو بارہا چھپ چکا ہے اور فتاویٰ رضویہ میں بھی برابر چھپتا رہا ہے، ہم یہاں اسی کا خلاصہ پیش کرتے ہیں۔

"اللہ عزوجل نے اگرچہ والد کا حق اولاد پر نہایت اعظم بنایا یہاں تک کہ اپنے حق کے برابر اس کا ذکر فرمایا، مگر اولاد کے حقوق بھی والد پر عظیم رکھا ہے کہ ولد مطلق اسلام پھر خصوص جوار پھر خصوص قرابت پھر خصوص عیال ان سب حقوق کا جامع ہو کر سب سے زیادہ خصوصیت خاصہ رکھتا ہے اور جس قدر خصوص بڑھتا جاتا ہے حق اشد و آکد ہوتا جاتا ہے، اس بارے میں جو حقوق احادیث کریمہ سے ثابت ہیں وہ اختصار کے ساتھ درج ذیل ہیں (۱) سب سے پہلا حق وجود اولاد سے بھی پہلے یہ ہے کہ آدمی اپنا نکاح کسی رذیل قوم سے نہ کرے کہ بری رگ ضرور رنگ لاتی ہے (۲) دیندار لوگوں میں شادی کرے کہ بچے پر نانا ماموں کی عادت و افعال کا بھی اثر پڑتا ہے (۳) زنگیوں حبشیوں میں قرابت نہ کرے کہ ماں کا سیاہ رنگ بچہ کو بدنمانہ کردے (۴) جماع کی ابتدا بسم اللہ سے کرے ورنہ بچہ میں شیطان شریک ہو جاتا ہے (۵) جب بچہ پیدا ہو تو فوراً سیدھے کان میں اذان بائیں میں تکبیر کہے کہ خلل شیطان و ام الصبیان سے بچے (۶) ساتویں اور نہ ہو سکے تو چودھویں ورنہ اکیسویں دن عقیقہ کرے، دختر کے لیے ایک اور پسر کے لیے دو کہ اس میں بچہ کو گویا رہن سے چھڑانا ہے (۷) سر کے بال اتروائے (۸) بالوں کے برابر چاندی تول کر خیرات کرے (۹) نام رکھے، یہاں تک کہ کچے بچے کا بھی جو کم دنوں کا گر جائے ورنہ اللہ عزوجل کے یہاں شکایت کرے گا (۱۰) برا نام نہ رکھے کہ یہ فال بد ہے (۱۱) عبداللہ، عبدالرحیم، احمد، حامد وغیرہ عبادت و حمد کے، یا انبیاء اولیاء یا اپنے بزرگوں میں جو نیک لوگ گزرے ہوں ان کے نام پر نام رکھے کہ موجب برکت ہے، خصوصاً نام پاک صلی اللہ علیہ وسلم کہ اس مبارک نام کی بے پایاں برکت بچے کے دنیا و آخرت میں کام آتی ہے (۱۲) پیار میں جھوٹے لقب پر بے قدر نام نہ رکھے کہ پڑا ہوا نام مشکل سے چھوٹتا ہے (۱۳) ماں، خواہ دایہ نمازی صالحہ شریف القوم سے دو سال تک دودھ پلوائے (۱۴) رذیل یا بدافعال عورت کے دودھ سے بچائے کہ دودھ طبیعت کو بدل دیتا ہے (۱۵) بچہ کا نفقہ اور اس کی حاجت کے سامان مہیا کرنا خود واجب ہے جن میں حضانت (پرورش) بھی داخل ہے (۱۶) بچہ کو پاک کمائی سے پاک روزی دے کہ ناپاک مال ناپاک ہی عادت لاتا ہے۔ (۱۷) اولاد کے ساتھ تنہا خوری نہ برتے بلکہ اپنی خواہش کو ان کی خواہش کا تابع رکھے جس اچھی چیز کو ان کا جی چاہے انہیں دے کر ان کے طفیل میں آپ بھی کھائے زیادہ نہ ہو تو انہیں کو کھلائے (۱۸) خدا کی ان نعمتوں کے ساتھ مہر و لطف کا برتاؤ رکھے، انہیں محبت و پیار کرے، بدن سے لپٹائے، کندھے پر چڑھائے ان کے ہنسنے، کھیلنے، بہلنے کی باتیں کرے (۱۹) ان کی دلجوئی، دلداری، رعایت، محافظت ہر وقت حتی کہ نماز و خطبہ میں بھی ملحوظ رکھے (۲۰) نیا میوہ، نیا پھل

پہلے انھیں کو دے کہ وہ بھی تازہ پھل ہیں، نئے کو نیا مناسب ہے (۲۱) بہلانے کے لیے جھوٹا وعدہ نہ کرے۔ بلکہ بچہ سے بھی وعدہ وہی جائز ہے جس کے پورا کرنے کا قصد رکھتا ہو (۲۲) اپنے چند بچے ہوں تو جو چیز دے سب کو برابر اور یکساں دے، ایک کو دوسرے پر بے فضیلت دینی ترجیح نہ دے (۲۳) حتی الامکان سخت و موذی علاج سے بچائے (۲۴) زبان کھلتے ہی اللہ اللہ پھر لا الٰہ الا اللہ پھر پورا کلمہ طیبہ سکھائے (۲۵) جب تمیز آئے ادب سکھائے کھانے، پینے ہنسنے، بولنے، اٹھنے، چلنے، پھرنے، حیا، لحاظ، بزرگوں کی تعظیم، ماں باپ، استاذ اور لڑکی کو ان سب کے ساتھ شوہر کی اطاعت کے ادب سکھائے (۲۶) قرآن مجید پڑھائے (۲۷) استاذ نیک صالح، متقی، صحیح العقیدہ سن رسیدہ کے سپرد کرے اور لڑکی کو نیک، پارسا عورت سے پڑھوائے (۲۸) بعد ختم قرآن تلاوت کی تاکید رکھے، (۲۹) عقائد اسلام وسنت سکھائے کہ لوح سادہ فطرت اسلامی وقبول حق پر مخلوق ہے اس وقت کا بتایا پتھر کی لکیر ہوگا (۳۰) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت وتعظیم ان کے دل میں ڈالے کہ اصل ایمان وعین ایمان ہے (۳۱) حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آل واصحاب واولیاء وعلماء کی محبت و عظمت کی تعلیم کرے کہ اصل سنت وزیور ایمان بلکہ باعث بقائے ایمان ہے (۳۲) سات برس کی عمر سے نماز کی زبانی تاکید شروع کرے (۳۳) علم دین خصوصا وضو، غسل، نماز وروزہ کے مسائل، توکل، قناعت، زہد و اخلاص تواضع، امانت، عدل، حیا، سلامت صدر ولسان وغیرہا خوبیوں کے فضائل، حرص، طمع، حب جاہ، حب دنیا، ریا عجب وتکبر، خیانت، کذب، ظلم، فحش، غیبت، حسد، کینہ وغیرہ برائیوں کے رسائل نہ پڑھائے (۳۴) پڑھانے سکھانے میں رفق ونرمی ملحوظ رکھے (۳۵) موقع پر چشم نمائی، تنبیہ وتہدید کرے مگر کوسنا نہ دے کہ اس کا کوسنا ان کے لیے سبب اصلاح نہ ہوگا بلکہ اور زیادہ فساد کا اندیشہ ہے (۳۶) اکثر اوقات تہدید و تخویف (ڈرانے دھمکانے) پر قانع رہے، کوڑا قمچی اس کے سامنے رکھے کہ دل میں رعب رہے (۳۷) زمانہ تعلیم میں ایک وقت کھیلنے کا بھی دے کہ طبیعت پر نشاط باقی رہے (۳۸) مگر ہرگز ہرگز بری صحبت میں نہ بیٹھنے دے کہ یار بد مار بد (برا دوست برے سانپ) سے بدتر ہے (۳۹) نہ ہرگز ہرگز بہار دانش، مینا بازار، مثنوی غنیمت وغیرہا کتب عشقیہ وغزلیات فسقیہ دیکھنے دے کہ نرم لکڑی جدھر جھکائے جھک جاتی ہے، صحیح حدیث سے ثابت کہ لڑکیوں کو سورۂ یوسف شریف کا ترجمہ نہ پڑھایا جائے کہ اس میں مکر زناں کا ذکر فرمایا ہے پھر بچوں کو خرافات شاعرانہ میں ڈالنا کب بجا ہوسکتا ہے (۴۰) جب دس برس کا ہو نماز مار مار کر پڑھائے (۴۱) اس عمر سے اپنے خواہ کسی کے ساتھ نہ سلائے جدا بچھونے، جدا پلنگ پر اپنے پاس رکھے (۴۲) جب جوان ہو شادی کردے، شادی میں وہی رعایت قوم ودین وسیرت وصورت ملحوظ رکھے (۴۳) اب جو ایسا کام کہنا ہو جس میں نافرمانیوں کا احتمال ہوا سے امر وحکم کے صیغہ سے نہ کہے بلکہ برفق ونرمی بطور مشورہ کہے کہ وہ بلائے عقوق میں نہ

پڑے (۴۴) اسے میراث سے محروم نہ کرے، جیسے بعض لوگ اپنے کسی وارث کو نہ پہنچنے کی غرض سے کل جائداد دوسرے وارث یا کسی غیر کے نام لکھ دیتے ہیں (۴۵) اپنے بعد مرگ بھی ان کی فکر رکھے یعنی کم سے کم دو تہائی ترکہ چھوڑ جائے کہ ثلث (ایک تہائی) سے زیادہ خیرات نہ کرے۔

خاص لڑکے کے حقوق یہ ہیں: (۴۶) لکھنا (۴۷) پیرنا (۴۸) سپہ گری سکھائے (۴۹) سورہ مائدہ کی تعلیم دے (۵۰) اعلان کے ساتھ اس کا ختنہ کرے۔

خاص لڑکی کے حقوق یہ ہے کہ

(۵۱) اس کے پیدا ہونے پر ناخوشی نہ کرے بلکہ نعمت الٰہیہ جانے (۵۲) سینا، پرونا، کاتنا، پکانا سکھائے (۵۳) سورۂ نور کی تعلیم دے (۵۴) بیٹوں سے زیادہ ان کی دلجوئی اور خاطر داری رکھے کہ ان کا دل بہت تھوڑا ہوتا ہے (۵۵) دینے میں انہیں اور بیٹوں کو کانٹے کی تول برابر رکھے (۵۶) جو چیز دے پہلے انہیں دے کر بیٹوں کو دے (۵۷) نو برس کی عمر سے نہ اپنے پاس سلائے اور نہ بھائی وغیرہ کے پاس سونے دے (۵۸) اس عمر سے خاص نگہداشت شروع کرے (۵۹) شادی برات میں جہاں گانا، ناچ ہو ہرگز نہ جانے دے اگرچہ خاص اپنے بھائی کے یہاں ہو کہ گانا سخت سنگین جادو ہے اور ان نازک شیشوں کو تھوڑی ٹھیس بہت ہے بلکہ بیگانوں میں جانے کی مطلقاً بندش کرے گھر کو ان پر زنداں کردے (یعنی گھر سے باہر نہ جانے دے) (۶۰) بالا خانوں پر نہ رہنے دے (۶۱) گھر میں زیور سے آراستہ کرے کہ پیام رغبت کے ساتھ آئیں (۶۲) جب کفو (مناسب جوڑا) ملے نکاح میں دیر نہ کرے (۶۳) ممکن حد تک بارہ برس کی عمر میں بیاہ دے (۶۴) ہرگز ہرگز کسی فاسق وفاجر خاص طور سے بدمذہب کے نکاح میں نہ دے۔ ان میں سے اکثر مستحبات ہیں جن کے ترک پر اصلاً مواخذہ نہیں اور بعض پر آخرت میں مطالبہ ہوگا" ایسا ہی فتاوی رضویہ ج۹ نصف اول ص۴۶، ۴۷ پر ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِیْكُمْ نَارًا یعنی (اے ایمان والو اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو جہنم سے بچاؤ اھ (سورہ تحریم آیت ۶) حدیث پاک میں ہے "کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیته" اھ یعنی تم میں کا ہر ایک اپنے ماتحت کا حاکم ہے اور ہر حاکم سے اس کے ماتحت کے بارے میں سوال ہوگا" اھ (بخاری شریف ج۱ ص۱۷۱) واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہٗ: محمد صابر حسین فیضی نظامی
۲۷ ربیع الغوث ۱۴۲۶ھ

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

■❖■

بَابُ الْکَسَبِ

کسب کا بیان

داڑھی مونڈنے کی اجرت لینا کیسا ہے؟
بدمذہبوں کے یہاں نوکری کرنے کا کیا حکم ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل میں کہ

(۱) زید قوم کا نائی ومسلمان ہے لیکن وہ شخص مسلمان وغیر مسلم کی داڑھیاں بناتا ہے۔ لہذا ایسی صورت میں زید کے گھر کھانا پینا درست ہے یا نہیں؟ جو شریعت کا حکم ہو تحریر فرمائیں۔

(۲) زید سنی عالم دین ہے اور دیوبندی یا وہابی یا غیر مقلد یا رافضی وغیرہ کی ملازمت پرائیویٹ کرتا ہے یا کرنا چاہتا ہے۔ ایسی صورت میں ان بددینوں کے یہاں نوکری کرنا جائز ہے یا ناجائز؟ جو شریعت کا حکم ہو تحریر فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

المستفتی: فاروق احمد خاں ڈرائیور، کپتان گنج ضلع بستی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الجواب (۱) مسلمان نائی کے لیے داڑھی مونڈنے کی اجرت لینا حرام ہے۔ وجہ یہ ہے کہ داڑھی مونڈنا اور مونڈانا حرام ہے اور حرام وناجائز کام پر اجرت لینا بھی حرام وناجائز ہے" درمختار باب الاجارۃ الفاسدۃ میں ہے "ولا تصح الاجارۃ لأجل المعاصی مثل الغناء والنوح والملاھی" اھ (ج ۶ ص ۵۵)

اور البحر الرائق میں ہے "وان اعطاھا الاجر وقبضہ لایحل لہ ویجب علیہ ردہ علی صاحبہ" اھ (ج ۸ ص ۲۰)

یہ شخص اگر عین اسی مال حرام سے کھلائے تو نہ کھائیں، لیکن جب اس کا مال حلال وحرام دونوں طرح کا ہے اور دونوں باہم مخلوط ہوتا ہے تو یہ معلوم ہی نہیں ہوسکتا کہ خاص مال حرام سے ضیافت کا انتظام ہوا ہے۔ علاوہ ازیں اجرت میں روپے پیسے ملتے ہیں جو خود کھائے نہیں جاتے بلکہ ان سے کوئی چیز مطعومات ومشروبات میں

سے خریدی جاتی ہے جس پر عموماً عقود وفقد جمع نہیں ہوتے اس لیے اس کے یہاں کھانا مال حرام کھانا نہیں، تاہم علماء، فقہا، حفاظ، قراء، ائمہ کو اس کے یہاں کھانے سے احتراز کرنا چاہیے تا کہ اس سے لوگوں کو عبرت ہو۔

(۲) مذکورہ باطل فرقوں کے یہاں اگر خلاف شرع کام نہ کرنا پڑے تو ان کی نوکری کرنا جائز ہے حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں کہ "بعض ملازمت ناجائز است مثلاً ملازمت حکم کردن خلاف ما انزل اللہ و ملازمت رجسٹری کہ کاغذ سود بنویسد بر گواہ می باشند وغیرہا واگر در کارہائے متعلقہ محذورے نبود جائز ہست" اھ (فتاویٰ امجدیہ ج ۳ ص ۲۷۰)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا برکاتی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں کہ "نوکری مسلم کی ہو یا غیر مسلم کی خدا و رسول کے حکم کے خلاف جس میں کام کرنا پڑے ناجائز ہے" اھ (فتاویٰ رضویہ ج ۸ ص ۱۸۵) نیز اسی میں ہے "جس میں خود ناجائز کام کرنا پڑے جیسے یہ ملازمت جس میں سود کا لین دین اس کا لکھنا پڑھنا، تقاضہ کرنا اس کے ذمہ ہو ایسی ملازمت خود حرام ہے اگر چہ اس کی تنخواہ خالص مال حلال سے دی جائے وہ مال حلال بھی اس کے لیے حرام ہے، اور مال حرام ہے تو حرام در حرام" اھ (ج ۸ ص ۱۷۳)

لہٰذا اگر زید کو ان کے یہاں خلاف شرع کام نہ کرنا پڑے تو ان کی نوکری کرنا جائز ہے ورنہ ناجائز ہے۔ البتہ ایسے لوگوں کے یہاں سنی مسلمانوں کو نوکری کرنے سے احتراز کرنا چاہیے کہ مذکورہ فرقے سب سے ذلیل قوم ہیں قابل نفرت ہیں ان سے نفرت ہی کرنا چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

کتبہٗ: محمد نیاز برکاتی مصباحی

۲۰ محرم الحرام ۱۴۲۵ھ

عورتوں کے ملازمت کی شرطیں

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین کہ

مسلمان عورتوں کا پولس میں ڈاکٹری ماسٹری میں بھرتی ہونا کار موٹر سائیکل وغیرہ کی ڈرائیوری کرنا ہوٹلوں پر نوکری کرنا، یا خود ہوٹل کرنا، الیکشن لڑنا۔ مذکورہ عورتوں اور ان کے آدمیوں پر شریعت کا کیا حکم ہے؟

المستفتی: محمد جمیل اختر رضوی، قصبہ باراکان پور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب عورتوں کے لیے ملازمت پانچ شرائط کے ساتھ جائز ہے۔ ان شرطوں میں سے ایک شرط بھی مفقود ہو تو ملازمت حرام ہے (۱) کپڑے باریک نہ ہوں جن سے سر کے بال یا کلائی وغیرہ ستر کا کوئی حصہ

چمکے (۲) کپڑے تنگ و چست نہ ہوں جو بدن کی ہیئت ظاہر کریں (۳) بالوں یا گلے یا پیٹ یا کلائی یا پنڈلی کا کوئی حصہ ظاہر نہ ہوتا ہو (۴) کبھی نامحرم کے ساتھ کسی مختصر وقت کے لیے بھی تنہائی نہ ہوتی ہو (۵) اس کے وہاں رہنے یا باہر آنے جانے میں کوئی مظنۂ فتنہ نہ ہو۔ ایسا ہی فتاویٰ رضویہ ص ۲۵۲ ج ۹ نصف آخر میں ہے۔

عورت کو بے پردہ باہر نکلنا، اجنبی مردوں کے ساتھ خلط ملط، سر کے بال کھلے رکھنا، ایسا لباس پہننا جس سے بدن کا ابھار ظاہر ہو، غیروں کے ساتھ خلوت و تنہائی حرام و گناہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى" اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور بے پردہ نہ ہو جیسے اگلی جاہلیت کی بے پردگی، (پ ۲۲ سورۂ احزاب آیت ۳۳)

حدیث شریف میں ہے "المرأة عورة فاذا خرجت استشرفها الشيطان" اھ یعنی عورت پردہ میں رہنے کی چیز ہے جب وہ باہر نکلتی ہے تو شیطان صفت آدمی اس کو گھورتا ہے۔ (مشکاۃ شریف، ص ۲۶۹، ج ۲، کتاب النکاح) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان المرأة تقبل فى صورة شيطان و تدبر فى صورة شيطان" اھ یعنی عورت شیطان کی صورت میں آگے آتی ہے اور شیطان کی صورت میں پیچھے جاتی ہے یعنی جب بے پردہ، یا عریانی انداز میں غیروں کے سامنے آئے جائے۔
(مسلم شریف ص ۴۴۹ ج ۱ کتاب النکاح)

فتاویٰ رضویہ میں ہے "عورت اگر کسی نامحرم کے سامنے اس طرح آئے کہ اس کے بال اور گلے اور گردن یا پیٹھ یا کلائی یا پنڈلی کا کوئی حصہ ظاہر ہو یا لباس ایسا باریک ہو کہ ان چیزوں سے کوئی حصہ اس میں سے چمکے تو یہ بالاجماع حرام اور ایسی وضع و لباس کی عادی عورتیں فاسقات اور ان کے شوہر اگر اس پر راضی ہوں یا حسب مقدور بندوبست نہ کریں تو دیوث ہیں" اھ (ص ۲۰۱ ج ۳) اس تفصیل کی روشنی میں ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ موجودہ دور میں سوال میں دریافت کردہ امور کا حکم شرعی کیا ہو سکتا ہے، مردوں کو چاہیے کہ ان امور میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں تا کہ عورتوں کو یہ زحمت اٹھانے کی جرأت نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — کتبہٗ: محمد صدیق عالم منظری

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۱۹ ربیع الغوث ۱۴۲۷ھ

کافر سے سود جائز ہے تو رشوت کیوں نہیں؟ کافر کا پیسہ مسجد میں لگانا کیسا ہے؟ کافروں کی تنظیم سے لاٹری لینا کیسا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ان مسائل میں

(۱) کافروں سے سود جائز ہے تو رشوت کیوں جائز نہیں؟

(۲) کافروں کا دیا پیسہ مسجد کے لیے لینا جائز ہے کہ نہیں؟ اسی طرح مدرسہ اور درگاہ کے لیے بھی کیا حکم ہے؟
(۳) کافروں کی تنظیم سے ایک لاٹری چلا رہے ہیں تو یہ لاٹری لینا کیسا ہے؟

المستفتی: غلام محمد فضل الرحیم خاں عرف بادشاہ، ہوسپیٹ مومن مسجد، بلاری کرناٹک

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الجواب (۱) سود لینا، دینا مطلقاً ناجائز و حرام قطعی ہے: قال اللہ تعالیٰ "اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا" اور لوگوں میں جو یہ مشہور ہے کہ کفار سے سود جائز ہے محض جہالت ہے۔

حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں "اگر اس قسم کا عقد کیا جائے جو دو مسلمان یا مسلم و ذمی کے مابین ہوتا تو سود ہوتا اس کافر حربی سے یہ عقد سود نہیں حدیث شریف میں ہے "لا ربوا بین المسلم والحربی فی دار الحرب" بظاہر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ ربا ہے اور جائز ہے یہ ان کی غلطی ہے جب قرآن مجید میں مطلق وارد کہ حرم الربوا، تو ربوٰا حلال کیونکر ہو سکتا ہے۔ بلکہ حقیقت حال یہ ہے کہ سود ہی نہیں جس کے لیے حرمت ہوا سی واسطے حدیث شریف میں لاربوٰا فرمایا کہ یہ سود ہی نہیں نہ یہ کہ یجوز الربوٰا کہ سود تو ہے مگر جائز ہے، اور خود صاحب مذہب امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی یہی فرماتے ہیں کہ یہ سود نہیں" (فتاویٰ امجدیہ، ج ۳ ص ۲۱۴)

سود کے نام پر غیر مسلم نے جو مال دیا وہ چونکہ سود ہے اور نہ اس میں بدعہدی ہے اس لیے جائز ہے، مگر رشوت میں قانون کی خلاف ورزی بھی ہے اور بدعہدی بھی، سب لوگ اسے جرم جانتے بھی ہیں اس لیے حرام و گناہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) اگر کافر مسلمانوں کو روپیہ بغیر مانگے اپنی مرضی سے دیدے پھر مسلمان اس روپیہ کا مالک ہو کر مسجد بنائے تو جائز ہے بشرطیکہ کافر کی مسجد و مدرسہ وغیرہ میں کوئی مداخلت نہ رہے اور چندہ دے کر مسلمانوں پر کوئی احسان نہ رکھے۔

اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں "اور اگر کافر اس طور پر روپیہ دیتا ہے کہ مسجد یا مسلمانوں پر احسان رکھتا ہے، یا اس کے سبب مسجد میں اس کی کوئی مداخلت رہے گی، یا اس بات کا اندیشہ ہو کہ مندر یا رام لیلا وغیرہ میں مسلمانوں کو چندہ دینا پڑے گا، یا کافر کی تعظیم کرنی پڑے گی تو لینا جائز نہیں۔ البتہ اگر نیاز مندانہ طور پر پیش کرتا ہے تو حرج نہیں" (فتاویٰ رضویہ ج ۶ ص ۹۶ ۳ و ۴۸۴)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) لاٹری کوئی عقد شرعی نہیں بلکہ یہ ایک قسم کا جوا ہے۔ حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں "یہ جوا اور قمار ہے" (فتاویٰ امجدیہ ج ۳ ص ۲۳۹) اور جوا کا ناجائز و حرام ہونا نص قطعی سے ثابت ہے۔ قال اللہ تعالیٰ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ" اے ایمان والوں بے شک شراب اور جوا اور بت اور پانسے کے تیر ناپاک ہیں، شیطان کی

کارستانیاں ہیں" (المائدہ الآیۃ ۹۰) لہٰذا لاٹری لینا اور اس میں شریک ہونا ناجائز و گناہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — **کتبہ:** محمد شمس الدین احمد علیمی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

کچہری کے اہلکاروں کو مقدمہ کے فریقین جو شکرانہ دیتے ہیں ان کا لینا اور امور خیر میں صرف کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ ہندوستان کی کچہری یا دفتر کے اہل کاروں کو مقدمہ کے فریقین کچھ پیسہ بطور شکرانہ دیتے ہیں جب کہ اہل کاروں کو گورنمنٹ کی طرف سے تنخواہ بھی ملتی ہے تو کیا یہ پیسہ جو اہل کاروں کو فریقین سے ملتا ہے لینا جائز ہے؟ اور ان کا دینی و دنیوی امور میں صرف کرنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

المستفتی: عبد الرشید قادری، مبلغ دعوت اسلامی دار الصوفیہ شانتی نگر، سلطان پور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب یہ رشوت ہے جس کا لینا شرعاً و قانوناً ہر طرح سے جرم ہے، رہ گیا ضرورت مندوں کا انہیں رشوت دینا تو یہ ان کے حق میں حرام نہ ہوگا اس لیے کہ اگر ان اہل کاروں کو فریقین رشوت نہ دیں تو یہ لوگ ان کی طرف متوجہ نہیں ہوں گے اور نہ ہی وقت پہ ان کا کام کریں گے اور اگر کریں گے بھی تو کافی پریشان کرنے کے بعد جیسا کہ مشاہدہ ہے۔

اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر فرماتے ہیں کہ: "جو دوسروں کا حق دبانے کے لیے یا اپنا کام بنانے کے لیے حاکم کو دیا جائے رشوت ہے۔ لیکن اپنے اوپر سے دفع ظلم کے لیے جو کچھ دیا جائے دینے والے کے حق میں رشوت نہیں لینے والے کے حق میں وہ بھی رشوت ہے اور اس کا لینا مطلقاً حرام ہے کسی حالت میں جائز نہیں۔" اھ ملخصاً (فتاویٰ رضویہ ج۹، نصف آخر ص ۳۰۰)

اس مال کا دینی و دنیاوی امور میں خرچ کرنا جائز نہیں۔ جیسا کہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر فرماتے ہیں کہ: "جو مال رشوت یا تغنی یا چوری سے حاصل کیا اس پر فرض ہے کہ جس جس سے لیا ان پر واپس کردے، وہ نہ رہے ہوں تو ان کے ورثہ کو دے، پتہ نہ چلے تو فقیروں پر تصدق کرے، خرید و فروخت کسی کام میں اس مال کا لگانا حرام قطعی ہے بغیر صورت مذکورہ کے کوئی طریقہ اس کے وبال سے سبکدوشی کا نہیں:

"وذلك لان الحرمة في الرشوة وامثالها لعدم الملك اصلا فهو عنده كالمغصوب

فیجب الرد علی المالك او ورثته فهما امکن"اھ

(فتاوی رضویہ ج۹، نصف اول ص ۲۳۱) واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہٗ: محمد ارشد رضا نظامی مصباحی

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

۱۱ رجب المرجب ۱۴۲۴ھ

مسلم عورتوں کو جیل بھیجنے والے اور غاصب کو امام و مدرس بنانا کیسا ہے؟

مسئلہ زید دوسروں کی جائیداد ہڑپ کر چکا ہے مستحقین کو اور ان کی عورتوں کو جیل پہنچا چکا ہے دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید جو مستحقین کا مال ہڑپ کر جائے اور مسلمان خواتین کو جیل، کچہری تک پہنچادے اس کے پیچھے نماز پڑھنا اور کسی دینی ادارہ کا مدرس بنانا کیسا ہے؟

المستفتی: پیرزادہ سید احمد کچن محل ہانگل شریف ضلع ہاویری (کرناٹک)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب کسی کی جائداد کو ناجائز طریقے پر ہڑپ کرنا حرام ہے قرآن مجید میں اس کی بڑی مذمت آئی ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے: "وَلَا تَاْكُلُوْا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ۔" یعنی ایک کا مال دوسرا شخص ناحق طور پر نہ کھائے۔ (البقرہ آیت نمبر: ۱۸۸)

اسی طرح حدیث پاک میں آیا ہے کہ ایسے شخص کو جو کسی کی ایک بالشت زمین ناحق طور پر قبضہ کرے قیامت کے دن ساتوں زمین سے اتنا حصہ طوق بنا کر اس کے گلے میں ڈال دیا جائے گا۔

"عن سعید بن زید رضی اللہ عنه قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یقول من ظلم من الارض شیئاً طوقه من سبع ارضین" اھ

(الجامع الصحیح للبخاری، ج:۱ص:۳۲۲،۳۲۱)

دوسری حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص پرایا مال لے لے گا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے کوڑھی ہو کر ملے گا۔ "عن اشعث بن قیس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم انه لا یقتطع رجل مالا الا لقی اللہ عزوجل یوم القیامة وهو اجذم۔" (کنز العمال)

ہو نہی زید کا مستحقین کو نیز ان کی عورتوں کو جیل اور کچہری تک پہنچانا بھی ظلم ہے۔ اور ظلم حرام ہے قرآن مجید اور احادیث مقدسہ میں بہت سے مواقع پر اس کی برائی بیان کی گئی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا

مُّبِیْنًا اھ(الاحزاب آیت نمبر:۵۸)

یعنی اور جو ایمان والے مردوں اور عورتوں کو بے کئے ستاتے ہیں انہوں نے بہتان اور کھلا گناہ اپنے سر لیا۔(کنزالایمان)

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ظلم کرنے والا قیامت کے دن سخت تاریکیوں میں گھرا ہوگا

"عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الظلم ظلمات یوم القیامۃ۔"اھ(الصحیح للمسلم، ج:۲ص:۳۲۰)

زید کے کارناموں سے ثابت ہوا کہ زید فاسق معلن ہے۔ اور فاسق معلن کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے اس کی اقتدا میں نماز پڑھنا یا اس کے ہاتھ چومنا اس کی تعظیم کرنا یا کسی دینی ادارہ کا مدرس بنانا جائز نہیں۔

ردالمحتار کتاب الصلوٰۃ، باب الامامۃ" میں ہے:

وَأما الفاسق فقد عللوا کراھۃ تقدیمہ بانہ لایھتم لأمردینہ بان فی تقدیمہ للامامۃ تعظیمہ وقد وجب علیھم اھانتہ شرعاً ولایخفی انہ اذا کان اعلم من غیرہ لا تزول العلۃ فانہ لا یؤمن أن یصلی بھم بغیر طھارۃ فھو کالمبتدع تکرہ امامتہ بکل حال بل مشی فی شرح المنیۃ علی ان کراھۃ تقدیمہ کراھۃ تحریم لماذکرنا قال ولذا لم تجز الصلاۃ خلفہ أصلاً عند مالک وروایۃ عن احمد۔"اھ(ج:۲،ص۲۹۹)

درمختار کتاب الصلوٰۃ میں ہے:

کل صلاۃ ادیت مع کراھۃ التحریم تجب اعادتھا۔"(ج:۲ص:۱۴۷) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — کتبہٗ: محمد علی برکاتی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۱۹رجمادی الاولیٰ ۱۴۳۰ھ

وہابیوں کی کتابیں بیچنا جائز ہے یا نہیں؟

ان سے کمایا پیسہ حلال ہے؟ ایسے کی دعوت کھانا کیسا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت اس مسئلہ میں:

زید سنی ہے، مجاہد ملت کا چاہنے والا ہے۔ اسی لئے اپنی کتاب کی دوکان کا نام مجاہد ملت کے نام سے منسوب کر رکھا ہے۔ سنیوں کی کتابیں فروخت کرتا ہے، لیکن کچھ وہابیوں کی کتابیں وہابی عقیدہ کے لوگوں کو

فروخت کرتا ہے اور ان کے آرڈر پر بھی ان کی کتاب منگا دیتا ہے۔ یہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اس سے کمایا ہوا پیسہ حلال ہے یا نہیں؟ اس کی دعوت اس کا کھانا، کھانا جائز ہوگا یا نہیں؟ شرعی احکام سے آگاہ کردیں تو کرم ہوگا؟

المستفتی: شیخ منورالدین حبیبی، موتی گنج، بالاسور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب وہابیہ و دیوبندیہ اور بدمذہبوں کی وہ کتابیں جن میں کفریہ باتیں ہیں، یعنی اللہ و رسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں گستاخانہ عبارات ہیں، جیسے تحذیر الناس، براہین قاطعہ، حفظ الایمان، بہشتی زیور، تقویۃ الایمان، انجام آتھم، دافع البلاء اور ازالہ اوہام وغیرہ ان کتابوں کا وہابیہ و دیانیہ، بدمذہبوں یا صحیح العقیدہ سنی عوام کو فروخت کرنا ناجائز ہے، کیوں کہ یہ کتابیں گمراہ کن ہیں۔ ان کا پڑھنا اور عوام کو ان کی تعلیم دینا گناہ ہے تو ان کتابوں کا بیچنا گناہ پر تعاون اور ان کے باطل مذہب کی اشاعت میں مدد ہے۔ قرآن پاک میں ہے:

وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ۔ (المائدۃ، پ۶ آیت ۲)

یعنی گناہ اور زیادتی پر باہم مدد نہ دو۔ (کنزالایمان)

البتہ علمائے اہل سنت کے ہاتھ بیچنا جائز ہے کہ یہ حضرات اس لئے یہ کتابیں رکھتے ہیں کہ بدمذہبوں کو دکھا کر ان پر اتمام حجت کریں یا ان کا رد کریں۔ اہل سنت کی لائبریریوں میں بھی یہ کتابیں انھیں اغراض کے لئے رکھی جاتی ہیں تو ایسی لائبریریوں کے لئے بھی بیچنا جائز ہے اور ایسے سنی صحیح العقیدہ کتب فروش کی دعوت کرنا بھی جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

کتبہ: محمد آصف ملک علیمی
۲ ربیع الآخر، ۱۴۳۱ھ

■❖■

بَابُ الْاَمْرِ بِالْمَعْرُوْفِ

امر بالمعروف کا بیان

نماز نہ پڑھنا اور نماز کا حکم دینے والے پر طنز کرنا کیسا ہے؟ ایک کہانی کے بارے میں سوال- پرہیز گاروں کے ہوتے ہوئے فاسقوں کو مسجد کا ممبر بنانا کیسا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام ان مسائل میں

مدینہ مسجد کے متعلق حساب و کتاب کے سلسلے میں انتظامیہ کمیٹی نے ایک میٹنگ بیٹھائی جس میں کئی باتوں پر غور وفکر کر کے نظام کو درست کیا گیا، گفتگو کے درمیان زید نے جو ایک باشرع اور صوم وصلاۃ کا پابند ہے عوام الناس کو ہدایت کرتے ہوئے یہ بتایا کہ مسجد کے جملہ نظام کو درست کرنے اور درست رکھنے کے لیے آپ لوگوں کو چاہیے کہ مسجد میں آتے رہیں اور نماز کی پابندی کرتے رہیں چونکہ مسجد کے انتظامیہ اور ممبران وہی بہتر ہوتے ہیں جو پابند شرع ہیں اور صوم وصلاۃ کے پابند ہوا کرتے ہیں مگر زید کی ان ہدایتوں پر بکر نے طنزیہ انداز میں ایک واقعہ بیان کیا اور لوگوں کی طرف اشارہ کرنے کی کوشش کیا کہ یہ ضروری نہیں ہے کہ ہم جب نماز پڑھیں گے جب ہی جنت میں جائیں گے بلکہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ نمازی اور عبادت گزار دوزخ میں چلا جاتا ہے۔

واقعہ کی تشریح اس طرح ہے کہ بکر کی زبان میں ''ایک آدمی نہایت ہی متقی پرہیز گار صوم وصلاۃ کا پابند لوگوں کی نظروں میں نیک مگر اس کو اپنی نماز روزہ اور جملہ عبادت پر فخر تھا جب اس کی موت ہوئی تو اس آدمی نے کچھ لوگوں کو جنت میں جاتے ہوئے دیکھا دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ میں بھی جنت میں جاؤں جنت کی تمنا میں آگے بڑھنے لگا جیسے ہی دروازۂ جنت پر پہنچا تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے جنت میں داخل ہونے سے روک دیا اور یہ ارشاد فرمایا کہ جاؤ پانی پی کر آؤ جیسے ہی وہ شخص پانی کے پاس جاتا ہے پانی بھاگنے لگتا ہے اس نے پانی کا ہزار پیچھا کیا مگر پانی اس کو ہاتھ نہ لگا آخر ایک آدمی نے کہا کہ میں تجھ کو پانی دوں گا مگر ایک شرط ہے وہ یہ ہے کہ اپنی ساری عبادت مجھے دے دو اور پانی لے لو اس شرط پر وہ راضی ہو گیا اور اپنی ساری عبادت اس کو دے دیا اور یہ بالکل خالی رہ گیا اس طرح وہ متقی جنت میں جانے سے ہمیشہ کے لیے محروم رہ گیا۔

اس سے مراد بکر کی یہ تھی کہ آپ اپنی نماز ادا کرتے رہیں ہم لوگوں کو ہدایت اور نصیحت کی ضرورت نہیں ہے کہیں مذکورہ واقعہ کی طرح آپ کی بھی ساری عبادت لغو اور بیکار نہ ہو جائے۔ از روئے شرع وضاحت فرمائیں کہ (الف) بکر کا طنز کسنا کیسا ہے؟

(ب) مذکورہ واقعہ کہاں تک درست ہے اور کس کتاب سے ثابت ہے؟

(ج) جو لوگ نماز کے پابند نہیں ہیں بیس بیس دنوں تک مسجد کے نزدیک ہوتے ہوئے بھی مسجد میں نہ آتے ہوں حتی کہ مسجد اور امام ومؤذن کی خبر گیری تک کو نہیں آتے کیا ایسے لوگوں کو مسجد کے ممبر، صدر وسکریٹری بنانا اور جملہ نظام کو حوالے کر دینا درست ہے؟

(د) جب کہ ایسے لوگ بھی یہاں موجود ہیں جو پانچوں وقت پابندی کے ساتھ مسجد میں باجماعت نماز ادا کرتے ہیں اور شریعت کے پابند بھی ہیں، خدا اور رسول کے احکام کو جاننے والے ذی شعور بھی ہیں کیا ایسے لوگوں کے ہوتے ہوئے مذکورہ حضرات ممبر بننے کے اہل ہیں؟

المستفتی: محمد ریاض الدین رضوی، مکان نمبر ۱۸۲۱ گلی نمبر ۹ سوروپ نگر، دہلی ۴۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الجواب (الف) نماز ہر مسلمان عاقل بالغ پر فرض ہے اس کا ترک بہت سخت گناہ ہے حتی کہ ایک حدیث شریف میں وارد ہوا من ترك الصلوٰة متعمدًا فقد كفر. جس نے قصداً نماز چھوڑ دی اس نے کفر کا کام کیا لہٰذا بکر نماز نہ پڑھنے اور نماز کا حکم دینے والے پر بے باکانہ طنز کرنے کے سبب گنہگار مستحق عذاب نار ہوا اس پر فرض ہے کہ توبہ کرے اور آئندہ اس قسم کی حرکت سے باز رہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(ب) مذکورہ کہانی کسی کتاب میں نظر سے نہ گزری اگر اس کی بالفرض کچھ اصل ہے تو اس کا تعلق اس شخص سے ہے جو اپنی عبادت پر فخر وغرور کرتا ہو، مگر یہاں زید نے اچھی بات کہی اس کا فخر وغرور سے کوئی تعلق نہیں اس پر یہ کہانی چسپاں کرنا اور طنز کرنا قطعی غلط ہے پھر بکر کو کسی نے یہ تو نہ کہا کہ نماز پڑھے اور اس پر غرور کرے، نماز کی ہدایت کی گئی جو بلاشبہ فرض ہے بکر اس کی پابندی کرے اور متکبر ومغرور نہ بنے نہ یہ کہ فرض بھی چھوڑے اور اسے ادا کرنے والوں کی دل آزاری بھی کرے۔ بکر پر لازم ہے کہ فوراً اس طرح کے طنز سے توبہ کرے اور زید سے معافی مانگے اور پابند فرائض ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(ج۔د) مذکورہ لوگوں کو مسجد، مدرسہ یا کسی بھی دینی تنظیم کا صدر وسکریٹری ورکن بنانا ناجائز وگناہ ہے اس لیے کہ صدر وسکریٹری وغیرہ بنانے میں ان کی تعظیم ہے اور فاسق کی تعظیم شرعاً حرام ہے۔ ردالمحتار میں ہے "الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه بأن فى تقديمه للامامة تعظيمه وقد وجب عليهم

اھانتہ شرعاً ۱ھ (ص ۵۶۰ ج ۱، باب الامامۃ) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

کتبہٗ: فیض محمد قادری مصباحی
۲۱/ ربیع الغوث ۱۴۲۷ھ

آسیب زدہ کی بات کا اعتبار ہے یا نہیں؟ جس پر تہمت لگائی گئی کیا اسے برأت کے لئے قسم کھانا ضروری ہے؟ کیا آسیب مزار پر جھوٹ نہیں بولتا؟ آسیب کے کہنے پر کسی سے قطع تعلق کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

زید کی بیوی ہندہ جس پر بظاہر آسیب کا اثر ہے۔ جب ہندہ کے گھر والے ہندہ کو ایک بزرگ کی مزار پر لے گئے تو بظاہر آسیب کی حاضری ہوئی تو ہندہ نے دو ایسے لوگوں پر جو دور کے رشتہ میں ہیں الزام لگایا کہ انہیں لوگوں کی دعا تعویذ سے ہم پریشان ہیں۔ اور پھر دوسرے دن اپنے خسر کے بھائی پر الزام لگانا شروع کیا کہ انہیں کے دعا تعویذ سے ہم پریشان ہیں اور ہماری جان لینے کے لیے تعویذ کرایا ہے۔ جب یہ بات خسر کے بھائی کو معلوم ہوئی تو انہوں نے کہا کہ ہم نے کوئی ایسا کام نہیں کیا ہے نہ کروں گا۔ رہی بات یقین کی تو میں قرآن پاک لے کر مسجد میں قسم کھا سکتا ہوں کہ میں نے ایسا کوئی کام نہیں کیا ہے۔ مذکورہ لوگ سنی صحیح العقیدہ ہیں۔

سوال نمبر ۱: کیا آسیب کی حالت میں ہندہ کی بات قابل قبول ہوگی!

سوال نمبر ۲: کیا جس پر الزام لگایا گیا ہے اس کو قسم کھانا ضروری ہے؟ یا کھا سکتا ہے؟

سوال نمبر ۳: کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ بزرگ کی مزار پر آسیب جھوٹ نہیں بول سکتا؟

سوال نمبر ۴: جو لوگ ہندہ کے اس بیان کو سن کر مذکورہ تہمت زدہ سے قطع تعلق کریں ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

المستفتی: ڈاکٹر انوار احمد مصباحی۔ اعظمی نگر گیٹ نمبر ۶ مالونی ملاڈ ویسٹ ممبئی نمبر ۹۵۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب آسیب زدہ کی بات کا عند الشرع کوئی اعتبار نہیں۔ کیوں کہ آسیب یہ اکثر جھوٹ بولتے ہیں۔ اور ان کی باتوں پر اعتبار کر کے کسی مسلمان پر تہمت لگانا یا بدگمانی کرنا حرام ہے۔

لہٰذا آسیب کی حالت میں ہندہ کی بات لائق اعتبار نہیں۔ اور اس کی بات پر کسی سے حلفیہ بیان لینا

بھی درست نہیں ہاں اگر وہ اپنی برات کے لیے قسم کھانا چاہتا ہے تو اسے اجازت ہے۔ اور لوگوں کا یہ قول کہ بزرگ کے مزار پر آسیب جھوٹ نہیں بولتا اس کا کہیں سے ثبوت نہیں ہے۔

لہٰذا محض ہندہ کی بات پر مذکورہ تہمت زدہ سے قطع تعلق کرنا جائز و درست نہیں کیونکہ بعض اوقات میں آسیب خود ان کی زبان سے بولتا ہے۔

فتاویٰ رضویہ میں ہے۔ ''جن اور شیاطین بعض وقت آدمی پر دخل کرتے ہیں کبھی بے ہوش کر دیتے ہیں اور کبھی اس کی زبان سے بولتے ہیں اور طرح طرح کے حرکات کرتے ہیں'' اھ (ج ۱۱ ص ۱۹)

فتاویٰ امجدیہ میں ہے: ''یہ ضروری نہیں کہ اس آسیب نے جس کا نام بتایا ہو اسے خواہ مخواہ متہم کیا جائے اور اسی کا بھیجا ہوا سمجھا جائے کہ اولاً تو اس میں شبہ ہے کہ یہاں آسیب ہے، ہو سکتا ہے کہ بناوٹ ہو اور اگر آسیب ہو بھی تو یہ یقینی بات ہے کہ آسیب بکثرت جھوٹ بولتے ہیں لہٰذا صرف اس کے کہنے سے ہرگز یہ تسلیم نہیں کیا جا سکتا ہے کہ یہ سچی ہے اور اسی کا بھیجا ہے خصوصاً کسی مسلمان عورت پر ایسی تہمت لگانا اور خصوصاً ایسے وقت جب کہ باعتبار دین و دیانت بہتر حالت رکھتی ہو محض آسیب زدہ کے کہنے سے اس پر تہمت رکھنا حرام ہے'' اھ (ج ۴ ص ۲۲۹) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — **کتبہ:** محمد زبیر احمد مصباحی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۵ ربیع الآخرہ ۱۴۳۰ھ

محض خواب کی بنیاد پر کسی پر تہمت لگانا اسے گالی دینا قسم کھلانا کیسا ہے؟ اختلافات پیدا کرنے والی تعویذ بنانا کیسا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

زید کی پڑوسن ہندہ کو آسیب وغیرہ کی شکایت تھی اس نے بکر سے تعویذ بنوائی بکر نے تعویذ بنا کر دیا اور کہہ دیا کہ خواب میں جو نظر آئے گا وہی قصوروار ہے چنانچہ تیسری رات اس نے اپنے پڑوسی زید کا خواب دیکھا اور اس خواب پر بھروسہ کر کے اب روزانہ زید کو گالی دے رہی ہے پنچایت بھی ہوئی مگر وہ خواب کی بنیاد پر زید سے مسجد میں قسم کھلانے پر مصر ہے۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ خواب کی بنیاد پر کسی مسلمان بھائی پر شک کرنا کیسا ہے اور اسے گالی دینا کیسا ہے اور محض خواب کی بنیاد پر اپنے مسلم بھائی کو مسجد میں قسم کھلانا کیسا ہے؟ اور جو مولوی ایسا تعویذ بنائے جو دو مسلمان بھائی کے درمیان اختلاف کا باعث ہو اس کے لئے کیا حکم شرع عائد ہوگا؟ بینوا توجروا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب زید کی پڑوسن ہندہ کا محض خواب کی بنیاد پر بغیر شہادت شرعی زید کو قصور وار سمجھنا یا جھوٹی تہمت لگانا جائز نہیں کہ خواب کی بنیاد پر احکام شریعت نافذ نہیں ہوتے "فتاویٰ امجدیہ" میں ہے کہ خواب صد گونہ احتمالات کا محتمل ہوتا ہے خواب پر مذاہب کا دارومدار نہیں کہ بسا اوقات نفی کا اثبات اثبات کی نفی مقصود ہو جایا کرتی ہے تھوڑی سی نیند اگر محسوس ہوئی تو اس وقت بارہا الٹی بات سمجھ میں آجایا کرتی ہے تو جب اس کا پورا تسلط ہو تو کیونکر متیقن کہ پوری بات سمجھ میں آئے۔(ج ۴ ص ۳۴۹)

رہا گالی دینا تو یہ کسی صورت میں جائز نہیں حدیث شریف میں ہے "سباب المسلم فسوق" (الترغیب والترهیب ج ۳ ص ۳۱۱) اور زید پر محض خواب کی بنیاد پر تہمت لگا کر اسے تکلیف دینے کی وجہ سے گنہگار ہے۔

حدیث پاک میں ہے "من اذی مسلما فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی الله" (کنز العمال ج ۱۶ ص ۱۰) اور جب خواب ہی مقبول نہیں تو زید کو قسم کھلانا بھی جائز نہیں لہٰذا ہندہ کو چاہیے کہ اپنے دل سے بدگمانی نکال دے اور اپنے مسلمان بھائی سے متعلق حسن ظن رکھے توبہ کرے اور جسے تکلیف دی ہے اس سے معافی مانگے۔

اور جس مولوی نے اس طرح تعویذ بنایا کہ جس سے دو مسلمان بھائی میں اختلاف پیدا ہوا وہ بھی گنہگار ہے توبہ واستغفار کرے اور آئندہ ایسے برے افعال کے ارتکاب سے اجتناب کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — **کتبہٗ:** فیاض احمد برکاتی مصباحی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۳؍رجب المرجب ۱۴۲۹ھ

کیا محض لواطت کا الزام لگانے سے کوئی مجرم ہوگا؟

مسئلہ زید و بکر دونوں دینی درسگاہ کے مدرس و مسجد کے امام ہیں۔ خالد ان دونوں کا شاگرد ہے اس نے زید و بکر دونوں پر لواطت کا الزام لگایا تو ادارہ کمیٹی نے تینوں کو بلا کر تفتیش کی تو خالد نے اپنے بیان بار بار بدلے تو کمیٹی والوں نے کہا کہ اب اگر کسی پر الزام عائد کیا تو مدرسہ سے خارج کر دیا جائے گا۔ کچھ دنوں بعد خالد نے عمرو پر بھی لواطت کا الزام لگایا جس پر کمیٹی والوں نے اسے ادارہ سے خارج کر دیا۔ تو اس نے پولیس کے پاس رپورٹ درج کرائی جس پر زید و بکر و خالد کا ڈاکٹری معاینہ ہوا۔ ڈاکٹر نے رپورٹ دی کہ خالد کے ساتھ کچھ بھی نہیں ہوا ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا صرف خالد کے الزام لگانے سے زید و بکر قصوروار

ٹھہریں گے؟ اگر نہیں تو کیا یہ دونوں امامت کا کام انجام دے سکتے ہیں؟ بینوا توجروا۔

المستفتی: محبوب مقادم، تکیہ، دیوان شاہ مومن پورہ، ناگپور، مہاراشٹر۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الجواب صرف خالد کے الزام لگانے سے زید و بکر و عمر ولواطت کے مرتکب اور قصوروار نہیں ٹھہرائے جاسکتے۔ بلکہ اس کے لیے شہادت شرعیہ ضروری ہے۔ اگر یہاں شہادت شرعیہ نہ ہو تو حکم ہوگا کہ وہ تینوں خالد کے الزام سے بری ہیں۔ ہاں اگر خالد ابھی امرد ہو اور درج بالا لوگ تنہائی کے وقت میں تنہائی کے مکان میں اسے اپنے ساتھ رکھتے ہوں تو اس کی وجہ سے وہ متہم ہوں گے اس صورت میں ان پر واجب ہے کہ خالد کے ساتھ خلوت و یکجائی سے باز آئیں، توبہ کریں اور اس پر قائم رہیں۔ اگر ایسا کرلیں اور ساتھ ہی دیگر شرائط امامت کے جامع بھی ہوں تو ان کی اقتداء میں نماز پڑھ سکتے ہیں۔

ردالمحتار ج ۶ ص ۳۶۵ پر ہے: قال فی الھندیۃ والغلام اذا بلغ مبلغ الرجال فان کان صبیحا فحکمه حکم النساء وھو عورۃ من قرنه الی قدمه لا یحل النظر الیه عن شھوۃ واما الخلوۃ والنظر الیه لا عن شھوۃ فلا بأس به۔ اھ ملخصاً اور اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان امرد کے ساتھ خلوت میں اٹھنے بیٹھنے والے کی امامت سے متعلق تحریر فرماتے ہیں "ایسا شخص کہ متہم ہے امام بنانا نہ چاہیے" لان التھمۃ توجب تقلیل الجماعۃ وھو عکس مقصود الشریعۃ ولان الخلوۃ القبیحۃ بالامرد اخبث من الخلوۃ بالاجنبیۃ فیلزۃ المسجد عنه۔ اھ ملخصاً (فتاویٰ رضویہ ج ۳ ص ۱۹۸)

واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — **کتبہٗ:** عبدالمقتدر نظامی مصباحی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۱۲ ربیع النور ۱۴۲۳ھ

زید ایک سنی امام پر طرح طرح الزام لگاتا ہے گالی دیتا ہے ساتھ ہی اس کی اقتدا بھی کرتا ہے تو زید اور اس کے مددگاروں کا کیا حکم ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت اس مسئلہ میں:

زید ایک سنی صحیح العقیدہ امام پر الزام لگاتا ہے، گالی دیتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ امام جھوٹا، ظالم، اللہ ورسول کا منکر، ضدی، گھمنڈی، یہودیوں کا بھیجا ہوا ہے اور حرام خور ہے اور اسی امام کی اقتداء بھی کرتا ہے، حدیث رسول کی بے ادبی کرتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ امام واجب الاخراج ہے، اگر اسے نہیں نکالا تو ٹرسٹی اور امام کو رسوا

کریں گے اور کچھ دوسرے لوگ بھی اس کے حامی ہیں۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایسے شخص اور اس کے مددگاروں کے بارے میں حکم شرعی کیا ہے؟ بینوا توجروا المستفتی: مصلیان بلال، وڈالا ممبئی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب: بلا وجہ شرعی کسی مسلمان کی تحقیر اور ان کو ذلیل ورسوا کرنا حرام ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں "بحسب امری من الشر ان یحقر اخاہ المسلم کل المسلم علی المسلم حرام دمه وعرضه وماله۔" آدمی کے برا ہونے کے لئے یہ بہت ہے کہ اپنے بھائی مسلمان کی تحقیر کرے مسلمان کی ہر چیز مسلمان پر حرام ہے خون، آبرو، مال (صحیح مسلم ج ۲، ص ۳۱۷)

تو اسی طرح کسی مسلمان کو بھی بے اذن شرع گالی دینا حرام ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں "سباب المسلم فسوق" مسلمان کو گالی دینا گناہ کبیرہ ہے دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں "سباب المسلم کالمشرف علی الهلكة" مسلمان کو گالی دینے والا اس کی مانند ہے جو عنقریب ہلاکت میں پڑا چاہتا ہے۔ (الترغیب والترہیب، ج ۳، ص ۳۱۱) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں "من اذی مسلما فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی الله" جس نے کسی مسلمان کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ کو ایذا دی۔ (کنز العمال ج ۶، ص ۱۰)

تو جب عام مسلمان کو ذلیل ورسوا کرنے اور گالی دینے کے بارے میں یہ حکم ہے تو عالم دین کی شان تو ارفع واعلیٰ ہے اور چونکہ مذہبی پیشوا ہے تو اس کو گالی دینا اور ذلیل ورسوا کرنا اور زیادہ اشد ہوگا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں "لا یستخف بحقهم الا منافق" علماء کرام کے حق کو ہلکا نہ سمجھے گا مگر منافق۔ دوسری حدیث میں ارشاد فرماتے ہیں "لا یستخف بحقهم الا منافق بین النفاق" ان کے حق کو ہلکا نہ سمجھے گا مگر کھلا ہوا منافق (کنز العمال ج ۱۶، ص ۳۲) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں "لیس من امتی من لم یعرف لعالمنا حقه۔" جو ہمارے عالم کا حق نہ پہچانے وہ میری امت سے نہیں۔ (الترغیب والترہیب ج ۱، ص ۶۴)

ائمہ فرماتے ہیں عالم دین کی اہانت کفر ہے تو اگر عالم کو اس لئے برا کہتا ہے کہ وہ عالم ہے جب تو صریح کفر ہے۔ اور اگر یہ جانتا ہے کہ علم کی وجہ سے ان کی تعظیم فرض ہے مگر کسی دنیوی خصومت کے باعث برا کہتا ہے گالی دیتا اور تحقیر کرتا ہے تو فاسق وفاجر ہے اور بے وجہ رنج رکھتا ہے تو اس کے کفر کا اندیشہ ہے۔

مجمع الانہر میں ہے:

"والاستخفاف بالاشراف والعلماء کفر ومن قال للعالم عویلم قاصدا به

الاستخفاف کفر ومن ابغض عالما من غیر سبب ظاھر خیف علیہ الکفر۔" (ج۱،ص۵۹۶)
لہٰذا امام کی شان میں ایسا تحریر کرنے والا شخص سخت فاسق وفاجر حق العبد میں گرفتار ہے وہ بلا تاخیر امام صاحب اور کمیٹی کے افراد سے معافی مانگے اور پھر اللہ رب العزت کی بارگاہ میں توبہ واستغفار کرے اور ایسا نہ کرے تو تمام مسلمان اس کا سماجی بائیکاٹ کردیں اور جو حضرات ایسے کی مدد کرتے ہیں اور ان کا ساتھ دیتے ہیں وہ بھی انہیں میں سے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں "من مشی مع ظالم لیعینہ وھو یعلم انہ ظالم فقد خلع من عنقہ ربقۃ الاسلام۔" جو دانستہ ظالم کی مدد کو چلے تو اس نے اپنی گردن سے اسلام کی رسی کو نکال دی۔ (فتاویٰ رضویہ ج۹،ص۷۰۳ نصف اخیر)
رہا یہ کہ شخص مذکور ایک عرصہ تک امام کی اقتدا میں نماز ادا کرتا رہا تو اس کی نماز ہوگئی اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔ اور حدیث شریف سننے کے بعد امام صاحب سے اس کا یہ کہنا کہ میں جو کہتا ہوں ویسا کرو اس کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے ایسا کہنے سے پرہیز کرنا چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی | **کتبہٗ: محمد راشد انور مصباحی**
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی | ۱۱ر رجب المرجب ۱۴۲۹ھ

دینی ادارہ کے جلسہ یا بزرگوں کے عرس میں شرکت سے علما وعوام کو منع کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت اس مسئلہ میں:
اگر اہل سنت کے کسی ادارہ میں جہاں درجہ فضیلت (ثامنہ) تک باضابطہ پڑھائی ہوتی ہو، جس کے ماتحت ۳۸ تعلیمی شاخیں بشکل مکاتب نونہالان اسلام کو زیور علم وعمل سے آراستہ کرنے اور دین وسنت کی خدمات اور مسلک اعلیٰ حضرت کے فروغ میں کوشاں ہوں۔ ایسے ادارہ کے سالانہ جلسہ دستار فضیلت یا دارالعلوم کے قریب واقع درگاہ میں آرام فرما بزرگوں کے اعراس میں باہر سے آنے والے اکابر علماء کو ان کے آنے سے پہلے بذریعہ فون جلسہ میں شرکت سے اگر کوئی پیر صاحب منع کرتے ہوں یا اپنے مریدین سے منع کرواتے ہوں، تاکہ ان کا جلسہ کامیاب نہ ہوسکے، وہ بھی ان علماء کو غلط خبر دے کر یا اپنے یہاں کے جلسوں میں وہ پیر صاحب باہری مقررین وعلماء کو مدعو کرکے ان کے سامنے اس ادارہ اور ادارہ کے بانی وذمہ داران کے بارے میں اگر غلط رپورٹ دیتے ہوں۔ (اگرچہ وہ اپنے مقاصد میں کامیاب نہ ہوتے ہوں) تو یہ طریق کار ازروئے شریعت کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔ المستفتی: محبان جہانیہ کمیٹی وقادری کمیٹی باڑمیر (راجستھان)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اگر پیر صاحب ادارۂ مذکورہ کے سالانہ دینی جلسہ کے موقع پر یا اس کے علاوہ اعراس و دیگر دینی امور کی شرکت سے عوام کو بلا وجہ شرعی روکتے ہیں اور ادارہ کی مخالفت کرتے ہیں یا علمائے کرام کو جلسہ میں حاضری سے روکتے ہیں تو یہ طریقہ غلط اور قرآن و حدیث کی تعلیمات کے خلاف ہے، پیر صاحب آئندہ ایسا کرنے سے اجتناب کریں۔ قرآن عظیم میں ہے:

وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ۔ (المائدۃ:۲)

اور نیکی اور پرہیزگاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ و زیادتی پر باہم مدد نہ کرو۔ (کنز الایمان)

ان سوالات میں پیر کے تعلق سے جو باتیں درج ہیں وہ اگر واقعی ہیں تو پیر گنہگار، فاسق ہے اور اس پر واجب ہے کہ ان امور سے تائب ہو کر باز آئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

کتبہٗ: محمد آصف ملک علیمی

۵ ربیع الآخر ۱۴۳۱ھ

■❖■

بَابُ الظُّلمِ

ظلم کا بیان

بیوی کو مارنا پیٹنا اور نہ اسے اپنے پاس رکھنا نہ طلاق دینا کیسا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں مفتیان ملت اس مسئلہ میں

ایک لڑکی کی شادی ہوئے گیارہ سال بیت گئے مگر شوہر کے پاس وہ صرف تین سال رہی اور اس عرصہ میں ایک لڑکا بھی پیدا ہوا تھا مگر شوہر نے لڑکی کو بہت ستانا مارنا پیٹنا شروع کر دیا اور شراب پینا جوا کھیلنا شروع کر دیا تھا جس سے تنگ آکر لڑکی اپنے بھائی کے پاس آگئی اور اس کے ماں باپ بھی مر چکے ہیں صرف بھائی ہے اب بھائی کے پاس آئے ہوئے آٹھ سال ہو گئے شوہر نہ تو طلاق دیتا ہے اور اگر لڑکی خلع مانگتی ہے تو خلع بھی نہیں دیتا ہے بلکہ ایسی حالت میں لڑتا بولتا رہتا ہے اور جان سے مارنے کی دھمکی بھی دیتا ہے ایسی حالت میں وہ لڑکی کیا کرے کیا وہ دوسرا نکاح کر سکتی ہے یا وہ کیا کرے؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں صحیح رہنمائی فرمائیں تو بہت نوازش ہوگی۔ **المستفتی:** الحاج تاج محمد رحمت نگر آدر برج سینٹرم، ضلع گلبرگہ، کرناٹک

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب سوال میں درج باتیں صحیح ہیں تو طرفین کے پنچوں کے ذریعہ دونوں میں مصالحت اور شوہر کی اصلاح کی کوشش ہونی چاہیے اگر شوہر اصلاح پذیر نہ ہو تو حکم ہوگا کہ لڑکی صبر کرے اور اگر صبر پر آمادہ نہ ہو تو وہ کسی طرح شوہر سے طلاق حاصل کرے یا خلع کرائے اس کے بعد عدت گزار کر دوسرا نکاح کر سکتی ہے بغیر اس کے دوسرا نکاح باطل محض ہوگا۔ اور شوہر پر فرض ہے کہ یا تو صحیح طریقے پر اسے رکھے یا طلاق دے دے اگر وہ خود ایسا نہ کرے تو تمام مسلمان اس کا سماجی بائیکاٹ کر دیں اور اسے اس بات پر مجبور کر دیں کہ دونوں میں سے ایک کو اختیار کرے اگر مسلمان ایسا نہ کریں گے تو وہ بھی گنہگار رہوں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: فیض محمد قادری، مصباحی
۸ / محرم الحرام ۱۴۲۷ھ

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

کسی سنی پیر پر مسلک اعلیٰ حضرت کے مخالف ہونے کا الزام لگانا کیسا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید ایک سنی صحیح العقیدہ بزرگ ہستی ہے۔ کئی پشتوں سے بزرگی کا سلسلہ چلتا آرہا ہے ایک بستی میں کافی جہالت تھی وہاں کے باشندے شراب نوشی میں غرق رہا کرتے تھے وہاں کے ایک بھی آدمی تعلیم یافتہ نہیں تھے۔ زید کی اوران کے اہل خاندان کی کاوشوں کا نتیجہ ہے کہ آج بے شمار علمائے دین اور حفاظ کرام اس سرزمین پر دیکھنے کو ملتے ہیں ساتھ ہی شراب نوشی جیسی عادتیں راہ فرار اختیار کر چکی ہیں علم دین سے وہاں کے باشندے آراستہ و پیراستہ نظر آرہے ہیں۔ زید جو ایک بزرگ ہستی ہیں ساتھ ہی اس دور جدید میں بے مثال ہستی ہیں۔ ان کے خلاف عمرو یہ تہمت لگاتا ہے کہ زید حیدریہ سلسلہ سے تعلق رکھتے ہیں اور مسلک اعلیٰ حضرت سے بغض رکھتے ہیں اور برا بھلا کہتے ہیں ساتھ میں عمرو یہ بھی تہمت لگاتا ہے کہ ان کی مجلس میں مسلک اعلیٰ حضرت کا نعرہ نہیں لگایا جاتا ہے۔ تحقیقات سے مختلف لوگوں کے ذریعہ پتہ چلا ہے کہ یہ سراسر جھوٹ ہے یہ عمرو کی غلط فہمی یا ذاتی حسد ہے جس کی وجہ سے عمرو خلیفہ آستانہ حیدریہ پر کیچڑ اچھال رہا ہے۔ غور طلب بات یہ ہے کہ زید کی مجلس میں مسلک اعلیٰ حضرت کا نعرہ لگاتے ہوئے بھی سنا گیا ہے۔ جواب طلب یہ ہے کہ جس سرزمین پر بے شمار شراب نوشی کے اڈے تھے وہاں کے لوگوں کا یہی پیشہ تھا اور ہمیشہ شرابور رہنا جہاں کے باشندوں کا شیوہ تھا آج وہی سرزمین اسلامی تہذیب میں تبدیل نظر آرہی ہے۔ بے شمار علمائے دین کا جھرمٹ اور حفاظ کرام اس سرزمین سے نمودار ہو کر مختلف جگہوں پر خدمت دین کا کام انجام دے رہے ہیں۔ یہ سب اسی زید اور ان کے آباء و اجداد کی محنت و مشقت کا ثمرہ ہے یہ سب کچھ جانتے ہوئے عمرو کے ذریعہ اس طرح کی تہمت لگانا یہ اس کا کیسا عمل ہے اور اس کے لیے شریعت کا کیا حکم ہے؟ شریعت کی روشنی میں مدلل جواب تحریر فرمانے کی زحمت کریں۔ نوازش ہوگی، بینوا توجروا۔

المستفتی: محمد نذیر عالم کیراف محمد شکیل، بیڑی دوکان، مقام و پوسٹ، کرجا، وایا، گدھا، ضلع مظفر پور (بہار)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب مجھے سلسلۂ حیدریہ کے بارے میں نہیں معلوم، لیکن زید اگر واقعی سنی صحیح العقیدہ بزرگ ہے اور مجدد اعظم اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان، نیز مسلک اہل سنت سے جسے اس زمانے میں مسلک اعلیٰ حضرت بھی کہا جاتا ہے، بغض نہیں رکھتا تو اس پر بغض رکھنے کا الزام حرام و گناہ ہے کہ کسی بھی مسلمان کی طرف

گناہ کی نسبت بلا تحقیق جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

کتبہٗ: محمد صدیق عالم قادری
۲۵ رمحرم الحرام ۱۴۲۷ھ

متولی کا مدرسہ اپنے نام بیع نامہ کرانا پھر مدرسہ کے اراکین کے خلاف مقدمہ کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

سنی مدرسے کا ایسا سنی متولی جسے اہل سماج نے معظم جانتے ہوئے مدرسہ کا متولی کئی سال پہلے بنایا ہو تو وہ متولی اس مدرسہ کا بیعنامہ بذات خود یا جاہل سماج کی رائے سے اپنے نام کرا سکتا ہے یا نہیں؟

وہ شخص جس نے جاہل عوام سے یہ کہہ کر جملہ عوام کو اپنی جانب موڑ لیا ہو کہ اگر اس مدرسے کا بیعنامہ کسی کے نام نہیں کرالیا گیا تو مخالف جماعت اس مدرسہ پر قابض ہو جائے گی اور پھر اس طرح عوام کو دہشت میں ڈالتے ہوئے اپنے نام بیعنامہ کرا ہی لیا۔ جب عوام پر ان کی بدنیتی ظاہر ہوئی تو مشترکہ طور پر سب نے متولی صاحب کو مدرسہ سے نکال دیا اور ارکان کے خلاف متولی صاحب نے مقدمہ قائم کر دیا جو تا ہنوز تقریباً کم وبیش بیس سال سے چل ہی رہا ہے آج اس سلسلہ میں صلح کرنے کے طور پر متولی صاحب سے چند باوقار لوگوں نے گفتگو کی تو انہوں نے کہا کہ جب تک مقدمہ کے اخراجات مجھے مل نہیں جائیں گے تب تک صلح نہیں کروں گا تو کیا ان کا ایسا کرنا درست ہے اس مسئلہ کا شرعی حل کس طرح سے کیا جائے تاکہ فتنہ ختم ہو جائے ساتھ ہی ساتھ کیا مدرسے کی کچھ زمین دے کر یا مقدمہ کا خرچہ دے کر اس کی اینٹ دے کر صلح کر لینا درست ہے یا نہیں اگر متولی صاحب شریعت کے خلاف کر رہے ہیں تو ان سے سلام وکلام، رشتہ ناطہ ان کی امامت ان سے میلاد پڑھوانا، درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔ **المستفتی:** قاری محمد اسلم، الجامعۃ الغوثیہ عربی کالج اترولہ بلرام پور یوپی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب مدرسہ اپنے نام بیعنامہ کروالینا نیز ارکان مدرسہ کے خلاف ناحق مقدمہ قائم کرنا، اور جب صلح کی بات آئی تو مقدمہ کے اخراجات مانگنا حرام وگناہ ہے۔ اور ایسا شخص فاسق، وفاجر، ظالم وجابر، مستحق عذاب نار وغضب جبار ہے۔ اس پر لازم ہے کہ علانیہ توبہ واستغفار کرے اور بیعنامہ سے اپنا نام خارج کروا کر مدرسہ کا نام درج کرائے، یا مدرسہ کی زمین کو وقف کر کے رجسٹرڈ وقف نامہ دے دے، نیز مقدمہ اٹھالے مقدمہ کا خرچ لینا جائز نہیں۔

اگر وہ ایسا نہ کرے تو مسلمانوں پر واجب ہے کہ اس کا سماجی بائیکاٹ کریں اس کے ساتھ سلام وکلام، کھانا پینا، اٹھنا، بیٹھنا، بند کردیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ "وَاِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ" اھ (پ ۷، س انعام آیت ۶۸)

جو اس میں پہلوتہی کرے گا اسے فاسقوں کی طرح عذاب نار ہوگا۔ ارشاد ربانی ہے "وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ" اھ (پ ۱۲ س ہود آیت ۱۱۳) ارشاد خداوندی ہے "كَانُوْا لَا یَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا یَفْعَلُوْنَ" اھ (پ ۶ س مائدہ آیت ۷۹)

اور نہ اس کو امام بنائیں نہ اس سے میلاد پڑھوائیں کیونکہ امام بنانے اور میلاد پڑھوانے میں اس کی تعظیم ہے اور فاسق کی تعظیم ناجائز اور غضب الٰہی کا سبب ہے۔ غنیہ شرح منیہ میں ہے "لو قدموا فاسقاً یأثمون لان فی تقدیمه تعظیمه وقد وجب علیهم اهانته شرعاً" اھ (ص ۵۱۳ باب الامامة)

واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی	کتبہ: محمد صدیق عالم قادری منظری
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی	۱۹ محرم الحرام ۱۴۲۷ھ

کسی کی زمین جبراً مسجد کے لئے لینا، بائیکاٹ ختم کرنے کے لئے روپے مانگنا اور اپنی زمین میں گھر بنانے سے روکنا کیسا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت مسئلہ ذیل میں کہ

زید کی زمین میں پہلے سے مسجد تعمیر ہے اور اس مسجد کے بغل میں زید کی اور بھی زمین ہے جسے گاؤں کے لوگوں نے کہا کہ مسجد کو اور زمین کی ضرورت ہے تو زید نے تقریباً ۱۲ رفٹ زمین دے دی لیکن گاؤں کے لوگوں نے اس سے زائد زمین پر مسجد کی باؤنڈری لگائی۔ اور زید نے اپنی اور زمین میں مکان بنوانا چاہا تو گاؤں کے لوگوں نے روک دیا اور گرام پردھان کے کہنے پر لوگوں نے ۱۰ رفٹ جبراً راستہ مانگا تو زید نے راستہ بھی دے دیا یہ سب ہونے کے باوجود بھی گاؤں والوں نے زید کا بائیکاٹ کر دیا اور مولوی صاحب جو گاؤں کے امام بھی ہیں انہوں نے زید سے کہا کہ پانچ سو روپیہ دے دو سب تمہارے یہاں کھائیں گے۔ لہٰذا ایسے لوگوں پر شریعت کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نصر اللہ، ٹیپورا، ضلع بستی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب سوال میں درج بیانات اگر واقع کے مطابق ہیں تو زید کے ساتھ کئی طرح کی زیادتیاں کی

گئیں ہیں (۱) اس کی زمین کے کچھ حصے پر ناجائز قبضے (۲) اس کا بائیکاٹ (۳) اس کا بائیکاٹ ختم کرنے کے لیے پانچ سو روپیہ کا مطالبہ (۴) اسے اپنی زمین پر مکان بنانے سے روکنا جب کہ مکان بنانا اضرار مسلمین کے لیے نہ ہو۔

لہٰذا گاؤں والوں کو زید کی وقف کی ہوئی زمین سے زیادہ پر قبضہ نہیں کرنا چاہیے کہ یہ غصب ہے جو بلا شبہ حرام وگناہ ہے۔ ہاں اگر بعد میں زید راضی ہو گیا تو ٹھیک ہے ورنہ لوگوں پر لازم ہے کہ زائد زمین واپس کر دیں کہ یہ اس کی ملک ہے۔ اور لوگوں کا زید کو اپنی زمین میں مکان بنانے سے روکنا نیز بلا وجہ شرعی اس کا سماجی بائیکاٹ کرنا ظلم و زیادتی ہے جو جائز نہیں۔ اس لیے لوگوں پر لازم ہے کہ زید سے معافی مانگیں اور اس کو راضی کر لیں ورنہ کل بروز قیامت خدائے قہار کے حضور جواب دینا پڑے گا۔ حدیث شریف میں ہے: **الظلم ظلمت یوم القیمۃ**۔ یعنی ظلم قیامت کے دن اندھیریاں ہو جائے گا (بخاری ج ۱، ص: ۱ ۳۳) اور امام کا پانچ سو روپیہ مانگنا یہ رشوت مانگنا ہے جو گناہ کبیرہ سے ہے اور کسی امام بلکہ کسی مسلمان کے لیے حلال نہیں کہ وہ رشوت لے، حدیث شریف میں ہے: " الراشی والمرتشی فی النار" یعنی رشوت دینے اور لینے والا دونوں جہنم میں ہیں۔ (۶/۱۱۳، کنز العمال) اور اگر امام نے وہ رقم بطور جرمانہ مانگی ہے تو بھی ناجائز ہے کہ جرمانہ لینا ناجائز وگناہ ہے۔ امام پر لازم ہے کہ آئندہ ایسی حرکات سے کلی احتراز کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — **کتبہٗ:** محمد حسین رضوی جام نگری

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۲۳ / جمادی الاخری ۱۴۲۸ھ

بلا وجہ بیوی کو تکلیف دینا کیسا ہے؟ بیوی شوہر کے ساتھ کسی طرح زندگی گزارے جو بے ڈر و خوف کے ہو؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت اس مسئلہ میں:

صبیحہ بانو کی سسرال ممبئی میں واقع ہے اور شادی ہوئے تقریباً پونے تین سال کا عرصہ گزر چکا ہے، جبکہ صبیحہ بانو کے ایک بچی تولد ہوئی جس کی عمر سوا سال ہے۔

محمد صادق اپنی منکوحہ کے ساتھ کم وبیش چھ سات ماہ تک بہتر اور ہنسی خوشی کے ماحول میں زندگی بسر کرتا رہا اور چھ ماہ بعد ہی محمد صادق کے ماں باپ نے صبیحہ کو پریشان کرنا شروع کر دیا، جس سے گھریلو تنازعات بڑھتے گئے، یہاں تک کہ محمد صادق بھی اپنے ماں باپ کے سامنے زد و کوب اور ایذا دینا اپنی شان سمجھنے لگا۔

صبیحہ بانو نے اپنے اوپر ہونے والے ظلم وتشدد کی خبر جبل پور اپنے مائیکہ میں ماں باپ کو دی، چنانچہ انھوں نے ان سے پریشان اور تکلیف دینے کی وجوہات معلوم کرنا چاہا تو انھیں ہی کھری کھوٹی سنائی گئی، تب

انھوں نے محمد صادق کے رشتہ داروں سے اس بات کی شکایت کی اور سمجھانے کے لئے پیش قدمی کی اور لوگوں نے سمجھانے کی کوشش بھی کی، مگر صبیحہ کے ساس سسر اور شوہر پر کوئی اثر نہیں ہوا، بلکہ معاملہ برعکس یہ ہوا کہ صبیحہ ہی کو گھر سے باہر کردیا گیا اور وہ ممبئی میں اپنے خالہ کے گھر آ گئی آٹھ روز گزر گیا، جب یہ خبر متعلقین کو معلوم ہوگئی تب محمد صادق اور اس کے ماں باپ کو ایسی بے جا حرکت سے باز رہنے کی ہدایت کی گئی تو کچھ غیرت جاگی اور صبیحہ بانو کو اپنے گھر لے آئے، لیکن چند دنوں بعد پھر وہی پرانی حرکت پر آمادہ ہوگئے۔ صبیحہ ان سے تنگ آکر پھر اپنے ماں باپ کو جبل پور اطلاع دی، چنانچہ انھوں نے بذریعہ ٹیلی فون و موبائل محمد صادق اور اس کے والدین و رشتہ داروں سے عرصہ دراز تک اصلاحی پہلو پر گفتگو کرتے ہوئے حسن اخلاق کا پیکر بن کر نرم دلی کا مظاہرہ کرتے رہے، لیکن نتیجہ پھر بھی اطمینان بخش نہ رہا۔

(۱) ایسے بدحال اور پراگندہ ماحول سے نکلنے کے لئے کچھ دنوں بعد صبیحہ بانو اپنے شوہر محمد صادق سے اجازت لے کر مجبوری اور پریشانی کی کیفیت کے عالم میں اپنے مائیکہ جبل پور آ گئی۔ اب تک تین ماہ سے زائد کا عرصہ گزرنے والا ہے اور سوا سالہ بچی گود میں ہے جو ان کے پیار و محبت کے لئے ترس رہی ہے۔ فریقین کے مابین حل کا راستہ عنایت فرمائیں۔

(۲) محمد صادق چاہتا ہے کہ اب صبیحہ بانو اس کے پاس آجائے مگر اس طرح کی صورت حال کے پیش نظر شریعت کے تحت کیا کرنا چاہئے؟

(۳) صبیحہ بانو کو ڈر اور خوف ہے کہ اسے لے جا کر پھر زدوکوب اور پریشان کیا جائے گا، لہٰذا اس کی شرط یہ ہے کہ ایک مکان کرایہ پر لے کر ساس و سسر سے علاحدہ اپنے شوہر کے ساتھ رہیں گے۔ ایسی صورت میں محمد صادق سے صبیحہ کا مطالبہ شرعی قانون کی نگاہ میں درست ہے؟

(۴) از روئے شرع صبیحہ بانو اپنے خاوند محمد صادق کے ساتھ ازدواجی زندگی کس طرح گزارے جو بغیر ڈر اور خوف کے ہو؟ صبیحہ اور اس کے والدین، صادق اور اس کے والدین پر حکم شرعی نافذ فرمائیں تاکہ میاں بیوی کے درمیان بہتر اور خوش گوار ماحول میں یہ انمول زندگی گزر جائے۔

آپ سے مؤدبانہ ملتمس ہوں کہ مفصل طور سے احکام شرع تحریر فرما کر ممنون کرم فرمائیں۔ جواب جلد کا منتظر اور زحمت کے لئے معذرت خواہ ہوں۔

المستفتی: محمد حنیف میمن دیالہ، ۲۸ صرافہ وارڈ کوتوالی روڈ، اگروال دھرم شالہ کے سامنے، جبل پور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللہ تعالیٰ نے بلاشبہ مردوں کو عورتوں پر فضیلت دی ہے:

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ۔ (سورۃ النساء، پ ۵، آیت ۳۴)

یعنی مرد افسر ہیں عورتوں پر اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں ایک کو دوسرے پر فضیلت دی اور اس لئے کہ مردوں نے ان پر اپنے مال خرچ کئے۔ (کنز الایمان)

حدیث پاک میں ہے: حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میں کسی کو کسی کے لئے سجدہ کا حکم کرتا تو عورت کو حکم کرتا کہ مرد کو سجدہ کرے۔ (کنز العمال، ج ۸، ص ۲۸۱، حدیث ۳)

مگر عورتوں کو بے وجہ شرعی ایذا دینا ہرگز جائز نہیں، بلکہ ان کے ساتھ نرمی اور خوش خلقی اور ان کی دل جوئی اور ان کی بدخوئی پر صبر اور جن باتوں میں شرع کی مخالفت نہ ہو ان کی مراعات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند ہے۔

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم خود ازواج مطہرات کی دل جوئی فرماتے۔ حدیث شریف میں ہے:

ان من اکمل المؤمنین ایمانا احسنهم خلقا والطفهم باهله۔

یعنی جو سب سے زیادہ خوش خلق ہو اپنے اہل کے ساتھ اچھے برتاؤ والا ہو وہ سب سے زیادہ ایمان میں کامل ہوگا۔" (ابوداؤد شریف، ج ۲، ص ۶۴۳)

اور فرماتے ہیں:

خیرکم خیرکم لاهله وانا خیرکم لاهلی۔

یعنی تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنے اہل کے ساتھ اچھے برتاؤ میں سب سے بہتر ہے اور میں تم سب میں اپنے اہل کے ساتھ بہتر ہوں۔ (ابن ماجہ، ص ۱۴۲)

اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ۔ (سورۃ النساء، پ ۴، آیت نمبر ۱۹)

یعنی بیویوں سے بھلائی کے ساتھ معاشرت کرو۔

اور امام غزالی احیاء العلوم میں لکھتے ہیں:

واعلم انه لیس من حسن الخلق معها کف الاذی عنها بل احتمال الاذی منها والحلم عند طیشها وغضبها اقتداء برسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم الخ۔

یعنی عورت کے ساتھ حسن خلق خود اسے ایذا نہ دینا نہیں ہے بلکہ اس کی طرف سے جو اذیتیں ہوں انہیں برداشت کرنا اور اس کے طیش وغضب کے وقت تحمل کرنا ہے۔" ایسا ہی فتاویٰ رضویہ ج ۵، ص ۱۷۵ میں ہے۔

مذکورہ آیات قرآنیہ واحادیث کریمہ واقوال ائمہ کے مطابق میاں بیوی زندگی گزر بسر کریں اور ہر

ایک دوسرے کے حقوق بجالائیں ورنہ گناہ میں گرفتار ہوں گے۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے ”زن وشوہر میں ہر ایک کے دوسرے پر حقوق کثیرہ واجب ہیں اور ان میں جو بجا نہ لائے گا اپنے گناہ میں گرفتار ہوگا۔ ایک اگر ادائے حق نہ کرے تو دوسرا اسے دستاویز بنا کر اس کے حق کو ساقط نہیں کرسکتا۔

(فتاویٰ رضویہ، ج۹، ص۶۰، نصف اول) واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۱ تا ۳) سائل نے یہ نہیں لکھا کہ صبیحہ بانو کو کیوں پریشان کیا جارہا ہے؟ بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ عورت میں ہی کچھ ایسی خامیاں ہوتی ہیں جن کی اصلاح از روئے شرع ضروری ہوتی ہے۔ بہر حال اگر بلاوجہ صبیحہ بانو کو پریشان کیا جارہا ہے تو جن لوگوں نے صبیحہ کو اذیت دی وہ ضرور حقوق العباد میں گرفتار اور کبیرہ کے مرتکب ہیں۔ حدیث پاک میں ہے:

من آذی مسلما فقد آذانی ومن آذانی فقد آذی اللہ۔

یعنی جس نے کسی مسلمان کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ رب العزت کو ایذا دی۔“ (کنز العمال، ج۱۶، ص۱۰)

لہٰذا فریقین کے مابین حل کا راستہ یہی ہے کہ محمد صادق اور اس کے والدین صبیحہ بانو سے معافی مانگیں اور پھر کبھی اس کو تکلیف نہ پہنچانے کا عزم مصمم کریں اور صبیحہ بانو کو واپس سسرال لے جائیں۔

اگر صبیحہ بانو کو یقین ہے کہ محمد صادق کے والدین اسے اب بھی اذیت دیں گے تو از روئے شرع اس کا مطالبہ صحیح ہے، کیوں کہ شوہر پر عورت کا نفقہ یعنی کھانا کپڑا اور مکان دینا واجب ہے اور اگر شوہر کے رشتہ دار عورت کو اذیت دیتے ہوں تو شوہر پر عورت کو ان سے علاحدہ مکان دینا لازم ہے اور عورت کو شرعاً اس کے مطالبہ کا حق بھی حاصل ہے۔

ردالمحتار میں خانیہ سے ہے:

فان کانت دار فیہا بیوت واعطی لہا بیتا یغلق ویفتح لم یکن لہا ان تطلب بیتا آخر اذا لم یکن ثمۃ احد من احماء الزوج یوذیہا۔ (ج۵، ص۳۲۱) واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) صبیحہ بانو احکام شرعیہ کی پابندی کرے اور شوہر کو راضی رکھنے کی کوشش کرے اور اس کی طرف سے کچھ تکلیف پہنچے تو صبر کرے۔ یوں ہی محمد صادق بھی عفو و درگزر سے کام لے اور محمد صادق کے والدین بھی خوف خدا دل میں رکھیں اور صبیحہ بانو کو تکلیف پہنچانے کی ہرگز کوشش نہ کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہٗ: محمد شمیم مصباحی

۱۸؍ رجب المرجب، ۱۴۳۰ھ

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

بیوی کو مارنا پیٹنا، نان ونفقہ نہ دینا نہ ہی طلاق دینا کیسا ہے؟

طلاق دینے کے لئے ایک لاکھ روپیہ مانگنا کیسا ہے؟

مسئلہ (۱) زید اور ہندہ کی شادی ہوئے سترہ سال ہوئے۔ ہندہ سے دولڑکیاں بھی ہیں، لیکن زید ہندہ کو شک کی بنیاد پر مار پیٹ کرتا تھا، پھر تقریباً آٹھ سال پہلے ہندہ کو زید نے ہندہ کے میکے بھیج دیا۔ اس کے بعد سے زید نے نہ تو ہندہ کی کوئی خبر لیا اور نہ ہی نان ونفقہ ہی دیا اور جب زید سے کہا گیا کہ تم ہندہ کو لے جاؤ تو اس نے جواب دیا: ہندہ کو اب نہیں لاؤں گا اور زید سے جب ہندہ کو طلاق دینے کے بارے میں کہا گیا تو وہ طلاق دینے پر بھی راضی نہیں۔

خیال رہے کہ زید دوسری شادی کر چکا ہے اور اس سے اولاد بھی ہے۔

(۲) زید اور ہندہ کا معاملہ عدالت میں بھی چل رہا ہے، مگر ابھی تک کوئی حل نہ نکل سکا ہے۔ اب زید کا کہنا ہے کہ ہندہ کو طلاق دیں گے مگر شرط یہ ہے کہ ایک لاکھ روپے دو۔ ہندہ کے والدین اس لائق نہیں کہ روپے دے سکیں۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایسی صورت میں ہندہ کی طلاق کے لئے شریعت میں کوئی راہ نکل سکتی ہے یا نہیں؟ برائے کرم راہ بتا کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

خیال رہے کہ ہندہ ابھی نوجوان ہے۔ بینوا توجروا۔

المستفتی: مقصود خان، کوالٹی موبائل کھنڈوہ، ایم پی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب (۱) صورت مسؤلہ میں زید حق اللہ اور حق زن دونوں میں گرفتار ہے۔ اس پر لازم ہے کہ ہندہ کے ساتھ بھلائی سے پیش آئے۔ اس کے تمام حقوق کو ادا کرے اور ایسا نہ کرے تو فرض ہے کہ بھلائی کے ساتھ چھوڑ دے کہ اُدھر میں لٹکانا حرام ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

أَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ أَوْ سَرِّحُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ وَلَا تُمْسِكُوهُنَّ ضِرَارًا لِتَعْتَدُوا وَمَنْ يَفْعَلْ ذَٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ وَلَا تَتَّخِذُوا آيَاتِ اللَّهِ هُزُوًا۔ (بقرہ، پ ۲، ع ۱۲)

(ترجمہ) یا بھلائی کے ساتھ روک لو یا نیکوئی کے ساتھ چھوڑ دو اور انھیں ضرر دینے کے لئے روکنا نہ ہو کہ حد سے بڑھو اور جو ایسا کرے وہ اپنا ہی نقصان کرتا ہے اور اللہ کی آیتوں کو ٹھٹھا نہ بنالو۔

اور فرماتا ہے:

فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ. (النساء پ ۵، ع ۱۶)

(ترجمہ) تو یہ تو نہ ہو کہ ایک طرف پورا جھک جاؤ کہ دوسری کو اَدھر میں لٹکتی چھوڑ دو۔

فی الحال زید پر ہندہ کا نان ونفقہ لازم ہے اور دونوں لڑکیوں کے پاس اگر کوئی ذاتی مال نہ ہو تو ان کی خبر گیری بھی واجب ہے۔ اگر نہ دے تو قاضی شرع ہندہ اور اس کی دونوں لڑکیوں کا نان ونفقہ مقرر کر کے دلوا سکتا ہے۔

فتاویٰ رضویہ میں اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں امام احمد رضا خاں رضی اللہ عنہ تحریر فرماتے ہیں: بے شک ہندہ کا نان ونفقہ زید پر لازم ہے اور بچوں کا اپنا کوئی ذاتی مال نہ ہو تو ان کی خبر گیری بھی زید پر واجب ہے۔ اگر شوہر نہ دے، عورت حاکم کے یہاں رجوع کر کے اپنا اور اپنے بچوں کا حصہ مقرر کرا سکتی ہے۔

فی الدر المختار: النفقة تجب للزوجة علی زوجها ولو هي في بيت ابيها اذا لم يطالبها الزوج بالنقلة به يفتي وكذا اذا طالبها ولم تمتنع. اسی میں ہے: تجب النفقة بأنواعها لطفله الانثي والجمع الفقير فان نفقة الغني في ماله ولو خاصمته الام في نفقتهم فرضها القاضي امره بدفعها للام مالم تثبت خيانتها فيدفع لها صباحاً ومساء او يامر من ينفق عليهم. (باب النفقة، ج ۵، ص ۲۷۸)

(۲) اور زید کا ہندہ کے والدین سے لاکھ روپے مانگنا اور اسی پر طلاق کو معلق رکھنا یہ محض بے جا اور ظلم و زیادتی ہے۔ حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: اگر شوہر کی طرف سے زیادتی ہو تو خلع پر مطلقاً عوض لینا مکروہ ہے۔ (بہار شریعت، ج ۸، ص ۸۶)

اور فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

ان كان النشوز من قبل الزوج فلا يحل له أخذ شيء من العوض على الخلع. (الباب الثامن في الخلع، ج ۱، ص ۴۸۸)

لہٰذا اگر زید باز نہیں آتا ہے تو ہندہ کو اس سے خلاصی حاصل کرنے کی یہ صورت ہو سکتی ہے کہ وہ قاضی شرع کے پاس جا کر مقدمہ درج کرائے۔ قاضی محض اس وجہ سے تفریق تو نہیں کر سکتا مگر وہ زید کو اس بات پر مجبور کرے گا کہ یا تو وہ نفقہ دے یا پھر طلاق دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہٗ: محمد انوار الحق قادری
۱۵ / رجب المرجب ۱۴۳۰ھ

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

کیا ولد الزنا کو حرامی کہہ سکتے ہیں؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت اس مسئلہ میں کہ ایک جماعت کا کہنا ہے جو بچہ زنا سے پیدا ہوا، اس کو حرامی کہا جائے گا اور ایک جماعت کا کہنا ہے کہ حرامی نہیں کہا جائے گا۔ گزارش یہ ہے کہ کون جماعت حق پر ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی: عبدالغفار خان قادری، موضع دسولی، پوسٹ للولی، ضلع فتح پور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب زنا سے جو بچہ پیدا ہوا اسے حرامی کہہ کر ہرگز نہیں پکارنا چاہئے کہ اس سے اس کو تکلیف پہنچے گی اور مومن کو تکلیف دینا حرام ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔ حدیث پاک میں ہے:

من آذی مسلما فقد أذانی ومن أذانی فقد آذی اللہ۔

(ترجمہ) (جس نے کسی مسلمان کو (ناحق) ایذا دی اس نے مجھ کو ایذا دیا اور جس نے مجھ کو ایذا دیا اس نے اللہ کو ایذا دیا۔ (کنزل العمال، ج ۱۶، ص ۱۰)

اور فتاویٰ مصطفویہ میں ہے "زنا سے جو بچہ پیدا ہوا وہ ضرور ولد الزنا ہے، مگر اسے اس طرح کہنا کہ ناحق ایذا پہنچے، یہ ہرگز نہیں چاہئے۔ جیسے کانے کو کانا کہنا۔" اھ (ج ۱، ص ۵۳۷) اس میں بچے کا کوئی قصور نہیں، قصور تو اس زانی اور زانیہ کا ہے، اس لئے بچہ کو ولد الزنا یا حرامی کہنے سے بچیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — **کتبہ:** سید نعمان احمد

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۵ ربیع الآخر ۱۴۲۳ھ

داعی کو مخالفین کی ایذا رسانی پر صبر کرنا چاہئے

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت اس مسئلہ میں:

(۱) دعوت اسلامی کو سنیوں کی بجائے یہ کہنا کہ یہ وہابیوں کی تحریک ہے اور اس کو اپنے سے الگ رکھنا اور ان کی گفت وشنید میں نہ آنا بلکہ ان سے دور رہنا، یہ کہنا درست ہے یا نہیں؟

(۲) جناب قبلہ مولانا محمد الیاس صاحب بانی دعوت اسلامی کو قادری کے بجائے پادری کہنا اور اپنی

پوری تقریر کے اندر بار باراس طرح کے الفاظ کہنا بلکہ جاہل ہراطوطا کہنا (جبکہ ہرا عمامہ بھی سنت نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے) ایسا کہنا کیسا ہے؟ اور کہنے والوں کے لئے کیا حکم ہے؟

(۳) اس پروگرام کے بعد کچھ لوگوں کا بھی یہی ذہن بن گیا اور اس طرح کے الفاظ استعمال کر رہے ہیں کیا ان کا اس طرح کہنا درست ہے؟

(۴) جو لوگ اس طرح کے پروگرام کرواتے ہیں کیا اس طرح کے پروگرام کروانا درست ہے؟

(۵) وہابیوں کا سب سے بڑا فتنہ دعوت اسلامی ہے اس طرح کے بول بیان کر کے عوام کے اندر انتشار پیدا کرنا کیسا ہے؟ **المستفتی:** عبدالجبار قادری، محمد محبوب عطاری، محمد انصاف حبیبی، پالی، مارواڑ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اس طرح کے سوالات بار بار دارالافتاء میں آتے رہتے ہیں جبکہ ایک داعی ہونے کی حیثیت سے آپ کی ذمہ داری یہ ہے کہ دعوت وتبلیغ کا کام انجام دیتے رہیں اور مخالفین کی ایذا رسانیوں پر صبر کریں، مخالفین ہمارے فتوے سے باز نہیں آئیں گے اور آپ کو ان کے اقوال کا حکم معلوم ہے پھر فائدہ کیا ہوا بہار شریعت حصہ ۱۶ میں امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے شرائط مذکور ہیں ان کو پڑھ کر ان پر عمل کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی **کتبہ:** محمد سفیر الحق رضوی نظامی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی ۲۰ رمحرم الحرام ۱۴۳۲ھ

نومسلم کو پناہ دینا کیسا ہے؟ پناہ دینے والوں کو غیر مسلموں کے ساتھ مل کر تکلیف دینے والوں کا کیا حکم ہے؟ جو لوگ سنی ادارہ کو بند کروانے کے درپے ہوں ان کا کیا حکم ہے؟

مسئلہ از عبدالصمد قادری رضوی نوری خادم مدرسہ گلشن رضا، مقام پوسٹ کولمبی ضلع ناندیڑ مہاراشٹر

ہندہ پہلے کافرہ تھی وہ اپنی سہیلی خالدہ کی صحبت میں رہ کر اسلام کی طرف مائل ہوگئی اور اسلام قبول کر لیا اور کورٹ سے تبدیلی مذہب وتبدیلی نام کی تصدیق کرالی چند روز کے بعد ایک سنی سے کلمہ پڑھ کر گواہوں کے سامنے اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کر دیا اور پناہ کے لئے حاجی محمد توفیق صاحب کے پاس پہنچی انہوں نے پناہ دے کر علوم دینیہ سیکھنے کے لئے معقول انتظام کر دیا۔

چند روز کے بعد ہندہ کے والدین نے پولیس لے کر حاجی صاحب کے گھر کو گھیر لیا اور مشرکین نے پتھراؤ بھی کیا اور حاجی صاحب اور ہندہ کو پولیس تھانہ لے گئی جہاں ہندہ نے صاف بیان دیا کہ میں نے اپنی مرضی سے اسلام قبول کیا ہے اور کورٹ سے تصدیق شدہ کاپی بھی دکھائی تو پولیس نے حاجی صاحب کو باعزت

بری کر دیا۔اس معاملہ میں کچھ مسلمانوں نے بھی مشرکین کے ساتھ مل کر حاجی صاحب کو شدید اذیت پہنچائی اور ان کے مدرسۃ البنات قادریہ رضویہ نائیگاؤں کو جس میں تقریباً تین سو طالبات زیر تعلیم ہیں بند کرانے کی کوشش کی اور کوشاں ہیں لہٰذا

(۱) حاجی محمد توفیق صاحب رضوی کا ہندہ کو پناہ دینا از روئے شرع کیسا ہے؟

(۲) جن مسلمانوں نے مشرکوں کے ساتھ مل کر حاجی صاحب کو تکلیفیں پہنچائیں ان کے بارے میں حکم شرع کیا ہے؟

(۳) جو لوگ سنی ادارہ کو بند کروانے کے در پے ہیں ان کے بارے میں حکم شرع کیا ہے؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الجواب (۱) تمام مسلمان آپس میں بھائی ہیں گو کہ کوئی نومسلم ہو ارشاد باری تعالیٰ ہے "اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ" مسلمان آپس میں بھائی ہیں (پ ۵ آیت ۲۶ حجرات) جب ہندہ نے اسلام قبول کر لیا تو وہ بھی ایک اسلامی بہن ہوگئی۔ مسلمانوں کو حتی المقدور اس کی خیر خواہی ضرور کرنی چاہئے۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے "ہر فرد اسلامی کی خیر خواہی مسلمان پر فرض ہے قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الدين النصح لكل مسلم" (ج ۶ ص ۳) لہٰذا جس نے بھی ہندہ کی مدد کی یا اس کو پناہ دیا اس نے کار خیر کیا۔" واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) کسی مسلمان بھائی کو بلا وجہ شرعی اذیت دینا حرام ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے "وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا" ۔ جو لوگ مومن مرد اور مومنہ عورت کو بنا جرم کئے ستاتے ہیں انہوں نے بہتان اور کھلا ہوا گناہ اپنے سر لیا۔ (پ ۲۲ احزاب) فتاویٰ رضویہ میں ہے "ایذائے مسلم بے وجہ شرعی حرام قطعی ۔ سرکار دو عالم ارشاد فرماتے ہیں جس نے کسی مسلمان کو اذیت دی اس نے مجھ کو اذیت دی اور جس نے مجھ کو اذیت دی اس نے اللہ عزوجل کو اذیت دی۔

لہٰذا جنہوں نے بلا وجہ شرعی حاجی صاحب کو تکلیف دی انہوں نے ارتکاب حرام کیا۔ انہیں چاہئے کہ اس سے توبہ کریں اور حاجی صاحب سے معافی مانگیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) علم دین حاصل کرنا فرض ہے اور آج کل اس فرض پر عمل کی جگہ مدرسہ ہے تو دینی مدرسہ کو بند کرانے کی کوشش کرنا مسلمانوں پر حصول علم دین کے دروازے کو بند کرانے کی کوشش کرنا ہے جو حرام ہے۔ اس لئے اس سے باز آئیں اور توبہ کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
کتبہٗ: محمد فیضل علی مصباحی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی
۹ ر جمادی الآخرہ ۱۴۳۱ھ

حافظ کو جاہل کہنا کیسا ہے؟ غَیْرُ الْمَغْضُوْب پڑھنا کیسا ہے

''کل حافظ جاہل'' کہاں سے ثابت ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت اس مسئلہ میں:

بعض مولانا حضرات حافظ کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور کہتے ہیں کل حافظ جاھل جب کہ حافظ صاحب قرآن پاک اچھا پڑھتے ہیں اور ان کو نماز کے مسائل بھی معلوم ہیں اور مولانا صاحب قرآن پاک صحیح نہیں پڑھتے ہیں اور قرأت میں غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ کو "غَیْرُ الْمَغْضُوْبِ" یعنی یا کے ضمہ کے ساتھ پڑھتے ہیں تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ حافظ کو حقارت کی نگاہ سے دیکھنا اور اس کو جاہل یعنی کل حافظ جاھل کہنا جائز ہے؟ اور نماز کس کی اقتدا میں درست ہے اور یہ بھی بتایئے کہ کل حافظ جاھل کہاں سے ثابت ہے؟

المستفتی: حافظ ارشد رضا، دار العلوم مخدومیہ رضویہ، رودولی شریف، بارہ بنکی، یوپی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اگر مولانا نے حافظ صاحب کو لفظ جاہل سے پکارا جس سے حافظ کو تکلیف ہوئی تو وہ حق العبد میں گرفتار اور مستحق عذاب نار ہوا کہ بلا وجہ شرعی کسی مسلمان کی تحقیر کرنا یا اس کو کسی ایسے لفظ سے پکارنا جس سے تکلیف ہو جائز نہیں کہ یہ مسلمان کی ناحق ایذا رسانی ہے اور مسلمان کی ناحق ایذا خدا و رسول کی ایذا ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: "من آذی مسلما فقد آذانی و من آذانی فقد آذی اللہ۔ یعنی جس نے کسی مسلمان کو بلا وجہ شرعی ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ عزوجل کو ایذا دی (کنز العمال، ص۱۰، ج۱۶ حدیث ۴۳۷۰۳) لہٰذا مولانا پر لازم ہے کہ حافظ سے فوراً معافی مانگے اور آئندہ کے لئے پختہ عہد کرے کہ ایسی غلطی نہ کرے گا کہ کسی مومن کا دل خوش نہیں کیا جا سکتا تو کم از کم اسے تکلیف بھی نہ پہنچائی جائے۔

نماز ہر سنی صحیح العقیدہ و صحیح الطہارت اور صحیح القرأت غیر فاسق معلن (جس میں کوئی بات ایسی نہ ہو کہ لوگوں کے لئے نفرت کا باعث ہو اور جماعت کے لئے قلت کا سبب ہو) کی اقتدا میں بلا کراہت درست ہے۔ لیکن جب وقت جماعت عالم و حافظ دونوں حاضر ہوں تو ان میں امامت کا زیادہ مستحق وہ ہے جو نماز کے مسائل زیادہ جانتا ہو۔ تنویر الابصار میں ہے: "الاحق بالامامة الا علم باحکام الصلاة" اھ (باب الامامة، ص۵۵، ج۱) ظاہر ہے کہ عالم دین ایسے شخص سے جو صرف حافظ قرآن ہے نماز کے مسائل زیادہ جانتا ہے اس لئے اس کی اقتدا میں نماز زیادہ بہتر ہے۔

رہ گئی بات غیر المغضوب کو "غَیْرُ الْمَغْضُوْبِ" یعنی یا کے ضمہ کے ساتھ پڑھنے کی، تو ممکن ہے مولانا صحیح پڑھتے ہوں اور کسی وجہ سے سننے میں ایسا لگتا ہو، اور بہر حال اگر وہ قرآن پاک صحیح پڑھتے ہوں مگر یہاں کسی وجہ سے ایسا ہو جاتا ہے تو یہ مفسد نماز نہیں ہے مگر اس سے احتراز ضروری ہے۔

اور "کل حافظ جاھل" یہ کسی کتاب کا جزئیہ نہیں ہے کہ حوالہ دے کر بتائیں کہاں سے ثابت ہے بلکہ یہ عوامی جملہ ہے چونکہ بہت سے حفاظ مسائل شرعیہ سے ناواقف ہوتے ہیں اس لئے اکثریت کی بنا پر کچھ لوگ تفریح کے طور پر بول دیتے ہیں مگر ایسا بولنا نہ چاہئے ممنوع ہے جیسا کہ گزرا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — **کتبہٗ:** محمد حسین رضوی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۸ر ذی الحجہ ۱۴۲۷ھ

❖■❖

بَابُ التَّصَاوِيْرِ

تصویروں کا بیان

تصویر کھینچنا کھنچوانا کیسا ہے؟

مسئلہ خالد امام نے بغرض ضرورت دنیاوی فوٹو بنوائے اور مقتدیوں نے بھی بغرض ضرورت دنیاوی فوٹو بنوائے، تو کیا ایسے مقتدیوں کو خالد امام کی اقتداء درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد یوسف ٹاؤن پوسٹ نیوریا، حسین پور، پیلی بھیت

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الجواب تصویر کے تعلق سے کچھ صورتیں اب جائز ہیں اور کچھ اب بھی ناجائز ہیں ان کی تفصیل فقہی سیمینار بورڈ کے منسلک فیصلے میں ہے اسے مطالعہ کرلیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۱) جاندار کی تصویر کھینچنی بالاتفاق حرام قطعی ہے اور کھنچوانی حرام ظنی کہ یہ معصیت پر اعانت ہے۔ پھر اگر یہ کھنچوانا بخوشی ہو تو بلاشبہ کھینچنے ہی کے مثل ہے (مستفاد از فتاویٰ رضویہ ص ۱۹۷ ج ۹)

(۲) ضرورت شرعیہ پائی جائے تو تصویر کھنچانے کی اجازت ہے، یوں ہی حاجت شرعی پائی جائے تو بھی اجازت ہے اور بہر حال کھنچانے والے کا قصدا پنے اوپر سے دفع حرج و ضرر ہو۔

(مستفاد از فتاویٰ رضویہ ص ۱۹۷ ج ۹) واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) پاسپورٹ، راشن کارڈ، شناختی کارڈ، سیاسی اجلاس میں دفع ضرر کے لیے شرکت، مصروف ترین لوگوں کے لیے فون، موبائل، مٹی کی تیل اور غلے وغیرہ کے کوٹے، تبلیغ دین، بینک کے کھاتے اور زمین کی رجسٹری، امتحان اور لائسنس کے لیے فوٹو کھنچانے کی حاجت شرعا پائی جاتی ہے۔ لہٰذا ان امور کے لیے تصویر کھنچانا جائز ہے۔

فتاویٰ رضویہ میں ضرورت و حاجت کی جو تعریف بیان کی گئی ہے اس سے یہ روشنی ملتی ہے تعریف یہ ہے۔

"فعل اگر دین، عقل، نسب، مال میں کسی کا موقوف علیہ ہے کہ بے اس کے یہ فوت یا قریب فوت ہو، یہ مرتبہ ضرورت ہے۔ جیسے مال کے لیے کسب و دفع غصب اور اگر فعل ان میں کسی کا موقوف علیہ نہیں مگر ان کے

ترک میں لحوق مشقت وضرر وحرج ہے تو حاجت ہے جیسے معیشت کے لیے چراغ موقوف علیہ نہیں مگر عامہ کے لیے گھر میں روشنی نہ ہونا ضرور باعث مشقت وحرج ہے" (ص۱۹۹ ج۹ رسالہ جلی النص بتغییر یسیر)

(۴) "عموم بلویٰ" کا معنی ہے "امر ممنوع میں عام ابتلا یعنی عام طور سے پھنس جانا"۔ اور فقہ کی اصطلاح میں اس کا مفہوم یہ ہے کہ امر ممنوع میں عوام وخواص اس طرح مبتلا ہو جائیں کہ اس سے بچنا تقریباً غیر مقدور ہو یا کم از کم باعث مشقت وحرج وضرر ہو اس طرح عموم بلویٰ کبھی مرتبۂ ضرورت میں ہوتا ہے اور کبھی مرتبہ حاجت میں۔ البتہ اس کے لیے صرف عوام کا ابتلا معتبر نہیں۔

رہ گئی منفعت جائزہ مثلاً حج نفل، عمرہ، زیارات مقامات مقدسہ، تجارت، اداروں کے چندے، احباب اور رشتہ داروں کی ملاقات کے لیے بیرون ملک کا سفر اور اس کے لیے تصویر کھینچنا، تو یہ غور طلب ہے۔

اولاً: عکسی تصویر کی حرمت منصوص نہیں۔

ثانیا: غیر عکسی اصلی تصاویر جو صرف سر یا نصف بالا کی ہوں ان کی حرمت مختلف فیہ رہ چکی ہے۔ در مختار کی عبارت "ولبس ثوب فیه تماثیل" کے تحت ردالمحتار میں ہے "وفیه اشعار بانه لاتكره صورة الرأس وفیه خلاف كما فی اتخاذها كذا فی المحیط" (شامی ص۴۷۹ ج۱ مکروہات الصلاۃ) اگرچہ مذہب جمہور اس کا عدم جواز ہے۔

ثالثاً: مذکورہ قسم کی منفعتوں کے لیے عکسی تصویر کشی کرانے میں عوام وخواص بلکہ اخص الخواص تک کا ابتلا اس قدر عام ہو چکا ہے کہ اس حال میں بھی حرمت مان کر سب کو آثم وفاسق قرار دینے میں شہادت، قضا، افتاء، امامت، بیعت وارشاد وغیرہ بے شمار امور کے لیے اہل افراد کا ملنا سخت دشوار ہوگا۔ اس کی وجہ سے پوری امت حرج شدید میں مبتلا ہوگی۔

ان امور کی طرف نظر کرتے ہوئے صور مذکورہ میں بھی جواز کا حکم ہونا چاہیے۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے: "ولسنا نعنی بهذا ان عامة المسلمین اذا ابتلوا بحرام حل بل الامر ان عموم البلوی من موجبات التخفیف شرعاً وما ضاق امرا الا اتسع فاذا وقع ذلك فی مسئلة مختلف فیها ترجح جانب الیسر صونا للمسلمین عن العسر" (ص۴۳ ج۱۱ رسالہ حقة المرجان) نیز اسی میں ہے "ان عموم البلوی من موجبات التخفیف شرعاً ولا یخفی علی خادم الفقه ان هذا كما هو جار فی باب الطهارة والنجاسة كذلك فی باب الاباحة والحرمة الخ" (ص۴۳ ج۱۱)

تاہم مجلس کا رجحان یہ ہے کہ از راہ احتیاط ابھی اس میں مزید غور وخوض کر لیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۵)اور شوقیہ تصویر کھینچانا جو درجۂ زینت یا فضول میں ہو نا جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی کتبہٗ: محمد نیاز برکاتی مصباحی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی ۱۴ ربیع الغوث ۱۴۲۵ھ

ٹی وی یا تصویر والے گھر میں فاتحہ و دُعا کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ لوگ اپنے گھر فاتحہ کرنے یا ختم قرآن مجید یا ذکر کا حلقہ کرنے کی لیے بلاتے ہیں جب کہ اس گھر میں T.V یا جاندار کی تصویریں ہوتی ہیں تو کیا کیا جائے فاتحہ و دعا کی جائے یا نہ کی جائے؟

المستفتی: محمد سرمد پادشاہ قادری۔ مومن مسجد، مٹن مارکیٹ قریب ہوسپٹ، پوسٹ، بلاری، کرناٹک

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب جس گھر میں جاندار کی تصویر ہوتی ہے وہاں رحمت کے فرشتے نہیں آتے جیسا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں "لا تدخل الملائکة بیتا فیه صورة ولا کلب ولا جنب یعنی جس گھر میں کتا ہو یا تصویر یا جنب ہو اس میں رحمت کے فرشتے نہیں داخل ہوتے۔ (مشکوٰۃ المصابیح باب مخالطة الجنب ص ۵۰) اور تصویر کی ممانعت صرف مجلس خیر ہی میں نہیں بلکہ ویسے بھی اس کا مکان میں بطور اعزاز رکھنا ناجائز و حرام ہے۔ ہندیہ میں ہے: "لا یجوز ان یعلق فی موضع شیئا فیه صورة ذات روح" (ج ۵ ص ۳۵۹) لہٰذا اس گھر میں فاتحہ و ذکر اذکار کرنا خلاف ادب ہے جس سے احتراز کرنا چاہیے۔

رہ گئی T.V، ٹی وی، اس کا حکم یہ ہے کہ اس کے ذریعہ ناجائز مناظر دیکھنا حرام و گناہ ہے لیکن خود مشین کی ذات میں کوئی قباحت نہیں وہ تو ایک آلۂ مطلقہ ہے وہ جس گھر میں ہو وہاں قرآن خوانی، ذکر و دعا میں کوئی حرج نہیں تاہم بہتر یہ ہے کہ ایسے موقع سے اس پر کپڑا ڈال دیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی کتبہٗ: شمس الدین احمد علیمی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی ۲۸ محرم الحرام ۱۴۲۵ھ

موبائل سے تصویر کھینچنا کیسا ہے، میموری میں پوشیدہ ہو تو؟
ایک موبائل سے دوسری میں بھیجنا کیسا ہے؟
ویڈیو کیمرہ سے تصویر کھینچنا اور اسکرین پر اُتار کر دیکھنا کیسا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین

ڈیجیٹل فوٹوگرافی(Digital photography) کے بارے میں کہ آج کل موبائل فون میں کسی نہ کسی کی تصویر لیے ہوتے ہیں(۱) موبائل پر اسکرین سروس(Screen service) یعنی فون کام میں آنے کے وقت اس کے اسکرین پر جو جاندار کی تصویر ہوتی ہے(۲) یا اسکی میموری میں ہوتی ہے تو وقتاً فوقتاً اس میموری میں سے نکال کر اسکرین پر لاکر دیکھتے دکھاتے ہیں (۳) تصویر اتنی بڑی اور صاف بھی ہوجاتی ہے کہ فون کو زمین پر رکھ کر کھڑے ہوکر دیکھیں تو صاف پہچاننے میں آتی ہے(۴) کوئی اپنے پیرو مرشد کی تصویر لیے گھومتا ہے تو کوئی اپنے بچوں کی یا والدین کی (۵) تصویر اگر فون کی میموری میں پوشیدہ رہے تو کیا حکم ہے؟ اور دیکھنے دکھانے کے لیے بار بار میموری سے نکال کر اسکرین پر لائے اور دیکھے تو ہر بار اسکرین پر لانے سے ایک نئی تصویر بنانے کا گناہ ہوتا ہے یا نہیں (۶) یہی تصویر اگر اپنے موبائل سے دوسرے شخص کے موبائل پر منتقل(Transfer) کرے تو کیا اس کا بھی گناہ ہوتا ہے۔ زید کہتا ہے کہ حضور سرکار اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تو اپنے فتاوی رضویہ شریف کی ج۹ میں ہر طرح کی بنائی گئی تصویر سے منع فرمایا ہے اور حرام ہونے کا حکم فرمایا ہے۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے۔ شرع نے تصویر حرام فرمائی اور کسی طریقہ ساخت کے ساتھ حکم کو مقید نہ فرمایا نہ کسی خصوصیت طریقے کو اس میں دخل نہ فوٹو بے اس کے عزم وحرکات کے خود بخود بن سکے'' (ص ۱۰) مزید تفصیل کے لیے ص ۱۹۶ / ۴۶ کا مطالعہ بھی فرمائیں اس فتاویٰ مبارکہ کی روشنی میں زید کے نزدیک موبائل کی یہ تصاویر بھی حرام ہی کے حکم میں داخل ہونا چاہیے (۷) ویڈیو کیمرہ Video Camira) سے جو آج کل (Vidio Graphy) کرتے ہیں اس کا بھی حکم بیان فرمادیجئے اور پھر (۸) اس بنائی ہوئی ویڈیو فلم کو ٹی وی کے اسکرین پر اتار کر دیکھتے ہیں کیا یہ بھی تصویر بنانے کے گناہ میں داخل ہے؟ بینوا توجروا۔ المستفتی: محمد مسعود احمد نوری رضوی مکان نمبر ۱۹۶۵

رضا چوک درگاہ حضرت آدم شاہ رحمۃ اللہ علیہ گھاٹ گیٹ جے پور، راجستھان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب ہر جاندار کی تصویر کھینچنی بالاتفاق حرام قطعی اور کھینچوانی حرام ظنی کہ یہ معصیت پر اعانت

ہے خواہ وہ تصاویر اپنے پیرومرشد کی ہو یا والدین اور بچوں کی۔ تصویر سازی پر احادیث میں سخت سے سخت وعیدیں آئی ہیں۔ چنانچہ حضرت ملاعلی قاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ "مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح" میں تحریر فرماتے ہیں کہ قال اصحابنا وغیرھم من العلماء تصویر صورۃ الحیوان حرام شدید التحریم وھو من الکبائر لانہ متوعد علیہ بھذا الوعید الشدید المذکور فی الاحادیث (ج۸ ص۳۲۶)

فتاویٰ رضویہ میں ہے" حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ذی روح کی تصویر بنانا اور بنوانا اور اعزازاً اپنے پاس رکھنا سب حرام فرمایا اور اس پر سخت وعیدیں ارشاد کیں اور ان کے دور کرنے اور مٹانے کا حکم فرمایا۔
(ج۹ ص۱۴۳)

رہا تصاویر کا فون کی میموری میں پوشیدہ رکھنا تو شرعاً یہ فعل بھی ناجائز وممنوع ہے اس لیے کہ اگر چہ وہ تصویر اس وقت پوشیدہ ہے لیکن بعد میں اسے اسکرین Screen پر لائے گا جو بلاشبہ ناجائز وممنوع ہے اور جتنی مرتبہ اسے اسکرین پر لاکر دیکھے گا ہر بار ایک فعل حرام کا مرتکب ہوگا اور امر ممنوع کے لیے کسی چیز کو روکے رکھنا بھی ممنوع ہے۔ فتاویٰ رضویہ شریف میں ہے " ولا قرۃ عین فیہ لمن یمسک التصاویر فی صندوقہ للنظر فیھا متی شاء فانھا وان کانت مستورۃ ما دامت فی الصندوق لکنہ یفتحہ ویخرجھا فتظھر فیاتی التحریم والامساک لامر ممنوع ممنوع (ج۹ ص۵۸ نصف آخر)

یہی حکم تصاویر کا اپنے موبائل سے دوسرے موبائل پر ٹرانسفر کرنے کا بھی جو معصیت پر اعانت اور گناہ ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان (پ۴ آیت ۲ مائدہ) لہٰذا معلوم ہوا کہ تصاویر کا میموری میں محفوظ رکھنا بھی ناجائز وگناہ ہے موبائل والوں کو چاہیے کہ وہ جلد از جلد تصاویر کو میموری Memory سے محو کردیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۷۔۸) ویڈیو کیمرہ Vidio Camera سے فلم بنانا حرام وگناہ ہے یہی حکم اسے ٹی وی کی اسکرین پر نکال کر دیکھنے کا بھی ہے کہ جس طرح تصویر کشی حرام ہے ایسے ہی اس کا استعمال بھی حرام وگناہ ہے حدیث شریف میں ہے ان اصحاب ھذہ الصور یعذبون یوم القیمۃ یقال لھم احیوا ما خلقتم یعنی ان تصاویر بنانے والوں کو قیامت کے دن عذاب دیا جائے گا جو ان سے کہا جائے گا۔ تم نے بنایا ہے اس میں جان ڈالو (بخاری شریف ج۲ ص۸۸۰) ان اصحاب ھذہ الصور کے تحت ملاعلی قاری مرقاۃ المفاتیح میں تحریر فرماتے ہیں کہ وھو یشمل من یعملھا ومن یستعملھا۔ "وعیدیں بنانے والے اور بنوانے والے دونوں پر ہیں (ج۸ ص۳۲۸) واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

کتبہ: محمد احمد قادری مصباحی
۲۸ رجمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ

زید، عمرو بکر نے ایک بت توڑ کر اس کی اینٹ مسجد میں لگائی اب زید کی بیوی پر شیطان آ کر کہتا ہے کہ میری جگہ بت بنا کر رکھو ورنہ گاؤں کو برباد کر دیں گے۔ گاؤں والے دباؤ بنا رہے ہیں تو کیا اس بت کو بنا سکتے ہیں؟

مسئلہ کیا حکم ہے شریعت اسلامیہ کا اس سلسلہ میں کہ ہمارے گاؤں میں گرام سماج کی زمین میں ہاتھی کی شکل کا ایک بت تھا، عرصہ ہوا جسے زید، عمر اور بکر تینوں بھائیوں نے مل کر توڑ ڈالا اور اس کی اینٹ مسجد کی تعمیر میں صرف کر دیا، پھر اس کے بعد توڑنے والوں میں سے مثلاً زید کی بیوی پر دو تین سالوں سے شیطان آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میری جگہ پر ہاتھی کا بت بنا کر رکھ دو، ورنہ پورے گاؤں کو برباد کر کے رکھ دیں گے اور گاؤں کے لوگ بھی زور دے رہے ہیں کہ آپ لوگ بنوا دیں، تو بتائیں اس سلسلے میں کیا کیا جائے، کیا وہ بت بنوا دیا جائے یا نہیں حکم شرع سے باخبر کریں؟ المستفتی: اسلم علی، کھوٹہاں بازار، ضلع مہراج گنج، یوپی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بت بنانا اور بنوانا جائز نہیں۔ حدیث پاک میں ہے: "اشد الناس عذابا یوم القیامة الذین یضاهون بخلق الله" اور دوسری روایت میں ہے: "ان اشد الناس عذابا عند الله المصورون" اھ (بخاری شریف ص ۸۸۰ ج ۲)

اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر فرماتے ہیں: حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ذی روح کی تصویر بنانا، بنوانا، اعزازاً اپنے پاس رکھنا سب حرام فرمایا اور اس پر سخت سخت وعیدیں ارشاد کیں اور ان کے دور کرنے اور مٹانے کا حکم دیا احادیث اس بارے میں حد تواتر پر ہیں"۔

پھر چند سطر بعد تحریر فرماتے ہیں: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "قال الله تعالیٰ ومن اظلم ممن ذهب یخلق کخلقی" اللہ عزوجل فرماتا ہے اس سے بڑھ کر ظالم کون جو میرے بنائے ہوئے کی طرح بنانے چلے" اھ ملخصا

(فتاویٰ رضویہ ج: ۹، ص ۱۴۳ ج نصف اوّل)

رہا معاملہ شیطان کا تو وہ اس کی گمراہ گری کا ایک طریقہ ہے اس کے وسوسے سے مسلمانوں کو ہمیشہ ہوشیار رہنا چاہیے، شیاطین ہمارا کچھ بگاڑ نہیں سکتے، بشرطیکہ ہم صوم وصلاۃ کے پابند ہوں۔ حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: شیاطین لوگوں کو پریشان کرتے ہیں، اگر مکان والے نماز پڑھیں اور قرآن مجید کی تلاوت کریں اور بسم اللہ پڑھ کر رات میں دروازہ بند کریں، اور آیت الکرسی پڑھ کر سوئیں اور صبح

کو بسم اللہ پڑھ کر دروازہ کھولیں، تو انشاء اللہ تعالیٰ شیاطین کے فتنہ سے محفوظ رہیں گے'' اھ

(فتاویٰ امجدیہ ص ۱۰۸ ج ۴)

اور گاؤں والے جو بت بنانے پر زور دے رہے ہیں وہ لوگ ایک ناجائز کام کا حکم دینے کی وجہ سے گنہگار ہوئے، ان پر اس سے توبہ لازم ہے۔

البتہ بت کی اینٹ مسجد کی تعمیر میں صرف کرنے کی وجہ سے زید، عمرو، بکر تینوں گنہگار ہوئے۔ کیونکہ وہ مال کسی غیر مسلم کا ہے جو بغیر اس کی اجازت کے ہمارے لیے مال خبیث ہے، تو ان لوگوں نے مال خبیث کو پاک وطیب جگہ میں صرف کیا ہے حدیث پاک میں ہے: لا یقبل اللہ الا الطیب" اھ فتاویٰ امجدیہ میں ہے: حرام مال سے نیک کام نہیں کیا جاسکتا ہے'' (ص ۲۳۷ ج ۴) لہٰذا وہ اس سے توبہ واستغفار کریں، اور وہ اینٹ جس غیر مسلم کی ہو اس کا معاوضہ اسے ادا کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — **کتبہٗ:** غلام نبی نظامی علیمی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۱۹؍ رجب المرجب ۱۴۲۶ھ

پیر کی تصویر دکان ومکان میں لگانا کیسا ہے؟ جلسہ میں علانیہ تصویر کھنچانے والے امام کی اقتدا درست ہے؟ پیر کا تصور شیخ کے لئے اپنی تصویر مریدوں کو دینا نیز شریعت وطریقت کو الگ بتانا کیسا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان درج ذیل مسائل کے بارے میں کہ

(۱) اپنے پیر ومرشد کی تصویر اپنے مکان ودکان میں آویزاں کرنا کیسا ہے؟

(۲) برسر مجلس تصویر کھنچوانے والے عالم دین کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں؟

(۳) ایک شخص جو عالم دین ہیں مسلک اعلیٰ حضرت کے پابند بتاتے ہیں ان کے سامنے ایک دینی جلسہ کی ویڈیو کیسٹ تیار کی جارہی ہو اور وہ منع بھی نہ کرتے ہوں بلکہ ان کی تصویر بھی ویڈیو میں آئی ہو تو کیا ایسے شخص پر علانیہ توبہ لازم ہے اور ایسے عالم کی اقتداء میں نماز درست ہوگی؟

(۴) ایک ایسے پیر جو اپنے مریدین کو تصور شیخ کے لیے اپنی تصویر یہ کہہ کر دے کہ اسے تصور کے لیے رکھئے نیز شریعت وطریقت کو الگ بتائے تو ایسے پیر کے لیے کیا حکم ہے اور ایسے پیر سے مرید ہونا کیسا ہے؟

المستفتی: محمد جیلانی ابن ذوالفقار علی غریب نواز کالونی ناندیڑ (مہاراشٹر)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الجواب (۱) تصویر اپنے پیر کی ہو یا کسی بھی انسان یا جاندار کی اسے اپنے گھر میں آویزاں کرنا جائز نہیں حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس گھر میں کسی جاندار کی تصویر ہو اس میں ملائکہ رحمت داخل نہیں ہوتے۔

مسند امام احمد میں حضرت اسامہ بن زید سے روایت ہے:

قال دخلت علی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الکآبۃ فسألتہ مالہ؛ فقال لم یأتنی جبریل منذ ثلاث قال فاذا جرو کلب بین بیوتہ فامر بہ فقتل فبدا لہ جبریل علیہ السلام فبھش الیہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حین راہ فقال لم تأتنی؛ فقال انا لا ندخل بیتا فیہ کلب ولا تصاویر"۔ (ج ۶ ص ۲۶۴) واللہ تعالیٰ اعلم

(۲ / ۳) تصویر کھینچنا اور کھنچوانا حرام و گناہ ہے حدیث میں ہے قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان اشد الناس عذابا یوم القیامۃ المصورون" رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ روز قیامت سب سے سخت عذاب تصویر کھینچنے والوں پر ہوگا۔ (ج ۱ ص ۴۲۰ مسند امام احمد حدیث بروایت عبد اللہ ابن مسعود)

علمائے کرام کو چاہیے کہ جس مجلس میں منہیات شرعیہ ہو رہی ہوں اور انہیں روکنے کی طاقت نہیں ہے تو اس مجلس میں نہ جائیں تا کہ لوگ اس سے سبق حاصل کریں حدیث میں ہے۔

من رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ وذلك اضعف الایمان"۔ (مسلم شریف ج ۱ ص ۵۱ بیان کون النھی عن المنکر)

علمائے اہل سنت کا ایک طبقہ خالص مذہبی اور دینی پروگرام کی کیسٹ بنانا اپنی تحقیق کی بنیاد پر جائز سمجھتا ہے اس لیے ایسے علماء اور ان کے متبعین پر کوئی سخت حکم عائد نہ ہوگا ہاں وہ اپنی تحقیق میں خاطی ہیں انہیں اپنے دلائل اور موقف پر نظر ثانی کرنا چاہیے اور جو علماء احادیث تحریم کی اطلاق کے بنیاد پر مطلقاً تصویر کشی کو حرام و گناہ قرار دیتے ہیں وہ اور ان کے متبعین اگر تصویر کھنچائیں یا اپنا ویڈیو کیسٹ بنوائیں تو وہ اور ان کے متبعین گنہگار و فاسق ہیں اور مواضع ضرورت و حاجت بہر صورت مستثنیٰ ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۴) جو پیر اپنی تصویر اپنے مریدین کو تصور شیخ اور حصول برکت کے لیے دے وہ گنہگار ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن خانہ کعبہ سے انبیاء سابقین کی منقوش تصاویر کو دیوار سے صاف کرا دیا اور کبھی اپنی تصویر بھی بطور تبرک رکھنا جائز نہ رکھا اور نہ ہی اپنی تصویر بنانے کی اجازت دی لہٰذا کسی پیر کی تصویر

رکھنے سے گناہ ومعصیت کے سوا برکت ہرگز ہرگز نہیں ہوسکتی۔

''فتاویٰ رضویہ میں ہے رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ذی روح کی تصویر بنانا اور بنوانا اور اعزازاً اپنے پاس رکھنا سب حرام فرمایا اور اس پر سخت وعیدیں ارشاد فرمائیں اور ان کے دور کرنے اور مٹانے کا حکم فرمایا (ج۹ ص ۱۴۳)

جو پیر شریعت وطریقت کو ایک دوسرے سے الگ بتائے وہ جاہل ہے پیر بننے کے لائق نہیں بہار شریعت'' میں ہے طریقت منافی شریعت نہیں وہ شریعت ہی کا باطنی حصہ ہے بعض جاہل متصوفہ جو یہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ طریقت اور ہے شریعت اور، محض گمراہی ہے اس زعم باطل کے باعث اپنے آپ کو شریعت سے آزاد سمجھنا صریح کفر والحاد ہے (ص ۸۷ ج۱) واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — **کتبہٗ:** فیاض احمد برکاتی مصباحی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۱۵ ررجب المرجب ۱۴۲۹ھ

ہوٹل، بس یا ہاسپٹل میں ٹی وی لگوانا کیسا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

زید ایک ہوٹل کھولنا چاہتا ہے عام طور پر یہ دیکھا گیا ہے کہ جس ہوٹل میں T.V چلانے کی سہولت ہوتی ہے وہیں زیادہ مسافر قیام کرنا پسند کرتے ہیں اور T.V چلانے کا اختیار قیام کرنے والوں کو ہوتا ہے؟

اور استقبالیہ پر بھی T.V رکھی جاتی ہے، جسے ہوٹل والے ہی کو چلانا ہوتا ہے تو کیا ایسی صورت میں T.V رکھی جاسکتی ہے؟

اسی طرح زید ایک پرائیویٹ بس چلانا چاہتا ہے اور مسافر ایسی بس میں سفر کرنا پسند کرتے ہیں جس میں T.V دیکھی جاسکے اور T.V چلانے کی ذمہ داری بس والے کی ہوتی ہے کیا مذکورہ صورتوں میں T.V رکھنی چاہیے؟

اسی طرح زید ایک اعلیٰ قسم کا ہاسپٹل کھولنا چاہتا ہے جس میں مریضوں کو T.V دیکھنے کا اختیار ہوتا ہے تو کیا ایسی حالت میں T.V رکھی جاسکتی ہے حالانکہ T.V چلانے کا اختیار مریضوں کو ہوتا ہے؟

اسی طرح زید کو الیکٹرانک اشیاء کی ایجنسی ملنے والی ہے جس میں الیکٹرانک اشیاء مثلاً T.V واشنگ مشین، پنکھا اور فریج وغیرہ رکھنی ہوتی ہے نیز T.V رکھنا بھی ضروری ہوتا ہے تو کیا ایسی صورت میں T.V رکھنا اور فروخت کرنا درست ہے؟ بینوا توجروا۔

المستفتی: سلمان رضا چارتل ممبئی نمبر ۹

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب ٹی، وی کو ہوٹل میں اس لیے لگانا تاکہ لوگ کثیر تعداد میں آئیں یا بس میں لگانا تاکہ مسافروں کو دوران سفر کیف وسرور حاصل ہو یا ہاسپٹل میں مریضوں کے لیے لگانا تاکہ ان کا دل بہلے ناجائز ہے کہ یہ اعانت علی الاثم کے قبیل سے ہے۔ لہٰذا جس طرح دیکھنے والے معصیت کے ارتکاب کے سبب گنہگار ہوں گے یوں ہی لگانے والا بھی گنہگار ہوگا فرمان باری تعالیٰ:"تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ" (سورہ مائدہ ۲)

لہٰذا زید کو دوکان یا بس یا ہاسپٹل میں ٹی وی لگانا جائز نہیں۔ البتہ الیکٹرانک اشیاء کی تجارت کرسکتا ہے خواہ اس میں ٹی وی ہو یا فریج وغیرہ کیوں کہ بیع وشراء کا تعلق ٹی وی سے ہے جب کہ بس ہاسپٹل میں لوگوں کے کثرت سے آنے کا تعلق ٹی وی پر ناجائز مناظر دیکھنے اور دکھانے سے ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — **کتبہٗ:** زبیر احمد مصباحی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۱۵ رجب المرجب ۱۴۳۰ھ

پینٹر کا معبودان باطلہ کی جے، ان کا نام لکھنا اور جاندار کی تصویر بنانا کیسا ہے؟

مسئلہ زید پینٹر (آرٹسٹ) ہے اس لیے اس کو مسلم وغیر مسلم دونوں کے گھر اور بورڈ پر پینٹنگ کرنی پڑتی ہے، زید کا ذریعہ معاش بھی یہی ہے تو اسے ہری رام، جے شری رام، ہری اوم، اوم نمہ شوائے، جے ماتا دی وغیرہ ہندو دیوی دیوتاؤں کے نام اور ان کی جے لکھنا کیسا ہے؟ اور جاندار کی تصویر کا صرف خاکہ پنسل سے بنانا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔ المستفتی: محمد نعیم الدین، پرسا کھنیاؤں، سدھارتھ نگر (یوپی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب صورت مسئولہ میں زید پینٹر کو معبودان باطلہ کی جے اور سوال میں مذکورہ کلمات خبیثہ کا لکھنا ناجائز واشد درجہ حرام ہے اور اس کی اجرت لینا بھی حرام ہے، اور اگر ان کلمات کو حق مان کر کتابت کرے گا تو کفر ہے مخالف دین (کفر) کی باتیں لکھنے اور بولنے کا حکم ایک ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا برکاتی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں کہ:"القلم احد اللسانین، جو زبان سے کہے پر احکام ہیں وہی قلم پر اور ایسی اجرت حرام اس کی اشاعت حرام اور ایسی مروت فی النار ہاں جب اعتقاد نہ ہو تو کفر نہیں" اھ (فتاویٰ رضویہ ج ۶ ص ۱۱۶) پھر بھی ایسی کتابت حرام ہے۔

جاندار کی تصویر کا خاکہ قلم یا پنسل سے بھی بنانا ناجائز وحرام ہے۔ مشاہدہ ہے کہ تصویر کا جو خاکہ تیار کیا

جاتا ہے وہ بالکل نمایاں ہوتا ہے کہ کسی چیز کی تصویر ہے۔ حدیث پاک میں ہے: "ان اشد الناس عذابا عند اللہ المصورون۔" اھ اور دوسری روایت میں ہے: أشد الناس عذاباً یوم القیٰمۃ الذین یضاھون بخلق اللہ" اھ (بخاری شریف ج ۲ ص ۸۸۰) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی کتبہٗ: محمد نیاز برکاتی مصباحی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی ۲۳ / ذوالقعدہ ۱۴۲۴ھ

تصویر صندوق، الماری یا موبائل کی میموری میں ہے تو رحمت کے فرشتوں کے آنے سے مانع ہے یا نہیں؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت اس مسئلہ میں

حدیث پاک میں ہے: "جن گھروں میں تصویریں ہوں ان میں رحمت کے فرشتے نہیں آتے" تو کیا وہ تصویریں جو گھروں میں نظروں سے اوجھل رہتی ہیں مثلاً صندوق یا الماری میں رکھی ہوتی ہیں یا موبائل کی میموری وغیرہ میں ہوتی ہیں تو ان کی وجہ سے بھی رحمت کے فرشتے نہیں آتے حکم شرع کیا ہے بیان فرمائیں؟

المستفتی: محمد لقمان احمد، پیرا برسیوان مغل ٹولی پوسٹ ہرپور معانی ضلع کوشی نگر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب تصاویر صندوق وغیرہ میں چھپی ہوئی ہوں تو وہ رحمت کے فرشتوں کے آنے سے مانع نہ ہوں گی تاہم صندوق اور الماری میں تصاویر کو محفوظ رکھنا شرعاً ناجائز وممنوع ہے اس لئے کہ اگرچہ وہ تصویر اس وقت پوشیدہ ہے لیکن بعد میں صندوق یا الماری کھول کر دیکھے گا جو ناجائز وگناہ ہے اور امر ممنوع کے لئے کسی چیز کو روکے رکھنا بھی ممنوع ہے۔ اور موبائل کی میموری صندوق کے حکم میں ہے کہ انسان جب چاہتا ہے موبائل سے تصویروں کو نکال کر دیکھتا ہے اور جب چاہتا ہے بند کرتا ہے اگرچہ موبائل میں تصویریں بند ہونے کی وجہ سے مستور ہیں اس لئے موبائل کی میموری کا بھی وہی حکم ہے جو صندوق کا ہے۔

اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں:

"ولا قرۃ عین فیہ لمن یمسک التصاویر فی صندوقہ للنظر فیھا متی شاء فانھا وان کانت مستورۃ مادامت فی الصندوق لکنہ یفتحہ و یخرجھا فتظھر فیاتی التحریم و الامساک لامر ممنوع ممنوع۔" اھ

ترجمہ: اس میں کوئی آنکھوں کی ٹھنڈک نہیں اس آدمی کے لئے جو اپنے صندوق میں تصویریں بند

رکھے اس مقصد کے لئے کہ جب چاہے صندوق کھول کر انہیں دیکھ لے۔ مذکورہ تصویریں اگر صندوق میں بند ہونے کی وجہ سے مستور ہیں جب تک صندوق میں ہیں لیکن جب وہ صندوق کھولے گا اور انہیں نکالے گا تو وہ سامنے آجائیں گی اور یہ ممنوع ہے۔ کیونکہ امر ممنوع کے لئے کسی چیز کو روکے رکھنا بھی ممنوع ہے۔'' اھ

(فتاوی رضویہ ج ۹ ص ۵۸ نصف آخر)

فتاوی رضویہ میں ہے: تصویر کی تعظیم مطلقاً حرام ہے بلکہ غیر محل توہین میں اس کو رکھنا حرام ومانع دخول ملائکہ رحمت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لاتدخل الملئکۃ بیتا فیہ کلب ولا صورۃ'' اھ (ج ۹ ص ۱۱۴ نصف آخر) نیز اسی میں ص ۵۳ پر ہے'' امتناع ملائکہ اسی گھر میں جانے سے ہوگا جہاں تصویر بروجہ تعظیم رکھی ہو ورنہ ہرگز نہیں۔'' اھ

ان جزئیات سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ ظاہر میں جو تصویریں تعظیم کے لئے رکھی ہوں وہ مانع دخول ملائکہ ہیں اور وہ تصویریں جو صندوق، الماری یا موبائل کی میموری میں ہیں وہ ظاہر نہیں پوشیدہ ہیں تو اگرچہ آدمی تصویر رکھنے کی وجہ سے گنہگار ہوگا لیکن یہ مانع دخول ملائکہ نہیں۔ لہٰذا جاندار کی تصاویر کو چھپا کر بھی محفوظ نہ رکھیں بلکہ پھاڑ دیں اور میموری سے تصویروں کو محو کردیں اور آئندہ تصویروں کو مذکورہ چیزوں میں رکھنے سے صدق دل سے توبہ کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

کتبہ: محمد ابراہیم مصباحی
۱۷ ر جمادی الآخر ۱۴۳۲ھ

■❖■

کِتَابُ الْوَصَایَا

وصیت کا بیان

عورت وصیت کرسکتی ہے؟ کیا بعد وفات اس وصیت پر عمل ہوگا؟

مسئلہ والدہ اگر اپنی حیات میں شرعاً وصیت کرنا چاہے تو کس طرح وصیت کرے اور وفات کے بعد جس کے نام وصیت کی گئی ہے اس پر عمل کیا جائے گا؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی: فریدہ عبدالرزاق رضوی لاکھنی مین روڈ بھنڈار

الجواب اگر کوئی عورت اپنی زندگی میں کسی کے لیے وصیت کرنا چاہے تو کرسکتی ہے۔ بشرطیکہ وہ وصیت تہائی مال کی ہو اور وہ کسی وارث کے لیے نہ ہو تو یہ جائز ہے ورنہ نہیں ہدایہ آخرین ص ۶۵۴ پر ہے لا تجوز بما زاد علی الثلث اھ اور لا تجوز لوارثہ اسی میں ص: ۶۰۷ پر لقولہ علیہ السلام لا وصیۃ لوارث اگر کوئی تہائی مال سے زیادہ کی وصیت کردے تو بھی وصیت تہائی مال ہی میں نافذ ہوگی البتہ عاقل بالغ ورثہ مرنے کے بعد تہائی مال سے زیادہ کی اجازت دیدیں تو جائز ہے" عالمگیری جلد ۶ ص ۹۰ پر ہے: "لا تجوز بما زاد علی الثلث الا ان یجیزہ الورثۃ بعد موتہ وھم کبار" اھ البتہ وصیت میراث پر مقدم ہے اس لیے پہلے وصیت کی ادائیگی کی جائے گی پھر مابقی مال ورثہ کے درمیان تقسیم ہوگا" درمختار جلد ۶ ص ۶۰۷ پر ہے۔ تقدم وصیتہ من ثلث مابقی ثم یقسم الباقی بین ورثتہ اھ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہٗ: محمد اجمل حسین بلرام پوری
۳۰ر شوال المکرم ۱۴۲۲ھ

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

آنکھ و گردہ بینک کو دینے کی وصیت کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ بکر اپنی زندگی میں ہی یہ وصیت کرجاتا ہے کہ اس کے مرنے کے بعد اس کی آنکھیں یا گردہ "آنکھ بینک" اور "گردہ بینک" کو تحفۃً عنایت کردیں کیوں کہ وہ اور کسی ضرورت مند کو جس کی آنکھ چلی گئی ہو اور گردہ فیل ہوگیا ہو کام آئے اور وہ ثواب ٹھہرے تو کیا از روئے شرع ایسا کرسکتے ہیں؟

المستفتی: حافظ حبیب اللہ صدیقی فرسٹ کروس روڈ کورٹ بلھاری، کرناٹک

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بکر کا اپنی زندگی میں اس طرح کی وصیت کرنا اور بعد موت اس کی وصیت کے مطابق اس کی آنکھیں یا گردہ یا کسی دوسرے عضو کو نکالنا درست نہیں ہے کیونکہ ایسا کرنا انسانی عظمت وتکریم کے خلاف ہے جب کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کو تمام مخلوقات سے افضل واکرم بنایا ہے۔ قرآن کریم میں ہے "وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰي كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا۔" اور بے شک ہم نے اولاد آدم کو عزت دی اور ان کو خشکی اور تری میں سوار کیا اور ان کو ستھری چیزیں روزی دیں اور ان کو اپنی بہت سی مخلوق سے افضل کیا۔ (سورۂ بنی اسرائیل/۷۰)

علاوہ ازیں مسلم میت کے کسی عضو کو نکالنے میں اسے ایذا وتکلیف پہنچانا ہے جو ناجائز وحرام ہے۔ حدیث شریف میں ہے "من أذى مسلماً فقد أذاني ومن أذاني فقد أذى الله۔" (کنز العمال ج۱۶، ص۱۰، حدیث ۴۳۷۰۳) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

کتبہٗ: محمد وقار علی احسانی علیمی

۲۸ ربیع النور ۱۴۲۹ھ

■❖■

کِتَابُ الْفَرَائِضِ

وراثت کا بیان

زید کا بڑا لڑکا زید کی دکان میں کام کرتا تھا زید کے مرنے کے بعد اس نے دکان بیچ دیا اور چھوٹے بھائی بہن کو حصہ دینے سے انکار کرتا ہے

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

محمد ابراہیم کے پاس ایک دوکان تھی یہ دوکان محمد ابراہیم کے نام سے تھی محمد ابراہیم ۵۵ سال سے اس دوکان میں سلائی کا کام کیا کرتے تھے اور اپنے بیوی بچوں کا گذر بسر کیا کرتے تھے اب محمد ابراہیم کا انتقال ہوگیا محمد ابراہیم کے ۲ لڑکے اور ایک لڑکی ہے محمد ابراہیم کا بڑا لڑکا محمد اسمٰعیل بھی اس دوکان میں کام کیا کرتا تھا اب محمد اسمٰعیل نے یہ دوکان ۳ لاکھ روپیہ میں بیچ دی بیچنے سے پہلے محمد اسمٰعیل نے اپنے چھوٹے بھائی محمد اختر سے کہا بھائی آپ کاغذات پر دستخط کر دو دوکان بیچنے کے بعد میں تمہارا حصہ دے دوں گا محمد اختر نے کاغذات پر دستخط کر دیے دوکان بیچنے کے بعد محمد اسمٰعیل نے محمد اختر سے کہا تمہارا کوئی حق نہیں ہے۔

المستفتی: محمد اختر ٹھیکیدار، سلوجا کالونی گھاس پورہ، کھنڈوہ (یم پی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب صورت مسئولہ میں محمد ابراہیم کی دوکان میں ساتھ ہی اس کے دوسرے ترکے میں بھی اس کے سبھی وارثین کا حق ہے اگر اس کے وارثین میں اس کے انتقال کے وقت اس کا اور کوئی وارث نہیں تھا تو پوری جائداد کے کل پانچ حصہ کیے جائیں گے جس میں سے دو دو حصے لڑکوں کو اور ایک حصہ لڑکی کو ملے گا، ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ ''لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ'' اھ یعنی بیٹے کا حصہ دو بیٹیوں کے برابر ہے اھ (پ ۴ ع ۱۳)

لہٰذا محمد اسمٰعیل کا دوکان کے دام میں دوسرے بھائی اختر کو اس کا حصہ دینے سے انکار کرنا حرام وگناہ ہے اگر یہ اپنے بھائی اور بہن کا حصہ نہیں دیتا ہے تو ظالم وجفا کار، حق اللہ وحق العباد میں گرفتار ہے۔

اگر محمد اسمٰعیل اپنے بھائی اور بہن کو محمد ابراہیم کی جائداد سے مقررہ حصے دیتا ہے تو ٹھیک ہے ورنہ تمام

مسلمانوں پر لازم ہے کہ ایسے ظالم کا سخت بائیکاٹ کریں جب تک کہ وہ حق والوں کا حق ادا نہ کردے اس کے یہاں کھانا پینا، سلام وکلام کرنا بند کردیں اور شادی بیاہ جیسی تقریبات میں ہرگز شریک نہ ہوں ورنہ ظالم کی اعانت کرنے کی وجہ سے سارے لوگ گنہگار ہوں گے ارشادی باری تعالیٰ ہے: وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ (پ ۱۲ سورہ ہود آیت ۱۱۳) اور دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے "وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ" اھ یعنی گناہ اور زیادتی پر مدد نہ کرو (پ ۶ سورہ مائدہ آیت ۲)۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد نیاز برکاتی مصباحی

۱۷ رجمادی الاولیٰ ۱۴۲۵ھ

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

زید تین بھائی ہیں مکان کا تہائی حصہ باپ نے تعمیر کرایا اس کی وفات کے بعد تینوں نے مل کر تہائی عمارت تعمیر کرائی پھر عمرو خالد نے اسے مکمل کیا کس طرح تقسیم ہوگا؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید، عمرو، خالد تین بھائی ہیں ان کے والدین نے ایک زمین خریدی، اس میں ایک تہائی بھاگ مکان کھڑا کرنے کے بعد دونوں کا انتقال ہوگیا، پھر تینوں بھائی مل کر اس مکان کو لگ بھگ ۱/۳ تیار کیا، جس میں ایک بھائی خالد نابالغ تھا، مگر اب بالغ ہوگیا ہے، پھر زید جو کہ بڑا ہے وہ دونوں بھائیوں سے الگ ہوگیا، پھر عمرو، خالد دونوں مل کر اس مکان کو پورا کیا، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس مکان کو تینوں بھائیوں میں کیسے تقسیم کیا جائے گا۔ اور اگر اس مکان کو عمرو، وخالد مل کر آپس میں بانٹ لیں اور زید کو نہ دیں تو اس کا مواخذہ ہوگا کی نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: مختار احمد، دوبولیا، بازار، بستی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الجواب صورت مذکورہ میں تینوں بھائیوں کو اس مکان سے برابر حصہ ملے گا کہ وہ ان کے والدین کا ترکہ ہے جس میں سب کا حق برابر ہے اور عمارت کے ۱/۳ کی تکمیل جو عمرو اور خالد نے کی اس میں قدرے تفصیل ہے اگر انہوں نے یہ تکمیل ترکے کے روپے یا اثاثے سے کی ہے تو انہیں اس ۱/۳ عمارت کے مقابل کچھ معاوضہ نہ ملے گا اور اگر اپنے روپے یا اثاثے سے تکمیل کی ہے تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کی اجازت سے کی ہے یا بلا اجازت اپنے طور پر، اگر زید کی اجازت سے باقی مکان کی تعمیر کو پورا کیا ہے تو اس کے حصے کے روپے کا مطالبہ بھی کرسکتے ہیں، اور اگر اس سے اجازت لیے بغیر اپنے طور پر اپنے روپیے سے تعمیر کی ہے تو اس بقیہ حصے کی عمارت کے مالک یہ دونوں بھائی ہیں، اور زید کا اپنے دونوں بھائیوں کی اس بقیہ حصے کی

تعمیر میں کوئی حق نہیں، لیکن چونکہ یہ عمارت اس زمین پر واقع ہے جس میں زید کا بھی حصہ بنتا ہے، لہٰذا عمرو وخالد پر لازم کہ اس ۱/۳ کی تکمیل میں جو مصارف آئے ہیں اس کا ۱/۳ صرف زید سے بقدر معاوضہ وصول کر کے پوری عمارت میں اسے بھی برابر کا شریک کرلیں۔

درمختار میں ہے "بنی احد الشریکین بغیر اذن الآخر فی عقار مشترك فطلب شریکه رفع بنائه قسم العقار فان وقع البناء فی نصیب البانی فبها ونعمت والاهدم البناء وحکم الغرس کذلك، بزازیة، اھ

ردالمحتار میں ہے: (قوله بغیر اذن الآخر و کذا لوباذنه لنفسه لانه مستعیر لحصة الآخر وللمعیر الرجوع متی شاء امالو باذنه للشرکة یرجع بحصته علیه بلا شبهة رملی علی الاشباه (قوله والاهدم البناء) اوارضاه بدفع قیمته ط عن الهندیة، اقول: و فی فتاوی قاری الهدایة :وان وقع البناء فی نصیب الشریك قلع وضمن مانقصت الارض بذلك اھ، وقدتقدم فی کتاب الغصب متنا ان من بنی اوغرس فی ارض غیره أمر بالقلع وللمالك ان یضمن له قیمة بناء او غرس أمر بقلعه، ان نقصت الارض به، والظاهر جریان التفصیل هنا کذلك تأمل، اھ (کتاب القسمة ص ۲۶۸ ج ۶)

ایسا ہی فتاویٰ رضویہ ج ۶، ص ۳۲۵ پر ہے:

لہٰذا اگر عمرو وخالد اس پورے مکان کو آپس میں بانٹ لیں اور زید کو نہ دیں تو سخت گنہگار، لائق عذاب نار وقہر قہار ہوں گے بلکہ ان دونوں پر لازم ہے کہ زید کا جو حصہ بنتا ہے اس کو دے دیں اور وعید شدید سے بچیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "من اخذ من الارض شیئًا بغیر حقه خسف به یوم القیامة الی سبع ارضین، اھ جو کسی قدر زمین ناحق لے لے قیامت کے دن زمین کے ساتویں طبقے تک دھنسا دیا جائے گا۔ (بخاری شریف ابواب المظالم والقصاص ص ۳۳۲ ج ۱) ایسا ہی فتاویٰ رضویہ ج ۶ ص ۳۱۳ پر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد صدیق عالم قادری
۲ رجمادی الآخر ۱۴۲۶ھ

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

زید کے ۷ رلڑکے ۳ رلڑکیاں اور بھائی بھتیجے ہیں تو جائداد کیسے بٹے گی؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کے پاس سات

لڑکے اور تین لڑکیاں ہیں، زید کا انتقال ہو چکا ہے تو کیا زید کی وراثت اس کے بچوں کے علاوہ اس کے بھائی اور بھتیجے کے درمیان بھی تقسیم ہوگی یا نہیں؟۔ بینوا توجروا۔ المستفتی: عبدالواحد چکوہ ٹولہ، پرانی بستی

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بعد تقدیم ما تقدم علی الارث وانحصار ورثہ فی المذکورین زید کی منقولہ وغیر منقولہ کل جائداد کے سترہ حصے کیے جائیں، دو دو حصے لڑکوں کو اور ایک ایک حصہ لڑکیوں کو دیا جائے اور بھائی و بھتیجے محروم ہوں گے انہیں زید کے ترکہ سے کچھ نہ ملے گا۔ ایسا ہی فتاوی رضویہ ج ۱۰ ص ۳۹۶ پر ہے، ارشاد باری ہے "يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ" (پ ۴ سورۂ نساء آیت ۱)

فتاویٰ ہندیہ "الباب الثالث فی العصبات" میں ہے "اقرب العصبات الابن ثم ابن الابن وان سفل ثم الاب ثم الجد اب الاب وان علا ثم الاخ لاب وام ثم الاخ لاب ثم ابن الاخ لاب وام" اھ (ج ۶ ص ۴۵۱) پھر "الباب الثانی فی ذوی الفروض" میں ہے "واذا اختلط البنون والبنات عصب البنون البنات فیکون للابن مثل حظ الانثیین کذا فی التبیین" اھ (ج ۶ ص ۴۴۸) واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد صابر حسین فیضی
۳ رذی الحجہ ۱۴۲۵ھ

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

مہر ادا نہ کیا تھا کہ بیوی مرگئی تو کس طرح ادا کرے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت اس مسئلہ میں کہ ہندہ مرض الموت میں مبتلا ہونے کی وجہ سے انتقال کر گئی شوہر نے مہر ادا نہ کیا تو شوہر کس صورت میں حقوق العباد سے چھٹکارا پا سکتا ہے؟ بینوا توجروا المستفتی: مہر علی مقام سوروپور ضلع بستی

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب اگر ہندہ مرض الموت میں مبتلا ہونے سے قبل مہر معاف کیے بغیر وفات کر گئی تو اب مہر اس کا ترکہ ہو گیا جس کے مستحق اس کے تمام ورثہ ہیں اس کا شوہر بھی اس کے وارثین سے ہے لہٰذا شوہر بعد تقدیم ما تقدم علی الارث ہندہ کے تمام وارثوں میں بشمول خود اس کی میراث کے مہر تقسیم کر دے ضرورت ہو تو ہندہ کے تمام ورثہ کی تعداد بتا کر ہر ایک کا حصہ معلوم کر لے تا کہ اس کے مطابق ان کو دینے میں سہولت ہو۔ جب اس طور پر سب کو ان کا حق دے دے یا وارثین اپنا حق درگزر کر دیں گے تب خاوند بیوی کے اس حق سے نجات پا جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد رئیس برکاتی
۱۹ رذالحجہ ۱۴۲۷ھ

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

زید نے اپنے دو بیٹوں اور منہ بولے بیٹے بکر کو بھی حصہ دیا اب زید کے لڑکوں کا کہنا ہے کہ جائداد صرف ہم دونوں کا حق ہے

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت اس مسئلہ میں کہ

زید کے تین لڑکے (۱) بکر (گوہن لگوا) (۲) عمرو (۳) خالد ہیں اور زمین زید کے پاس نجی ڈیڑھ بیگہ تھی، پھر گوہن لگوا نے اپنی محنت وکوشش سے ڈیڑھ بیگہہ کے علاوہ ساڑھے تین بیگہہ اور کیا، اب کل پانچ بیگہہ زمین ہوگئی۔ اس کے بعد پھر اس پانچ بیگہہ میں محمد اسمٰعیل (بکر) محمد اسحاق (عمرو) محمد یوسف (خالد) کا برابر برابر بٹوارہ ہوگیا، اور اس کے علاوہ بکر گوہن لگوا نے پندرہ بسوہ زمین الگ سے خرید کر اپنے نام بیع نامہ کرالیا، سب لوگوں کی جانکاری میں چوری نہیں، زید کی موجودگی میں عمرو خالد اپنا حصہ لے کر الگ ہوگئے بکر نے بھی اپنے حصے پر قبضہ کرلیا اور زید کے ساتھ رہنے لگا۔ صرف بکر ہی زید کی دیکھ بھال کرتا رہا، زید کے مرنے کے بعد اس کا تیجہ فاتحہ کیا ان دونوں نے اس میں کوئی حصہ نہ لیا۔ یہ بٹوارہ زید نے اپنے طور پر کردیا گورنمنٹی کاغذ میں زید ہی کا نام تھا، بکر گوہن لگوا کے بڑے پوتے نے زید کے مرنے کے بعد چار سال کے قریب ہونے پر بٹوارے کے مطابق بکر، عمرو اور خالد کا نام سرکاری کاغذ میں ڈلوادیا اب عمرو خالد کا کہنا ہے کہ تم نے گورنمنٹی کاغذ میں تینوں کا نام کیوں ڈلوایا اس میں صرف ہم دونوں کا حصہ ہوتا ہے، بکر کا کوئی حصہ نہیں۔ اب اس کے لیے شرع کا کیا حکم ہے؟ اور بکر کے بڑے پوتے کے لیے بھی شرع کا حکم کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

المستفتی: منظور علی، مہنیاں، ضلع بستی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب جب زید نے زمین کا بٹوارہ اپنی زندگی میں کردیا اور اس پر قبضہ بھی دلادیا تو بکر، عمرو اور خالد تینوں اپنے اپنے حصہ کے مالک ہوگئے، کہ باپ اپنی زندگی میں ساری جائداد کا مالک ہوتا ہے وہ جسے چاہے جتنا چاہے دیدے کسی کو اعتراض کا حق نہیں۔ اب عمرو اور خالد کا یہ کہنا کہ ”اس میں صرف ہم دونوں کا حصہ ہوتا ہے بکر کا کوئی حصہ نہیں، درست نہیں۔ کہ یہ زید کی طرف سے ہبہ ہوا جو قبضہ کے بعد تام ہوگیا۔ فتاوی امجدیہ میں ہے: ”اپنی زندگی وصحت میں اگر اس نے ہبہ کردیا اور قبضہ بھی دلادیا تو یہ ہبہ صحیح ہوگا، ورثہ کو واپس لینے کا کوئی حق نہ ہوگا، تقسیم فرائض مرنے کے بعد ہوتی ہے، زندگی میں خود مالک ہے اس کی جائداد میں دوسرے کا حق نہیں، نہ حصص شرعی پر تقسیم ہوگی“ اھ (ج:۳ ص ۳۸۰)

اور جب تینوں اپنے اپنے حصہ کے مالک ہوگئے تو اب گورنمنٹی کاغذ میں نام ڈلوانے میں کوئی حرج

نہیں، اس وجہ سے بکر کے بڑے پوتے پر شرعاً کوئی الزام نہیں۔ اور بکر نے اپنی کمائی سے جو پندرہ بسوہ زمین خرید کر اپنے نام بیع نامہ کروالیا، تو اس میں بکر کے دوسرے بھائیوں کا کوئی حق نہیں۔ اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر فرماتے ہیں: ''اپنے ذاتی مال سے کوئی تجارت کی یا کسب پدری سے الگ کوئی کسب خاص مستقل اپنا کیا یہ اموال خاص بیٹے کے ٹھہریں گے۔ خیریہ وعقود الدریہ میں ہے: "سئل فی ابن کبیر ذی زوجة وعیال له کسب مستقل حصل بسببه اموال الاهل هی لوالده؟ اجاب: هی للابن حیث له کسب مستقل" اھ ملخصاً (فتاوی رضویہ ص ۳۲۴ ج ۷) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

کتبہ: غلام نبی نظامی علیمی
۲ رصفر المظفر ۱۴۲۷ھ

سوتیلا بیٹا ترکہ کا حقدار ہے یا نہیں؟ اگر وہ جبراً حصہ لے تو؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ
برساتی نواسی نواب گنج جن کے مرجانے کے بعد بیوی ہندہ اور ایک لڑکا بکر اور ایک لڑکی بٹن تین فرد بچے ہندہ کی عدت پوری ہونے کے بعد زید بن امام علی نواس گرام مٹھنیاں نکاح شرع کر کے تینوں کو اپنے گھر لے آیا کچھ عرصہ کے بعد یکے بعد دیگرے زید کے نسل سے دو لڑکے پیدا ہوئے ایک محمد یوسف دوسرے محمد اسحٰق اور ایک لڑکا بکر جو ہندہ کے ساتھ آیا تھا وہ زید کے نسل سے تھا نہیں وہ برساتی کا لڑکا تھا مگر ماں کے ساتھ زید کے گھر میں اس کا رہن سہن تھا زید کے پاس کھیت تھا محمد یوسف اور محمد اسحٰق کے پیدا ہونے کے بعد زید کو یہ خیال ہوا کہ میرے مرنے کے بعد ہو سکتا ہے میرے دونوں لڑکے محمد یوسف محمد اسحٰق میرے گوہن لگوا لڑکے بکر کو زمین میں سے حصہ نہ دیں اس لیے آگاہ سوچ کر کے پختہ پندرہ بسوہ زمین زید نے بکر کے نام بیع نامہ کروادیا بکر نے بیع نامہ کے وقت ولدیت برساتی کے بجائے زید ہی کو لکھوایا زید کے دونوں بچوں کے ذریعہ چار لڑکے غلام حسین، ماہ مبین، قاسم علی، ضمیر الحسن موجود ہیں اور بکر کے دو لڑکوں کے ذریعہ سات پوتے موجود ہیں زید کی حیات میں زید کی زمین اور بیع نامہ کی زمین دونوں زمینوں میں تین حصہ کر لیے ہوئے تھے اور بوتے جوتتے زید مرگیا بکر کے بڑے پوتے نے زمین کا خارج داخل زید کے مرنے کے بعد دو مسلمانوں کی گواہی میں زید کے دونوں لڑکوں کے نام اور بکر گوہن لگوا کے نام کروالیا اور کچھ دنوں کے لیے خارج داخل ہونے کے بعد بھی جوتتے رہے تینوں۔ بکر مرنے سے پہلے اپنے لڑکے کو تاکید کیا کہ میرے مرنے کے بعد زید کے دونوں لڑکوں کو زمین نہ دینا بکر مرگیا بعدہ اس کے دونوں لڑکوں نے بیع نامے کی زمین تو پوری لے لی اور زید کے زمین

میں سے تیسرا حصہ خارج داخل اور گوہن لگوا کے بنیاد پر لے لیا محمد یوسف اور محمد اسحق کے چاروں لڑکے غریب مزدور مجبور ہیں چیخ پکار کیے جس کے جواب میں بکر کے بڑے لڑکے نے کہا ہم نے زید کا روٹی کھانا کیا ہے اس میں حصہ دو تو کھیت میں حصہ دوں گا اور بکر کا بڑا پوتا جس نے خارج داخل کروایا ہے وہ سعودی میں چار سال سے رہتا ہے۔ بکر کا بڑا پوتا محمد اسحق کی بڑی بہو اور لڑکے کو حصہ دینے کی چال میں اپنے طرف ملائے ہوئے تھا جب خارج داخل اور کام سب پختہ ہوگیا تو یہ کہہ کر خاموش ہے کہ میں نے حصہ دینے کے لیے کہا تھا مگر زمین میرے باپ کے نام ہے جب کبھی میرے نام ہوگا تو دیکھا جائے گا ہم چاروں مقدمہ لڑنے سے مجبور ہیں قرآن و حدیث کی روشنی میں قانون شرع بلا رعایت ہر ایک کے لیے بیان فرمائیں اور مسلم برادری رشتے ناطے کے لوگوں کو بھی قانون شرع میں شامل کریں؟ متعدد بار پنچایت بھی ہوئی اور حضرت پیر صاحب کے سامنے بھی بات ہوئی حضرت نے کہا غریبوں کو دیدو غریبوں کو ستانا ٹھیک نہیں جواب میں بکر کا بڑا لڑکا اور اس کے رشتہ دار بولتے ہیں کہ پیر کے کہنے پر گھر بھی دیدیں پیر کے کہنے پر کیا کیا دیدیں بہت سے مرید ہیں جو پیر کے کہنے کے خلاف کرتے ہیں اکیلے ہم ہی نہیں ہیں؟ بینوا توجروا۔

المستفتی: غلام حسین، ماہ مبین، قاسم علی، ضمیر الحسن، گرام مٹھیاں پوسٹ ہریا، ضلع بستی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب صورت مسئولہ میں بکر، زید کے ترکہ کا وارث نہ ہوگا کیونکہ ترکہ کے حقدار ذوی الفروض یا عصبات، یا ذوی الارحام ہوتے ہیں اور بکر ان میں سے نہیں بلکہ وہ زید کا ربیب ہے اور اگر زید نے بکر کی پرورش کی ہے تو بکر زید کا متبنّٰی بھی ہوگا اور متبنّٰی یا ربیب میت کا وارث نہیں ہوتا۔ لہٰذا زید نے بکر کے نام جو پندرہ بسوہ زمین بیع نامہ کر دیا ہے یہ بکر کے لیے ہبہ ہے اور وہ صرف اتنی ہی زمین کا مالک ہوگا۔

اور بکر کے بڑے پوتے نے زید کے مرنے کے بعد ماتبقی زمین جس میں شرعاً بکر کا کچھ بھی حصہ نہیں زید کے دونوں لڑکے محمد یوسف اور محمد اسحق کے ساتھ بکر کے نام بھی جبراً کچہری میں خارج داخل کروا دیا تو یہ اس نے ظلم کیا اس پر لازم ہے کہ کچہری میں خارج داخل کے کاغذات سے اپنے دادا بکر کا نام کٹوا کر زید کے دونوں لڑکوں کو زمین واپس کر دے۔ حدیث شریف میں سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: "من اخذ من الارض شیئًا بغیر حقه خسف به یوم القیامة الی سبع ارضین" یعنی جو شخص دوسرے کی زمین کا کچھ حصہ بھی لے لیا تو وہ قیامت کے دن سات زمینوں تک دھنسایا جائے گا۔ بخاری شریف (ج:۱ص ۳۳۲) لہٰذا بکر کا پوتا اللہ واحد قہار کے عذاب سے ڈرے اور دوسرے کا مال ناحق لے کر اپنی عاقبت برباد کرنے کی کوشش نہ کرے۔

خلاصہ یہ کہ بکر کے لڑکے اور اس کے پوتے اگر کچہری میں خارج داخل کے کاغذات سے اپنے دادا بکر کا نام کٹوا کر زمین زید کے دونوں لڑکوں کے سپرد نہ کریں تو وہ ظالم، جفا کار، حق العبد میں گرفتار اور مستحق عذاب نار ہیں۔ سب مسلمانوں پر لازم ہے کہ ایسے ظالموں کا سختی سے بائیکاٹ کریں ورنہ وہ بھی گنہگار ہوں گے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: "وَاِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ" (پ ۷ ع ۱۴) اور ارشاد فرماتا ہے: "وَلَا تَرْكَنُوْۤا اِلَی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ" (پ ۱۲ ع ۱۲) واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — **کتبہٗ:** غلام نبی نظامی علیمی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۲۷ ربیع النور ۱۴۲۶ھ

زید کے دو لڑکوں میں سے ایک گھر کی دیکھ بھال کرتا رہا دوسرا کماتا رہا تو اس کی کمائی ہوئی دولت میں پہلے کا حق ہے یا نہیں؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہمارے والد دو بھائی ہیں والد کا نام شمس الحق اور چچا کا نام عبدالقیوم ہے ان دونوں بھائیوں میں کچھ آپسی تفرقہ پڑگیا ہے۔ دراصل ہمارے والد گھر پر ہی رہتے تھے اور آج بھی گھر پر ہیں اور کھیتی وغیرہ کا کام کرتے ہیں اور اب تو بزرگ ہوگئے ہیں اور ہمارے چچا بمبئی رہتے تھے اور آج بھی ہیں اور کبھی کبھی پیسہ وغیرہ بھی بھیج دیتے تھے لیکن کچھ دنوں پہلے ہمارے چچا بمبئی سے گھر آئے اور اپنے بھائی سے بولے کہ میری کھیتی وغیرہ جو بھی ہے دو حصوں میں تقسیم کردو یعنی آدھا آدھا بانٹ دو دونوں بھائی آدھا آدھا بانٹ لیے لیکن اب ہمارے والد صاحب چچا سے بولے کہ آپ نے جو اپنی محنت سے پراپرٹی بنائی ہے اس میں ہمارا بھی حق ہے ہمیں بھی چاہیے۔ تو چچا صاحب بولے کہ آپ کو اس میں سے نہیں دوں گا وہ ہماری محنت کی کمائی ہے اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا ہمارے والد کا اس میں حق ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

المستفتی: فیروز خان بھٹری، پوسٹ کرہاں، ضلع مئو (یوپی)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الجواب صورت مسئولہ میں جب کہ عبدالقیوم نے اپنی محنت سے ساری پراپرٹی بنائی ہے تو اس میں شمس الحق کا شرعاً کوئی حق نہیں۔ فتاویٰ رضویہ میں فتاوی خیریہ اور عقود الدریہ سے ہے "سئل فی ابن کبیر ذی زوجة وعیال له کسب مستقل حصل بسببه اموالا هل هی لوالده اجاب هی للابن حیث له کسب مستقل اھ" (ج ۷ ص ۳۲۴)

اور فتاوی رضویہ میں ہے ”زمین کہ عمرو از کسب خود خریدہ است خالد وغیرہ را از وحصہ خواستن روا نیست فان سھم الوارث فی المورث دون مملوك وارث اٰخر“ اھ (ج ۸ ص ۲۴۵) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — **کتبہٗ:** شمس الدین احمد علیمی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۱۱ / جمادی الاولیٰ ۱۴۲۵ھ

میت کے جیون بیمہ کے پیسے کسے ملیں گے؟ میت نے مہر ادا نہیں کیا ہے تو؟ عورت کے زیورات کس کے ہیں؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

کہ ہندہ جس کی شادی تقریباً عرصہ چار سال پہلے بکر کے ساتھ ہوئی دونوں کا رہن سہن برابر رہا اور کوئی بچے نہیں ہوئے ہندہ کا شوہر پردیس میں تھا اچانک ایکسیڈنٹ ہو گیا جس کی وجہ سے موت واقع ہو گئی مرنے کی خبر پا کر ہندہ اور ہندہ کے ساس سسر بمبئی پہنچے ہفتہ عشرہ بمبئی رہنے کی صورت میں ہندہ کا فوٹو کسی کاغذ پر چسپا کیے معلومات کیا گیا کہ یہ فوٹو ایکسیڈنٹ کیس کے سلسلے میں لگایا جا رہا ہے یا کوئی اور بات ہے تو ہندہ کے سسر نے یہ اقرار کیا کہ پچیس یا پچاس ہزار کا جیون بیمہ مرنے والا کرا چکا تھا بکر کے مرنے کے بعد رشتہ زوجیت ختم ہو چکی ہندہ نے کچھ بے عزتی کے خوف سے عدت میکے میں پوری کی اور میکے میں رہتی ہے بکر کے مرنے کے بعد اس کے جیون بیمہ کے پیسے کے وارث ماں باپ ہوں گے یا کہ ہندہ؟ اور ہندہ کو عدت کے خرچ نان ونفقہ مہر ہندہ کو ملنے کا حق ہے یا کہ نہیں؟ ہندہ کس سے اپنا حق وصول کرے ہندہ کے پاس کچھ زیورات موجود ہیں زیورات کس کی ملکیت ہیں؟ اور شادی کے دوران جو سامان یا جہیز بکر کو ملے تھے ہندہ واپس لینے کی مستحق ہے یا کہ نہیں چونکہ آج کے موجودہ دور میں شادی بیاہ کرنا وبال جان ہے ہندہ کا کہیں رشتہ کیا جائے تو نئے سامان کی ضرورت ہے ہندہ کے جہیز کا سارا سامان جو نا پرانا ہو چکا ہے وہ اگر لیا بھی جائے تو وہ کسی کو دیا نہیں جا سکتا ہے بکر کے زیورات کی قیمت پہلے سے زیادہ ہے۔

اس صورت میں ہندہ کا نقصان شرعی حیثیت سے درست ہے یا کہ نہیں؟ مذکورہ بالا سوالوں کے جوابات بغیر کسی کا پاس کیے ہوئے بیان فرما کر دارین میں شادکام ہوں۔ بینوا توجروا۔

المستفتی: منور علی مٹھنیاں پوسٹ ہریا بازار ضلع بستی، یوپی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب جیون بیمہ کے پیسے بکر کے ترکہ قرار پائیں گے جس میں اس کے ماں باپ اس کی بیوی

ہندہ اور جمیع ورثہ کا حصہ ہے جس میں سبھی اپنے اپنے حصے کے مطابق پانے کے حقدار ہیں — اور موت کی عدت کا نفقہ شوہر کے مال میں واجب نہیں جیسا کہ درمختار میں ہے: "لا تجب النفقة بأنواعها لمعتدة موت مطلقاً ولو حاملا اھ (الدرالمختار فوق ردالمحتار ج ۳ ص ۶۱۰)

اور مہر بکر کے ذمہ دین ہے اس کی ادائیگی قبل تقسیم ترکہ واجب ہے جیسا کہ فتاویٰ ہندیہ میں ہے: "الترکة تعلق بها حقوق اربعة جهاز الميت ودفنه والدين والوصية والميراث، فيبدأ اولا بجهازه وكفنه ثم بالدين اھ" (ج ۶ ص ۴۴۷)

ہندہ کو جو زیورات اس کے میکے سے ملے اس کی وہ خود مالک ہے مگر وہ زیورات جو سسرال سے ملے یا بکر نے ہندہ کے لیے بنوائے تھے اگر اس نے صراحۃً ہندہ کو ان زیورات کا مالک کر دیا یا وہاں کا عرف ایسا ہو کہ عورت کو جو زیور بنا کر دیتے ہیں عورت کو اس کا مالک بنا دیتے ہیں تو وہ عورت کی ملک ہے بکر کے ورثا اس سے واپس نہیں لے سکتے — البتہ اگر صرف پہننے کے لیے دیا مالک نہ کیا تو وہ بکر کی ملک تھا۔ اب وہ انتقال کے بعد ترکہ میں شمار ہوگا، ایسا ہی فتاویٰ امجدیہ ج ۲ ص ۱۴۸ پر ہے۔

اور جہیز جو بکر کی سسرال سے ملے تھے وہ سب بکر کی بیوی کو ملیں گے کہ سامان جہیز اسی کی ملکیت ہے درمختار میں ہے: "كل احد يعلم ان الجهاز للمرأة اذا طلقها تاخذه كله واذا ماتت يورث عنها" اھ (الدرالمختار فوق ردالمحتار ج ۳ ص ۱۵۸) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

کتبہ: محمد اجمل حسین
۱۸ ر شوال المکرم ۱۴۲۳ھ

میت کے لڑکوں کا کسی لڑکے کو جبراً حصہ سے محروم کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے مفتیان دین وملت عبدالغفور کا انتقال ہو گیا اور اس نے اپنے پیچھے چار بیٹوں کو چھوڑا (۱) محمد یعقوب، (۲) نظام الدین (۳) اسلام علی (۴) مبارک علی، نظام الدین کے علاوہ مذکورہ مرحوم کی جائداد میں سب اپنے آپ کو حصہ دار ٹھہرائے اور نظام الدین کو باپ کی جائداد میں سے حصہ دینے سے انکار کر دیا۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ مذکورہ مرحوم کی جائداد میں نظام الدین کا حق ہے کہ نہیں اگر ہے تو نظام الدین کا حق غصب کرنے والوں پر شریعت کا کیا قانون نافذ ہوگا؟ بینوا توجروا۔

المستفتی: محمد نظام الدین مقام و پوسٹ بیدی پور ضلع بستی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الجواب (۱) باپ کی جائداد متروکہ میں بیٹے کا شرعاً حق ہے — اس کا حصہ کسی کے ساقط کرنے یا دینے سے انکار کرنے سے ہرگز ساقط نہیں ہو سکتا۔ حدیث شریف میں ہے "ان اللہ تعالیٰ قد اعطی کل ذی حق حقہ" یعنی اللہ تعالیٰ نے ہر حق والے کو اس کا حق عطا فرما دیا" اھ (مشکوٰۃ شریف ص ۲۶۵) اور ردالمحتار کتاب الفرائض ج ۵ ص ۵۳۷ میں ہے "ای الذین ثبت ارثھم بالکتاب ای القرآن وھم الابوان والزوجان والبنون والبنات" اھ نیز فتاویٰ رضویہ ج ۱۰ ص ۳۶۵ میں ہے "حق میراث حکم شرع ہے کہ رب العالمین تبارک وتعالیٰ نے مقرر فرمایا کسی کے ساقط کرنے سے ساقط نہیں ہوتا۔ "قال علمائنا فی الاشباہ وغیرھا الارث جبری لا یسقط بالاسقاط" اھ

لہٰذا صورت مسئولہ میں محمد نظام اپنے باپ عبدالغفور کی جائداد متروکہ سے پورا حصہ پانے کا حقدار ہے اور محمد نظام الدین کے باقی بھائیوں کا اپنے باپ کی پوری جائداد پر قبضہ کر لینا سخت ناجائز وحرام ہے وہ اپنے بھائی محمد نظام الدین کو باپ کی جائداد میں سے حصہ نہ دینے کی وجہ سے غاصب وظالم اور حق العبد میں گرفتار ہیں اور ظلم وغصب کی قرآن وحدیث میں سخت وعید آئی ہے جیسا کہ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے "وَمَنْ يَّظْلِمْ مِّنْكُمْ نُذِقْهُ عَذَابًا كَبِيْرًا" یعنی اور تم میں جو ظالم ہے ہم اسے بڑا عذاب چکھائیں گے۔" (پ ۱۸ سورہ فرقان آیت ۱۸) اور حدیث شریف میں ہے: "الا لا تظلموا الا لا یحل مال امرئ الا بطیب نفس منہ اھ خبردار تم لوگ ظلم نہ کرنا خبردار کسی کا مال بغیر اس کی خوشی کے حلال نہیں" اھ (مشکوٰۃ شریف، باب الغصب ص ۲۵۵) اور حدیث شریف میں ہے "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص دوسرے کا مال لے لے گا وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے کوڑھی ہو کر ملے گا" اھ

(بہار شریعت حصہ ۱۵ ص ۲۳)

اس لیے نظام الدین کے بھائیوں پر لازم ہے کہ بعد تقدیم ما تقدم وانحصار ورثہ فی المذکورین اگر ان کے علاوہ کوئی دوسرا وارث نہیں تو عبدالغفور کی متروکہ کل جائداد کے چار حصے کیے جائیں جن میں محمد یعقوب اسلام علی، مبارک علی، تینوں ایک ایک حصہ لیں اور باپ کی کل جائداد کا وہ حصہ جو نظام الدین کا ہے جس پر اس کے بھائیوں نے ظلماً قبضہ کر رکھا ہے اسے نظام الدین کو واپس کریں کہ وہ ان کا حق ہے ظلم وزیادتی سے باز آئیں اور اللہ کے قہر وغضب سے ڈریں کہ اس کی پکڑ بہت سخت ہے قرآن مجید میں ہے "اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ" (پ ۳۰ سورہ بروج آیت نمبر ۱۲) اور حدیث شریف میں "من ظلم من الارض شیئا طوقہ من سبع ارضین" یعنی جو شخص ظلماً کسی کی تھوڑی سی بھی زمین لے لے اللہ تعالیٰ اس کو ساتوں زمین کا طوق

پہنائے گا'' اھ نیز حدیث میں ہے "من ظلم قید شبر من الارض طوقہ من سبع ارضین" اھ یعنی جو شخص ظلماً کسی کی ایک بالشت بھی زمین پر قبضہ کرے اللہ تعالیٰ اس کی گردن میں ساتوں زمین کے برابر طوق ڈالے گا اھ (بخاری شریف ج ۱ ص ۳۳۲)۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — **کتبہٗ:** محمد عبد القادر رضوی ناگوری

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۲۵ر جمادی الآخرہ ۱۴۲۳ھ

ایک بیوی دو بچوں کو چھوڑا تو وراثت کیسے بٹے گی؟ ورثہ میں بیوی ایک لڑکا ایک لڑکی ایک بھائی اور والدہ ہیں تو ترکہ کیسے بٹے گا؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت ذیل کے مسائل میں:

(۱) بھولے خاں نے اپنے وارثین میں سے اہلیہ تولن بی بی اور دو لڑکے مصطفےٰ خاں، تجمل خاں کو چھوڑا تو وراثت کس طرح تقسیم ہوگی؟

بھولے خاں

زوجہ...... ابن...... ابن

(۲) مصطفیٰ خاں نے وارثین میں سے اپنی اہلیہ، ایک لڑکا اور ایک لڑکی نیز والدہ کو چھوڑا اور ایک بھائی بھی ہے تو مصطفیٰ خاں کی جائداد کس طرح تقسیم ہوگی؟

میت

ام — زوجہ — ابن — بنت — اخ

المستفتی: عبداللہ، بستی، یوپی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب (۱) بعد تقدیم ماتقدم علی الارث وانحصار ورثہ فی المذکورین بھولے خاں کی کل جائداد منقولہ وغیرہ منقولہ کے آٹھ حصے کیے جائیں ایک حصہ اس کی اہلیہ تولن بی بی کو دیا جائے اور بقیہ سات حصوں کو برابر برابر دونوں لڑکوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ قرآن مجید میں ہے فان کان لکم ولد فلھن الثمن مما ترکتم" اھ (پ ۴ سورہ نساء آیت ۱۲) واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) بعد تقدیم ما تقدم علی الورث وانحصار ورثہ فی المذکورین وعدم موانع ارث، مصطفیٰ خاں کی کل جائداد کے ۲۴ر حصے کئے جائیں ۴ر حصہ اس کی ماں کو اور تین حصہ اس کی

بیوی کو باقی ۷؍ حصوں کے تین حصے کیے جائیں دو حصہ اسکے لڑکے کو اور ایک لڑکی کو دیا جائے۔ فتاویٰ ہندیہ میں ہے "الام لها السدس مع الولد او ولد الابن" اھ (ج ٦ ص ۴۴۹)

اور صفحہ ۴۵۷ پر ہے "وللزوجة الثمن مع احدهما أي الولد او ولد الابن" نیز کتاب مذکور میں ص ۴۵۴ پر ہے "اذا اختلط البنون والبنات عصب البنون البنات فيكون للذكر مثل حظ الانثيين كذا في التبيين" اھ اور مصطفےٰ خاں کی جائداد سے اس کے بھائی کو کچھ نہ ملے گا کہ بیٹے کی موجودگی میں بھائی محروم ہوتا ہے فتاویٰ عالمگیری کتاب الفرائض میں ہے:

"ويسقط بنو الاعيان وهم الاخوة لابوين بالابن وابنه وبالاب" اھ

(ج ٦ ص ۴۵۳) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — کتبہٗ: محمد شاہ عالم قادری جونفوری

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۲۰؍ جمادی الآخرہ ۱۴۲۴ھ

چار لڑکوں اور چھ لڑکیوں میں جائداد کیسے بٹے گی؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ زید کا انتقال ہوگیا اس کے ورثہ میں چار لڑکے، چھ لڑکیاں ہیں۔ تو ہر ایک کو کتنا حصہ ملے گا؟ بینوا توجروا۔

المستفتی: محمد فاروق۔ ۱۲۴ سارنگ اسٹریٹ بھوساری محلہ مسجد۔ بمبئی نمبر ۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب صورت مسئولہ میں بعد تقدیم ما تقدم علی الارث روم کی کل قیمت کے چودہ حصے کیے جائیں جن میں سے ہر ایک لڑکے کو دو، دو حصے اور لڑکیوں کو ایک ایک حصہ دیا جائے۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ"۔ (پ ۴ سورۂ نساء آیت نمبر ۱۱) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — کتبہٗ: محمد ہارون رشید قادری کبولوی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۱۴؍ رجب المرجب ۱۴۲۳ھ

باپ کی زندگی میں لڑکوں کا حق ہے یا نہیں؟ اپنی زندگی میں جائداد تقسیم کرنا چاہے تو کیسے کرے؟ اپنے فوت شدہ لڑکوں کی اولاد کو دے سکتا ہے یا نہیں؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت ان مسائل میں کہ زید کے چار لڑکے ہیں جن میں سے

دو انتقال کر چکے ہیں ان میں سے ایک نے دو لڑکے اور ایک لڑکی اور دوسرے نے ایک لڑکا اور ایک لڑکی چھوڑا ہے زید کے لڑکے بکر نے زید کی ساری جائداد کو اپنے نام کروالیا ہے جب کہ زید ابھی زندہ ہے (۱) زید کا یہ فعل از روئے شرع کیسا ہے (۲) کیا زید کی جائداد کی حیات میں تقسیم ہو سکتی ہے اگر ہو سکتی ہے تو کیسے تقسیم ہو؟ (۳) کیا بکر کا اپنے بھائیوں کا حق مارنا جائز ہے بکر کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

المستفتی: حاجی عثمان علی کپتان گنج بستی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب (۱۔۲۔۳) اگر واقعی ایسا ہی ہے جیسا کہ سوال میں مذکور ہوا تو بکر سخت گنہگار، مستحق عذاب نار، حق العبد میں گرفتار ظالم و جفا کار ہے۔ سب جائداد اس کے باپ زید ہی کی ملکیت ہے اور رہے گی اگر چہ بکر نے چپکے سے اپنے باپ کی ساری جائداد اپنے نام کروالی ہے۔ بکر پر لازم ہے کہ کاغذات سے اپنا نام کٹوا کر باپ کا نام درج کروائے کہ باپ کی زندگی میں اس کی جائداد سے لڑکوں کا کوئی حق نہیں بنتا۔

لہٰذا بکر بارگاہ الٰہی میں گریہ وزاری کے ساتھ توبہ و استغفار کرے اللہ رب العزت کا فرمان ہے "ومن یظلم منکم نذقه عذابا کبیرا" یعنی تم میں کا جو ظلم کرے ہم اسے بڑا عذاب دیں گے" اھ (پ ۱۸ سورہ فرقان آیت ۱۹)

اور دوسری آیت میں اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِیْدٌ۔ یعنی بے شک تمہارے رب کی پکڑ بہت سخت ہے۔ اھ (پ ۳۰ سورہ بروج آیت ۱۲)

اور حدیث پاک میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں "من اخذ من الارض شیئًا بغیر حقه خسف به یوم القیمة الی سبع ارضین" اھ (بخاری شریف ج ۱ ص ۳۳۲)

نیز اس میں والدین کو ناراض کرنا بھی ہے جو دنیا و آخرت کی تباہی کا سبب ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں "رضا الرب فی رضا الوالد وسخط الرب فی سخط الوالد"۔ یعنی رب کی رضا والد کی رضا میں ہے اور رب کی ناراضگی والد کی ناراضگی میں ہے، اھ (ترمذی شریف ج ۲ ص ۱۲)

اس لیے بکر والد کی جائداد سے اگر اپنا نام نہ کٹوائے یا توبہ و استغفار نہ کرے تو تمام مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس کا سخت سماجی بائیکاٹ کردیں اور اس کے ساتھ اٹھنا، بیٹھنا، کھانا، پینا سب ترک کردیں کہ خدائے تعالیٰ کا فرمان عالیشان ہے۔ "وَاِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ۝۶۸" اھ (پ ۷ سورہ انعام آیت ۶۸)

اگر کوئی بکر ظالم و جابر کا ساتھ دے گا یا اس کی حمایت کرے گا تو وہ بھی گنہگار ہوگا اور اس کے مثل

عذاب الٰہی میں مبتلا کیا جائے گا۔ قال اللہ تعالیٰ: كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ" اھ (پ ۶ سورہ مائدہ آیت ۷۱) واللہ تعالیٰ اعلم

اگر زید اپنی زندگی ہی میں اپنی جائداد ورثہ کے درمیان تقسیم کرنا چاہتا ہے تو لڑکا لڑکی سب کو برابر دے ایسا ہی فتاویٰ رضویہ ج ۱۰ ص ۳۹۵ پر ہے۔

اور اگر زید اپنی فوت شدہ لڑکوں کی اولاد کو اپنی جائداد سے کچھ دینا چاہتا ہے تو دے سکتا ہے شرعاً اس میں کوئی حرج نہیں۔

البتہ جو کچھ انہیں دے ان کے نام کروا کر انہیں قبضہ بھی اپنی زندگی ہی میں دلا دے تا کہ یہ تام ہوجائے۔ ہدایہ کتاب الھبہ میں ہے "الهبة تصح بالايجاب والقبول والقبض وقوله عليه السلام لاتجوز الهبة الامقبوضا مقبوضة" اھ ملخصا (ج ۳ ص ۲۸۳) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — کتبہ: محمد شاہ عالم قادری جونفوری

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۸/ شعبان المعظم ۱۴۲۴ھ

ایک بیوی دولڑکوں اور والد کے درمیان ترکہ کیسے بٹے گا؟ ورثہ نابالغ ہوں تو ان کا حصہ کس کے قبضہ میں رہے گا؟ میت کی بیوی نے مکان خرید اتو وہ اپنے نام لکھوائے یا بچوں کے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین دریں مسائل کہ

(۱) زید کا انتقال ہوگیا اس نے ایک بیوی، دولڑکے اور والد کو چھوڑا تو ترکہ کی تقسیم کس طرح ہوگی؟

(۲) زید کی زوجہ کا کہنا ہے کہ بچے نابالغ ہیں لہٰذا پورا مال مجھے دید و تو اس صورت میں زید کا پورا مال اس کی بیوی کو دے سکتے ہیں؟

(۳) زید کا مکان افریقہ میں تھا اس کو بیچ دیا اب زید کی زوجہ ہندوستان آگئی ہے اور ہندوستان میں مکان لینا چاہتی ہے تو کیا وہ مکان ترکہ کی تقسیم کے بعد لیا جائے یا پہلے؟

(۴) وہ مکان زید کی زوجہ کے نام لیا جائے یا زید کے بچوں کے نام لیا جائے؟

المستفتی: محمد حسین گانی والا، جام نگر، گجرات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب صورت مسئولہ میں بعد تقدیم ماتقدم علی الارث وانحصار ورثہ فی المذکورین۔ افریقہ میں زید کے

فروخت کردہ مکان کا روپیہ اور دیگر منقولہ وغیرہ منقولہ کل جائداد کے ۴۸ حصے کیے جائیں گے جن میں سے آٹھ حصے والد کے ہیں اور چھ حصے اس کی بیوی کے ہیں اور سترہ سترہ حصے زید کے دونوں لڑکوں کو ملیں گے خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: یُوۡصِیۡکُمُ اللّٰہُ فِیۡۤ اَوۡلَادِکُمۡ ٭ لِلذَّکَرِ مِثۡلُ حَظِّ الۡاُنۡثَیَیۡنِ ۚ وَلِاَبَوَیۡہِ لِکُلِّ وَاحِدٍ مِّنۡہُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَکَ اِنۡ کَانَ لَہٗ وَلَدٌ ۚ (سورۂ نساء آیت ۱۱)

فَاِنۡ کَانَ لَکُمۡ وَلَدٌ فَلَہُنَّ الثُّمُنُ۔ (سورہ نساء آیت ۱۲)

صورت مسئلہ اس طرح ہوگی

زید مسئلہ ۲۴×۲=۴۸

زوجہ	اب	ابن	ابن
۳	۴	۱۷	
		۳۴	
۶	۸	۱۷	۱۷

(۲) زید کی زوجہ کا یہ کہنا کہ بچے نابالغ ہیں لہٰذا پورا مال مجھے دیدو یہ صحیح نہیں۔ ورثہ نابالغ ہوں تو ان کی جائداد وقت بلوغ تک ولی اقرب کی تحویل میں رہے گی لیکن بہتر طریقہ یہ ہے کہ دونوں کے نام بینک میں کھاتہ کھول کر دونوں کے نام جمع کر دیا جائے۔ اور جو بھی زمین و جائداد ان کے حصہ کی ہو وہ ان کے نام کروائی جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) فروخت کردہ مکان کا روپیہ چونکہ ترکہ ہے اس لیے زید کی زوجہ قبل تقسیم اگر ان روپیوں سے بچوں کی رہائش کے لیے مکان خریدنا چاہتی ہے تو خرید سکتی ہے مگر رجسٹری میں ان بچوں کا نام بھی شامل کرے۔

(۴) اگر زید کی بیوی نے اپنے ذاتی روپیوں سے مکان خریدا تو اپنے نام کروالے اور بچوں کا روپیہ بھی ملایا ہے تو اپنے اور بچوں کے نام سے مشترکہ لکھوائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی　　**کتبہٗ:** محمد حسن رضا رضوی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی　　۱۸؍محرم الحرام ۱۴۳۰ھ

زید کے تین لڑکے تین لڑکیاں ہیں زید نے اس تجارت کا مالک بڑے لڑکے کو بنایا تجارت کے پیسوں اور زید کی بیوی کے زیورات سے ایک زمین خریدی گئی وہ زمین زید کے لڑکوں اور بیوی میں کیسے بٹے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت مندرجہ ذیل مسئلہ میں:

زید تین لڑکے اور تین لڑکیوں کا باپ ہے۔ لیکن زید نے ایک لڑکے کو تجارت کے مال کا مالک بنا دیا۔ مالک بننے سے قبل زید صرف ایک بسوہ زمین کا مالک تھا لیکن اس کی زندگی میں زید کی بیوی نے اپنا زیور بیچ کر اور زید نے جس لڑکے کو مالک بنایا تھا اس کے تجارت کے روپے سے تین بسوہ زمین نقدی، بعدہ آدھا بسوہ زمین تاجر لڑکے نے خریدی واضح رہے کہ تاجر لڑکے نے جو زمین خریدی ہے وہ اپنے باپ زید کے نام خریدی ہے، اور ماں نے زیورات کے روپے بطور ہبہ سب بچوں کے لیے دیے ہیں۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید مر گیا اب تینوں، بھائی، بہنوں اور ان کی ماں میں وہ زمین کیسے بٹے؟ بینوا توجروا۔

المستفتی: قاری شبیر احمد چشتی مدرسہ حنفیہ عالم خاں جونپور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب زید نے جس لڑکے کو مال تجارت کا مالک بنایا ہے۔ اگر مالک بنانے سے مراد یہ ہے کہ وہ اس کی دیکھ، ریکھ کرے، اور اپنی صوابدید کے مطابق تجارت کو فروغ دے جیسا کہ ہمارے دیار میں عموماً ایسا ہوتا ہے کہ جو لڑکا ہوشیار، محنتی ہوتا ہے باپ اسے تجارت وغیرہ کے کام سونپ دیتا ہے۔ اسے لوگ مالک بنانا کہتے ہیں، حالانکہ وہ مالک نہیں ہوتا، بلکہ صرف منتظم ہوتا ہے، اور بیان مستفتی سے بھی یہی ظاہر ہوا، تو اس کا حقیقی مالک اس کا باپ یعنی زید ہی ہے۔

یونہی وہ زمین جو زید کی بیوی کے زیورات کے روپے سے اور مال تجارت کے روپے سے خریدی گئی اس کا مالک بھی زید ہی ہے، اور اس کے مرنے کے بعد وہ مال و اسباب زید کا ترکہ ٹھہرے تو سب لڑکے، اور لڑکیاں اپنے حصے کے مطابق حقدار ہوں گے۔ لہٰذا موجودہ صورت میں بعد تقدیم ماتقدم زید کی کل جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے آٹھ حصے کیے جائیں، ایک حصہ اس کی بیوی کو دیا جائے، کہ خدائے تعالیٰ کا فرمان ہے
فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ ۱ھ (پ ۴ سورہ نساء آیت ۱۱)

اور بقیہ سات حصوں کے نو حصے کیے جائیں دو، دو، حصے تینوں لڑکوں کو، اور ایک ایک حصہ تینوں لڑکیوں کو دیا جائے: قال اللہ تعالیٰ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ ۱ھ (پ ۴ سورہ نساء آیت ۱۱)

یا اصول میراث کے لحاظ سے یہ تقسیم حسب تخریج ذیل کی جائے

مسئلہ ۸×۹=۷۲

زید میت

زوجہ	ابن	ابن	ابن	بنت	بنت	بنت
۹	۱۴	۱۴	۱۴	۷	۷	۷

یعنی بعد تقدیم ما تقدم زید کے ترکے کو ۷۲ر سہام پر تقسیم کر کے ۹ر سہام اس کی زوجہ کو، اور ۱۴، ۱۴ر سہام اس کے بیٹوں کو، اور ۷، ۷ سہام بیٹیوں کو دیا جائے۔ واضح ہو کہ یہ تخریج و تقسیم زوجہ کو زید کی وفات کے بعد زندہ مان کر کی گئی ہے۔ لیکن اگر وہ زید کی حیات ہی میں فوت ہو گئی ہو تو ترکہ صرف نو حصوں میں تقسیم ہو کر دو، دو حصے لڑکوں کو ملیں گے، اور لڑکیوں کو ایک ایک۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہٗ: محمد شاہ عالم قادری جونفوری
۲ر رجب المرجب ۱۴۲۴ھ

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

زید اپنی جائداد تین بھائی والدہ بیوی دو لڑکے تین لڑکیوں میں بانٹنا چاہتا ہے تو وہ کیسے بانٹے؟ زید ایک غیر مسلم ویدھ کا تیرہ سو روپے باقی ہے مگر اس کا کہیں پتہ نہیں تو زید بری الذمہ کیسے ہو؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسائل ذیل میں

(۱) زید کے تین بھائی والدہ بیوی ۲ لڑکے ۳ لڑکیاں ہیں زید اپنی جائداد کو اپنی حیات میں ہی تقسیم کرنا چاہتا ہے تو تقسیم کس طریقے سے ہوگی۔ برائے کرم وضاحت فرمائیں۔ بینوا تو جروا۔

(۲) زید نے اپنی بچی کلثوم کا علاج ایک غیر مسلم ویدھ (حکیم) سے کروایا اس نے دوا دے کر کہا کہ ٹھیک ہو جائے گی لیکن کلثوم کو صحت یابی نہیں ہوئی زید اس غیر مسلم ویدھ کا تیرہ سو روپیہ باقی ہے۔ لیکن ویدھ کا کہیں پتہ نہیں ہے نہ اس نے فون کیا زید کے فون کرنے پر لگتا ہی نہیں ہے تقریباً ۴ سال بیت چکے ہیں۔
دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کس طرح بقایہ رقم سے چھٹکارا حاصل کرے؟ برائے کرم بیان فرمائیں۔

المستفتی: (مولانا) محمد راشد علی نظامی، امرڈوبھا، سنت کبیر نگر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الجواب (۱) اگر زید اپنی جائداد کو اپنی زندگی میں تقسیم کرنا چاہتا ہے تو اولاً اس پر لازم ہے کہ اگر عورت کا مہر یا اس کے علاوہ جو دیون ہیں ان کو ادا کرے بعدہ افضل یہ ہے کہ مابقی جائداد سے لڑکیوں اور لڑکوں کو برابر، برابر حصہ دے، اور دیگر ورثہ یعنی بھائی، ماں اور بیوی کو اپنی رائے سے جتنا چاہے دے دے۔

فتاویٰ رضویہ میں ہے "زندگی میں جو اولاد پر تقسیم کی جائے اس میں بیٹا، بیٹی دونوں کو برابر رکھے جاتے ہیں اکہرے دوہرے کا تفاوت بعد موت ہے" اھ (ج ۱۰ ص ۳۹۵)

اور اگر چاہے تو قانون میراث پر عمل کرتے ہوئے ہر لڑکے کو لڑکی سے دونا دے طریقہ میراث یہ ہے:

مسئلہ...... ۲۴×۷=۱۶۸

زید میت

ماں	بیوی	لڑکا	لڑکا	لڑکی	لڑکی	لڑکی	بھائی	بھائی	بھائی
۴/۲۸	۳/۲۱	۳۴	۳۴	۱۷	۱۷	۱۷	م	م	م

یعنی زید کی جائداد کے کل ۱۶۸ حصے ہوں گے جن میں سے والدہ کو ۲۸ حصے، بیوی کو ۲۱ حصے، ہر بیٹے کو ۳۴، ۳۴ حصے اور ہر بیٹی کو ۱۷، ۱۷ حصے دے۔ البتہ اس صورت میں بھائیوں کا کوئی حصہ نہیں ہوگا۔

(۲) زید پر لازم تھا کہ جلد از جلد قرض سے سبکدوشی حاصل کرتا مگر اس نے ایسا نہیں کیا۔ اب اس پر ضروری ہے کہ حتی الامکان کوشش کر کے اس کو تلاش کرے اور جہاں دوکان تھی وہاں جا کر اس کا پورا پتہ معلوم کرے۔ ہاں اگر کسی طرح سے معلوم نہ ہو سکے۔ تو روپے فقراء پر تصدق کر دے۔

درمختار "کتاب اللقطة" میں ہے:

"من عليه ديون ومظالم جهل اربابه وأيس من عليه ذلك من معرفتهم فعليه التصدق بقدرها من ماله وان استغرقت جميع ماله هذا مذهب اصحابنا لا تعلم بينهم خلافا كمن في يده عروض لايعلم مستحقيها اعتبار اللديون بالاعيان و متى فعل ذلك سقط عنه المطالبة من اصحاب الديون في العقبىٰ" اھ (ج ۴، ص ۲۸۳) واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہٗ: زبیر احمد مصباحی
الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی
۱۳؍ رجب المرجب ۱۴۳۰ھ

کسی بیٹے کو وراثت سے محروم رکھنا کیسا ہے؟ پوتا دادا کا وارث ہوگا یا نہیں؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت اس مسئلہ میں:

میرے والد محترم کو وصال کیے ہوئے ۶ سال ہو گئے۔ والد محترم کی حیات میں دادا جان نے اپنی ملکیت میرے چچا عبد اللہ کو دیدی اور ہم لوگ محروم رہ گئے تھے۔ انہوں نے بٹوارے میں نہ ناسک کا کچھ دیا اور نہ ہی آبائی وطن یوپی کا جب کہ والد محترم نے اپنی کمائی سے گاؤں میں چار گھر خریدے اور پانچ بیگھہ زمین خریدی جو کہ گاؤں والے اچھی طرح جانتے ہیں اور اپنے بھائی اور بہن کی شادی کی اس میں دادا جان نے ایک روپیہ بھی نہ دیا۔ اپنے پیسوں سے دادا اور دادی کو حج کے لیے بھیجا اور والد صاحب وقتاً فوقتاً دادی اور دادا کو کافی

روپے بھی دیتے رہے مگر دادا اور چچا نے کچھ زیادہ روپے اپنے پاس جمع کر لیے تو وہ بٹوارے کے پیچھے پڑ گئے اور انہوں نے والد پر الزام لگایا کہ سب لے لیا۔

حضرت مجھے فتویٰ دادا، چچا اور چچی اور ان رشتہ داروں کے لیے منگوانا ہے جو کہ اس بٹوارے کو صحیح مانتے ہیں اور اس واسطے بھی کہ میرے چچا جو دکانیں ناسک میں دادا کے رہتے لکھوادی ہے اس صورت میں ہمیں ان کی (دام) میراث سے کیا حاصل ہوگا اور گھر کی میراث سے ہمیں کیا حاصل ہوگا۔ والد محترم نے اپنی حیات میں جو بھی چیز یا زمین لی وہ دادا کے نام سے مگر چچا نے چالاکی سے اپنے نام بغیر کسی کے خبر کے کروالی اس کی صورت کیا ہوگی اور گھر کی میراث سے ہمیں کتنا اور کیا حاصل ہوگا؟ دادا ایک کمپنی کے اسکریپ ایجنٹ ہیں اس میں دو دن مال نکلتا ہے۔ دادا کی میراث سے ہمیں کتنا ملے گا؟ المستفتی: ڈاکٹر حکیم ابوبکر خاں برکاتی قادری، ناسک

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب جب شخص مذکور نے اپنی زندگی ہی میں جائداد تقسیم کیا تو اسے چاہیے تھا کہ دونوں بیٹوں کو برابر، برابر دیتا مگر ایسا نہ کر کے اس نے صرف ایک لڑکے کو ساری جائداد لکھ دی اور دوسرے لڑکے کو بالکل کچھ نہ دیا تو وہ گنہگار ہوا وجہ یہ ہے کہ کسی کو میراث سے برطرف کر دینا اس کی حق تلفی کرنا اور اسے اذیت دینا حرام و گناہ ہے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

"من قطع میراث وارثه قطع الله میراثه من الجنة یوم القیمة. رواه ابن ماجة و رواه البیهقی فی شعب الایمان عن ابی هریرة" جس نے کسی وارث کی میراث منقطع کی تو اللہ تعالیٰ بروز قیامت جنت سے اس کا حصہ منقطع کر دے گا۔ (مشکوٰۃ المصابیح، ۲۲۶، باب الوصایا) دوسری جگہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: "من اذی مسلماً فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی الله" جس نے کسی مسلمان کو تکلیف پہنچائی اس نے مجھے تکلیف پہنچائی اور جس نے مجھے تکلیف دی اس نے اللہ تعالیٰ کو تکلیف دی۔ (کنز العمال ج ۱۶، ص ۱۰، حدیث ۴۷۳)

لہٰذا جس باپ نے اپنے ایک بیٹے کو محروم کر کے اپنی پوری ملکیت دوسرے بیٹے کے نام کر دیا وہ سخت گنہگار، مستحق غضب جبار و عذاب نار ہے اس پر لازم ہے کہ ایسی حق تلفی سے باز آ کر بارگاہ رب العزت میں علانیہ توبہ و استغفار کرے اور یتیم پوتوں کو اپنی جائداد سے گزر بسر کے لیے کچھ ضرور دے۔

رہا پوتوں کا دادا کی میراث سے حصہ کا مطالبہ تو جب دادا کی زندگی ہی میں ان کے باپ کا انتقال ہو گیا اور دادا کے دوسرے لڑکے موجود ہیں تو گو کہ شرعاً دادا کی میراث میں ان پوتوں کا کوئی حصہ نہیں بنتا جیسا کہ در مختار میں ہے: "ویقدم الاقرب منهم بهذا الترتیب فیقدم جزء المیت کالابن ثم ابنه وان

سفل" (فوق ردالمحتار ج ۶، ص ۷۷۴، باب العصبات) پھر بھی دادا کو چاہیے کہ ان پوتوں کو بھی گزارے کے لیے جائداد میں سے کچھ دے جس سے وہ اپنا گزر بسر کرسکیں۔ اور جب ان یتیموں کا باپ زندگی بھر اپنی کمائی اپنے باپ کو دیتا رہا اور جو بھی جائداد بنایا اپنے باپ ہی کے نام لکھوایا جب کہ وہ چاہتا تو اپنے نام بھی لکھوا سکتا تھا آج جس کے مالک اس کے لڑکے ہوتے مگر اس نے ایسا نہ کیا بلکہ مشترکہ زندگی بسر کرنے کے باعث ساری جائداد اپنے باپ کے نام لکھوائی۔ اب جب کہ اس کے باپ کا انتقال ہو گیا تو دادا کا یہ فرض بنتا ہے کہ وہ اپنے یتیم پوتوں کو ایک دکان دیدے تاکہ وہ اس کی آمدنی سے اپنی زندگی بسر کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — کتبہٗ: محمد وقار علی احسان

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۲۷؍جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ

بیٹے کی موجودگی میں بھائیوں کا حصہ ہے یا نہیں؟ اگر بھائی زبردستی ہڑپ لیں تو؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں جائداد کے مالک ۱۹۵۰ء میں میرے والد بزرگ سید احمد صاحب تھے اور ان کی واحد اولاد میں صرف میں ہی ہوں سوائے میرے کوئی وارث نہیں میرے بھائی بہن کوئی نہیں ہیں میری عمر جب پانچ برس کی تھی اس وقت میرے والد نے اپنے بڑے بھائیوں (دو) کو لے کر اپنی جائداد کا قبضہ میرے نام ۱۹۵۳ء میں سید سالار صاحب میرے تایا کو سرپرست بنایا تھا سید سالار صاحب جبراً سید عباس صاحب کے فرزند سید محمود صاحب کو ۷۵ء میں سرپرست بنا دیا جب میں سن بلوغ کو پہنچا یعنی ۱۸ برس سے زیادہ عمر ہو گئی تھی اپنے تایا زاد بھائی سے مطالبہ بار بار کرتا رہا تاکہ منقولہ جائداد کا کھاتہ وغیرہ میرے نام پر کردیں اور تمام دستاویزیں دیں مگر بار بار اصرار کرنے پر سید محمود صاحب نے کوئی بات نہ سنی اور ہر بار حیلہ حوالہ کرتے رہے ان کی نیت اللہ اعلم اس جائداد کا ایک حصہ اپنی بیوی اور داماد کے حوالے چھوڑ کر اس دار فانی سے کوچ کر گئے اور ان کے چھوٹے بھائی سید کریم صاحب، میری جائداد کا حصہ اپنے داماد کے حوالے کر کے وہ بھی فوت ہو گئے عرصہ دراز تک صبر واستقلال کے بعد نوبت یہاں تک پہنچی کہ کورٹ عدالت کو جانے پر مجبور ہوا کیوں کہ میرے تایا زاد بھائیوں نے میری جائداد پر غیر قانونی قبضہ کرلیا ہے۔ کیا اس صورت میں تایا زاد بھائی اس جائداد کے مستحق ہو سکتے ہیں؟ جب کہ مستند سند میرے حق دار ہونے کی موجود ہے جو میرے والد صاحب رجسٹری کرواچکے ہیں اور وہی ضامن ہیں۔ مفتی صاحب قبلہ شریعت مطہرہ کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں عین نوازش ہوگی۔ اور عدالت کے لیے مفید ثابت ہو حق ہو۔ حق ہو صرف حق ہو جواب سے نوازیں۔

المستفتی: سید جلیل ابن سید احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب صورت مذکورہ میں آپ ہی اس پوری جائداد کے مالک ہیں دوسرے کو بغیر آپ کی اجازت کے اس میں تصرف کا کوئی حق نہیں کہ بیٹے کی موجودگی میں بھائی کا شرعاً کوئی حصہ نہیں۔

لہٰذا جن لوگوں نے اس جائداد پر ناجائز قبضہ کرلیا ہے وہ جلد از جلد اسے واپس کردیں ورنہ سخت گنہگار ہوں گے دوسرے کی جائداد کو غصب کرنا سخت حرام وگناہ ہے حدیث شریف میں ہے من اخذ من الارض شیئًا بغیر حقه خسف الله یوم القیامة الی سبع ارضین (بخاری شریف ج ۱ ص ۳۳۲)

اگر وہ اس جائداد کو واپس نہ کریں تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس کا حق پہنچانے کی ممکن کوشش افہام وتفہیم کے ذریعہ کریں اگر اس میں ناکام ہوں تو غاصب سے قطع تعلق کرلیں: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَاِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ (پ ۷ ع ۱۴ سورہ انعام ۶۸) واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہٗ: محمد احمد قادری مصباحی
۲۶؍ ربیع النور ۱۴۲۹ھ

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

زید نے ایک بیوی دو بیٹے چار بیٹیاں اور چچا چھوڑا تو ترکہ کیسے تقسیم ہوگا؟ ترکہ جائداد ہو تو ورثہ کی رضا سے اس کی قیمت دی جاسکتی ہے؟ قیمت وقت تقسیم کی معتبر ہوگی یا وقت موت کی؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ
زید مرحوم نے اپنی ایک غیر منقولہ جائداد بصورت مکان باقی چھوڑا مرحوم کے ورثہ میں ایک بیوی، دو بیٹے، چار لڑکیاں ایک چچا ہے زید مرحوم کی مذکورہ جائداد آبائی ہے اور بھائی کو حصہ شرعی پہنچ چکا ہے؟ اب زید مرحوم کی مذکورہ جائداد کی تقسیم کس طرح ہوگی اور اس کو کتنا ملے گا ورثہ کی باہمی رضامندی پر اس موروثی جائداد کی قیمت بھی دی جاسکتی ہے کہ نہیں؟ اگر وراثت باہم تقسیم نہ ہوئی تو جائداد کی قیمت وحیثیت اس وقت کی دیکھی جائے گی جب مرحوم نے انتقال فرمایا یا آج اس وقت کی قیمت کا لحاظ کیا جائے گا؟ بینوا توجروا۔

المستفتی: سید محمد مہدی میاں چشتی، بیت النور، درگاہ معلیٰ اجمیر القدس راجستھان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعد تقدیم ما تقدم علی الارث وانحصار ورثہ فی المذکورین زید کی غیر منقولہ جائداد کی تقسیم کے

لیے کل چونسٹھ حصے کیے جائیں گے۔ جن میں آٹھ حصہ بیوی کو، دونوں بیٹوں کو چودہ، چودہ اور چار بیٹیوں کو سات حصے سات دیے جائیں گے اور چچا کا کچھ حصہ نہیں وجہ یہ ہے کہ میت کے بیٹے اور پوتے کی موجودگی میں چچا محروم ہوتا ہے ان حصوں کا نقشہ مندرجہ ذیل ہے:

مسئلہ ۸×۸=۶۴

زید میت

بیوی	دو بیٹے		چار بیٹیاں	چچا
۱/۸	فی کس ۱۴	۷/۵۶	فی کس ۷	م

اگر ورثہ رضامند ہوں تو اس موروثی جائداد کی قیمت بھی ان وارثوں کو دی جاسکتی ہے مگر واضح رہے کہ تقسیم ترکہ کے وقت مکان کی جو قیمت ہوگی اسی لحاظ سے ورثہ کے حصوں کے مطابق تقسیم ہوگی وقت انتقال کی قیمت اور حیثیت کا اعتبار نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ ۗ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ۚ فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلَدٌ وَّوَرِثَهٗٓ اَبَوٰهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ ۚ فَاِنْ كَانَ لَهٗٓ اِخْوَةٌ فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ۭ (پ ۴ سورہ نساء آیت ۱۱/۱۲) فتاویٰ بزازیہ میں ہے واما الثمن ففرض الزوجة والزوجات اذا کان للمیت ولد او ولد الابن اھ (ج ۶ ص ۵) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — **کتبہ:** محمد احمد قادری مصباحی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۱۸ / جمادی الآخرۃ ۱۴۲۹ھ

مرحومہ عورت کے جوڑے کی رقم، مہر اور جہیز میں میکے والوں کا حق ہے یا نہیں؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین درج ذیل مسئلہ میں کہ زید کا نکاح ہندہ کے ساتھ چودہ ماہ پیشتر ہوا تھا علاقائی رسم و رواج کے مطابق ہندہ کے گھر والوں نے ایک لاکھ پچھتر ہزار بطور جوڑے کی رقم زید کو ادا کی تھی۔ مزید برآں کچھ سامان، فرنیچر وغیرہ جہیز میں دیے گئے تھے ہندہ کا مہر موجل 45000/- روپے طے پایا تھا، دریں اثنا ہندہ کا اچانک کسی مہلک مرض میں انتقال ہوگیا، بعد انتقال ہندہ اس کے اہل خانہ یعنی میکے والے اس کی شادی میں دی گئی جوڑے کی رقم و دیگر اشیائے جہیز و مہر کا زید سے مطالبہ کررہے ہیں۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ اشیاء مذکورہ میں ہندہ کے میکے والوں کا حق ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو کتنا؟ مدلل جواب سے نواز کر ممنون فرمائیں۔ المستفتی: شیخ احسن عظیم، متوطن کریم نگر (اے۔ پی)

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الجواب (۱) ''جوڑے کی رقم'' کیا ہے یہ ہمیں معلوم نہیں کیوں کہ اس علاقے کے عرف میں ایسا کوئی لفظ نہیں بولا جاتا ہے اگر اس سے مراد وہ رقم ہے جو لڑکے والے فرمائش کر کے لڑکی والوں سے وصول کرتے ہیں اور اگر لڑکی والے وہ رقم نہ دیں تو پھر رشتہ کسی نہ کسی بہانے ختم کر دیا جاتا ہے۔ اس کو ہمارے یہاں کے عرف میں جبری جہیز اور ڈیمانڈ کی رقم کہا جاتا ہے اور شرعی نقطہ نظر سے یہ رشوت ہے جو حرام و گناہ ہے۔ ایسی رقم دینے والے، لینے والے دونوں جہنمی ہیں۔ اگر یہاں جوڑے کی رقم سے یہی مراد ہے تو زید اور اس کے گھر والوں پر فرض ہے کہ یہ پوری رقم بلا تاخیر ہندہ کے میکے والوں کو واپس کر دیں اور اس میں سے ایک پیسہ بھی نہ لیں کہ یہ رشوت ہے اور رشوت کا یہی حکم ہے کہ جس سے لیا ہے اس کو مکمل واپس کرے اور اگر جوڑے کی رقم سے اس کے سوا کچھ اور مراد ہے تو اسے صاف صاف لفظوں میں واضح طور پر لکھ کر دوبارہ حکم معلوم کر سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) جہیز کے طور پر جو کچھ سامان برتن اور فرش وغیرہ ہندہ کو ملے اس کی مالک خاص ہندہ تھی یوں ہی ہندہ کو میکے سے جو کچھ زیورات اور نقد اور کپڑے وغیرہ ملے اس کی مالک ہندہ ہی تھی اور اب بعد وفات اس کے تمام مملوکہ اسباب زیورات ونقد وغیرہ کے حق دار اس کے جملہ وارثین ہیں سوال میں وارثین کی تفصیل نہیں بیان کی گئی ہے اس لیے تمام ورثہ کے حصے الگ الگ نہیں بتائے جا سکتے ہیں۔ اجمالی طور پر اتنا جان لینا چاہیے کہ اگر ہندہ لاولد فوت ہوئی ہے تو اس کے شوہر زید کو اس کے ترکہ سے بعد تقدیم ماتقدم علی الارث نصف ملے گا اور بقیہ اس کے دوسرے وارثین میں تقسیم ہوگا اگر ہندہ کے والدین حیات ہوں تو اس کے ترکے کی تقسیم تخریج ذیل کے مطابق ہوگی۔

مسئلہ ۲×۳=۶

ہندہ میت

زوج	اب	ام
۳	۲	۱

یعنی بعد تقدیم ماتقدم علی الارث بر تقدیر مذکور ہندہ کے شوہر کو اس کے ترکے سے نصف ملے گا پھر جو باقی بچا اس میں سے دو حصے ہندہ کے والد کو اور ایک حصہ اس کی والدہ کو ملے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) سسرال سے ہندہ کو جو زیورات ملے اگر وہاں کے عرف میں عورتوں کو مالک بنا دیا جاتا ہو یا زید اور اس کے گھر والوں نے ہندہ کو مالک بنا دیا تو یہ زیورات بھی ہندہ کے ترکے میں شامل ہیں اور اگر ایسا نہ ہو تو جن زیورات کا سسرال والوں نے اسے مالک بنا دیا ہو وہ اس کا ترکہ ہیں اور بقیہ سارے زیورات سسرال والوں کی ملک ہیں اس تقدیر پر ایسے زیورات میں ہندہ کے ماں باپ کا کوئی حق نہ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی　　　　**کتبہٗ:** غلام احمد رضا

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی　　　　۱۲ر جمادی الآخرہ ۱۴۲۹ھ

ایک بیوی ۲/ بیٹے ۴/ بیٹیاں پوتے پوتیاں نواسے نواسیاں چھوڑا پھر بیوی بھی انہیں چھوڑ کر مرگئی اس کے بعد ایک لڑکا ایک لڑکی پوتے پوتیوں نواسے نواسیوں کو چھوڑ کر فوت ہوا

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع مسئلہ ذیل میں کہ

زید کا انتقال ہوگیا اس نے ایک بیوی دو بیٹے چار بیٹیاں اور چند پوتے پوتیاں اور نواسے نواسیاں چھوڑا اس کے بعد اس کی بیوی کا بھی انتقال ہوگیا اس نے بھی مذکورہ وارثین کو چھوڑا پھر کچھ دنوں کے بعد زید کے ایک بیٹے (خالد) کا انتقال ہوگیا جس نے ایک لڑکا ایک لڑکی اور چند پوتے پوتیاں اور نواسے نواسیاں چھوڑا۔ صورت مسئولہ میں زید اور اس کی بیوی اور بیٹے کا ترکہ کیسے تقسیم ہوگا اور کس کس کو ملے گا نیز یہ واضح فرمائیں کہ اگر کوئی وارث اپنا حصہ معاف کرنا چاہے یا کسی کو دینا چاہے تو کیا صورت ہوگی؟ مفصل بیان فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

المستفتی: نیاز احمد نظامی

مقام وپوسٹ لوکی لالہ کبیر نگر، مقیم حال مسجد رحمت مدینہ پیرانی پاڑہ بھیونڈی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعد تقدیم ماتقدم علی الارث وانحصار ورثہ فی المذکورین زید کی جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے کل ۱۹۲ حصے کیے جائیں گے اور ہر وارث کو اسی کے بقدر حصہ ملے گا جو الاحیاء کے تحت اس کے نام کے نیچے درج ہے صورت مسئلہ یہ ہے۔

مسئلہ ۸×۸ = ۶۴×۳ = ۱۹۲

زید میت

بیوی	ابن	ابن	بنت	بنت	بنت	بنت	پوتے پوتیاں	نواسے نواسیاں
رحیمہ	خالد	راشد	رضوانہ	شائستہ	عمرانہ	نسرین	م	م
۱/۸	۱۴	۱۴/۴۲	۷/۲۱	۷/۲۱	۷/۲۱	۷/۲۱		

مسئلہ ۸ .... تماثل مف/۸

رحیمہ

ابن	ابن	بنت	بنت	بنت	بنت	پوتے پوتیاں	نواسے نواسیاں
خالد	راشد	شائستہ	رضوانہ	عمرانہ	نسرین	م	م
۲	۲/۶	۱/۳	۱/۳	۱/۳	۱/۳		

مسئلہ ۳............تباین............مف/۱۶

خالد میـــــــــــــــــــــــــــ

ابن	بنت	پوتے پوتیاں	نواسے نواسیاں
حامد	زینب	م	م
۲	۱		
۳۲	۱۶		

المبلغ ۱۹۲...............................

الاحیـــــــــــــــــــــــــــاء

راشد	شائستہ	عمرانہ	نسرین	رضوانہ	حامد	زینب
۴۸	۲۴	۲۴	۲۴	۲۴	۳۲	۱۶

اگر کوئی وارث اپنا حصہ معاف کرنا چاہیے تو اس کی صورت یہ ہے کہ اپنا حصہ لے کر جس کو دینا چاہیے ہبہ کامل کردے اور جو مال قابل تقسیم ہوا سے منقسم کر کے قبضہ دلا دے۔ ایسا ہی فتاویٰ رضویہ ج ۱۲ ص ۳۶۵ پر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

کتبہٗ محمد ابوبکر مصباحی

۲۶ ربیع النور ۱۴۲۹ھ

ہندہ نے شوہر دو بیٹے ایک بیٹی چھوڑا پھر شوہر کا انتقال ہوا اس نے تین لڑکے اور ایک لڑکی چھوڑا تو ایک بیوی کے ترکہ سے دوسری بیوی کے لڑکوں کو ملے گا یا نہیں؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین درج ذیل مسئلہ میں

زید نے اپنی شادی سے قبل اپنی بھابھی سے نکاح کیا اسی دن زید کی بارات گئی اور دوسری شادی ہوگئی غور طلب یہ ہے کہ پہلی بیوی (ہندہ) کو مہر میں روپیہ دیا اور دوسری (زینب) کو روپیہ نہ ہونے کی وجہ سے ساری جائداد ۱۷/ نومبر ۱۹۲۸ء کو مہر کے عوض لکھ دیا، پہلی عورت (ہندہ) سے ایک بچہ دوسری (زینب) سے دو بچے ہیں ۱۹۴۷ء میں دوسری عورت زینب کا انتقال ہو گیا اس وقت زید زندہ تھے اس کے ترکہ میں شوہر زید کا کتنا حق ہوتا ہے۔ زید کا انتقال ۳/ دسمبر ۱۹۹۱ء کو ہوا اس وقت زوجہ اولی (ہندہ) سے ایک لڑکا (راشد) اور زوجۂ ثانیہ (زینب) سے دو لڑکا (خالد ومحمود) ایک لڑکی (رضیہ) کل ملا کر چار ہوئے اس میں کس کا کتنا حق بن رہا ہے۔ اور جائیداد دونوں بچوں کے نام ہوگئی پھر جب ۱۹۷۰ء میں چکبندی ہوئی تو گاؤں کے دبنگ لوگوں نے

پہلی بیوی کے لڑکے کو شامل کر کے جائیداد کا تہائی حصہ بنوا دیا ایسی شکل میں کیا از روئے شرع پہلی والی بیوی کے لڑکے کا حق بنتا ہے یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔ عین نوازش ہوگی۔

المستفتی: سید شمیم احمد مقام درگاہ شریف التفات گنج

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اگر واقعی زید نے اپنی پوری جائیداد اپنی دوسری بیوی زینب کے نام مہر کے عوض لکھ دیا تو وہ زینب کی ملک ہوگئی لہٰذا زینب کے انتقال کے بعد بعد تقدیم ماتقدم علی الارث وانحصار ورثہ فی المذکورین زینب کی جائیداد منقولہ وغیر منقولہ کے کل ۱۴۰ حصے کیے جائیں گے اور ہر فریق کو اسی قدر حصے ملیں گے جتنے الاحیاء میں اس کے نام کے نیچے درج ہیں۔

ہندہ میت...... مسئلہ ۴×۵=۲۰×۷=۱۴۰

زوج	ابن	ابن	بنت
زید	خالد	محمود	رضیہ
۱	۶	۶	۳
۵	۴۲	۴۲	۲۱

زید میت مسئلہ ۷..................................... مف ۵

ابن	ابن	ابن	بنت
راشد	خالد	محمود	رضیہ
۲	۲	۲	۱
۱۰	۱۰	۱۰	۵

الاحیاء..................................... المبلغ ۱۴۰

راشد	خالد	محمود	رضیہ
۱۰	۵۲	۵۲	۲۶

دوسری بیوی کے ترکہ میں پہلی بیوی کے لڑکے راشد کا کوئی حصہ نہیں کیونکہ اس کے ساتھ اس کی کوئی نسبی قرابت نہیں پائی جاتی اس لیے اس کے ترکہ میں راشد کا کوئی حق نہیں ہے گاؤں والوں نے دوسری بیوی کی جائیداد میں تہائی حصہ اس کا بھی لکھوایا یہ غصب ہے اور سخت حرام وگناہ، راشد پر فرض ہے کہ فوراً وہ ۱/۳ جائداد اپنے سوتیلے بھائیوں اور بہن کو واپس کرے اور گاؤں والوں پر فرض ہے کہ واپس دلائیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: فیض محمد قادری مصباحی

۱۹ رجب المرجب ۱۴۲۶ھ

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

زید کا انتقال ہوا اس نے ایک بیوی ۹ ر لڑکیوں اور دو لڑکوں کو چھوڑا پھر بیوی کا انتقال ہوا اس نے آٹھ لڑکیوں اور ۲ ر لڑکوں کو چھوڑا تو تقسیم ترکہ کیسے ہو؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام مسئلہ ذیل میں کہ

حاجی حیات محمد سیٹھ کی بیوی ہندہ ان کی حیات میں انتقال کر گئی جس سے ایک لڑکی (جمیلہ) ہے، پھر انہوں نے دوسری شادی کی، دوسری بیوی زینب سے آٹھ لڑکیاں (فاطمہ، خاتون بی، ہاجرہ، زاہدہ، شاہدہ، رخسانہ، حمیدہ، عابدہ) اور دو لڑکے (محمد زماں، ابوبکر) ہیں، حیات محمد سیٹھ کے انتقال کے وقت ان کی دوسری بیوی، نو لڑکیاں اور دو لڑکے موجود تھے۔ پھر دوسری بیوی کا بھی انتقال ہو گیا۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ مذکورہ بالا ورثہ کو حیات محمد سیٹھ اور ان کی دوسری بیوی زینب کے ترکے سے کتنے کتنے حصے ملیں گے۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل جواب عنایت فرمائیں۔

نوٹ: (۱) اب دونوں لڑکے بہنوں کو حصہ نہیں دینا چاہتے ہیں بلکہ مرحومین کی چھوڑی ہوئی جائداد بیچنا چاہتے ہیں، تو کیا ایسی صورت میں حصہ لینے کے لیے قانونی چارہ جوئی کی جا سکتی ہے، اور اپنا حق حاصل کرنے کے لیے قانونی کوشش کرنے میں کوئی مضائقہ تو نہیں؟

(۲) دونوں لڑکوں کی اس کوشش اور عمل میں (جائداد فروخت کر کے ہڑپ لینے اور بہنوں کو حصہ نہ دینے) جو لوگ ان کے معاون اور شریک ہیں ان پر اور لڑکوں پر کوئی شرعی گرفت ہو گی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

المستفتیہ: خاتون بی بنت حیات محمد ودیگر بنات حیات محمد

۸۲۵ ر اختر منزل غیبی پیر روڈ، بھیونڈی، تھانہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعد تقدیم ما تقدم علی الارث حیات محمد کی کل جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے کل ۱۲۴۸ حصے کیے جائیں گے اور ہر ایک کو اتنا حصہ ملے گا جو الاحیاء کے تحت درج ہے۔

حیات محمد میت مسئلہ ۸ × ۱۳ = ۱۰۴ × ۱۲ = ۱۲۴۸

زوجہ زینب	بنت جمیلہ	بنت فاطمہ	بنت خاتون بی	بنت ہاجرہ	بنت زاہدہ	بنت شاہدہ	بنت رخسانہ	بنت حمیدہ	بنت عابدہ	ابن محمد زماں	ابن ابوبکر
۱/۱۳	۷/۸۴	۷/۸۴	۷/۸۴	۷/۸۴	۷/۸۴	۷/۸۴	۷/۸۴	۷/۸۴	۷/۸۴	۱۴/۱۶۸	۱۴/۱۶۸

زینب میت مسئلہ ۱۲.........تباین.........مف ۱۳

بنت	بنت	بنت	بنت	بنت	بنت	بنت	بنت	ابن	ابن
فاطمہ	خاتون بی	ہاجرہ	زاہدہ	شاہدہ	رخسانہ	حمیدہ	عابدہ	محمد زماں	ابوبکر
۱/۱۳	۱/۱۳	۱/۱۳	۱/۱۳	۱/۱۳	۱/۱۳	۱/۱۳	۱/۱۳	۲/۲۶	۲/۲۶

الاحیاء.........المبلغ ۱۲۴۸

جمیلہ	فاطمہ	خاتون بی	ہاجرہ	زاہدہ	شاہدہ	رخسانہ	حمیدہ	عابدہ	محمد زماں	ابوبکر
۸۴	۹۷	۹۷	۹۷	۹۷	۹۷	۹۷	۹۷	۹۷	۱۹۴	۱۹۴

جمیلہ زینب کے ترکے سے کچھ نہیں پائے گی کہ وہ زینب کی اپنی لڑکی نہیں ہے، فتاوی عالمگیری میں ہے "اما الثمن ففرض الزوجۃ اوالزوجات اذا کان للمیت ولد اوولد ابن" اھ (ج۶ ص ۴۵۰) پھر اسی میں ہے "اذا اختلط البنون والبنات عصب البنون البنات فیکون للابن مثل حظ الانثیین کذا فی التبیین" اھ (ج۶ ص ۴۴۸) قرآن پاک میں ہے "یُوْصِیْكُمُ اللّٰهُ فِیْۤ اَوْلَادِكُمْ ۗ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ ۚ" (سورہ نساء آیت ۱۱) اور حیات محمد کی لڑکیاں ہر جائز قانونی چارہ جوئی سے اپنا مال حاصل کرسکتی ہیں لہٰذا حیات محمد کے دونوں لڑکے (محمد زماں، ابوبکر) پر فرض ہے کہ اپنی بہنوں کو ان کا پورا پورا حق دیں، اگر نہیں دیں گے تو سخت گنہگار مستحق عذاب نار غضب جبار ہوں گے، اور جو ان دونوں کا ساتھ دیتے ہیں ان کی سزا بھی انہیں کی طرح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہٗ: محمد صابر حسین فیضی امجدی
۴؍رجب المرجب ۱۴۲۶ھ

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

دوامی اجارے کی جائداد میں وراثت جاری ہوتی ہے؟ زید نے بیوی چھوڑا پھر بیوی نے ایک بہن بھتیجے بھتیجیاں اور بھانجے چھوڑ کر انتقال کیا تو؟ اجارہ کی زمین کے منتقلی نامہ کا معاوضہ لینا کیسا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت ان مسائل میں کہ

ایک بیوہ خاتون مسمات حسینہ بیگم زوجہ مرحوم قدرت اللہ قریشی ایک مسجد ٹرسٹ کی عمارت میں تقریباً پچاس سال سے بہ حیثیت ماہانہ کرایہ دار تھے۔ فی الحال حسینہ بیگم کا بھی انتقال ہوگیا ہے اور مرحومہ کے رشتہ

داروں کے مطابق مرحومین نے تقریباً پچاس سال قبل سات سو روپے پگڑی پر کسی اور سابق کرایہ دار سے خرید تھا۔ عمارت کی ملکیت مسجد ٹرسٹ کی ہے نہ کہ مرحومین کی ذاتی ملکیت ہے۔

(۱) مرحومہ کے انتقال کے بعد کمرہ پر کس کا حق ہوگا؟ مرحومہ کے رشتہ داروں کے مطابق مرحومہ کے شوہر مرحوم قدرت اللہ کا کوئی بھی رشتہ دار نہیں ہے۔ مرحومہ کی ایک حقیقی بہن اور کچھ بھانجے، بھتیجے، بھانجیاں اور بھتیجیاں ہیں۔

(۲) متولیان مسجد کا دعویٰ ہے، چونکہ مرحومین لاولد تھے اور کمرہ ان کی ذاتی ملکیت نہیں ہے، مسجد ٹرسٹ کی ملکیت ہے، لہٰذا کمرہ پر مسجد کا حق ہونا چاہئے گوکہ مسجد ٹرسٹ کے کرایہ دار ہونے کی حیثیت سے کرایہ کا بل (بھاڑہ چٹھی) مرحوم کے نام پر ہے۔

(۳) جب کوئی کرایہ دار کمرہ یا دکان وغیرہ فروخت کرنا چاہے تو طے شدہ رقم یعنی بیچنے والے نے جو رقم پگڑی لی ہے اس رقم کی مقرر کردہ فیصد مالک مکان کو ملتا ہے۔

لہٰذا کیا یہ کمرہ مسجد کو ملے گا یا مرحومہ کے رشتہ داروں کو اور مسجد ٹرسٹ کو صرف تبدیلی نامہ یعنی نئے کرایہ دار کا بل بنانے پر کمرہ کی موجود قیمت کا فیصد ملے گا؟ یا نصف رقم مسجد ٹرسٹ کو اور نصف مرحومہ کے رشتہ داروں کو؟

المستفتی: متولیان مسجد، ممبئی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اگر سابق کرایہ دار نے مسجد ٹرسٹ سے اس کمرہ کو پگڑی کے طور پر حاصل کیا تھا تو یہ کمرہ اس کے پاس دوامی اجارے پر تھا، پھر جب اس نے پگڑی لے کر قدرت اللہ کو وہ کمرہ دے دیا تو وہ اس کے دوامی اجارے میں آ گیا، جس میں وراثت جاری ہوتی ہے، لہٰذا قدرت اللہ کی وفات کے بعد اس کے ترکہ (کمرہ) میں میراث کا قانون جاری ہوگا، چونکہ اس کے انتقال کے وقت صرف اس کی زوجہ حسینہ بیگم ہی حیات تھی، اس لئے پورا حق ارث زوجہ کے حصے میں آئے گا۔ اس میں سے چوتھائی حصہ اسے بطور فرضیت ملے گا اور بقیہ بیت المال کے عدم انتظام کے سبب ردعلیٰ احد الزوجین کے طور پر اسی کو ملے گا۔ درمختار میں ہے:

فللزوجات حالتان الربع بلا ولد والثمن مع الولد۔ اھ (ص ۷۷۰، ج ۶)

نیز اسی میں اشباہ کے حوالے سے ہے:

وفی الاشباہ انہ یرد علیہما فی زماننا لفساد بیت المال۔ اھ

اس کے تحت ردالمحتار میں ہے:

مافضل عن فرض احد الزوجین یرد علیہ وقال فی المستصفی والفتوی الیوم

بالرد على الزوجين وهو قول المتاخرين من علماءنا وقال الحدادي الفتوى اليوم بالرد على الزوجين وقال المحقق احمد بن يحيىٰ بن سعد التفتازانی افتی کثیر من المشائخ بالرد عليهما اذا لم يكن من الاقارب۔ اھ (ص۷۸۸،ج۶)

جب حسینہ بیگم کا بھی انتقال ہو گیا اور اس کے رشتہ داروں میں ایک حقیقی بہن، کچھ بھتیجے، بھانجے، بھانجیاں اور بھتیجیاں ہیں تو یہ کمرہ بہن اور بھتیجوں کو ملے گا، بہن بطور فرضیت نصف کمرہ کی حقدار ہے اور بھتیجے بطور تعصیب بقیہ نصف کے مستحق ہیں۔ بھانجے بھانجیاں اور بھتیجیوں کو کچھ نہ ملے گا، کیوں کہ یہ سب ذوی الارحام کے زمرے میں آتے ہیں اور عصبہ کی موجودگی میں ذوی الارحام محروم ہو جاتے ہیں، لہٰذا یہ سب محروم رہیں گے۔ حاصل یہ کہ اس صورت میں یہ کمرہ مسجد ٹرسٹ کو نہ ملے گا، بلکہ حسینہ بیگم کی بہن اور اس کے بھتیجوں کو ملے گا، اگرچہ ملکیت مسجد ٹرسٹ ہی کی ہے۔

رہا منتقلی نامہ کا معاوضہ تو یہ رقم رشوت معلوم ہوتی ہے، کیوں کہ یہ نہ تو کرایہ ہے اور نہ پگڑی، لہٰذا یہ رقم لینا دینا حرام و گناہ ہے۔ ترمذی شریف میں ہے:

عن عبدالله ابن عمرو قال لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم الراشي والمرتشي۔ اھ (ج۱،ص۲۴۸)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے رشوت دینے اور لینے والے دونوں پر لعنت فرمائی۔

البتہ اس کی اباحت کے لئے چند حیلے ہیں، جو یہ ہیں:

(۱) اپنی کوئی معمولی سی چیز مثلاً سوئی دوسرے کرایہ دار کے ہاتھ فروخت کر دے اور اس کا دام اتنا ہی طے کرے، جتنا اس سے لینا چاہے یا کچھ کم و بیش۔

(۲) منتقلی کی جو تحریر مرتب کی جاتی ہے اسے یہ کہہ کر بیچ دے کہ میں نے یہ منتقلی نامہ تیرے ہاتھ اتنے روپے کے بدلے میں بیچا اور کرایہ دار اسے قبول کر لے۔

(۳) کرایہ دار یہ کہہ دے کہ میں نے تم کو اتنے گھنٹے کے لئے اتنے روپے میں اجیر کیا، تم اس وقت میں میرے لئے اپنے دستخط سے منتقلی نامہ تیار کر دو یا کرا دو اور مالک اسے منظور کر لے۔ اھ (پگڑی کے مسائل،ص۸۹) واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہٗ: محمد سفیر الحق رضوی نظامی

۱۵ ربیع الآخر ۱۴۳۱ھ

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

گم شدہ کے مال میں وراثت جاری ہوگی؟ نواسہ نواسی میراث کے حقدار ہیں؟

بیوہ دوسرا نکاح کرلے تو مرحوم شوہر کی جائداد سے حصہ پائے گی

مسئلہ کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ

(۱) گم شدہ انسان کے مال میں میراث جاری ہوگی یا نہیں؟

(۲) نواسہ نواسی نانا کی میراث کے مستحق ہوتے ہیں یا نہیں؟

(۳) بیوہ اگر دوسرا نکاح کرے تو کیا مرحوم شوہر کی جائداد سے حصہ پائے گی یا نہیں؟

المستفتی: نور محمد خاں مائل رضوی، چورو راجستھان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب (۱) اس کا حکم فتاویٰ امجدیہ میں یوں ہے: جو شخص ایسا غائب ہو کہ اس کا پتہ نہ چلے اسے مفقود کہتے ہیں اور اس کا حکم یہ ہے کہ اس کا مال اس وقت تک محفوظ رکھا جائے جب تک اس کی موت کا علم نہ ہو یا یہ کہ قاضی اس کی موت کا حکم دے دے اور قاضی موت کا حکم کب دے گا اس میں علماء کے مختلف اقوال ہیں مگر امام ابن ہمام نے جس قول کو اختیار فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ اس کی عمر ستر سال کی ہو جائے ردالمحتار میں فتح القدیر سے ہے واختار ابن همام سبعين لقوله عليه الصلوٰة والسلام اعمار امتى ما بين الستين الى السبعين فكانت المنتهى غالباً لہٰذا اگر ثابت ہو کہ ستر سال کی عمر ہو چکی ہے تو حکم موت دیا جا سکتا ہے مگر یہ کام قاضی کا ہے اور یہاں ہندوستان میں قاضی نہیں یہ کام شہر کا سب سے بڑا عالم کر سکتا ہے کہ وہ ایسی صورت میں قاضی سے قائم مقام ہو سکتا ہے اس کے پاس معاملہ کو پیش کیا جائے وہ موت کا حکم دے دے تو جو کچھ مال ہے وہ وارثوں میں حسب شرائط فرائض برابر تقسیم کر دیا جائے (ج ۳ ص ۳۸۲) واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) نواسہ نواسی نانا کی میراث سے مطلقاً مستحق نہیں ہوئے بلکہ اس وقت ہوتے ہیں جب کہ اصحاب فرائض میں سے وہ لوگ موجود نہ ہوں جن پر مال دوبارہ رد کیا جا سکتا ہو اور عصبہ بھی نہ ہوں۔

ایسا ہی بہار شریعت ح ۲۰ ص ۴۸ پر ہے۔

فتاویٰ ہندیہ میں ہے "وانما يرث ذوالارحام اذا لم يكن احد من اصحاب الفرائض ممن يرد عليه ولم يكن عصبة" (ج ۶ ص ۴۵۹) واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) بیوہ اگر دوسرا نکاح کرے تو وہ مرحوم شوہر کی جائداد سے حصہ پائے گی کیوں کہ عقد ثانی سے

میراث کا استحقاق ختم نہیں ہوتا ہے۔

حضور حافظ ملت محدث مرادآبادی تحریر فرماتے ہیں کہ عقد ثانی سے میراث کا استحقاق نہیں جاتا ہے شوہری حق باقی رہے گا اور زید کی زوجہ زید کی میراث کی مستحق ہے (ماہنامہ اشرفیہ ۲۰۰۵ ص ۸ راگست) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی **کتبہ: محمد محسن چشتی مصباحی**

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی، برکاتی ۶ رشعبان المعظم ۱۴۳۲ھ

میت نے ایک بیوی ایک بیٹی ایک بہن دو بھائی چھوڑے تو ترکہ کیسے بٹے گا؟

مسئلہ زید کا انتقال چند ماہ قبل ہوگیا۔ اس نے ایک بیوی ایک بیٹی۔ ایک بہن اور دو بھائی چھوڑا باقی بھائی بہن زید کی موجودگی میں انتقال کر گئے تھے دریافت طلب امر یہ ہے کہ جائداد کی تقسیم آپس میں کس طرح ہوگی قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمایا جائے؟

المستفتی: مولانا عبدالعلی فریدی، حاجی پور، بہار

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب زید کا ترکہ چالیس سہام پر تقسیم کرکے ۵ سہام اس کی بیوی کو ۲۰ سہام اس کی بیٹی کو ۳ سہام اس کی بہن کو اور ۶، ۶ سہام اس کے ہر بھائی کو دئے جائیں۔

نقشہ تخریج یوں ہے۔

مسئلہ ۸×۵=۴۰

زید میت

زوجہ	بنت	اخ	اخ	اخت
۵	۲۰	۶	۶	۳

فتاویٰ ہندیہ میں ہے "واما النصف ففرض بنت الصلب — وأما الثمن ففرض الزوجۃ أو الزوجات اذا کان للمیت ولد او ولد ابن ملخصا (ج ۶ ص ۴۵۰) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی **کتبہ: محمد محسن مصباحی**

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی، برکاتی ۱۵ رذی الحجہ ۱۴۳۲ھ

مرتد باپ کا انتقال ہوا تو مسلمان لڑکا وارث ہوگا یا نہیں؟
کیا والدین اپنی زندگی میں مال تقسیم کر کے رجسٹری کروا سکتے ہیں؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں

(۱) مرتد باپ کا انتقال ہوگیا تو زید جو اس کا بیٹا ہے باپ کے مال سے حصہ پانے کا حقدار ہے یا نہیں؟

(۲) کیا والدین اپنی زندگی میں اپنی اولاد کے لئے مال تقسیم کر کے رجسٹری کروا سکتے ہیں؟

المستفتی: نور محمد مائل رضوی چورو راجستھان

الجواب زید کے باپ کا وہ مال جو زمانہ ارتداد سے پہلے کا ہے بلا شبہ اس میں حصہ پانے کا حقدار ہے بشرطیکہ زید کے ساتھ کوئی امر موانع ارث میں سے نہ ہو اور وہ مال جو مرتد ہونے کے بعد کا ہے اس کے مستحق فقراء ومساکین ہیں۔

اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے تحریر فرمایا ہے کہ ”جتنا مال محرم علی کے زمانہ اسلام کا کمایا ہوا ہے اس کے وارث بھی یہی بھائی بہن ہیں:

فان کسب المرتد فی الاسلام لورثته المسلمین کما نص علیه الدرر وغیرها عامة الکتب اور جتنا مال زمانہ کفر کا کمایا ہوا ہے وہ حق فقراء ومساکین ہے“ اھ

(فتاوی رضویہ ج ۱۰ ص ۲۴۰ باب الفرائض)

فتاوی ہندیہ میں ہے: المرتد اذا قتل او مات اولحق بدار الحرب فما اکتسبه فی حال اسلامه هو میراث لورثته المسلمین ۔ اما ما اکتسب فی حالة الردة یکون فیأ و یوضع فی بیت المال۔اھ (ج ۶ ص ۵۵ باب المیراث) واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) ہاں والدین اپنی زندگی میں اپنی اولاد کے درمیان مال تقسیم کر کے رجسٹری کروا سکتے ہیں۔ اس لئے کہ قابل قسمت مال تقسیم کر کے رجسٹری کرا دینا ہبہ ہے۔

فتاوی رضویہ میں ہے ”نام لکھا دینا ہبہ ہے“ (ج ۸ ص ۵۴)

اور اپنی اولاد کے لئے ہبہ جائز ہے۔ جیسا کہ فقہ کی کتابوں میں یہ صراحت موجود ہے کہ اگر کسی نے اپنی اولاد میں سے کسی ایک کو اپنا پورا مال ہبہ کر دیا تو یہ ہبہ جائز ہے اگر چہ وہ ایسا کرنے کی وجہ سے گنہگار ہوگا۔ لیکن ہبہ تام ہونے کے لئے ضروری ہے کہ اپنی زندگی ہی میں قبضہ بھی دلا دے۔

درمختار میں ہے ولو وھب فی صحتہ کل المال للولد جاز واثم اھ
(ج ۸ ص ۵۰۲ کتاب الھبہ)
نیز اسی میں ہے وتتم الھبۃ بالقبض الکامل اس کے تحت ردالمحتار میں ہے "فیشترط القبض قبل الموت ولو کانت فی مرض الموت اھ (ج ۸ ص ۴۹۳)
البتہ اگر زندگی میں مال تقسیم کرے تو بیٹا اور بیٹی دونوں کو برابر برابر دے یہی بہتر ہے ردالمحتار میں ہے وعلیہ الفتوی ای علی قول ابی یوسف من ان التنصیف بین الذکر والانثی افضل من التثلیث الذی ھو قول محمد اھ (ج ۸ ص ۵۰۲) اور یہ بھی جائز ہے کہ جتنا لڑکے کو دیا ہے اس کا آدھا لڑکی کو دے جیسا کہ قانون میراث یہی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — کتبہ: عبدالرحیم فیضی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی، برکاتی — ۵ر شعبان المعظم ۱۴۳۲ھ

■❖■

کتاب الشتی

متفرقات کا بیان

فاقتلو المشرکین حیث وجدتموھم کیا آیت پوری دنیا کے کفار کو عام ہے؟

مسئلہ حربی کافر کے بارے میں قرآن میں آیا ہے "جہاں پاؤ مارو اور انہیں پکڑو اور قید کرو" اور حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ بہار شریعت میں تحریر فرماتے ہیں" ہندوستان کے کافر حربی ہیں۔ تو اب اگر کسی نے ہندوستان کے کسی کافر کو بلا قصور قصداً قتل کر دیا تو اب رب تبارک وتعالیٰ کے یہاں اس کا مواخذہ ہوگا یا نہیں اگر ہوگا تو پھر حربی کافر کا کیا حکم ہے؟ عند الشرع تفصیل کے ساتھ جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی: محمد معصوم ارشد رشیدی، تارا ماڑی، پوسٹ آسجہ موبیہ ضلع پورنیہ، بہار

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الجواب قرآن پاک میں جو ارشاد ہے "فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ" مشرکوں کو قتل کرو جہاں تم پاؤ۔ (پ ۱۰ سورۂ توبہ آیت ۵) یہ حکم مشرکین عرب کے ساتھ خاص ہے۔

امام حجۃ الاسلام ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص "احکام القرآن" میں تحریر فرماتے ہیں وذلك عموم فی سائر المشرکین فخصصنا منه من لم یکن من مشرکی العرب بالایة وصار قوله تعالی فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ خاصا فی مشرکی العرب دون غیرھم" یعنی وہ عموم تمام مشرکین کو شامل ہے تو ہم نے ان میں سے ان لوگوں کو خاص کیا جو مشرکین عرب سے نہیں ہے اس آیت کی وجہ سے اور اللہ تعالیٰ کا فرمان "مشرکین کو قتل کرو جہاں تم پاؤ، عرب کے مشرکین کے ساتھ خاص ہو گیا ان کے علاوہ کے لئے نہیں۔" (ج ۳ ص ۸۱)

بعض نازک ترین حالات میں ہماری متمدن حکومتیں بھی اعلان کر دیتی ہیں کہ "فسادیوں کو دیکھتے ہی گولی مار دو" اس سے زیادہ نازک اور خطرناک حالات میں قرآن میں یہ اجازت مسلمانوں کو دی اب کسی بھی ملک میں مسلمان کو یہ اجازت نہیں کیونکہ وہ جس ملک میں رہتا ہے وہاں کے دستور کا پابند عہد ہوتا ہے اور دستور

میں تمام شہریوں کی جان و مال کا تحفظ بھی ہے قرآن پاک فرماتا ہے "یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ"
اے ایمان والو اپنے عہد پورا کرو: اس لئے یہاں کے ہر شہری پر بالخصوص مسلمان پر ہر شہری کی جان مال دین
عقل نسب کا تحفظ ضروری ہے اور بد عہدی حرام و گناہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — کتبہ: محمد محسن مصباحی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۱۷ جمادی الآخر ۱۴۳۲ھ

کیا درخت رات کو سوجاتے ہیں اور پھل پھول نہیں توڑنا چاہئے؟ رمضان میں مرنے والے سے سوالات قبر نہیں ہوتے اگر نہیں تو انہیں حضور کا دیدار ہوتا ہے یا نہیں؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت ان مسائل میں کہ

(۱) عوام میں مشہور ہے کہ رات میں درخت سوجاتے ہیں۔ پھل یا پھول نہیں توڑنا چاہیے؟

(۲) منقول ہے کہ رمضان شریف میں انتقال ہونے والے مسلمان سے قبر میں سوالات نہیں ہوں گے تو کیا انہیں حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دیدار ہوگا یا نہیں؟ اور اگر ہوگا تو اس کی کیا صورت ہے؟

المستفتی: محمد بخش قادری، مہاراشٹر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب یہ بے اصل بات ہے جو عوام کے غلط اوہام وخیالات سے ہے، درخت سوتے جاگتے نہیں بلکہ وہ اپنے حال پر تسبیح پڑھتے اور سجدہ ریز رہتے ہیں۔ قال اللہ تعالیٰ "وَالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ یَسْجُدَانِ" اور سبزے اور درخت سجدہ کرتے ہیں (پ ۲۷ رکوع ۱۱) نیز ارشاد باری ہے "اِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ"
(پ ۱۵، ع ۴ ت ۴۳)

یہی وجہ ہے کہ قبرستان سے ہری گھاس اور پودے اکھاڑنا ممنوع ہے کہ ان کی تسبیح سے مردہ کو انس حاصل ہوتا ہے۔ ردالمحتار میں ہے "یکرہ قطع النبات الرطب من المقبرۃ دون الیابس" (ج ۲ ص ۱۷۴) لہٰذا عوام میں جو مشہور ہے کہ رات میں درخت وغیرہ سوجاتے ہیں یہ بے اصل و بے بنیاد ہے۔ اور پھل، پھول وغیرہ کا توڑنا شرعی نقطۂ نظر سے مطلق جائز ہے خواہ دن ہو یا رات۔

(۲) حدیث پاک سے تو یہی ثابت ہے کہ جو مسلمان شب جمعہ یا روز جمعہ یا رمضان مبارک کے کسی دن رات میں مرے گا وہ سوال نکیرین وعذاب قبر سے محفوظ رہے گا۔

رہا یہ کہ ان اوقات میں دفن ہونے والوں کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دیدار ہوگا یا نہیں۔ اس کی

صراحت میری نگاہ سے نہ گزری بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انہیں دیدار نہ ہوگا۔ کہ دیدار تو بوجہ سوال ہوتا ہے۔ مگر اللہ عزوجل کی رحمت سے کوئی بعید نہیں کہ اپنے نیک بندوں کو بغیر سوال ہی کے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار کرادے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — **کتبہ:** شمس الدین احمد علیمی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۲۳ر ذی القعدہ ۱۴۲۵ھ

وارثین انبیاء کون سے علما ہیں؟ کیا خوارق عادات دلیل ولایت ہیں؟

مسئلہ ہوا میں پرواز کرنا، پانی پر چلنا، طویل راستے تھوڑے وقت میں طے کرلینا، آگ ہاتھ میں رکھ لینا، اور اسے کھا جانا وغیرہ ولایت کی دلیل نہیں ہوسکتی جب تک کہ ولی کے لمحات زندگی اللہ کے رسول کے نمونہ عمل سے سرفراز نہ ہوں، اور ولی کی زندگی کا ہر شعبہ سرتاج انبیاء کا طریقہ اور تبع ہونا چاہیے۔ انہیں لوگوں کے متعلق اللہ نے فرمایا ہے: "ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ" کہنے کا مطلب یہ ہے کہ علماء کرام انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں، کیا علمائے کرام کے لیے مذکورہ تمام نشانیاں موجود ہونا لازمی ہے یا نہیں، صرف علم دین حاصل کرلینے کے بعد لمبی چوڑی تقریر کرلینے والے کو ہی عالم مان لینا درست ہے یا نہیں، یا علم دین حاصل کرنے کے بعد احکام خداوندی اور شریعت محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں مستغرق رہنے والے ہی عالم ہونے کے مستحق ہیں، عفو و کرم، صدق و صفا، صبر و رضا، مروّت و محبت، تواضع و انکساری، علم و حیا، اور خوش روئی اور ملنساری، عمل و تقویٰ و اخلاص اور خوف الٰہی جن عالموں کے سینے سے نکل چکے ہوں ان کو عالم دین کہنا ان علمائے کرام کی توہین ہوگی یا نہیں جو مذکورہ تمامی اوصاف کے مالک ہیں، تشفی بخش جواب سے نوازیں نوازش ہوگی؟

المستفتی: نذیر عالم کیراف محمد شکیل بیڑی دوکان مقام و پوسٹ کرجا وایہ گدہا، مظفر پور، بہار

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب العلماء ورثة الانبياء، سے مراد سنی صحیح العقیدہ علماء ہیں، جو حقیقت میں علم والے ہیں اپنے علم پر جو عمل بھی کرتے ہیں، حضرت علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ عالم دین سے مراد وہ شخص ہے جو علم حاصل کرنے کے بعد فرائض و سنن مؤکدہ ضروری عبادتیں کرتا ہو یعنی بے عمل نہ ہو" اھ اشعۃ اللمعات اردو، ج ۱ ص ۲۹۵) اور تفسیر خازن میں ہے "من لم يخش الله فليس بعالم" یعنی جسے اللہ تعالیٰ کا خوف اور اس کی خشیت حاصل نہ ہو وہ عالم نہیں، اھ پھر اس میں امام شعبی رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ "انما العالم من خشي الله عزوجل" یعنی عالم وہ ہے جسے خدائے تعالیٰ کا خوف اور اس کی

خشیت حاصل ہو" اھ ملخصا (ج ۳ ص ۴۵۶)

ہوا میں پرواز کرنا، پانی پر چلنا، آگ میں ہاتھ ڈالنا، اسے کھا جانا اور اس طرح کے عجائبات کا اظہار دلیل ولایت نہیں کہ یہ سحر وشعبدہ بھی ہو سکتے ہیں، ولایت کے لیے کامل اتباع شریعت ضروری ہے، خود قرآن حکیم نے اولیاء کی تعریف یہ فرمائی "الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَکَانُوْا یَتَّقُوْنَ" اھ (سورہ یونس آیت ۶۳)

الفتوحات المکیة لابن عربی میں ہے "اعلم ایدك الله ان الكرامة من الحق من اسمه البر فلا تكون الا للابرار وهی حسية و معنوية. فالعامة مالعرف الا الحسية مثل الكلام على الخاطر والاخبار المغيبات الماضية والمشي على الماء واختراق الهوا وطى الارض والاحتجاب عن الابصار. والمعنوية لا يعرفها الا الخواص وهی ان تحفظ عليه آداب الشريعة ويوفق لا تيان مكارم الا خلاق واجتناب سفسافها والمحافظة على اداء الواجبات مطلقاً فی اوقاتها فهذه كرامات لايدخلها مكر ولا استدراج والكرامات التی ذكرنا ان العامة تعرفها فكلها يمكن ان يدخلها المكر الخفی ثم لابد ان تكون نتيجة عن استقامة او تنتج استقامة والا فليست بكرامة والمعنوية لايدخلها شئی مما ذكرنا فان العلم يصحبها وقوة العلم وشرفه تعطيك ان المكر لايدخلها فان الحدود الشرعية لا تنصب حبالة للمكر الا لهی فانها عين الطريق والضحة الى نيل السعادة لان العلم هو المطلوب و به نفع المنفعة ولولم يعمل به فانه لا يستوى الذين يعلمون والذين لا يعلمون والعلماء هم الآمنون من التلبيس "اھ باختصار.

یعنی یقین جان اللہ تیری مدد کرے کہ کرامت حق سبحانہ کے نام بر یعنی محسن کی بارگاہ سے آتی ہے تو اسے صرف ابرار نیکوکار ہی پاتے ہیں اور وہ دو قسم ہے۔ محسوس ظاہری، ومعقول معنوی، عوام صرف کرامات محسوسہ کو جانتے ہیں، جیسے کسی کو دل کی بات بتا دینا، گذشتہ وموجودہ وآئندہ غیبوں کی خبر دینا، پانی پر چلنا، ہوا پر اڑنا، صدہا منزل زمین ایک قدم میں طے کرنا، آنکھوں سے چھپ جانا کہ سامنے موجود ہوں اور کسی کو نظر نہ آئیں، اور کرامات معنویہ کو صرف خواص پہچانتے ہیں وہ یہ ہیں کہ اپنے نفس پر آداب شرعیہ کی حفاظت رکھے، عمدہ خصلتیں حاصل کرنے اور بری عادتوں سے بچنے کی توفیق دیا جائے تمام واجبات ٹھیک ادا کرنے پر التزام رکھے، ان کرامتوں میں مکر، واستدراج کو دخل نہیں اور کرامتیں جنہیں عوام پہچانتے ہیں ان سب میں مکر نہاں کی مداخلت ہو سکتی ہے، پھر یہ بھی ضروری ہے کہ وہ ظاہری کرامتیں استقامت کا نتیجہ ہوں یا خود استقامت پیدا کریں ورنہ کرامت نہیں ہیں اور معنویہ میں مکر واستدراج کی مداخلت نہیں اس لیے کہ علم ان کے ساتھ ہے، علم کا

شرف خود ہی مجھے بتائے گا کہ ان میں مکر کا دخل نہیں اس لیے کہ شریعت کی حدیں کسی کے لئے مکر کا پھندا قائم نہیں کرتیں، اس وجہ سے کہ شریعت سعادت پانے کا عین، صاف وروشن راستہ ہے، علم ہی مقصود ہے اور اسی نے نفع پہنچایا ہے، اگر چہ اس پر عمل نہ ہو کہ مطلقاً ارشاد ہوا ہے کہ عالم و بے علم برابر نہیں تو علماء ہی مکر و اشتباہ سے امان میں ہیں وبس اھ (ج ۲ ص ۳۶۹)

الرسالۃ القشیریۃ باب الولایۃ میں ہے "لو نظر تم الی رجل اعطی من الکرامات حتی یرتقی (وفی نسخۃ یتربع) فی الھواء فلا تغتروا حتی تنظروا کیف تجدونہ عند الامر والنھی وحفظا لحدود وآداب الشریعۃ" اھ یعنی اگر تم کسی شخص کو دیکھو ایسی کرامت دیا گیا کہ ہوا پر چارزانو بیٹھ سکے تو اس سے فریب نہ کھانا جب تک یہ نہ دیکھو کہ فرض، واجب ومکروہ وحرام ومحافظت حدود وآداب شریعت میں اس کا حال کیسا ہے" اھ (ص ۱۱۷) (بحوالہ فتاویٰ رضویہ مترجم ج ۲۱ ص ۵۴۰ تا ۵۵۰ رسالہ مبارکہ مقال العرفاء باعزاز شرع وعلماء) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

کتبہٗ: محمد صابر حسین فیضی امجدی
۴ ررجب المرجب ۱۴۲۶ھ

قیامت میں لوگوں کو باپ کے نام کے ساتھ پکارا جائے گا یا ماں کے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت اس مسئلہ میں کہ میں ایک روز بتاریخ ۱۹ رجون ۲۰۰۲ء کو ایک کتاب پڑھ رہا تھا جس کا نام ہے "مرنے کے بعد کیا ہوگا" اس میں لکھا تھا کہ حضرت ابوداؤد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "تم قیامت کے دن اپنے ناموں اور اپنے باپوں کے نام سے بلائے جاؤ گے اس لیے تم اپنے نام اچھے رکھو" اور آج عام طور سے لوگوں میں مشہور ہے کہ قیامت کے دن لوگ اپنی، اپنی ماں کے ناموں کے ساتھ پکارے جائیں گے یہ بات صحیح نہیں بنائی ہوئی ہے۔

اس کتاب کا مصنف مولانا عاشق الٰہی بلند شہری ہے جب کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی بھی تو یہی شہادت دیتی ہے کہ حشر کے میدان میں تمام لوگ اپنی اپنی ماں کے ناموں کے ساتھ پکارے جائیں گے، لیکن جب میں نے اس کتاب میں یہ بات پڑھی تو میرے سمجھ میں کچھ نہ آیا کہ آخر حقیقت کیا ہے؟

(۲) یہ ہے کہ ایک دیوبندی نے مجھ سے پوچھا کہ تمام دنیا کے لوگ حشر کے میدان میں اپنے باپوں کے نام یا لوگ اپنی، اپنی ماؤں کے نام کے ساتھ پکارے جائیں گے؟ ہم نے جواب دیا کہ تمام لوگ اپنی،

اپنی ماؤں کے نام کے ساتھ پکارے جائیں گے، تو اس نے کہا کہ حضرت آدم علیہ السلام کس کے نام کے ساتھ پکارے جائیں گے؟ تو میں کچھ نہ بولا۔ آپ سے گزارش ہے کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں نوازش ہوگی۔ المستفتی: محمد اعظم رضوی دریاپوری پٹھانی ٹولہ، مدینہ مسجد، بنارس، یوپی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب حدیث شریف میں ہے "عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: انکم تدعون یوم القیامۃ باسمائکم واسماء اٰبائکم فاحسنوا اسمائکم۔ یعنی ابی درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن تمہیں تمہارے ناموں اور آباء واجداد کے ناموں سے پکارا جائے گا لہٰذا تم اچھے نام رکھو" اھ (سنن ابوداؤد شریف باب فی تفسیر الاسماء ج ۲ ص ۶۷۶)

اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے دن لوگ اپنی ماؤں کے نام سے پکارے جائیں گے، اور بعض سے اپنے اماموں کے نام سے پکارا جانا معلوم ہوتا ہے۔

ان میں تطبیق یہ ہے کہ قیامت کے دن لوگوں کو مختلف طور سے پکارا جائے گا کبھی کسی کو باپ کے نام سے، کسی کو ماں کے نام سے اور کسی گروہ کے وابستہ افراد کو ان کے امام کے نام سے، حضرت آدم علیہ السلام کو ظاہر یہ ہے کہ ان کے نام سے پکارا جائے گا، شریعت کے احکام اکثریتی ہوتے ہیں شواذ سے اعتراض نہیں کیا جاتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
کتبہٗ: محمد ارشد رضا مصباحی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی
۱۴۲۵/۶/۲۹ھ

کیا اللہ کے سوا کسی کو حاضر وناظر سمجھنا کفر ہے؟

یارسول اللہ یا غوث یا خواجہ کہنا کیسا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

(۱) کتاب صراط مستقیم، "اختلاف امت کراچی" میں لکھا ہے کہ "امام اعظم رضی اللہ عنہ کا فتویٰ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو بھی حاضر وناظر سمجھے تو وہ شخص کافر ہوگیا" تو کیا یہ روایت صحیح ہے یا نہیں؟ بحوالہ اس کتاب کے پھر یارسول اللہ، یا غوث یا خواجہ برائے امداد پکارنا درست ہوگا یا نہیں؟

دیگر بقول زید غیر خدا کو روحانی طور سے برائے امداد پکارنا درست ہے اور جسمانی طور سے پکارنے

والا کافر ہو جاتا ہے تو پھر "وَاِيَّاكَ نَسْتَعِينُ" اور "اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِيْ وَكِيْلًا" جو دلائل صرف ذات باری تعالیٰ کی طرف کی دلیل دیتے ہیں تو پھر غیر خدا سے فائدہ حاصل کرنے کی دلیل کیوں نہیں ملتی؟ مزید یہ کہ روحانی امداد کس قسم کی ہوتی ہے جہاں رب کائنات کے کرم سے مایوس ہو کر بزرگوں سے روحانی امداد حاصل کی جائے۔ (جاء الحق) المستفتی: محمد شفیع بوسی کی گلی، پالی، راجستھان

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الجواب (۱) کتاب صراط مستقیم۔ اختلاف امت کراچی میں جو یہ لکھا ہے کہ "امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فتوی ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو بھی حاضر وناظر سمجھے تو وہ کافر ہو گیا" یہ درست نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا۔ یعنی اے غیب کی خبریں بتانے والے (نبی) بیشک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر وناظر" اھ (سورہ الاحزاب آیت ۴۵)

اور اس کی تفسیر خزائن العرفان میں ہے "شاہد کا ترجمہ حاضر وناظر بہت بہترین ہے مفردات راغب میں ہے "الشهود والشهادة الحضور مع المشاهدة اما بالبصر او بالبصيرة۔ یعنی شہود اور شہادت کے معنی ہیں حاضر ہونا مع ناظر ہونے کے، بصر کے ساتھ ہو یا بصیرت کے ساتھ اور گواہ کو بھی اسی لیے شاہد کہتے ہیں کہ وہ مشاہدہ کے ساتھ جو علم رکھتا ہے اس کو بیان کرتا ہے، سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم تمام عالم کی طرف مبعوث ہیں آپ کی رسالت عامہ ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم قیامت تک ہونے والی ساری خلق کے شاہد ہیں اور ان کے اعمال وافعال واحوال تصدیق وتکذیب، ہدایت وضلالت کا مشاہدہ فرماتے ہیں" اھ

اور شیخ عبد الحق محدث دہلوی مجمع البرکات میں فرماتے ہیں کہ "وے علیہ السلام بر احوال واعمال امت مطلع است بر مقربان وخاصان درگاہ خود مفیض وحاضر وناظر است۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم امت کے احوال و اعمال پر مطلع ہیں اور حاضرین بارگاہ کو فیض پہنچانے والے اور حاضر وناظر ہیں" اھ (جاء الحق ج ۱ ص ۱۴۲)

لہٰذا مذکورہ عبارتوں سے ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حاضر وناظر ہیں، تمام مسلمانوں کا یہی عقیدہ ہے، حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف انتساب غلط وافتراء ہے۔

یا رسول اللہ، یا غوث، یا خواجہ وغیرہ برائے امداد پکارنا بھی جائز ہے جب کہ انہیں بندہ خدا اور اس کی بارگاہ میں وسیلہ جانے اور انہیں باذن الٰہی وَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا سے مانے اور اعتقاد کرے کہ بے حکم خدا ایک ذرہ بھی نہیں ہل سکتا، اور بیشک تمام مسلمانوں کا یہی اعتقاد ہے اس کے خلاف ان پر گمان محض بدگمانی ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نابینا کو یہ دعا تلقین فرمائی کہ نماز کے بعد یوں کہو "یا محمد انی اتوجه بك الی ربی فی حاجتی هذه لیقضی لی"۔ یعنی یا رسول اللہ میں آپ کے

وسیلے سے اپنے رب کی طرف اپنی حاجت میں منہ کرتا ہوں تاکہ میری یہ حاجت پوری ہو، اور بعض روایات میں ہے "لتقضی لی یا رسول اللہ" تاکہ حضور میری یہ حاجت پوری فرما دیں۔ اھ ان نابینا نے بعد نماز یہ دعا کی فوراً آنکھیں کھل گئیں ایسا ہی احکام شریعت ص ۱۶ پر ہے۔

اور تفسیر صاوی سورہ قصص میں ہے "ولا تدع مع اللہ الٰھاً آخر" کی تفسیر میں ہے "وحینئذ فلیس فی الآیۃ دلیل علی مازعمہ الخوارج من ان الطلب من الغیر حیا او میتا شرک فانہ جھل مرکب لان سوال الغیر من اجراء اللہ النفع او الضرر علی یدہ قد یکون واجباً لانہ من التمسک بالاسباب ولا ینکر الاسباب الا جحود او جھل۔

یعنی یہاں "لا تدع" کے معنی ہیں نہ پوجو لہٰذا اس آیت میں ان خارجیوں کی دلیل نہیں جو کہتے کہ غیر خدا سے خواہ زندہ ہو یا مردہ کچھ مانگنا شرک ہے، خارجیوں کی یہ بکواس جہالت ہے کیونکہ غیر خدا سے مانگنا اس طرح کہ رب ان کے ذریعہ سے نفع، نقصان دے کبھی واجب ہوتا ہے کہ یہ اسباب کا حاصل کرنا ہے اور اسباب کا انکار نہ کرے گا مگر منکر یا جاہل" اھ (جاء الحق ص ۲۰۲)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ غیر اللہ سے مانگنا صرف جائز ہی نہیں بلکہ کبھی واجب بھی ہے۔

اور احکام شریعت میں فتاویٰ خیریہ سے ہے "قولھم یا شیخ عبد القادر نداء فما الموجب بحرمتہ اھ (ص ۱۷) واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد ارشد رضا مصباحی
۲۸/ جمادی الآخرہ/ ۱۴۲۵ھ

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

سورۂ فتح میں عَلَیۡهُ ھا کے ضمہ کے ساتھ کیوں ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں

قرآن کریم کی ۲۶ ویں پارے میں سورہ فتح میں "عَلَیۡهُ" مذکور ہے اس کے علاوہ تمام مقامات پر مجرور ہے اس کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟

المستفتی: محمد احمد رسول آباد، سلطان پور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب یہاں "عَلَیۡهُ" کی ہا پر ضمہ اس لیے ہے کہ اصل میں "ھُوَ" تھا واو کو حذف کر دیا گیا اور "ھا" کو اپنی اصل حالت میں رکھا گیا اس طرح کہ اس سے لام "اللہ" پُر پڑھی جا سکے گی اور اس سے لفظ اللہ کی

تعظیم و تفہیم کا اظہار ہوتا ہے تفسیر روح البیان میں ہے (وَمَنْ اَوْفٰی بِمَا عَاهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ)

بضم الهاء فانه ابقى بعد حذف الواو اذا صله هُوَ توسلا بذلك الى تفخيم لام

الجلالة..اھ (ج۹ ص۲۱) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — کتبہٗ: غلام نبی نظامی علیمی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۱۰ ر شعبان المعظم ر ۲۷ ۱۴ھ

اللہ کی صفات خاصہ کا استعمال بندوں کے لئے جائز ہے یا نہیں؟

فاسق وجاہل والدین کو قبلۂ کونین اور کعبۂ دارین کہنا کیسا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ان مسائل میں کہ

(۱) زید کہتا ہے کہ رب تبارک تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ کا اطلاق بندوں کے لیے جائز ہے مثلاً کریم، رحیم، رحمٰن، حی، قدوس، قیوم، یہ اسماء باری تعالیٰ ہیں بندوں کے لیے بھی رحیم، رحمن حی، قیوم اور قدوس کہنا جائز ہے، البتہ چند مخصوص اسماء طیبہ، جیسے رحمن، حی، قیوم اور قدوس وغیرہا تو ان کے علی الاطلاق بندوں کے لیے استعمال کرنے میں علماء کا اختلاف ہے بعض فقہا نے اس سے منع فرمایا ہے اور بعض نے اس کی تجویز کی ہے، حتی کہ حضرت ملا علی قاری علیہ الرحمہ نے دو متضاد قول کیا ہے، کہیں تو جواز کی طرف مائل ہیں اور کہیں بشدت اس سے منع کرتے ہیں، مگر بالاضافت جیسے قیوم زماں، قدوس عصر، رحمن قوم وملت کہنا بالکل درست ہے، بکر کہتا ہے کہ اسماء مختصہ جیسے رحمن، قیوم، قدوس وغیرہا کلمات طیبہ کا استعمال بندوں کے لیے ہر حال میں ناجائز وحرام ہے، چاہے علی الاطلاق استعمال ہو یا باضافت، کلمۂ رب پر ان کو قیاس کرنا غلط ہے، دریافت طلب یہ امر ہے کہ زید کا قول درست ہے یا بکر کا؟

(۲) خالد جو اہل سنت کی ایک مرکزی درسگاہ کا فارغ التحصیل مولوی ہے اس نے متعدد بار اپنے والد گرامی کو خط میں قبلہ کونین، کعبہ دارین لکھا، جب کہ موصوف کے والد ماجد علم دین سے بے بہرہ اور عمل سے کافی دور رہتے ہیں، اپنے متدین اور مذہبی ہونے کا بلند وبانگ دعویٰ تو ضرور کرتے ہیں مگر حقیقت حال یہ ہے کہ داڑھی برابر منڈواتے ہیں اور جمعہ وعیدین کے علاوہ سال میں دس بیس نمازیں اور بھی پڑھ لیا کرتے ہیں، ضیاء کا کہنا ہے کہ اپنے والد کو اپنا قبلہ وکعبہ تو قرار دیا جاسکتا ہے، مگر قبلہ کونین وکعبہ دارین جیسے موقر ومعظم القابات و خطابات سرکار رسالت مآب علیہ التحیۃ والثناء کے لیے مخصوص ہیں ہر ایرے غیرے کے لیے یہ کلمات استعمال کرنا غلط ہے۔

خالد کا کہنا ہے کہ جس طرح حدیث شریف میں والدین کے حق میں فرمایا گیا ہے کہ "ھما جنتك وھما نارك" اور اس کا مطلب یہ ہے کہ والدین کی رضا حصول جنت کا ذریعہ ہے اور ان کی ناراضگی ورود جہنم کا سبب ہے اسی طرح قبلۂ کونین وکعبۂ دارین کا مطلب ہے کہ والدین کی خوشی اور ان کی دعائیں دنیا وآخرت میں کامیابی کا ذریعہ ہیں اور والد کی اطاعت کی وجہ سے بیٹا ہر دو جہاں میں سرخرو وشادمان رہتا ہے، اس مسئلہ میں دریافت کرنا ہے کہ خالد کی تاویلات قابل قبول ہیں یا ضیاء کی بات حق ودرست ہے؟ بینوا توجروا۔

المستفتی: محمد سمیع اللہ نظامی دار العلوم تنویر الاسلام امرڈو بھا سنت کبیر نگر یوپی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب (۱) اللہ رب العزت کی صفات خاصہ میں سے کسی صفت کو بغیر اضافت کے کسی کا نام رکھنا ناجائز وگناہ ہے، مثلاً خالق، رزاق، رحمن، قدوس، قیوم، کریم، عزیز وغیرہ ہاں اضافت عبدیت کے ساتھ جائز ہے، مثلاً عبد الرحمن، عبد القیوم، عبد العزیز، عبد الحمید وغیرہ مرقاۃ شرح مشکوۃ میں ہے" (وعزیز) لانه من اسماء الله تعالیٰ فینبغی ان یقال عبد العزیز لان العبد موصوف بالذل والخضوع والعزة لله تعالیٰ و کذا لا ینبغی ان یسمی بحمید لانه من اسمائه وصفاته علی وجه المبالغة فلا یقال الا عبد الحمید و کذلك الکریم وامثاله" اھ (ص۱۱۶ ج۹) پھر اسی میں ہے "(واحب الاسماء الی الله تعالیٰ عبد الله و عبد الرحمن) ای ونحوهما عبد الرحیم وعبد الکریم وامثالهما" اھ (ص۱۲۰ ج۹)

اللہ تبارک وتعالیٰ کے صفات غیر خاصہ کو بلا اضافت یا اضافت کے ساتھ نام رکھنا جائز ہے، مثلاً علی، رشید وغیرہ یا عبد العلی وعبد الرشید، در مختار "باب الحظر والاباحة فصل فی البیع" میں ہے (احب الاسماء الی الله تعالیٰ عبد الله وعبد الرحمن) وجاز التسمية بعلی ورشید من الاسماء المشترکة ویراد فی حقنا غیر ما یراد فی حق الله تعالیٰ" اھ البتہ ایسے نام رکھنے سے بچنا چاہیے کہ لوگ تصغیر کے ساتھ پکارتے ہیں، پھر اسی میں ہے "لکن التسمية بغیر ذلك فی زماننا اولیٰ لان العوام یصغرونها عند النداء کذا فی السراجیة" اھ اس کے تحت رد المحتار میں ہے۔ (قوله وجاز التسمية بعلی الخ) الذی فی التاترخانیة عن السراجیة التسمية باسمه یوجد فی کتاب الله تعالیٰ کالعلی والکبیر والرشید والبدیع جائزة (قوله لکن التسمية الخ) قال ابو اللیث لا احب للعجم ان یسموا عبد الرحمن وعبد الرحیم، لانه لا یعرفو تفسیره، ویسمونه بالتصغیر۔ تاترخانیة۔ وهذا مشهر فی زماننا حیث ینادون من اسمه عبد الرحیم وعبد الکریم

اوعبدالعزیز مثلا یقولون رحَیم، کریم وعزیز بتشدید یاء التصغیر ومن اسمہ عبدالقادر قویدروھذا مع قصدہ کفر"۱ھ ملخصاً (ص ۲۱۷ ج ۶) لہٰذا زید کا یہ کہنا کہ مطلقاً بندوں کے لے رحمٰن، قیوم، قدوس کہنا جائز ہے ہرگز صحیح نہیں، یوں ہی بکر کا کہنا غلط ہے کہ اسماء مختصہ رحمٰن، رحیم، قیوم وغیرہا کلمات طیبہ کا استعمال بندے کے لیے ہر حال میں ناجائز وحرام ہے، چاہے علی الاطلاق ہو چاہے بالاضافۃ، جیسا کہ مذکورہ تصریحات سے عیاں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) خالد نے جس توجیہ کے پیش نظر اپنے والد کو قبلۂ کونین وکعبۂ دارین" کہا وہ توجیہ یہاں مقبول ہوسکتی ہے، الفاظ میں اس کی گنجائش ہے، اس لیے خالد پر اس کی وجہ سے کوئی الزام نہ عائد ہوگا، وہ اپنے لیے اپنے والد کو قبلہ کونین یا کعبۂ دارین لکھتا ہے سب کے لیے نہیں، البتہ فاسق باپ کو ایسے القاب دینے سے احتراز کرنا چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — **کتبہٗ:** محمد صابر حسین فیضی امجدی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

شاہ است حسین الخ مذکورہ رباعی پر چند اعتراضات کے جوابات

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع درج ذیل مسئلہ میں کہ بہار شریعت ح ۹ ص ۱۰۷ پر "مرتد کا بیان" مطبوعہ محمد عتیق نورانی پریس نالا روڈ کان پور میں ہے کہ "مسئلہ۔ ایک شخص نماز پڑھ رہا ہے اس کا لڑکا باپ کو تلاش کر رہا تھا اور روتا تھا کہ کسی نے کہا چپ رہ تیرا باپ اللہ اللہ کرتا ہے یہ کہنا کفر نہیں کیونکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ خدا کو یاد کرتا ہے (عالمگیری) بعض جاہل یہ کہتے ہیں کہ لا الٰہ پڑھتا ہے یہ بہت قبیح ہے کہ نفی محض ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ کوئی خدا نہیں اور یہ معنی کفر ہے۔

علمائے بریلی محفل ذکر شہادت میں اکثر یہ رباعی خواجہ معین الدین اجمیری کے حوالے سے پڑھتے ہیں۔

شاہ است حسین بادشاہ است حسین

دین ہست حسین و دین پناہ است حسین

سر داد نہ داد دست در دست یزید

حقا کہ بنائے لا الہ است حسین

درج بالا مسئلہ میں لکھا ہے کہ بعض جاہل یہ کہتے ہیں کہ چپ رہ مت رو تمہارا باپ لا الہ کر رہا ہے تو یہ فعل قبیح ہوگا چونکہ یہ نفی محض اور معنی کفر ہے۔

سوال نمبر ا۔ یہ ہے کہ جاہل یا اردو پڑھا لکھا لا الہ کہے تو فعل قبیح اور معنی کفر ہو جاتا ہے جب کہ جاہل آدمی یا اردو پڑھا ہوا آدمی عربی لفظ کے معنی سے واقف نہیں ہے بلکہ اس کا مقصد ہے بچہ کو چپ کرانا کہ مت رو تمہارا باپ لا الہ کرر ہا ہے۔ مگر خواجہ معین الدین اجمیری لا الہ کے معنی سے اور نفی محض اور ثبوت محض سے واقف اور باخبر ہیں تو خواجہ صاحب کا یہ فعل قبیح اور معنی کفر ہے یا نہیں؟

سوال نمبر ۲۔ چوتھے مصرع کے ترجمہ کی رو سے "سچ تو یہ ہے کہ لا الہ کی بنیاد حسین ہیں" حضرت حسین کی توہین ہوئی یا نہیں؟ معاذ اللہ نفی محض کی بنیاد حسین ہیں؟ استغفر اللہ لاحول ولاقوۃ الا باللہ!

سوال نمبر ۳۔ چوتھے مصرع میں لا الہ کی بنیاد حسین ہیں۔ اس سے السٰبقون الاولون کی توہین ہوتی ہے یا نہیں؟

سوال نمبر ۴۔ اگر خواجہ صاحب نے ضرورت شعری کی وجہ سے لا الہ کہا چونکہ الا اللہ کہنے سے شعر بحر سے خارج ہو جائے گا تو لا الہ کہہ دیا اور الا اللہ محذوف ہے، تو درج بالا مسئلہ میں جو جاہل اردو پڑھا کہہ رہا ہے کہ چپ رہ بیٹا مت رو تمہارا باپ لا الہ کرر ہا ہے۔ الا اللہ اس کے ذہن میں ہو— امید کہ مسئلہ بہار شریعت بالا کی رو سے چاروں سوالات کے جواب سے ہمیں مطمئن کر دیں گے اور مسئلہ اور خواجہ صاحب کی رباعی میں تطابق پیدا کر دیں گے۔ **المستفتی:** ایم اے غفار، بذریعہ ڈاکٹر ایم، احمد آزاد نگر پوسٹ بھولی دھنباد، بہار

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب (ا۔۲) جاہل کی جہالت عذر نہیں سائل نے یہاں جاہل اور عالم میں فرق دکھا کر بلا وجہ قابلیت جتائی ہے، وہ شعر جس کا بھی ہو اس میں ضرورت شعری کی وجہ سے پورا کلمہ طیبہ مذکور نہیں ہے مگر جاہل کے سامنے کیا ضرورت تھی جس کے باعث اس نے لا الہ پر اقتصار کیا اس کا بلا ضرورت لا الہ پر اقتصار کرنا جہالت ہے کیونکہ صرف اتنے کلمہ کا معنی یقیناً قبیح بلکہ اس کی حقیقت پر نظر کی جائے تو کفر ہے مگر جاہل کی مراد ہرگز وہ معنی قبیح و کفر نہیں ہوتا اس لیے اس پر حکم کفر نہ ہوگا۔ فتاویٰ بزازیہ "النوع الحادی عشر فیما یکون خطأ میں ہے "من قال لا الہ واردان یقول الا اللہ ولم یتکلم بہ لا یکفر لانہ معتقد للایمان اما اذا لم یخطر ببالہ الاثبات واراد النفی فقط فھو کافر" اھ (ص ۳۴۷، ج ۶)

شعر مذکور خواجہ صاحب کا ہے یہ ہمیں نہیں معلوم لیکن اس کا مفہوم درست ہے ضرورت شعری کی وجہ سے اگر اس میں لا الہ پر اقتصاد درست ہے تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ بلا ضرورت بھی یہ اقتصار درست ہو ضرورت شعری اس پر دال ہے کہ قائل کی مراد یقیناً پورا کلمہ ہے سیاق کلام سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کیونکہ معاذ اللہ اگر نفی محض مراد ہو تو دین اور دین پناہ ہونے کے بجائے اس کا عکس ہو جائے گا۔ اور جب نفی محض مراد نہیں تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ نفی محض کی بنیاد کہاں ہوئے کہ توہین کا سوال پیدا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) اس مصرع کا مطلب یہ ہے کہ کلمہ طیبہ کے حق کی بنیاد حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں کلمہ طیبہ کا ایک حق یہ بھی ہے کہ فاسق وفاجر کے ہاتھ پر بیعت نہ کی جائے اور اسے سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا جانشین نہ تسلیم کیا جائے یقیناً اس حق کو حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کامل طور سے پورا کیا اور یزید پلید کی مٹی پلید کر کے حق کلمہ طیبہ کی لاج رکھ لی اور اس معنی کے لحاظ سے آپ کو ''دیں پناہ'' کہا گیا حدیث شریف میں ہے "من قال لا اله الا الله دخل الجنة" اس کی تصریح میں علما فرماتے ہیں کہ جس نے یہ کلمہ پڑھا اور ساتھ ہی اس کا حق بھی ادا کیا مثلاً ارکان اسلام کی بجا آوری کی نواہی سے بچا وہ اس بشارت کا حقدار ہے یونہی مذکورہ مصرعہ میں کلمہ طیبہ سے مراد کلمہ طیبہ کا حق ہے۔ پھر یہ بات دور یزید کو سامنے رکھ کر کہی گئی ہے جیسا کہ اس طرح کے کلام عموماً ایک مخصوص دور کے لیے ہی کہے جاتے ہیں اس لیے السبقون الاولون اس میں شامل نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۴) اسی وجہ سے کہ الا اللہ اس کے ذہن میں ہوسکتا ہے بلکہ ایک مسلمان سے یہی متصور ہے حضور صدر الشریعہ نے محض قبیح فرمایا کافر نہیں کہا کسی قول کا کفر ہونا الگ چیز ہے اور اس کے قائل کا کافر ہونا الگ چیز۔ کیونکہ معاذ اللہ اگر الا اللہ اس کے ذہن و دل میں بھی نہ ہو تو وہ کافر ہو جائے گا جیسا کہ فتاوی بزازیہ کے درج بالا جزیہ سے ظاہر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: فیض محمد قادری مصباحی
۲۸ / ذی الحجہ ۱۴۲۶ھ

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

جب امام چار ہیں تو پانچواں مسلک اعلیٰ حضرت کہاں سے آیا؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان کرام مسئلہ ذیل میں کہ

زید کے گاؤں میں جلسہ ہوا تو علماء کرام نے نعرہ لگایا مسلک اعلیٰ حضرت زندہ آباد زید کا کہنا ہے کہ چار امام برحق اور چار ہی مسلک برحق مگر یہ پانچواں مسلک، مسلک اعلیٰ حضرت کہاں سے آیا اور اس کا ثبوت کہاں سے ہے؟ لہٰذا قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب حوالے کے ساتھ عنایت فرما کر مشکور فرمائیں۔

المستفتی: محمد رفیق قریشی، چتوڑ گڑھ، راجستھان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب مسلک اعلیٰ حضرت کوئی نیا مسلک اور دین نہیں، بلکہ مسلک اعلیٰ حضرت حقیقت میں حنفی، شافعی، مالکی، اور حنبلی چاروں مذہب کے مجموعہ اور سواد اعظم اہل سنت وجماعت کے اس طریقہ متوارثہ کا نام ہے جو عہد

رسالت سے آج تک سواد اعظم کا مسلک ہے۔ جو "وھی الجماعۃ" اور "ما انا علیہ واصحابی" کا مصداق ہے۔

فقیہ عصر حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں: اعلیٰ حضرت کی کتابیں سو سال سے پوری دنیا میں پھیلی ہوئی ہیں، ہزار شخصی اور جماعتی کوشش کے باوجود آج تک کوئی بھی مخالف کسی عقیدے کے بارے میں یہ ثابت نہیں کر سکا کہ وہ اہل سنت و جماعت کے خلاف ہے۔ علاوہ ازیں مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے عہد مبارک میں انگریزوں نے اپنے پلان کے مطابق بہت سے چالاک عیار دنیادار افراد کو خرید کر اہل سنت کے خلاف مختلف مذاہب کی بنیاد ڈالی اور بعض قدیم مذاہب کو شہ دے کر سواد اہلسنت و جماعت کے خلاف کئی مذاہب کی بنیاد ڈلوائی مثلاً وہابی، نیچری، قادیانی، چکڑالوی، صلح کلی ان سب مذاہب کے بانیوں اور حامیوں نے اپنی ساری ذہنی وعلمی توانائیوں کو صرف کر کے اہلسنت کے خلاف صف آرائی کی ان سب کا مقابلہ تن تنہا مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے فرمایا، اور ان سب کے عقائد باطلہ کو رد کر کے ان سب کے پرخچے اڑا دیے، ان سب خدمات کو دیکھتے ہوئے مذہب اہل سنت و جماعت کا دوسرا نام مسلک اعلیٰ حضرت ہے۔

اور آگے تحریر فرماتے ہیں:

"اس زمانے میں اہل سنت کو تمام فرقہائے باطلہ سے ممتاز کرنے کے لیے سوائے مسلک اعلیٰ حضرت کے کوئی لفظ موزوں ہوتا ہی نہیں، کچھ معاندین اس کے مقابل مسلک امام اعظم بولتے ہیں لیکن یہ لفظ امتیاز کے لیے کافی نہیں۔ غیر مقلدین کو چھوڑ کر سارے وہابی اپنے آپ کو حنفی کہتے ہیں مثلاً دیوبندی، مودودی، نیچری حتی کہ قادیانی اپنے آپ کو مسلک امام اعظم پر گامزن بتاتے ہیں اور یہی حال اہل سنت و جماعت کے لفظ کا بھی ہے کہ ان میں بہت سے لوگ اپنے آپ کو سنی بتاتے ہیں۔

اس تفصیل کی روشنی میں میں نے بہت غور کیا سوائے مسلک اعلیٰ حضرت کے کوئی لفظ ایسا نہیں جو صحیح العقیدہ سنی مسلمانوں کو تمام بدمذہبوں سے ممتاز کردے۔ (ماہنامہ اشرفیہ اپریل ۱۹۹۹ء ص ۳۲) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — کتبہٗ: غلام نبی نظامی علیمی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۲۰ر محرم الحرام ۱۴۲۷ھ

سورۂ یٰسٓ کو قرآن کا دل کیوں کہا جاتا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ سورہ یٰس کو قرآن کا دل کیوں کہا جاتا ہے؟ کتب معتبرہ سے جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی: مولانا محمد نظر الاسلام، مقام علی نگر اسلام پور ہلدا ضلع اتر دیناج پور، مغربی بنگال

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب سورہ یٰس کو قلب قرآن کہنے کی چند وجوہ ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں:

پہلی وجہ یہ ہے کہ نزول کتب ساویہ کا اہم مقصد یہ ہے کہ لوگ باخبر ہو جائیں کہ وہ قیامت میں جمع کیے جائیں گے سب اللہ کے حضور حاضر ہوں گے۔ انہیں اپنے اعمال کی جزا ملے گی اور مجرموں کو علیحدہ کر کے کھڑا کیا جائے گا یہ ساری باتیں اس سورہ میں بطریق اتم موجود ہیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اس میں اصول اسلام: وحدانیت، رسالت اور حشر کا بیان ہے اور ہر ایک کا تعلق قلب سے ہے اس لیے اسے قلب قرآن کہا گیا۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ جس طرح بدن کا مدار قلب ہے اس طرح ایمان کی صحت کا مدار حشر و نشر کے اعتراف پر ہے اور اس میں حشر و نشر کا ذکر بطریق اکمل ہے۔ چوتھی وجہ یہ ہے کہ قلب تمام جسم کا سردار ہے ایسے ہی سورہ یٰس تمام سورتوں کی امیر ہے کیوں کہ اس میں ہر چیز کا ذکر ہے۔

تفسیر روح البیان میں ہے:

قیل انما جعل یٰس قلب القرآن ای اصله ولبه لان المقصود الاهم من انزال الکتب بیان انهم یحشرون وانهم جمیعا لدیه محضرون وان المطیعین یجازون باحسن ما کانوا یعملون ویمتاز عنهم المجرمون وهذا کله مقرر فی هذه السورة بابلغ وجه واتمه ونقل عن الغزالی انه انما کانت قلب القرآن لان الایمان صحته بالاعتراف بالحشر و النشر وهذا المعنی مقرر فیها بابلغ وجه فشابهت القلب الذی یصح به البدن. وقال النسفی یمکن ان یقال فی کونه قلب القرآن ان هذه السورة لیس فیها الا تقریر الاصول الثلثة: الوحدانیة والرسالة والحشر وهو الذی یتعلق بالقلب والجنان وقال ابو عبدالله: القلب امیر علی الجسم و کذلك یٰس امیر علی سائر السور موجود فیه کل شیٔ۔اھ ملخصاً (ص ۳۴۲ ج ۷ سورہ یٰس) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی	کتبہ: محمد صابر عالم قادری مصباحی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی	۱۵ رذی الحجہ ۱۴۲۷ھ

الہام کیا ہے؟ دیگر مذاہب کی کتابوں کے الہامی ہونے کے بارے میں کیا حکم ہے؟ کیا ویدوغیرہ الہامی ہیں؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت ان مسائل میں کہ

(۱) الہام سے کیا مراد ہے؟

(۲) ہندوستان میں اسلام کے علاوہ دیگر مذاہب کی مذہبی کتابوں کے الہامی ہونے کے بارے میں علمائے اہل سنت کا کیا حکم ہے وضاحت فرمائیں؟

(۳) کچھ حضرات سورۂ رعد کی آیت نمبر ۷ کی تشریح میں ہندوستان کی پرانی مذہبی کتابوں کو الہامی کہتے ہیں ان کا یہ قول کیسا ہے کیا معتبر تفسیرات قرآن سے اس کی تائید ہوتی ہے؟

(۴) وید وغیرہ کے الہامی کتاب بتانے والے کے بارے میں حکم شریعت کیا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: بیت اللہ قادری، الامین کالج، بیجاپور، کرناٹک

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب (۱-۴) الہامی کتب سے مراد آسمانی کتب وصحائف ہیں، جو اللہ عزوجل نے اپنے برگزیدہ بندوں یعنی نبیوں، رسولوں علیہم الصلاۃ والسلام پر نازل فرمائیں۔ یہ کتابیں اور صحیفے سب اللہ تبارک وتعالیٰ کے کلام ہیں۔ بہار شریعت جلد اول میں ان کے تعلق سے یہ وضاحت ہے، بہت سے نبیوں پر اللہ نے صحیفے اور آسمانی کتابیں اتاریں ان میں چار کتابیں بہت مشہور ہیں توریت حضرت موسیٰ علیہ السلام پر، زبور حضرت داؤد علیہ السلام پر، انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر، قرآن عظیم کہ سب سے افضل کتاب ہے سب سے افضل رسول حضور پرنور احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر (ص ۱۰، ۱۱ حصہ اول) تفسیر روح البیان میں آسمانی صحیفوں اور کتابوں کی تعداد کے تعلق سے یہ صراحت ہے۔

"روی ان جمیع ما انزل من کتاب مائۃ واربعۃ کتب انزل علی آدم علیہ السلام عشر صحف، وعلی شیث علیہ السلام خمسین صحیفۃ، وعلی ادریس علیہ السلام ثلاثین صحیفۃ، وعلی ابراھیم عشر صحائف والتوراۃ والانجیل والزبور، والفرقان، وفی التیسیر صحف شیث وھی ستون، وصحف ابراھیم وھی ثلاثون" (ص ۴۱۱ ج ۱)

ہندوستان کے دوسرے مذاہب کی کتابیں الہامی یا آسمانی نہیں ہیں اور آیت کریمہ "اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ" سے یہ استدلال کہ دوسرے مذاہب باطلہ کی کتابیں بھی الہامی، آسمانی ہیں قطعاً غلط ہے۔ اس آیت کریمہ کے تعلق سے تفسیر خزائن العرفان میں ہے: "اپنی نبوت کے دلائل پیش کرنے اور اطمینان بخش معجزات دکھا کر اپنی رسالت ثابت کردینے کے بعد احکام الٰہیہ پہنچانے اور خدا کا خوف دلانے کے سوا آپ پر کچھ لازم نہیں ہے اور ہر شخص کے لیے اس کی طلبیدہ جدا جدا نشانیاں پیش کرنا آپ پر ضروری نہیں، جیسا کہ پہلے آپ سے ہادیوں (انبیاء علیہم السلام) کا طریقہ رہا ہے (ص ۴۰۰)

تفسیر روح البیان میں ہے:

"إِنَّمَا أَنتَ مُنذِرٌ" مرسل للانذار والتخويف لهم من سوء العاقبة كغيرك من الرسل وما عليك الا الاتيان بما تصح به نبوتك من جنس المعجزات لا بما يقترح عليك وصحة ذلك حاصلة باية آية كانت ولواجيب الى كل ما اقترحوا لادى الى اتيان مالانهاية له لانه كلما اتى بمعجزة جاء واحد آخر فطلب منه معجزة اخرى وذلك يوجب سقوط دعوة الانبياء "وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ" اى ولكل قوم نبى مخصوص بمعجزة من جنس ما هو الغالب عليهم يهديهم الى الحق ويدعوهم الى الصواب، ولما كان الغالب فى زمان موسى هو السحر جعل معجزته ما هو اقرب الى طريقهم ولما كان الغالب فى ايام عيسى الطب جعل معجزته ما يناسب الطب وهو احياء الموتى وابراء الابرص والاكمه ولما كان الغالب فى زمان نبينا صلى الله عليه وسلم الفصاحة والبلاغة جعل معجزته فصاحة القرآن وبلوغه فى باب البلاغة الى حد خارج عن قدرة الانسان فلما لم يومنوا بهذه المعجزة مع انها اقرب الى طريقهم واليق بطباعهم فان لا يومنوا عند اظهار سائر المعجزات اولى "اھ (ص ۳۴۶ ج ۴)

ان سب توضیحات سے ظاہر ہو گیا کہ وید وغیرہ کتب الہامی نہیں۔ لہٰذا جو لوگ وید وغیرہ کو الہامی کتاب بتاتے ہیں وہ لوگ سخت گنہگار و گمراہ ہیں، کیونکہ غیر کتاب کو کتاب اللہ کہنا جائز نہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: "من كذب على متعمدا فليتبوأ مقعده من النار" (مشکوٰۃ ص ۳۲) یعنی جس شخص نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ گڑھا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنائے۔ جب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں اتنی احتیاط ہے تو غیر خدا کے کلام کو کلام اللہ کہنا کہاں جائز ہوگا۔ لہٰذا وید وغیرہ کتابوں کو الہامی کہنے والے لوگ اپنے اس قول سے رجوع کریں اور سچے دل سے تائب ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہٗ: غلام نبی نظامی علیمی امجدی
۱۹ رجمادی الآخرہ ۱۴۲۷ھ

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

اللہ وہی ایشور وہی کرپال وہی ہے۔ ہر ایک کی کشتی کا کھیون ہار وہی ہے

مذکورہ شعر درست ہے یا نہیں؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

چند مقررین جو چترویدی سے مشہور ہیں اکثر وہ یہ شعر پڑھ کر جلسوں میں لوگوں کو سنایا کرتے ہیں۔
اللہ وہی ایشور وہی کرپال وہی ہے۔ ہر ایک کی کشتی کا کھیون ہار وہی ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ شرعی لحاظ سے یہ شعر درست ہے یا نہیں اگر صحیح نہیں ہے تو اس کے پڑھنے والوں پر شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟

المستفتی: عبداللہ رضوی واصف قادری رمول، کھتول، دربھنگہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اگر کرپال کا معنی یہی ہے کہ جو "اردو ہندی لغت" مصنفہ ابو محمد امام الدین مرادنگری ص ۸۳ پر ہے (کرپالو) مہربان، رحیم) اور اس میں کوئی اور معنی ایسا نہ ہو جو شان باری تعالیٰ کے مناسب نہ ہو جب تو اس شعر کو پڑھنے میں کوئی قباحت نہیں، اعلیٰ حضرت امام اہل سنت رضی ربہ القوی عنہ تحریر فرماتے ہیں "ہر" زبان ہندی میں معبود برحق کے اسماء سے ہے جیسے ایشور اور بظاہر اس میں کوئی معنی محال نہیں" اھ فتاوی رضویہ ج ۲ ص ۲۱۰) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
کتبہ: محمد صابر حسین فیضی قادری
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

کیا حضرت فاطمہ کی روح اللہ نے قبض کیا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں مفتیان اسلام اس مسئلہ میں کہ
ہمارے قصبہ بابر پور محلہ اسلام نگر ضلع اوریا کی بڑی مسجد کے امام صاحب نے دوران تقریر پبلک کے سامنے کہا کہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روح اللہ نے قبض کی یہ سن کر گاؤں محلہ میں شور برپا ہو گیا اس بات کو سن کر ایک عالم دین نے کہا کہ توبہ کریے، لہٰذا امام صاحب نے توبہ کی اور عالم دین نے کہا کہ کون سی کتاب میں لکھا ہے تو امام صاحب نے خاک کربلا ص ۱۳ شہید ابن شہید ص ۱۴ اور تفسیر روح البیان ص ۴۱۳ کا حوالہ دیا تو عالم دین نے کہا کہ یہ کتابیں غلط ہیں۔ بینوا توجروا۔

المستفتی: احقر مولانا دیار حبیب محلہ اسلام نگر بابر پور ضلع اوریا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللہ رب العزت کا خود بعض خواص بندوں کی روح کا قبض فرمانا حدیث شریف سے ثابت ہے" چنانچہ شہداء بحر کے بارے میں سرکار علیہ السلام نے فرمایا "عن ابی امامۃ یقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ عزوجل وکل ملک الموت بقبض الارواح الاشہید البحر

فانہ یتولی قبض ارواحھم" اھ یعنی حضرت ابوامامہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کوفرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے ملک الموت کوروح قبض کرنے کے لیے مقرر فرمایا ہے، مگر دریا کے شہیدوں کی روح اللہ عزوجل خود قبض فرماتا ہے" اھ (ابن ماجہ ص ۱۹۹) انہیں خواص میں حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی ہیں جن کی روح اللہ تعالیٰ نے قبض فرمائی ہے جیسا کہ تفسیر روح البیان میں ہے ان فاطمۃ الزھراء رضی اللہ تعالیٰ عنھا لما نزل علیھا ملک الموت لم ترض بقبضہ فقبض اللہ روحھا اھ یعنی جب خدا نے ملک الموت کو حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی روح قبض کرنے کے لیے بھیجا تو آپ راضی نہ ہوئیں تو اللہ عزوجل نے حضرت فاطمہ کی روح خود قبض فرمائی، (ج ۸ ص ۱۱۴)۔ اسے پڑھ کر امام نے اس کو بیان کردیا تو اس میں امام کا کوئی قصور نہیں کہ امام نے اپنی طرف سے کچھ نہیں کہا وہ تو صرف ناقل ہے۔ اگر روح البیان کی روایت غلط ہے تو عالم مذکور اس کی دلیل پیش کرے بلا دلیل اسے غلط کہنا زیادتی ہے۔ ہاں امام صاحب کو بھی احتیاط کرنی چاہیے کہ جو بات عوام کی عقلوں میں نہ آئے وہ ان کے سامنے نہ بیان کریں اور بلا تحقیق کسی بات کو غلط قرار نہ دینا چاہئے نہ اس کے قائل پر توبہ لازم کرنی چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد صابر حسین نظامی الفیضی

۲۹ ربیع الغوث ۱۴۲۶ھ

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

رفع یدین آمین بالجہر کی وجہ سے کسی کو وہابی کہہ سکتے ہیں؟ زید کہتا ہے کہ میلاد النبی کے موقع پر کام بند کرکے خوشیاں منانے سے بہتر ہے کہ کام جاری رکھا جائے تو؟ کیا حدیث کافی نہیں تھی کہ ائمہ کی ضرورت آپڑی؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت مندرجہ ذیل مسائل میں کہ

(۱) زید جو صحیح العقیدہ سنی مسلمان ہے اس کا کہنا ہے کہ ہمارے یہاں جو وہابی دیوبندی کہنے اور سمجھنے کا عام رواج ہے مثلاً کسی کو اونچا پائجامہ پہنے ہوئے دیکھا، یا سینے پر نماز کے دوران ہاتھ باندھے ہوئے دیکھا، یا رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا، یا آمین بالجہر کہتے ہوئے سنا، یا دعائے ثانی میں بھاگتے ہوئے دیکھا تو فوراً وہابی سمجھ لیا، یا کہہ دیا، یا کسی مسجد میں درود شریف یا گنبد خضریٰ کا فریم نہیں ہے اس مسجد کو وہابیوں کی مسجد کہنے لگے۔ ایسا کہنا یا سمجھنا غلط ہے۔ جب تک کہ اس کے عقائد نہ معلوم کرلیے جائیں وہابی، دیوبندی، یا کافر نہیں کہہ سکتے۔ اس لیے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک آمین بالجہر ونیت علی الصدر ورفع یدین درست ہے لہٰذا وہ سنی شافعی بھی ہوسکتا ہے اس لیے ایسے شخص کے پیچھے نماز بھی پڑھی جائے گی ہاں معلوم کرنے کے بعد

جب عقائد میں غلطی دیکھے تو نماز دہرا لے۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا زید اپنے قول میں سچا ہے یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔

(۲) زید کا کہنا ہے کہ عید میلاد کے وقت، یا کسی اور تیوہار کے وقت کاروبار بند کر کے خوشیاں منانے کے بجائے کاروبار چالو رکھ کر خوشیاں منائی جائیں۔ اور اس آمدنی کا کچھ حصہ خیرات کر دیا جائے تو یہ صدقہ و خیرات کرنا کاروبار بند کر کے خوشیاں منانے سے زیادہ افضل وکار ثواب معلوم پڑتا ہے اس لیے کہ لوگ بندی کے ایام میں سنیما وتھیٹروں کو آباد کرتے ہیں وغلط کام میں لوگ اکثر و بیشتر فضول وقت گزارا کرتے ہیں۔ اس لیے کم سے کم فضول وقت گزاری سے بھی بچ کر کام دھندے میں لگے تو رہیں گے اس طرح سے لوگ گناہ سے بچے رہیں گے۔ زید کے اس قول وخیال کے بارے میں مدلل ومفصل وضاحت فرمائیں۔

(۳) ائمہ کرام اربعہ رضی اللہ عنہم کا وجود کب سے ہوا اور ان کی ضرورت کیونکر پیش آئی کیا ہمارے لیے یہ حدیث پاک اور اس پر عمل کافی نہ تھا۔ اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم۔ مفصل جواب عنایت فرمائیں۔

(۴) جیسا کہ ہمارے علمائے ذوی الاحترام کا فرمان ہے کہ دیوبندی، وہابی وغیرہ سے دور رہیں ان کے پیچھے نماز نہ پڑھیں سلام وکلام نہ کریں تو دور حاضر میں ہم ان مذکورہ بدمذہبوں کو کیسے پہچانیں؟ بینوا توجروا۔

المستفتی: محمد رفیق مستری

مستری کمپاؤنڈ صلاح الدین ایوبی اسکول کے پیچھے شانتی نگر بھیونڈی تھانہ مہاراشٹر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب (۱) ہندوستان کے جن علاقوں میں شوافع نہیں پائے جاتے وہاں نماز میں سینے پر ہاتھ باندھنا، رفع یدین کرنا، آمین بالجہر کرنا آج کل وہابیوں کی علامت بن چکا ہے اور وہ لوگ اس علامت سے پہچانے جاتے ہیں، کوئی سنی صحیح العقیدہ ایسا نہیں کرتا۔

اس لیے ہمارے دیار میں اگر کوئی بطور مذکور نماز پڑھتا ہے تو وہ وہابی سمجھا جاتا ہے اور وہابی سمجھا جائے گا۔ گو کہ ہمیں اس کے عقیدے کا حال نہ معلوم ہو۔ جیسے سیدنا امام اعظم علیہ الرحمہ کے عہد میں تفضیل الشیخین وحب الختنین اہل سنت کی علامت تھا، اس سے سنیوں، اور شیعوں میں امتیاز ہوتا تھا، تو جو اس کا قائل نہ ہوتا تھا وہ شیعہ سمجھا جاتا تھا حالانکہ اس کے دل کا حال معلوم نہ تھا۔ مگر ظاہر حال دل کے مضمرات کا ترجمان ہوتا ہے۔ اس لیے اس طرح کی شناختوں سے بدمذہب کی پہچان معتبر ہوگی، یہ الگ بات ہے کہ صرف علامت کو بنیاد بنا کر ہم اس پر کفر کا حکم نہ دیں گے۔ مگر اس کی بنیاد پر اس سے دور رہیں گے، اور اس کے پیچھے نماز سے بچیں گے۔

ہاں جن علاقوں میں شوافع پائے جاتے ہیں، اور وہ سنی ہوتے ہیں وہاں رفع یدین وغیرہ آج بھی وہابیوں کی شناخت نہیں ہیں، تو ایسی جگہوں پر رفع یدین وغیرہ کی بنا پر نہ انہیں وہابی سمجھا جائے نہ وہابی کہا جائے، وہ ہمارے بھائی ہیں اور سنی مسلمان ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ مطلقاً رفع یدین وغیرہ شوافع کا مذہب ہونے کی وجہ سے ان امور کو علامت وہابیت سے خارج نہیں کیا جاسکتا، اور نہ ہی مطلقاً ہر جگہ اس کو وہابیت کی پہنچان قرار دیا جاسکتا ہے، بلکہ علاقوں کے فرق کے لحاظ سے وہ کہیں وہابیت کی علامت ہیں اور کہیں نہیں ہیں۔

لہٰذا اس تفصیل کے مطابق فہم و برتاؤ کا حکم دیا جاتا ہے۔

واضح ہو کہ سنی المذہب شافعی امام کے پیچھے نماز اس وقت درست ہوگی جب کہ وہ طہارت و مسائل نماز میں ہمارے مذہب کے ارکان و شرائط کی رعایت کرتا ہو، یا یقین ہو کہ اس نماز میں رعایت کی ہے۔ مثلاً اس کی طہارت ایسی نہ ہو جسے احناف کے نزدیک غیر طاہر کہا جائے، نہ نماز ایسی ہو جو حنفیوں کے نزدیک فاسد ہو، تاہم حنفی کو حنفی کی اقتدا افضل ہے۔

اور اگر اس بات کا یقین ہو کہ اس نماز میں ارکان و شرائط نماز کی رعایت نہیں کی ہے تو نماز باطل محض ہے۔ البتہ اگر معلوم ہی نہ ہو کہ ہمارے مذہب کی رعایت کرتا ہے اور نہ یہ کہ اس نماز میں رعایت کی ہے تو جائز ہے، مگر مکروہ، ایسا ہی بہار شریعت حصہ سوم ص ۱۱۴ پر ہے۔

نیز درمختار باب الامامت میں ہے۔"إن تيقن المراعاة لم يكره أو عدمها لم يصح وان شك كره"۔ اھ (الدر المختار فوق رد المحتار ج ۱ ص ۵۶۳) واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موقع پر خوشیاں منانا، جلوس نکالنا مستحسن اور معمولات اہل سنت سے ہے اور اس سے انحراف وہابیت و دیوبندیت کی علامت ہے۔

زید کا قول درست نہیں اس طرح کے حیلے، بہانے وہابیہ، دیوبندیہ تلاش کرتے ہیں اگر کاروبار کا سلسلہ یونہی جاری رہا تو خوشی کا اظہار کیسے ہوگا، اس کے کہنے کے مطابق تو سب سے پہلے ان چھٹیوں کو بند کرنا چاہیے جو خاص کر انہیں بداعمالیوں کے لیے ہوتی ہیں۔

مثلاً اتوار کے روز کی چھٹی کہ عام طور سے عوام الناس اس روز فلمیں دیکھتے ہیں اور عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم و دیگر تیوہاروں کے موقع پر ایک غرض صحیح و عمل صالح کے لیے بندی ہوتی ہے، جس سے شوکت اسلامی کا اظہار ہوتا ہے۔

رہا مسئلہ فلم دیکھنے کا تو عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس موقع پر عموماً مسلمان اس سے احتراز

کرتا ہے یونہی عیدین کے موقع پر بھی، اور اگر کہیں کچھ نادان ایسا کرتے ہیں تو ان کا وبال ان کے سر ہے، اس کی وجہ سے ایک جائز اور مستحسن کام ناجائز نہیں ہوسکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) سائل نے جو حدیث پاک نقل کی ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ مجتہد صحابہ کی تقلید کی جائے، ایسے صحابہ کرام کی تعداد بیس بائیس کے قریب ہے، باقی صحابہ کرام فروعی نو پیدا مسائل میں انہیں کی طرف رجوع کر کے احکام معلوم کرتے اور ان کی تقلید کرتے تھے۔

مگر ان حضرات کے مذاہب فروعی مسائل میں مدوّن نہ ہوسکے، اور آج ان کے قضایا وفتاویٰ کا جو ذخیرہ امت کے پاس موجود ہے وہ بہت تھوڑا ہے، کسی بھی ایک صحابی کے قضایا وفتاویٰ زندگی کے تمام شعبوں کو حاوی نہیں ہیں، اس لیے ائمہ اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کتاب وسنت، اجماع وصحابہ کرام کے قضایا وفتاوی کی روشنی میں زندگی کے تمام شعبوں نیز مابعد الموت کے امور کے لیے اجتہادات فرمائے جو آج بھی پورے طور سے مدوّن شکل میں امت مسلمہ کے پاس محفوظ ہیں، اور ان چاروں مذاہب میں سے کسی بھی ایک مذہب کی تقلید سے صحابہ کرام کے فتاویٰ وقضایا پر عمل ہوجاتا ہے۔ ساتھ ہی کتاب وسنت پر اجماع بھی۔ اس لیے دو صدی بعد امت مسلمہ انہیں چار مذاہب میں سے کسی ایک مذہب کی مقلد ہوگئی، اور آج ساری دنیا میں سوائے فرقہ ناریہ وہابیہ کے تمام اہل حق مقلد ہیں۔

بلکہ سچ تو یہ ہے کہ وہابیہ کو بھی تقلید سے مفر نہیں، ان کے عوام اپنے علماؤں سے پوچھ کر ان کی بتائی ہوئی بات پر چلتے، اور ان کی تقلید کرتے ہیں۔ فرق یہ ہے کہ وہ اس دور جدید کے ملاؤں کی تقلید کرتے ہیں، اور دنیا کے مسلمان خیر القرون کے ائمہ اسلام کی۔

علاوہ ازیں غیر مقلدین کو خود ان کے امام نے یہ حق نہیں دیا ہے کہ وہ براہ راست قرآن واحادیث سے مسائل کا استنباط کریں۔ ابن القیم شاگرد ابن تیمیہ جو غیر مقلدین کا امام مانا جاتا ہے اس نے اعلام الموقعین میں لکھا ہے "لا یجوز لاحد ان یاخذ بالکتاب والسنۃ مالم یجتمع فیہ شروط الاجتھاد۔ یعنی جس کے اندر شروط اجتہاد نہ ہوں اسے قرآن وسنت سے مسائل کا استخراج کرنا جائز نہیں" اھ

معلوم ہوا کہ مسائل کا استخراج کرنا مجتہدین کا کام ہے، اور غیر مجتہدین کو ان کی اتباع وتقلید کا حکم ہے۔ لہٰذا ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک امام کی تقلید ضروری ہے، اور آج فرقہ ناجیہ انہیں چار مذاہب میں منحصر ہے، جو انہی سے باہر ہے ناری، جہنمی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۴) آپ جس علاقے میں ہیں وہاں تو اہل سنت وجماعت میں اور دیوبندیوں ووہابیوں میں امتیاز اذان سے بھی، اور تکبیر سے بھی، اور دعا سے بھی، اور مسجدوں کے لیے طغرے جات سے بھی ہوجاتا ہے، اسے

آپ خوب سمجھتے ہیں۔

ایک پہنچان وہ بھی ہے جو اجلہ علمائے مکہ معظمہ نے بیان فرمائی کہ جب ہندوستان سے کوئی آتا ہے تو ہم اس سے عاشق رسول امام احمد رضا خاں کے بارے میں دریافت کرتے ہیں، اگر وہ خوش ہوتا ہے تو ہم جان لیتے ہیں کہ یہ سنی صحیح العقیدہ ہے، اور اگر چہرہ پر شکن لاتا ہے تو جان لیتے ہیں کہ بدعقیدہ و گمراہ ہے۔

وہ فرماتے ہیں کہ یہی ہمارے نزدیک معیار حق ہے " اولفظا هذا معناه"۔ پس آپ بھی یہی معیار حق اپنائیں اور مخاطب کے چہرے، پر بشاشت یا شکن کی تحریروں سے اس کا عقیدہ پڑھنے کی کوشش کریں واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — **کتبہٗ:** محمد شاہ عالم قادری، جونغوری

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۲؍رجب المرجب ۱۴۲۴ھ

چاند و سورج اور ستارے آسمان کے نیچے ہیں یا اوپر

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

''سرور القلوب'' میں ہے۔''روشنی آفتاب کی چوتھے آسمان سے بلکہ مشتری کی چھٹے آسمان سے زمین تک پہنچتی ہے۔'' (ص ۲۹۴) اور ''اسلام اور چاند کا سفر'' میں مفتی محمد شریف الحق صاحب قبلہ امجدی علیہ الرحمۃ والرضوان نے فرمایا ہے کہ ''چاند و سورج اور ستارے آسمان کے نیچے ہیں۔'' (ص ۶۷) بس ان دونوں قولوں میں کونسا قول حق و صواب ہے۔

المستفتی: مولانا محمد طیب علی قادری

خادم، مدرسہ انجمن اسلامیہ فیض العلوم دھنوجی خرد، فاضل نگر، کشی نگر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب ان دونوں قولوں میں کوئی تضاد نہیں۔ علامہ نقی علی خاں علیہ الرحمۃ والرضوان کے اس قول ''روشنی آفتاب کی چوتھے آسمان سے بلکہ مشتری کی چھٹے آسمان سے زمین تک پہنچتی ہے۔'' کا مطلب یہ ہے آفتاب چوتھے آسمان پر ہے اور مشتری چھٹے آسمان پر۔ بلکہ ایسا قریب ہونے کی وجہ سے کہا گیا ہے کہ دونوں اس سے قریب ہیں اور قریب ہونے کی بنا پر ایسا کہنا اور لکھنا شائع و ضائع ہے۔ اور مفتی محمد شریف الحق صاحب قبلہ امجدی علیہ الرحمۃ والرضوان کا ارشاد ''چاند و سورج اور ستارے آسمان کے نیچے ہیں۔'' بھی اپنی جگہ مسلم ہے اور یہی جمہور مفسرین کا مذہب ہے۔ لہٰذا ان دونوں میں اصلاً کوئی تعارض نہیں واللہ تعالیٰ علم۔

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — **کتبہٗ:** غلام احمد رضا

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۱۱؍محرم الحرام ۱۴۲۹ھ

ایک حدیث شریف کے بارے میں سوال

مسئلہ کسی جنگ کا واقعہ ہے کہ کھانا ختم ہونے کے باعث صحابہ کرام بھوکے تھے تو حضرت بلال بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے عرض کیا بھوک لگی ہے تو سرکار نے فرمایا توشہ دان جھاڑ وجھاڑا گیا سات کھجوریں نکلیں سرکار نے اس پر اپنا دست رحمت پھیر دیا یہاں تک کہ سب کا پیٹ بھر گیا جس میں حضرت بلال نے اپنی گٹھلیاں گنیں تو وہ ۵۴ تھیں اور کھجوریں صرف سات تھیں ۵۴ حضرت بلال نے کھائیں باقی اور صحابہ نے کھائی رسول اللہ نے ہاتھ ہٹالیا تو اب وہ سات کھجوریں موجود ہیں اگر یہ حدیث شریف آپ کے یہاں موجود ہوتو عبارت وترجمہ کے ساتھ اس کے راوی کون ہیں اور کس جنگ کا واقعہ ہے کتب حوالہ صفحہ نمبر کے ساتھ لکھیں کرم ہوگا بینوا توجروا۔ المستفتی: محمد ارشاد رضا رونا ہی، فیض آباد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب کتب تواریخ واحادیث میں تلاش بسیار کے باجود بھی کھجوروں کی تعیین سات اور ۵۴ چون نہیں بلکہ اصل واقعہ یہ مرقوم ہے کہ محمد بن عمر الواقدی نے اپنے شیوخ کے حوالے سے روایت کیا ہے کہ بنی سعد بن مریم کے ایک آدمی نے بتایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، جب حضور تبوک میں تشریف فرما تھے، چند اور آدمی بیٹھے ہوئے تھے، حضور نے بلال کو حکم دیا یَا بِلَالُ اَطْعِمْنَا اے بلال ہمیں کھانا کھلاؤ حضرت بلال نے چمڑے کا دسترخوان بچھایا پھر وہ کھجوریں جو گھی میں گوندھی ہوئی تھیں مٹھی بھر بھر کر آگے رکھنا شروع کر دیں حضور نے سب کو فرمایا کھاؤ ہم نے اتنی کھجوریں کھائیں کہ پیٹ بھر گیا میں نے عرض کی یا رسول اللہ یہ اتنی مقدار میں کھجوریں تھیں کہ میں اکیلا انہیں کھا جاتا لیکن اب ہم سب سیر ہو گئے ہیں سرکار دو عالم نے فرمایا کافر سات آنتوں سے کھاتا ہے مومن صرف ایک آنت سے۔

دوسرے دن بھی میں اسی وقت حاضر ہوا تا کہ میرے ایمان میں مزید پختگی ہو میں نے دیکھا کہ دس آدمی حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے ارد گرد حلقہ باندھے بیٹھے ہیں حضور نے فرمایا اے بلال کھانا لاؤ اور ہمیں کھلاؤ حضرت بلال نے اس تھیلی سے مٹھی بھر بھر کر پھر کھجوریں نکالنی شروع کر دیں وہ کھجوریں نکالتے جاتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے جاتے اخرج ولا تخشی من ذی العرش اقلالا۔ اے بلال کھجوریں نکالتے جاؤ عرش کے مالک سے یہ اندیشہ مت کرو کہ کھجوریں کم ہو جائیں گی۔ آپ ایک اور بوری لائے اور اس کو انڈیل دیا میں نے اندازہ لگایا کہ وہ دو مد تھیں۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک کھجوروں پر رکھا اور فرمایا اللہ کا نام لے کر کھانا شروع کرو۔ سب حاضرین نے میرے سمیت خوب سیر ہو کر کھایا اس کے باوجود اس دسترخوان پر اتنی کھجوریں اب بھی موجود تھیں

جتنی حضرت بلال نے بکھیری تھیں یوں معلوم ہوتا تھا کہ کسی نے ان کھجوروں سے ایک دانہ تک بھی نہیں کھایا۔

تیسرے دن پھر صبح سویرے پہنچ گیا اور وہ لوگ بھی آموجود ہوئے جن کی تعداد دس تھی سرکار دو عالم نے فرمایا یابلال اطعمنا اے بلال ہمیں کھانا کھلاؤ حضرت بلال اس تھیلے کی باقی ماندہ کھجوریں لے آئے اور ان کو دسترخوان پر بکھیر دیا۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک رکھا اور فرمایا اللہ کا نام لے کر کھاؤ ہم نے انہیں کھانا شروع کردیا یہاں تک کہ ہم خوب سیر ہوگئے اور باقی کھجوروں کو اس تھیلے میں ڈال دیا گیا۔ الغرض تین دن تک اس تھیلے سے میں اور ہمارے ساتھی بھی سیر ہوکر کھاتے رہے۔ (بحوالہ سبل الہدیٰ ج ۵ ص ۶۵۳) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — **کتبہٗ:** محمد احمد قادری مصباحی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۹ رمحرم الحرام ۱۴۲۹ھ

جنگ بدر میں کتنے لوگ شہید ہوئے؟ ان کے نام کیا ہیں؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ

جنگ بدر میں کتنے لوگ شہید ہوئے ان کے نام بتائیں۔ **المستفتی:** یاد علی، اوجھا گنج، بستی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب مسلمانوں کی طرف سے اس معرکہ میں کل چودہ صحابی شہید ہوئے تھے چھ مہاجرین سے اور آٹھ انصار سے۔ مہاجرین سے جو حضرات شہید ہوئے تھے ان کے نام یہ ہیں (۱) حضرت عبیدہ بن حارث (۲) حضرت عمرو بن ابی وقاص (۳) ذوالشمالین (۴) صفوان بن بیضاء (۵) مجع خادم عمر بن خطاب (۶) عاقل بن القریشی اور انصار اصحاب یہ ہیں (۱) سعد بن خثمہ (۲) مبشر بن عبدالمنذر (۳) یزید بن حارث (۴) عمیر بن حمام (۵) رافع بن معلی (۶) حارثہ بن سراقہ (۷) معوذ بن عفراء (۸) عوف بن عفرا رضی اللہ عنہم اجمعین۔

شرح الزرقانی میں ہے:

"وکان قد استشهد یوم بدر من المسلمین اربعة عشر رجلا: ستة من المهاجرین وثمانیة من الانصار۔

(وکان قد استشهد یوم بدر من المسلمین اربعة عشر رجلاً) قیل واسهم لهم صلی الله علیه وسلم (ستة من المهاجرین) عبیدة بن الحارث ومهجع مولی عمر وعمیر بن ابی وقاص وعاقل بن البکیر وصفوان بن بیضاء الفهری وذو الشمالین۔

(وثمانیة من الانصار) عوف بن عفراء وحارثة بن سراقة ویزید بن الحارث ورافع

بن المعلی وعمیر بن الحمام وابن سعد (واثنان من الاوس) سعد بن خیثمۃ ومبشر بن عبد المنذر "ملخصاً (ص۳۲۵ج۲) واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: غلام مرتضیٰ مصباحی

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

۱۴؍رجب المرجب ۱۴۲۶ھ

سرور القلوب کی عبارت سے نوشیرواں کا عادل ہونا معلوم ہوتا ہے اور اعلیٰ حضرت نے عادل کہنے کو کفر بتایا ہے ایسا کیوں؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ
علامہ نقی علی خاں علیہ الرحمۃ والرضوان نے اپنی کتاب "سرور القلوب" میں ایک اعتراض "احادیث معجزات حد تواتر کو نہ پہنچے پس اثبات نبوت کی دلیل نہیں ہوسکتی۔" کے جواب میں رقم فرمایا۔ "جواب اس کا یہ ہے کہ آحاد حالات سخاوت حاتم وعدالت نوشیرواں بھی متواتر نہیں مگر مجموعہ وقائع ان کے مورث یقین ہیں فکذا ھذا۔" (ص۳۲۱)

پس اس سے واضح وآشکارا ہے کہ نوشیرواں عادل تھا۔ حالانکہ مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان "ملفوظ" میں ایک سوال "نوشیرواں کو عادل کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟" کے جواب میں رقم طراز ہیں کہ "نہیں" اور اگر اس کے احکام کو حق جان کر کہے کفر ہے ورنہ حرام۔" (ج۴ ص۶) دریافت طلب امر یہ ہے کہ ان دونوں قولوں میں تطبیق کی کیا صورت ہوگی؟

المستفتی: مولانا طیب علی قادری، خادم، مدرسہ انجمن اسلامیہ فیض العلوم دھنوجی خرد، فاضل نگر، کشی نگر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بلاشبہ نوشیرواں کے احکام کو حق جان کر اسے عادل کہنا کفر ورنہ حرام ہے۔ رہا علامہ نقی علی خاں علیہ الرحمۃ والرضوان کے ارشاد "آحاد حالات سخاوت حاتم وعدالت نوشیراوں بھی متواتر نہیں مگر مجموعہ وقائع ان کے مورث یقین ہیں۔" سے نوشیرواں کی عدالت کا مترشح ہونا تو یہاں عدالت سے مراد رعایا کی دادستانی اور فریادرسی ہے کہ عرف میں اسے عدالت سے موسوم کرتے ہیں۔ چنانچہ محدث علی الاطلاق حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں۔ "نزد محدثین ایں درست نیست، وچوں درست باشد وصف شرک بعدل وحال آں کہ شرک ظلم عظیم است، قال اللہ تعالیٰ: اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ۔ وجی گوید کہ مراد بعدل ایں جا سیاست رعیت ودادستانی وفریادرسی است کہ اہل عرف آں را عدل می

خوانند۔" (مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۲۲۴) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — **کتبہ:** محمد غلام احمد رضا

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۹ محرم الحرام ۱۴۲۹ھ

حضرت ہارون علیہ السلام تشریعی نبی تھے یا غیر تشریعی؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام مسئلہ ذیل میں کہ اس وقت ناچیز کے سامنے محقق عصر حضرت علامہ سید محمد مدنی جیلانی کی کتاب "نظریہ ختم نبوت اور تحذیر الناس" ہے۔ آپ اس کے صفحہ ۲۶ پر اس حدیث "قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لعلی انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی علیہما الصلاۃ والسلام" کے تحت لکھتے ہیں۔ اس حدیث میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت ہارون علیہ السلام سے تشبیہ دیتے ہوئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ فرمان کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں یہ اشارہ کر رہا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے ارشاد میں غیر تشریعی نبی کے بھی ختم ہو جانے کی اطلاع دیدی ہے اس لیے کہ حضرت ہارون علیہ السلام غیر تشریعی نبی تھے اب حاصل ارشاد یہ ہوا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں نہ تشریعی نہ ایسا جیسے حضرت ہارون علیہ السلام تھے یعنی غیر تشریعی۔ خلاصہ یہ ہے کہ حضرت علامہ نے حضرت ہارون علیہ السلام کو غیر تشریعی نبی تحریر کیا۔ تفسیر کبیر میں امام رازی قدس سرہ فرماتے ہیں "ان الآیۃ تدل علیٰ ان معجزات موسیٰ علیہ السلام کانت معجزات ھارون علیہ السلام ایضاً و ان النبوۃ کما انہا مشترکۃ بینہما فکذلک المعجزات (سورہ مومن آیت نمبر ۵)

اب سوال یہ ہے کہ معجزات میں ایک توریت شریف بھی ہے لہٰذا حضرت ہارون و موسیٰ علیہما السلام دونوں پر کتاب شریف نازل ہوئی اور کتاب شریف میں شریعت کا بیان لہٰذا دونوں صاحب شریعت نبی ہوئے تو پھر حضرت ہارون علیہ السلام کس طرح غیر تشریعی نبی ہوں گے۔ امید کہ حوالات سے ناچیز کے اس سوال کو حل فرمائیں گے۔ فقط والسلام۔

المستفتی: محمد نظام الدین مصباحی

M.N Misbahi, 108 Rishton lane BOL.Ton. U.k.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بلاشبہ حضرت سیدنا ہارون علیٰ نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام غیر تشریعی نبی تھے کیوں کہ تشریعی سے مراد صاحب شریعت اور رسول کے ہیں اور حضرت ہارون علیہ الصلاۃ والسلام رسول نہیں تھے کیونکہ رسول وہ ہے جس پر کتاب نازل ہو یا وہ نئی شریعت لے کر آئے اور ماقبل کی شریعت کے احکام کے لیے ناسخ ہو اور ظاہر

ہے کہ حضرت ہارون علیہ السلام پر کوئی کتاب نازل نہیں ہوئی اور نہ وہ ماقبل کی شریعت کے لیے ناسخ تھے بلکہ ان کو موسیٰ علیہ السلام کی تقویت کے لیے نبوت کے مرتبہ پر فائز کیا گیا تھا، اسی التفسیر الکبیر میں ہے "ان الرسول من الانبیاء من جمع الی المعجزة الکتاب المنزل علیه والنبی غیر الرسول من لم ینزل علیه کتاب وانما امر أن یدعو إلی کتاب من قبله والثانی ان من کان صاحب المعجزة وصاحب الکتاب ونسخ شرع من قبله فهو الرسول ومن لم یکن مستجمعاً لهٰذه الخصال فهو النبی غیر الرسول وهولاء یلزمهم ان لا یجعلوا اسحٰق و یعقوب وایوب ویونس وهارون وداؤد وسلیمان رسلا لانهم ما جاء وابکتاب ناسخ اھ(ج ۸ ص ۲۳۶) اور معارف التنزیل شرح مدارك التنزیل میں ہے ووَهَبْنَا لَهٗ من رحمتنا من اجل رحمتنا له و ترؤفنا علیه أخاه۔ مفعول هارونَ بدل منه نَبِیًّا حال ای وهبنا له نبوة اخیه والا فهارون کان اکبر سناً اھ" (سورہ مریم ص ۲۳۹)

اور تفسیر کبیر کی مذکورہ عبارت سے استدلال تام نہیں اولاً اس لیے کہ توریت شریف دونوں پر نہیں بلکہ موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی جس کا قرآن شریف میں کئی جگہوں پر تذکرہ ہوا ہے جیسا کہ سورہ بنی اسرائیل آیت ۲ میں ہے "وَاٰتَیْنَا مُوْسَی الْکِتٰبَ" آیت ۱۵۳ میں ہے "اٰتَیْنَا مُوْسٰی سُلْطٰنًا مُّبِیْنًا" اور اسی تفسیر کبیر میں ہے "اما قوله- وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْکِتٰبَ، فقال القاضی معناہ انه سبحانه خص موسی علیه السلام بالکتاب الذی هو التوراة"۔ (ج ۸ ص ۲۷۹) دوم حضرت ہارون علیہ السلام محض نبی تھے اور نبی پر کوئی کتاب نازل نہیں ہوتی بلکہ رسول پر نازل ہوتی ہے۔

اور امام رازی نے جن مشترکہ معجزات کا ذکر فرمایا ان سے مراد عصا، ید بیضا وغیرہ ہیں ان میں توریت شامل نہیں جیسا کہ اس کے آگے والی عبارت اس بات پر دلالت کرتی ہے "اختلفوا فی (الآیات) فقال بن عباس رضی الله عنهما هی الآیات التسع وهی العصا والید والجراد والقمل و الضفادع والدم وانفلاق البحر والسنون والنقص من الثمرات" اھ (ج ۸ ص ۲۷۸)

واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہٗ: محمد حسن رضا رضوی، گجراتی
۱۶ / محرم الحرام ۱۴۳۰ھ

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

موئے مبارک کی زیارت کب کی جائے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین کہ:
موئے مبارک رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں کہ موئے مبارک شریف کی زیارت کب کی جائے؟

ہم نے سنا ہے کہ موئے مبارک شریف کی زیارت صرف ۱۲ ربیع النور کے دن ہی کرنی چاہیے۔ ہم نے موئے مبارک شریف صلی اللہ علیہ وسلم کی شاخ مبارک اپنے گھر میں بڑے ہی تعظیم وادب کے ساتھ رکھی ہے۔ اور اس کمرے میں صرف مرد حضرات ہی باوضو جاتے ہیں۔ دعا وغیرہ کا اہتمام کرتے ہیں۔

کیا کسی خاص مبارک دن میں موئے مبارک شریف کی زیارت کی جاسکتی ہے؟ اگر زیارت کا حکم نہ ہو تو کیا ربیع النور کے اول بارہ مبارک دنوں میں زیارت کرسکتے ہیں؟

المستفتی: محمد عرفان ایڈوکیٹ، مالیگاؤں، مہاراشٹر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک شریف کو جب چاہیں باوضو ہو کر اس کا دیدار کرسکتے ہیں اس کے لیے کوئی خاص وقت معین نہیں ہے کہ صرف ۱۲ ربیع النور ہی کو زیارت کی جائے۔ بلکہ جس خوش نصیب مسلمان کے پاس یہ نعمت ہو وہ اگر ہر دن صبح وشام اس کی زیارت سے مستفیض ہو تو ایمان میں تازگی اور یقین میں پختگی پیدا ہوتی رہے گی۔ بلکہ دعاؤں کی قبولیت کا ذریعہ بنتی رہے گی۔

لہٰذا یہ کہنا کہ صرف بارہ ربیع النور ہی کو زیارت کرنا چاہیے محض من گھڑت بات ہے جس کی کوئی اصل نہیں۔ صحابہ کرام اور تابعین کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں سے جن جن کے پاس موئے مبارک شریف یا دیگر تبرکات ہوا کرتے تھے تو وہ ہمیشہ ان کو اپنے پاس رکھا کرتے تھے، اور بعض نے تو وقت وصال وصیت فرمائی کہ ان تبرکات کو ہماری قبر میں رکھا جائے۔ حتی کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وقت وصال قریب آیا تو آپ نے وصیت فرمائی کہ ان کو اس قمیص میں کفن دیا جائے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں پہنائی تھی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ناخن کے جو تراشے ان کے پاس تھے، وصیت فرمائی کہ انہیں منہ اور آنکھوں پر رکھ دیا جائے۔ اور اس کے بعد مجھے ارحم الراحمین کے پاس چھوڑ دیں۔ اسد الغابہ میں ہے کہ:

"ولما حضره الموتُ أوصى أن يكفن في قميص كان رسول الله صلى الله عليه وسلم قد كساه إياه وأن يجعل مما يلي جسده. وكان عنده قُلامة أظفارِ رسول الله صلى الله عليه

وسلم. فأوصى أن تسحق وتجعل فى عينيه وفمه، وقال افعلوا ذلك، وخلوا بيني وبين أرحم الراحمين". (ج ۵ ص ۲۲۳)

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ آثار شریف حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم سے تبرک حاصل کرنے کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

"علماء فرماتے ہیں جس کے پاس یہ نقشہ متبرکہ (تمثال نعلین شریفین) ہو ظلم ظالمین وشر شیاطین وچشم زخم حاسدین سے محفوظ رہے عورت دردزہ کے وقت اپنے ہاتھ میں لے آسانی ہو جو ہمیشہ پاس رکھے نگاہ خلق میں معزز ہو زیارت روضہ اقدس نصیب ہو یا خواب میں زیارت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہو جس لشکر میں ہو نہ بھاگے جس قافلہ میں ہو نہ لٹے جس کشتی میں ہو نہ ڈوبے جس مال میں ہو نہ چرے جس حاجت میں اس سے توسل کیا جائے پوری ہو جس مراد کی نیت سے پاس رکھیں حاصل ہو موضع درد ومرض پر اسے رکھ کر شفائیں ملی ہیں مہلکوں مصیبتوں میں اس سے توسل کرکے نجات وفلاح کی راہیں کھلی ہیں اس باب میں حکایات صلحا اور روایات علماء بکثرت ہیں" اھ (فتاوی رضویہ ج ۹ ص ۹۲)

یہ تو نعلین شریفین کی تمثال کے بارے میں ہے کہ جو اسے ہمیشہ اپنے پاس رکھے وہ ان نعمتوں سے سرفراز ہوگا تو موئے مبارک جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن مبارک کا ایک جزو ہے اس کو پاس رکھنے اور اس کا بار بار دیدار کرنے میں بدرجۂ اولی بے شمار فضیلتوں برکتوں اور نعمتوں سے سرفراز ہوگا۔

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — کتبہٗ: محمد آصف ملک علیمی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۱۶ رجب المرجب ۱۴۳۱ھ

کیا "مزارات اولیاء شیاطین کے اڈے ہیں جو وہاں جاتا ہے اس پر سوار ہو جاتے ہیں؟" وہاں سے کچھ لایا جائے تو اس کے ساتھ آجاتے ہیں؟ کیا اولیاء اللہ مدد کرتے ہیں؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل کے بارے میں کہ

(۱) زید کا کہنا ہے کہ مزارات اولیاء خواہ مخدوم پاک کا ہو یا سید علی میراں داتا یا کسی اور بزرگ کا وہ سب اجنہ وشیاطین کے اڈے ہیں جہاں بکثرت شیاطین واجنہ رہتے اگر وہاں کوئی مرد یا عورت (جب کہ عورتوں کا مزارات پر جانا مطلقاً حرام ہے مگر پھر بھی کوئی عورت) جو کہ صحیح سالم ہو وہاں زیارت کے لیے جاتی

ہے تو اس پر شیاطین سوار ہو جاتے ہیں؟

(۲) زید کا یہ بھی کہنا ہے کہ اگر مزارات اولیاء سے کوئی چیز (مثلاً لوبان، صندل، پانی، تعویذات وغیرہ) بطور تبرک لائی جائے تو اس کے ساتھ بھی اجنہ اور شیاطین آجاتے ہیں اگر وہ تبرک کسی صحیح وسالم مرد یا عورت کو دیا جائے تو وہ شیاطین ان پر سوار ہو کر ان کی زندگی تباہ و برباد کرتے ہیں؟

(۳) زید سے جب پوچھا گیا کہ ہم غوث اعظم سے استمداد کرتے ہوئے یا غوث پکارتے ہیں تو مشکلیں آسان بھی ہو جاتی ہیں اور پریشانیاں حل بھی ہو جاتی ہیں یہ کیا ہے؟ تو زید نے جواباً کہا یہ مدد شیطان ہی کرتا ہے؟ لہٰذا مسائل مذکورہ کو شریعت مطہرہ کی روشنی میں واضح فرمائیں اور زید کے لیے شرعی حکم کیا ہے؟ جب کہ زید انہیں باتوں پر مصر ہے؟

المستفتی: محمد فاروق خاں رضوی

مدرس مدرسہ فیضان غریب نواز شیراجی نگر چوٹیاں ناگور، راجستھان۔ 9772050397

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب (۱-۲) زید کا یہ کہنا کہ مزارات اولیاء کرام جنوں اور شیاطین کے اڈے ہیں اس لیے جو وہاں زیارت کے لیے جاتا ہے اس پر شیاطین سوار ہو جاتے ہیں یہ غلط و بے بنیاد اور اولیاء کرام کی شان میں سخت گستاخی ہے شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں بلکہ سچ یہ ہے کہ شیاطین حضرات اولیاء کرام سے دور بھاگتے ہیں جب کہ حدیث پاک ہے فقیہ واحد اشد علی الشیطان من الف عابد اھ (مشکوٰۃ شریف، ص ۳۴) نیز ان کے وظائف جو دفع شیاطین کے لیے ہیں دلالت کرتے ہیں جب کہ دنیا شاہد ہے کہ حضرت مخدوم سمنانی حضرت سید علی میراں داتا یا سید سالار مسعود غازی اور بہت سے اولیاء کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مزارات پر ہزاروں کی تعداد میں لوگ جاتے ہیں اور آسیبی خلل و دیگر بیماریوں سے شفایاب ہو کر واپس لوٹتے ہیں، اس لیے زید وہابی، دیوبندی معلوم ہوتا ہے کیونکہ اس طرح کی بکواس وہی لوگ کیا کرتے ہیں یا پھر اس کو کسی شیطان نے وہم میں مبتلا کر دیا ہے ایسے لوگوں سے دور و نفور رہیں اور ان کے بکواس پر ہرگز کوئی دھیان نہ دیں، یوہیں زید کا یہ کہنا کہ اگر مزارات اولیاء سے کوئی چیز بطور تبرک لائی جائے تو اس کے ساتھ اجنہ و شیاطین آجاتے ہیں اگر وہ تبرک کسی صحیح سالم مرد، عورت کو دیا جائے تو وہ شیاطین ان پر سوار ہو کر ان کی زندگی تباہ برباد کر دیتے ہیں، بالکل غلط و بے بنیاد بلکہ جھوٹا الزام ہے۔ ہاں عورتوں کی حاضری جائز نہیں اس لیے وہ اس سے بچیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) اولیائے کرام کو بعطائے رب تبارک وتعالیٰ کائنات میں تصرف کی طاقت و قوت حاصل ہے وہ لوگوں کی حاجت روائی کرتے ہیں۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں "بہ تحقیق ثابت شدہ

است بآیات و احادیث کہ روح باقی است و او را علم وشعور بزائراں و احوال ایشاں ثابت است وارواح کاملاں را قرب و مکانتے در جناب حق ثابت ست چنانکہ در حیات بود یا بیشتر ازاں و اولیاء را کرامات وتصرف درکواں حاصل ست و آں نیست مگر ارواح ایشاں راو ارواح باقی ست ومتصرف حقیقی نیست مگر خدا عز شانہ و ہمہ بقدرت اوست اھ

''ترجمہ'' آیات واحادیث سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ روح باقی ہے اور اسے زائرین اور ان کے حالات کا علم ہوتا ہے اور یہ کہ ارواح کاملین کو جناب حق سبحانہ وتعالیٰ میں قرب ومرتبہ حاصل ہے جس طرح زندگی میں انہیں حاصل تھا بلکہ اس سے بڑھ کر اور اولیاء کرام کی کرامت برحق ہے اور انہیں کائنات میں تصرف کی طاقت وقوت حاصل ہے یہ سب ان کی ارواح کرتی ہیں اور وہ باقی ہیں اور متصرف حقیقی تو اللہ جل شانہ ہے یہ سب کچھ حقیقت میں اس کی قدرت کا کرشمہ ہے اھ (اشعۃ اللمعات باب زیارۃ القبور (ج ۱ ص ۷۱۶)

فتاویٰ رضویہ میں بحوالہ تفسیر عزیزی ہے ''استغراق آنہاں بجہت کمال وسعت وتدارک آنہاں مانع توجہ بایں سمت نمی شود وارباب مطالب وحاجات خود راز انہاں می طلبند وحی یابند، یہ ہر وقت سنتے اور حاجت روائی فرماتے ہیں کہ باذنہ تعالیٰ اسم قاضی الحاجات کے مظہر ہیں اھ (ج ۱ ص ۱۲۰)

لہٰذا زید پر لازم ہے کہ وہ مذکورہ اقوال شنیعہ سے توبہ واستغفار کرے اور آئندہ ایسے کلمات ہرگز زبان پر نہ لائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہٗ: محمد شاہد رضا ہشامی

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

حضرت آدم علیہ السلام جنت اور دنیا میں کتنے سال رہے؟

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد والدہ کا نام کیا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان اسلام مسئلہ ذیل کے بارے میں۔

(۱) حضرت آدم علیہ السلام جنت میں اور دنیا میں کتنے کتنے سال رہے؟

(۲) حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد اور والدہ کا نام کیا تھا؟

المستفتی: محمد اعجاز احمد خاں قادری سنی مرکز روما پوسٹ سریا، سدھارتھ نگر یوپی، پن نمبر 272207

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب (۱) حضرت آدم علیہ السلام کے جنت میں قیام کے تعلق سے ائمہ تفاسیر کے چند اقوال ہیں (۱) آپ خلد بریں میں ایک ساعت رہے جنت کی یہ ایک ساعت ایک سوتیس سال کے برابر ہے۔ (۲) فردوس

بریں میں آپ کے اقامت کئی لاکھ سال ہے (۳) بعض روایتوں میں مدت اقامت ساٹھ سال ہے۔
یوں ہی ان کے دنیا میں قیام فرمانے کے تعلق سے بھی کئی اقوال ہیں (۱) امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک ہزار سال تک روئے زمین پر آپ کا زندہ رہنا مشہور ہے (۲) ابن ابی خیثمہ کی تحقیق یہ ہے کہ آپ نوسو ساٹھ سال تک زندہ رہے (۳) آپ کی عمر شریف نوسو بیالیس سال ہوئی (۴) آپ کی عمر شریف لوح محفوظ میں ایک ہزار سال ہے اور تورات میں نوسو سال۔ تفسیر ابن کثیر میں ہے:

"لبث آدم فی الجنة ساعة من نهار تلك الساعة ثلاثون ومائة سنة من ایام الدنیا اھ (ج ۱ ص ۸۵ پ ۱، آیت ۳۶) البدایة والنهایة میں ہے "قال الاوزاعی عن حسان هو ابن عطیة مکث آدم فی الجنة مائة عام وفی روایة ستین عاماً اھ (ج ۱ ص ۶۸) اتقان فی علوم القرآن میں ہے "قال ابن ابی خیثمة عاش تسعمائة سنة وستین سنة وقال النووی فی تهذیبه اشتهر فی کتب التواریخ انه عاش الف سنة اھ (ج ۲ ص ۲۶۸) البدایه والنهایة میں ہے واختلف فی مقدار عمره علیه السلام فقدمنا فی الحدیث عن ابن عباس وابی هریرة مرفوعاً ان عمره اکتب فی اللوح المحفوظ الف سنة وهذا لایعارضه ما فی التوراة من انه عاش تسع مائة وثلاثین سنة اھ (ج ۱ ص ۸۲) ایسا ہی حیاۃ الحیوان اردو ج ۳ ص ۴۴۸، پر ہے۔
واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد ماجد کا نام "تارخ" تھا اور مشہور کتاب العجائب الکرمانی میں ہے کہ آپ "تارح" کے فرزند جلیل تھے اور آپ کی والدہ ماجدہ کا نام "مثانی" تھا بعض نے "لوقا" اور بعض نے "لیوثا" کہا ہے بعض نے امیلہ بتایا ہے اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ آپ کی والدہ محترمہ کا نام بونا بنت کربنا ابن کرثی تھا، تفسیر ابن کثیر میں ہے۔ وابو ابراهیم اسمه تارخ اھ (ج ۲ ص ۱۶۷ پ ۷ سورہ الانعام) اور ایسا ہی فتاویٰ امجدیہ ج ۴ ص ۳۱۱ پر ہے۔ الاتقان فی علوم القرآن میں ہے:

"حکاه الکرمانی فی عجائبه وهو ابن آزر واسمه تارح بمثناه وراء مفتوحة وآخره حاء مهملة اھ ملخصاً (ج ۲، ص ۲۸۶) اور البدایة والنهایة میں ہے ان اسم ام ابراهیم امیلة ثم اورد عنه فی خبر ولادتها له حکایة طویلة وقال الکلبی اسمها "بونا" بنت کربنا بن کرثی من بنی ارفخشذ بن سام بن نوح اھ (ج ۱ ص ۱۱۳ فی قصة ابراهیم خلیل الرحمن) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی | کتبہ: محمد شاہد رضا حشائی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

کیا مختار ثقفی دراصل محمد بن حنفیہ تھے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ ایک مقرر نے اپنی تقریر میں یہ بیان کیا کہ مختار ثقفی جس نے قاتلین امام حسین رضی اللہ عنہ سے لڑائی کی مگر دعوی نبوت کے باعث مرتد ہو گیا وہ در حقیقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے محمد بن حنفیہ تھے انہوں نے اپنا نام تبدیل کر کے مختار ثقفی رکھ لیا تھا۔ تو کیا واقعی وہ حضرت علی کے صاحبزادے محمد بن حنفیہ تھے جنہوں نے اپنا نام بدل کر مختار ثقفی رکھ لیا تھا؟ بینوا توجروا۔

المستفتی: مسعود عالم، نیو یونم پلازہ بلڈنگ، نیا نگر میرا روڈ ایسٹ ممبئی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب مقرر نے جو بات اپنی تقریر میں بیان کی ہے وہ متعدد وجوہ سے غلط موضوع و من گھڑت ہے حقیقت سے اس کا کوئی واسطہ ہیں۔

اولاً تاریخ میں ایسا کہیں نہیں ملتا کہ محمد بن الحنفیہ نے اپنا نام بدل کر مختار ثقفی رکھ لیا تھا۔

ثانیاً اگر اس کو تسلیم کر لیا جائے تو معاذ اللہ لازم آئے گا کہ محمد بن علی المعروف بابن الحنفیہ رضی اللہ تعالی عنہ دعوی نبوت کے باعث مرتد ہو گئے (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) حالانکہ یہ سراسر غلط اور ان پر بہتان طرازی ہے جو شرعاً ناجائز و گناہ ہے، حضرت محمد بن علی رضی اللہ عنہ تابعی، ثقہ، اور صالح تھے اور خلیفہ عبدالملک کے زمانہ خلافت میں آپ کا وصال ہوا۔ البدایہ والنہایہ میں ہے:

"محمد بن علی بن ابی طالب ابو القاسم وابو عبد الله ایضاً و هو المعروف بابن الحنفية وكانت سوداء سندية من بنی حنفية اسمها خولة ولد محمد فی خلافة عمر بن الخطاب وكان محمد بن علی من سادات قريش وقدم المدينة فمات بها فی هذه السنة ودفن بالبقيع ملخصاً (ج ۹ ص ۳۲)

تہذیب التہذیب میں ہے "قال العجلی تابعی ثقة كان رجلا صالحاً يكنى ابا القاسم قال ابراهيم بن جنيد لا نعلم احد اسند عن علی ولا اصح مما اسند محمد. (ج ۵ ص ۲۲۷)

ثالثاً مختار ثقفی جس نے حضرت امام رضی اللہ عنہ کے قاتلین کے بارے میں بڑا شاندار کارنامہ انجام دیا اس کے تعلق سے تاریخ ابن خلدون ج ۲ ص ۱۲۹ میں ہے کہ مختار ثقفی کو حضرت محمد بن علی حنفیہ نے ہی خون حسین کا بدلہ لینے کے لیے مامور کر کے کوفہ بھیجا تھا اور جب کوفیوں نے مختار کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا تھا ہاں میں نے اس کو خون حسین کا بدلہ لینے پر مامور کیا ہے اس وجہ سے لوگوں کا رجحان مختار کی

طرف اور بڑھ گیا اور اس نے قاتلین حسین رضی اللہ عنہ کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر مارنا شروع کیا اور ظالمین اہل بیت کو نیست ونابود کر دیا لیکن آخر میں وہ دعوی نبوت کر کے مرتد ہو گیا (العیاذ باللہ)

رابعاً حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو جب مختار ثقفی کے دعوئ نبوت کی خبر ملی تو آپ نے اس کی سرکوبی کے لیے لشکر روانہ فرمایا جو مختار پر غالب ہوا اور ماہ رمضان ۶۷ھ میں اس بد بخت کو قتل کیا۔ اور حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ کے سن وصال میں گو کہ مورخین کا اختلاف ہے کہ کسی نے ۷۰ھ بتایا ہے، کسی نے ۸۰ھ کسی نے ۹۳ھ بتایا مگر یہ اس سے مختلف ہے جیسا کہ تاریخ الخلفاء میں ہے "وفی ایام ابن الزبیر کان خروج المختار الکذاب الذی ادعی النبوۃ فجھز ابن الزبیر لقتالہ، الی ان ظفر بہ فی سنۃ سبع و ستین و قتلہ لعنہ اللہ۔ (ص ۲۱۴)

اور تہذیب التہذیب میں ہے "ومات (محمد الحنفیۃ) سنۃ ثلاث وسبعین وقیل سنۃ ثمانین، وقیل سنۃ احدی، وقیل اثنتین و ثمانین وقیل اثنتین، وقیل ثلاث وتسعین وقیل غیر ذلک (ج ۵ ص ۲۲۸) یہ مقرر کوئی جاہل شخص ہے اس پر لازم ہے کہ اپنی اس جہالت اور بکواس سے توبہ کرے اور عوام پر واجب ہے کہ ایسے شخص کو ہرگز ہرگز تقریر کے لیے مدعو نہ کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — **کتبہ:** محمد انوار الحق قادری

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۱۴ رجب المرجب ۱۴۳۲ھ

یہ واقعہ کیسا ہے کہ حضرت بلال نے اذان نہیں دیا تو صبح نہیں ہوئی؟ کیا آپ کا تلفظ صحیح نہیں تھا؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ

ایک کتاب خطبات ربانی نام کی ہے اس میں سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک واقعہ ذکر کیا گیا ہے کہ ایک مرتبہ حضور سے صحابہ نے کہا کہ حضرت بلال کو اذان دینے سے منع فرما دیں کیوں کہ ان سے کلمات اذان صحیح ادا نہیں ہو پاتے حضور نے ان کو عشاء کے بعد منع فرما دیا فجر کی ذان بلال نے دیا نہیں جس کے باعث صبح نہیں ہوئی، پھر صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کیوں نہیں ہو رہی ہے۔ حضور نے فرمایا ابھی حضرت جبریل آئے انہوں نے ارشاد فرمایا کہ جب تک بلال اذان نہیں دیں گے صبح طلوع نہیں ہوگی۔ بہر حال بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اذان دیا پھر صبح ہوئی، اس میں یہ فقرہ بھی ہے سین بلال عند اللہ شین۔ کیا یہ واقعہ درست ہے؟ برائے مہربانی قرآن وحدیث کی روشنی

میں جواب عنایت فرمائیں نوازش ہوگی۔ المستفتی: لال بابو قریشی چوبے پور کان پور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب خطبات ربانی نام کی کتاب میں مذکور یہ واقعہ موضوع و من گھڑت ہے حقیقت سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کلمات اذان صحیح ادا نہیں ہو پاتے تھے بالفرض اگر ان کا تلفظ صحیح نہ ہوتا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں موذن مقرر نہ فرماتے اس واقعہ کو صحیح ماننے کی صورت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور ایک کمزوری کا انتساب بھی ہے کہ آپ نے ایک غلط خواں کو موذن مقرر فرمایا تھا۔

البدایۃ والنہایۃ میں ہے: "وکان بلال ندی الصوت حسنۃ فصیحا وما یروی "سین بلال عند اللہ شین" فلیس لہ اصل۔" اھ (ج ۲ ص ۵۷ دار احیاء التراث العربی بیروت)

یعنی حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلند آواز خوش آواز اور فصیح تھے اور جو کچھ بیان کیا جاتا ہے کہ بلال کا سین اللہ کے نزدیک شین ہے اس کی کوئی اصل نہیں۔" (ماخوذ از شارح بخاری" مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمۃ والرضوان ماہ نامہ اشرفیہ دسمبر ۱۹۹۶ء۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — کتبہٗ: محمد غلام احمد رضا
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۱۲ / جمادی الاخرہ ۱۴۲۹ھ

زید خازن مسجد و مدرسہ تھا انتقال کے بعد اس کے پاس سے تین تھیلیاں ملیں ایک پر مسجد لکھا ہے ایک پر مدرسہ تیسری پر کچھ نہیں تو اسے کہاں خرچ کریں؟

مسئلہ زید خازن مسجد و مدرسہ تھا اس کا پیسہ جمع کرنے کے لیے دو تھیلی رکھی تھی اس پر مسجد و مدرسہ لکھ رکھا تھا اس میں اس مد کی رقم جمع کرتا رہتا تھا۔ پوری آبادی کے لوگوں کو اس پر بہت اعتماد تھا۔ اس کا انتقال ہو گیا اس کے بعد بھائیوں اور بھتیجوں کو خازن بنایا گیا تو ان لوگوں کو تحویل امانت میں تین تھیلیاں ملیں۔ اس میں ایک تھیلی ایسی بھی ہے جس پر کسی مد کے بارے میں کچھ لکھا ہوا نہیں ہے۔ اب ان لوگوں کو یہ پریشانی لاحق ہے کہ اس میں کی رقم کس مد میں صرف کی جائے۔ کسی دوسرے کی رقم بھی ان کے پاس امانت نہیں رکھی جاتی تھی۔ اگر ہوتی تو کوئی شخص آبادی کا طلب گار ہوتا۔ اور اپنی ذاتی رقم کو کسی تھیلی میں رکھنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا نہ ان کی عادت تھی۔ اس رقم کی تفتیش کی گئی تو اس رقم کے بارے میں کچھ معلوم نہ ہو سکا۔

لہٰذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ مذکورہ نامعلوم تھیلی کی رقم کس مد میں صرف کی جائے۔ یا خیرات

کردی جائے جو حکم شرع ہو بیان فرمائیں۔ المستفتی: قاضی اطیع الحق عثمانی قادری رضوی
مقام علاء الدین پور ڈاک خانہ سعد اللہ نگر ضلع بلرام پور (یوپی) پن 271307

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب سوال میں مذکور ہے کہ ان لوگوں کو تحویل امانت میں تین تھیلیاں ملیں اس میں ایک تھیلی ایسی بھی ہے جس پر کسی مد کے بارے میں کچھ لکھا نہیں ہے" اس عبارت سے ظاہر ہے کہ دو تھیلیاں ایسی ہیں جن پر یہ مد لکھا ہے صرف ایک تھیلی پر مد نہیں لکھا ہے۔ جن دو تھیلیوں پر مد لکھا ہوا ہے ان کی رقمیں لکھے ہوئے مد میں صرف کی جائے۔ رہی وہ تھیلی جس پر کچھ نہیں لکھا ہے وہ زید کی اپنی تھیلی ہونی چاہیے پہلے یہ اعلان کردیں کہ اگر کسی نے زید کے پاس کچھ امانت رکھا ہو تو بتادے اگر بار بار کے اعلان کے بعد بھی کوئی سامنے نہ آئے تو زید کے وارثین اگر سب عاقل بالغ ہوں وہ عند اللہ اپنا دامن صاف رکھنے اور شبہ سے بھی بچانے کے لیے یہ کریں کہ اس تھیلی کا آدھا مال مدرسہ میں اور آدھا مال مسجد میں دے دیں۔ اور اگر وہ لوگ اس پر راضی نہ ہوں تو باہم بھی قانون میراث کے مطابق تقسیم کر سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — **کتبہٗ:** محمد انوار الحق قادری

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۱۵ر رجب المرجب ۱۴۳۲ھ

کیا لڑکیاں سجادہ نشین ہو سکتی ہیں؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

حضرت سید شاہ محمد عطا اللہ صاحب عطاء اللہ کلیان شریف سجادہ نشین و متولی حضرت پیر بالے شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان کے ورثہ کی تفصیل اس طرح ہے دو صاحبزادے۔

(۱) محمد ثناء اللہ صاحب سجادہ نشین و متولی درگاہ بالے پیر صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

(۲) محمد ضیاء اللہ صاحب۔ تین صاحبزادیاں حسب ذیل ہیں (۱) مصطفیٰ سلطانہ زوجہ عبدالرشید صاحب تیلنگہ (۲) مسرت سلطانہ زوجہ عبدالقادر صاحب بسوکلیان (۳) مجاہد سلطانہ زوجہ عبدالسلیم صاحب بیدر۔

اصل مسئلہ یہ ہے کہ پیر بالے صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے درگاہ پر کلیان میں اور ان کا سالانہ عرس شریف ۱۴ر شعبان المعظم کو ہوتا ہے اب ان دونوں فرزندوں کے انتقال کے بعد جب کہ ان دونوں کی کوئی اولاد نہیں ایسی صورت جب کہ ان کی تینوں صاحبزادیاں باحیات ہیں ان تینوں بیٹیوں میں سے کس بیٹی کو اس کام کی ذمہ داری ملنی چاہیے جو شریعت کے مطابق ہو اور بخوبی عرس کا کام انجام پاتا رہے، اس مسئلہ پر مفتیان کرام کی کیا

رائے سے تحریر فرمائیں عین نوازش ہوگی فقط۔

المستفتیہ: مصطفیٰ سلطانہ زوجہ عبدالرشید صاحب، تیلنگہ، لاتور، مہاراشٹر۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب لڑکیاں سجادہ نشین نہیں بن سکتیں ''فتاویٰ رضویہ مترجم، میں ہے'' اولیائے کرام کا اجماع ہے کہ داعی الی اللہ کا مرد ہونا ضروری ہے لہٰذا سلف صالحین سے آج تک کوئی عورت نہ پیر بنی نہ بیعت کیا۔ حضور پرنور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

لن یفلح قوم ولوا امرھم امرأۃ رواہ الائمۃ احمد والبخاری والترمذی والنسائی عن ابی بکرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ" اھ (ج ۲۱ ص ۴۹۴)

پیر بالے شاہ کے سلسلہ ارادت میں اگر کوئی مرید سنی صحیح العقیدہ عالم، صالح غیر فاسق ہوں تو ان کو سجادہ نشین مقرر کریں اور وہی عرس کے انتظامات کریں یہ مسئلہ میراث کا نہیں ہے کہ باپ مرگیا تو اس کا ترکہ اس کے بیٹے اور بیٹیوں کو ملے بلکہ اس کا تعلق اہل سنت اور قابل خلافت ہونے پر ہے۔

جو اہل ہو اور خلافت اور سجادہ نشینی کے قابل ہو وہی سجادہ نشین ہوگا اور اس کے ذریعہ سلسلہ جاری ہوگا عطاء اللہ شاہ کی لڑکیاں سجادہ نشین نہیں بن سکتیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — کتبہٗ: فیاض احمد برکاتی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۲۷ ربیع النور ۲۹ھ

ہندی انگریزی اور دیگر زبانوں میں تراجم قرآن کی اشاعت

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

زید کہتا ہے کہ قرآن کریم کو ہندی، انگریزی و دیگر زبانوں میں ترجمہ کرنا پھر ہر جگہ اس کی اشاعت کرنا مناسب نہیں کہ اس سے کفار و مشرکین مطالب قرآن کریم پر مطلع ہوجاتے ہیں اور جو کچھ احکام ان کے خلاف وارد ہیں اس میں عیب نکالتے ہیں اور پوری دنیا کے سامنے اس کی عظمت کو چیلنج کرتے ہیں۔

المستفتی: محمد اعجاز احمد سائن ممبئی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب قرآن کریم کلام الٰہی اور سرچشمہ رشد و ہدایت ہے اس کے بارے میں زید کا یہ کہنا کہ ترجمہ قرآن کریم کی غیر زبانوں میں اشاعت مناسب نہیں، بے جا بات ہے اس کی یہ دلیل کہ ''اس سے کفار و مشرکین قرآنی معانی و مطالب پر مطلع ہو کر اسلام پر اعتراض کرتے ہیں نا قابل اعتناء ہے۔

اولاً تو قرآن کریم ہر عیب و نقصان سے پاک ہے چنانچہ خدائے تعالیٰ نے کلام مقدس میں ارشاد فرمایا ہے: "لَا یَاْتِیْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَ لَا مِنْ خَلْفِهٖ تَنْزِیْلٌ مِّنْ حَكِیْمٍ حَمِیْدٍ" (سورۂ حٰم السجدۃ ۴۲)

ثانیاً جن آیتوں پر غیر مسلم اعتراض کرتے ہیں ان کا تشفی بخش جواب دیا جائے نہ کہ انکی وجہ سے ایک نفع بخش کام ہی کو بند کر دیا جائے۔

ثالثاً اسلام کے آغاز ہی سے اسلام دشمن عناصر ہر طرح سے قرآن دشمنی میں لگے ہوئے ہیں جب مسلمانوں کی جانب سے قرآن کریم کو ہندی، انگریزی و دیگر زبانوں میں ترجمہ کرکے اس کے پیغامات کو پوری دنیا میں پہنچانے کا رواج بھی نہ ہوا تھا اس وقت بھی یہ مفسد عناصر اپنے ناپاک مقاصد کے لیے سرگرم عمل تھے اور قرآن کریم پڑھ کر دوسری زبانوں میں ترجمہ کرکے اس کی عیب جوئی میں لگے رہے تھے۔

ان زبانوں میں اس کے تراجم و تفاسیر سے یقینی طور پر یہ فائدہ ضرور ہوگا کہ جن قلوب و اذہان تک آج تک اسلام کا یہ آفاقی پیغام نہ پہنچا ہو پہنچ جائے گا اور جن کی قسمت میں رشد و ہدایت ہوگی وہ مشرف باسلام ہو کر دونوں جہاں کی نعمتوں سے سرفراز و شادکام ہو جائیں گے۔

زید پر لازم ہے کہ اپنے قول سے رجوع کرے اور آیندہ ایسی بے جا رائے پیش کرنے سے پرہیز کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — **کتبہ:** فیاض احمد البرکاتی مصباحی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۳۰ ر رجب المرجب ۱۴۲۸ھ

ڈال دی قلب میں عظمت مصطفیٰ، سیدی اعلیٰ حضرت پہ لاکھو سلام، یہ شعر پڑھنا کیسا ہے؟

کیا کلمۂ ترضی صرف صحابہ کے ساتھ خاص ہے؟ سرکار کے والدین مومن ہیں یا نہیں؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و ملت مسائل ذیل میں کہ

(۱) اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ پر یہ شعر جو دوران سلام (ڈال دی قلب میں عظمت مصطفیٰ۔ سیدی اعلیٰ حضرت پہ لاکھوں سلام) پڑھنا جائز ہے یا نہیں جب کہ ہمارے شہر کے کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت سید نہیں تھے بریں بنا اس شعر کو نہ پڑھایا جائے۔

(۲) لفظ رضی اللہ عنہ کہنا صرف ان صحابہ کے ساتھ خاص ہے جنہوں نے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کو حالت ایمان میں باحیات دیکھا لہٰذا یہ لفظ رضی اللہ عنہ صحابہ کرام کے علاوہ کسی اور کے لیے بھی جائز نہیں خود

سرکار کے والدین کے لیے بھی جائز نہیں کیونکہ ان دونوں حضرات نے بھی سرکار کو ایمانی حالت میں نہیں دیکھا۔

(۳) حضرت عبداللہ و حضرت آمنہ چونکہ سرکار کی پیدائش سے پہلے اور بعد میں انتقال فرما گئے تھے لہٰذا یہ دونوں حضرات مسلمان ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔ المستفتی: محمد غالب رضا خاں قادری ٹیکم گڑھ ایم پی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب (۱) اس شعر میں سید سے مراد اس کا لغوی معنی ہے یعنی سردار آقا امام یہاں سید سے ذات برادری مراد نہیں جو ہندوستان کے عرف میں سمجھی جاتی ہے۔ لہٰذا یہ شعر بجا ہے کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان ضرور ہمارے سردار، آقا اور امام ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲-۳) بزرگان دین کے نام کے ساتھ بھی ترضی یعنی رضی اللہ عنہ کہنا اور لکھنا جائز ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے ساتھ اس کی خصوصیت ثابت نہیں بلکہ قرآن مجید میں صحابہ کرام اور ان کے متبعین سب کے لیے فرمایا گیا رضی اللہ عنہم۔ قال اللہ تعالیٰ اَلسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِیَ رَبَّهٗ ۟ اھ" (پ ۳۰ سورہ بینہ)

البتہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے نام کے ساتھ "رضی اللہ تعالیٰ عنہ" اور تابعین اور ان کے بعد کے علماء و صالحین کے نام کے ساتھ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ" کہنا اور لکھنا مستحب ہے۔ لیکن اس کا عکس بھی جائز ہے جیسا کہ درمختار ردالمحتار مسائل شتی میں ہے۔

یستحب الترضی للصحابۃ والترحم للتابعین ومن بعدھم من العلماء والعباد و سائر الاخیار و کذا یجوز عکسه وھو الترحم للصحابۃ والترضی للتابعین ومن بعدھم علی الراجح۔ اھ (ج ۶ ص ۵۴)

اور امام محدثین حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد اول ص ۲۷ پر حضرت عبداللہ بن مبارک، حضرت لیث بن سعد حضرت امام مالک بن انس حضرت داؤد طائی، حضرت ابراہیم بن ادہم، اور حضرت فضیل بن عیاض وغیرہم کو رضی اللہ عنہم اجمعین لکھا ہے حالانکہ ان میں سے کوئی صحابی نہیں۔ اس کے علاوہ دیگر کتب معتبرہ میں بھی اکثر جگہ ائمہ کرام کے اسماء کے ساتھ ترضی مکتوب و مذکور ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین ماجدین مسلمان ہیں بلکہ سرکار علیہ السلام کے والدین کریمین سے لے کر حضرت آدم علیہ السلام تک جتنے بھی آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے آبائے کرام ہیں اور امہات ہیں سب کے سب طاہرین و طاہرات اور اہل ایمان و توحید ہیں جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لم یزل الله ینقلنی من اصلاب الطاهرین الی ارحام الطاهرات وفی روایة من الاصلاب الکریمة والارحام الطاهرة حتی اخرجنی من بین ابوی۔

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ہمیشہ اللہ تعالیٰ مجھے پاک مردوں کی پشتوں سے پاک بیبیوں کے پیٹوں میں منتقل کرتا رہا صاف ستھرا آراستہ۔

ایک روایت میں یوں ہے کہ۔ ہمیشہ اللہ تعالیٰ مجھے کرم والی پشتوں اور طہارت والے شکموں میں منتقل فرماتا رہا یہاں تک کہ مجھے میرے ماں باپ سے پیدا کیا۔ (الدر المنثور للسیوطی ج ۳ ص ۹۲۴ بحوالہ جامع الاحادیث ج ۴ ص ۳۸۵)

اور آپ کے والدین کریمین حضرت عبداللہ وحضرت آمنہ رضی اللہ عنہما تو صرف مومن ہی نہیں بلکہ صحابہ رسول بھی ہیں جیسا کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ ”حضرات ابوین کریمین رضی اللہ عنہما کا انتقال عہد اسلام سے پہلے تھا تو اس وقت وہ صرف اہل توحید تھے بعدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں ان پر اتمام نعمت کے لیے اصحاب کہف رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی طرح انہیں زندہ کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لا کر شرف صحابیت پا کر آرام فرمایا لہٰذا حکمت الٰہیہ یہ کہ زندہ کرنا حجۃ الوداع میں واقع ہوا جب کہ قرآن پورا اتر گیا اور اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِىْ نے نزول فرما کر دین الٰہی کو تام وکامل کر دیا تا کہ ان کا ایمان پورے دین کامل شرائع پر واقع ہو“ اھ (فتاوی رضویہ ج ۱۱ ص ۱۶۲)

لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین رضی اللہ عنہما کے لیے بھی رضی اللہ عنہ لکھنا اور کہنا مستحب وجائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — کتبہٗ: محمد ارشد رضا مصباحی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۲۰ / محرم الحرام ۱۴۲۵ھ

کنیت میں جو لفظ اب ابن وغیرہ ہوتا ہے اس کا معنی مقصود ہوتا ہے یا نہیں؟

مسئلہ شارح بخاری علیہ رحمۃ الباری ”نزہۃ القاری“ جلد اول صفحہ ۲۴۹ پر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی کنیت کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں۔ کہ ہرہ ہرہ کی تصغیر ہے ہرۃ کے معنی ہیں بلی اور ھریرۃ کے معنی بلیا اور ”ابو ہریرۃ“ کے معنی بلیا کے باپ۔ اس پر گزارش ہے کہ کنیت میں جو لفظ اب یا ابن یا ام وغیرہ ہوتا ہے۔ اس کا معنی مقصود ہوتا ہے کہ نہیں؟ زید ابو ہریرہ کے معنی ”بلیا کے باپ“ کی تغلیط کرتے ہوئے یہ

تقریر کررہا ہے کہ ابوہریرہ ایک صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت ہے اور وہ علم کے قسم ہے اور علم معرفہ کی قسم ہے اور معرفہ اسم کی قسم ہے اور اسم کلمہ کی قسم ہے۔ اور کلمہ میں افراد معتبر ہے تو (کلمہ) مفرد ہوا۔ لہٰذا اس کی قسم در قسم یعنی کنیت بھی مفرد ہے۔ پس بلیا کے باپ یعنی مرکب اضافی کہنا غلط ہے۔ زید اپنے قول میں کہاں تک حق بجانب ہے؟ المستفتی: مجیب الرحمن رضوی کشی نگر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب کنیت میں کہیں اضافت مقصود ہوتی ہے، کہیں نہیں۔ جیسے وہ کنیتیں جن میں ابوت مقصود نہیں ہوتی جیسے ابو یوسف، ابو صالح، ابو یزید، ابو بکر وغیرہ یہاں اضافت ملحوظ نہیں ہے بلکہ صرف تعظیم مقصود ہے۔ اور بہت سی جگہوں پر اضافت ملحوظ ومقصود ہوتی ہے جیسے ابن عمر، ابن عباس، ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم وغیرہ۔ ابوہریرہ میں اضافت ملحوظ ومقصود ہے اس کا شاہد وہ واقعہ ہے جس کی مناسبت سے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں ابوہریرہ فرمایا اور اس کا انکار بیجا ضد ہے۔ وہ واقعہ یہ ہے کہ ”حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک چھوٹی بلی تھی اسے آستین میں رکھے رہتے ایک بار حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھ لیا فرمایا“ اے ابوہریرہ ” اب بھی عام وخاص کے زبان زد ہوگیا“ اھ ملخصا (نزہۃ القاری ص ۲۴۹ ج ۱) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — کتبہٗ: فیض محمد قادری مصباحی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۱۰ر جمادی الآخرہ ۱۴۲۶ھ

زنا کرنے والا مسلمان رہ جاتا ہے یا نہیں؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت ان مسائل میں۔ زید نے ایک کتاب لکھی زید غیر عالم صرف اردو خواں ہے سنی صحیح العقیدہ شخص ہے اس نے اپنی تصنیف کردہ کتاب قرینۂ زندگی کے ص ۱۱۵ میں ایک حدیث پاک نقل کی ہے ملاحظہ ہو ”من زنی أو شرب الخمر نزع اللہ منہ الایمان کما یخلع الانسان القمیص من رأسہ اھ زید نے حدیث مذکور کی تشریح یوں کی ہے اس حدیث کو پڑھ کر وہ لوگ دل سے سوچیں جو لوگ پیشہ ور عورتوں کے پاس جاتے ہیں اور زنا کرتے ہیں کیا وہ لوگ اس کام کو کرنے کے بعد بھی ایمان کا دعویٰ کر سکتے ہیں اب بھی وہ اپنے آپ کو مسلمان سمجھ رہے ہیں تعجب ہے کہ کوئی مسلمان ہو اور زنا کرے حیرت ہے کوئی مسلمان ہو اور زنا کرے ایسے لوگ اب بھی ہوش میں آجائیں ورنہ انہیں موت ہی ہوش میں لائے گی لیکن یاد رہے اس وقت کا ہوش کسی بھی کام نہیں ہوگا اس وقت ہوش آیا تو پھر کس کام کا۔“ زید نے اپنی طبیعت سے حدیث مذکور کی جو تشریحات کی ہیں کیا وہ درست ہیں یا زید پر لازم ہوگا کہ وہ توبہ کرے اور گزشتہ

ایڈیشن کی کتابوں میں مذکورہ عبارت وتشریحات کا تحریری رد کرے؟
دوسری عبارت ملاحظہ فرمائیں "پانی پر صرف دعا کر کے ہی دم کریں اس میں کلی نہ کریں کہ یہ صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص تھا ہمارا تھوک وکلی کیا ہوا پانی ناپاک ہے۔" تھوک وکلی کیے ہوئے پانی کو ناپاک کہنا کیسا ہے؟
زید نے اپنی کتاب قرینۂ زندگی کے صفحہ ۱۵ پر لکھا ہے کہ "آج کے اس دور میں اکثر ہمارے مسلمان نوجوان کافر ومشرک مورتی پوجنے والی عورتوں سے نکاح کرتے ہیں اور نکاح کے بعد انہیں مسلمان بناتے ہیں یہ بہت غلط طریقہ ہے" زید نے اکثر مسلمانوں کو مورد الزام ٹھہرایا ہے جب کہ اکثر کا اطلاق نہیں ہوتا اور نکاح سے قبل ہی کلمہ پڑھا کر مسلمہ بنالیا جاتا ہے پھر نکاح ہوتا ہے زید کی مذکورہ بالا عبارتوں کے بارے میں از روئے شرع احکام صادر فرمائیں؟ المستفتی: عمران پٹیل، دار العلوم طیب الاسلام، رضا کالونی، شانتی نگر ناگپور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب گناہ کبیرہ کا مرتکب ہرگز ایمان سے خارج نہیں ہوتا اس لیے کہ ما جاء بہ الرسول کی تصدیق جو کہ حقیقت ایمان ہے گناہ کبیرہ کے ارتکاب کے بعد بھی باقی رہتی ہے۔ شرح عقائد ص ۱۰۷ میں ہے "لا یخرج العبد المؤمن من الایمان لبقاء التصدیق الذی ہو حقیقۃ الایمان اھ
سوال میں مذکورہ حدیث اور اس قسم کی دوسری حدیثیں جن میں اس بات کا تذکرہ ہے کہ زنا کرنے والا یا شراب پینے والا ایمان سے خارج ہو جاتا ہے یا مؤمن نہیں رہتا اس کا مطلب یا تو کمال ایمان یا نور ایمان ہے یعنی ان گناہوں کے وقت مجرم سے نور ایمان نکل جاتا ہے۔ جیسا کہ مشکاۃ شریف ص ۱۷ میں ہے "لا یکون ہذا مؤمنا تاما ولا یکون لہ نور الایمان ہذا لفظ البخاری اھ اور طیبی شرح مشکوۃ ص ۵۰۶ پر ہے "ہذا واشباہہ لنفی الکمال ای لا یکون کاملا فی الایمان اھ"
زید نے شرح حدیث کے ضمن میں جو کچھ کہا ہے اس میں اس بات کا احتمال ہے کہ اس کی مراد ایمان سے ایمان کامل اور مسلمان سے کامل مسلمان ہو اس لیے اس پر یہ الزام نہ ہوگا کہ وہ مرتکب زنا کو خارج از اسلام سمجھتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
اور کلی کیا ہوا پانی ماء مستعمل ہے جب کہ کلی کرنے والا باوضو نہ ہو اور ماء مستعمل پاک ہے ناپاک نہیں گوکہ غیر مطہر ہے۔ فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۲۲ میں ہے "ان الماء المستعمل لیس بطہور۔ قال محمد رحمہ اللہ ہو طاہر وہو روایۃ عن ابی حنیفۃ رحمۃ اللہ تعالیٰ وعلیہ الفتوی اھ۔ یوں ہی آدمی کا تھوک بھی پاک ہے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ خزانۃ المفتین کے حوالہ سے تحریر فرماتے

ہیں "الخارج من البدن علی ضربین طاھر ونجس فخروج الطاھر لا ینتقض الطھارۃ کالدمع والعرق والبزاق اھ (فتاویٰ رضویہ ج ۱ ص ۳۶)

لہٰذا زید کا یہ لکھنا کہ ہمارا تھوک اور کلی کیا ہوا پانی ناپاک ہے قطعاً غلط ہے، پانی میں کلی کرنے کو نظیف طبیعتیں ناپسند کرتی ہیں اس لیے پانی میں کلی کرنا درست نہیں نہ یہ کہ وہ ناپاک ہے۔ آئندہ ایڈیشنوں میں اس کی اصلاح اور پچھلے ایڈیشنوں میں چھپ چکے غلط مسئلے کی تردید اس پر لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اور کتاب قرینۂ زندگی ص ۱۰ کی عبارت بھی محل نظر ہے اکثر مسلمان ہرگز ایسے نہیں جو غیر مسلمہ اور مشرکہ عورتوں سے نکاح کر کے پھر انہیں مسلمان بناتے ہوں بلکہ چند آزاد خیال دین ومذہب سے رابطہ نہ رکھنے والے نوجوان ایسا کرتے ہوں گے اور جنہیں دین سے لگاؤ ہے وہ ایسا نہیں کرتے۔

لہٰذا زید آئندہ ایڈیشن میں اکثر مسلمان کے بجائے کچھ نام نہاد مسلمان لکھے اور بلا وجہ مسلمانوں کو بدنام کرنے کی کوشش نہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — کتبہٗ: محمد حبیب اللہ مصباحی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۲۷ ؍ رجب المرجب ۱۴۲۵ھ

یہ کہنا کہ "۷۸۶ بسم اللہ نہیں ہری کشن کا عدد ہے" صحیح ہے یا نہیں؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے اعداد ۷۸۶ ہوتے ہیں یا نہیں۔ زید ایک مسجد کا امام ہے اس کا کہنا ہے کہ بسم اللہ شریف کے اعداد ۷۸۶ ہیں ہی نہیں ہاں البتہ "ہری کشن" کے ضرور یہ اعداد ہیں کیا یہ صحیح ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: آصف ہارون موسیٰ، ۷ رگنار۔ دوسرا منزلہ، تلی کراس لائن۔ اندھیری ایسٹ، بمبئی ۶۹

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بیشک بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے اعداد ۷۸۶ ہوتے ہیں۔ زید امام کا یہ کہنا کہ "بسم اللہ شریف کے اعداد ۷۸۶ ہیں ہی نہیں ہاں البتہ ہری کرشن کے ضرور یہ اعداد ہیں" محض غلط اور اس کی جہالت ہے وہ جمل کے قاعدہ سے بالکل واقف نہیں اس لیے کہ جمل کا حساب عربی حروف کے ساتھ خاص ہے۔ ہندی، سنسکرت میں نہ یہ طریقہ رائج ہے اور نہ ان کے حروف، حروف تہجی کے مطابق ہیں۔ جمل کے حساب میں جو گنتیاں ہیں وہ ۲۸ ہیں اور عربی کے حروف تہجی بھی ۲۸ ہیں اور سنسکرت کے حروف تہجی ۳۶ ہیں جس میں الف سرے سے ہے ہی نہیں۔ الف کو سنسکرت میں حرف نہیں مانتے ماترا مانتے ہیں جب کہ جمل کے حساب میں پہلا

حرف الف ہے جس کا عدد ایک ہے۔ نیز جمل کے بہت سے حروف سنسکرت میں بالکل نہیں ہیں۔ مثلاً ث، ح، خ، ذ، ص، ض، ط، ظ، ع، غ، ف، ق، اور بہت سے سنسکرت کے حروف تہجی جمل کے حساب میں نہیں۔ مثلاً بھ، پ، ٹ، ٹھ، جھ، چ، چھ، دھا، ڈ، ڈھا، گ، گھا، کھا وغیرہ اگر جمل کا حساب سنسکرت وغیرہ میں ہوتا تو ان کے ہر حروف تہجی کا کوئی نہ کوئی عدد ضرور ہوتا۔ ہندی، سنسکرت کے تمام حروف تہجی کا عدد نہ ہونا اور عربی کے ہر حرف تہجی کا عدد ہونا اس بات پر واضح دلیل ہے کہ جمل کا حساب صرف عربی کلمات اور حروف میں معتبر ہے۔ دیگر زبانوں کے کلمات اور حروف میں اس کا اعتبار نہیں۔

اور اس لیے بھی "۷۸۶" ہری کرشن کا عدد نہیں کہ اس میں اعتبار اسی رسم الخط کا ہوگا جس زبان کا وہ کلمہ ہے۔ ہری کرشن سنسکرت زبان کا لفظ ہے اور سنسکرت میں اسے اس طرح لکھتے ہیں "......" (ہری کرشن) ह کو "ہ" مانتے र کو "ر" اور ई کی ماترا کو "ی" اور कृ کو بالترتیب "ک" اور "ा" میں आ کی ماترا کو "الف" مانتے تو بالترتیب ان کے اعداد اس طرح ہوں گے، ۵، ۲۰۰، ۱۰، ۲۰، ۲۰۰ اور ایک کیونکہ ण اور श کے مماثل ابجد میں کوئی حروف نہیں۔ زبردستی श کو "ش" ण کو "ن" مان کر ۷۸۶ عدد نکال لیا جمل کے حساب سے بالکل صحیح نہیں نہ یہ لفظ اردو کا نہ اردو رسم الخط کا اعتبار ہوگا جس زبان کا لفظ ہے اسی زبان کے رسم الخط کا اعتبار لازم وضروری ہے۔ تو اوپر کئے گئے حساب کے مطابق "کرشن" کے عدد ۷۸۶ نہیں بلکہ ۴۳۶ ہیں اور اگر اس کو کسی طرح اردو رسم الخط میں لاکر ۷۸۶ عدد مان بھی لیں تو اس سے یہ کہاں لازم آتا ہے کہ محض اسی وجہ سے ۷۸۶ لکھنا صحیح نہ رہے اس میں قطعاً کسی سنی صحیح العقیدہ مسلمان کی نیت ہرگز یہ نہیں ہوتی کہ یہ ہری کرشن کا عدد ہے۔ بلکہ لوگ اسے بسم اللہ الرحمن الرحیم کا عدد سمجھ کر اسی نیت سے لکھتے ہیں اور جس کی جیسی نیت ہوگی اسکے لیے ویسا ہی حکم ہوگا۔ حدیث شریف میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "انما الاعمال بالنیات وانما لامریٔ مانوی"۔ یعنی اعمال کا مدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کے لیے وہ ہے جو اس نے نیت کی"۔ (بخاری شریف ج ۱ ص ۲) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — **کتبہٗ: محمد ہارون رشید قادری کمبولوی**

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

"فرمان حق ہے قادری بن کر سدا رہو" یہ شعر کیسا ہے؟

درود غوثیہ، مداریہ، ملوان پڑھنا کیسا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت ان مسائل میں (۱) زید جو ایک سنی صحیح العقیدہ عالم اور

سنی مسجد کا خطیب وامام ہے اپنی تقریروں میں ایک شعر پڑھتا ہے جس کا ایک مصرعہ ہے: فرمان حق ہے قادری بن کر سدار ہو۔

جب زید سے اس کا ثبوت مانگا گیا تو دلیل میں قرآن پاک کی چند آیات پیش کی جس میں ایک آیت اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ الخ ہے زید کا کہنا ہے کہ خدا نے بندوں کو صراط مستقیم پر ثبات قدمی کے لیے دعا کی تعلیم دی ہے اور صراط مستقیم سے مراد منعم علیہم کا راستہ ہے اور منعم علیہم سے مراد انبیاء علیہم السلام، صدیقین شہدا صالحین رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ سرکار غوث پاک رضی اللہ عنہ صالحین میں سے ہیں لہٰذا دلالۃ النص واشارۃ النص سے ثابت ہوتا ہے کہ خدا بندوں کو قادری بننے کا حکم دے رہا ہے اسی طرح اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۔ اُولِي الْاَمْرِ میں سرکار غوث اعظم بھی ہیں لہٰذا آیت کا مدلول سرکار غوث اعظم رضی اللہ عنہ بھی ہیں لہٰذا قرآن کہتا ہے کہ قادری بن کر سدار ہو۔ بکر کا کہنا ہے کہ ایسا کہنا قرآن اور اللہ پر افتراء ہے اور ایسا کہنے والا گمراہ ہے اور اس کے پیچھے نماز جائز نہیں۔ شریعت کا جو حکم ہو آگاہ فرمائیں؟

(۲) درود غوثیہ، درود رضویہ، درود مداریہ، درود طوان، وغیرہم پڑھنا کیسا ہے؟ درود پاک میں مصطفیٰ جان رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اہل بیت اطہار کا ذکر کرتے ہوئے خصوصی طور پر کسی آل رسول کا نام لینا مثلاً صلی اللہ علی النبی الامی والہ عبد القادر الجیلانی یا معین الملۃ والدین وبارک وسلم پڑھنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: غلام نبی، بھیل گام، ضلع گاندھی نگر (گجرات)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الجواب زید کا یہ قول سراسر غلط اور جھوٹ ہے کہ "فرمان حق ہے" قادری بن کر سدار ہو" اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا ایسا کوئی فرمان قرآن وسنت میں نہیں ملتا۔ البتہ جن آیتوں سے اس نے توضیح کی ہے ان سے اس مسئلہ کا استنباط ہوتا ہے قرآن کی کسی آیت سے کسی مسئلہ کا مستنبط ہونا اور ہے اور اس کا کلام الٰہی ہونا اور ہے لہٰذا زید پر لازم ہے کہ اپنے اس قول سے رجوع وتوبہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) درود غوثیہ، درود رضویہ پڑھنا جائز ہے۔ درود مداریہ اور درود طوان کن الفاظ پر مشتمل ہے مجھے علم نہیں اگر درود شریف کے الفاظ ہوں اور کوئی لفظ مخالف شرع نہ ہو تو ان کا پڑھنا جائز ہے ورنہ نہیں۔ اور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تبعیت میں غیر ملائکہ وغیر انبیاء پر درود پڑھنے میں حرج نہیں خواہ خصوصی طور پر اہل بیت اطہار وآل رسول میں سے کسی کا نام لیا جائے یا مجموعی اور عمومی طور پر پڑھا جائے۔ درمختار مسائل شتی میں ہے "ولا یصلی علی غیر الانبیاء ولا غیر الملائکۃ الا بطریق التبع"

(ردالمحتار فوق الدرالمختار ج۶ ص ۷۵۳) لہٰذا صلی اللہ علی النبی الامی الخ پڑھنا جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — **کتبہٗ:** محمد حبیب اللہ مصباحی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۱۸؍ رجب المرجب ۱۴۲۳ھ

”یوسف نہ رکتے دل میں زلیخا کے ایک پل۔ اچھا ہے اس نے دیکھی نہ صورت رسول کی“ یہ شعر کیسا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ ایک شیعہ شاعر کا یہ شعر پڑھنا کیسا ہے؟

یوسف نہ رکتے دل میں زلیخا کے ایک پل	اچھا ہے اس نے دیکھی نہ صورت رسول کی

زید جو عالم ومفتی ہے اس کا کہنا ہے کہ شعر مذکور میں حضرت یوسف پیغمبر علیہ السلام کی توہین کا شائبہ ہے دوسرے یہ کہ کسی نبی کو دل میں ”نہ رکتے“ جیسے لفظ سے بھی تعبیر نہ کرنا چاہیے۔ نیز رسول کی صورت کی زیارت نہ کرنے کو اچھا کہنا بھی درست نہیں کہ ان تمام چیزوں کا ظاہری مفہوم صحیح نہیں لہٰذا شعر مذکور درست نہیں؟

بینوا توجروا — **المستفتی:** حافظ محمد مقیم الدین صاحب چھترپور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب شعر مذکور کسی بھی شاعر کا ہو اس سے بحث نہیں ظاہر یہ ہے کہ دوسرے مصرعہ میں ”رسول“ سے مراد حضور محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور یہاں مقصود حسن یوسف وحسن محمدی میں تقابل ہے شاعر کی مراد یہ ہے کہ ”یوسف علیہ السلام کے حسن کو دیکھ کر فریفتہ ہونے والی زلیخا نے اگر مدنی تاجدار کا جمال بے مثال دیکھا ہوتا تو پل بھر کے لیے بھی ان پر شیدا نہ ہوتی۔ حسن وجمال کا یہ تقابل اعلیٰ حضرت کے یہاں بھی ملتا ہے مثلاً آپ فرماتے ہیں:

حسن یوسف پہ کٹیں مصر میں انگشت زناں
سر کٹاتے ہیں تیرے نام پہ مردان عرب

اور زید کا یہ قول کہ کسی نبی کو دل میں نہ رکتے جیسے لفظ سے تعبیر کرنا غلط ہے۔ صحیح نہیں بطور استشہاد اعلیٰ حضرت مجدد اعظم کا یہ شعر ملاحظہ ہو۔

تیرے قدموں میں جو ہیں غیر کا منھ کیا دیکھیں
کون نظروں میں چچے دیکھ کے تلوا تیرا

ہاں شعر مذکور میں جو تعبیر اختیار کی گئی ہے وہ اچھی نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — **کتبہٗ:** محمد حبیب اللہ مصباحی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۱۸؍ رجب المرجب ۱۴۲۲ھ

کیا سید احمد بریلوی اور اسماعیل دہلوی شہید تھے؟
ان کو ماننے والے پیر سے بیعت ہونا کیسا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی کتاب تاریخ اسلاف ۱۳۸۳ھ کے صفحہ نمبر ۵۳ پر ایک عبارت تحریر کی ہے جو یہاں نقل کی جاتی ہے، ساتھ ہی اس کتاب کی زیروکس کاپی بھی ارسال کی جارہی ہے عبارت یہ ہے:

(بالاکوٹ پاکستان) میں موٹر اسٹینڈ کے قریب ہی حضرت سید احمد بریلوی علیہ الرحمہ کا مزار ہے، وہاں بیٹھا تو عجیب کیفیت ہوگئی، بے تاب ہوگیا، پھر سکون ہوا تو حضرت علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ میں اس جگہ شہید ہوا تھا اور میرا گھوڑا بھی یہیں کھڑا تھا، جب کہ ایک سکھ نے مجھے شہید کیا اور شاہ اسماعیل لڑتے ہوئے آگے بڑھ گئے اور آگے جاکر شہید ہوئے یہ بھی فرمایا کہ تمہارے بعض اعزا بھی میرے ساتھ تھے، پھر میں شاہ اسماعیل دہلوی علیہ الرحمہ کے مزار پر حاضر ہوا، بڑا جلال نظر آیا، فرمانے لگے، ہماری نظر میں جیسے مسلمان ہونے چاہیے۔ ویسے اب نظر نہیں آتے، اور یہ بھی فرمایا کہ آج کل کے مسلمان شہید ہونے کے لیے دعا نہیں مانگتے کہ کہیں وہ دعا قبول نہ ہوجائے" (تاریخ اسلاف ۱۳۸۳ ص ۵۳)

یہ حضرات نقشبندیہ مجددیہ کے خود کو پیر کہتے ہیں اور پاکستان کراچی میں رہتے ہیں، یہاں سیونی مدھیہ پردیش میں ان کے کچھ مرید ہیں، ان کا پندرہ بیس سال سے ہندوستان آنا نہیں ہوا۔ ۹۰ رسال کی عمر کے ضعیف آدمی ہیں، یہاں ان کے ایک چاہنے والے نے انہیں خط لکھا کہ حضور نہ آپ یہاں آسکتے ہیں نہ ہم آپ کے پاس پاکستان آکر مرید ہوسکتے ہیں، اس لیے ہم چاہتے ہیں کہ آپ اپنے سیونی کے کسی مرید کو خلافت دیدیں تاکہ ہم ان سے مرید ہوکر کے آپ کے سلسلے سے جڑ جائیں۔

پیر صاحب نے اس خط کا کوئی جواب نہیں دیا، ان سے یہاں سیونی اور چھندواڑہ مدھیہ پردیش کے بہت سے لوگ خط کے ذریعہ مرید ہورہے ہیں جو یہاں کا کوئی شخص مرید ہونا چاہتا ہے تو انہیں خط لکھتا ہے کہ حضور میں آپ سے مرید ہونا چاہتا ہوں، وہاں سے پیر صاحب اپنے کسی مرید کو یہاں خط لکھ دیتے ہیں اور حکم دیتے ہیں کہ مرید ہونے والے شخص کو شجرے کی فوٹو کاپی دے دی جائے اور ذکر کا طریقہ بتادیا جائے ان کے شجرے میں پیر کے دستخط بھی نہیں ہوتے ہیں۔

اس شخص کی ان بے جا حرکتوں پر شریعت اسلامیہ کے اصولوں کے مطابق کیا حکم نافذ ہوتا ہے، کیا ایسا

شخص کسی کو مرید کرسکتا ہے، کیا اس شخص کا مرید کرنے کا طریقہ درست ہے؟ بینوا توجروا۔

المستفتی: صوفی فاروق رضا قادری ابوالعلائی

معرفت صوفی محمد کبیر الدین ردموی کبیر وارڈ محلہ ڈونڈا سیونی مدھیہ پردیش پن: 680661

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب سب سے پہلے یہ جان لیں کہ سید احمد بریلوی، اسماعیل دہلوی شہید نہیں مقتول ہیں، یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے انگریزوں سے دوستی کر کے، ان سے سانٹھ گانٹھ کر کے بہت سے مسلمانوں کو قتل کرایا، اور خود یہ لوگ بھی بہت سے مسلمانوں کو قتل کیے۔ انگریزوں کے ساتھ ان کی اتنی پکی دوستی تھی کہ انگریزوں نے ان لوگوں کو ماہواری تنخواہ بھی دیا، اور جب یہ لوگ جنگ کے لیے لاہور کی جانب چلے تو انگریزوں نے ان لوگوں کے لیے کھانے پینے کا سامان بھی مہیا کیا۔ سیرت سید احمد حصہ اول ص ۱۹۰ مرتبہ مولوی ابوالحسن علی ندوی، میں ہے: اتنے میں کیا دیکھتے ہیں کہ انگریز گھوڑے پر سوار چند پالکھیوں میں کھانا رکھے کشتی کے قریب آیا اور پوچھا کہ پادری صاحب کہاں ہیں حضرت نے کشتی پر سے جواب دیا کہ میں یہاں موجود ہوں انگریز گھوڑے پر سے اترا اور ٹوپی ہاتھ میں لیے کشتی پر پہنچا اور مزاج پرسی کے بعد کہا کہ تین روز سے میں نے اپنے ملازم کو یہاں کھڑے کر دیے تھے آپ کی اطلاع دیں آج انہوں نے اطلاع دی کہ اغلب یہ ہے کہ حضرت قافلہ کے ساتھ تمہارے مکان کے سامنے پہنچیں، یہ اطلاع پا کر غروب آفتاب تک میں کھانے کی تیاری میں مشغول رہا سید صاحب نے حکم دیا کہ کھانا اپنے برتنوں میں منتقل کر لیا جائے، کھانا لے کر قافلے میں تقسیم کر دیا گیا، اور انگریز دو تین گھنٹہ ٹھہر کر چلا گیا"۔

اب اندازہ کیجئے کہ سید احمد بریلوی اور اسماعیل دہلوی انگریزوں کے اشارے پر کیسا دلفریب ڈرامہ کھیل رہے تھے، مجاہدین لڑنے کے لیے جا رہے ہیں مگر انگریز ہر منزل پر کھانا ناشتہ لیے حاضر ہے اور گھنٹہ دو گھنٹہ نہیں مسلسل تین روز تک سید احمد بریلوی کی آمد کا انتظار ہوتا رہا، کھانا تھوڑا سا نہیں بلکہ چند پالکھیوں میں لے کر حاضر ہوا جو پورے قافلہ پر تقسیم کر دیا گیا۔ سید احمد بریلوی انگریزوں سے اس قدر گھل مل گئے ہیں کہ اب مولانا صاحب نہیں بلکہ پادری صاحب ہو گئے۔

انگریز کو معلوم ہوا کہ آج ہمارے زرخرید غلاموں کا قافلہ ادھر سے گزرے گا اور پادری صاحب (سید صاحب) کو یہ معلوم ہے کہ ہمارے ان داتا (انگریز) ہماری خاطر تواضع کے لیے حاضر باش ہوتے رہیں گے۔

اور ان کی پہلی جنگ افغانی مسلمانوں سے ہوئی اور ان کی بدعقیدگی کی بنا پر افغانی پٹھانوں نے انہیں قتل کر دیا، گویا شاتم رسول کی جو سزا ہونی چاہئے تھی اس کو پٹھانوں نے انہیں کیفر کردار تک پہنچا کر دیا۔ تذکرہ

رشید حصہ دوم ص ۲۷۰ میں ہے۔

"حضرت مولوی رشید احمد گنگوہی نے اس سلسلہ میں فرمایا کہ حافظ جانی ساکن بیٹھ نے مجھ سے بیان کیا تھا کہ ہم قافلہ میں ہمراہ تھے بہت سی کرامتیں وقتاً فوقتاً حضرت سید صاحب سے دیکھیں مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی اور مولوی اسماعیل دہلوی اور مولوی محمد حسین صاحب رامپوری بھی ہمراہ تھے سید صاحب نے پہلا جہاد مسمیٰ یار محمد خان حاکم یاغستان سے کیا تھا۔"

مولوی اسماعیل دہلوی پر کثیر وجوہ سے بحکم فقہا کفر ثابت ہے جس کی تفصیل رسالہ مبارکہ، الکوکبة الشہابیة میں ہے تو جو پیر اسماعیل دہلوی کا ہم عقیدہ ہو وہ بھی بحکم فقہا کافر ہے اس سے بیعت ہونا حرام وگناہ ہے خواہ خط کے ذریعہ بیعت ہو یا ہاتھ میں ہاتھ رکھ کر جو لوگ ایسے پیر سے بیعت ہو چکے ہیں ان پر لازم ہے کہ فوراً اس سے اپنی بیعت فسخ کر دیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — **کتبہ:** محمد صابر حسین فیضی امجدی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۸ رشعبان المعظم ۱۴۲۶ھ

حضرت حاطب کا خط جوڑے میں چھپا کر جانے والی عورت کو ننگا کرنے کی دھمکی دینا کیا شان مرتضوی کے لائق ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ

سورۃ الممتحنہ کی پہلی آیت کی تفسیر کچھ حضرات نے لکھا ہے کہ حضرت مولائے کائنات علی رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ نے اس عورت کو جو حضرت حاطب رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ کا خط اپنے جوڑے میں چھپائے جاری تھی، ننگا و برہنہ کرنے کی دھمکی اور بہت سے علماء نے لکھا ہے کہ وہ خط نہ دینے کی صورت میں قتل کی دھمکی دی، سوال یہ ہے کہ ننگا کرنے کی دھمکی دینا شان مرتضوی کے عظمت و بلندی کے پیش نظر لائق اعتبار ہے یا نہیں؟ جیسا علماء اہل سنت کے نزدیک ثابت ہو واضح فرمائیں بڑی عنایت ہوگی؟ بینوا توجروا

المستفتی: بیت اللہ قادری، الامین کالج، بیجاپور (کرناٹک)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس عورت سے کہا کہ اس خط کو نکال دو جو تم اپنے پاس چھپا رکھی ہو، تو اس عورت نے اپنے پاس خط ہونے سے صاف انکار کر دیا اس نے کہا میرے پاس کوئی خط نہیں ہے، تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس عورت کو ننگا کرنے کی دھمکی دی کہ خط نکال دو ورنہ ہم تم کو ننگا

کردیں گے، اور یہ دھمکی دینا اس مجبوری کی وجہ سے تھا کہ وہ خط انتہائی خطرناک تھا اس کو ضائع کر دینا ضروری تھا۔ اور اس دھمکی کے سوا خط پانے اور ضائع کرنے کی کوئی صورت نہ تھی اور ایسی مجبوری کی حالت میں بہت سے محرمات مباح ہوجاتے ہیں فقہ کا مشہور ضابطہ ہے: الضرورات تبیح المحظورات نیز حضرت مولائے کائنات رضی اللہ عنہ نے اس امید بلکہ اس ظن غالب پر یہ دھمکی دی کہ عورتوں میں شرم وحیا زیادہ پائی جاتی ہے، اس لیے یہ دھمکی سنتے ہی خط دے دے گی اور ایسا ہی ہوا، اس طرح وہ عورت خود بھی بڑے ضرر سے بچ گئی اور مسلمان بھی اس کی خطرناک مہم کے شکار نہ ہوئے، یہاں سے معلوم ہوا کہ یہ دھمکی دینا شان مرتضوی کے خلاف نہیں، کیونکہ ضرورت شدیدہ مصلحت مہمہ کی بنا پر یہ دھمکی تھی۔ علامہ بدرالدین عینی تحریر فرماتے ہیں کہ:

"فیہ ھتك سر الجاسوس رجلا كان أو امراۃ اذا كان فی ذلك مصلحة أو كان فی الستر مفسدة .وفيه هتك ستر المريب و كشف المرأة العاصية. وفيه جواز تجريد العورة عن الستر ۃعند الحاجة قاله ابن العربي"اھ (عمدۃ القاری ص ۲۵۷ ج ۱۴) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — کتبہ: محمد غلام نبی نظامی علیمی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۲۱ ربیع الغوث ۲۲ھ

لا تجعلوا دعاء الرسول الخ کا یہ ترجمہ کرنا کہ رسول کی دُعا کو اپنی دعاؤں جیسانہ سمجھو درست ہے یا نہیں؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع مسئلہ ذیل میں کہ

سورۂ نور آیت ۶۳ کے ابتدائی حصہ کا ترجمہ اس طرح کرنا کیسا ہے؟ "میرے رسول کی دعا کو اپنی دعاؤں جیسا نہ سمجھو" دلائل شرعیہ سے واضح فرمائیں۔

المستفتی: غلام مصطفی رضوی قادری، حبیب نگر نزد جنت مسجد بیجاپور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب آیت مذکورہ کا یہ ترجمہ کرنا کہ "رسول کی دعا کو اپنی دعاؤں جیسا نہ سمجھو درست ہے اس میں کوئی قباحت نہیں کہ آیت کریمہ میں اس مفہوم کا بھی احتمال ہے۔ تفسیر کشاف میں آیت مذکورہ کے تحت ہے

"ويحتمل لا تجعلوا دعاء الرسول ربه مثل ما يدعو صغيركم و كبيركم و فقيركم وغنيكم. يسأله حاجة فربما اجابه وربما رده فان دعوات رسول الله صلى الله عليه سلم مسموعة مستجابة"اھ (ص ۲۶۵، ج ۳)

تفسیر بیضاوی میں ہے "اولا تجعلوا دعاءہ ربہ کدعا صغیرکم کبیر کم یجیب مرۃ ویردہ اخری فان دعاءہ مستجاب" اھ (ص۱۱۶، ج۴)

تفسیر خازن میں ہے "قال ابن عباس رضی اللہ عنہما: یقول احذروا دعاء الرسول اذا اسخطتموہ فان دعاءہ موجب لیس کدعاء غیرہ" اھ (ص۳۰۷، ج۳) واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہٗ: فیض محمد قادری مصباحی امجدی — الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی

۱۰رشعبان المعظم ۱۴۲۸ھ — الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

مشکوٰۃ کی ایک حدیث کے بارے میں سوال

مسئلہ روزنامہ راشٹریہ سہارا مجریہ یکم جون ۲۰۰۷ء میں مشکاۃ شریف کے حوالے سے یہ حدیث لکھی گئی ہے۔ عنقریب ایک ایسا زمانہ لوگوں پر آنے والا ہے کہ اسلام کا صرف نام باقی رہ جائے گا اور قرآن کے حکموں پر عمل باقی نہ رہے گا صرف قرآن پڑھنے کی رسم رہ جائے گی۔ مسجدیں آباد ہوں گی مگر ہدایت سے خالی ان کے علماء آسمان کے نیچے بدترین مخلوق ہوں گے فتنے انہیں سے نکلیں گے پھر واپس انہیں کے درمیان جائیں گے۔ کیا مذکورہ مفہوم حدیث شریف کے اعتبار سے صحیح ہے۔

المستفتی: شمشاد احمد حبیبی سلطانپور ریٹائرڈ جج

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب روزنامہ راشٹریہ سہارا میں مشکوٰۃ شریف کے حوالے سے جو حدیث پیش کی گئی ہے وہ صحیح ہے اس کے الفاظ یہ ہیں:- عن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوشك ان یاتی علی الناس زمان لا یبقی من الاسلام الا اسمہ ولا یبقی من القرآن الا رسمہ مساجدھم عامرۃ وھی خراب من الھدیٰ علماء ھم شر من ادیم السماء من عندھم تخرج الفتنۃ وفیھم تعود رواہ البیھقی فی شعب الایمان (ج۱ ص۳۸) مگر اس حدیث کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ سارے علماء ایسے ہوں گے بلکہ مراد یہ ہے کہ بے دین علماء سو کی کثرت ہوگی جن کا فتنہ سارے مسلمانوں کو گھیرے گا لیکن ہر زمانے میں اللہ رب العزت علماء حق کو رکھے گا جو دین کو باقی رکھیں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہٗ: محمد احمد مصباحی قادری — الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی

۳۰ررجب المرجب ۱۴۲۸ھ — الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

مستفتی کی جگہ شخص خاص کا نام ضروری ہے؟ صاحب معاملہ کا نام لکھ کر فسق وغیرہ کے بارے میں سوال ہو تو جواب نہ دینا بہتر ہے۔ اگر امر واقع کے خلاف لکھ کر فتوی حاصل کرے تو؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) زید ایک ذمہ دار علاقے کا مشہور معروف سنی صحیح العقیدہ عالم دین اور حافظ قرآن ہے جس کی خدمت سے علاقے کی سنیت کو بڑا عظیم فائدہ ہے۔ کسی نے اپنا نام و پتہ لکھے بغیر دارالافتاء بریلی شریف سے اس عالم دین پر چند کفری اور غیر کفری الزامات عائد کرکے اس کے خلاف استفتاء کیا۔ جب کہ اس نے مستفتی کی جگہ صرف بستی کا نام مسلمانان نوگاؤں لکھ کر بریلی شریف بھیج دیا۔

مرکزی دارالافتاء منظر اسلام کے ایک مفتی جن کا نام مولانا مفتی فاروق احمد صاحب ہے انہوں نے اس بے نام کے استفتاء کا جواب بڑی بے باکی اور فیاضی کے ساتھ رقم فرمایا اور جگہ جگہ اس عالم دین کو نام نہاد مولانا عارف جیسے خطابات سے مخاطب کرکے کافر ٹھہراتے ہوئے تجدید ایمان وتجدید نکاح کا حکم عائد کیا اور مفتی نے یہ بھی زحمت گوارہ نہیں کی کہ کم از کم جواب شروع کرنے سے پہلے برصدق قول مستفتی وغیرہ جیسے احتیاطی الفاظ کا ہی استعمال کرلیتے۔

تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ کسی مستفتی کے نام کے بغیر کیے گئے استفتاء سے ذمہ دار عالم کا نام لے لے کر اس پر حکم کفر عائد کرنا رسم افتاء کی رو سے درست ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو اس مفتی کے بارے میں حکم شرع کیا ہے؟

(۲) فتویٰ وصولیابی کے بعد زبردستی بنائے گئے کافر (معاذ اللہ) مولانا عارف صاحب نے مفتی فاروق صاحب سے بات کی ان سے پوچھا کہ مستفتی کا نام نہیں ہے پھر بھی آپ نے میرا نام لے لے کر کفر ثابت کیا۔ تو انہوں نے صفائی دی اور کہا کہ مولانا جلد بازی میں لکھ دیا ہوگا ہمارا کام ہے جو بھی سامنے استفتے آئیں ان کا جواب دینا۔ اور بہت اصرار پر کہا کہ آپ استفتاء بھیجئے اس میں رجوع کرکے فتویٰ کی صحت ہو جائے گی۔ پھر جب استفتاء کرکے جواب طلب کیا تو مفتی صاحب نے خود نہ رجوع کیا اور نہ ہی اپنے ہاتھ سے لکھا اور نہ ہی "الجواب صحیح" میں دستخط کیے ایک دوسرے مفتی صاحب نے جن کا نام عبیدالرحمن ہے انہوں نے غیر ذمہ داری کے ساتھ جواب دیا صرف اور بس یہ لکھا کہ جس نے دھوکہ دے کر استفتاء کیا اس نے غلط کیا وہ حق اللہ اور حق العباد میں گرفتار ہوا۔ حالانکہ استفتاء میں پوچھا گیا تھا کہ کسی نے کفری الزامات لگا کر عالم

مذکور کے خلاف استفتاء کیا اس کا حکم کیا ہے؟ ظاہری بات ہے کہ اس کا جواب تو یہی ہونا چاہیے کہ جس نے کسی مسلمان پر کفر کی نسبت کی اگر وہ ایسا نہ ہو تو وہ کفر اس پر لوٹ جائے گا اور توبہ تجدید ایمان وتجدید نکاح اس پر لازم ہوگا۔ وہ استفتاء مع جواب منسلک ہے ملاحظہ فرمالیں۔ تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس پورے مسئلہ پر شریعت کا کیا حکم ہے اور دونوں مفتیان دین کے بارے میں کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

(۳) عوام میں مشہور ہے کہ بریلی شریف کا فتویٰ ہی اول اور آخر ہے وہاں سے آیا ہوا جواب چاہیے جیسا ہو واقع کے مطابق ہو یا نہ ہو عوام کے نزدیک وہی صحیح ہے۔ تو کیا عند الشرع بریلی شریف کے ہر فتویٰ کے بارے میں یہ حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا ممتاز احمد قادری

استاذ دار العلوم جماعتیہ طاہر العلوم بڑی کنجر ہٹی، چھتر پور (ایم پی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب (۱-۲) ہم نے مذکورہ دونوں سوالات وجوابات کو پڑھا مفتی صاحب کا جواب سوال کے مطابق ہے۔ اس لیے ان پر کوئی الزام نہیں۔ مستفتی کی جگہ کسی فرد واحد کا نام ضروری نہیں سوال میں مسلمانان نوگاؤں" لکھا گیا ہے اتنا لکھنا بھی کافی ہے۔ اور مفتی پر واقعہ کی تحقیق واجب نہیں، مفتی کا کام بہر صورت سوال کا جواب دینا ہے واقعہ سے بحث یا اس کی تفتیش مفتی کے فرائض سے نہیں بلکہ یہ قاضی کی ذمہ داری ہے کہ بعد تحقیق حکم صادر کرے۔

رہی بات رسم افتاء کی تو صاحب معاملہ کا اصل نام لکھ کر سوال کیا جائے اور حکم فسق فجور، عصیان، غصب، تعدی، جنایت، زنا، کفر وارتداد وغیرہ کا ہو تو مفتی پر جواب سے احتراز کرنا واجب نہیں بلکہ بہتر ہے کہ احتیاط کرے اور "برتقدیر صدق مستفتی" جیسے جملے کا استعمال کرے۔ اور جس پر حکم لگایا جارہا ہے اس کو زید عمرو یا کسی شخص، سے تعبیر کرے اور مستفتی کو بھی زید عمرو وغیرہ سے ہی سوال پوچھنا چاہیے۔ لیکن اگر کسی نے نام زد سوال کردیا اور مفتی نے اس کا جواب دے دیا تو شرعاً مفتی کی کوئی گرفت نہیں کہ مفتی نے تو اس سوال کا جواب دیا ہے جو مستفتی نے دریافت کیا ہے۔

اب رہا یہ کہ مستفتی نے سوال نامہ میں جن باتوں کا ذکر کیا ہے اگر وہ امر واقع نہیں تو اس کا وبال مستفتی پر ہے نہ کہ مفتی پر۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی تحریر فرماتے ہیں۔

"مفتی تو صورت سوال کا جواب دے گا اسے اس سے بحث نہیں کہ واقعہ کیا ہے نہ فریقین کا بیان سنا اس پر لازم نہ اس کا کام (فتاویٰ رضویہ ج ۶ ص ۴۱۱) اسی میں ہے:

"دار الافتاء دار القضا نہیں یہاں کوئی تحقیق واقعہ نہیں ہوتی صورت سوال پر جواب دیا جاتا ہے"

فتاویٰ خیریہ میں ہے "لاشك فی ان المفتی انما یفتی بما الیه السائل ینتھی" ملخصاً
(ج ۷ ص ۲۸۲، ۲۸۳)

بہار شریعت میں ہے "مفتی کے سامنے استفتا پیش کرنے میں کسی کی برائی کی کہ فلاں شخص نے میرے ساتھ یہ کیا ہے اس سے بچنے کی کیا صورت ہے مگر اس صورت میں بہتر یہ ہے کہ نام نہ لے بلکہ یوں کہے کہ ایک شخص نے ایک شخص کے ساتھ یہ کیا بلکہ زید عمرو سے تعبیر کرے جیسا کہ اس زمانہ میں استفتاء کی عموماً یہی صورت ہوتی ہے پھر بھی اگر نام لے دیا جب بھی جائز ہے اس میں قباحت نہیں جیسا کہ حدیث صحیح میں آیا کہ ہند نے ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے متعلق حضور کی خدمت میں شکایت کی کہ وہ بخیل ہیں اتنا نفقہ نہیں دیتے جو مجھے اور میرے بچوں کو کافی ہو مگر جب کہ میں ان کی لاعلمی میں کچھ لے لوں اور ارشاد فرمایا کہ تم اتنا لے سکتی ہو جو معروف کے ساتھ تمہارے اور بچوں کے لیے کافی ہو" (ح ۱۶ ص ۱۵۱ مطبع فرید بکڈپو)

ردالمحتار میں ہے:

بان یقول للمفتی ظلمنی فلان کذا و کذا والاسلم ان یقول ما قولك فی رجل ظلمه أبوه أوابنه او احد من الناس کذا و کذا ولکن التصریح مباح بھذا القدر اھ لأن المفتی قد یدرك مع تعیینه مالا یدرك مع ابھامه کما قال ابن حجر، وقد جاء فی الحدیث المتفق علیه ان ھند امراۃ ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنھا قالت للنبی صلی اللہ علیه وسلم: ان اباسفیان رجل شحیح ولیس یعطینی ما یکفینی، وولدی الا ما اخذت منه، وھو لا یعلم قال "خذی ما یکفیك وولدك بالمعروف" اھ ملخصاً۔

(کتاب الحظر والاباحة فصل فی البیع ج ۶ ص ۴۰۹)

(۳) فتویٰ حکم شرع ہے خواہ وہ بریلی شریف سے لیا جائے یا کسی دوسرے اہل سنت و جماعت کے دارالافتا سے اگر وہ کتاب اللہ، سنت رسول، اجماع، قیاس اور فقہائے کرام کے اقوال کی روشنی میں ہے تو اس پر عمل کرنا واجب وضروری ہے۔ اگر مستفتی نے کوئی فتویٰ بلاوجہ کسی پر الزام لگا کر واقعہ کے خلاف حاصل کرلیا تو وہ سخت غلطی پر ہے اور ایذائے مسلم کے باعث گنہگار ہے توبہ کرے اور مولانا موصوف سے معافی مانگے حدیث شریف میں ہے۔ "مَنْ اذی مسلما فقد اذانی وَمَنْ اذانی فقد اذی اللہ رواہ الطبرانی"

(کنز العمال ج ۱۶ ص ۱۰) واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہٗ: محمد آصف ملک علیمی
۲۸ ر رجب المرجب ۱۴۳۰ھ

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

کعبہ کا غلاف کالا کیوں ہے؟ کعبہ کے اندر کیا چیز ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین درج ذیل مسائل کے بارے میں کہ

(۱) خانہ کعبہ کا غلاف کالا ہی کیوں ہے؟

(۲) خانہ کعبہ کے اندر کیا چیز موجود ہے۔ المستفتی: عبدالرشید قادری برکاتی نوری بھوپال

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب (۱) خانہ کعبہ کے غلاف کے کالا ہونے کے وجہ یہ ہے کہ تجلی ذات باری تعالیٰ کا رنگ خالص سیاہ ہے۔ اسی مناسبت سے خانہ کعبہ کا غلاف کالا ہے۔

فتاویٰ رضویہ میں ہے: "صوفیہ کرام فرماتے ہیں: تجلی ذات بحت کا رنگ خالص سیاہ ہوتا ہے۔"

(کتاب السیر ص ۲۱۰ ج ۶) واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) اللہ کی رحمت۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہٗ: محمد صابر عالم قادری — الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی

۱۸ر شعبان ۱۴۲۸ھ — الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

بچپن کی بیعت کافی ہے یا نہیں؟ کیا دوبارہ بیعت ضروری ہے؟

اور کیا بالغ ہونے پر دوسرے پیر سے مرید ہو سکتا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں

زید بچپن ہی میں ایک سنی صحیح العقیدہ پیر سے بیعت ہو چکا تھا لیکن زید جب اس وقت عاقل وبالغ ہے کہتا ہے کہ لوگ اس پیر صاحب سے بیعت ہو رہے تھے۔ اس لیے میں بھی ان لوگوں کو دیکھ کر بیعت ہو گیا تھا لیکن مجھے یہ یاد نہیں کہ میں اس وقت حد بلوغ کو پہنچا تھا کہ نہیں ساتھ ہی مجھ سے کچھ ایسے افعال بھی صادر ہوئے جو شرعاً ناجائز ہیں، لہٰذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کی وہ بیعت جو بچپن میں ہوئی تھی کافی ہے کہ نہیں؟ اگر وہ بیعت کافی نہ ہو تو کیا دوبارہ اس پیر سے مرید ہونا ضروری ہے؟ کیا کسی دوسرے پیر سے بھی مرید ہو سکتا ہے؟

بینوا بالکتاب توجروا یوم الحساب۔ المستفتی: محمد جمال الدین سبحانی

خادم دار العلوم حنفیہ قادریہ لوہا منڈی پل چھنگا مودی قبرستان، آگرہ، یوپی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب پیری کے لیے چار شرطیں ہیں (۱) سنی صحیح العقیدہ ہو (۲) اتنا علم رکھتا ہو کہ اپنی ضروریات کے مسائل کتابوں سے نکال سکے (۳) فاسق معلن نہ ہو (۴) اس کا سلسلہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک متصل ہو، اگر وہ پیران تمام شرائط کا جامع تھا اور زید اس سے مرید ہو چکا تو وہ بیعت زید کے لیے کافی ہے اگرچہ وہ وقت بیعت بالغ نہ تھا۔ اب کسی دوسرے پیر سے بیعت نہیں ہوسکتا کہ بلا وجہ شرعی تبدیلی بیعت ممنوع ہے۔ البتہ زید اگر اپنے پیر سے بہت دور ہے اور کوئی دوسرا پیر اسی سلسلہ کا ہے تو زید اپنے پیر سے انحراف کیے بغیر دوسرے پیر سے تجدید بیعت کر سکتا ہے لیکن اس سے جو فیض ملے وہ اپنے پیر ہی کا تصور کرے۔

فتاوی رضویہ مترجم میں ہے "پیر میں چار شرطیں لازم ہیں اول سنی صحیح العقیدہ مطابق عقائد علماء حرمین شریفین ہو، دوسرے اتنا علم رکھتا ہو کہ اپنی ضرورت کے مسائل کتاب سے خود نکال سکے، تیسرے فاسق معلن نہ ہو، چوتھے اس کا سلسلہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک متصل ہو"۔ اھ (ص ۵۸۸ ج ۲۶) نیز اسی میں ہے "جو شخص کسی شیخ جامع شرائط کے ہاتھ پر بیعت ہو چکا ہو تو دوسرے کے ہاتھ پر بیعت نہ چاہیے، اکابر طریقت فرماتے ہیں "لا یفلح مرید بین شیخین" یعنی جو مرید دو پیروں کے درمیان مشترک ہو وہ کامیاب نہیں ہوتا، دوسرے جامع شرائط سے طلب فیض میں حرج نہیں اگرچہ وہ کسی سلسلہ صریحہ کا ہو اور اس سے جو فیض حاصل ہو اسے بھی اپنے شیخ ہی کا فیض جانے" اھ ملخصاً (ص ۵۷۹ ج ۲۶)

نیز اعلیٰ حضرت تحریر فرماتے ہیں "تبدیل بیعت بلا وجہ ممنوع ہے اور تجدید جائز بلکہ مستحب ہے اور جو سلسلہ عالیہ قادریہ میں نہ ہو اور اپنے شیخ سے بغیر انحراف کیے اس سلسلہ عالیہ میں بیعت کرے وہ تبدیل بیعت نہیں بلکہ تجدید ہے کہ جمع سلاسل اسی سلسلۂ عالیہ کی طرف راجع ہیں" اھ (احکام شریعت ص ۱۵۰ ج ۲) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — **کتبہٗ:** محمد سفیر الحق رضوی نظامی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۷ رصفر المظفر ۱۴۳۲ھ

بزرگوں کے اقوال میں ہے کہ ہر نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھنے والا جنتی ہے تو کیا ایسا شخص جنتی ہونے کا دعویٰ کر سکتا ہے؟

مسئلہ میں نے بزرگان دین کے اقوال میں پڑھا ہے کہ جو شخص ہر فرض نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھے گا۔ اسے پروردگار عالم جنت میں جگہ دے گا۔ میرا یقین کامل ہے کہ مولیٰ کا کلام بزرگان دین کے اقوال سچے ہیں۔ میں آیت الکرسی پڑھتا ہوں۔ کیا میں لوگوں کے سامنے اپنے جنتی ہونے کا دعویٰ کے ساتھ اظہار

خیال کرسکتا ہوں؟ کیا خود کو جنتی کہنا جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نبی بخش امجدی بچپن خرادی محلہ پالی مارواڑ، راجستھان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بے شک مولی کا کلام اور بزرگان دین کے اقوال حق اور سچے ہیں، مگر کسی شخص معین کو جنتی نہیں کہا جاسکتا اور نہ وہ اپنے جنتی ہونے کا دعوی کرسکتا ہے۔ اس لیے کہ جنتی ہونا اور جنتی کہنا یہ حکم اخروی سے ہے اور اس کا دارومدار خاتمہ بالایمان پر ہے اور کسی شخص کو خاتمہ کا حال معلوم نہیں۔

لہٰذا صرف انہیں لوگوں کو بالیقین جنتی کہا جاسکتا ہے جن کے جنتی ہونے کی بشارت آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے دی۔ البتہ اتنا کہا جاسکتا ہے کہ ہر مومن سنی صحیح العقیدہ جنتی ہے اور کفار و مشرکین جہنمی ہیں۔ جیسا کہ شرح عقائد نسفی ص ۱۶۳ میں ہے:

"ونشهد بالجنة للعشرة الذى بشرهم النبى صلى الله عليه وسلم ولفاطمة والحسن والحسين لما ورد فى الحديث الصحيح، ولا نشهد بالجنة والنار لاحد بعينه، بل نشهد بأن المؤمنين من أهل الجنة والكافرين من أهل النار"

البتہ ہر مسلمان کو رب کی رحمت سے یہی امید کرنی چاہیے کہ وہ ایمان پر خاتمہ فرمائے گا اور جنت میں جگہ عطا فرمائے گا اور یہی ہر وقت دعا بھی کرنی چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی　　　کتبہ: محمد شاہ عالم قادری جونپوری

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی　　　۱۱ر صفر المظفر ۱۴۲۴ھ

تابوت سکینہ کیا ہے؟

مسئلہ تابوت سکینہ کسے کہتے ہیں؟ بینوا توجروا۔　　　المستفتی: منظر علی، محمد طارق اڑیسہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب یہ تابوت شمشاد کی لکڑی کا ایک صندوق تھا جو حضرت آدم علیہ السلام پر نازل ہوا تھا یہ آپ کی آخری زندگی تک آپ کے پاس ہی رہا پھر بطور میراث یکے بعد دیگرے آپ کی اولاد کو ملتا رہا یہاں تک کہ یہ تابوت حضرت یعقوب علیہ السلام کو ملا تو آپ اس میں تورات شریف اور اپنا خاص سامان رکھتے تھے۔ اس مقدس صندوق میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور ان کی مقدس جوتیاں اور حضرت ہارون علیہ السلام کا عمامہ، حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی، توراۃ کی تختیوں کے چند ٹکڑے کچھ من وسلویٰ اس کے علاوہ

حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی صورتوں کے حلیے وغیرہ سب سامان تھے۔
قرآن شریف سورۃ البقرۃ میں ہے: "وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ آيَةَ مُلْكِهٖ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ فِيْهِ سَكِيْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَاٰلُ هٰرُوْنَ تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ" اھ یعنی اور ان سے ان کے نبی نے فرمایا اس کی بادشاہی کی نشانی یہ ہے کہ آئے تمہارے پاس تابوت جس میں تمہارے رب کی طرف سے دلوں کا چین ہے اور کچھ بچی ہوئی چیزیں ہیں معزز موسیٰ اور معزز ہارون کے ترکہ کی اٹھاتے لائیں گے اسے فرشتے۔ (آیت ۲۴۸ ع ۱۶)

اس آیت کریمہ کے تحت تفسیر خازن ج ۱ ص ۱۸۱ میں ہے:

"وكانت قصة التابوت على ماذكره علماء السير والاخبار ان الله تعالىٰ انزل على آدم عليه السلام تابوتاً فيه صور الانبياء عليهم السلام وكان التابوت من خشب الشمشاد طوله ثلاثة أذرع فى عرض ذراعين فكان عند آدم ثم صار الى شيث ثم توراثه اولاد آدم الى ان بلغ ابراهيم عليه السلام ثم كان عند اسماعيل لانه كان اكبر اولاده ثم صار الى يعقوب ثم كان فى بنى اسرائيل الى ان وصل الى موسىٰ عليه السلام فكان يضع فيه التوراة ومتاعا من متاعه" اھ والله تعالىٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — کتبہ: محمد نیاز برکاتی مصباحی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۹ ربیع الاول ۱۴۲۴ھ

حضرت حوا کی طرف نسبت کرتے ہوئے حضرت آدم ابوالبشر ہیں یا نہیں؟

مسئلہ حضرت آدم علیہ السلام کو ابوالبشر کہا جاتا ہے حضرت حوا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شوہر ہیں حضرت آدم علیہ السلام تو حضرت حوا کے سلسلے میں ابوالبشر کیسے تصور کریں؟ بینوا توجروا۔

المستفتی: منظر علی، محمد طارق اڑیسہ

بسم الله الرحمٰن الرحيم

الجواب جو لوگ حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کی نسل سے ہیں انہیں کی طرف نسبت کر کے آپ کو ابوالبشر کہا جاتا ہے اور حضرت حوا رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کی نسل سے نہیں بلکہ وہ حضرت آدم کی بائیں پسلی سے پیدا کی گئیں۔ قرآن شریف سورۂ نساء میں ہے: "يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً" اھ یعنی اے لوگو اپنے رب سے ڈرو

جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی میں سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت مرد و عورت پھیلا دیے۔ (آیت ۱ ع ۱۲)

آئندہ سائل اس طرح کے سوال سے باز رہے جس کی نہ تو کوئی ضرورت ہو اور نہ ہی اس کا تعلق حلال و حرام سے ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی　　**کتبہٗ:** محمد نیاز برکاتی مصباحی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی　　۲۱ ربیع الغوث ۱۴۲۴ھ

رَبَّیٰنِیْ صَغِیْرًا کا ترجمہ "چھوٹے رب" کرنا صحیح ہے یا نہیں؟

مسئلہ زید جو اپنے آپ کو مفتی کہتا اور لکھتا ہے اس نے دوران تقریر آیت کریمہ۔ "کما ربّیٰنی صغیرا" کا ترجمہ یوں کیا کہ "تمہارے لیے چھوٹے رب ہیں" کیا یہ ترجمہ صحیح ہے؟ اگر نہیں تو زید پر حکم شرع کیا ہے؟ بینوا توجروا　　**المستفتی:** قاری اخلاق احمد نظامی، دار العلوم فیضان رضا بجیت نگر، نئی دہلی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب رب کا اطلاق بغیر اضافت واحد حقیقی کے علاوہ دوسرے کے لیے جائز نہیں۔ جیسا کہ بیضاوی "سورہ فاتحہ کی تفسیر" میں ہے "الرب فی الاصل بمعنی التربیۃ ولا یطلق علی غیرہ تعالیٰ الا مقیدا کقولہ تعالیٰ ارجع الی ربک" اھ (ص ۶)

لہٰذا زید کا یہ جملہ کہ "تمہارے والدین تمہارے لیے چھوٹے رب ہیں" گو کہ اس میں اضافت ہے جس کے باعث اس پر کچھ الزام نہیں لیکن ایسے جملوں کے استعمال سے اجتناب چاہیے جس سے قوم میں انتشار پیدا ہو۔

البتہ زید کا آیت کریمہ "وقل رب ارحمھما کما ربّیٰنی صغیرا" (پ ۱۵، سورہ الاسراء آیت ۲۴) کا یہ ترجمہ کرنا "تمہارے والدین تمہارے لیے چھوٹے رب ہیں" غلط ہے اس کا صحیح ترجمہ ہے "اور دعا کرو کہ اے میرے پروردگار تو ان دونوں (والدین) پر رحم فرما جیسا انہوں نے بچپنے میں مجھے (شفقت و رحمت سے) پالا۔ لہٰذا زید پر لازم ہے کہ قرآن کا ترجمہ یا اس کی تشریح اپنی رائے سے نہ کرے علماء نے کسی بھی آیت کا جو ترجمہ یا تشریح کی ہے صرف اسی کے بیان پر اکتفا کرے ساتھ ہی اس پر واجب ہے کہ اپنے اس غلط ترجمے یا تشریح سے توبہ و رجوع کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی　　**کتبہٗ:** محمد غلام نبی نظامی علیمی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی　　۲۵ ربیع الغوث ۱۴۲۶ھ

کیا "حبُّ الوطن من الایمان" حدیث ہے؟

مسئلہ کیا "حب الوطن من الایمان" حدیث شریف سے ثابت ہے ایک آدمی نے ترک وطن کے تعلق سے کہا کہ ترک وطن نہیں، کیونکہ حدیث شریف میں "حب الوطن من الایمان" بینوا توجروا۔

المستفتی: حافظ اختر حسین مدرس مدرسہ نور العلوم، دھکد ھی نیپال

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اسی طرح کے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر فرماتے ہیں کہ: "حب الوطن من الایمان" نہ حدیث سے ثابت نہ ہرگز ان کے یہ معنی، امام بدرالدین زرکشی نے اپنے جزء اور امام شمس الدین محمد سخاوی نے مقاصد حسنہ میں اور امام خاتم الحفاظ جلال الدین سیوطی نے "الدرر المنتشرۃ" میں بالاتفاق اس روایت کو فرمایا لم اقف علیہ"

امام سخاوی نے اس کی اصل ایک اعرابی بدوی اور حکیمان ہند کے کلام میں بتائی کما یظھر بالرجوع الیہ"

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں اپنے ان بندوں کی کمال مدح فرمائی جو اللہ ورسول جل وعلا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت میں اپنا وطن چھوڑیں، یار و دیار سے منہ موڑیں، اوران کی سخت مذمت فرمائی جو حب وطن لیے بیٹھے رہے اور اللہ ورسول کی خاطر مہاجر نہ ہوئے۔

قال اللہ تعالیٰ: اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓىٕكَةُ ظَالِمِیْۤ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِیْمَ كُنْتُمْ ؕ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِیْنَ فِی الْاَرْضِ ؕ قَالُوْۤا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِیْهَا ؕ فَاُولٰٓىٕكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَسَآءَتْ مَصِیْرًاۙ اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِیْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ حِیْلَةً وَّلَا یَهْتَدُوْنَ سَبِیْلًاۙ فَاُولٰٓىٕكَ عَسَى اللّٰهُ اَنْ یَّعْفُوَ عَنْهُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا غَفُوْرًا وَمَنْ یُّهَاجِرْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ یَجِدْ فِی الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِیْرًا وَّسَعَةً ؕ وَمَنْ یَّخْرُجْ مِنْۢ بَیْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ یُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا

بیشک ملائکہ جن کی جان نکالتے ہیں اس حال میں کہ وہ اپنی جانوں پر ظلم کررہے تھے، فرشتے کہتے ہیں تم کاہے میں تھے، کہتے ہیں ہم اس بستی میں کمزور دبائے ہوئے تھے فرشتے کہتے ہیں کیا اللہ کی زمین (مدینہ طیبہ) گنجائش والی نہ تھی کہ تم وطن چھوڑ کر اس میں جارہتے ان کا ٹھکانہ جہنم ہے اور کیا ہی بری پلٹنے کی جگہ مگر

کمزور عورتیں اور بچے جنھیں کچھ بنائے نہ بنی نہ راہ ملی قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں معاف فرمائے اللہ معاف فرمانے والا بخشنے والا ہے۔اور جو اللہ کی راہ میں گھر بار چھوڑ کر نکلے گا وہ زمین میں بہت جگہ اور گنجائش پائے گا اور جو اپنے گھر سے نکلا اللہ ورسول کی طرف ہجرت کرتا پھر اسے موت نے آلیا تو اس کا ثواب اللہ کے ذمہ پر ہوگیا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔(سورۃ النساء، آیت ۹۷ تا ۱۰۰)

وہ وطن جس کی محبت ایمان سے ہے وطن اصلی ہے جہاں سے آدمی آیا اور جہاں جانا ہے دنیا تو مسافر خانہ ہے: کن فی الدنیا کانك غریب او عابر سبیل حسبنا اللہ ونعم الوکیل"

(فتاوی رضویہ ج ۶، ص ۲۰۴) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — کتبہ: شمس الدین احمد علیمی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۲۵ رمحرم الحرام ۱۴۲۵ھ

حضرت خضر علیہ السلام حیات ظاہری کے ساتھ زندہ ہیں؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت اس مسئلہ میں:

حضرت خضر علیہ السلام حیات ظاہری کے ساتھ زندہ ہیں یا روحانی طور پر؟ اگر جسم ظاہری کے ساتھ زندہ ہیں تو ان کے نام جیسا کہ لوگ بھادوں میں جمعہ کے روز کشتی بناتے ہیں، حلوہ پکاتے ہیں فاتحہ دلاتے ہیں۔ فاتحہ دلانا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

المستفتی: محمد ابراہیم قادری، خادم مدرسہ عربیہ سراج العلوم، بھدا ول بازار، بستی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب حضرت خضر علیہ الصلاۃ والسلام کے بارے میں تمام صوفیائے کرام وجماہیر علما کا موقف یہ ہے کہ وہ حیات ظاہری جسمانی کے ساتھ زندہ ہیں یعنی ابھی تک ان کی وفات نہ ہوئی۔

تفسیر روح البیان میں ہے:

"فی التفسیر البغوی: اربعۃ من الانبیاء احیاء الی یوم البعث۔ اثنان فی الارض و ھما الخضر و الیاس علیھما السلام و اثنان فی السماء ادریس و عیسی علیھما السلام۔ اھ" ملخصا (ص ۲۶۸، ج ۵، تفسیر سورۂ کہف آیت ۶۵)

تفسیر روح المعانی میں ہے:

"ذھب جمھور العلماء الی انہ حی موجود بین اظھرنا و ذلك متفق علیہ عند

الصوفية قدست اسرارهم قاله النووی و نقل عن الثعلبی المفسر ان الخضر نبی معمر علی جمیع الاقوال محجوب عن ابصار اکثر الرجال، و قال ابن الصلاح ہو حی الیوم عند جماہیر العلماء و العامۃ معہم فی ذلک. اھ (ص ۲۶۴، ج ۹، سورہ کہف آیت ۶۵)

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: ''انبیاء علیہم السلام سب بحیات حقیقی و دنیاوی جسمانی زندہ ہیں۔ ہاں بایں معنی کہ اب تک لحوق موت اصلاً نہ ہوا چار نبی زندہ ہیں عیسیٰ و ادریس علیہما الصلاۃ والسلام آسمان پر اور الیاس و خضر علیہما الصلاۃ والسلام زمین میں۔'' اھ (فتاویٰ رضویہ، ص ۴۵، ج ۱۱)

ان کے نام سے فاتحہ دلوانا جائز و درست ہے کہ ایصال ثواب مردوں کے ساتھ خاص نہیں زندوں کے لئے بھی ہوسکتا ہے۔ ردالمحتار ''کتاب الصلاۃ'' میں ہے: ''من صام او صلی او تصدق و جعل ثوابہ لغیرہ من الاموات و الاحیاء جاز و یصل ثوابہا الیہم عند اہل السنۃ و الجماعۃ کذا فی البدائع'' اھ (ص ۲۴۳، ج ۲) البتہ بعض جگہ جو یہ رواج ہے کہ کشتی بناتے ہیں اور عورتیں دریا پر لے جا کر فاتحہ دلاتی ہیں اور بعد فاتحہ کشتی میں چراغ و حلوہ وغیرہ رکھ کر دریا میں ڈال دیتی ہیں یہ جاہلانہ رسم و رواج ہے جو ناجائز ہے کہ یہ بدعت بھی ہے اور تضییع مال بھی ہے اس سے توبہ کریں اور آئندہ ایسا نہ کریں۔ اپنے گھر میں رہ کر فاتحہ و ایصال ثواب کر کے تقسیم کر دیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — **کتبہ:** فیض محمد قادری مصباحی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — یکم ذی قعدہ ۱۴۲۶ھ

کیا مکہ مدینہ میں قیامت نہیں آئے گی؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و ملت اس مسئلہ میں:

مدینہ شریف اور کعبہ شریف میں قیامت آئے گی یا نہیں؟ ہمارے یہاں مسجد کے پیش امام نے بتایا کہ ان جگہوں میں قیامت نہیں آئے گی قرآن و حدیث کی روشنی میں تحریر فرمائیں؟

المستفتی: محمد رضی خان ٹلہری محلہ نظر پور قصبہ ٹلہر ضلع شاہجہانپور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب پوری روئے زمین پر قیامت آئے گی اس میں مدینہ شریف اور کعبہ شریف کی کوئی تخصیص نہیں۔ ارشاد باری ہے: ''كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۝ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ۝'' یعنی زمین پر جتنے ہیں سب کو فنا ہے اور باقی ہے تمہارے رب کی ذات عظمت اور بزرگی والا۔'' اھ (پ ۲۷ سورہ رحمٰن آیت ۲۶، ۲۷)

فتاوی حدیثیہ میں ہے: کل الحیوانات یموتون و کذلک سائر العالم لقولہ تعالی (کُلُّ مَنۡ عَلَیۡہَا فَانٍ) مع قولہ (کُلُّ شَیۡءٍ ہَالِکٌ اِلَّا وَجۡہَہٗ) اھ (ص ۱۲۲)

ہاں مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں دجال لعین کا داخلہ ممنوع ہوگا وہ پوری روئے زمین کا دورہ کرے گا مگر حرمین طیبین زادھما اللہ تعالی شرفا و تکریما میں نہ جا سکے گا۔

بہار شریعت میں ہے: "دجال کا ظاہر ہونا کہ چالیس دن میں حرمین طیبین کے سوا تمام روئے زمین کا گشت کرے گا چالیس دن میں پہلا دن سال بھر کے برابر ہوگا اور دوسرا دن مہینے بھر کے برابر اور تیسرا ہفتہ کے برابر اور باقی دن چوبیس گھنٹے کے ہوں گے اور وہ بہت تیزی کے ساتھ سیر کرے گا جیسے بادل جس کو ہوا اڑاتی ہو اس کا فتنہ بہت شدید ہوگا ایک باغ اور ایک آگ اس کے ہمراہ ہوں گی جن کا نام جنت و دوزخ رکھے گا جہاں جائے گا یہ بھی جائے گی مگر وہ جو دیکھنے میں جنت معلوم ہوگی وہ حقیقتاً آگ ہوگی اور جو جہنم دکھائی دے گا وہ آرام کی جگہ ہوگی اور وہ خدائی کا دعوی کرے گا جو اس پر ایمان لائے گا اسے اپنی جنت میں ڈالے گا اور جو انکار کرے گا اسے جہنم میں داخل کرے گا۔ (مشکوۃ ص: ۴۷۳ و مسلم، ج: ۲، ص: ۴۰۱) مردے جلائے گا زمین کو حکم دے گا وہ سبزے اگائے گی آسمان سے پانی برسائے گا اور ان لوگوں کے جانور لمبے چوڑے خوب تیار اور دودھ والے ہو جائیں گے اور ویرانے میں جائے گا تو وہاں کے دفینے شہد کی مکھیوں کی طرح دل کے دل اس کے ہمراہ ہو جائیں گے اسی قسم کے بہت سے شعبدے دکھائے گا اور حقیقت میں یہ سب جادو کے کرشمے ہوں گے اور شیاطین کے تماشے جن کو واقعیت سے کچھ تعلق نہیں اسی لئے اس کے وہاں سے جاتے ہی لوگوں کے پاس کچھ نہ رہے گا حرمین شریفین میں جب جانا چاہے گا ملائکہ اس کا منہ پھیر دیں گے۔ (مشکوۃ ص ۴۷۵) البتہ مدینہ طیبہ میں تین زلزلے آئیں گے (مسلم ج ۲ ص ۴۰۵) کہ وہاں جو لوگ بظاہر مسلمان بنے ہوں گے اور دل میں کافر ہوں گے اور وہ خود علم الٰہی میں دجال پر ایمان لا کر کافر ہونے والے ہیں ان زلزلوں کے خوف سے شہر سے باہر بھاگیں گے اور اس کے فتنے میں مبتلا ہوں گے دجال کے ساتھ یہودی فوجیں ہوں گی اس کی پیشانی پر لکھا ہوگا ک ف ر یعنی کافر (مشکوۃ ص ۴۷۵) جس کو ہر مسلمان پڑھے گا اور کافر کو نظر نہ آئے گا جب وہ ساری دنیا میں پھر پھرا کر ملک شام کو جائے گا اس وقت حضرت مسیح علیہ السلام آسمان سے جامع مسجد دمشق کے شرقی مینارہ پر نزول فرمائیں گے صبح کا وقت ہوگا نماز فجر کے لئے اقامت ہو چکی ہوگی حضرت امام مہدی کو کہ اس جماعت میں موجود ہوں گے امامت کا حکم دیں گے۔ حضرت امام مہدی رضی اللہ تعالی عنہ نماز پڑھائیں گے وہ لعین دجال حضرت عیسی علیہ السلام کی سانس کی خوشبو سے پگھلنا شروع ہوگا جیسے پانی میں نمک گھلتا ہے اور ان کی سانس کی خوشبو حد بصر تک پہنچے گی وہ بھاگے گا یہ تعاقب فرمائیں گے اور اس کی پیٹھ میں نیزہ ماریں گے اس سے وہ جہنم واصل

ہوگا (مشکوۃ ص ۴۳۷ وابن ماجہ ص ۲۹۹) اھ (ج اول ص ۲۹، ۳۰) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — **کتبہ:** محمد ابراہیم مصباحی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۱۸ر جمادی الآخر ۱۴۳۲ھ

الملفوظ کی ایک عبارت پر اعتراض کا جواب

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت اس مسئلہ میں:

زید ایک غیر مقلد وہابی ہے، وہ اہل سنت سے کہتا ہے کہ تمہارے اعلیٰ حضرت بریلوی نے اپنے وصیت نامے میں لکھا ہے کہ ''اللہ تعالیٰ ضرور اپنے دین کی حمایت کے لئے کسی بندے کو کھڑا کردے گا مگر نہیں معلوم میرے بعد جو آئے کیسا ہو اور تمہیں کیا بتائے؟ وضاحت طلب امر یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے دین کی حمایت کے لئے کسی کو کھڑا کرے گا تو اس کے متعلق یہ کہنے کی گنجائش ہی کہاں رہ جاتی ہے کہ ''نہیں معلوم وہ کیسا ہو اور کیا بتائے؟'' یہ کہنا تو اللہ تعالیٰ کے کئے ہوئے کام پر نہ صرف شک بلکہ اللہ کی ذات سے بے اعتمادی ظاہر کرنا ہے۔ زید کے اس سوال کا مکمل سنجیدگی کے ساتھ ایسا معقول و مدلل جواب عنایت فرمائیں کہ وہ مطمئن ہو جائے اور پھر کبھی اس سوال کے دہرانے یا کسی کے سامنے پیش کرنے کی جرأت ہی نہ ہو۔

نوٹ: طعن وتشنیع اور الزامی جواب سے ہر ممکن اجتناب کیا جائے۔

المستفتی: محمد عبد الرشید قادری خادم مرأۃ الدعوۃ اسلامیہ، پیلی بھیت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے اس قول ''نہیں معلوم میرے بعد جو آئے کیسا ہو اور تمہیں کیا بتائے؟'' سے کسی قسم کے شک کا اظہار نہیں ہوتا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جس بندے کو اپنے دین کی حمایت کے لئے کھڑا کرے گا وہ تو یقینا حامی سنت وماحی بدعت ہوگا، لیکن میرے بعد جو آئے گا نہیں معلوم کہ وہ کیسا ہو یعنی اللہ عزوجل نے اس کو اپنے دین کی حمایت کے لئے بھیجا ہو یا نہ بھیجا ہو، اور یہ سوائے خدا کے کسے معلوم ہو سکتا ہے اس لئے بندہ تو یہی کہے گا کہ ''نہیں معلوم'' اگر اسے اللہ تعالیٰ نے دین کی حمایت کے لئے نہ بھیجا ہو تو وہ تمہیں کچھ بھی الٹا، سیدھا بتا سکتا ہے، ہاں مجھے اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کی حمایت کے لئے بھیجا تو میں نے اس کے لئے پوری زندگی صرف کردی، خوب تجدید واحیائے دین کیا جس کا اعتراف سوائے بدباطن وہابیہ، دیابنہ اور مرتدین کے سارے عالم اسلام کو ہے۔ اس لئے تم لوگ میری کتابوں سے استفادہ کرنا، اور اس پر جمے رہنا کہ ان میں ناموس رسالت کا تحفظ ہے، گستاخان رسول مثل دیابنہ ووہابیہ وغیرہما کا مدلل رد ہے جس پر

آگاہ ہو کر بھی کوئی ان گستاخوں کے دام تزویر میں نہیں آسکتا، صاحب عقل پر یہ مفہوم بخوبی منکشف ہے۔ اس سے خدا کی ذات سے بے اعتمادی تو کجا کسی قسم کے شک کا شائبہ بھی نہیں ہوتا۔ ولکن الوھابیة قوم لا یعقلون۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — کتبہ: غلام احمد رضا قادری

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۱۷ر محرم الحرام ۱۴۲۸ھ

کیا یزید کی خلافت پر اجماع تھا؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت اس مسئلہ میں:

یزید کے بارے میں تاریخ الخلفاء میں یہ ہے کہ اس کی خلافت پر لوگوں کا اجماع تھا تو کیا صحیح ہے تحقیق فرما کر جواب عنایت فرمائیں؟ المستفتی: مولانا فاروق احمد و مولانا تاج محمد صاحبان بکورہ گونڈہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب یزید کی بیعت پر اجماع نہ ہوا تھا ہاں اہل شام کا اتفاق تھا اسی کو علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اجماع کے لفظ سے تعبیر فرمادیا ہے یا پھر اکثر کے اتفاق کی وجہ سے اس پر اجماع کا اطلاق ہوا پھر ان میں زیادہ تر اخیار نے یزید کے شر سے بچنے کے لئے اتفاق کیا ورنہ یہ بھی نہ ہوتا خود علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے صراحت فرمائی ہے کہ حضرت امام حسین اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس کی بیعت سے انکار فرمادیا تھا پھر اجماع کہاں ہوا۔

جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد یزید تخت نشین ہوا تو اس نے ہر طرف اپنی بیعت کے لئے خطوط اور حکم نامے روانہ کئے حتی کہ مدینہ منورہ کے گورنر ولید کے پاس ایک خط بھیجا اور اس میں لکھا کہ ہر خاص وعام سے میری بیعت لو اور خاص طور سے حسین بن علی اور عبداللہ بن زبیر وغیرہ سے پہلے بیعت لو تو ولید نے ان حضرات کے پاس بلاوا بھیجا یہ حضرات تشریف لائے ولید نے امام حسین رضی اللہ عنہ سے یزید کی بیعت کے بارے میں کہا تو آپ اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے اس کی بیعت سے انکار کر دیا جیسا کہ تاریخ الخلفا میں ہے: "فلما مات معاوية بايعه أهل الشام ثم بعث إلى أهل المدينة من يأخذ له البيعة. فأبى الحسين وابن الزبير أن يبايعاه" اھ (ص ۲۰۶)

لہٰذا اس سے صاف ظاہر ہے کہ یزید کی خلافت پر اجماع نہیں تھا اگر اجماع ہوتا تو یہ حضرات کیوں اس کی بیعت سے انکار کر دیتے بلکہ حق یہ ہے کہ ان حضرات کے انکار کے ساتھ اجماع کا تحقق ہو ہی نہیں سکتا

اور جو یہ عبارت تاریخ الخلفاء ص ۲۰۷ میں مذکور ہے: "فلما رھقه السلاح عرض علیھم الاستسلام والرجوع والمضی إلی یزید فیضع یدہ فی یدہ" اھ یعنی جب ان کو ہتھیاروں نے گھیر لیا تو امام نے ان سے صلح اور وہاں سے واپس ہونے اور یزید کے پاس جانے کی پیشکش کی تاکہ اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ پر دیدیں یہ روایت من گھڑت اور کذب ہے کہ یہ بات اعدائے حسین نے لڑائی اور شہادت کے بعد فوراً یہ بات پھیل گئی تھی۔ بدایہ نہایہ جلد ثامن ص ۱۷۵ میں ہے کہ عقبہ بن سنان نے فرمایا کہ میں مکہ سے لے کر امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شہید ہونے تک ان کے ساتھ رہا قسم خدا کی آپ نے کسی جگہ بھی کوئی بات کہی میں نے سنی لیکن آپ نے کبھی بھی یہ نہیں کہا کہ ہم یزید کے پاس جائیں گے اور اپنا ہاتھ یزید کے ہاتھ میں دیدیں گے بلکہ اخیر وقت میں جب آپ سے قیس بن اشعث نے کہا کہ کیا حرج ہے آپ اپنے چچازاد بھائیوں کے فیصلے پر اتر آئیں آپ مطمئن رہیں گے وہ آپ کو ایذا نہیں دیں گے اور آپ ان کا کردار وہی پائیں گے جو آپ پسند کرتے ہیں اس کے جواب میں حضرت امام حسین ارشاد فرماتے ہیں تو خواہاں ہے کہ بنی ہاشم مسلم بن عقیل کے خون ناحق سے زائد ناحق خون کا بدلہ طلب کریں بخدا میں اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں ذلت و رسوائی کی طرح نہیں دے سکتا اور اس کی خلافت کا اقرار غلاموں کی طرح نہیں کر سکتا۔

لہٰذا اس سے بھی معلوم ہوا کہ یزید کی خلافت پر اجماع نہیں تھا ایسا ہی ماہنامہ اشرفیہ ماہ اپریل ۱۹۹۹ء ص ۱۰ مضمون شارح بخاری حضرت العلام مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمۃ والرضوان میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — کتبہٗ: محمد رئیس برکاتی مصباحی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۶ / ذی الحجہ ۱۴۲۷ھ

کیا روضۂ پاک پر حاضری کے وقت توسل واستمداد شرک ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت اس مسئلہ میں:

مدینہ منورہ میں روضۂ اطہر پر سلامی کے موقع پر سرکار عالی میں کوئی سوال بدعت ہی نہیں بلکہ شرک ہے۔ کیا اس بات سے ہمارے علما اتفاق کرتے ہیں؟ المستفتی: سید محمد اشفاق مقیم حال بمبئی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب مدینہ منورہ میں روضۂ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر حاضری نصیب ہونے پر سرکار عالی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں توسل کرنا، سوال کرنا، استمداد کرنا شرک و بدعت نہیں بلکہ اہل سنت و جماعت کے نزدیک یہ بلاشبہ جائز و مستحسن ہے کہ سرکار ابد قرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے اذن وعطا سے

مالک و مختار ہیں جسے جو چاہیں عطا فرمادیں۔ جو اس فعل کو بدعت یا شرک بتائے وہ وہابی بد دین شان اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں گستاخی کرنے والا ہے۔ خود صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد روضۂ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مختلف طریقے سے توسل و استعانت کیا کرتے تھے۔ ابن ابی شیبہ نے مالک الدار سے روایت کی۔

"قال اصاب الناس قحط فی زمن عمر بن الخطاب فجاء رجل الی قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ استسق لامتك فانهم قد هلكوا فاتی الرجل فی المنام فقيل له ايت عمر" اه (فتح الباری ج ۲، ص ۶۲۹ المواهب اللدنیة ج ۴، ص ۲۷۶) وفی البداية للحافظ ابن کثیر "فاتاه رسول الله صلی الله علیه وسلم فی المنام فقال: ايت عمر فاقرأه منی السلام و اخبرهم انهم مسقون و قل له عليك بالكيس الكيس فاتی الرجل فاخبر عمر فقال يارب ما آلوا الا ما عجزت عنه اه وهذا اسناد صحیح كذا قال الحافظ ابن کثیر فی البداية (ج ۷، ص ۶۸)

یعنی حضرت عمر بن خطاب کے زمانہ میں لوگ مبتلائے قحط ہوئے تو ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی امت کے لئے دعا کیجئے کیونکہ لوگ ہلاک ہو رہے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خواب میں اسے حکم دیا عمر کے پاس جاؤ ان سے میرا اسلام کہو اور ان سے بتلا دو کہ لوگ بارش سے سیراب کئے جائیں گے اور ان سے یہ بھی کہو کہ حزم و احتیاط کا دامن مضبوطی سے تھامے رہیں۔ وہ شخص عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں پہنچا اور انہیں یہ بات بتلائی تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا اے رب! میں اپنے مقدور بھر کوئی سستی و کوتاہی نہیں کرتا۔

مزید توثیق کے لئے ایک واقعہ اور ملاحظہ ہو جس کے متعلق حافظ عماد الدین ابن کثیر بیان فرماتے ہیں کہ مندرجہ ذیل واقعہ کئی علما نے بیان کیا ہے جس میں شیخ ابو منصور الصباغ اپنی کتاب "الحکایة المشهورة" میں لکھتے ہیں کہ عتبی نے کہا میں قبر انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس حاضر تھا کہ ایک اعرابی آیا اور اس نے عرض کیا۔ "السلام علیک یا رسول اللہ" پھر کہنے لگا آپ کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا "وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَ اسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا" (آیت ۶۴ سورہ نساء ۴) میں اس لئے حاضر ہوا ہوں کہ آپ کے توسل سے اپنے رب کی بارگاہ میں اپنے گناہوں سے استغفار کروں اور طلب شفاعت کروں۔ پھر وہ اعرابی یہ شعر پڑھنے لگا۔

یا خیر من دفنت بالقاع اعظمه
فطاب من طیبهن القاع و الاکم

نفسی الفداء لقبر انت ساکنه
فیہ العفاف و فیہ الجود و الکرم

یعنی اے ان تمام لوگوں میں بہتر جن کی ہڈیاں زمین میں مدفون ہوئیں تو ان کی خوشبو سے چٹیل میدان اور ٹیلے مہک اٹھے۔ میری جان اس قبر پر قربان جس میں آپ آرام فرما ہیں اسی قبر میں عفت بھی ہے اور جود و کرم بھی ہے۔ اس عرض مدعا کے بعد اعرابی واپس چلا گیا اور مجھے نیند آ گئی۔ میں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کی خواب ہی میں آپ نے مجھے حکم دیا۔ "الحق الاعرابی فبشرہ ان اللہ قد غفر لہ اھ" (تفسیر القرآن العظیم للحافظ عماد الدین ابن کثیر ج ۱، ص ۵۷۰) مذکورہ تصریحات سے یہ واضح ہو گیا کہ روضۂ اطہر پر حاضری کے وقت سرکار کی بارگاہ میں سوال کرنا شرک و بدعت نہیں جائز و مستحسن اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کی سنت بھی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — **کتبہٗ:** محمد ابوبکر مصباحی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۲۰ رذی الحجہ ۱۴۲۷ھ

کیا بندہ مجبور محض ہے اور ہر اچھا برا کام خدا کی مرضی سے ہوتا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت اس مسئلہ میں:

ہمارے یہاں ایک مسئلہ پیش آیا کہ ایک شخص کا یہ کہنا ہے کہ ہر کام ہر جاندار یا غیر جاندار کی حرکت اللہ کے حکم سے ہے اللہ کی مرضی کے بغیر کوئی کچھ نہیں کر سکتا اور کسی میں یہ قوت ہی نہیں، اچھا برا کام اللہ کے ارادہ کے بغیر ہوتا نہیں تو پھر اس میں گناہ اور ثواب کا کیا مطلب ہے۔ انسان جن فرشتہ وغیرہ کو اللہ نے پیدا کیا ہے تو سب کا مقدر لکھنے والا اللہ ہے اور اللہ کے حکم کے بغیر شیطان آدم کو کیسے بہکاتا اللہ نے اپنی قدرت سے آدم کو بنایا اور سجدہ کا حکم دیا تو فرشتہ ہو یا جن ابلیس وغیرہ سب کو سجدہ کا حکم دیا اور سب نے سجدہ کئے سوائے ابلیس کے ابلیس نے نہیں کیا تو اس کی کیا غلطی ہے کیوں کہ اس کے پاس کوئی قوت نہیں ہے کہ جو کچھ ہے اللہ کی قدرت سے ہو رہا ہے تو شیطان کو سجدہ کرنے کا ارادہ قوت دیتا تو وہ بھی سجدہ کرتا اگر اللہ چاہتا تو اسے بھی سجدہ کرنے کا ارادہ دیتا اور سجدہ کراتا جیسا کہ ملائکہ سے سجدہ کرایا یہ سب معاملہ اللہ کی قدرت کا اسی کی قوت سے ہے اس کے حکم اور ارادہ کے بغیر کوئی اپنی طرف سے ارادہ کر دے کوئی عمل کر دے یا انکار کر دے یہ کس کی مجال ہے: "لاحول و لاقوۃ إلا باللہ العلی العظیم. إِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ" ہر شئی پر اللہ کو قدرت حاصل ہے۔ "وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ" عزت دینا ذلت دینا اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ "و القدر خیرہ و شرہ من اللہ تعالیٰ" ہر خیر و شر اللہ کی جانب سے ہے اور ہدایت دینا گمراہ کرنا اللہ ہی کا کام ہے وغیرہ

ایسی باتیں کرتا ہے جن سے لوگوں کو گمراہ کرتا ہے لوگ یہ سب سن کر لا جواب ہوجاتے ہیں یہ شخص شاید جبریہ قدریہ عقیدہ کا ہوگا اس قسم کی باتوں کا جواب ہم سے ہوتا نہیں ہم سمجھا سمجھا کر تھک گئے ہیں مگر وہ مانتا نہیں اس کا بیان ہی کچھ ایسا ہے کہ لوگ اس کی باتوں کو تسلیم کر لیتے ہیں سب کچھ اللہ سے ہے اچھائی، برائی، اچھائی کرنے کا ارادہ اور قوت دیتا ہے تو اچھا کام ہوتا ہے ورنہ نہیں یہ سب کام اللہ کا ہے اللہ ہی قدرت والا مالک ہے اس قسم کے عقیدے والے کا جواب کیسے دیں؟ اس عقیدے کے لوگوں کے لئے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کون سی کتاب لکھی ہے اس کا نام کیا ہے کہاں ملتی ہے؟ معلوم کرائیں۔

المستفتی: خادم مسلک رضا درگاہ حضرت پیر مدار شاہ، محمد سرمد پاشا قادری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب شخص مذکور کے اقوال سے ظاہر ہے کہ وہ فرقۂ جبریہ کا اعتقاد رکھتا ہے کہ اس فرقۂ باطلہ کا یہی کہنا ہے کہ بندہ مجبور محض ہے جس طرح (رعشہ) کپکپی والے کے ہاتھ، پاؤں وغیرہ بے اختیار ہلتے ڈولتے ہیں حالانکہ رعشہ کا مریض ہلانا نہیں چاہتا اسی طریقے سے ہر بندہ مجبور محض ہے وہ اپنے اختیار سے کچھ نہیں کر سکتا جیسا کہ: حدوث الفتن وجہاد اعیان السنن میں ہے:

"قالوا: لا قدرة للعبد أصلا، لا مؤثرة ولا كاسبة، بل هو بمنزلة الجمادات فيما يوجد منها" اھ (ص ۳۹، ج۱)

اور اس کا یہ کہنا کہ "اللہ کی مرضی کے بغیر کوئی کچھ نہیں کر سکتا اور کسی میں یہ قوت ہی نہیں، اچھا برا کام اللہ کے ارادہ کے بغیر ہوتا نہیں" شریعت مطہرہ کے خلاف ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی مشیت و ارادہ کے بغیر بھی کام ہوتا ہے مثلاً کفر و معصیت وغیرہ برے افعال اللہ کی مرضی کے بغیر ہوتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

"وَلَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ" (سورہ زمر پارہ، ۲۳ آیت ۷)

اور شرح عقائد میں ہے:

"ان الارادة والمشية والتقدير يتعلق بالكل والرضاء والمحبة والامر لا يتعلق إلا بالحسن دون القبيح" اھ (ص ۶۷)

اور بندوں کی طرف افعال کی نسبت بطریق کسب ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ"

یعنی اس کا فائدہ ہے جو اچھا کمایا اور اس کا نقصان ہے جو برا کمایا (سورۂ بقرہ آیت ۲۸۶) دوسری جگہ ارشاد ہے: "فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ" یعنی تمہارے ہاتھوں کی کمائی سے ہے (سورہ، شوریٰ آیت ۳۰)

ان کے علاوہ اور بھی دوسری آیات کریمہ میں صراحۃ کسب کی نسبت بندوں کی طرف ہے اور اللہ عزوجل خالق ہے، چنانچہ قرآن حکیم میں ہے: "وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ" اللہ تمہارا بھی خالق ہے اور تمہارے اعمال کا بھی تو ان آیات کریمہ کا حاصل یہ ہوا کہ (۱) اللہ تعالیٰ کفر وشرک سے راضی نہیں (۲) بندہ مجبور محض نہیں بلکہ وہ اپنے افعال کا کسب کرتا ہے۔ (۳) اور جب وہ کسب کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا خلق فرمادیتا ہے اللہ تعالیٰ نے کسب شر سے منع فرمادیا ہے اور بندے کو اس کی طاقت بھی دیدی ہے اس لئے بندہ جب کسب شر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر اسے عذاب دے گا، لہٰذا ایسا شخص جو بندوں کو مجبور محض مانے وہ بددین اور گمراہ وگمراہ گر ہے اہل سنت وجماعت کے لوگوں پر واجب ہے کہ اس سے قطع تعلق کرلیں اس سے سلام وکلام نہ کریں اور اس سے دور رہیں۔ تحقیق وتفصیل کے لئے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان کا رسالہ مبارکہ تقدیر وتدبیر، مطالعہ کریں۔ واللہ تعالیٰ أعلم۔

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

کتبہ: محمد رئیس برکاتی مصباحی
۱۹ر ذی الحجہ ۱۴۲۷ھ

اپنے کو ہٹ دھرم کہنا کیسا ہے؟ یہ کہنا کہ "رضوی حضرات فاضل بریلوی سے اندھی عقیدت رکھتے ہیں اور غلوئے عقیدت میں اجماع امت اور سواد اعظم کے منکر ہوگئے"

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت اس مسئلہ میں:

زید نے دینی ومذہبی گفتگو کے دوران کہا کہ "ہٹ دھرمی کی جو بات ہے بیشک صد فی صد درست ہے ہم ہٹ دھرم تھے، ہیں اور قیامت تک رہیں گے کیونکہ ہمارا دھرم اسلام وسنت ہے اور اسلام وسنت پر ہٹ فرض ہے۔" زید نے مزید کہا "چونکہ یہ حضرات (رضوی) فاضل بریلوی سے اندھی عقیدت رکھتے ہیں اس لئے غلوئے عقیدت میں اجماع امت اور سواد اعظم سے منکر ہو بیٹھے ہیں۔" دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کی مندرجہ بالا گفتگو شرعا درست ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو زید پر شرعا کیا حکم عائد ہوتا ہے؟ آیا زید امامت وخطابت کے لائق ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

المستفتی: محمد عبدالرشید قادری سکول پپلی بھیت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب کسی مومن کی یہ شان نہیں کہ وہ اپنے آپ کو ہٹ دھرم کہے کیونکہ عرفاً ہٹ دھرم کا معنی ہے "نامنصف بے ایمان، احسان فراموش، ظالم" ان میں سے کوئی بھی معنی کسی مومن کی شان کے لائق نہیں اس لئے زید کی یہ گفتگو کہ "ہم ہٹ دھرم تھے، ہیں اور تا قیامت رہیں گے" ہرگز درست نہیں زید اس قول سے

رجوع کرے اور یہ کہے کہ وہ اسلام وسنت پر مضبوطی سے ثابت قدم تھا، ہے اور رہے گا، لغوی مفہوم کے لحاظ سے کوئی لفظ کوئی صحیح معنی رکھتا ہو لیکن عرفا اس کا مفہوم برا ہو تو اس کا اطلاق بیجا ہوگا یہاں ایسا ہی ہے۔

اور زید کا یہ کہنا کہ ”رضوی حضرات فاضل بریلوی سے اندھی عقیدت رکھتے ہیں اس لئے غلوئے عقیدت میں اجماع امت اور سواد اعظم سے منکر ہو بیٹھے ہیں“ صحیح نہیں یہ الزام تراشی ہے جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔ الحمد للہ دامن اعلیٰ حضرت سے وابستہ افراد رضوی، مصطفوی سب سواد اعظم میں شامل اور اجماع امت پر قائم ہیں، زید نے اپنے اس کلمہ کے ذریعہ رضوی حضرات کو اذیت پہنچائی ہے اور کسی سنی مسلمان کو بے اذن شرع تکلیف پہنچانا حرام ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں ”من اذی مسلما فقد اذانی و من اذانی فقد اذی اللہ“ یعنی جس نے کسی مسلمان کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ کو ایذا دی۔ (کنز العمال ص ۱۰ ج ۱۶) اسے سمجھایا جائے کہ کسی کی عداوت میں غیر منصفانہ بات نہیں بولنی چاہئے۔ ارشاد باری ہے ”ولا یجرمنکم شنان قوم علی الا تعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتقوی۔“ اھ (پ ۶ سورۂ مائدہ آیت ۸)

زید اس جھوٹی بات اور غلط الزام تراشی سے توبہ کرے جن لوگوں کا دل دکھایا ان سے معافی مانگے ورنہ اسے امامت وخطابت سے دور رکھا جائے کہ اس سے تقلیل جماعت ہوگی اور امت میں فتنہ وفساد پھیل سکتا ہے۔ خدائے پاک اسے ہدایت دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — کتبہٗ: محمد سغیر الحق رضوی نظامی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۱۷ر جمادی الاخری ۱۴۳۲ھ

انزل اور یسرا نام رکھنا کیسا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت اس مسئلہ میں:

آج کل لوگ اپنے لڑکے لڑکیوں کا نام قرآن پاک کے الفاظ مثلاً کسی کا نام انزل کسی کا نام یسرا رکھتے ہیں ایسے نام رکھنا کیسا ہے؟ المستفتی: محمد رضی خان رضوی تلہری قصبہ تلہر ضلع شاہجہاں پور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بچوں کا اچھا نام رکھنا چاہئے اور غیر مستعمل وغیر مشہور نام رکھنے سے بچنا چاہئے۔

حدیث پاک میں ہے ”عن ابی الدرداء قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انکم تدعون یوم القیامۃ باسمائکم واسماء آبائکم فاحسنوا اسمائکم“ (ابوداؤد ج ۲ ص ۶۷۶)

ہندیہ میں ہے ”فی الفتاوی التسمیۃ باسم لم یذکرہ اللہ تعالیٰ فی عبادہ ولا ذکرہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولا استعملہ المسلمون تکلموا فیہ اولی ان لا یفعل کذا فی المحیط“۔ ایسے نام جن کا ذکر نہ قرآن میں ہو نہ حدیث میں اور نہ ہی اس طرح کا نام رکھنے پر مسلمانوں کا عمل ہو اس میں علما کا اختلاف ہے بہتر ہے ایسے نام نہ رکھے جائیں۔ لہٰذا ”انزل“ جس کا معنی ہے نازل کیا گیا اور یسرا جس کا معنی ہے آسانی اگر چہ یہ قرآن میں ہیں لیکن بحیثیت اسماء نہیں ہیں اور نہ ہی مسلمانوں کے مابین بحیثیت اسماء مستعمل ہیں اس لئے ایسے نام رکھنے سے احتراز بہتر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — کتبہ: عبدالرحیم فیضی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۱۰ر جمادی الآخر ۱۴۳۲ھ

وہ کون ہیں جن پر اللہ نے سلام بھیجا؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت اس مسئلہ میں:

کیا اللہ تعالیٰ نے ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ وحضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے علاوہ کسی اور کو سلام بھیجا یا نہیں؟ جبکہ مقررین حضرات اپنی تقریر میں ان دونوں حضرات کا نام لے کر فرماتے ہیں کہ ان کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو سلام نہیں بھیجا اور دعویٰ بھی کرتے ہیں کہ کوئی ثابت نہیں کر سکتا کیا یہ درست ہے؟

المستفتی: عبدالجبار قادری، محمد محبوب عطاری، محمد انصاف حبیبی، پالی، مارواڑ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب تلاش بسیار کے بعد مجھے صرف ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے متعلق ملا کہ اللہ رب العزت نے حضرت جبریل امین کی معرفت ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو سلام بھیجا ہے۔ جیسا کہ بخاری شریف میں ہے ”عن ابی ہریرۃ قال اتی جبرئیل النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ ہذہ خدیجۃ قد اتت معہا اناء فیہ ادام او طعام او شراب فاذا ھی اتتک فاقرأ علیہا السلام من ربہا و منی“ اھ (ص ۵۳۹ ج ۱) یہ حدیث مسلم شریف ص ۲۸۴ ج ۲ میں بھی ہے۔

بخاری شریف کی شرح ارشاد الساری کی عبارت سے یہی مفہوم ہوتا ہے کہ یہ شرف امت محمدیہ میں صرف حضرت خدیجۃ الکبریٰ ہی کو حاصل ہے چنانچہ مذکورہ حدیث کے تحت ارشاد الساری میں ہے ”وھذا لعمر اللہ خاصۃ لم تکن لسواھا“ اھ (ص ۱۲۹ ج ۶) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — کتبہ: محمد سغیر الحق رضوی نظامی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۲۰ر محرم الحرام ۱۴۳۲ھ

بچہ خلیفہ بن سکتا ہے یا نہیں؟

مسئلہ کیا چھ ماہ یا اس سے کم یا زیادہ عمر کا بچہ خلافت وگدا نشینی کا مجاز ومستحق ہے؟ اگر قابلیت و اہلیت کی بنیاد پر خلافت دی جاسکتی ہے (جیسا کہ حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) تو بچہ تو غیر مکلف ہے۔ پھر قابلیت واہلیت کیا معنی۔ المستفتی: محمد جیلانی بن محمد ذوالفقار علی غریب نواز رضا چوک نا ندیڑ مہاراشٹر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بچے کو خلیفہ وسجادہ نشین بنانا جائز ہے۔ البتہ امور مفوضہ کی ذمہ داری اس وقت سنبھالے گا جب وہ عاقل وبالغ ہوجائے۔

ردالمحتار "مطلب فی تولیۃ الصبی" میں ہے: "لو اوصی الی الصبی تبطل فی القیاس مطلقاً وفی الاستحسان ھی باطلۃ مادام صغیراً فاذا کبر تکون الولایۃ لہ۔" اھ

(ج:۴،ص ۳۸۱)

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

کتبہٗ: زبیر احمد مصباحی
۴ ربیع الغوث ۱۴۳۰ھ

ایک شعر کے متعلق سوال

مسئلہ زید جو کہ ایک شاعر ہے اس نے مندرجہ ذیل اشعار لکھے:

(۱) اٹھا جب میم کا پردہ پڑی جبریل کو حیرت
کروں سجدہ خدا کا یا کروں سجدہ محمد کا

(۲) اگر ابلیس پر پڑتا تو وہ بھی جنتی ہوتا
خدا نے اس لیے رکھا نہیں سایہ محمد کا

اس پر کچھ لوگوں نے اعتراض کیا تو اس نے کہا کہ میں نے بکر جو ایک عالم دین ہے سے تصدیق کرالی ہے، واضح ہو کہ اس بنیاد پر وہ شاعر اور اس کے متبعین دو تین سال سے یہ اشعار پڑھتے رہے ہیں اور کسی کی بات نہیں سنتے۔

لہٰذا مفتیان کرام سے گزارش ہے کہ ازروئے شرع ان اشعار کا حکم اور اس کے بنانے والے، پڑھنے والے نیز تصدیق کرنے والوں کا حکم دلائل سے واضح فرمائیں؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اس شعر کا تعلق بظاہر ایک موضوع کہانی سے ہے جس کو شاعر نے نظم کرنے کی کوشش کی ہے وہ کہانی یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت جبرئیل علیہ السلام سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ تم وحی کہاں سے لاتے ہو عرض کیا ایک پردے کے پیچھے سے آواز آتی ہے آپ نے فرمایا کبھی پردہ اٹھا کر دیکھا؟ عرض کیا یہ میری مجال نہیں فرمایا اس بار پردہ اٹھا کر دیکھنا۔

حضرت جبرئیل امین نے ایسا ہی کیا، کیا دیکھتے ہیں کہ پردے کے اندر خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جلوہ افروز ہیں اور سر پر عمامہ باندھ رہے ہیں حضرت جبرئیل امین کی حیرت واستعجاب کی انتہا نہ رہی لوٹ کر آئے تو دیکھا کہ یہاں بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عمامہ سر پر باندھ رہے ہیں اسی حیرانی کے عالم میں کئی بار آئے گئے اخیر میں عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ سلم پھر ہمیں دوڑایا کیوں جاتا ہے۔

اسی فرضی کہانی کے تعلق سے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں۔" روایت محض کذب و باطل و مردود وموضوع وافترا واختراع ہے قاتل اللہ واضعھا اور اس کا ظاہر سخت کفر ملعون ہے ایسے تمام مضامین کا پڑھنا سننا سب حرام ہے۔ (فتاوی رضویہ ج:۶، ص:۵۶)

اور اگر شاعر کی مراد یہ ہے کہ احمد کے میم کو حذف کرنے کے بعد احد ہی رہتا ہے اسی بر کو سمجھ کر حضرت روح الامین کو تعجب ہوا جب بھی مستبعد اور حضرت سید الملائکہ کی شان اس سے ارفع واعلیٰ ہے۔

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ اس طرح کے اشعار کے بارے میں فرماتے ہیں کہ:

اٹھا کر میم کا پردہ سب الا اللہ کہتے ہیں
احد میں میم کو ضم کر کے صلی اللہ کہتے ہیں
ظہور ہو کر کے دنیا میں یہ فرمانا کہ بندہ ہوں
تو سب ناسوت میں حضرت رسول اللہ کہتے ہیں
ہوئے ممکن سے جب واجب نبی ملکوت میں پہنچے
وہاں سب دیکھ احمد کو ظہور اللہ کہتے ہیں

فرماتے ہیں ان اشعار کا پڑھنا حرام حرام سخت حرام ہے ان میں بعض کلمہ کفریہ بھی ہیں اگرچہ تاویل کے سبب قائل کو کافر نہ کہیں اور بعض موہم کفر ہیں اور یہ بھی حرام ہے ردالمحتار میں ہے:" مجرد ایھام المعنی المحال کاف فی المنع۔ ۱ھ (ج:۶، ص:۲۰۷)

لہٰذا جس نے یہ شعر لکھا اور جن لوگوں نے پڑھا اور سنا وہ سب فعل حرام کے مرتکب ہوئے فوراً توبہ

کریں اور آئندہ اس طرح کے اشعار لکھنے اور پڑھنے سے باز رہیں ورنہ ان کا بائیکاٹ کیا جائے اور اگر اس کے ظاہر مضمون کے معتقد ہوئے تو وہ سب کافر ہوئے فوراً تجدید اسلام و نکاح کریں۔

اور جس شخص نے اس شعر کی تصدیق کی ہے وہ کوئی عالم نہیں جاہل ہے۔

ایک چیز کی متعدد حکمتیں ہو سکتی ہیں یوں ہی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جسم انور کا سایہ نہ ہونے کی بھی متعدد وجہیں ہو سکتی ہیں مثلاً آپ نور ہیں اور نور کا سایہ نہیں ہوتا اور سایہ زمین پر پڑے تو اس میں ایک گونہ بے قدری کا شائبہ پایا جاتا ہے اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کے لیے یہ شائبہ بھی پسند نہیں فرماتا۔

شاعر نے جو حکمت بیان کی ہے وہ اس کے خیال کی جدت اور اپنی سمجھ کے مطابق ایک نکتہ آفرینی ہے جس کے ذریعہ اس نے اپنی عقیدت کا اظہار کیا ہے اس لیے اس پر کوئی گرفت نہیں ہوگی۔

شاعر نعت کو چاہیے کہ آداب شریعت کو ہر قدم پر ملحوظ رکھے اور کوئی ایسی بات نہ کہے جس کی شریعت میں اصل نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

کتبہ: محمد شمیم مصباحی
۲۲ر جمادی الاولیٰ ۱۴۲۳ھ

سورج ڈوبتا ہے یا نہیں؟ ڈوبتا ہے تو کہاں؟

مسئلہ سورہ کہف پارہ سولہ آیت ۸۵ میں سورج ڈوبنے کے بارے میں ہے کہ اس کو کالے کیچڑ میں ڈوبتا پایا تو کیا سورج ڈوبتا ہے یا نہیں اور اگر ڈوبتا ہے تو کہاں؟ بینوا توجروا۔

المستفتی: محمد بخش قادری، مہاراشٹر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب حقیقت میں سورج ڈوبتا نہیں ہے بلکہ اپنے مستقر میں چلتا رہتا ہے۔ قال اللہ تعالیٰ: "وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا" اور سورج چلتا ہے اپنے ایک ٹھہراؤ کے لیے۔ (سورۂ یٰس ۳۶، آیت ۳۸) اور دوسری جگہ فرماتا ہے: "وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَّجْرِیْ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى" اور اس نے سورج اور چاند کام میں لگائے ہر ایک ایک مقرر میعاد تک چلتا ہے۔ (سورۂ لقمان ۳۱، آیت ۲۹)

یعنی اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے جو منزل مقرر فرمائی ہے یا تو اسی میں چلتا ہے یا یہ کہ روز قیامت تک چلتا رہے گا۔ تفسیر ابن کثیر میں ہے: "قیل الی غایۃ محدودۃ وقیل الی یوم القیامۃ وکلا المعنیین صحیح۔" (ص ۴۵۲، ج ۳)

اور سورہ کہف میں جو "وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِي عَيْنٍ حَمِئَةٍ" ہے یعنی ایک سیاہ کیچڑ میں اس کو ڈوبتا پایا تو یہ بطور حکایت بیان ہوا کہ ذوالقرنین کو آفتاب ڈوبنے کے وقت ایسا نظر آیا کہ وہ سیاہ چشمہ میں ڈوب رہا ہے یہ صرف نظر کا احساس تھا (ورنہ سورج تو زمین سے کئی گنا بڑا ہے تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ زمین ہی کے ایک چشمہ میں ڈوبے) اور یہ احساس ہر نظر کو ہوتا ہے جیسا کہ دریائی سفر کرنے والے کو پانی میں ڈوبتا معلوم ہوتا ہے۔ پہاڑوں پر جاؤ تو پہاڑ میں ڈوبتا ہوا معلوم ہوتا ہے حالانکہ سورج مدار زمین سے کروڑوں میل دور وراء الافق ہے۔ تفسیر کبیر میں ہے:

"الشمس اکبر من الأرض بمرات کثیرة فکیف یعقل دخولها فی عین من عیون الارض ، اذا ثبت هذا، فنقول تاویل قوله "تغرب فی عین حمئة" من وجوه ألاول: أن ذالقرنین لما بلغ موضعها فی المغرب ولم یبق بعده شیء من العمارات وجد الشمس کانها تغرب فی عین وهدة مظلمة. وان لم تکن کذلك فی الحقیقة کما أن راکب البحر یری الشمس کانها تغیب فی البحر اذا لم یر الشط وهی فی الحقیقة تغیب وراء البحر هذا هو التاویل الذی ذکره ابو علی الجبائی فی تفسیره۔

الثانی: ان للجانب الغربی من الأرض مساکن یحیط البحر بها فالناظر إلی الشمس یتخیل کأنها تغیب فی تلك البحار. ولا شك ان البحار الغربیة قویة السخونة فهی حامیة وهی ایضاً حمئة لکثرة مافیها من الحمأة السوداء والماء" (ص ۴۹۶، ج ۷)

اور تفسیر ابن کثیر میں ہے:" أی رأی الشمس فی منظرہ تغرب فی البحر المحیط وهذا شان کل من انتهی الی ساحله یراها کأنها تغرب فیه۔" (ص ۱۰۰، ج ۳) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — کتبہ: شمس الدین احمد علیمی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۲۲ / ذی القعدہ ۱۴۲۵ھ

کیا ہر حرام برابر ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت اس مسئلہ میں:

کیا ہر حرام برابر ہے جیسے مسجد میں دنیا کی باتیں کرنا حرام، غیر محرم عورتوں کی طرف دیکھنا، داڑھی میں خضاب لگانا، چوری کرنا حرام اگر کوئی اس طرح کی غلطی کر بیٹھے تو شرع کا اس پر کیا حکم ہے کیا ہر ایک کی سزا برابر ہے؟ بینوا توجروا المستفتی: شبیر احمد، مدرسہ حنفیہ محلہ عالم خان نواب یوسف روڈ جون پور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب ہر حرام برابر نہیں کہ کسی حرام کا حکم ہلکا ہے کسی کا سخت ترین ہے اور کسی کا اس سے بھی سخت ہے مثلاً حرمت کی دلیل قطعی ہو اور فعل حرام قبیح لعینہ جیسے کفر، شرک، زنا، قتل ناحق وغیرہ تو اس کا حکم بہت سخت ہے اور اگر حرمت کی دلیل قطعی ہو مگر قبیح لغیرہ ہو تو اس کا حکم نسبتاً ہلکا ہے گو کہ اس کا مرتکب بھی گنہگار اور فاسق ہے اور اگر حرمت کی دلیل ظنی ہو مثلاً خبر واحد اور قیاس سے اس کا ثبوت ہو تو اس کا حکم اور ہلکا ہو جاتا ہے مگر گناہ بہر حال گناہ ہے اور رب عزوجل کی نافرمانی بہر حال نافرمانی ہے اس لیے اس کے ارتکاب کو ہلکا نہ جانیں کہ گناہ صغیرہ بھی ہلکا سمجھنے والے کے حق میں کبیرہ ہو جاتا ہے اس لیے مسلمان بہر حال ہر طرح کے حرام و گناہ کام سے بچیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — **کتبہٗ:** محمد احمد قادری مصباحی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۲۶ ربیع النور ۱۴۲۹ھ

کیا علم غیب صرف اللہ کو ہے؟ کیا حضور کو صرف جبریل کے ذریعہ علم ہوتا ہے؟ حضور کا مسجد ضرار تشریف لے جانا، حفاظ صحابہ کا شہید ہونا وغیرہ واقعات کیا علم غیب نہ ہونے کی دلیل ہیں

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت اس مسئلہ میں:

(۱) زید کہتا ہے کہ اللہ کے سوا کسی کو علم غیب نہیں (۲) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کچھ علم ہوتا وہ حضرت جبرئیل کے ذریعہ ہوتا (۳) اگر آپ کو علم غیب ہوتا تو مسجد ضرار کیوں تشریف لے جاتے یا حفاظ صحابہ کیوں شہید ہوتے یا زہر آپ کو دیا گیا اس کی خبر کیوں نہ ہوئی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہار کے بارے میں کیوں نہ خبر ہوئی؟ بینوا توجروا۔ المستفتی: محمد رئیس نوری خادم جامعہ اہل سنت صادق العلوم، گھاس بازار، ناسک

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب (۱) یقیناً اللہ تبارک وتعالیٰ کے سوا کسی کو علم غیب ذاتی نہیں ہے ایک وہی عالم الغیب ہے اور غیب کی کنجیاں اسی کے دست اقدس میں ہیں۔ علم غیب ذاتی سے مراد یہ ہے کہ اسے بغیر کسی کے عطا کیے بذات خود غیب کا علم حاصل ہے جو قدیم، ازلی، ابدی ہے لیکن ساتھ ہی یہ بھی حق ہے کہ اس نے اپنے رسولوں کو غیب سے آگاہ فرمایا اور ایسے بہت کچھ غیوب عطا فرمائے ایسے علم کو علم غیب عطائی کہا جاتا ہے جو بندوں کے ساتھ خاص ہے اور یہ حادث ہے کتاب وسنت کے نصوص شاہد ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے برگزیدہ بندوں یعنی انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام اور ان کے صدقے میں اولیائے عظام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

کو علم غیب عطا فرمایا۔ قرآن حکیم میں باری تعالیٰ کا ارشاد ہے: "مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ" یعنی اللہ کی یہ شان نہیں اے عام لوگو! کہ تمہیں علم غیب عطا فرمادے ہاں اپنے رسولوں میں جسے چاہے اس کے لئے چن لیتا ہے۔ (سورہ آل عمران پارہ ۴/آیت ۱۷۹) نیز اللہ تعالیٰ دوسری جگہ ارشاد فرماتا ہے: "وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ" اور یہ نبی غیب بتانے میں بخیل نہیں۔ (سورہ تکویر پارہ ۳۰، آیت ۲۴) تفسیر صاوی میں ہے:

"و اما باعلام الله العبد فلا مانع منه كالانبياء و بعض الاولياء قال تعالیٰ: "ولا يحيطون بشئ من علمه إلا بما شاء" و قال تعالیٰ: "علم الغيب فلا يظهر على غيبه احدا إلا من ارتضى من رسول" فلا مانع من كون الله يطلع بعض عباده الصالحين على بعض المغيبات فتكون معجزة للنبي و كرامة للولي" اه (ص ۲۶۰، ج ۳) الدولة المكية بالمادة الغيبية میں ہے: "و حديث مسلم عن عمرو بن اخطب الانصاری رضی الله عنه في خطبته صلى الله تعالىٰ عليه وسلم من الفجر إلى الغروب و فيه فأخبرنا بما كان و بما هو كائن فأعلمنا أحفظنا" اه (ص ۳۱، ج ۱) ایسا ہی مواہب اللدنیہ ج ۲، ص ۱۹۲ پر بھی ہے۔

لہذا زید کا قول قرآن مجید کی آیات وتفاسیر واحادیث کے خلاف ہے جس سے صاف ظاہر وباہر ہے کہ زید بدعقیدہ ہے اور صریح گمراہی وضلالت میں مبتلا ہے اور اگر زید مطلقاً سرکار علیہ الصلاۃ والسلام کے علم غیب کا انکار کرتا ہے تو وہ قرآن عظیم کے بہت سے نصوص قطعیہ کی تکذیب وانکار کرتا ہے اور جو ایسا کرے کافر و مرتد ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) رسول اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ عزوجل علم عطا فرماتا ہے البتہ وہ علم آپ تک کبھی حضرت جبرئیل علیہ الصلاۃ والسلام لاتے ہیں اور کبھی اللہ عزوجل آپ کے قلب مبارک میں القا فرماتا ہے، اور کبھی بذریعہ خواب، اور آپ کا خواب بھی حجت ہے۔ بخاری شریف میں ہے: "عن عمر قال قام فينا رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم مقاما فاخبرنا عن بدء الخلق حتى دخل اهل الجنة منازلهم و اهل النار منازلهم حفظ ذلك من حفظه و نسيه من نسيه" (ص ۴۵۳، ج ۱) اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مخلوقات کی پیدائش سے لے کر جنتیوں کے جنت میں اور دوزخیوں کے دوزخ میں داخل ہونے تک سارے حالات کا علم ہے۔ الدولة المكية بالمادة الغيبية میں ہے: "و فی شرح المشكاة للشيخ المحقق عبد الحق تحت قوله صلى الله عليه وسلم فعلمت ما في السموات والارض عبارة عن حصول جميع العلوم الجزئية والكلية و

الاحاطۃ بہا۔ اھ (ص ۳۳، ج ۱) لہٰذا زید کا یہ کہنا کہ جو کچھ علم ہوتا ہے وہ حضرت جبرئیل کے ذریعہ ہوتا ہے مطلقاً صحیح نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) اگر آپ کو علم ہوتا تو مسجد ضرار کیوں تشریف لے جاتے زید کا یہ اعتراض کرنا بالکل لغو اور بے جا ہے حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد ضرار تشریف ہی نہ لے گئے پھر اللہ عزوجل نے آپ کو وہاں جانے سے منع فرمادیا پھر یہ کیونکر ممکن ہے اللہ تعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی کر کے حضور وہاں تشریف لے جائیں۔ قرآن شریف میں ہے:

"وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَّ تَفْرِيْقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ اِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ وَلَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّا الْحُسْنٰى وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا۔"

اور وہ جنھوں نے مسجد بنائی نقصان پہنچانے کو اور کفر کے سبب اور مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے کو اور اس کے انتظار میں جو پہلے سے اللہ اور اس کے رسول کا مخالف ہے اور وہ ضرور قسمیں کھائیں گے ہم نے تو بھلائی چاہی اور اللہ گواہ ہے کہ وہ بے شک جھوٹے ہیں اس مسجد میں تم کبھی بھی کھڑے نہ ہونا۔ (سورۂ توبہ پارہ ۱۰، آیت ۱۰۷)

زید کے یہ اعتراضات کہ حفاظ صحابہ کیوں شہید ہوئے، آپ کو زہر دیا گیا اس کی خبر کیوں نہ ہوئی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہار کے بارے میں کیوں خبر نہ ہوئی یہ بھی اس کی نادانی ہے اہل سنت و جماعت یہ نہیں کہتے کہ بیک وقت علوم غیب آپ کو عطا فرمادیے گئے بلکہ اللہ تعالیٰ نے تدریجاً یہ علم آپ کو عطا فرمایا پورا قرآن نازل ہونے سے قبل آپ کو جمیع ماکان و ما یکون کا علم نہ تھا جمیع ماکان و ما یکون کا علم اس وقت حاصل ہوا جب پورا قرآن نازل ہوگیا اور پورا قرآن نازل ہونے سے پہلے قدر معتد بہ علم غیب حاصل تھا پانچ، چھ باتوں کا علم نہ ہونا قدر معتد بہ جاننے کے منافی نہیں جیسے ائمہ مجتہدین نے بعض مسائل کے بارے میں فرمایا کہ ہم نہیں جانتے، ان چند مسائل کا علم نہ ہونا ان کے امام بلکہ امام الائمہ ہونے کے منافی نہیں۔ ایسا ہی نزہۃ القاری شرح صحیح البخاری ص ۱۷۲، ج ۲ میں ہے: واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد رئیس برکاتی مصباحی
۱۹ ذی الحجہ ۱۴۲۷ھ

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

ٹوپی پہننا کس حدیث سے ثابت ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت اس مسئلہ میں:

کس حدیث میں ٹوپی لگانے کا حکم ہے؟ اگر حکم ہے تو حدیث کا حوالہ دے کر جواب بھیجئے۔

المستفتی: بوعبدالمنان خاں، ایر پررو ڈجیل ممبئی، سرکل نمبر 8/2 یونٹ نمبر 367 ممبئی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب ٹوپی لگانا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے مگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ٹوپی کے ساتھ عمامہ بھی باندھتے تھے۔ حدیث شریف ہے: "قال رکانۃ سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول ان فرق ما بیننا وبین المشرکین العمامۃ علی القلانس۔" حضرت رکانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ فرماتے سنا کہ ہم میں اور مشرکین میں فرق ٹوپی پر عمامہ باندھنا ہے۔ (یعنی ہم دونوں چیزیں رکھتے ہیں اور وہ صرف عمامہ ہی باندھتے ہیں اس کے نیچے ٹوپی نہیں پہنتے) (ترمذی شریف ج۱، ص۳۰۸، ابواب اللباس)

فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

"ولا بأس بلبس القلانس وقد صح انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یلبسھا کذا فی الوجیز الکردری۔" (ج۵، ص۳۳۰، الباب التاسع فی اللبس مایکرہ من ذلک وما لایکرہ) واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد وقار علی احسانی علیمی
۲۸ ربیع النور ۱۴۲۹ھ

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

جنت میں مرد اپنی بیوی سے ملیں گے یا نہیں؟ اگر طلاق یا موت کے بعد عورت دوسرا نکاح کرلے تو؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت اس مسئلہ میں:

جنت میں مسلمان مردوں کی ملاقات اپنی بیویوں سے ہوگی کہ نہیں؟ کیا کوئی ایسی روایت ہے کہ بیویوں کو اللہ تعالیٰ حور کی شکل میں رکھے گا تاکہ ان سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں بہت ایسا ہوتا ہے کہ شوہر مرجاتا ہے یا طلاق دے دیتا ہے پھر وہ عدت گزار کر دوسرے سے نکاح کرلیتی ہے اسی طرح کئی مردوں سے نکاح ہو تو وہ جنت میں کس کی بیوی ہوگی؟

المستفتی: شبیر احمد، مدرسہ حنفیہ جون پور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب جنت میں مردوں کی ملاقات اپنی بیویوں سے ہوگی اور جس مسلمان عورت کا شوہر

مرجائے پھر وہ عورت دوسرے سے نکاح نہ کرے تو جنت میں وہ اسی کی بیوی رہے گی اور اگر کسی مسلمان عورت کا شوہر مرگیا، بعدہ عدت گزار کر وہ دوسرے سے نکاح کرلے اسی طرح کے بعد دیگرے کئی مردوں سے عقد کیا اس کے بعد اس عورت کا انتقال ہوا تو وہ جنت میں اپنے آخری شوہر کی بیوی ہوگی اور اگر کسی مسلمان عورت کے شوہر نے اسے طلاق دیدی بعد عدت اس نے دوسرے سے نکاح کرلیا اسی طرح کئی مردوں سے نکاح کیا اور سب نے اسے طلاق دیدیا اور وہ کسی کی بیوی نہ رہی تو اسے اختیار دیا جائے گا کہ جسے چاہے اختیار کرلے تو وہ ان میں سے اچھی عادت والے کو اختیار کرے گی۔ فتاویٰ حدیثیہ میں ہے:

فأجاب بقوله روى الطبراني عن ابي الدرداء أن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال المرأة لزوجها الآخر وعن أنس رضي الله تعالىٰ عنه أن أم حبيبة قالت يا رسول الله المرأة يكون لها في الدنيا زوجان لأيهما تكون في الجنة؛ قال تخير فتختار أحسنهم خلقاً كان معها في الدنيا فيكون زوجها يا ام حبيبة ذهب حسن الخلق بخير الدنيا و الاخرة، عن ام سلمة رضي الله تعالىٰ عنها أن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال لها يا أم سلمة إنها تخير فتختار أحسنهم خلقاً فتقول يارب هذا كان أحسنهم خلقاً في دار الدنيا فزوجنيه يا أم سلمة ذهب حسن الخلق بخير الدنيا و الآخرة فإن قلت هذان الحديثان عن أم حبيبة و أم سلمة يخالفان حديث أبي الدرداء رضي الله تعالىٰ عنهم۔ قلت لا مخالفة لإمكان الجمع بينهما بأن يحمل الأول على من ماتت في عصمة زوج وقد كانت تزوجت قبله بأزواج فهذه لآخرهم و كذا لومات و استمرت بلا زوج إلى أن ماتت و فتكون لآخرهم لأن علقته بها لم يقطعها شئ و حمل الثاني: على من تزوجت بأزواج ثم طلقوها كلهم فحينئذ تخير بينهم يوم القيامة فتختار أحسنهم خلقاً و التخيير هنا واضح لانقطاع عصمة كل منهم فلم يكن لأحد منهم مرجح لاستواء هم في وقوع علقة لكل منهم بها مع انقطاعها فاتجه التخيير حينئذ لعدم المرجح و بما سقته من حديث أم حبيبة و أم سلمة رضي الله تعالىٰ عنهما يعلم أن التخيير مذكور في الحديث و أنه ليس من كلام السيد المذكور في السوال والله سبحانه و تعالىٰ أعلم... عن ام سلمة رضي الله عنها في صفة اهل الجنة حديثا طويلا و فيه قلت يا رسول الله المرأة تتزوج الزوجين و الثلاثة و الأربعة في الدنيا ثم تموت فتدخل الجنة و يدخلون معها من يكون زوجها منهم؛ قال صلى الله عليه وسلم إنها تخير فتختار أحسنهم خلقاً۔ اھ ملخصا (ص ۴۸، ۴۹) والله تعالىٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
کتبہ: محمد رئیس برکاتی مصباحی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی
۱۳ ربیع الغوث ۱۴۲۸ھ

حضور کو معراج ہوئی ہے یا نہیں؟ ہوئی ہے تو کہاں؟ حضور نے خدا کو کیسے اور کہاں دیکھا جب کہ وہ مکان و جسم سے پاک ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت اس مسئلہ میں:

ہمارے یہاں ایک مسئلہ یہ پیش آیا کہ ایک شخص نے پوچھا کہ نبی کو معراج ہوئی؟ میں نے کہا ہاں! تو اس نے کہا نبی کو معراج کہاں ہوئی؟ میں نے کہا عرش اعظم پر اس نے کہا عرش اعظم ایک جگہ ہے اور خدا جگہ سے پاک ہے نبی سے اور خدا سے آمنے سامنے بات ہوئی اور نبی نے خدا کو دیکھا جب کہ خدا جسم وجسمانیات سے پاک ہے اگر ہوئی تو کیسے ہوئی؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی: محمد ارشد رضا متعلم دار العلوم امجدیہ اہلسنت ارشد العلوم اوجھاگنج

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب معراج شریف نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک جلیل الشان معجزہ اور اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے جو آپ کے سوا کسی کو حاصل نہیں۔ رجب المرجب کی ستائیسویں شب کو حضور پرنور سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حالت بیداری میں جسم اطہر کے ساتھ بیت المقدس تک تشریف لے جانا نص قطعی سے اور آسمان اور اس کے اوپر جہاں تک خدائے تعالیٰ نے چاہا تشریف لے جانا مثلاً سیر سمٰوٰت، ملاقات انبیاء، سدرۃ المنتہیٰ کو پہنچنا، عجائبات کا مشاہدہ فرمانا، اس ذات وحدہٗ لاشریک کے قرب اعلیٰ میں پہنچنا افکار انسانی جس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ انعامات الٰہیہ سے سرفراز فرمایا جانا، وغیرہ وغیرہ ہر ایک احادیث صحیحہ، معتمدہ، مشہورہ سے ثابت ہے جو حد تواتر کے قریب پہنچی ہوئی ہیں۔

مسجد اقصیٰ تک معراج قطعی ہے قرآن سے ثابت ہے اس لیے اس کا منکر قطعی کافر ہے اور مسجد اقصیٰ سے آسمان اور اس کے اوپر جہاں تک اللہ تعالیٰ نے چاہا معراج احادیث مشہورہ سے ثابت ہے اس کا انکار کرنے والا اگرچہ کافر نہیں مگر گمراہ بدمذہب اور فاسق وفاجر ضرور ہے۔

محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی بخاری علیہ الرحمہ نے اپنی مستند کتاب "اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ شریف" میں تحریر فرمایا ہے کہ "اسرا از مسجد حرام است تا مسجد اقصیٰ ومعراج از مسجد اقصیٰ است تا آسمان واسرا ثابت است بنص قرآن ومنکر آن کافر است ومعراج از مسجد اقصیٰ است تا آسمان کہ منکر آن ضال ومبتدع است۔" (ج ۴، ص ۵۲۷)

حضرت علامہ سعد الدین تفتازانی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:

"والمعراج لرسول الله علیہ فی الیقظة بشخصه الی السماء ثم الی ماشاء الله تعالٰی من العلی حق ای ثابت بالخبر المشهور حتی ان منکرہ یکون مبتدعا وقوله ثم الی ماشاء الله تعالٰی اشارۃ الی اختلاف اقوال السلف فقیل الی الجنة وقیل الی العرش وقیل الی فوق العرش وقیل الی طرف العالم فالاسرآء وهو من المسجد الحرام الی بیت المقدس قطعی ثبت بالکتاب والمعراج من الارض الی السماء مشهور ومن السماء الی الجنة او الی العرش او غیر ذالك آحاد۔" (شرح عقاید ص ۱۰۲، ملخصا)

جب جنتیوں کا جنت میں جوایک جگہ ہے دیدار الٰہی سے مشرف ہونا محقق ہے تو سیدالمرسلین کا دیدار الٰہی سے سرفراز فرمایا جانا بدرجہ اولیٰ محقق و متیقن ہے اور یقیناً اللہ تعالیٰ جسم وجسمانیات سے پاک ہے لیکن پھر بھی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شب معراج چشم سر سے رب العلمین عزوجل کا دیدار فرمایا جس پر بہت سی کتب تفاسیر واحادیث مشہورہ شاہد عدل ہیں۔

ترمذی شریف میں ہے: "عن ابن عباس فی قول الله عزوجل ولقد راہ نزلة اخری عند سدرۃ المنتهی۔ فاوحی الی عبدہ مااوحی فکان قاب قوسین او ادنی قال ابن عباس قد راہ النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم۔" (ج ۲، ص ۱۶۴)

فتح الباری شرح صحیح البخاری شریف میں ہے: "عن عکرمة عن ابن عباس قال أتعجبون ان تکون الخلة لابراهیم والکلام لموسی والرویة لمحمد۔" اھ (ج ۸، ص ۷۸۲) اللہ عزوجل اس بات پر قادر ہے کہ وہ اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنی ذات پاک کا دیدار بغیر کسی زمان ومکان اور سمت وجہت کے کرادے اور یہی ہر مسلمان کا عقیدہ وایمان ہے۔

چنانچہ تفسیر روح البیان میں ثم دنا فتدلی کے تحت ہے:

"اختلفوا فی انه علیه السلام رای الله تعالٰی لیلة الاسراء بقلبه اوبعین رأسه وقال بعضهم راہ بعینه لقوله علیه السلام ان الله تعالٰی اعطی موسی الکلام واعطانی الرویة وقوله علیه السلام رایت ربی فی احسن صورۃ ای صفة۔ یقول الفقیر ایراد الرویة فی مقابلة الکلام یدل علی رویة العین۔ فی کشف الاسرار قال بعضهم راہ بقلبه دون عینه وهذا خلاف السنة والمذهب الصحیح انه علیه السلام رای ربه بعین رأسه انتهی۔"

(ج ۹، ص ۲۲۲)

خلاصہ یہ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنا دیدار بلا جہت وبلا مکان

کرایا یہاں عرش مکان ہے تو وہاں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لے گئے مگر سرکار علیہ السلام کے مکان میں ہونے سے ہرگز یہ لازم نہیں آتا کہ اللہ تعالیٰ بھی مکان میں ہو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جب اللہ تعالیٰ نے اپنی تجلی کا دیدار کرایا تو وہ مکان ہی میں تھے مگر اللہ تعالیٰ اس وقت بھی مکان سے پاک تھا اگر اس کا انکار نہیں کیا جاتا تو پھر بلا وجہ اللہ تعالیٰ کے لیے مکان کا سہارا لے کر سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معراج کا انکار نہیں کرنا چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — **کتبہ:** فیاض احمد برکاتی مصباحی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۹ رمحرم الحرام ۱۴۲۹ھ

رحم مادر میں مشین سے جنس کی شناخت غیب ہے یا نہیں؟

مسئلہ علوم خمسہ یعنی قیامت کب آئے گی، بارش کب ہوگی، پیٹ میں لڑکا ہے یا لڑکی، کل کیا ہوگا اور کون کہاں مرے گا؟ علوم غیب ہیں جن کا علم بغیر خدا کے بتائے کسی کو حاصل نہیں آج الکٹرانک مشین کے ذریعہ اس کا پتہ لگالیا جاتا ہے کہ رحم مادر میں لڑکا ہے یا لڑکی۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ الیکٹرانک مشین کے ذریعہ حاصل شدہ یہ علم، غیب ہے یا نہیں؟ حضور مفتی صاحب قبلہ سے گزارش ہے کہ اس کا جواب جلد مرحمت فرمائیں کہ ہمارے یہاں اس مسئلہ کو لے کر جو انتشار پیدا ہو چکا ہے اس کا سد باب ہو سکے۔ بینوا و توجروا

المستفتی: اعجاز احمد، اوجھا گنجوی، سائن، ممبئی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب علوم خمسہ یعنی قیامت کب آئے گی، بارش کب ہوگی، پیٹ میں لڑکا ہے یا لڑکی کل کیا ہوگا اور کون کہاں مرے گا امور غیب سے ہیں جن کا علم خدائے علیم وخبیر کے بتائے بغیر کسی کو حاصل نہیں اور یہ انبیاء کے ساتھ خاص نہیں بلکہ خدا کے بتا دینے سے بعض اولیاء اور مقربین بارگاہ کو بھی حاصل ہو جاتا ہے جس پر بہت سی تفاسیر واحادیث شاہد ہیں۔

آیت کریمہ یعلم ما فی الارحام کی تفسیر کے تحت روح البیان میں ہے: "وما روی عن الانبیاء والاولیاء من الاخبار عن الغیوب فبتعلیم اللہ تعالیٰ اما بطریق الوحی او بطریق الالهام والکشف وکذا اخبر بعض الاولیاء عن نزول المطر واخبر عما فی الرحم من ذکر وانثی فوقع کما اخبر۔" اھ (ج۷، ص ۱۰۵)

علم کی حضرت عزوجل سے تخصیص اور اس کی ذات پاک میں حصر اور اس کے غیر سے مطلق نفی چند وجہ

پر ہے اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر فرماتے ہیں۔ اوّل علم کا ذاتی ہونا، دوم کسی وسیلہ کا محتاج نہ ہونا، سوم علم کا ازلی وابدی ہونا، چہارم علم کا واجب ہونا، پنجم علم کا مستمر ہونا ششم علم کا اقصیٰ غایات کمالات پر ہونا ان چھ وجہ پر مطلق علم حضرت احدیت وعلا سے خاص اور اس کے غیر سے مطلق نفی یعنی کسی کو کسی ذرہ کا ایسا علم جو ان چھ وجوہ سے ایک وجہ بھی رکھتا ہو حاصل ہونا ممکن نہیں جو کسی غیر الٰہی کے لیے عقول مفارقہ ہوں یا نفوس ناطقہ ایک ذرے کا ایسا علم ثابت کرے یقیناً اجماعاً کافر ومشرک ہے۔" اھ (فتاویٰ رضویہ ج ۱۲، ص ۴۲) واللہ تعالیٰ اعلم۔

الیکٹرانک مشین کے ذریعہ یہ جان لینا کہ رحم مادر میں لڑکا ہے یا لڑکی غیب نہیں اور نہ ہی یہ آیت کریمہ "یَعْلَمُ مَا فِی الْاَرْحَامِ" کے منافی ہے اور نہ ہی اس آیت کا یہ مطلب ہے کہ کوئی شخص کسی مادہ کے حمل کو کسی تدبیر سے اتنا بھی نہیں معلوم کر سکتا کہ نر ہے یا مادہ کہ خدائے علیم وخبیر کا علم ذاتی ہے جو بذات خود بے عطائے غیر حاصل ہے جب کہ ڈاکٹر کا علم عطائی حادث وفانی، خدا کا علم کسی آلہ جارحہ وفکر ونظر کا محتاج نہیں جب کہ ڈاکٹر کا علم آلہ بے جان الیکٹرانک مشین کا محتاج خدائے قدیر کا علم ازلی وابدی وواجب جب کہ ڈاکٹر کا علم حادث وفانی خدائے تعالیٰ کا علم کامل وغیر متناہی اور ڈاکٹر کا علم ناقص ومحدود بلکہ محدود سے محدود تر۔

نیز رحم مادر کے ہزاروں احوال واوصاف مثلاً نطفے کا وزن کتنا ہے اس میں حیوان منوی کتنے ہیں کتنا خون حیض کام میں آیا منٹ منٹ پر وزن ومساحت ومکان، حرکت وسکون کے علم سے عاری فقط ایک حالت غیر یقینی کہ بچہ نر ہے یا مادہ کا علم بعض امارات وعلامات کے ذریعہ حاصل ہو جانا جو ایک ہی پیٹ کے مختصر احوال کے کروڑوں حصوں سے ایک حصہ کا ہزارواں حصہ بھی نہیں غیب نہیں ہو سکتا بلکہ بعض ایام حمل میں ہی جب تک نطفہ صورت نہ پکڑ لے پانی کی بوند یا خون بستہ یا گوشت کا ٹکڑا رہے ڈاکٹر صاحب کی ڈاکٹری کچھ نہیں چل سکتی کہ نر ہے یا مادہ۔ اس مشین کے ذریعہ اگر غیب حاصل ہو جاتا تو ہر جاندار کے پیٹ کا حال بھی معلوم کر لیا جاتا جب کہ کوئی بھی ڈاکٹر یا کوئی بھی مشین یہ کبھی نہیں بتا سکتی کہ چیونٹی کے پیٹ میں کتنے انڈے ہیں اور اس میں کتنے نر ہیں اور کتنے مادہ۔

"فتاویٰ رضویہ" میں ہے "قرآن عظیم نے کس جگہ فرمایا کہ کوئی بھی کسی مادہ کے حمل کو کسی طرح تدبیر سے اتنا نہیں معلوم کر سکتا کہ نر ہے یا مادہ اگر کہیں ایسا فرمایا تو نشان دو اور جب یہ نہیں تو بعض وقت بعض اناث کے بعض حمل کا بعض حال بعض تدابیر سے بعض اشخاص بعض جہل طویل اور عجز مدید بعض آلات بے جان کا فقیر ومحتاج ہو کر اس فانی وزائل وبے حقیقت نام کے ایک ذرّہ علم وقدرت سے (کہ وہ بھی اسی بارگاہ علیم وقدیر سے حصہ رسد چند روز سے چند روز کے لیے پائے اور اب بھی اس کے قبضہ واقتدار میں ہیں کہ بے اس کے کچھ کام نہ دیں) اگر صحرا سے ذرّہ، سمندر سے قطرہ معلوم کر لیا تو یہ آیت کریمہ کے کس حرف کا خلاف ہوا۔" اھ

(ج ۱۲،ص ۴۲) نیز فرماتے ہیں: ہم پوچھتے ہیں اس آلے نے تم کو اتنا ہی علم دیا جو وجہ ہشتم عام وشامل میں ہے جس کا باری عزوجل سے خاص جاننا محال اور خود بحکم قرآن عظیم کفر وضلال تھا جب تو اعتراض کتنا مالیخولیا ہے اور کس درجہ کا جنون ہے کہ سرے سے مبنی ہی باطل وملعون ہے اس قسم علم یعنی دانستن کو اگر چہ کتنا ہی ہو حضرت عزت عزت عظمتہ سے قرآن عظیم نے کب خاص مانا تھا اس قسم کے کروروں علم عام انسان بلکہ تمام حیوانات کو روزانہ ملتے رہتے ہیں اور قرآن عظیم خود غیر خدا کے لیے انہیں ثابت فرماتا ہے ایک اس کے نکلنے میں کیا شاخ نکلی کہ آیت الہی کا خلاف ہو گیا۔ (ج ۱۲،ص ۴۶)

نیز رقمطراز ہیں: نہ سہی اتنا ہی کہو کہ صرف جنین کے بدن میں کس قدر نقاط مانے جائیں گے اور جب یہ ادنیٰ علم جو علوم الہیہ متعلقہ بجنین کے کرور ہا درجے کا ایک حصہ بھی نہیں ہے۔ سب انہیں دو لفظوں کے شرح میں داخل ہیں کہ یعلم مافی الارحام جانتا ہے جو کچھ پیٹ میں ہے تمہاری تنگ نظری کوتاہ فہمی دو لفظ دیکھ کر ایسے سستے سمجھ لیے کہ آلے کی ناچیز وبے حقیقت ہستی پر علم ارحام کے مدعی بن بیٹھے۔ خیر کسی کافر سے کیا شکایت مجھے تو ان ناسمجھ مسلمانوں پر تعجب آتا ہے جو مہمل وبے معنی شکوک واہیہ سن کر متحیر ہوتے ہیں سبحان اللہ اللہ اللہ اللہ کہاں اَللّٰہُ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عَالِمُ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ اور کہاں بے تمیز بونگا۔ اھ

(فتاویٰ رضویہ ج ۱۲،ص ۴۷) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی　　کتبہٗ: فیاض احمد برکاتی مصباحی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی　　۳۰؍رجب المرجب ۱۴۲۸ھ

سورۂ توبہ کے شروع میں بسم اللہ کیوں نہیں ہے؟
اسے شروع کرتے وقت بسم اللہ پڑھیں گے یا نہیں؟

مسئلہ: سورۂ توبہ کے اندر شروع میں بسم اللہ شریف کیوں نہیں ہے اور سورہ توبہ شروع کرتے وقت بسم اللہ شریف پڑھے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔　　المستفتی: محمد عبد الرشید قادری، نوری، بھوپال

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب: سورہ توبہ کے شروع میں بسم اللہ شریف ذکر نہ ہونے کی اصل وجہ یہ ہے کہ اس کے نزول کے ساتھ بسم اللہ کا نزول نہ ہوا اس لیے کہ سورہ توبہ میں قہر وجلال اور منافقین پر غیظ وغضب اور ان سے بیزاری کا ذکر ہے اور بسم اللہ الرحمن الرحیم میں رحمت کا بیان ہے اور رحمت کے ساتھ فوراً زحمت کا ذکر مناسب نہیں۔

صاحب خزائن العرفان تحریر فرماتے ہیں کہ اس سورہ کے شروع میں بسم اللہ نہیں لکھی گئی اس کی اصل

وجہ یہ ہے کہ حضرت جبرئیل اس کے ساتھ بسم اللہ لے کر نازل نہیں ہوئے تھے اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بسم اللہ لکھنے سے منع فرمایا۔ (کنز الایمان سورۂ توبہ، ص۳۰۱)

تفسیر روح البیان میں ہے وانما ترکت التسمیة اوّل براۃ لعدم المناسبة بین الرحمة والزحمة التی تدل علیه التسمیة والتبری الذی یدل علیه اول براۃ وکل سورة متوجه بتاج اسم الله وصفاته وجماله وجلاله فحیث ترکت وکتبت حیث لم تنزل ولم تکتب فلما تنزل فی اوّل براۃ ما کتبت فی اولها۔ اھ (ج۳،ص۳۸۱) الاتقان فی علوم القرآن میں ہے: قال القشیری الصحیح ان التسمیة لم تکن فیها لان جبرئیل علیه السلام لم ینزل بها فیها وفی المستدرک عن ابن عباس قال سالت عن ابی طالب لم لم تکتب فی براۃ بسم الله الرحمن الرحیم قال لانها امان وبراۃ نزلت بالسیف (ج۱،ص۰ ۱۳،النوع التاسع عشر فی عدد سورہ وآیاته وکلماته وحروفه)

اور رہا سورۂ توبہ کے شروع کرتے وقت بسم اللہ کا پڑھنا تو حکم یہ ہے کہ سورۂ برأت سے اگر تلاوت شروع کی تو اعوذ باللہ، بسم اللہ کہہ لے اور اگر اس کے پہلے سے تلاوت شروع کی ہے تو تسمیہ پڑھنے کی حاجت نہیں اور عوام میں جو مشہور ہے کہ سورۂ توبہ ابتداءً بھی پڑھے جب بھی بسم اللہ نہ پڑھے یہ محض غلط اور بے بنیاد ہے۔ غنیة المستملی شرح منیة المصلی میں ہے: "اما اذا ابتدء ها فلیتعوذ ولیات بالتسمیة انتھی۔" (ص۴۹۵)

کتبۂ: محمد احمد قادری مصباحی
۹ رصفر المظفر ۱۴۲۹ھ

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں پر کون سا دسترخوان اُترا تھا اوراس میں کیا تھا؟ حضرت خضر کے نبی یا ولی ہونے میں اعلیٰ حضرت کی تحقیق

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت اس مسئلہ میں:

(۱) حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کے حواریوں پر کون سا دسترخوان نازل ہوا تھا اور اس میں کیا کیا چیزیں تھیں؟ (۲) حضرت خضر علیہ السلام کے نبی، ولی ہونے میں اختلاف ہے مگر سیدی اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے کیا تحقیق فرمائی ہے وضاحت فرمائیں۔

المستفتی: اعجاز احمد خاں قادری، سنی مرکز روپا پار تو گڑھ، سد ھارتھ نگر، یوپی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بلاضرورت سوال نہیں کرنا چاہئے جو مسئلہ حلال وحرام کا ہے اس کے متعلق دریافت کرنا چاہئے تفسیر کبیر میں اس مسئلے کے تعلق سے یہ وضاحت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کے حواریوں پر سرخ دستر خوان نازل ہوا تھا، اس میں بھنی ہوئی مچھلی تھی، جس میں نہ کانٹے تھے نہ ہڈیاں اور اس کا روغن بہتا تھا اس کے سر کی طرف نمک اور دم کی طرف سرکہ تھا اور دستر خوان کے ارد گرد گوناگوں سبزیاں اور پانچ روٹیاں بھی تھیں ان میں سے ایک پر زیتون، دوسری پر شہد، تیسری پر گھی، چوتھی پر پنیر اور پانچویں پر گوشت تھا۔ اصل الفاظ تفسیر کبیر کے یہ ہیں:

"روی أن عیسیٰ علیه السلام لما اراد الدعاء لبس صوفا، ثم قال: اللھم انزل علینا فنزلت سفرة حمراء بین غمامتین غمامة فوقھا و أخری تحتھا. اسی میں ہے: "فاذا سمکة مشویة بلا شوك ولا فلوس تسیل دسما. و عند راسھا ملح و عند ذنبھا خل، و حولھا من الوان البقول ما خلا الکراث و اذا خمسة ارغفة. علی واحد منھا زیتون، و علی الثانی عسل، و علی الثالث سمن، و علی الرابع جبن، و علی الخامس قدید."

(سورہ مائدہ، ص ۳۶۵، ج ۴) واللہ تعالیٰ أعلم۔

(۲) حضرت خضر علیہ السلام کے بارے میں تمام صوفیائے کرام و جماہیر علمائے فخام کا موقف یہ ہے کہ وہ نبی ہیں، اور اب تک حیات ظاہری جسمانی کے ساتھ زندہ ہیں۔ یہی تحقیق سیدی اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی ہے۔

فتاویٰ رضویہ میں ہے: "انبیاء علیہم السلام سب بحیات حقیقی و دنیاوی جسمانی زندہ ہیں، ہاں بایں معنی کہ اب تک لحوق موت اصلاً نہ ہوا چار نبی زندہ ہیں: عیسیٰ اور ادریس علیہما السلام آسمان پر اور الیاس و خضر علیہما الصلاۃ والسلام زمین میں۔ (ص ۴۵، ج ۱۱)

تفسیر روح المعانی میں ہے:

"ذھب جمھور العلماء الی انه حی موجود بین اظھرنا و ذلك متفق علیه عند الصوفیة قدست اسرارھم قاله النووی، و نقل عن الثعلبی المفسر ان الخضر نبی معمر علی جمیع الاقوال محجوب عن ابصار اکثر الرجال، و قال ابن الصلاح ھو حی الیوم عند جماھیر العلماء والعامة معھم فی ذلك." (ص ۳۲۴، ج ۹ سورۃ کھف، آیت ۶۵) واللہ تعالیٰ أعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

کتبہ: محمد صابر عالم قادری مصباحی
۱۵/ذوالحجہ ۱۴۲۷ھ

جو دیوبندی سے چندہ لے، اس کی بیوی دیوبندیوں کی شادی میں شرکت کرے، تنہائی میں غیر محرم عورت سے ملے، اس کا حکم

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت اس مسئلہ میں:

ایک شخص ہے جو دیوبندی سے چندہ لیا ہے، اس کی بیوی دیوبندی رشتہ دار کے یہاں شادی میں شرکت کی ہے اور شخص مذکور ایک کافر لڑکی کے ساتھ پوری رات لاج میں قیام کیا ہے، درانحالیکہ وہ اپنے آپ کو عالم اور خلیفہ کہتا ہے۔ موصوف کے بارے میں امور مطلوبہ یہ ہیں:

(۱) ان سے بیعت کا کیا حکم ہے؟ (۲) جو مرید ہو چکے ہیں، ان کا کیا حکم ہے؟ (۳) ان کو امام بنانا یا تقریر کے لئے بلانا کیسا ہے؟ (۴) ان کو اپنا مقتدی و پیشوا سمجھ کر ملاقات و مصافحہ کے بارے میں کیا حکم ہے؟ مسلک اعلیٰ حضرت کی روشنی میں جواب دے کر ہماری رہنمائی فرمائیں۔

المستفتی: حاجی عبدالقادر کھیرالہ شریف پور گاؤں بزرگ کھنڈوہ (ایم پی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب دیوبندی وغیرہ کسی بدمذہب سے کوئی تعاون لینا جائز نہیں کہ ان سے کسی طرح کا کوئی تعلق دین و ایمان کے لئے زہر قاتل ہے۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے: ”ہندو سے مسلمان امر دین میں مدد نہ لے۔“ حدیث شریف میں ہے: انا لا نستعین بمشرک۔ اھ (ص ۲۳۰، ج ۹، نصف اول)

اور دیوبندی سے چندہ لینا اور برا کہ وہ اپنے ظاہری وضع قطع کے لحاظ سے مسلمان معلوم ہوتا ہے، جب کوئی پیر اس سے تعلق رکھے گا تو اس کے مریدین اسے واقعی مسلمان سمجھ کر اس سے دوستی کر سکتے ہیں، جو یقیناً ایک بڑا خطرہ ہے۔ واضح ہو کہ دیوبندی سے مراد وہ شخص ہے جو عقیدے کے لحاظ سے دیوبندی ہو۔

اس کی بیوی نے دیوبندی رشتہ دار کے یہاں شادی میں شرکت کی تو اگر شوہر نے اسے دیوبندی کے یہاں جانے سے روکا تھا اور ممانعت میں پوری کوشش کی تھی، پھر بھی وہ چلی گئی تو اس معاملے میں اس پر کوئی الزام نہیں کہ اس کے ذمہ جو تھا ادا کر چکا۔ قرآن شریف میں ہے:

لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی۔ اھ (پ ۱۵، ع ۲)

اور اگر منع نہیں کیا تھا یا معمولی طور پر کہہ دیا تھا پوری کوشش سے روک تھام نہیں کیا تھا تو گنہ گار ہے اور اس کی وجہ سے فاسق ہے۔

اجنبی عورت کے ساتھ تنہائی سخت ناجائز و حرام ہے۔ بخاری شریف میں ہے:

عن عقبة بن عامر ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال إیاکم والدخول علی النساء. اھ (ص ۷۸۷، ج ۲)

یعنی تم غیر عورت کے پاس جانے سے بچو۔ نیز چند سطر بعد اسی میں ہے:

عن ابن عباس عن النبی صلی الله علیه وسلم قال لا یخلون رجل بامرأة الا مع ذی محرم. اھ (ص ۷۸۷، ج ۲)

حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ خلوت میں نہ رہے، مگر اس حالت میں کہ وہ مرد اس کا محرم ہو۔ ترمذی شریف میں ہے:

عن النبی صلی الله علیه وسلم قال لا یخلون رجل بامرأة الا کان ثالثهما الشیطان. اھ (ص ۲۲۱، ج ۱)

یعنی کوئی مرد کسی اجنبی عورت کے ساتھ جمع ہوتا ہے تو وہاں تیسرا شیطان بھی ہوتا ہے۔ (یعنی وہ دونوں کو برائی پر ابھارتا ہے) لہٰذا اس کا ایک لڑکی کے ساتھ لاج میں تنہا رہنا وہ بھی اس کے ساتھ پوری رات گزارنا ناجائز وحرام اور فسق ہے اور ایسا شخص جو فاسق معلن ہو اس سے بیعت ناجائز ہے اور لاعلمی میں جو ایسے شخص سے بیعت ہو گیا ہو اسے بعد علم دوسرے کسی جامع شروط سے بیعت چاہئے اور ایسے شخص کو نہ امام بنانا جائز اور نہ تقریر کے لئے بلانا، کیونکہ ان صورتوں میں اس کی تعظیم ہے، حالانکہ شریعت نے اس کی اہانت کا حکم دیا ہے۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں کہ "ایسا شخص ہو تو وہ فاسق ہے، اس کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے۔ اس سے میلاد شریف نہ پڑھوایا جائے۔

لان فی تقدیمه تعظیمه وقد وجب علیهم اهانته شرعاً. اھ (فتاوی رضویه ص ۲۵۷، ج ۳) والله تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی	کتبہٗ: محمد سغیر الحق رضوی نظامی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی	۱۵ ربیع الآخر ۱۴۳۱ھ

فیصلہ میں امیر وغریب کا فرق کرنا، کسی کو سرعام ذلیل کرنا اور کسی کے جنازہ میں شریک ہونے سے لوگوں کو روکنا ذاتی دشمنی کی بنا پر فساد کرانا، وغیرہ کیسا؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل میں کہ

اندرون ہند مسلمانوں میں متعدد قبیلے اور ذاتیں ہیں مثلاً سید، انصاری، شیخ، خان، رنگریز، منیہار، تیلی،

لوہار وغیرہ اکثر مقامات پر ان قبیلوں اور ذاتوں میں ان کے آباواجداد کے زمانے سے کچھ خاص طرح کے رسم و رواج رائج ہیں۔ ان قبائلی اور مقامی رسم و رواج کے تحفظ کے لیے کچھ علاقوں اور خطوں میں ان مختلف برادریوں میں سے بااثر لوگ سردار بن جاتے ہیں، سردار تو کئی ایک ہوتے ہیں مگر جو زیادہ بااثر ہوتے ہیں اور جو پرانی مثالوں کو زیادہ جانتے ہیں اور چند لوگوں کو لے کر گروپ بنانے میں ماہر ہوتے ہیں ویسے ہی سرداروں کو مکمل حق حاصل ہوتا ہے کہ اپنے علاقے میں حق و ناحق کے فیصلے صادر کریں، پرانے قوانین میں ترمیم و توسیع کریں، اور من چاہے نئے قانون کا اضافہ کریں، ان کے نفاذ قانون کا طریقہ کار یہ ہے کہ اگر کسی معتبر سردار یا علاقے کے بااثر دولت مند شخص سے رسم و روج کے خلاف عمل یا اور کوئی غلطی ہوئی تو ہلکے سے غصہ کا مظاہرہ کر کے معاملہ رفع دفع کر دیا جاتا ہے۔ اگر وہی غلطی کسی دوسرے سے ہوئی ہے جس کا کوئی مقام نہیں ہے یا دشمنی کرنا مقصود ہو تو گیارہ روپے یا اکیس روپے بطور جرمانہ وصول کیا جاتا ہے یا ان سے معافی منگوائی جاتی ہے۔ اور اگر انہیں کسی دشمنی کے عوض ذلیل کرنا مقصود ہو تو دوسری جگہ کسی شادی یا تقریب میں ذلیل کر کے معاف کر دیا جاتا ہے۔ اور اگر ان میں سے کسی شخص کے ساتھ زیادہ سے زیادہ دشمنی ہو تو کچھ عرصے کا مجرم قرار دے کر قبیلے میں آمد و رفت بند کر دیا جاتا ہے۔ اس سے بھی تجاوز ہونے کی صورت میں اس مجرم کی شادی اور موت جیسے مواقع پر قبیلے کے دوسرے لوگوں کو جانے سے منع کر دیا جاتا ہے اور اگر کوئی چلا گیا تو وہ بھی مجرم کے مصداق سزا کا حق دار ہوتا ہے۔ ایسے غیر انسانی قانون کے نفاذ میں سردار کا مقصد انتقامی نفس کی تسکین اور قوم پر دبدبہ قائم کرنا ہوتا ہے، کبھی کبھی ایسے فیصلوں کے خلاف کچھ سردار محاذ آرائی کر لیتے ہیں اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ قبیلے اور ذات کئی گروپوں میں تقسیم ہوتے ہیں، ان کے درمیان سلام کلام بند ہو جاتے ہیں، رشتے منقطع ہو جاتے ہیں، شادی شدہ عورتوں کو طلاق دے دی جاتی ہے۔ لہٰذا تفصیلی تحریر کی روشنی میں مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات شریعت مطہرہ کی روشنی میں مطلوب ہیں۔

(۱) فیصلہ صادر کرتے وقت امیر و غریب بااثر اور کمزور کے مابین امتیاز برتنے والے سرداروں پر اور بحالت مجبوری ان فیصلوں کے ماننے والوں پر شریعت کا کیا حکم ہے؟

(۲) کسی شخص کو سرعام ذلیل کرنا کیسا ہے؟

(۳) کسی شخص کی میت اور اس کے جنازے میں لوگوں کے شریک ہونے سے روکنے والوں پر شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟

(۴) ذاتی دشمنی کی بنیاد پر قبیلے اور ذات کو الگ الگ تقسیم کرنے والے اور فساد برپا کرنے والوں کے لیے قرآن و احادیث میں کیا وعیدیں وارد ہیں؟

(۵) انتقامی جذبہ کے زیر اثر سلام وکلام بند کرنے اور کرانے والے، رشتے منقطع کرانے والے اور شادی شدہ عورتوں کو طلاق دلانے والوں کے لیے کیا حکم ہے؟

(۶) جو سردار فخر وتکبر کا مظاہرہ کرتے ہیں ان کے لیے کیا حکم ہے؟

(۷) اسلامی نقطہ نظر سے قبیلے کی سرداری کیسے لوگوں کو سونپی جائے؟

حضور مفتی صاحب قبلہ! یہ حالت قبیلے کی سرداری کا ہے اسکے علاوہ اور بھی غیر شرعی حرکات ہیں، جن کے اصل محرک سردار ہی ہیں، عموماً کمزور طبقہ سرداروں کے خوف سے اور مذہب کی دوری کی وجہ سے اصلاح کی طرف راغب نہیں ہوتا۔ بلکہ پڑھے، لکھے اور تھوڑی بہت دینی معلومات رکھنے والے، نماز وروزہ کے پابند لوگ بھی اس مرض میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا حضور والا سے گزارش ہے کہ قرآن واحادیث کی روشنی میں ایک فکر انگیز فتوی تحریر فرمائیں تا کہ قبیلے کے ہر فرد میں جہالت اور غیر شرعی امور کے خلاف انقلاب برپا ہو جائے۔

المستفتی: محمد اقبال راجستھانی، رنگ والے، زکریا اسٹریٹ، کلکتہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الجواب (۱) سائل کو چاہیے تھا کہ ان کے درمیان جو رسم ورواج پائے جاتے ہیں انہیں بھی قلمبند کرتا تا کہ غور کیا جاتا ہے کہ ان کے رسم ورواج شریعت مطہرہ کے خلاف تو نہیں ہیں، نیز یہ بھی واضح کرنا چاہیے تھا کہ ان میں جو سردار ہوتے ہیں وہ صرف رسم ورواج ہی کے مطابق فیصلہ کرتے ہیں یا شریعت کے احکام کے مطابق فیصلہ کرتے ہیں، فیصلہ شریعت کے خلاف ہو تو کسی پر بھی اسے نافذ کرنا، بلکہ ایسا فیصلہ دینا حرام وگناہ ہے۔ قرآن حکیم میں ہے: "وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ۝" (مائدہ ۵ آیت ۴۴) اور اگر فیصلہ شریعت کے مطابق ہو تو اسے سب پر یکساں طریقے سے نافذ کرنا چاہیے، ہاں تعزیرات کے باب میں مجرم کے عادی اور غیر عادی ہونے وغیرہ کے لحاظ سے شدت وتخفیف کی اجازت ہے، مگر اس کا امتیاز قاضی شریعت جو امور قضا کا تجربہ رکھتا ہے کرسکتا ہے نہ کہ قوم وقبیلہ کا سردار جو شرعی احکام بالخصوص امور قضا سے کم واقف ہو، امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے مدارج بھی لوگوں کے حالات وعادات وغیرہ کے لحاظ سے مختلف ہیں جس کا امتیاز عالم دین کرسکتا ہے۔ ہاں حدود کے معاملے میں مکمل یکسانیت کا حکم ہے مگر یہاں حدود نہیں جاری کیے جاسکتے، قبائل کے سرداروں کو چاہیے کہ ان کے یہاں جو مقدمات پیش ہوں ان میں علمائے دین سے مشورہ کرکے ان کی ہدایت کے مطابق احکام نافذ کریں اور اپنی رائے کو دخل نہ دیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) بلا وجہ شرعی کسی سنی صحیح العقیدہ مسلمان کو ذلیل کرنا جائز نہیں کہ اس میں مسلمان کو ناحق تکلیف دینا ہے اور کسی مسلمان کو ناحق تکلیف دینا اللہ اور اس کے رسول کو تکلیف دینا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے

ہیں: "من اذی مسلما فقد اذانی و من اذانی فقد اذی اللہ" یعنی جس نے کسی مسلمان کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ عزوجل کو ایذا دی (کنز العمال ص ۱۰ ج ۱۶) واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) بلا وجہ شرعی کسی سنی صحیح العقیدہ کی میت اور اس کی نماز جنازہ میں لوگوں کو جانے سے روکنے والے سخت گنہگار ہیں، وہ لوگ ایسی حرکت سے باز آئیں اور دل میں خوف الٰہی پیدا کریں اور توبہ کریں ساتھ ہی جن کو ناحق تکلیف پہنچائی ان سے معافی بھی مانگیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۴۔۵) صرف ذاتی دشمنی کی وجہ سے بلا وجہ شرعی لوگوں میں فساد برپا کرنا، باہم سلام وکلام بند کرنا، کرانا، رشتہ منقطع کرنا، کرانا، شادی شدہ عورتوں کو بلا وجہ طلاق دلوانا جائز نہیں۔ ایسا کرنے والے لوگ ظالم، جفاکار اور حق اللہ وحق العبد میں گرفتار ہیں۔ حدیث شریف میں ہے: "اتقوا الظلم فان الظلم ظلمات یوم القیامۃ" یعنی رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ ظلم کرنے سے بچو بیشک ظلم قیامت کے دن تاریکیاں ہیں (یعنی ظلم کرنے والا قیامت کے دن سخت مصیبتوں اور تاریکیوں میں گھرا ہوگا۔

(مسلم شریف ص ۳۲۰ ج ۲)

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں "لا یدخل الجنۃ قاطع رحم" یعنی رشتہ منقطع کرنے والا جنت میں داخل نہ ہوگا (مسلم شریف ص ۳۱۵ ج ۲)

اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: "لیس منا من خبب امراۃ علی زوجھا" یعنی وہ شخص ہم سے نہیں جو بیوی اور اس کے شوہر کے درمیان فساد برپا کرتے ہیں۔ (ابوداؤد شریف ص ۲۹۶ ج ۱)

ایسے لوگ صدق دل سے توبہ واستغفار کریں اور قوم پر ظلم وزیادتی کرنے سے باز آئیں اور آپس میں بھائی چارگی پیدا کریں۔ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: "اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَ اَخَوَیْکُمْ" یعنی مسلمان مسلمان بھائی ہیں تو اپنے دو بھائیوں میں صلح کرو (پ ۲۶ سورہ حجرات آیت ۱۰) واللہ تعالیٰ اعلم

(۶) فخر وتکبر حرام ہے۔ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

"لا یدخل الجنۃ من کان فی قلبہ مثقال ذرۃ من کبر" یعنی جس شخص کے دل میں ذرہ برابر بھی تکبر ہوگا وہ جنت میں نہیں جائے گا (مسلم ص ۶۵ ج ۱) واللہ تعالیٰ اعلم

(۷) قبیلے کی سرداری ایسے شخص کو سونپی جائے جو دین دار، معاملہ فہم اور مسلمانوں کا خیرخواہ ہونے کے ساتھ علماء سے محبت رکھتا ہو اور ان کی ہدایات پر عمل کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — کتبہٗ: غلام نبی نظامی علیمی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۲۱ رذی الحجہ ۱۴۲۶ھ

دعا میں دونوں ہاتھ کھلے ہوں یا ملے ہوں؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں:
بعض ائمہ دعا میں ہاتھ کھلے اٹھاتے ہیں اور بعض ائمہ ہتھیلی سے ہتھیلی ملا کر اٹھاتے ہیں ان دو طریقوں میں سے کونسا طریقہ درست ہے اور دعا مانگنے کا مسنون طریقہ کیا ہے؟
المستفتی: محمد ذکی الدین قادری المتوطن فتح پور سیکری آگرہ، یوپی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب دعا مانگنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ وقت دعا قبلہ رو مؤدب دوزانوں ہو کر بیٹھے اور اپنی دونوں ہتھیلیوں کو ملا کر دونوں ہاتھ اس طور پر اوپر اٹھائے کہ بغل کی سپیدی ظاہر ہونے لگے۔
احیاء العلوم میں ہے:
ان یدعو مستقبل القبلة ویرفع یدیه بحیث یری بیاض ابطیه (ج ۱ ص ۲۸۸)
اور اسی میں ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جب دعا کے لیے ہاتھ اٹھاتے تو دونوں ہتھیلیوں کو ملا کر ان کے باطن کو چہرے کے مقابل میں کر لیتے حدیث شریف کے الفاظ یہ ہیں کان صلی اللہ علیه وسلم اذا دعا ضمّ کفیه وجعل بطونهما مما یلی وجهه" فهذه هیئة الید۔ البتہ ہتھیلیاں کھلی رکھنا بھی جائز ہے جیسا کہ حصن حصین ص ۱۸ میں بحوالہ ابن عوانہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد حبیب اللہ مصباحی
الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
۱۸ رجب المرجب ۱۴۲۳ھ
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

درود تاج ولکھی پڑھنا کیسا ہے؟ ان کو من گھڑت اور ان کے الفاظ کو کفریہ وشرکیہ بتانے والے کا کیا حکم ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ
درود تاج اور درود لکھی پڑھنا کیسا ہے؟ زید کہتا ہے کہ درود تاج اور درود لکھی کا کوئی ثبوت نہیں یہ من گھڑت ہیں ان درود شریف میں شرکیہ اور کفریہ الفاظ ہیں اس لیے ان کو نہیں پڑھنا چاہیے بکر کہتا ہے کہ تو جھوٹا ہے اور گستاخ رسول ہے جو درود تاج اور درود لکھی پڑھنے سے منع کرتا ہے۔ درود تاج اور درود لکھی باعث رحمت ہے۔ زید کا قول صحیح ہے یا بکر کا؟ بینوا توجروا۔ المستفتی: محمد عبد الرشید قادری نوری بھوپال

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنا ہر مسلمان پر واجب ہے ان کو من گھڑت کہنا اور ان کے الفاظ کو شرکیہ و کفریہ سے تعبیر کرنا ناجائز و گناہ اور فیض رحمت سے سخت محرومی و ملامت کا باعث ہے لہٰذا زید پر صدق دل سے توبہ واستغفار واجب ہے کیوں کہ اس کا ثبوت قرآن وحدیث، کتب فقہ وتفاسیر میں بکثرت موجود ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا (سورہ احزاب آیت ۵۶) اس آیت کے تحت تفسیر کشاف میں ہے صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا ای قولوا الصلاۃ علی الرسول والسلام (ج ۳ ص ۵۶۶) تفسیر خازن میں ہے یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ ادعوا له بالرحمة وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا حیوہ بتحیة الاسلام (ج ۳ ص ۴۳۵) حدیث شریف میں ہے صلوا علی واجتهدوا فی الدعاء قولوا اللهم صل علی محمد وبارك علی محمد وعلی اٰل محمد كما بارکت علی ابراهیم وعلی اٰل ابراهیم انك حمید مجید (کنز العمال ج ۱ ص ۴۹۲)

درود شریف کی کئی قسمیں ہیں ان میں ایک درود، درود لکھی اور درود تاج بھی ہے جن کے بکثرت فضائل ومناقب موجود ہیں لہٰذا ان کا پڑھنا جائز ودرست ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی — **کتبہٗ:** محمد احمد قادری مصباحی

الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — ۲۶ رجمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ

زید چاندی کے لونگ پر سوا لاکھ درود اور ختم قادریہ پڑھ کر لٹاتا ہے کیا اس کی کوئی اصل ہے؟ کیا یہ غوث پاک سے ثابت ہے؟ اس کا حکم کیا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام مسئلہ ذیل میں

زید حافظ وقاری عامل ہے ایک دار العلوم چلاتا ہے اور تقریباً سات سال سے جشن غوث الوریٰ بھی مناتا ہے زید نے ایک رسم چار سال سے چالو کر رکھی ہے وہ یہ کہ زید چاندی کی لونگ بنوا کر ان پر سوا لاکھ درود شریف اور ختم قادریہ کا ورد کرتا ہے اور جشن غوث الوریٰ میں دار العلوم کی چھت پر سب کے سامنے موئے مبارک شریف پر گزار کر کے عوام کے سامنے علمائے کرام کے ہاتھوں سے ان لوگوں کو لٹاتا ہے۔ زید نے یہ مشہور کر رکھا ہے کہ جو بھی جس نیت سے لونگ کو لوٹے گا اس کی وہ مراد پوری ہوگی۔ جس کی مراد پوری ہوگی وہ آئندہ سال دس گیارہ لونگ بنواتا ہے، عوام دور دور سے آتے ہیں اور لونگ لوٹتے ہیں جس سے کافی خطرہ دھکا لگنے کا ہوتا ہے لونگ عوام کے پیروں تلے آتے ہیں سائل نے زید سے کہا کہ بجائے آپ ان لوگوں کو لٹانے کے تقسیم کر دیا

کریں تا کہ بے ادبی نہ ہو اس پر زید نے کہا کہ آپ توبہ کریں۔

(۱) ان چاندی کی لونگوں کا شریعت میں کیا حکم ہے؟

(۲) کیا یہ لونگ کسی بزرگ خصوصاً سرکار غوث پاک دستگیر سے ثابت ہے؟

(۳) کیا اس طرح کرنا بے ادبی نہیں ہے؟ کیا سائل پر توبہ لازم ہے؟ کیا اس سے مراد پوری ہوتی ہے؟ ایسا کرنے والے پر کیا حکم ہے؟ اس کو غلط کہنے والے پر کیا حکم ہے؟ اس کے لوٹنے اور لٹانے والے پر کیا حکم ہے؟ قرآن وحدیث کتب فقہ اور بزرگان دین کے اقوال کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں اور عنداللہ ماجور ہوں۔

المستفتی: محمد علی اشفاقی، فیضان اشفاق لائبریری لانبا چوک باسنی ناگور راجستھان پن ۳۴۱۰۲۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الجواب (۱) شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں ہاں تصدق کسی بھی چیز کا جائز ہے اس حد تک اجازت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) لونگ کسی بزرگ کی جانب منسوب ہونا ہمارے علم میں نہیں۔ واللہ تعالیٰ

(۳) چاندی رزق الٰہی سے ہے اللہ تعالیٰ نے اسے مخلوق کی حاجت پوری کرنے کیلئے پیدا فرمایا ہے اس لیے بہت سے علماء کرام نے روپیہ پیسہ لٹانے سے منع فرمایا ہے لہٰذا چاندی وغیرہ یا چاندی کی لونگ بنا کر لٹانا نہ چاہیے کہ بہت سے علمائے کرام کے نزدیک بے ادبی ہے اور اختلاف علماء سے بچنا بہتر ہے یہ محض چاندی کا حکم ہے۔

الفتاویٰ البزازیۃ فوق الفتاوی الھندیۃ میں ہے ھل یباح نثر الدراھم قیل لا وقیل لا باس بہ وعلیٰ ھذا الدنانیر والفلوس وقد یستدل من کرہ بقولہ علیہ السلام الدراھم والدنانیر خاتمان من خواتیم اللہ تعالیٰ فمن وھب بخاتم من خواتیم اللہ تعالیٰ قضیت حاجتہ (ص ۳۶۴ ج ۶ الرابع فی الھدایۃ والمیراث من کتاب الکراھیۃ)

اور جب ان لونگوں پر درود شریف ختم قادریہ پڑھ دیا جائے اور موئے مبارک شریف پر لگا کر گزار دیا جائے تو وہ لونگیں اور زیادہ محترم ومعظم ہوگئیں تو ان کا لٹانا جب کہ پاؤں کے نیچے روندے جاتے ہیں۔ بدرجہ اولیٰ ممنوع ومکروہ ہوگا کہ اس میں اور زیادہ بے ادبی ہے زید کو اس سے احتراز کرنا چاہیے۔

کتابوں میں اس طرح کا کوئی ذکر نہیں اور نہ ہی کسی بزرگ سے اس طرح کی نسبت کا ہونا ہمیں معلوم ہے لیکن لونگ یا کوئی دوسری چیز صدقہ کی نیت سے دی جائے تو ممکن ہے کہ مراد پوری ہو کیونکہ صدقات کی وجہ سے

بلائیں ٹلتی ہیں رحمت کا نزول ہوتا ہے اللہ کی رحمت سے بعید نہیں کہ صدقات کے بدلے میں مراد پوری فرمادے مگر اس کا طریقہ یہ ہونا چاہیے کہ بغیر لوٹائے ہوئے بطور صدقہ تقسیم کردے نیز لونگ کی شکل بنانا ضروری نہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَمَا أَنفَقْتُم مِّن شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهُ وَهُوَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ۔

ترجمہ: اور جو چیز تم اللہ کی راہ میں خرچ کرو وہ اس کے بدلے اور ملے گا اور وہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔ (سورۂ سبا ۳۴ آیت ۳۹)

حدیث شریف میں ہے عن ابی هريرة يبلغ به النبي صلى الله عليه وسلم قال قال الله تبارك و تعالى يا ابن آدم أَنفِق أُنفِق عَلَيْكَ (ص ۳۲۲ ج ۱، باب الحث على النفقة" مسلم شریف۔

سائل کو توبہ کرنے کی ضرورت نہیں کہ حق اور صحیح بات کہہ کر اپنے فرض سے سبکدوش ہوگیا توبہ تو زید کو کرنا چاہیے کہ بے علم توبہ کرنے کا حکم دے دیا۔

حدیث شریف میں ہے من افتى بغير علم لعنته ملئكة السماء والارض (ص ۱۹۳ ج ۱۰ کنز العمال) واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہٗ: ازہار احمد امجدی مصباحی
الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
در بیع النور ۱۴۲۸ھ
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

کیا حجام اور درزی کو خلیفہ کہہ سکتے ہیں؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ

کیا وجہ ہے کہ کچھ لوگ حجام اور درزی کو خلیفہ کہتے ہیں اور ایسا کہنا عندالشرع کیسا ہے؟

المستفتی: علی حسن، بنگالپورہ، بھیونڈی، تھانہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اس طرح کے الفاظ عرف عوام وجہال میں اس معنی میں بولے جاتے ہیں جس معنی میں وہ جانتے اور استعمال کرتے ہیں یعنی مخصوص پیشہ والے، جاہل لفظ خلیفہ کے لغوی وشرعی مفہوم سے بالکل نابلد ہیں، انہیں بہ نرمی سمجھایا جائے کہ اس پیشے والوں کو خلیفہ نہ کہیں اور ارباب علم ودانش بہرحال اس سے بچیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہٗ: شمس الدین احمد علیمی
الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
۲۵؍ جمادی الآخرۃ ۱۴۲۵ھ
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

ولدالزنا نابالغی میں مرجائے تو جنت میں جائے گا؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت اس مسئلہ میں:
کیا حرامی لڑکا اور لڑکی جنت میں جائیں گے اگرچہ وہ دس برس کی عمر میں نابالغی کے زمانے میں انتقال کر گئے ہوں۔ زید و بکر کا اس میں اختلاف ہے زید کہتا ہے کہ دونوں جنت میں جائیں گے کیونکہ یہ گناہوں سے بری ہیں جب کہ بکر کا قول ہے کہ دوزخ میں جائیں گے اس لئے کہ دونوں حرامی ہیں۔ دونوں میں کس کا قول درست ہے؟ بینوا توجروا المستفتی: محمد ریاض الدین رضوی، سوروپ نگر، نئی دہلی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب حرامی لڑکا اور لڑکی اگر مسلمان مرد عورت کی وطی سے ہوں اور نابالغی کے زمانے میں انتقال کر گئے ہوں تو وہ بفضلہ تعالیٰ جنت میں جائیں گے کہ حرامی ہونے میں ان کا گناہ کچھ نہیں، گناہ تو ان کا ہے جنہوں نے بدکاری کی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى (الانعام: آیت: ۱۶۴) یعنی ایک کا بوجھ دوسرے پر نہیں۔ حدیث شریف میں ہے: "لیس علی ولد الزنا من وزر ابویہ شیٔ (المستدرك للحاكم، كتاب الاحكام، حدیث ۷۰۵۳) یعنی ولدالزنا پر اپنے ماں باپ کے گناہ سے کچھ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

کتبہ: محمد حسن رضوی
۲۹ ر صفر المظفر ۱۴۲۸ھ

خطبہ میں قال اللہ کے بعد تعوذ و تسمیہ پڑھنا کیسا ہے؟ کیا اس سے خدا کا تعوذ و تسمیہ پڑھنا لازم آتا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت اس مسئلہ میں:
زید نے تقریر کی خطبہ اس طرح پڑھا نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد قال اللہ تعالیٰ فی القرآن المجید اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم ان اللہ مع الصّٰبرین جس پر بکر نے یہ اعتراض کیا کہ قال اللہ کے بعد اعوذ باللہ پڑھنا درست نہیں کہ اس سے خدائے تعالیٰ کا اعوذ باللہ پڑھنا لازم آتا ہے جب کہ قرآن پاک میں اعوذ باللہ کہیں موجود نہیں پھر یہ کہ خدا اس سے پاک ہے کہ شیطان سے پناہ مانگے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کا اس طرح خطبہ پڑھنا درست ہے کہ نہیں

اس پر بکر کا یہ اعتراض کرنا بجا ہے کہ نہیں کیا واقعی قال اللہ کے بعد تعوذ پڑھنے سے اللہ تعالیٰ کا تعوذ پڑھنا لازم آتا ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔ فقط والسلام

المستفتی: مولانا سہیل احمد مقام کٹھوتیا، پوسٹ مہراج گنج، کپل وستو، نیپال

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الجواب اس طرح خطبہ نہ پڑھنا چاہئے کہ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ قال اللہ کا مقولہ بنے۔ لہٰذا زید کو تقریر کا آغاز مثلاً اس طرح کرنا چاہئے نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ۔ یہ ایک مثال ہے وہ خطبے کی جگہ کوئی بھی خطبہ پڑھ سکتا ہے اور آیت کریمہ کی جگہ جس آیت کی تفسیر کرنا چاہے وہ پڑھے اخیر میں صدق اللہ العلی العظیم پڑھ لے۔ اس طرح وہ شبہ پیدا ہی نہ ہوگا جو سوال میں مذکور ہے۔

لیکن زید نے جس طور پر خطبہ پڑھا وہ ناجائز گناہ نہیں اور اس پر بکر کا یہ اعتراض کہ اس سے خدائے تعالیٰ کا تعوذ پڑھنا لازم آتا ہے، بجا نہیں کہ اس سے زید کی مراد ہرگز یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ اعوذ باللہ پڑھتا ہے۔ جس سے اللہ عزوجل کا شیطان سے پناہ مانگنا لازم آئے اور نہ ہی کوئی مسلمان یہ مراد لے سکتا ہے بلکہ شروع تلاوت میں اعوذ باللہ پڑھنا سنت ہے اس لیے اس نے اپنی طرف سے اعوذ باللہ پڑھا ہے۔ اور حدیث پاک میں ہے۔ انما الاعمال بالنیات کہ اعمال نیتوں کے ساتھ ہیں۔" (بخاری شریف)

ردالمحتار میں ہے: "قال فی النھر واقول لیس مافی الذخیرۃ فی المشروعیۃ وعدمھا بل فی الاستنان وعدمہ۔" اھ ای فتسن بقراءۃ القرآن فقط حاصلہ انہ اذا اراد ان یاتی بشئی من القرآن کالبسملۃ والحمد للہ فان قصد بہ القراۃ تعوذ قبلہ والا فلا کما لو اتی بالبسملۃ فی افتتاح الکلام کالتلمیذ حین یبسمل فی اول درسہ للعلم فلا یتعوذ و کما لو قصد بالحمد للہ الشکر۔" اھ (مطلب فی صفۃ الصلاۃ، ج ۱، ص ۴۸۹)

نیز اسی میں باب الجمعہ مطلب فی قول الخطیب قال اللہ تعالیٰ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم میں ہے "جرت العادۃ اذا قرأ الخطیب الآیۃ انہ یقول قال اللہ تعالیٰ بعد اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم من عمل صالحا الخ فیہ ایھام ان اعوذ باللہ من مقول اللہ تعالیٰ وبعضھم یتباعد عن ذلک فیقول قال اللہ تعالیٰ کلاما اتلوہ بعد قولی اعوذ باللہ الخ۔ ولکن فی حصول سنۃ الاستعاذۃ بذلک نظر لان المطلوب انشاء الاستعاذۃ ولم تبق کذلک بل صارت محکیۃ مقصودا بھا لفظھا وذلک ینافی الانشاء کما لا یخفی فالاولی ان لا یقول قال

اللہ تعالیٰ ۔ اھ (ج ۲، ص ۱۴۸) یہ ایسے ہی ہے جیسے قال اللہ کے بعد عزوجل قال رسول اللہ کے بعد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور قالت عائشہ کے بعد رضی اللہ تعالیٰ عنہا وغیرہ پڑھنا علماء ومحدثین کا معمول ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد نظام الدین رضوی برکاتی
الجواب صحیح: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

کتبہٗ: فیاض احمد برکاتی مصباحی
۲۹/ ذوقعدۃ الحرام ۱۴۲۸ھ

■❖■